

WWW.NAFSEISLAM.COM

○
جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز محفوظ ہیں

تخلیق مرکز پرنٹرز لاہور فون 7229416	_____	مطبع
محمود اللہ صدیقی - محمد صدیق - اقبال اختر	_____	کتابت
بشکرہ تاج کمپنی کراچی	_____	متن
تین ہزار (۳۰۰۰)	_____	تعداد
محرم الحرام ۱۳۹۹ھ	_____	تاریخ طباعت
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	_____	ناشر

○

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵	سورہ کہف	۱
۶۳	سورہ مریو	۲
۱۰۱	سورہ طہ	۳
۱۲۹	سورہ انبیاء	۴
۱۹۵	سورہ حج	۵
۲۲۱	سورہ مومنون	۶
۲۷۹	سورہ نور	۷
۳۲۷	سورہ فرقان	۸
۳۸۱	سورہ شعراء	۹
۴۲۵	سورہ نمل	۱۰
۴۷۳	سورہ قصص	۱۱
۵۱۵	سورہ عنکبوت	۱۲
۵۵۱	سورہ روم	۱۳
۵۹۵	سورہ لقمان	۱۴
۶۲۳	سورہ سجدہ	۱۵
۶۴۱	تحقیقات لغویہ	۱۶
۶۴۶	التحقیقات النحویہ	۱۷
۶۴۷	فہرست مطالب	۱۸

فہرست نقشتجات

صفحہ	نام نقشہ	نمبر شمار
۴۶	نقشہ بسلسلہ قصہ ذوالقرنین	۱
۲۱۰	نقشہ خانہ کعبہ	۲
۲۷۹	نقشہ غزوہ بنو مصطلق	۳

سرفیکریٹ

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً نہایت غوراً اور اسمعان نظر سے پڑھا ہے اور
میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی اور کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

ابوالفیض محمد عبد الکریم
خطیب جامع مسجد خانقاہ ڈوگرہاں
ضلع شیخوپورہ

ابوالفیض محمد عبد الکریم
ابوالعزیز محمد عبد الکریم
لکھنؤ - شمس

التحقيقات اللغوية

سورة	نبر	ماشي	سورة	نبر	ماشي
٣٢	٢١	تبهتهم			
٨٨	٢١	لبلاغاً	٥٣	١٨	استبرق
٢٦	٢٢	الْبَادُ	"	"	ارائك
٢٨	٢٢	بَوَانَا	٨٣	١٨	موثلاً
٢٩	٢٢	بُدُنْ	٩٥	١٨	إِصْرَا
٥٦	٢٢	بِيعِ	٤١	١٩	إِثَاثَا
١٤	٢٥	بُورَا	٤٨	١٩	أَزْ
١٢	٣٠	يَبْسُ	٨٥	١٩	إِذَا
٢	٣٠	بِدْعِ	٤	٢٠	آنْسَتْ
		ت	١٨	٢٠	أَزْرَى
٢٤	٢٣	تَتْرَا	٤٨	٢٠	امْتَا
		ث	٤٦	٢١	امَّة
٥٥	١٨	شمر	٩١	٢٦	إِيكِه
٢	٢٠	شَرَى	٥٨	٢٩	يُؤْفَكُون
١٠	٣٠	أَثَارُوا	"	٣٠	"
٥٣	٣٠	تَثِيرِ	٥٢	٢٣	اساطير
		ج	١٥	٢٢	افك
٢٥	١٩	اجاء	٥٠	٢٢	اياي
٢٤	١٩	جنيا			ب
٦٤	١٩	جشيا	٨	١٨	بِئْمَعْ
٢٨	٢٣	يجثرون	٢٠	١٩	بغياً

سُورَتِ نَمْبَرِ	عَاشِرِ نَمْبَرِ		سُورَتِ نَمْبَرِ	عَاشِرِ نَمْبَرِ	
۵۰	۳۱	خَتَار	۶۷	۲۸	يُحِبُّنِي
		د	۳۲	۳۲	جُبْرُز
۸۲	۱۸	لَيْدِ حَضْوَا			ح
۱۵	۲۱	فَيْدِ مَغْنَه	۶۳	۱۸	حُسْبَان
۵۲	۲۲	يِدَافِع	۶۳	۱۸	أُحْيِط
۸۰	۲۷	أَدَارِك	۱۴	۱۹	حَانَا
۳۸	۳۱	يِدْعُونَ	۵۰	۱۹	حَفِيًّا
		✓	۱۲	۲۱	حَصِيدَا
۱۲	۱۸	الرَّقِيمِ	۱۶	۲۱	يَسْتَحْسِرُونَ
۱۳	۱۸	رِشْدَا	۳۵	۲۱	تَحْمَاقِ
۲۱	۱۸	مَرَقَا	۸۱	۲۱	حَدَبِ
۹۶	۱۸	تَرَهْمَنِي	۸۲	۲۱	حَصَبِ
۱۰۲	۱۸	رُحْمَا	۲۷	۲۳	أَحَادِيثِ
۵۲	۱۹	رَسُولِ	۳۹	۲۹	حَاصِبِ
۷۱	۱۹	رِثِيًّا	۱۶	۳۰	يَجْبِرُونَ
۸۵	۱۹	رِكْزَا	۱۷	۳۰	مُحْضِرُونَ
۱۲	۲۱	رَكُضِ	۲	۳۱	حَكِيمِ
۲۳	۲۱	رَتَقَا	۲۲	۲۵	حَجْرًا مَحْجُورًا
۳۰	۲۲	رَجَالَا			خ
۷۲	۲۲	رَكَامَا	۲۵	۱۹	مُخَاضِ
۳۷	۲۸	رَدَا	۵	۲۰	أَخْضِي
		م	۱۲	۲۱	خَامِدِينَ
۶۳	۱۸	زَلَقَا	۳۸	۲۲	مُحِبِّطِينَ
۷۲	۲۲	يُزْجِي	۷۱	۲۵	لَمْ يَخْتَرُوا
۱۳	۲۵	زَفِيرَا	۳۲	۳۱	مُخْتَالِ

سورت نمبر	حاشیہ نمبر		سورت نمبر	حاشیہ نمبر	
۵۶	۲۲	صوامع			س
۵۶	۲۲	صلوات	۵۱	۱۸	سرادق
۱۵	۲۳	صیغ	۵۳	۱۸	اساور
۷۲	۲۲	صافات	۵۳	۱۸	سندس
۹	۲۷	اصطالی	۸	۱۹	سمیّا
۲۸	۳۰	یصدّعون	۲۶	۱۹	سریّا
۳۲	۳۱	تصنّف	۵	۲۰	بستر
		ض	۲۲	۲۰	فیصحت
۹۱	۲۰	ضنکاً	۸۶	۲۲	یسطون
۳۰	۲۲	الضامر	۲۱	۲۳	سامرا
۱۵	۲۲	ضللنا	۶۹	۲۲	سراب
		ط	۱۱	۲۰	سواى
۱۱	۲۳	طرائق	۱۱	۳۲	سلاّة
		ظ	۱۲	۳۱	سوئی
۵۰	۳۱	ظلل	۲۲	۳۱	سخر
		ع			ش
۶	۱۸	عوج	۵۱	۱۸	یشوی
۶۷	۱۸	عقبا	۱۶	۲۶	شعر
۹	۱۹	عتیا	۹	۲۶	شہاب
۶۸	۱۹				ص
۲۶	۲۳	العاکف	۶۳	۱۸	صعیدا
۳۰	۲۲	عمیق	۱۱۵	۱۸	صدفین
۲۹	۲۲	معتز	۲۳	۱۹	صدیقا
۶۹	۲۲	عقیم	۷۸	۲۰	صنصفا
۳۱	۳۱	عزم	۲۹	۲۲	صوان

ماہیہ نمبر	سورت نمبر		ماہیہ نمبر	سورت نمبر	
۶۹	۲۴	قیعة	۲۳	۲۶	عاکفین
۸۷	۲۴	قواعد			
۱۳	۲۵	مقرنین	۱	۲۱	غفلة
۶۵	۲۵	لم یقدروا	۲۶	۲۳	غشاء
۴۳	۲۸	مقبوحین			ف
۴۱	۳۰	اقم	۱۳	۱۸	فتیة
۳۴	۳۰	قیہ	۴۹	۱۸	فرط
۴۷	۳۰		۳۱	۱۸	فربا
۵۰	۳۱	مقصد	۱۶	۲۱	یفترون
		ک	۲۶	۲۱	فجاجا
۱۲	۱۸	کھف	۲۳	۲۱	ففتقنا
۳۵	۱۹	کان	۸۳	۲۶	فارھین
۱۲	۲۰	اکاد	۳۳	۳۲	الفتح
۶۰	۲۱	الکرب	۳۲	۳۱	فخور
۶۹	۲۳	کالمون			ق
۵۶	۲۶	کبکبوا	۳	۱۸	قیما
۵۲	۳۰	کسفا	۸۰	۱۸	قبلا
		ل	۱۱۵	۱۸	قطر
۴۵	۱۸	ملتحددا	۲۵	۱۹	قصبیا
۵۲	۱۹	لسان صدق	۹	۲۶	قبس
۸۵	۱۹	لدا	۵	۲۰	قاعا
۵۴	۲۰	تلقف	۱۲	۲۱	قصا
۳	۲۱	لھو	۱۵	۲۱	نقدف
۷۰	۲۲	لہی	۷۳	۲۱	نقدر
۴	۳۲	لعل	۴۹	۲۲	القانع

ماشيئة	سورة		ماشيئة	سورة	
		و			م
٢٢	١٨	وصيد	٥١	١٨	مهل
٦٤	١٨	ولاية	٣	٢٢	مريد
٤٨	١٨	موبقا	٢٨	٣٠	المثل الاعلى
٨٠	١٨	وفدا	٣٩	٣٠	يحمدون
٨١	١٩	وردا	٣٢	٣١	مرحا
١٣	٢٠	اتوكا	١١	٣٢	مهين
٣٩	٢٢	وجبت			ن
٤٢	٢٣	الودك	٦٦	١٨	منتصرا
٥٣	٣٠		١٢٢	١٨	نزلا
		ه	٥٢	١٩	نجي
٨٥	١٩	هدا	٤٠	١٩	نديا
٥	٢٠	هدى	٤٨	٢٠	نفا
١٢	٢٠	اهش	٨٥	٢٠	نى
٤٨	٢٠	هما	٨١	٢١	ينسلون
٤	٢٢	هامدة	٣٥	٢٢	منكا
٢٣	٢٥	هبا	٨٦	٢٢	منكو
٨٢	٢٦	هضين	٣٣	٢٩	نادى
			٢٢	٣٢	نيناك

التحقیقات النحویة

سورۃ نمبر	عاشیہ نمبر	
۱۸	۴	كبرت كلمة كى تركيب
۱۸	۱۵	اقى الحزبين احصى كى تركيب
۱۸	۵۱	بش الشراب
۱۸	۵۱	سارت مرتفقا
۱۸	۵۹	لكننا هو الله ربّ
۱۹	۱۲	لا تكلم الناس ثلاث ليال سويا
۱۹	۶۸	اشد على الرّحلمن عتيا
۱۹	۷۰	آياتنا يّينات
۲۰	۳۷	ان هذان ساحران
۲۰	۵۸	والذى فترنا
۲۰	۹۶	لكان لزاما واجل مستى
۲۰	۹۸	مامتغنا به ازواجاً منهم
۲۱	۴	استر النجومى الذين ظلموا
۲۱	۳۲	الموازن القسط
۲۳	۳۱	سامرا تهجرون
۲۴	۷۵	ينزل من السماء من جبال فيها من برد
۳۰	۱۱	ثعد كان عاقبة الذين اساء والسوى
۳۰	۲۹	هل لكم مما ملكت ايمانكم
۳۰	۳۲	فطرة الله
۳۰	۵	وعد الله
۳۱	۳۵	والبحر يمده
۳۲	۲	تنزيل الكتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فہرست مطالب
اللہ جلّ مجدہ

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۵۸	۲۲	۲۱	۱۸
۲۵	۲۴	۲۹	۲۳
۳۵	۲۴	۴۰	۲۸
۵۹	۲۵	۱۴	۳۰
-	-	۱۸	۳۰
۲۴	۳۱	۵	۲۰
-	-	۴	۳۲
۲۸	۳۰	۵۹	۲۵
-	-	۱۴۱۸	۲۰
۴۰	۳۰	۲۸-۲۵	۲۱
۵	۳۲	۳۴	۲۲
۲۴	۲۲	۱۱۶	۲۳
-	-	۲۵	۳۱
-	-	۲۵	۲۱
۲۰	۳۱	۱۴۱۶	۲۱
۹۳۱۹۲	۱۹	-	-
۳۵	۱۹	۱۸	۲۲
۲۴-۲۶	۲۱	-	-

۱- توحید

وہی حمد کا مستحق ہے۔

ہر چیز اسی کی حمد و سبوح کرتی ہے۔

اقل و آخر حمد کا وہی مستحق ہے۔

صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔

آسمان و زمین میں اکی کی حمد پوری ہے

رجن عرش پر مستوی ہوا۔

۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔

وہ وحدۃ لا شریک ہے اسکے خالق و رب ہیں

وہی ایک خدا ہے

۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔

مشرکین کا اقرار کہ زمین و آسمان کو

اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

ہر چیز طوعاً کرہاً اسی کو سجدہ کرتی ہے۔

ہم نے زمین و آسمان کو دل لگی کے لیے

پیدا نہیں کیا۔

شمس و قمر و دشت و جبل سب اس کو

سجدہ کنائیں ہیں۔

آیت نمبر	سورت نمبر	توحید کے قرآنی دلائل	آیت نمبر	سورت نمبر	دلائل توحید
۶۶ تا ۶۰	۲۸	توحید کے قرآنی دلائل	۱۸	۴	زمین کی زمینیں اسی نے پیدا فرمائی ہیں۔
۱۱	۲۷	وجعل الارض قرارا کی تشریح	۲۰	۵۵ تا ۵۳	اس نے زمین کو پتھر بنا دیا اور اس میں راستے بنائے۔
۲۲	۳۰	آسمانوں اور زمین کی تخلیق زبانوں اور رنگوں میں اختلاف اہل علم کے لیے ان میں روشن نشانیاں ہیں۔	۲۱	۶۲ ص ۲۲	اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو نظام عالم ہر جہم ہوجاتا
۲۳	۳۰	رات کی نیند، دن کی تنگ و دود میں غور سے سننے والوں کے لیے آیات ہیں۔	۲۱	۳۳ تا ۳۱	زمین و آسمان جڑے جڑے تھے دکھتار تھا، پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا اور دیگر دلائل
۲۴	۳۰	بجلی کا چمکانا، بارش کا برسنا، پھر زمین کا زندہ ہونا اہل عقل کیلئے اس میں بڑی نظائیاں ہیں	۲۱	۳۳ ص ۳۳	فلک اور سما دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اس کی تحقیق
۲۵	۳۰	آسمان و زمین اسکے حکم سے اپنی اپنی جگہ قائم ہیں	۲۱	۳۳	ییل و ستارہ شمس و قمر کا وہی خالق ہے
۲۵	۳۰	ایسی قدرت الہامیہ قیامت کے دن زندہ کئے گا	۲۲	۶۵ تا ۶۱	آسمانوں کو بند کرنا، شمس و قمر کی تسخیر، تدبیر امر، زمین کا بچھانا، انہار و آثار ییل و ستارہ
۲۸	۳۰	جب تم اپنے اموال میں اپنے غلاموں کو برابر کا حصہ دار بنانا اگر ارادہ نہیں کرتے تو پھر خدا کی خدائی میں کون اس کا حصہ دار بن سکتا ہے	۲۳	۹۰ تا ۸۴	کفار کا اعتراف توحید۔
۲۸	۳۰	مشرکین کے تلبیس سے اہل سنت پر اعتراض اور اس کا رد۔	۲۳	۱۸	وہ پانی کو اندازے سے آتا ہے۔
۲۶	۳۰	ہواؤں کا چلنا، پانی میں کشتیوں کا تیرنا اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔	۲۳	۱۹	گجوروں اور انکھوروں کے باغات زیتون کا درخت
۲۸	۳۰	ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا چھانا، بارش کا برسنا اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں	۲۳	۲۲، ۲۱	جانوروں میں قدرت کی نشانیاں
۲	۳۲	آسمانوں اور زمین کی چھ دنوں میں تخلیق	۲۳	۸۰	وہی زندہ کرنے والا وہی مارنے والا ہے اختلاف ییل و ستارہ۔
۱۰	۳۱	آسمانوں کو بغیر ستروں کے پیدا کیا اور زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ وہ ڈوبتی نہ رہے۔	۲۳	۴۵ تا ۴۳	دلائل تنوینی
۲۰	۳۱	زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمنا سے لیے سخر کر دیا بخاہری باطنی نعمتوں کی مدد کر دی	۲۵	۵۰ تا ۴۵	سایہ کا پھیلنا وغیرہ، آیات تنوینیہ
			۲۵	۵۲	میٹھے کر دوسے پانی کا یکجا ہونے کے باوجود آپس میں نہ ملنا۔
			۲۸	۴۳ تا ۴۰	دلائل توحید

آیت نمبر	سورت نمبر	وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے۔	آیت نمبر	سورت نمبر	رات کو دن میں دن کو رات میں داخل کرتا ہے تبیر شمس و قمر ہر چیز اپنے وقت مقررہ تک راتوں دوں ہے۔
۷۰	۲۲	وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے۔	۲۹	۳۱	کشتی کے سطح آب پر چلنے میں متباہر کھور کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔
۶۹، ۶۸	۲۸	وہ دونوں کے راز جاننے والا ہے۔	۵	۲۲	انسان کی تخلیق کے مراحل۔
۷۲	۲۴	وہ عالم الغیب ہے۔	۲۰	۳۰	مٹی سے انسان کی تخلیق
۶۳	۳۱	علم غیب کی تفصیلی بحث۔ حاشیہ آیت مذکورہ	۲۱	۳۰	سلسلہ اذواج اور باہمی مودت و رحمت
۶۵	۲۴	زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے	۵۵	۳۰	کڑوری سے قوت اور قوت سے ضعف بڑھایا
۵۲	۲۹	وہ مسیح علیہ السلام ہے	۷	۳۲	جس چیز کو بنایا خوب بنایا۔
۶۰، ۵	۲۹	بھل شعی علیہ السلام	۷	۳۲	انسان کی تخلیق طین سے
۶۲	۲۹	عالم الغیب و الشاہدہ	۸	۳۲	اس کی نسل ماہمیین سے
۶	۳۲	رائی سے بھی جمہورنی چیز یا چٹان کے اندر جو چیز جو اس کو جانتا ہے۔			
۱۶	۳۱	سائے درخت تلمیں اور سائے سندریا ہی بن جائیں تب بھی اسکے علم کا بیان مکمل نہیں ہوتا			
۲۷	۳۱	وہ مسیح بصیر ہے۔			
۶۹	۳۱	بما تعلمون خبیر۔			
		(ب) رحمت و مغفرت الہی			
۵۸	۱۸	آپ کا رب غفور اور رحمت والا ہے۔	۷	۲۰	وہ رازوں اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔
۵۸	۱۸	وہ مجرم کو فراموش نہیں کرتا بلکہ نسیانیتا ہے۔	۱۱۰	۲۰	وہ گزشتہ نذر سبالات کو جانتا ہے۔
۲	۱۹	اپنے بندے رکریا علیہ السلام پر خصوصی رحمت	۱۱۰	۲۰	اسکی حقیقت کو کرنی نہیں سمجھ سکتا۔
۵۰	۱۹	انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ان کے لیے دائمی توفیق	۱۱۰	۲۱	وہ ہر بات کو جانتا ہے۔
۸۲	۲۰	اللہ تعالیٰ تو بر کرنے والے کے لیے غفار ہے	۱۷	۲۲	وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔
۶۵	۲۲	وہ لوگوں کے لیے رؤف رحیم ہے	۶۳	۲۲	وہ لطیف خبیر ہے۔
۶۰	۲۲	عفو غفور ہے	۱۹	۳۱	
۲۱	۲۲	اس کی رحمت اور اس کا فضل نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی پاک نہ ہوتا۔	۶۱	۲۲	مسیح بصیر ہے۔
			۶۲	۲۲	وہ اصلی الکبیر ہے۔
			۶۲	۲۲	وہ غنی مید ہے۔

۳۔ صفات الہی

(د) علم الہی

آیت نمبر	سورت نمبر	تفسیر	آیت نمبر	سورت نمبر	تفسیر
۷۸	۲۳	تمہاری ظاہری اور باطنی قومیں اسی نے پیدا کیں۔	۷۰	۲۵	وہ برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے وہ غفور رحیم ہے۔
۸۰-۷۹	۲۳	اسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا وہی تمہیں زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔	۷۳	۲۷	آپ کا رب لوگوں پر فضل و کرم فرماتا ہے
۴۵	۲۲	ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا اور جیسے چاہا۔	۴۰	۲۹	وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لوگ ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔
۴۲	۲۹	اس نے زمین و آسمان کو جیسا تھہ پیدا کیا۔	۲۱	۲۹	جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحمت فرماتا ہے۔
۶	۲۹	وہ غنی عن العالمین ہے۔	اس کے عذاب اور رحمت کی مختلف چیزیں مشافہ آیت بالآ		
۲۰-۱۹	۲۹	تحقیق کی ابتدا اور اس کا اعادہ اس کے لیے آسان ہے۔	۵	۳۰	وہ عزیز رحیم ہے۔
۲۶	۳۰	زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ہے اور اسی کی فرمانبرداری ہے	۶	۳۱	وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔
۴۰	۳۰	تحقیق رزق، موت و حیات سب اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔	۹	۳۰	نجات اس کی رحمت سے ہی ہوگی
۲۶	۳۱	وہ غنی حمید ہے	۴۵	۳۰	مومنوں کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے دستِ کرم پر ہے
(د) وہ ہر چیز پر قادر ہے			۴۷	۳۰	کان حقاً علینا نصر المؤمنین
۷	۱۸	جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا	۲۰	۳۱	اللہ تعالیٰ کی مختلف قسم کی نعمتیں اُن میں عزیزان الہی اور آتش عشق سر فرستے۔
۹	۱۹	بغیر باپ پیدا دینا اس کے لیے آسان ہے۔	اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے		
۲۱	۱۹	اس کے امر کن سے ہر چیز جو جاتی ہے۔	۴۰	۱۹	زمین اور جو کچھ اُس کے اوپر ہے اس کے ہم وارث ہیں۔
۲۳	۲۱	اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔	۷۵	۱۹	آسمانوں اور زمین کا وہ خالق ہے
۱۸-۱۴	۲۲	جو چاہتا ہے کرتا ہے	۷۲	۲۲	آسمانوں زمین اور نایضا کا وہی مالک ہے
۷۶	۲۲	وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے	۷۲	۲۰	
۱۸	۲۲	جس کو وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔	۷۲	۲۲	
۴۶-۴۲	۲۲	جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔	۷۲	۲۱	
۲۲-۱۹	۲۹	ہر چیز پر قادر ہے۔	۲۰-۱۹	۲۵	
			۲۶	۳۱	
			۵۰	۲۰	ہر چیز کو پیدا کیا اور اسے فوراً ہدایت بخشنا۔ (اعطی کل شیئی خلقه ثم ہدای)

سُورَتِ نَبَرِ	آیَتِ نَبَرِ	سُورَتِ نَبَرِ	آیَتِ نَبَرِ
۲۹	۶۹	۲۹	۱۷
۱۸	۵۱	۲۹	۲۰-۱۹
۲۸	۵۰	۲۹	۲۰
۲۸	۷۷	۳۱	۲۱
۳۰	۲۹	۳۰	۵
۳۰	۴۵	۳۰	۱۹
۱۸	۱۰۹	۳۰	۳۷
۲۱	۱۸	-	-
۲۲	۱۸	۳۰	۵۰
۲۲	۴۰	۳۰	۵۴
۲۲	۶۰	۳۱	۱۸
۲۲	۶۴	۳۱	۳۰
۲۲	۶۹	۳۱	۳۰
۲۲	۷۴	۱۸	۱۷
۲۲	۷۵	۱۶	۲۲
۲۶	۲-۱	۲۲	۵۴
۲۶	۹	۲۴	۴۶
۲۷	۸۸	۲۹	۶
۲۷	۸۸	۲۹	۶۲
۲۹	۶	۲۹	۶
۳۰	۶	۲۹	۶

متفرق

اللہ تعالیٰ محبین کے ساتھ ہے
(۱) کس کو ہدایت نہیں دیتا اور محبت نہیں کرتا
وہ گمراہ کرنے والوں کا حامی نہیں۔
وہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔
وہ مفسدین کو پختہ نہیں کرتا۔
اتباعِ اہواء کے باعث جسے خدا گمراہ کرنے
اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔
وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا

اگر سارے سندر سیاہی بن جائیں۔ الخ
ہم باطل پر حق سے چوٹ لگاتے ہیں اور
اسے پاش پاش کر دیتے ہیں۔
جسے خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزتبخش لانا نہیں
جو اللہ تعالیٰ کے بند کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرے گا
جن پر زیادتی کی گئی اللہ تعالیٰ انکی مدد فرمائے گا۔
اللہ تعالیٰ ہی محمود برحق ہے باقی سب خدا نہیں
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا
بیشک اللہ تعالیٰ قوی عزیز ہے۔

سینت بصیر ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک نکتہ سے پیدا کیا ہے
بیشک آپ کا رب عزیز رحیم ہے۔
(۲) آیت اس سُورَت میں لکھی جاتی ہے
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو نہایت عمدہ طریق سے بنایا ہے
مسلطہ صفا کاؤں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت
وہ غنی عن العالمین ہے۔
وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

تمہارا رازق اللہ تعالیٰ ہے بُت نہیں۔
آفرینش کا آغاز اُس نے کیا اور اعادہ
اس پر مشکل نہیں۔
وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور
جس پر چاہتا ہے رحمت فرماتا ہے۔
اسکے عذاب اور رحمت کی مختلف صورتیں
جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔
زندہ کو مُردے اور مُردہ کو زندہ وہی نکالتا ہے
جس کو چاہتا ہے وسیع رزق دیتا ہے اور
جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔
اس کی تقدیر میں اسکی کھٹکتی نشانیاں ہیں۔
وہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے ہر چیز پر قادر ہے
وہ جیسے چاہتا ہے پیدا کرے وہی ہم قدر ہے
تم سب کو پیدا کرنا پھر مارنے کے بعد زندہ
کرنا اُس کے لیے آسان ہے۔
وہ علیٰ کبیر ہے۔
(۵) اللہ تعالیٰ کسے ہدایت دیتا ہے۔
جسے وہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے۔
جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔
ایمان والوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے
جس کو چاہتا ہے اور اسکی ہدایت تیک ہے
تمہارا اور مخلوقِ انسانی کی رازق ہے
جسے چاہتا ہے فراخ فرزی دیتا ہے جسے
چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سورہ	آیت نمبر	سورہ	آیت نمبر
		۱۔ نبوت و رسالت	
			انبیاء کی میراث کی تحقیق
۱۹	۵-۶		انبیاء کی میراث کی تحقیق
۱۹	۵۱		نبوت و رسالت کا مفہوم
۱۹	۵۸		انبیاء پر اللہ تعالیٰ کے احکامات
۲۱	۷		انسانوں کی طرف انسان ہی نبی بن کر آئے
۲۱	۷		افادہ و استفادہ اسکے بغیر ناممکن ہے۔
۲۱	۷		رسول ہمیشہ مرد ہی آئے ہیں
۲۱	۹		ہم نے انبیاء سے اپنا وعدہ پورا کیا وہ نعمت
۲۲	۹		پانگے اور ان کے دشمن ہلاک ہو گئے۔
۲۲	۳۹		میں تمہارے لیے نذیر مبعوث ہوں۔
۲۲	۶۷		ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے۔
۲۲	۶۷		بیک آؤپ ہدایت پر ہیں۔
۲۲	۶۸		اگر وہ آپ سے جھگڑیں تو آپ اللہ تعالیٰ کے پرچم پر
۲۵	۱		حضور سارے عالموں کے لیے نذیر ہیں۔
۲۵	۱۱		حضور کی رسالت پر کفار کے اعتراضات اور
			ان کے جوابات
۲۶	۲۱۳		آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔
۲۹	۱۸		رسول کے ذمہ بلاغ مبین ہے۔
۲۹	۴۸		حضور کی ذات تک مشبہ سے بالاتر ہے
		۲۔ رحمت و خلق عظیم	
۱۸	۶		کیا آپ ان کے غم میں جان دے دیں گے
۱۸	۲۸		آپ انکی رفاقت پر صبر فرمائیں جو اہل ایمان ہیں
۱۸	۲۸		فرمائے امت پر آپ کی نکاح و شفقت ہمیشہ ہے
۱۹	۸۵-۸		ستر ہزار سالے حساب ان میں سے ہر ایک کے ساتھ
			ستر ہزار بخش دیے جائیں گے۔
۲۰	۱۲۸		حضور کی رحمت للعالمین کے صدقے کفار پر
			فورا مذاب نہیں ہوتا
۲۶	۲۶		بدیشامتاً تعملون فرمایا بدی متکم
			نہیں فرمایا۔ اس کی حکمت۔
		۳۔ شان مصطفوی	
۱۸	۱		اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے پر کتاب ان کی
۱۸	۱۱۰		حضور کی بشریت کی حقیقت۔
۱۸	۱		شان بندگی میں آپ کی کوئی ہمسر نہیں
۱۸	۱۰۹		ذمہ داری کی تخلیق۔
۱۹	۶		ذکر ربوبیت کی نسبت اپنی طرف
			(آپ کا رب)
۱۹	۸۷		شفاعت کا ضابطہ

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۲۵	۳۱	۲۰	۱
۲۵	۵۷-۵۷	۲۰	۳۹
۲۵	۹	۲۰	۱۳۰
۲۵	۱۰	۲۰	۱۳۰
۲۶	۶۲	۲۰	۱۳۰
۲۶	۲۱۵	۲۱	۴
۲۶	۱۹-۱۹	۲۱	۲۳
۲۶	۱۹	۲۱	۲۴
۲۶	۷۹	۲۱	۲۴
۲۶	حاشیہ آیت بالا	۲۱	۲۴
۳۰	۵۲	۲۲	۱۵
۲۶	حاشیہ آیت بالا	۲۲	۵۲
۲۹	۵۲	۲۲	۷۸
۳۰	۶۶	۲۲	۷۷
۲۳	۱۱	۲۳	۱۰۱
۲۳	۵۸	۲۳	۱۱
۲۳	۲۶	۲۳	۵۸
۲۳	۱۱	۲۳	۲۶
۲۳	۵	۲۳	۳۵
۲۳	۱۴	۲۳	۶۲
۲۳	۱۴	۲۳	۶۲

آپ کا رب آپ کا ہادی اور مددگار ہے

آپ بشارت دینے میں

حضور کی شان رفیع

زمین کے خزانوں کی کنجیاں

جسبیب و حکیم میں فرق

اپنے غلاموں کے لیے اپنے پیروں کو نچا کیجیے

اس پر توکل فرمائیے جو ہر وقت آپ کو کھینچتا ہے

حین تقوم و تقبک فی الساجدین

حضور کے والدین کا ایمان

اللہ پر توکل فرمائیے آپ حق مبین پر ہیں۔

حضرت عبیدہ بن حارث کا جان نیتے

وقت چہرہ کو قدم مصطفیٰ پر رکھنا۔

حضور علی الصلوٰۃ والسلام کا شیخین کرنا ساتھ

لے کر عہد کرنا اسلام کی مدد فرمانا۔

سلاح موتی کی تفسیلی بحث

میری صداقت کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے

ردیوں کے غلبہ کی پیشگوئی

۴- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم

ذوالقرنین کے بارے میں سوال اور اس کا جواب

رب زدنی بملاک و دعا

حضور کے علم لدنی کی کیفیت

مافی الارحام کا علم

واقعہ انک سے حضور کے علم کا مشہد

اور اس کا ازالہ

ظہر داسے جو دھویں کے چاند

آپ کا مبداء تعین مجربیت ہے اور آپ

سب مجربوں کے سردار ہیں

آپ صبر فرمائیے صبح شام رات دن تمہید و

تسبیح کرتے رہیے۔

ذکر الہی سے آپ کو قلبی خوشی نصیب ہوگی۔

پہلے انبیاء بھی بشر ہی تھے

بارگاہ رسالت میں ہے ادنیٰ بربادی کا باعث

حضرت انس کی عرض پر حضور کا ارشاد کوئی بات

کے روز مجھے تین جگہ تلاش کریں۔

حضور رحمت اللعالمین ہیں۔

جو خیال کرتا ہے اللہ اپنے رسول کی مدد نہیں

فرمائیے گا وہ گلے میں رسی ڈال کر خود کٹی کرے۔

تکلف الغزاق علی کی روایت موضح ہے

حضور تم پر گواہ اور تم لوگوں پر گواہ

آپ ہدایت مستقیم پر ہیں۔

حضور کی رشتہ داری قیامت کو بھی نفع دے گی

حضرت سیدہ کی فضیلت

بارگاہ رسالت میں استغاثہ شرک نہیں

حضرت مریم اور یوسف کی بارات کا اعلان

کسی اور حضور مائتہ کی بارات کا اعلان خود فرمایا

مثلاً نورہ کا مرتبہ حضور کی ذات ہے

حضور جس کو چاہیں اجازت دیں اور ان

کے لیے مغفرت طلب کریں۔

حضور کو بلائے کے آداب

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۲۹	۲۵	۲۴	۲۴
		تعارف سورہ روم	۲۴
		۵۱	۲۴
۱۱۰	۱۸	۵۲	۲۴
۸۶	۲۸	۵۳	۲۴
۸۸	۲۸	۲۴	۲۵
۵۲	۳۰	۲۸	۲۵
۵۳	۳۰		

حضور کا علم خدا داد تفصیلی بحث

کرمی کی حکومت کی تباہی کی پیشگوئی بزرگین

۵۔ حضور کی اطاعت

جو حضور کی اطاعت کرتے ہیں وہی گمراہ ہیں

۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔

حضور کے نافرمان روزِ حشر ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۔۔۔۔۔

حضور کے نافرمان روزِ حشر ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۶۔ اظہارِ عبودیت

قل انما انا بشر مشككذ

حضور کی بشریت کے بارے میں تفصیلی بحث

آپ مجرموں کی امداد نہ کیجیے۔

آپ مشرکوں میں سے نہ بنیے۔

آپ مردہ دلوں کو نہیں سنا سکتے۔

ساع موتی کی تفصیلی بحث۔

اسلام

۸	۲۹	۳۳	۲۰
۳۶	۲۹	۹۲	۲۱
۳۰	۳۰	۹۳	۲۱
۳۰	۳۰	۵۳	۲۲
۳۰	۳۰	۵۳	۲۳
۳۳	۳۰	۶۱	۲۳

مبلغ اسلام کو نرم خور اور خوش گفتار ہونا چاہیے

سب انبیاء دینِ توحید لے کر آئے تھے

اہلِ غرض نے اسے پارہ پارہ کر دیا

۔۔۔۔۔

ہر گروہ اپنے نظریات پر خوش ہے

اگر حق لوگوں کی انسانی خواہشات کی پیروی کرے تو نظامِ عالم درہم برہم ہوجائے

انبیاء علیہم السلام

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۱۹	۳۲ تا ۳۸	۲۱	۹۲
۱۹	۳۹ تا ۵۰	۲۱	۹۳
۲۱	۵۱ تا ۷۰	۲۳	۵۳
بیحدیثی		۲۱	۹۰
۲۱	۶۱ تا ۶۴	-	-
۲۱	۶۵ تا ۷۸	-	-
۲۹	۲۳	۱۸	۵۰
۲۲	۲۶	۲۰	۱۱۶
۲۲	۲۷	۱۸	۵۰
۲۲	۲۸	۲۰	۱۱۷
۲۶	۲۹	۲۰	۱۱۵
۲۶	۳۰ تا ۳۲	۲۰	۱۲۰
۲۶	۳۳ تا ۳۷	۲۰	۱۲۱
حاشیہ آیت بالا		۲۰	۱۲۲
۲۹	۱۷	۲۰	۱۲۳
۲۹	۲۱ تا ۲۴		
۱۹	۳۱		

سب انبیاء ایک دین لے کر آئے
خود غرضوں نے دین کو پارہ پارہ کر دیا
انبیاء کے اخلاق، وہ نیکی کرنے میں
ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں
امید و بیم سے ہمیں پکارتے ہیں۔
اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

۳۔ آدم علیہ السلام

فرشتوں کو سجدہ آدم کا حکم
سجدہ آدم کا حکم
اولاد آدم کو نصیحت کہ شیطان تمہارا دشمن
ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اسکو دوست نہ بناؤ۔
یہ تمہارا دشمن ہے تمہیں گمراہ نہ کر دے۔
آپ کی قبول، لیکن عزم نہیں تھا۔
شیطان کی فریب دہی۔
عصی آدم زبہ فخری کی تحقیق۔
آدم کو عین لیا۔
آپ کا جنت سے زمین پر بہبوط اور
اللہ تعالیٰ کی نصیحت۔
اب، ابراہیم علیہ السلام
آپ صدیقاً بنیا تھے۔

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۲۴	۱۶		
ماشیہ آیت بالا			
سیمان علیہ السلام آپ کے وارث بنے انبیاء کی وراثت کی تحقیق		شان بندہ نوازی۔	
ذوالقرنین		۱۹	۵۶
اس کے متعلق تفصیلی بحث		۱۹	۵۴
۱۸	۹۸ تا ۸۳	آپ صدیقاً نبی تھے۔	
حواشی آیات بالا		آپ صاحب مقام رفیع تھے	
یہ کرن تھے؟ کیا یہ پیغمبر تھے یا نہیں۔ انکے مذکورہ سفروں کی تفصیل		(د) اسحق علیہ السلام	
زکریا علیہ السلام		۲۱	۴۳، ۴۲
آپ کی دعا، انداز دعا، دعا کی قبولیت		آپ صالح پیشوا اور ہدایت یافتہ تھے	
۱۹	۱۱ تا ۲	اسماعیل علیہ السلام	
۱۹	۵۲	آپ صادق الموعد اور رسول نبی تھے۔	
۱۹	۵۵	آپ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے۔	
۱۹	۵۵	آپ اپنے رب کے پندیدہ بندے تھے۔	
حضرت زکریا اور یحییٰ کا ذکر قرآن کے آئینے میں۔		ایوب علیہ السلام	
بائبل انکے متعلق کیا کہتی ہے تقابلی مطالعہ اولاد کے لیے دعا۔		آپ کی آزمائش اور کامیابی	
۲۱	۴۹	۲۱	۸۳، ۸۳
سلیمان علیہ السلام		۲۱	۸۳، ۸۲
کھیتی کے جھگڑے کا تصفیہ		بائبل میں قصہ ایوب کا ذکر اور تقابلی مطالعہ۔	
۲۱	۸۲، ۸۱	داؤد علیہ السلام	
۲۴	۱۴	کھیتی کے جھگڑے کا فیصلہ	
وادی نخل پر آپ کا گزر اور عنایات رتبانی پر اظہار تضرع		۲۱	۴۹، ۴۸
۲۴	۱۶	۲۱	۸۰
حضرت داؤد علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے		آپ کے لیے پھاڑوں اور پرندوں کو سخر کر دیا۔	
۲۴	۳۳، ۳۰	زرہ سازی کا فن عطا ہوا	
پہلو کا قصہ		۲۴	۱۵
ملکہ سببا کا واقعہ اور دیگر ضمنی مباحث		آپ کو علم مرحمت ہوا اور دیگر محنت افزائیاں	

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۱۵۳	۲۶	۴۰	۲۷
۱۵۶/۱۵۵	۲۶	حاشیہ آیت بالا	
۱۵۸/۱۵۷	۲۶	۳۲ تا ۳۰	۲۷
		۳۳	۲۷
<p>آپ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اوشنی بطور مجزہ۔ انہوں نے اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں اور برباد کر دیے گئے۔</p>		<p>آپ کے اُمتی کی کرامت کرامات اور بیاد کا ثبوت آپ کے کتورنگ پر جلال مضمون بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں۔</p>	
<h3>عیسیٰ علیہ السلام</h3>			
۹ مع عروسی	۱۸	۱۷ تا ۱۷	۲۶
۳۵ تا ۱۶	۱۹	۱۷	۲۶
۳۵ تا ۱۶	۱۹	۱۸۰	۲۶
حاشیہ آیات مذکورہ بالا		۱۷ تا ۱۸	۲۶
۳۰	۱۹	۱۹۱ تا ۱۸۹	۲۶
۳۷	۱۹	۲۷۰ تا ۲۶	۲۶
۹۱	۲۱		
۵۰	۲۱		
<p>آپ کے اُمتیوں اصحاب الحنف والرقیم کے تفصیلی حالات۔ آپ کی ولادت کا تفصیلی بیان۔ حضرت مریم کے تفصیلی حالات بن باب ولادت پر طرح طرح کے شکوک اور ان کا ازالہ آسانی الکتاب وجعلن نبیا کئے کا وقت حضرت مسیح کے بلے میں عیسائیوں کا اختلاف اور عبید بن جحان کریس اللہ کے بندے ہیں۔ آپ کی والدہ آیت ربانی ہیں۔</p>		<p>شعب علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ و نصیحت تقریبی اور اطاعت کی دعوت یہ تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا ناپ تول صحیح رکھو ورنہ فساد برپا ہو جائے گا۔ قوم کا ردِ عمل اور اس کا عبرتناک انجام آپ کی دعوت، قوم کا ردِ عمل اور اس کا عبرتناک انجام۔</p>	
<h3>لوط علیہ السلام</h3>			
۷۴ تا ۷۱	۲۱	۲۲ تا ۲۱	۲۶
۷۵	۲۱	۱۳۵	۲۶
۷۱ تا ۷۰	۲۶	۱۳۶ تا ۱۳۷	۲۶
۱۷۳	۲۶	۱۳۸	۲۶
۲۹ تا ۲۸	۲۹	۱۳۹	۲۶
۲۹	۲۹	۱۵۲ تا ۱۵۰	۲۶
۲۹	۲۹	۱۵۳ تا ۱۵۲	۲۶
<p>آپ کی قوم کا اخلاق انحطاط، آپ کا اضطراب، قوم کا انجام آپ کی قوم کی بدکاری، آپ کی دعوت کا ردِ عمل اور انجام آپ کی قوم کے جرائم کی فہرست آپ کی سرزنش اور قوم کا ردِ عمل</p>		<p>آپ کی دعوت میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ تم باغوں، چشموں، کیمتوں میں عیش کرنے کے لیے چھوڑ نہیں دیے جاؤ گے۔ نگ تراشی کی مہارت آپ کی دعوت قوم کا ردِ عمل آپ ہماری طرح ہنر ہیں،</p>	

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۳۸	۲۰	۳۰	۲۹
۱۳ تا ۷	۲۸	۳۲۰ تا ۳۱	۲۹
۳۹	۲۰	۳۳	۲۹
۴۰	۲۰	۳۴	۲۹
۴۰	۲۰		
۴۲	۲۰		
۳۲	۲۸		
۴۳	۲۰	۸۲ تا ۶۰	۱۸
۴۹	۲۰	۶۰ تا ۷۰	۱۸
۵۰	۵	۵۱	۱۹
۵۲ تا ۵۱	۲۰	۵۳	۱۹
۵۷	۲۰	۱۰	۲۰
		۱۲	۲۰
۳ تا ۵۸	۲۰	۲۳ تا ۱۳	۲۰
۶۴	۲۰	۱۳	۲۰
۶۵	۲۰	۱۴	۲۰
۶۶	۲۰	۱۴	۲۰
۶۶	۲۰	۱۶ تا ۱۵	۲۰
۶۸ تا ۶۷	۲۰	۱۷	۲۰
		۱۷	۲۰
۶۹	۲۰	۲۰	۲۰
۷۰	۲۰	۲۶	۲۰
۷۱	۲۰	۲۴	۲۰
۷۶ تا ۷۲	۲۰	۳۵ تا ۲۵	۲۰
۷۷	۲۰		

آیت نمبر	سورت نمبر		سورت نمبر	آیت نمبر	
۴۹	۲۶	فرعون کا ان پر لازم اور عذاب الیم کی دھمکی	۲۰	۷۸	فرعون کا تعاقب اور اس کا انجام
۵۱، ۵۰	۲۶	ان کا استقلال	۲۰	۹۸، ۸۳	موسیٰ کا ثور پر آنا اور سامری کا فتنہ
۵۲	۲۶	آپ کو ہجرت کرنے کا حکم	۲۰	۹۰	بنی اسرائیل کے زیورات کے متعلق بائبل کی روایت بائبل کا الزام نہ پھرا ہارون نے بنایا
۵۱، ۵۳	۲۶	فرعون کا تعاقب کے لیے سخن	۲۰	۹۴، ۹۲	حضرت موسیٰ کی ہارون پر سارا ملکی
۶۰، ۵۷	۲۶	ان کی بربادی	۲۰	۹۵	سامری کا جواب
۶۱	۲۶	دونوں جماعتوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا	۲۰	۹۵	سامری کو ن تھا
		اور اصحاب موسیٰ کا اضطراب	۲۳	۹۵، ۹۵	موسیٰ و ہارون
۶۲	۲۶	موسیٰ علیہ السلام کے ایمان کی پختگی	۲۵	۳۶، ۳۵	جادوگر ہونے کا الزام
		(ان معی رہی)	۲۶	۳۵، ۳۰	فرعون کے سامنے آپ کا خطبہ توحید
۶۸، ۶۵	۲۶	سندھ کو عصال نے کا حکم آپ کی نجات اور	۲۶	۳۰، ۲۳	موسیٰ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم
		فرعونوں کی مغرتابی	۲۶	۱۱	آپ کے نبی ہونے اور ہارون کو ساتھ بھیجنے کی التجا
۷	۲۷	آپ کی مدین سے واپسی	۲۶	۱۷، ۱۶	فرعون کا احسان جتلانا، آپ کا جواب کہہ کرنے
۱۳، ۸	۲۷	نبوت و معجزات کا بیان	۲۶	۲۹	بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے کیا اس بات کا
۲۱، ۱۴	۲۸	قبلی کے قتل کا واقعہ	۲۶	۳۱، ۳۰	تم احسان جتلانے ہو، فرعون کی بات نہ سوال و جواب
۲۸، ۲۲	۲۸	آپ کی مدین کو روانگی وہاں کے حالات	۲۶	۳۱، ۳۰	فرعون نے مجھ سے کا مطالبہ کیا۔
۳۰، ۲۹	۲۸	مدین کی واپسی طور سے انی انا اللہ کی صلہ نبوت مجرت	۲۶	۳۳، ۳۲	آپ کا عصا اور ید بیضا دکھانا
۳۲، ۳۱	۲۸	معجزات کا عطا ہونا	۲۶	۳۲	آپ پر جادو گر ہونے کا الزام اور اپنی
۳۸، ۳۸	۲۸	فرعون کا دعویٰ صاھمت لکھ من الہ غیبی کا مطلب۔	۲۶	۳۵	قوم سے مشورہ
۴۱، ۳۳	۲۸	فرعون کا انجام	۲۶	۳۴، ۳۴	جادو گروں کا مقابلہ کے لیے جمع کرنا اور
۴۰، ۳۹	۲۹	آپ کی آمد فرعونوں کی کرشمی اور تباہی۔	۲۶	۳۴، ۳۴	ان سے وعدہ کہ اگر تم کامیاب ہو گئے تو تمہیں متقربین میں شمار کیا جائے گا۔
		حضرت نوح علیہ السلام	۲۶	۳۵، ۳۳	مقابلہ اور ناکامی۔
۷۷، ۷۶	۲۱	کرب غنیم سے نجات اور قوم کا فرق ہونا	۲۶	۳۷، ۳۶	ان کا مشرف باسلام ہونا
۲۳	۲۳	آپ کی دعوت			

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
حاشیہ آیت بالا		۲۳	۲۴ تا ۲۵
۱۲ حاشیہ	۱۹	۲۳	۲۷
۱۲ حاشیہ	۱۹	۲۳	۲۹
		۲۵	۳۷
		۲۶	۱۱۰ تا ۱۰۵
۱۹	۴۹	۲۶	۱۱۱
۱۹	۵۰	۲۶	۱۱۲ تا ۱۱۵
		۲۶	۱۱۶
		۲۶	۱۲۰ تا ۱۱۷
		۲۹	۱۵۰ تا ۱۴۴
۲۱	۸۸ تا ۸۷	۲۹	۱۴۴ حاشیہ
		۲۹	۱۴۴ حاشیہ
۱۸	۹۸ تا ۹۴		
۲۱	۹۶	۲۶	۱۲۷ تا ۱۲۵
۳۱	۱۲ تا ۱۱	۲۶	۱۳۵ تا ۱۲۸
۱۹	۱۹	۲۶	۱۴۱ تا ۱۳۶
		۱۹	۱۵۱ تا ۱۵۰
		۱۹	۱۵
			حاشیہ آیت بالا

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۲۹	۵۷	انسان	
۲۹	۶۲	اور اسکی عظمت کا قرآنی تصور	
۳۰	۴۲	۱۸	۷
۳۰	۴۳	۱۸	۵۰
۳۰	۴۴	۱۸	۵۲
۳۱	۸۱	۱۸	۵۰
۳۱	۸۲	۲۰	۵۵
۳۱	۸۳	۲۰	۱۳۲
۳۱	۸۴	۲۰	۱۳۲
۳۱	۸۵	۲۱	۳۷
۳۱	۸۶	۲۱	۱۰۱
۳۱	۸۷	۲۳	۱۲۱
۱۸	۲۲	۲۳	۱۲
۲۰	۱۳۲	۲۳	۱۱۵
۲۲	۷۷	۲۹	۵۶
۲۳	۵۱	۲۹	۵۷
۲۳	۹۶	۲۹	۵۷

اوامر

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو، تو
انشاء اللہ کھو۔

اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور خود بھی پابند ہو۔

لسے بیان والو اعبادت کرو اور نیک کام کرو۔

حلال روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

بڑائی کا بدلہ نیکی سے دو۔

ہم اپنے العماست انسان کو آڑتے ہیں۔

انسان کو سجدہ کرنے کا حکم شیطان کا
انکار اور اس کا رائدہ جانا۔

انسان بڑا صحیح خیر الوہ ہے۔

لسے اولاد آدم تم اپنے دشمن کو اپنا
دوست نہ بناؤ۔

انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی، پھر اسی میں
لسے لٹایا جائیگا، پھر اسی سے دوبارہ زندہ
کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ انسان کا رازق ہے۔

فخر آخرت کرنے والا اور فکر دنیا کرنے والا
دورن کی حالت میں بڑا فرق ہے۔

انسان بڑا جلد باز ہے۔

انسان فطرۃ سعید ہے

تخلیق انسان کے مختلف مرحلے اور
زندگی کے مختلف مدارج

بوجھ ہو چوٹک کر انسان کو ایک نئی مخلوق بنایا۔

ہم نے انسان کو بیکار پیدا نہیں کیا۔

ایمان بچانے کے لیے ترک وطن ناگزیر
ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کرو۔

ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور پھر

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۸۰	۲۰	۲۲	۲۴
۸۱	۲۰	۲۲	۲۴
تعارف سورۃ روم		۲۴	۲۴
جبر و قدر		۲۶	۲۴
۵۷	۱۸	۲۲	۲۴
۷۵	۱۹	۸	۲۹
۷۵	۱۹	۲۷	۲۹
۴۶	۲۲	۵۶	۲۹
۹۲	۲۷	۱۲	۳۱
۴	۲۶	۱۳	۳۱
		-	۳۱
		۱۵	۳۱
		۲۳	۳۱
جہاد		۱۳	۳۱
۱۹	۲۲	۳۹	۲۲
۴۰	۲۲	۴۰	۲۲
۷۸	۲۲	۹	۱۸
حواشی آیت بالا		حواشی آیت بالا	

لوگوں کو معاف کیا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔

مساجد کو زمین کرنے صاف مستحرام رکھنے پر اہل خانہ کی ہدایت

مسجد میں داخلہ ہونے کے آداب غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی شادیاں کرنے کا حکم

والدین سے حسن سلوک کا حکم

اس کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم

اس کا شکر کرو تمہارے تملہ ہی جیلا ہے ماں باپ کی خدمت کا حکم

ماں کا حق سب سے زیادہ ہے والدین کی فرمانبرداری کی حدود

اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ قیامت سے خوف کرو جب نہ باپ بیٹے کے کام آنے گا اور نہ بیٹا باپ کے۔

تمہیں دُشمنی زندگی اور دُشکر مبارک شیطاں فریب میں مبتلا نہ کر دے۔

بنی اسرائیل

اصحاب الکہف والقریم کے تفصیلی حالات دقیانوس کا عہد جبروت شدہ

اصحاب کہف کا وطن، ایڈورڈ گین کی تصدیقات و دیگر مباحث

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۴۲	۲۵	۲۹	۶۷
۸۸ تا ۸۳	۲۶	۱۸	۱۰
۱۹	۲۷	۱۸	۱۰
۴۷	۲۸	۱۸	۳۹
۲۱	۲۸	۱۸	۲۶
		۱۹	۸۷
		۱۹	۲۲
		۱۹	۲۲
		۲۰	۲۵ تا ۲۷
		۲۱	۸۹
		۲۱	۸۳
		۲۱	۸۷
		۲۱	۸۷
		۲۱	۸۷
		۲۲	۳۶
		۲۳	۲۹
		۲۳	۵۱
		۲۳	۹۸
		۲۳	۹۸
		۲۳	۹۸
		۲۳	۱۱۸
		۲۵	۷۲

دوسری جگہوں میں فرق۔
جو شخص جہاد کرتا ہے وہ اپنا جہاد کرتا ہے۔

دُعائیں

اصحاب کسف کی دعا

شکر سے بچنے کی دعا

نظر بد سے بچنے کی دعا۔

غم و اندوہ سے بچنے کا طریقہ

دعا نے حمد جس کے طفیل اللہ تعالیٰ

بخشش فرماتا ہے۔

حضرت زکریا کی نیاز مجرب دعا

شرح صدر کی دعا

اولاد کے لیے حضرت زکریا کی دعا

حضرت ایوب کی دعا

حضرت یونس کی دعا

(لا اِلهَ اِلاَّ اَنْتَ اَلْحَيُّ)

دفع مشکلات کے لیے نوافل کی تلقین

قرآنی جیتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے۔

کسی نئی جگہ اترنے کی دعا

دعا کی قبولیت کی شرط۔

شر شیطان سے بچنے کی دعا

بے خوابی کے دفعیہ کی دعا

تعویذ باندھنے کا حکم

منفرت و رحمت کی دعا

عباد الرحمن کی دعا کہ ہمیں ایسی بیویاں اور

بچے عطا فرما جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور
ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

دُعا، ابراہیمی کریم کی سگت نصیب فرما۔

دُعا، سلیمان اٹھے شکر کی توفیق عطا فرما۔

(رب اوزعنی)

حالت اضطراب کی دعا۔

دعا و مسروری

سیاسیات

طاقت کا توازن

مسلمان حکومت کی خصوصیات و فرائض۔

آفات مصلوۃ۔ ایات الزکوٰۃ۔ امر بالمعروف۔

نہی عن المنکر۔

اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کرتا ہے۔

مسلمان اور ذمی یا دونوں ذمیوں کے باہمی

تنازعہ کا فیصلہ کون کرے۔

فرعونی سیاست انبیاء پر تمت کہ وہ اقتدار

چاہتے ہیں۔

فرعونی سیاست تفریق و انتشار

بنی اسرائیل کی ہجرت افرعون کا تعاقب

اور عبرتناک انجام۔

بقیہ و فساد برپا کرنے والوں کا حکمت نامہ۔

حاکم پر اپنی رعایا کی خبرگیری فرض ہے۔

ملوکیت کا مزاج۔

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۴۰	۳۰	۲۸	۲۸
۱۱	۳۱	۲۸	۵۷
۱۳	۳۱	۳۰	۴۱
۲۳	۳۱	۱۸	۵۲
۴۸	۲۲	۲۱	۱۰۰ تا ۹۸
۳۴	۱۸	۲۲	۳۰
۲۳	۱۸	۲۲	۳۱
۱۵	۱۹	۲۲	۴۳
۱۵	۱۹	۲۲	۴۳
۲۵	۲۲	۲۳	۹۱
۲۵	۲۲	۲۵	۲
۲۵	۲۲	۲۵	۵۵
۲۵	۲۲	۲۵	۵۵
۲۵	۲۲	۲۹	۸
۲۵	۲۹	۳۰	۲۸
۲۵	۲۹	۳۰	۲۸
۱۸/۱۷	۳۰	۳۰	۲۸
۲۸	۱۹	۳۰	۲۸

لیکن معبودان باطل کچھ بھی نہیں کر سکتے۔
یہ کائنات تو خدا تعالیٰ نے پیدا فرمائی تھی
معبودوں نے کیا پیدا کیا۔

شرک ظلم عظیم ہے۔
جب طوفان میں گھر جاتے ہیں تو اسکو بچاتے
ہیں جب ساحل پر اترتے ہیں تو شرک کرنے
گتے ہیں۔

شرعیات

۱۔ شرعیات اسلامیہ کی خصوصیات

دین میں کوئی حرج نہیں۔
کسی ولی کے مزار کے قریب مسجد بنانے کا حکم
کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو تو انشاء اللہ کمو۔
عرس و میلاد کا شہوت
کافر کو سلام دینے کا حکم
حرم مکہ میں سب مسلمان یکساں حقوق
رکتے ہیں۔

۲۔ نماز

نماز فرضی اور مُسکری سے روکتی ہے
اس پر شہ اور اس کا جواب
اوقات نماز
جو اذان سے وہی اقامت کے

ظالموں کی نصرت اور اعانت حرام ہے۔
اس اندیشہ سے شریعت کا انکار نہ کرو کہ
بڑی مکتوباتیں تم سے قطع تعلق کر لیں گی۔
لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث بزورِ بحر
میں فساد کا برپا ہونا۔

شرک کا بطلان

مشرک اپنے معبودوں کو بچاریں گے لیکن وہ
انہیں کوئی جواب نہ دیں گے۔

احسانم دوزخ کا ایندھن ہیں۔

شرک کی ممانعت

مشرک کی مثال

بُت تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

یکسی سے بھی کمزور ہیں۔

اگر اس کا کوئی بیٹا یا شریک ہوتا تو نظام

عالم درہم برہم ہو جاتا۔

اس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ شریک۔

ان کے معبود نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان

دہا سکتے ہیں نہ زندہ کر سکتے ہیں۔

والدین بھی شرک کا حکم دیں تو نہ مانو۔

حضرت سعد اور ان کی ماں کا واقعہ

شرک کا بطلان: تم اپنے غلاموں کو اپنے

اموال میں شریک نہیں مانتے تو خدا کی خلق

میں کسی کو اس کا ہمسرا نہ بہت بڑا جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ تخلیق، رزق، موت، حیات پر قادر ہے۔

سُورَتِ نَبْر	آیَتِ نَبْر	سُورَتِ نَبْر	آیَتِ نَبْر
۲۳	۲۴	قہر گری کا اشداد	
۲۲	۲۴	غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی شادیاں کرنے کا حکم	۲۲
		اب، حد قذف	۲۲
۲۴	۲۴	قذف کیا ہے	۲۲
۲۴	۲۴	حد قذف کا حکم	۲۲
۲۴	۲۴	قذف لگانے والے پر حد	۲۲
		(ج) <u>بِئْسَانَ</u>	۲۲
۲۴	۲۴	بئسان کیا ہے؟ اس کا حکم	۲۲
		اس کا طریقہ	۲۲
۲۵	۲۵	مجموعے گراہ کی سزا	۲۲
		(د) <u>پَرْدَةِ كَالْحِجَابِ</u>	۲۲
۲۴	۲۴	مومن مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں	۲۲
۲۴	۲۴	مومن عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں	۲۲
		اس کی حکمت	۲۲
۲۴	۲۴	اسلامی پردہ کے تفصیلی احکام	۲۲
۲۴	۲۴	گھر میں بچوں اور غلاموں کے اندر کا قانون	۲۲
۲۴	۲۴	بڑھی عورتوں کے پردہ کا حکم	۲۲
۲۴	۲۴	کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو	۲۲
۲۴	۲۴	اس کی حکمت	۲۲
۲۴	۲۴	کسی کے گھر میں داخل ہو تو سلام کہو	۲۲
۲۴	۲۴	اپنے قریبی رشتہ داروں کے ہاں سے کھانے کا حکم	۲۲
		<u>شَيْطَانَ</u>	۲۲
۱۸	۱۸	شیطان جنات سے تھا	۲۲
		۳- حج	
		تعمیر کعبہ	
		تخلیہ کعبہ	
		اعلانِ حج	
		احکامِ حج	
		حج کی دینی اور دنیوی حکمتیں	
		حرم مکہ میں سب مسلمانوں کے حقوق کیساں ہیں	
		حرم میں الحاد و زندقہ باعثِ عذابِ الیم ہیں	
		شہداء اللہ کی تعظیم تقویٰ کی علامت ہے	
		قربانی کی جگہ بیتِ تین کے قریب ہے	
		قربانی کے جانور ذبح کرنے کا طریقہ اور اس کی حکمت	
		۴- جرائم و عقوبات	
		<u>زِنَا</u>	
		متحد کی حرمت	
		حرمتِ زنا اور اس کی حکمت	
		اس کی سزا	
		اس پر تفصیلی بحث	
		سزائیں فری نہ کرو	
		سزا مجمع عام میں دی جائے	
		زانی اور زانیہ کے نکاح کا حکم	
		کینڑوں سے بدکاری کرنے کی ممانعت	
		کفار کے طریق بدکار کا استیصال	

سورت نمبر	آیت نمبر		سورت نمبر	آیت نمبر	
۲۴	۵۵	اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے خلافت کا وعدہ فرمایا اور اسے پورا کیا۔ عطفاً راشدین کی خلافت	۱۸	۵۰	کیا تم اپنے دشمن کو دوست بناتے ہو شیطان کفار کو گراہی پر برا ٹھہرتا ہے۔
۲۸	۵۶	حضرت ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی ہے۔	۲۲	۴۱۳	شیطان اپنے ظنوں والوں کو گراہ کرتا ہے اور دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔
۳۰	۳	دوسروں کی کامیابی کے لیے حضرت صدیق کا شرط لگانا، سواؤنٹ جیتنا، پھر حکم حبیب سے سب کو صدقہ کر دینا۔	۲۳	۲۱	شیطان بے حیائی اور بُرائی کا حکم دیتا ہے۔
۳۰	۴	حضرت امام باقر کی تفسیر آیات، اور حضرت علاء وقت کی خلافت کی حقانیت فاتبیع سبیل من اناب الی سے مراد حضرت صدیق اکبر ہیں۔	۲۴	۳۳۲	شیطان ہر افاک انیم پر نازل ہوتا ہے۔
۳۱	۵	عمل صالح	۲۹	۳۸	شیطان نے ماد و ثلوس کے اعمال بدکو مزین و آراستہ کر دیا
۱۸	۴	باقی رہنے والی بیکیاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اجر کی سستی ہیں۔	۲۹		صحابہ کرام اور امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء
۱۹	۴	دنیا کی بے ثباتی کی مثال	۲۱	۱۴۱	حضرت سیدنا علیؑ نے فرمایا ان الذین سبقت لہم منا الحسنی سے مراد
۱۸	۴	مال و اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں	۲۲	۱۹	ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۱۸	۱۱۰	اپنے اعمال کو ریا سے بچاؤ	۲۲	۲۲	میدان بدر میں حمزہ، علی، جبریل رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری
۱۹	۴	راہ ہدایت پر چلنے والوں کو مزید نور مرحمت کیا جاتا ہے۔	۲۲	۵۸	جنوں نے ہجرت کی اور شہادت پائی انہیں رزق حسن دیا جانے لگا۔
۱۹	۸۵	اعمال صالحہ قبر پر آکر عامل کا استقبال کیے	۲۲	۵۹	انہیں پسندیدہ ٹھکانہ مرحمت ہو گا حضور کی رشتہ داری قیامت کو بھی نفع دے گی
۲۱	۹۴	مومن کے اعمال اِکارت نہیں جائیں گے۔	۲۳	۱۰۱	حضرت سیدۃ النساء کی فضیلت
			۲۳	۱۰۱	حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی برابرت واقہ اٹک کا تفصیل بیان
			۲۲	۲۲	حضرت صدیقؓ کی فضیلت

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۱۹	۹۷	عورت	
۲۰	۲	متفقین کو بشارت دیں۔	
۲۰	۲۳	قرآن آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لیے نہیں اتارا گیا۔	۵۵ حاشیہ
۲۰	۲۴	یہ ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔	۲
۲۰	۲۴	اسے خالق ارض و سما نے اتارا۔	
۲۰	۲۴	قرآن و تورات کا تقابلی مطالعہ	۲۳
۲۰	۲۴	۔۔۔۔۔	۳۳ حاشیہ
۲۱	۵۰	قرآن ذکر مبارک ہے	
۲۱	۱۰۶	قرآن فلاح داریں کے لیے کافی ہے۔	
		نوٹ: قصص الانبیاء جہاں جہاں مذکور ہیں وہاں قرآن کریم اور موجودہ بائبل کا تقابلی مطالعہ بھی کیا گیا ہے خصوصاً سورہ یوسف کے تعارف میں یہ چیز بڑی وضاحت سے لکھی گئی ہے ان امور کا مطالعہ کرنے سے متعدد حقیقتیں بے نقاب ہو جاتی ہیں۔	
		۱۔ قرآن کے قصص بائبل سے نقل نہیں کیے گئے جس طرح بعض مشرقین کا خیال ہے۔	
		۲۔ قرآن کریم تمام انبیاء کے تقدس اور احترام کا دہلی ہے اور ان کی عظمت و ناموس کا محافظ ہے۔	
		۳۔ موجودہ بائبل طرح طرح کی تحریفیات سے آلودہ ہے۔	
۲۲	۵۷ حاشیہ	قرآن پر تلتک الغرائبق العلق کے اعتراض کا دندانِ شبین جواب۔	
۲۵	۴	کفار کا یہ الزام کہ کوئی شخص آپ کو قرآن دکھاتا ہے	۲۱۱
۲۵	۲۳۱۳۲	قرآن کو بھادگی نازل نہ کرنے کی حکمت۔	۲
۲۵	۱	یہ سب اہل جہان کے لیے ڈرانے والا ہے۔	۵۴
		(د مذیو للعالمین)	۲۱۲
۲۵	۶	کفار کے نظریے کی تردید	۵۰۴
۲۷	۷۷	یہ مومنوں کے لیے سراپا ہدایت ہے۔	۹۷
		متفقہ کی حرمت۔	
		عورت کی عصمت و ناموس کی حفاظت کے احکام۔	
		کیزوں سے بدکاری کرنے کی ممانعت۔	
		زنا و جہالت میں بدکار عورتوں کے گھروں پر جھنڈے لرایا کرتے تھے۔	
		تجربہ گری کا انسداد۔	
		مومن عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔	
		اسلامی پردہ کے تفصیلی احکام	
		بڑھی عورتوں کے پردہ کے احکام	
		نہیت عورتیں اجنبیت مردوں کے لیے	
		پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے۔	
		قبلہ	
		کعبہ کے صدمے نہیں امن و امان نصیب ہے	
		اس نعمت کی ناشکری نہ کرو۔	
		قرآن کریم	
		قرآن کریم میں کوئی کمی نہیں	
		ہر کئی کو درست کرنے والا ہے۔	
		قرآن میں ہر طرح کے مضامین ہیں۔	
		یہ اہل ایمان کو بشارت دیتا ہے۔	
		مشرکین کو بروقت متنبہ کرتا ہے۔	
		ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے تاکہ آپ	

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
		۱	۲۷
		۲۰۱	۲۷
۳۸۱۳۷	۱۸	۱۹۵ تا ۱۹۲	۲۶
۳۸۱۳۷	۱۸	۱۹۳ تا ۱۹۴	۲۶
۳۹	۱۸	۱۹۴	۲۶
۷۲ تا ۶۶	۱۹	۲۱۰ تا ۲۱۲	۲۶
۱۰۳ تا ۱۰۰	۲۰	۴	۲۷
۱۵	۲۰	۷۵	۲۷
۱۰۹ تا ۱۰۵	۲۰	۲۵	۲۹
۱۱۱		۲۸	۲۹
۱۰۳	۲۱	۲۹	۲۹
۲۰۱	۲۲	۵۱	۲۹
۵	۲۲	۶۲ تا ۶۱	۳۰
۵	۲۲	۵۸	۳۰
۱۷	۲۲	۲	۳۲
۵۷ تا ۵۶	۲۲	۲	۳۲
۸۳ تا ۸۲	۲۳	۲	۳۲
۲۸ تا ۲۵	۲۵	۲	۳۱
۲۸ تا ۲۵	۲۵	۳	۳۱
۶۸	۲۷		
۶۹	۲۷	۲۸	۲۱
۷۲ تا ۷۱	۲۷	۲۳	۲۸
۲۸	۳۲		

قیامت

قیامت کے دن پہاڑوں اور دوسرے مظاہر فطرت کی حالت -

سب لوگ صفت بت پیش ہوں گے۔

اپنا نامہ اعمال دیکھ کر کفار کہیں گے یہاں تو ہر چھوٹی بڑی چیز نکلے دی گئی ہے۔

مکرمین قیامت کا اعتراف اور ان کا دوزخاں

اکادا خفیہا

قیامت کا منظر

قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا۔

قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہوگا۔

قیامت کی دلیل۔

قیامت کی دوسری دلیل۔

قیامت کے دن تمام اہل مذاہب کے درمیان فیصلہ ہوگا۔

اس دن بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی

کفار کا قیام قیامت پر اعتراض۔

مکرمین قیامت کا اعتراف اور ان کا دوزخاں حشر۔

اس دن بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔

انکار قیامت کی وجہ

اس کا رد

کفار پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی۔

اس میں ہر چیز کا بیان ہے

یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت کا نازل ہوا ہے

قرآن کریم قلب مبارک پر نازل ہوا

نزل قرآن کی کیفیت

کیا صرف معانی کا نزول ہوا یا معانی اور الفاظ دونوں کا۔

شیطان قرآن کرنے کو نہیں آہر سکتے

آپ کو یہ قرآن علم و حکمت سکھاتا ہے۔

آسمان و زمین کی ہر چیز کتاب میں ہے

تلاوت قرآن کا حکم اور اس کی برکات

قرآن کے کلام الہی ہونے کی دلیل۔

اس کا صرف ظالم ہی انکار کر سکتے ہیں۔

قرآن میں اہل ایمان کے لیے رحمت نصیحت ہے

دوسروں کی فحش کی پیشگوئی۔

لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن میں ہر طرح کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔

اسے رب العالمین نے نازل فرمایا اس لیے یہ تاقیامت ارشاد و ہدایت ہے۔

اس کا مقصد خواہ غفلت سے بیدار کرنا ہے۔

یہ کتاب حکیم ہے

مؤمنین کے لیے ہدایت و رحمت ہے

تورات و انجیل

تورات متین کے لیے روشنی ہے

تورات لوگوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۱۸	۵۷	۲۷	۸۲
۱۹	۶۴، ۷۳	۳۰	۵۰
۱۹	۸۰، ۷۷	۳۲	۵ مع حاشیہ
۱۹	۸۲، ۸۱	۳۲	۱۰
۱۹	۹۳، ۸۸	۳۲	۲۵
۱۹	۸۶		
۱۹	۷۷، ۷۶		
۱۹	۸۳		
۲۰	۷۴	۱۸	۳۳، ۳۲
۲۰	۱۲۵، ۱۲۴	۱۸	۲۳
	۱۲۶	۱۸	۳۵
۲۰	۱۲۸	۱۸	۳۶
۲۰	۱۳۱	۱۸	۳۷ تا ۳۷
		۱۸	۳۳، ۳۲
۲۱	۵۷	۱۸	۵۶
۲۱	۴۳، ۴۳	۱۸	۱۰۳، ۱۰۴
۲۱	۹۸		
۲۲	۹۰، ۸		
		۱۸	۵۵
۲۲	۱۱	۱۸	۵۶

قیامت کی نشانی خروجِ داہرہ
جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہ مردوں کو
روزِ قیامت زندہ کرے گا۔
قیامت کا دن کتنا بڑا ہوگا
قیامت کے بارے میں کفار کے شبہات
قیامت کے روز نیک و بد میں فیصلہ
کر دیا جائے گا۔

کفار و مشرکین ان کا عقیدہ، ان کے اطوار، عجرت ناک انجام

کفار کے مادہ پرستانہ ذہن کی مثال
(لاحد ہما جنتین،)
اپنے مال پر فخر کرنا
اس کا خیال کہ اس کے باغات ہمیشہ
سرسبز رہیں گے۔
اگر ت قائم ہوئی تو پھر بھی وہی اچھی
حالت میں ہوں گے۔

مسلمان ساتھی کا اس کے ساتھ مکالمہ
اسکے بھیل کا برباد ہونا اور اس کا کٹاؤ نہیں ملنا
کفار باطل و دلیلوں سے حق کو مٹانا چاہتے ہیں
انکی ساری کوششیں دنیوی زندگی کے لیے
وقف ہو گئی ہیں وہ سب سے زیادہ خسارے میں
ہیں۔ (مصلح سعید)

کیا کفار عذاب کا انتظار کر رہے ہیں
وہ ہماری آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

سورت نمبر	آیت نمبر		سورت نمبر	آیت نمبر	
۱۱۰۱۰۹	۲۳	اللہ تعالیٰ سے مانگنے والوں کا کفار کا استہزاء	۲۹	۱۸	آگ اور کھوتا پانی
۱۱۷	۲۳	کفار فلاح نہیں پاسکتے۔	۱۰۱۱۰۰	۱۸	جو اندھے ہرے بنے رہے ان کے سامنے دوزخ ظاہر کر دیا جائیگا۔
۳۷	۲۳	ان کے نزدیک فقط یہ ذبیحی زندگی ہی ہے	۴۹	۲۱	بصری سوچ دہرتا کے پرستار تھے
۹۷۶۶	۲۳	کفار کے احوال گستاخیاں خوش گویاں صحیح جم میں قصہ گوئی کی محفلیں۔	۴۳	۲۱	طویل نسلت یعنی دیکھوہ غافل ہوئے۔
۸۳	۲۳	دلائل توحید سننے کے بعد ان کا رد عمل	۱۳	۲۱	نزول عذاب کے وقت بھاگ دوڑے سود
۹۵	۲۳	کفار کا انجام	۱۵	۲۱	ان کا اعتراف گناہ اور بربادی
۱۰۸	۲۳	روزِ محشر کفار کی محذرت خواہی	۱۱	۲۱	ظالم برباد تھے اور انکی جگہ دوسری قوم نے لیا
۸۳	۲۳	کفار کا انکار قیامت	۱۳	۲۲	کفار جن کی پوجا کرتے ہیں وہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔
۳۳	۲۴	مشرکین کی گمبلی اپنی لونڈیوں سے پتہ کرتے۔	۲۰	۲۴	کفار کو اذیت ناک عذاب
۴۰	۲۴	کفار کے اعمال کی مثال	۲۱	۲۲	آگ کا لباس اور گرزب۔
۴۰	۲۴	کفار اور منافقین کو جب خداوندی فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو انکار کرتے ہیں۔	۱۰۹	۲۲	بعض لوگ جہالت اور غرور کے باعث اللہ تعالیٰ کے ہاں سے جھگڑتے ہیں۔
۲۲	۲۵	حضرت علیؓ الصلوٰۃ والسلام سے استہزاء اور تعصب۔	۱۵	۲۲	جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی مدد نہیں کرے گا انہیں خودکشی کر لینا چاہیے۔
۴۳	۲۵	وہ اپنی ہوئے نفس کے پرستار ہیں۔	۷۲	۲۲	کفار آیات قرآنی پڑھنے والوں کو فوج ٹوانا چاہتے ہیں۔
۴۴	۲۵	وہ حیوانوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔	۷۲	۲۲	کفار نے اللہ کی شان نہیں پہچانی
۱۴	۲۵	طوق و سلاسل میں جکڑ کر دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔	۴۲	۲۲	قوم نوح، عاد، ثمود نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں برباد کر دیا۔ ان کے کوزی محلات اور شہر ویران پڑے ہیں۔
۲۳	۲۵	کفار کی سرکشی اور ان کا مال زار	۷۲	۲۳	مصائب و آلام میں بھی ضد نہیں چھوڑتے۔
۲۹	-	- - - -	۸۳	۲۳	تعصب و ہٹ دھرمی
۲۲	۲۶	گمراہ شعراء اور ان کی صفات ذمیرہ	۴۵	۲۳	روزِ محشر کفار و ابلیس کی ٹوک جھونک
۵۰	۲۷	کفار کے لیے ان کے بڑے اعمال مزین کر دیے گئے۔	۸۳	۲۳	کفار کا تذکرہ لوگ انہیں اچک لیں گے۔
۱۰۲	۲۶	روزِ محشر کفار و ابلیس کی ٹوک جھونک			
۵۲	۲۸	کفار کا تذکرہ لوگ انہیں اچک لیں گے۔			

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۳۰	۹	۲۸	۵۸
۳۰	۱۰	۲۹	۴۷
۳۰	۱۳	۲۹	۴۹
۳۰	۳۳	۲۹	۱۳۴۲
۳۱	۳۲	۲۹	۲۵
۳۰	۳۴	۲۹	۴۱
۳۰	۵۵	۲۹	۴۱
۳۰	۵۶	۲۹	۴
۳۰	۵۷	۲۹	۲۲
۳۱	۴	۲۹	۲۲
۳۱	۱۰	۲۹	۲۳
۳۱	۱۲	۲۹	۵۲
۳۱	۱۳	۲۹	۵۳ تا ۵۵
۳۱	۲۲	۲۹	۶۲
۳۱	۲۶	۲۹	۶۸
۳۱	۲۶	۳۰	۹

ان کی خوشحالی تکبر کا باعث بنی۔

قرآن کا انکار کافر ہی کر سکتے ہیں۔

۔۔۔ ظالم ہی کر سکتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں تم کفر اختیار کرو ہم تمہارے
بوجھ اٹھائیں گے۔

کفار نے بتوں کو باہمی محبت کا ذریعہ
بنا لیا ہے لیکن روز قیامت ایک دوسرے
پر لعنت بھیجیں گے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی کو دوست
بناتے ہیں ان کی مثال عجبوت کی سی ہے۔

ان کے مبود عجبوت کی طرح کمزور ہیں۔

کیا بدکار خیال کرتے ہیں کہ وہ ہماری
گرفت سے بچ جائیں گے۔

تم خدا سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے،
نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

خدا کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں۔

کفار خدا کی رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے گمراہ ہیں۔

کفار کے مطالبہ کے باوجود نزل عذاب
میں تاخیر۔

ذہنی زندگی کو لو لعب ہے۔ آخرت
ہی ابدی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بتان باندھنے والے اور حق کو
جھٹلانے والے سب زیادہ ظالم ہیں۔

جو قرین قرنت اور عمران میں ترقی یافتہ

عقین جب وہ گمراہ ہوئیں تو انہیں برباد
کر دیا گیا۔

جھٹلانے والوں اور مذاق کرنے والوں کا
انجام بہت بڑا ہوگا۔

کفار کے مبود ان کی شفاعت نہیں کیجئے
اس وزیر ان کا انکار کر دیں گے۔

رنج و الم کے وقت موعذ بن جاتے ہیں۔

آرام دہرے وقت بھڑک کر گئے ہیں۔

رحمت کے وقت آڑ لے لگتا ہے اور

تکلیف کے وقت مایوس ہو جاتا ہے

روزِ حشر کفار کہیں گے کہ وہ دنیا میں
صرف ایک پل ٹھہرے۔

ان کی تردید

اس دن ان کا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا اور
نہ توبہ کی اجازت ہوگی۔

ان کا کوئی ولی و شفیع نہیں۔

ذوقِ قیامت پر ان کا اعتراض

روزِ حشر کفار کی ندامت اور واپسی کی خواہش

تم نے ہمیں جھٹلایا ہم نے اپنی رحمت سے
تمہیں فراموش کر دیا۔

ذکرِ الہی سے روگردانی کرنے والا
بڑا ظالم ہے۔

انہیں چاہیے کہ گزشتہ برباد شدہ قوموں
سے عبرت حاصل کریں۔

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۶۷	۱۹	۲۹	۱۱۱۰
۸۵	۱۹	۲۴	۲۰۳۱
۸۶	۱۹	-	-
۶۹	۲۰	-	-
۶۲	۲۰	۲۹	۱۱۱۰
۵۵	۲۰	-	-
۷۰	۲۰	۱۸	۳۱۲
-	-	۱۸	۲۱
۱۰۹	۲۰	۱۸	-
۱۲۳	۲۰	۱۸	۳۷
۳۳	۲۱	۱۸	۸۲
۳۹	۲۱	-	-
۱۱-۱۰	۲۳	۱۸	۱۰۸۱۰۷
۱۰۱	۲۱	۱۹	۶۲۵۹
۱۰۳-۱۰۲	۲۱	۱۹	۸۵
۱۰۵	۲۱	۱۹	۹۶
۹۳	۲۱	۱۹	۶۴۱۱
۲۳-۲۳	۲۲	۱۹	۶۴۱۱
۳۵	۲۲	۱۹	۷۶
۱۴	۲۲	-	-

منافقین

منافقین کا حال

ساحرا تک اور رئیس منافقین عبداللہ بن ابی کی فتنہ انگیزی اور حضرت صدیقؓ کی برارت و دیگر تفصیلات

منافقین کا حال تکلیف میں اسلام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مومنین و متقین

اہل ایمان کے لیے بشارت

مزارات اولیاء کے نزدیک برائے تبرک

مسجد بنانے کا حکم

مادہ پرست کے مقابلہ میں مومن کی سیرت اور ذہنیت۔

بیک بندے کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نوازتا ہے۔

اہل ایمان کے لیے جنت الفردوس ہے

پرہیزگاروں کی نابل اولاد کا انجام اور توبہ

بارگاہِ انہی میں پرہیزگاروں کی حاضری

اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

پرہیزگاروں کے لیے جنت

راہِ ہدایت پر چلنے والوں کو مزید نور ہدایت

بخشتا ہے۔

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۲۹	۲۴۴ ص ۴۴	۲۲	۲۴۰، ۲۳
۲۹	۵۹، ۵۸	۲۲	۳۸
۳۰	۱۵	۲۲	۵۰
۳۰	۳۱	۲۲	۲۵، ۲۴
۳۰	۳۲	۲۳	۹۱، ۵۷
۳۰	۳۲	۲۳	۹۹، ۹۸
۳۰	۳۲	۲۳	۲۶
۳۰	۳۲	۲۴	۵۱
۳۰	۵۲	۲۵	۲۴
۳۰	۵۳، ۵۲	۲۵	۶۳، ۶۴
۳۰	۶۰	۲۵	۷۰
۳۰	۶۰	۲۶	۲۲، ۷
۳۲	۱۶	۲۷	۴۰
۳۲	۱۶	۲۷	۸۹
۳۲	۱۶	۲۸	۵۵، ۵۴
۳۲	۱۶	۲۸	۶۷
۳۲	۱۶	۲۸	۸۴
۳۲	۱۷	۲۹	۳۰، ۲
۳۲	۱۷	۲۹	۹۰، ۷
۳۲	۱۸، ۱۷		

دیگر انعامات

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی طرف سے خود

دفاع کرتا ہے

نیکیوں کے لیے منفرات اور رزقِ کریم

نہایت کی تعریف جن کو شکر دیا گیا۔

احمالِ صالحہ کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں۔

مومن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے

پاک مرد پاک عورتوں کے لیے اور پاک

عورتیں پاک مردوں کے لیے

مومن کو حجب شرعی فیصد کی طرف بلا یا جاتا

ہے تو وہ تسلیم فرم کر دیتا ہے

مومن کی روزِ حشر عورت افزائی

عباد الرحمن کی صفات اور انکی جزا

توبہ سے برائیوں کو نیکوں کے بدل دیا جاتا ہے

اہل ایمان شعراء

کرامات اور ایام

اولیاء اللہ روزِ قیامت گھبراہٹ سے

محفوظ رہیں گے۔

اہل ایمان کی صفات

توبہ ایمان عمل صالح موجب فلاح ہیں

دارِ آخرت کی نعمتیں انہیں ملیں گی جو دنیا

میں جاہ و حشمت کے طالب نہ تھے۔

اہل ایمان کو آزمائنا سنت الہیہ ہے۔

ایمان اور عمل صالح سے سابقہ بُرائیاں

ہٹ جاتی ہیں۔

اہل ایمان کے لیے ہی زمین و آسمان ہیں

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

اہل ہجر اور توکل کو بہترین اجر

اہل ایمان شادیں فرماں ہوں گے۔

اسے اہل ایمان دینِ فطرت کی طرف

جسرتن متوجہ ہو جاؤ۔

ان مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے

دین کو پارہ پارہ کر دیا اور خود گروہوں میں

بٹ گئے۔ کانوا شیعہ۔

اہل ایمان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے فخر

کم پر ہے۔

اہل ایمان قبروں میں سُنتے ہیں جو اسبیتے

ہیں، مدد فرماتے ہیں۔

سماح موتی کی تفصیل بحث

اہل ایمان کو آزمائش کے وقت صبر کی

تاکید اور فتح کا ثرہ۔

اہل ایمان کی صفات جب انہیں آباستے

نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر پڑتے

ہیں اپنے بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم درجا

سے دُعا نہیں مانگتے ہیں۔ اس کے لیے سے

خرچ کرتے ہیں۔

جو انعامات ان پر کیے جائیں گے انہیں

کوئی نہیں جانتا، ان کی آنکھیں ٹھنڈی

ہوں گی۔

مومن اور فاسق یکساں نہیں۔

سورت نمبر	آیت نمبر	سورت نمبر	آیت نمبر
۳۰	۴۵	۲۲	۲۲
			جو لوگ احکام الہی کی اطاعت کرتے تھے ان میں سے بعض کو امام بنا دیا گیا
		۵۰۴	۳۱
		۹	۳۱
۱۹	۲۴	۱۹	۳۱
			مؤمنین کی صفات
۱۹	۲۴		مؤمنین کے لیے جنات نعیم کا پکا وعدہ
۱۹	۲۴		لقمان مردودان، ان کے مواظبت
۲۱	۲۴		جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دیتا ہے،
		۲۲	۳۱
			در آئینہ خاندان کے سامنے ہے تو اس نے مضبوط
			رسی کو پھردیا۔
			معاشیات
۲۳	۲۴	۲۳	۱۸
			قرآن میں باغ لگانے کا طریقہ
۲۳	۲۴	۷۶	۲۸
			قارون کا معاشی نظریہ
۶	۳۱	۳۸	۳۰
			مادر پر اپنے فریب رشتہ داروں کی نفوذ و جب
			حق کا لفظ غور طلب
۶	۳۱	۳۸	۳۰
			اقرباء، فقراء اور مسافروں کا حصہ
۱۳	۳۱	۳۸	۳۰
			وہ محض رضائے الہی کے لیے خرچ کرتے ہیں
		۳۹	۳۰
			سود سے مال میں برکت نہیں ہوتی
۲۳	۳۱	۳۹	۳۰
			زکوٰۃ سے مال میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے
		۴۵	۳۰
			جہاز رانی بحری تجارت سے کسب معاش کو

تعارف سورۃ کہف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام: کیونکہ اس سورت میں اصحاب کہف کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام الکہف رکھا گیا۔
نزول: یہ سورت باقر بن عبد ربیع کے زمانے میں نازل ہوئی۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے آٹھویں اور دسویں سال کی درمیانی مدت میں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم اس کی آیتوں کی تعداد ایک سو دس ہے یہ ایک ہزار پانچ سو ستر کلمات اور چھ ہزار تین سو ساٹھ حروف پر مشتمل ہے۔

مضامین: اس سورت کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا۔ ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ وہ کریم اور رحیم ہے جس نے دنیا پر انسانیت کو رشد و ہدایت کا ایسا صحیفہ غایت فرمایا جو خود بھی ہر قسم کی کجی اور خامی سے پاک ہے اور اس کے ساتھ انسانی زندگی کے کسی شعبہ میں سیاسی، معاشی، قانونی اور اخلاقی جہاں کوئی کجی یا خامی افراط و تفریط پائی جاسکتی ہے وہ اس کی اصلاح اور درستی کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ مزید کہ یہ فرمایا کہ ایسی کتاب لانے کے لیے کوئی عام انسان مقرر نہیں کیا جس کی صورت و سیرت میں کوئی کشش نہ ہو، جس کے قول و فعل میں کوئی جاویدت نہ ہو۔ جو خاموشی سے آئے، کتاب پہنچائے اور چپکے سے چلا جائے۔ بلکہ ایک ایسے بندے کو دعوت حق کا پیغام بنا کر بھیجا جو اس کا محبوب ترین بندہ ہے جس کی آمد سے کفر و فسق کی تاریک اور طویل رات ختم ہوتی۔ اور حق و صداقت کی صبح طلوع ہوتی۔ لات و پہل کی جھوٹی عدالتی کا تختہ الٹ دیا گیا۔ خفتہ بخت انسان خواب غفلت سے جاگ اٹھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر ایسے رحیم و کریم خدا کی حمد و ثنا نہ کی جائے تو اور کون ہے جو اس کا مستحق ہو۔

ایک نذرانہ اموش اور دنیا پرست انسان کا جو نفسیاتی تجزیہ اس سورت میں کیا گیا ہے اسے پڑھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ خالق انسان کا کلام ہے جو اس کے فطریات اور قلبی مضمرات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ آیات نمبر ۳۲ تا ۴۲ میں ایک دنیا پرست کی کم ظرفی، خود بینی اور خود فریبی کا تذکرہ کیا گیا۔ وہ ایک خدا پرست انسان سے جو دولت میں اس سے کم ہے! تیار گفتگو یہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا کہ اس کے پاس دولت بھی زیادہ ہے اور اس کے خاندانوں اور لوگوں کی تعداد بھی اس سے زیادہ ہے حالانکہ کسی غریب آدمی کے سامنے اپنی ثروت کی فراوانی بیان کرنا اور اسکو حساس غرت دلانا کم ظرفی اور خود بینی کی انتہا ہے۔ مزید برآں وہ قیامت کا منکر ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اگر قیامت آجی

گئی تو اس روز بھی اسی کو عزت و کرامت کی مسند پر بٹھایا جائے گا۔ اور اہل ایمان جو اس دنیا میں کس پرسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے۔ اس روز بھی وہی ذلیل و خوار ہونگے۔ یہ اس کی خود فریبی کی انتہا ہے۔ آیات ۱۰۳ اور ۱۰۴ میں یہ بتایا کہ ایسے شخص کی ساری جدوجہد اور دوڑ و دوپ فقط دنیوی زندگی کو باعزت اور آرام دہ بنانے کے لیے وقف ہو جاتی ہے اسے کبھی اپنی عاقبت منوارنے کا نہ خیال آتا ہے نہ فرصت ملتی ہے۔ آیت نمبر ۵۵ میں یہ بتایا گیا کہ اگر ایسے لوگوں کو اپنی گزشتہ بات سے باز آنے اور بیکاریوں سے تائب ہونے کی دعوت دی جائے تو وہ اس سے بروقت فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے اور قبضہ ہستی سے انھوں نے اس دعوت کی صداقت کا ایک ہی معیار مقرر کر رکھا ہے کہ اگر ان پر عذاب آگیا تو دعوت سچی ورنہ جھوٹی۔ ان عقل کے انہوں سے کوئی پوچھے کہ جب تمہاری گزشتہ باتوں کی پاداش میں تم پر عذاب آگیا اور تمہیں دوزخ کا اندھن بنا دیا گیا تو اب اگر تم نے اس دعوت کی صداقت کو تسلیم کر بھی لیا تو تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ ہر دنیا پرست کی ہر زمانہ میں پہلے بھی اور آج بھی یہی کیفیت ہی ہے اور سوچ بچار کا یہی انداز رہا ہے۔ اس لیے ہر ایک کو ایک ہی انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو بروقت متنبہ ہو کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ یہ مال و دولت یہ جاہ و شوکت، یہ فرزند و وزن اس دنیا کی زینت ہیں جس طرح یہ دنیا فانی ہے۔ اس کی زینت دنیوت کے سائے سامان بھی فانی ہیں یہ اس قابل نہیں کہ کوئی مومن اس کی محبت میں اتنا دل بستہ اور اس کی چاہت میں ایسے ہوش باخیز ہو جائے کہ اپنے خدا کو اور اپنے انجام کو بھی فراموش کر دے۔ دل لگانے کے قابل تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے طلب تو صرف اس کی رضا کی ہونی چاہیے اور زندگی کی اس محدود فرصت میں ایسے نیک مضیڈ اور تعمیر خیز کام کرنے چاہئیں۔ جو کبھی فنا آستانہ ہوں۔ والہا قیات المسالمت غیر عندک ثوابا و نحریدا۔ (آیت نمبر ۴۶) کے دلنشین الفاظ سے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی۔

حکمت و دانش کے ان انمول جگمگاتے ہوئے موتیوں کے علاوہ جن سے اس سورۃ کا داراں مرصع ہے میں واقعات کا بیان شرح و بسط سے کیا گیا ہے اصحاب کھف، حضرت موسیٰ کا سفر اور ذوالقرنین۔ ان کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں مختصر اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اصحاب کھف کا ذکر کر کے ان مظلوم اور تم رسید مسلمانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ تم سے پہلے بھی حق قبول کرنے والوں کو طمع طرح کی اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا۔ انھوں نے محض اپنا ایمان بچانے کے لیے اپنے وطن کو چھوڑا اور ایک غار میں پناہ لی اور تم تو غلامانِ حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو تمہیں کفار کی ان اذیت رسائیوں کے باعث حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے بلکہ بڑی ثبات قدمی کا مظاہر کرنا چاہیے۔ تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تمہیں اوج کمال تک پہنچاتا ہے اور کس طرح تمہیں ابدی عزتوں سے سرفراز کرتا ہے اسی ضمن میں کفار کو یہ بھی بتا دیا کہ جو ذات اصحاب کھف کو سینکڑوں سال کے بعد از سر نو زندگی عطا فرما سکتی ہے وہ تمہیں بھی روزِ حشر زندہ کر کے اٹھا سکتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر سے علم و حکمت کے حصول کی اہمیت کا درس دیا۔ اس ضمن میں چند واقعات بیان کر کے ایک سچے عقیدہ کو بھی حل فرما دیا اس دنیا میں اکثر ایسے واقعات بردہ پذیر ہوتے رہتے ہیں جن کی ہم کوئی توجیہ نہیں کر سکتے

یا ہم انہیں عدل و حکمت کے تقاضوں کے سراسر منافی سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ہماری اپنی کم فہمی ہوتی ہے۔ اگر ان سے پردہ ہٹایا جائے تو ان کا عین عدل و حکمت ہونا اظہر من الشمس ہو جائے۔ جس طرح ان تین واقعات سے جب حضرت خضر علیہ السلام نے پردہ اٹھایا تو حضرت عمیم اللہ کی برہمی اور نادر حقیقتی خود بخود دور ہو گئی اور انہیں اپنے اعتراضات واپس لینے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔

ذوالقرنین کا واقعہ بیان کر کے ایک مومن حکمران کی خوبیوں کو ظاہر فرمایا کہ وہ باوجود قوت و اقتدار کے اپنی رعایا کے لیے مہربان عادل اور شفیق ہوتا ہے۔

آخری دعائیوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت اور جلال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ارشاد ہے، اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی آیات عظمت و جلال کو قلم بند کیا جائے تو سمندر خشک ہو جائیں۔ لیکن اس کی صفات کا بیان پھر بھی تشبیہ تکمیل رہے۔

حضور نبی اکرم کی زبان سے یہ اعلان کر لیا کہ میں بشر ہوں۔ خدا نہیں۔ خدا وہی ہے جو وحدہ لا شریک ہے جس کا میں بھی بندہ ہوں اور ساری کائنات بھی اس کی مخلوق اور اس کے سامنے سرائگندہ ہے۔ اس آیت سے اس صداقت کو ثابت کیا کہ جب یہ مرقع حسن و کمال بایں ہمد زبانی و دل بانی خدا نہیں تو اور کون ہے جو خدائی کا دھوئے کر کے جب زبان مصطفیٰ نے اعلان کر رہی ہو لا الہ الا اللہ تو کائنات کی ہر چیز کو طوعاً و کرہاً کھنسا پرشے گا اشہدان لا الہ الا اللہ بعض کم نظر لوگ اس آیت کریمہ سے شانِ حبیبِ کبریائی تعقیص کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے! اور دلِ بینا کو وہ عظمتیں جو نام پاکِ محبت (تعریف کیا گیا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پنہاں ہیں پوری آیت و تاب سے دکھائی دے رہی ہیں۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنگھ کا نور دل کا نور نہیں

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

سبحانک حق ہے اسکی آیتیں (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان مہیشیرم فرمایا ہے) ۱۱۰ اور رکوع ۱۲ ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیسے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر یہ کتاب لٹا دینے میں پیدا ہونے والی اس میں نما

لے اس سے پہلی سورت کا اعتقاد بھی حمد سے ہوا اور اس سورت کا آغاز بھی حمد سے کیا جا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر خوبی و کمال جس کا تصور اختیار اور ارادہ سے ہو۔ اس کی تسلیش و شمار کو عربی میں حمد کہتے ہیں۔ سابقہ سورت کی آخری آیتوں میں ان خوبوں اور کمالات کا ذکر ہوا جن سے ذات الہی تصف ہے۔ اس آیت میں اس کی صفت جود و کرم کا بیان ہے جس نے ناقصوں کو کامل، کم زور راہوں کو خضر کاواں اور ابلجہ ناشناسوں کو نہاں خانہ تقدیر کا راز داں بنا دیا۔ اس لیے فرمایا سب تسائیس اسنی اتہ بے ہتا کو زیبا ہیں۔ جس نے اپنے محبوب بندے پر یہ کتاب نازل فرما کر انسانیت کی شب و بجور کو صبح نور سے آشنا کیا ہے۔ عہد سے مراد صاحب قرآن اور اکتساب مراد قرآن کریم ہے۔ جہد میں کوئی اتباس نہیں۔ کیونکہ یہ مقام عبودیت کاملہ پر صرف یہی ذات بابرکات فائز ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز کسی صفت میں اوج کمال پر پہنچتی ہے تو جب اس صفت کو مطلقاً ذکر کیا جائے گا تو اس سے مراد ہی مصروف ہوگا۔ ع جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

جس کسی کو عبودیت کا جتنا کچھ عرفان نصیب ہوا اسی کے طفیل ہوا۔

وَكَلَّمَهُمْ مِنْ فِي سَمَوَاتِهِمْ ۗ فَوَقَّاهُمْ مِنَ ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ إِذْ يُسْقِطُونَ السُّجُودَ وَالْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۗ

ترجمہ :- تمام انبیاء حضور کے بحر کرم سے چلو بھر رہے ہیں اور حضور کے ابر رحمت سے ہونٹ تر کر رہے ہیں۔ یہی وہ ذات اقدس ہے جس کا ظہر و باطن مکمل ہے پھر کائنات کے خالق نے اس سراپا حسن و خوبی کو اپنا صیب منتخب فرمایا ہے۔ اسی طرح جب کتاب کہا جائے گا تو فوراً ذہن اس صحیفہ کاملہ اور نسخہ کیمیا کی طرف منتقل ہوگا جو قرآن کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے جس طرح صاحب کتب اپنی شان عبودیت اور مقام بندگی میں بے نظیر ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی بے عدیل ہے۔ لہذا اسی کتاب کی ایک شان بیان فرمادی کہ اس کی عبارت اور اس کا معنی اس کا ظہر اور اس کا باطن ہر قسم کی کمی سے تبرا ہے۔ عروج یعنی اگر میں کسود ہوتو اس سے مراد معنی بھی ہوتا ہے اور اگر عروج ہو یعنی میں مقدر ہوتو اس سے مراد ظاہری پڑھنا ہوتا ہے عرب کہتے ہیں فدا یہ عروج و فی عصا عروج اور عروج جہاں کی تزیین تفسیل کی ہے یعنی اس میں ذرا سی کمی بھی نہیں ہے۔ عروج غیب معنائی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ہر صاحب جو انکو سے دیکھا جائے اسے عروج کہتے ہیں اور وہ بھی جو انکو اور بصیرت معلوم ہر اسے عروج کہتے ہیں العروج يقال في ما يدرك بالبرص مثلا كالتحسب العروج يقال في ما يدرك بالفكر البصير كالدين والدنيا" (مفردات)

عَوَجًا ۱ قِيَمًا لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا لِمَنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ

کئی اور عاقل معاد کو ہدایت کرنے والی چیز تاکہ ڈرنے سخت گرفت سے جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور خوشخبری سنائے ان اہل ایمان کو

الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ إِنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۲ مَا كَثِيرٌ فِيهِ

جو کرتے ہیں نیک اعمال کہ بیشک ان کے لیے بہت عمدہ جزا ہے وہ ٹھیکریں گئے اس رحمت میں

أَبَدًا ۳ وَيُؤْتِيكَمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُونَ ۴

تا ابد رہے اور تاکہ ڈرائے ان (مادانوں) کو جو یہ کہتے ہیں کہ بنالیا جسا اللہ نے فضل کو اپنا، مگر اللہ نہیں اپنے ذات صفات کا

تھے اس کتاب کی ایک صفت یہ ہے کہ اس میں کوئی گئی کوئی غامبی نہیں اور دوسری صفت یہ ہے کہ وہ مشرکوں کی کہیوں اور غایوں کی اصلاح کرتی ہے اور ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ایسی بنیادوں پر ہتھوڑا کرتی ہے کہ ان میں پھر عمل راہ نہیں پاسکتا۔
"قیما" اعم ثابتاً مقوماً لامرود معاشہم و معادہم۔

گئے اس جلد میں ایسے علم و تربیت جسے پر ایسی جلیل القدر کتاب کے نزول کا مقصد تھی بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اس کا مقصد صرف یہی نہیں کہ اسے کوشی غفلوں میں لپیٹ کر دفع بلیات و آفات کے لیے گھر کے کسی اوپے خانے پر رکھ دیا جائے یا طوطے کی طرح اس کی آیات کو گاہ گاہ بن سبھے پڑھ لیا جائے۔ یہ تو کاروان انسانیت کا رخ موڑنے کے لیے اس کے بخت خفختہ کو بیدار کرنے کے لیے اس کے دل کو لیدہ افکار کو نکھارنے کے لیے آماری گئی ہے۔ یہ نابکاروں کو لگم کردہ راہ مسافروں کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ بروقت اصلاح و حوال کی کوشش میں لگ جائیں ورنہ اپنے آپ کو اس عذاب کے لیے تیار کر لیں جس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

شعور و حسی لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور راہ حق پر چل پڑے اور اپنے نظریات کی صداقت پر اعمال حسنیہ کی گواہی پیش کر دی انھیں یہ کتاب مرثوہ سنائے کہ تکلیفوں سے مت گھبراؤ۔ ثابت قدمی سے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ رحمت خداوندی نے چین فردوس کی بہاؤں کو کلمہ پر یہ ہے کہ جان و خلق و محبت کے لیے مسافروں پر بچھاؤ رکھنے کیلئے پھول چن لیں جی مگسا اور جی رنگت اٹکے بند سوز کی شایان شان مواد انھیں یہ بھی بتا دو کہ یہاں ہر انسان آشنا نہ ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشاں سے لذت سرور حاصل کرتے رہیں گے۔
تو عرب میں بت پرستی اور شرک کی آگیت شکلیں مرقع تھیں بان میں سے ایک شکل یہ تھی کہ بعض لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں (نعموز بانہ) یقین کرتے تھے اور ان کی پوجا کیا کرتے تھے یہ کتاب کفر و شرک کی ساری صورتوں کو جو کرنے کے لیے آتی ہے خصوصاً یہ جو بت پرستی جس کو عقل اپنی تمام کردہ رویوں کے باوجود قبول کرنے کے لیے تیار نہیں جو محض جہالت و حماقت اور نامی تقلید کا نتیجہ ہے۔
اس غلط اور احمقانہ عقیدہ کے جو فناک نتائج سے آگاہ کرنا بھی اس کتاب کے مقاصد سے ہے۔

عَلِمَ وَلَا لِأَبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ

کچھ علم ہے اور نہ انکے باپ دادا کو کتنی بڑی ہے وہ بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے کئے وہ نہیں

يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۖ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنَّ لَكُمْ

کہتے ہیں مگر دسترس مچھوٹ۔ تو کیا آپ (فرط غم سے) تلف کر دیں گے اپنی جان کو انکے پیچھے ار وہ

يَوْمِنَا بِهِدَا الْحَدِيثَ آسَفًا ۖ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً

ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر افسوس کرتے ہوئے شہ پیشک ہم نے بنایا ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں اسکے لیے باعث زینت

لَهُمَا لِنَبْلُوهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا

آرائش تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون سا کھلے گا کسے بہتر ہے وہ اور ہم ہی بنائے گئے ہیں ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں۔

شہ اس کا فاعل 'ہی' ضمیر ہے جو اس میں متحرک ہے اور کلمہ اس کی تیز ہے اس لیے منصوب ہے اور یہ اسلوب کلام انظارِ محب کے لیے اختیار کیا گیا ہے یعنی یہ نادان کہتی ناز یا کہتی نامعقول بات اپنی زبان پر لا رہے ہیں اور کتنا سفید جھوٹ بول رہے ہیں۔

شہ ادھر جو روضا کا یہ حال ہے کہ کسی معقول بات پر بھی غور نہیں کرتے بلکہ اکتانہ مذاق اڑاتے ہیں اور ادھر اہر اہر رفت و رحمت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر قیمت پر انھیں ہلاکت کے گرداب میں گرنے سے بچانے کا خیال ہر وقت بے چین رکھتا ہے۔ مسجد حرام

کے صحن میں بازار کتہ کی ہنگامہ پرور فضاؤں میں ان کی نشست گاہوں میں اور ان کے خلوت کدوں میں جا جا کر انھیں بھجا یا جا رہا ہے۔ وہ بار بار جھڑکتے ہیں۔ ناراض ہوتے ہیں۔ پھرتے ہیں لیکن اخلاص و محبت کا یہ چشمہ رواں ہی رہتا ہے جب بات

کی خاموشی چھا جاتی ہے۔ ساری آنکھیں موخواب ہوتی ہیں۔ تو یہ اٹھتا ہے اپنا سر نیاز بارگاہ بے نیاز میں جھکاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے درو رو کر ان کی ہدایت کے لیے درو و سوز میں ڈوبتی التجا میں کرتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے

کوئی ایک بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہا تو اس کی جان پر بن آئے گی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی اس بے چینی اور اضطراب کو دیکھتا ہے جس میں کوئی ذاتی منفعت نہیں۔ وہ ان آہوں کے سوز سے واقف ہے۔ وہ ان آنسوؤں کو جانتا ہے جو اس کے

محبوب کی چشمہ مازع کی چکوں پر چھللاتے ہیں اور پھر اس کے حضور اس کی رحمت کی بھیک مانگنے کے لیے گر پڑتے ہیں۔ یہ بے خواہیاں یہ بے تاملیاں کن کھیلے ہیں؟ ان کے لیے جو جان کے دشمن اور خون کے پیلسے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو

تسلی دیتے ہیں کہ اس غم نہ کیجیے 'بضع کا معنی ہے غم و اندوہ سے جان تلف کروینا۔ البضع قتل النفس خفياً۔ (مفوات) یہ یہ باغ و بہار میر غر غرار کو ہزار ری گل و عندلیب یہ جیتے ہوئے دریا، یہ پھیلے ہوئے صحرا، صبح کا اجالا اور مغرب کی اشق'

صَعِيدًا جُرُزًا ۸۱ اَمْ حَسِبْتَ اَنْ اَصْحَبَ الْكُهْفِ وَالرَّقِیْمِ

دوران کئے پھیل میدان غیر آباد نہ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار واسے اللہ اور رفیق واسے اللہ

كَانُوا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۸۲ اِذْ اٰوٰی الْفِتٰیۃُ اِلَى الْكُهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَا

ہواری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب نیز ہیں۔ (یاد رکھو) جب پناہ لی ان جوانوں نے غار میں پھرانوں نے دعا مانگی آپا کر رب!

غرضیکہ حق جہاں کی یہ فائنس جو ہر جگہ ہو رہی ہے اس لیے نہیں کہ لوگ اس میں کھو جائیں اور دوا پیش دیتے دیتے زندگی گزار کر نصرت ہو جائیں بلکہ یہ سب آزمائشیں ہیں ہم پر دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون حسن مجازی اور جمال فانی کے سنا زہ ادا پر فریضہ ہو کر رہ جاتا ہے اور کون وہ بلند نظر اور عالی ظرف ہے جو ان تمام دشمنیوں سے دامن دل بچاتا ہوا عجم محبوب کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ظاہری حسن و زیبائی کی پرستش میں وقت برباد نہ کرے بلکہ اپنے خالق حقیقی کی معرفت اور قرب حاصل کرنے کے لیے اپنی ساری توانائیاں وقف کر دے۔

نلہ یعنی زمین پر مٹی چینی بڑی حسین و جمیل اور پرکشش نظر آتی ہیں یہ سب فانی ہیں۔ ایک دن ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا۔ اور ساری زمین چٹیل اور بخر ہو جائے گی اس لیے فانی چیزوں کے لیے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا قطعاً عقلمندی نہیں۔
اللہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مواعظ کے باعث یہودی علماء و امرا ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور انھیں ہر طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ یہاں تک کہ آپ پر دین کی تحریف کا سنگین الزام لگا کر علاقہ کے ڈمی گورنر سپیٹس کے پاس دعوے دار کیا اور اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے انھیں تختہ دار پر نہ چڑھایا تو وہ بغاوت کر دیں گے۔ چند حواریوں کے علاوہ تک کی پوری آبادی یہودی ہونوا حتیٰ لودہ اس لمحہ کا بڑی بے تابانی سے انتظار کر رہی تھی جب آپ کو صلیب پر لٹکا دیا جائے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے کی خود مخالفت فرمائی اور آسمان کی طرف اٹھا کر ان نابکلوں کے ہتھکنڈوں سے آپ کو بچا لیا۔

ان حالات میں دین سچی کے پھیلنے کا کوئی امکان نہ تھا لیکن اپنے ان چند حواریوں کے دل میں حق کا جو چراغ حضرت مسیح روشن کر گئے تھے وہ مصائب کی ان تند آندھیوں میں بھی نہ بجھ سکا۔ ان کی پرچوش تبلیغ سے لوگ آہستہ آہستہ عیسائیت قبول کرنے لگے اور علاقہ بھر میں ان کے حلقہ قائم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید حضرت عیسیٰ کی رسالت اور قیامت پر یقین رکھتے تھے اگرچہ تک کی اکثریت اپنے ڈمی حکمرانوں کی طرح تبت پرست تھی۔

لیکن ۳۴۸ ع کے اواخر میں جب وقیانوس (جسے ڈمی زبان میں ڈیسیس (DECIVS) کہتے ہیں) روما کے تخت پر بیٹھن ہوا تو ہوا کا رخ پھر بدل گیا۔ اس نے ایک قانون کے ذریعہ سچی دین پر پھر پابندی لگا دی۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے خیال کے مطابق یہ پہلا ڈمی فرمانروا تھا جس نے مسیحیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کا جامع منصوبہ بنایا اور اپنی ساری قلمرو میں عیسائیوں کے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد ۷ صفحہ ۱۲۰)۔

ایشیہ کو چپک اس وقت رومن ایمپائر کے زیر نگین تھا وہاں کے مختلف شہروں میں بھی عیسائی آبادیاں تھیں دقیانوس کی اس وارو گیری کی زد ان پر بھی پڑی۔ انھیں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ اگر زندگی کی ضرورت ہے تو عیسائیت چھوڑ دو اور جن بتوں اور دیوی دیتاؤں کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ ان کی پوجا کرو۔ ٹیسس جب علی قدورہ پر روانہ ہوتا تو وہ اس مقصد کو تمام دوسرے امور مملکت پر ترجیح دیتا۔ ایک دفعہ اس کا گزرا ایشیہ کو چپک کی بستی افیسس (Ephesus) پر ہوا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آرٹیس یا ڈائنا دیوی کا مندر تھا جس کی بڑی دھوم دھام سے پوجا ہوتی تھی اور اس مندر کی وجہ سے اس شہر کو ملک بھر میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں جب دقیانوس نے عیسائیوں کی پکڑ و حکم شروع کی تو چند نوجوان اپنی دولت ایمان بچانے کے لیے ہاں سے چل نکلے۔ قریب ہی ایک پہاڑ تھا جس میں ایک وسیع غار تھا اس میں جا چھپے اور بارگاہ الہی میں گرو گرو کر التجا میں کرنے لگے کہ وہ انھیں اس ظالم اور سنگدل بادشاہ کے شر سے بچائے اور ان کو نعمت ایمان سے محروم نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی آزمائش میں ان کا قدم لرز کر ڈال جائے اور وہ جن حق ان کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی اور ان پر نیند سنا کر دی گئی اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا۔ اس لیے اس میں دھوپ تو داخل نہ ہوتی لیکن ہوا اور روشنی کا گزر بھی ملنے سے تھا اس لیے یہاں ان کے جسم اس طویل مینہ کے باوجود محفوظ تھے قدرت مناسب وقفہ کے بعد ان کے پہلو بھی بدل دیتی جیسے نیند کی حالت میں ہم سوئے سوئے پہلو بدل لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح کا احساس ان میں بھی یقیناً ہو گا۔ دوسرے دیکھنے والے انھیں بیدار خیال کرتے حالانکہ وہ محو خواب تھے۔ ان کے ساتھ ایک کتابھی ہوا تھا۔ انھوں نے اسے بھگانے کے لیے بڑے تہن کیے لیکن اس نے ساتھ نہ چھوڑا جب وہ غار میں جا کر آسودہ خواب ہو گئے تو وہ بھی پاسبانی کی خاطر غار کے دہانے پر پاؤں پھینکا کر بیٹھ رہا۔

اس طرح ایک سو ستاسی برس کا عرصہ گزر گیا۔ ٹیسس کیفر کردار کو پہنچا۔ مختلف بادشاہ آئے اور اپنی چند روزہ شاہی کا ڈونکا بجا کر چل دیتے۔ پرانے شہر آجڑے نئی بستیاں آباد ہوئیں۔ فیس کے شہر میں بھی اس دو سو سال کے زمانہ میں کیا شکست و ریخت نہ ہوئی ہوگی۔ جب حکمت الہی نے چاہا تو ان سونے والوں کو بیدار کر دیا۔ وہ آنکھیں ملنے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ خیال انھیں بھی گزرا کہ وہ آج معمول سے کچھ زیادہ ہی سوئے ہیں۔ لیکن یہ بات ان کے سامن و گمان میں بھی نہ تھی کہ ان کو یہاں بے سدھ پڑے دو صدیاں بیت گئی ہیں۔ اس لیے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں کیا ٹھکنیں کہ بشری تقاضے بھی بیدار ہو گئے۔ انھیں بھوک نے تانا شروع کر دیا۔ انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو جس کا نام ملیخانہ بتایا جاتا ہے۔ بستی کی طرف بھیجا کہ ان کے لیے کھانا خرید لائے۔ جب وہ غار سے نکل کر شہر کی طرف روانہ ہوا تو وادی و کوہ سارومی تھے لیکن ماحول میں اہمیت کے آثار قدم قدم پر حیران کر رہے تھے۔ شہر میں گئے تو دروازہ ڈوار لگی کہ چوہے زبان حال سے کچھ اور ہی داستان سنار ہے تھے ملیخانہ سوچ رہے تھے کہ بارخدا! ایک آٹھ پہر میں یہ کیا اتفاق آگیا۔ کل جب چھوڑ گئے تو اس شہر کا کیا حال تھا اور آج کیا ہے۔ ایک مانا بنائی کی دکان پر گئے اور اسے کھانا دینے کے لیے کہا۔ اس نے کھانا دیا۔ انھوں نے وہی پراانا سکہ جو یہاں سے جاتے ہوئے وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے اس کی طرف

بڑھا دیا۔ دکا نڈا اس سکہ کو دیکھ کر ہکا بھکا ہو گیا۔ معاملہ نے طول پکڑا۔ اور درگرو کے دکا نڈا بھی اکٹھے ہو گئے۔ مہینہ بھر پر ازام نکایا گیا کہ اسے کوئی پرا نٹاشاہی خزانہ ہاتھ آیا۔ معاملہ حاکم شہر تک پہنچا۔ یہاں اگر حقیقت حال سے پردہ اٹھا۔ انھیں پتہ چلا کہ یہ ان نوجوانوں میں سے ایک ہے جو ڈیسیس کے مظالم سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب ان کی جھلک دیکھنے کے لیے غار تک گئے۔ وہاں دوسرے ساتھی مہینہ بھر کا انتظار کرتے کرتے اکٹھے ہوئے اور ان کے دل میں طبع طرح کے دوسوے پیدا ہونے لگے تھے۔ جب انھوں نے ایک جم غفیر غار کی طرف آئے دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ ان کا ساتھی پکڑا گیا ہے اور اس کے بدلے پر یہ ہجوم انھیں گرفتار کرنے کے لیے ڈوڑھلا آ رہا ہے۔ جب لوگ حاکم شہر کی قیادت میں وہاں پہنچے تب اصحاب کو بت کو معلوم ہوا کہ انھیں یہاں ٹھہرے صدیاں گزر چکی ہیں اور اب حالات کا رخ بدل گیا ہے اور عیسائیت کا ہر طرف چرچا ہے۔ صرف رعایا ہی نہیں بلکہ حکومت بھی اس دین کو قبول کر چکی ہے۔ ہر زمین کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۶۴۷ء میں پیش آیا جبکہ روما کے تخت پر تھیوڈوسیوس (THEODOSIUS) تھکن تھا۔ مفسرین کرام اور مورخین نے اصحاب کو بت کی جگہ زمانہ اور ان کے مخصوص حالات کے متعلق متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ بعض سے حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے پہلے کا زمانہ بتاتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ کہ غلیظ عقیدے کے نواحی پہاڑوں میں واقع ہے بعض نے شام کے کسی مقام کا تعین کیا ہے اور علامہ ابن حیان اندلسی صاحب السیرا المعیط نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ سارا واقعہ اندلس کے ملک میں ہوا۔ وہ لکھتے ہیں غرناطہ کے قریب ایک قصبہ ہے جسے "لوشہ" کہتے ہیں۔ اس میں ایک غار ہے جہاں کئی مردوں کے ڈھانچے ہیں۔ اور باہر ایک کتے کا ڈھانچہ بھی ہے۔ ابن علیہ کہتے ہیں کہ وہ ۵۰۴ء سے انھیں اسی حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ وہاں ایک سجد بھی ہے اور ایک رومی ملازکی پرانی عمارت بھی ہے جسے "الرقیبو" کہا جاتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کسی قدیم قصر کے کھنڈرات ہیں اور غرناطہ سے قبلہ کی جانب ایک پڑانے شہر کے اندر بھی پائے جاتے ہیں جس کا نام مدینہ دقیوس بتایا جاتا ہے۔ ابن علیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حیان لکھتے ہیں کہ جب ہم اندلس میں تھے تو لوگ اس غار کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے (السیرا المعیط)

کئی دیگر مقامات میں غاروں میں اس قسم کے ڈھانچے دکھائی دیتے ہیں۔ جو سکتا ہے کہ اہل حق چرب بھی جو تشدد کا بازار گرم ہوا ہو تو ان میں سے چند لوگوں نے قریبی پہاڑوں کی غاروں میں پناہ لی ہو اور ان کے ڈھانچے اسی طرح محفوظ ہوں اور سپین کے جس غار کا ذکر علامہ ابن حیان نے کیا ہے وہ بھی اسی طرح کا ایک غار ہو۔

لیکن میں نے جو تفصیلی لکھی ہے مجھے وہی حقیقت سے زیادہ قریب معلوم ہوئی ہے۔ کیونکہ ہمارے مفسرین نے اسے یوں ہی بیان کیا ہے ان کے علاوہ ایک مشہور انگریز مؤرخ ایڈورڈ گیبن (EDWARD GIBBON) نے بھی اپنی معروف تاریخ کی کتاب (THE DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE)

کی تیسری جلد صفحہ ۳۴۰ تا ۳۴۳ میں "سات سو نے والوں" کے احوال لکھے ہیں جو بالکل اس واقعہ سے مطابقت رکھتے ہیں حتیٰ کہ عربی مصادر میں جو نام ہیں تقریباً وہی نام اس نے بھی درج کیے ہیں۔ مؤرخ مذکور نے اس کے حاشیہ میں اس

واقعہ کا ماخذ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے یہ واقعہ شام کے مشہور شپ جس میں سرخ (JAMES OF SARUS) کے مجبورہ موعظ جو ۲۳۰ موعظ پر متعلق ہے، کے ایک وعظ سے لیا ہے۔ یہ شپ ۴۵۲ء میں پیدا ہوا اور ۴۷۴ء میں اس نے یہ موعظ لکھے۔ اسے ۵۱۰ء میں شپ مقرر کیا گیا اور ۵۲۱ء میں اس نے وفات پائی اور چھٹی صدی کے انتقال سے پہلے شامی زبان سے اس کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہو گیا تھا۔ تاریخی لحاظ سے یہ کتاب اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے قریب ترین زمانہ کی تحریر ہے۔ اس لیے اس میں حقیقت کی زیادہ سے زیادہ جھلک دکھائی دے سکتی ہے۔ یہ موعظ نہایت تقریباً پچاس برس بعد لکھے گئے اس لیے ان کی ساری تفصیلات کوجوں کاتوں تسلیم کر لینا قطعاً قرین دانش نہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مجبورہ کے بیان کردہ حالات دوسری روایات سے کہیں زیادہ صحیح صورت حال کے ترجمان ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم نے اصحاب کھف کے واقعہ کا وہ پہلو ذکر کیا جو ہمارے لیے ہدایت کا درس رکھتا ہے باقی اسکے زمان و مکان وغیرہ تفصیلات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ ہر واقعہ کے بیان میں قرآن کریم کا اسلوب یہی ہے اور یہی ایک ایسی خصوصیت ہے جو قرآن حکیم کو تاریخ کی کتاب سے ممتاز کرتی ہے۔ قرآن میں جو واقعات بیان کیے ہیں ان سے مقصود انسان سمرانی نہیں بلکہ عبرت آموزی اور بصیرت افروزی ہے۔ صحیح احادیث میں بھی اس واقعہ کی تفصیلات مذکور نہیں لہذا ہمارے مومنین نے علماً اہل کتاب کو جو کچھ سنا وہ لکھ لیا کیونکہ گزشتہ واقعات متعلق انصاف کے بیانات نہ تصور کیے جاسکتے تھے اور اہل کتاب ان حقائق کے متعلق پہلی تحریریں سننا ہی موعظ میں اسے بیخیاں کھنے میں ہی قباحت نہیں واقعہ کی تفصیلات حقیقت زیادہ قریب ہیں۔

یہاں ایک چیز ضرور قابل غور ہے۔ کہ میں نے بڑی گستاخی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور کریم نے یہ واقعہ اپنے شام کے تجارتی سفروں کے آثار میں علما اہل کتاب سے سنا اور اسے وحی الہی کہہ کر قرآن میں درج کر دیا کیونکہ قرآن کریم کی بیان کردہ تفصیلات جس کے موعظ میں لکھی ہوئی تفصیلات سے کلی مطابقت نہیں رکھتیں۔ اس لیے اس کتاب اور منہ بحث کو تاریخ نے سپر علم و حکمت کے تیرا علم پر بے علمی اور جہالت کا الزام لگایا۔ اس طرح اس نے نہ صرف حقیقت کا منہ چڑایا ہے بلکہ مورخ کے بلند مقام کو بھی تعصب کی غلاظت سے آلودہ کر دیا ہے۔ جب وہ خود ماننا ہے کہ یہ مجبورہ ۴۷۴ء میں لکھا گیا اور اسی کے قول کے مطابق یہ واقعہ ۴۳۷ء میں پیش آیا۔ ذرا انصاف فرمائیے ان پچاس سالوں میں اس میں کیا کچھ رد و بدل نہ ہو گیا ہوگا۔ کتنی ایسی چیزیں نظر انداز کر دی گئی ہوں گی جو انسان کے جذبہ عجوبہ پرستی کی تسکین کا باعث نہیں بنتیں اور کئی باتیں بڑھادی گئی ہوں گی۔ تاکہ اس واقعہ کو نمک مرچ لگا کر پیش کیا جاسکے۔ اس لیے جس کی تفصیلات کا سونی صدی صحیح ہونا قطعاً یقینی نہیں جب اس کی صحت قطعی نہیں تو قرآن کی صداقت کا انحصار ان موعظ سے مطابقت پر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی قرآن کو کسی گہن کے قول کی سند کی ضرورت ہے۔

اس واقعہ کا ایک محل خاک کا کپے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ اب آیات قرآنی کی روشنی میں اس واقعہ کو پڑھیے۔
 ۱۱۱۔ کھف، الغار، الواسع، وسیع نارا، السرقیہو۔ کے متعلق متعدد اقوال مذکور ہیں۔ کعب نے کہا کہ یہ اس شہر کا نام ہے جہاں سے یہ لوگ گئے تھے۔ ابن عباس نے فرمایا۔ یہ اس وادی کا نام ہے جس میں خار تھا لیکن عام علماء تفسیر کا میلان

اِيْمَانٍ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۵﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰى

ہمیں رحمت فرما اپنی جناب سے رحمت اور ہمتا فرما ہمارے لیے اس کام میں ہدایت ملے پس ہم نے بند کر دیئے ان کے

اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۶﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ

کان (سننے سے) اس غار میں کئی سال تک جو کہنے ہوئے تھے ۱۶ ملے پھر ہم نے انھیں بیدار کر دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ ان دو

الْحٰزِبِيْنَ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْا اَمَدًا ﴿۱۷﴾ مَخْنُوقًا عَلٰىكَ نَبَاَهُمْ

گردوں میں سے کون کس شمار کر سکتا ہے اس مدت کا جو وہ (غار میں) ٹھہرے تھے ۱۷ لے لیے ہم بیان کرتے ہیں آپس ان کی خبر

اس طے کی کہ دقیقہ یعنی مرقوم (لکھا ہوا) پہلے ہی تانبے کی تختی جس پر اصحاب کہف کے نام اور ان کے احوال لکھ کر لٹوایا گیا ایک صندوق میں محفوظ کر دینے گئے تھے تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں کو ان کے حالات کا صحیح علم ہو سکے اور جب ملیں گے ان کے حاکم شہ کو بتایا کہ میں ان میں سے ایک ہوں جو ظالم بادشاہ کے جبر و تشدد سے اپنے ایمان کو بچانے کے لیے غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے تو اس تختی نے اس بیان کی تصدیق کر دی اور حجت میں استغناء انکار ہی ہے کہ تم اصحاب کہف کے واقعہ کو عجائبا قدرت میں سے عجیب ترین امر سمجھتے ہو! نہیں بلکہ اس کی قدرت کی اعجاز آفرینی دیکھنی ہو تو اس نیلگوں آسمان کو دیکھو اور اس کشادہ زمین کو دیکھو تمہیں ہر جگہ اس کی قدرت و حکمت کے روشن جلوے نظر آئیں گے۔

۱۵ غیبیہ جمع ہے اس کا واحد فتحنا ہے۔ جب نوجوانوں کا یہ گروہ غار میں جا چھپا تو انھوں نے بارگاہ الہی میں دست دُعا پھیلاتے ہوئے عرض کی: الہی! ہمیں اپنی رحمت کی چادر میں لٹھاپ لے۔ ہمارا ایمان بھی محفوظ رہے اور ہمارے گناہ بھی بخش دے۔ ہمیں رزق بھی ہم پہنچایا اور ہمیں دشمن کے پیچھے استبداد سے بھی محفوظ رکھ۔ رشتہ کا معنی صاحب قلموں نے یہ کیا ہے استقامت علی طریق الحق مع تسلب فیہ (قاہوس) یعنی جس مقصد کے لیے ہم اپنے عزیز و اقربا اور اپنے وطن کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں اس میں ہمیں استقامت اور ثبات نصیب فرما۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان کی دوسو سا اندازی سے انجام کار ہم اس نعمت سے محروم کر دیئے جائیں۔

۱۶ لکہ اس کا مفہوم ہے ہم نے ان پر حالت خواب طاری کر دی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ قرآن کے ان فصیح جملوں سے ہے جن کی نظیر لائے سے قصار عرب قاصر رہے یعنی ہم نے ان کے کانوں کو بند کر دیا تاکہ کوئی آواز ان کی نیڈ میں غفلت نہ پیدا کر سکے۔

۱۷ لہے اس جملہ کی ترکیب بہن نشین نہ ہو تو اس کا مفہوم سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔ اس لیے ترکیب درست ذیل ہے:۔

اٰی الْحٰزِبِيْنَ جَزَا اَحْصٰى فِعْلٌ مَّاضِيٌّ اَمَدًا اِسْمٌ مِّنْ اَسْمَاءِ اِسْمَاعِلَ اَلْاِسْمُ مَصْبُطٌ اَمَدًا كَاثَرًا لِّمَنْ لَبِثُوْا

بِالْحَقِّ أَنهْمُ قَتِيَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهٖمۡ وَاٰمَنُوۡا بِرَبِّهٖمۡ وَزِدْنَهُمۡ هُدًى ۙ وَرَبُّنَا

تھیک تھیک بیٹھتے ہیں۔ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے نوری ہدایت میں اضافہ کر دیا۔ اور ہم نے

عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذْ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مضبوط کر دیا انکے دلوں کو جب وہ راہِ حق میں گھڑے ہو گئے تھے تو انھوں نے (رب ملا کہ) یا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پُروردگار ہے

لَنْ نُّدْعُوۡا مِنْ دُوۡنِہٖۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰذٰنَا اِذَا شَطَطًا ۙ هُوَ الَّذِیۡ قَوْمُنَا

آسمانوں اور زمین کا ہم پر نہیں پکارے گا۔ اس کے سوا کسی کو (اور ہم پر نہیں) تو گویا ہم نے ایسی باقی جو حق نے دے دی ہے۔ یہ ہماری قوم ہے

اَتَّخَذُوۡا مِنْ دُوۡنِہٖۤ اِلٰہَةً لَّوۡ لَا یَاتُوۡنَ عَلَیْہِمْ بِسُلْطٰنٍ بَیِّنٍ ۙ

جنہوں نے بنا لیا ہے اس کے سوا عزیزوں کو (اپنے) خدا کیوں نہیں پیش کرتے ان (کی خدائی) پر کوئی ایسی دلیل جو روشن ہو

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنۡ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا ۙ وَاِذْ اَعْتٰزَلْتُمْ وُہْمًا

اور نہ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر چھوٹا بہتان باندھتا ہے۔ اور جب تم الگ الگ ہو گئے ہو ان (کفار) سے

۱۷ اب ذرا وضاحت ان کا حال بیان ہوتا ہے۔

۱۷ یعنی وہ ایمان لائے اور جب انھوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا اور حکم خداوندی بجالانے میں کسی کو تباہی کا ثبوت نہ دیا تو ہم نے انکے دلوں کو نور پر اسے منور کر دیا اور ان کے سینوں کو ہدایت کا گنجینہ بنا دیا ایسی مفہوم کو آیت سری آیت میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ والذین جاہدوا فینا الشہداء ینہم سبیلنا۔

۱۸ جب وہ آمادہ ہو گئے اور انھوں نے عزم باجماع کر لیا تو ہم نے ان کے دلوں کو جذبہ استقامت سے معمور کر دیا اور وہ بے خطر آزمائش کے اس خارزار میں آگے بڑھتے چلے گئے۔

۱۹ جب انھیں قیافوں کے روبرو پیش کیا گیا اور اس نے ان سے انکے عقیدے کے متعلق دریافت کیا تو ایمان و عشق کسی مصامت بینی کا روادار نہ ہوا بلکہ خون آشام تلواروں کی جھٹکا میں بیہرہک یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا رب جس کی جناب میں ہم سجدہ ریز ہوتے ہیں جس کی شرابِ محبت ہماری رو میں سرشار ہیں جس کی حمد کی لذت سے ہماری زبانیں آشنا ہیں وہ ان کمالات کا مالک ہے۔ کیا وہ تمہارے آرنیس یا تمہاری ڈانٹا دیوی میں پائے جاتے ہیں۔

۲۰ یعنی جو اس کے علاوہ کسی غیر کی بندگی کرتے ہیں وہ یا وہ گوئیں مطلب یہ تھا کہ تم سب یا وہ گو ہو۔

وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوَّا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

اور ان جنوں سے جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا۔ تو اب پناہ لو غار میں پھیلائے گا تمہارے لیے تمہارا رب اپنی

رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مَّرْفَقًا ۝۱۶ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا

رحمت (کادہن) اور ہتیا کرنے کا تمہارے لیے تمہارے کس میں آسانیاں لائے اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ

طَلَعَتْ تَزُورُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّبُ مِنْهُمْ

اُبھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے ان کی غار سے دائیں جانب آئے اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف

ذَاتَ الشَّمَالِ وَهُمْ فِي فُجُوعٍ مِّنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ

کرتا ہوا ڈوبتا ہے اور وہ (سوچے) ہیں ایک کشادہ جگہ غار میں۔ (سورج کا یوں (طلع وغروب) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں

يَهْدِي اللَّهُ لَهُ فَهُوَ الْبَاهِتِ وَمَنْ يَضِلْ فَلَنْ تُجِدَهُ وَلَا يَأْتِي

میں کبے آسیت سے ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے ہی ہدایت یافتہ بنا دے اور جسے گمراہ کر دے تو تو نہیں پائے گا اس کے لیے کوئی

مُرْشِدًا ۝۱۷ وَتَحْسَبُهُمْ آيَاتًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ

مُرگار اور رہنا۔ اور راگ تو دیکھے تو تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں تلے اور ہم انکی کرٹ بدلتے رہتے ہیں (کبھی)

الْيَمِينِ وَذَاتَ الشَّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۙ

دائیں جانب اور (کبھی) بائیں جانب اور ان کا کتا پھیلائے بیٹھا ہے اپنے دونوں بازو ان کی دھیر پر آئے

۱۷ اس کا معنی ہے معاہدہ تفتن ہی ینتفع بہ جس سے نفع اور فائدہ حاصل کیا جائے۔

۱۸ اس کی صورت یہ تھی کہ غار کا دہانہ شمال کی جانب تھا۔ سورج طلوع ہوتا تو بھی، غروب ہوتا تو بھی۔ اس کی دھوپ اس کے دہانے میں داخل ہوتی۔

۱۹ آفاط کا واحد یقظ ہے۔ رقد کا واحد راقد۔

۲۰ وصید غار کا صحن یا دروازہ کی چوکھٹ و صید فناء للبت اور عتبات الباب۔

لَوِ اطَّلَعَتْ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْت مِنْهُمْ فِرَارًا وَكَلَيْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۱۸

اگر تو بھیجا تک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو ۱۸۔ اور تو بھڑکتے انکے منظر کو دیکھ کر بیت سے۔

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ط قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ

اور اسی طرح ہم نے انہیں بیدار کر دیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے ایک دوسرے کو پوچھ سکیں لگاتار ایک کہنے والا ان کو تم یہاں کتنی

لَيْسْتُمْ ط قَالَ الْوَالِئْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا

مدت تمہیرے ہو کچھ بعض نے کہا تمہیرے ہونگے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ دو دنوں نے کہا تمہارا رب بہتر جانتا ہے

لَيْسْتُمْ ط فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ

جتنی مدت تمہیرے ہو پھر کسی کو اپنے ساتھیوں کے پاس ایک سکہ کے ساتھ شہر کی طرف لے جاؤ پس وہ دیکھے کہ

إِنِّي أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ

کس کے ہاں عمدہ پکانا کھانا ملتا ہے پس دو لے آئے تمہارے پاس کھانا وہاں سے۔ اسے چھپے کہ خوش خلقی کے نام لے آئے اور کسی کو

۲۵ سے ان کے رعب اور بیت کی وجہ کیا تھی۔ اس کی کئی وجہیں بیان کی گئی ہیں لیکن صحیح وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سارے

ماحول کو اتنا ڈرنا اور بھیجا تک بنا دیا تھا کہ وہاں پہنچے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل ڈوبنے لگتا اور کسی شخص کو اندر

جانے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ قیل ان الله تعالى منعهم بالربع لئلا يدخل عليهم احد وهو الصحيح المختار۔ (قرطبی)

۲۶ جیسے ہم نے اپنی قدرت اتنے طویل عرصہ تک مخیرا ب رکھا اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے انہیں بیدار کر دیا۔

۲۷ انہیں محسوس ہوا کہ خلاف معمول آج وہ زیادہ وقت ہی سوتے رہے ہیں اس لیے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔

۲۸ سونے کی مدت کے متعلق کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ آخر طے یہ ہوا کہ اس فضول بحث میں وقت ضائع کرنے کی

ضرورت نہیں اس کو خدا کے سپرد کر دو، وہی صحیح طور پر اس وقت کو جانتا ہے۔

۲۹ جبنا عرصہ سوتے رہے بشری تھا غصہ ہر طے رہے اور جب جاگے تو خالی پیٹ نے کھانا طلب کرنا شروع کر دیا۔

۳۰ بادشاہ سے بھاگ کر آئے تھے پوچھے جانے کا ہر وقت کھانا لگا ہوا تھا۔ جو شخص کھانا لانے کے لیے جانے لگا اسے خصوصیت

اس امر کی تاکید کر دی گئی کہ کوئی زیادتی بھی کرے تو درگزر کرنا ایسا نہ ہو کہ درشت کلامی کرے اور کپڑے جاؤ اور لینے کے دینے

پڑ جائیں اور یہ بھی اسے تنبیہ کی گئی کہ خیال رہے کہ کوئی تمہیں پہچاننے نہ پائے۔ چپکے سے ایسے راستے سے جاؤ جہاں زیادہ

تفسیر القرآن مجید جلد سوم حصہ اول صفحہ ۱۹

بِكُمْ أَحَدًا ۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ

تصاری خنجر ہونے سے۔ وہ لوگ اگر آگاہ ہو گئے۔ تم پر۔ تو وہ تمہیں پتھر مارا کر ہلاک کر دیں گے یا تمہیں (جبراً)

فِي مَدِيْنَتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْا اِذَا اَبَدًا ۲۰ وَكَذٰلِكَ اَعْتَرَا عَلِيْهِمْ

لؤنادینکے اپنے رخصتے اندھب میں اور اگر تم نے ایسا کیا، تو تم بھی فلاح نہیں پاسو گے ۲۰ اور سستی والوں کو تم نے اپنا تک

لِيَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِذَا

آگاہ کر دیا ان (صحابہ کھنہ) پر تاکہ وہ جان لیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور بلاشبہ قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے جب

يَتَنٰزَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْنَا رُبٰنُكُمْ

وہ سستی والے بھگڑ رہے تھے آپس میں انکے معاملہ میں تو بعض نے کہا کہ (بطور یادگار) تعمیر کرو انکے غار پر کوئی عمارت لے لے لے لے لے

کہا گئی نہ ہوسا مان خوراک لو اور واپس لوٹ آؤ! ایسا نہ ہو کہ بازار کے ہنگاموں میں کھو جاؤ اور پہچان لے لے جاؤ۔
۱۹ اور اگر تم بچو گے تو وہ ہم سب کو گرفتار کر لیں گے۔ نہ انہیں جہادی اٹھتی جوانیوں پر رحم آئیگا اور نہ وہ بہاری پاکدامنی پر
ترس کھائیں گے کسی چور اپنے میں کھڑا کر کے وہ ہمیں سنگسار کر دیں گے۔ ہمارے بچنے کی ایک ہی صورت ہوگی کہ ہم انکی بت پرستی
کو قبول کر لیں۔

۲۰ اور اگر ایمان دے کر ہم نے جان بچالی تو یہ ایسا خسارے کا سودا ہوگا جس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔
۲۰ اگرچہ عیسائی مذہب گانی پھیل چکا تھا لیکن ابھی ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے آبائی مشرکانہ عقاید پر ڈٹے ہوئے تھے
اور قیامت پر ان کا عقیدہ نہ تھا نیز وقت گزرنے کے ساتھ عیسائیوں میں بھی عقاید کی غوا سیاں رونما ہو چکی تھیں۔
ان میں بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو یا تو سرے سے قیامت کا منکر تھا یا روحانی حشر کا قائل تھا۔ جسمانی حشر کا مذاق آڑا تا
تھا۔ بادشاہ وقت کو اس امر سے بڑی تشویش تھی۔ وہ اپنے دین کے اس بنیادی عقیدے کی قطعاً کھینک گوارا نہ کر سکتا تھا لیکن اس
کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل بھی نہ تھی جس سے وہ منکرین قیامت کو دندان شکن جواب دے سکے! اللہ تعالیٰ نے اس نماز
میں سینکڑوں سال سونے والے صحابہ کھنہ کو صحیح و سلامت جموں کے ساتھ بیدار کر کے اپنی قدرت کاملہ کا ایک قابل
ترویج ثبوت تہیا کر دیا اور سب کو یقین کرنا پڑا کہ جو خدا ورسوسال تک غار میں سونے والوں کو یوں صحیح و سالم اٹھا سکتا
ہے اسکے سامنے کیا بعید ہے کہ تمام مڑوں کو قیامت کے دن زندہ کر کے کھڑا کر دے۔

۲۰ صحابہ کھنہ نے بیدار ہونے کے کچھ عرصہ بعد طبعی وفات پائی اب باہمی اختلاف ہوا بعض کی رائے یہ تھی کہ

اعلمہم قال الذین غلبوا علی امرہم لنتخذن علیہم

انکے سوال سے خوب افسوس۔ کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد

مسیدا ۲۱ سيقولون ثلثہ رابعہم کلبہم ویقولون خمسہ سادسہم

بنائیں گے۔ کچھ کہیں گے کہ اصحاب کہف میں تھے چوتھا ان کا کتا تھا ہشلہ کہ نہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا

کلبہم رجما بالغیب ویقولون سبعة و ثامنہم کلبہم قل ربی

کاتھا یہ سب ٹھینے ہیں بن دیکھے۔ اور کچھ کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا تالہ آپ فرمائیے

غار کے دروازے پر دیوار چٹنی جاتے تاکہ اندر کوئی نہ جا سکے بعض کی رائے یہ تھی کہ انکے پڑوس میں ایک مسجد تعمیر کر دی جائے تاکہ آنے والے اس میں عبادت کر سکیں اور اس طرح اصحاب کہف کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ انا بعضہم قال الاولی ان یسد باب الکہف لتلاید حل علیہم وقال آخرون بل الاولی ان ینبئ علی باب الکہف مسجد و ہذا لقول یدل علی ان اولئک الاقوام کا نوا عارفین باللہ معترفین بالعبادۃ و الصلوۃ۔ (رازی) علامہ ثناء اللہ پانی پتی یہاں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب ان سے تبرک حاصل کرنے کے لیے مسجد بنانا جائز ہے۔ ہذا الایۃ تدل علی جواز بنا المسجد لیصلی فیہ عند عقاب اولیاء اللہ تصدأ للتبرک۔ (ظہری)

اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جن احادیث میں مسجد بنانے کی ممانعت مذکور ہے وہاں مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف مسجد نہ کیا جائے ومعنی اتخذوا قبورا نبیاء ہم مساجد انہم یسجدون الی القبور کا ماہو صحیح عرف حدیث ابی المرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا رواہ مسلم۔ یعنی ابو مرثد غنوی سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف منکر کے نماز پڑھو (ظہری) ۲۳ اصحاب کہف کی تعداد میں بھی عیسائی مختلف الرأی تھے یعقوبیہ فرقہ کہتا وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے نستور یہ کہتے چار ہیں پانچواں ان کا کتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ محض ان کی قیاس آرائیاں ہیں اور وہ ظن و تخمین کے گھوڑے دوڑاتے پھرتے ہیں رجما بالغیب منصوب علی المصدریۃ یعنی یہ چونکہ رجما ویرہون رہیا بالمعبر انساب عنہم (ظہری)

۲۴ بعض کا خیال ہے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا اکثر علماء کی رائے میں یہ تعدد صحیح ہے۔ کیونکہ جس طرح پہلے دو قبروں کے متعلق قرآن نے رجما بالغیب کا لفظ ذکر کیا ہے اس کے لیے نہیں کیا۔

أَعْلَمُ بَعْدَ تَهُمَّ تَابِعَلَهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُتَمَارَ فِيْهِمْ إِلَّا مِرَاءً

(اس بحث کو پہنے دو) میرا رب بہتر جانتا ہے انکی تعداد کو اور نہیں جانتے ان کی صحیح تعداد کو مگر چند آدمی جو بحث کو روکنے کے بارے

ظاہراً وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۗ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنْ

میں کچھ اس کے کہ سرسری سی گفتگو ہر جہلے شکہ اور نہ دریافت کرنا انکے متعلق (اہل کتاب) میں کسی اور سے ہرگز نہ کہنا کسی چیز کے

فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۗ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ ۗ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ

متعلق کہ میں اسے کرنا یا لاہوں کل عجزانہ کہ ساتھ یہ بھی کہو اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے لگے اور یاد کر اپنے رب کو جب بھول جاتے ہوئے

شے یہ فرما کر سارا جھگڑا ہی ختم کر دیا کہ یہ کونسی اہم بات جس کے تصفیہ کے لیے تم آپس میں دست بگریباں ہو۔ اسے خدا کے سپرد کر دو۔ وہ ان کی تعداد خوب جانتا ہے! اور وہ لوگ معدوم سے چند ہیں جن کو ان کی صحیح تعداد کا علم ہے حضرت ابن عباس سے اصحاب کہف کے مندرجہ ذیل نام منقول ہیں:-

یسکینا، یلیغابہ، مطونس، سفونس، سارینوس، ذونواس، کھسطینوس۔ (مظہری)

شکہ یعنی نصاریٰ سے اس بارے میں الجھنے کی ضرورت نہیں نہ اس بحث میں اتنا تو غل کرنا چاہیے۔ ہاں سرسری گفتگو کے طور پر بات چیت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ان آیات بینات کے بعد ان کے متعلق دریافت کرنے کی تمہیں کیا ضرورت ہے۔

۳۹ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محرم کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و تادیب کا ذمہ خود اٹھایا تاکہ اس کے محبوب پر کسی کا احسان نہ ہو بلکہ جو ہو وہ اسی حبیب کے خوان احسان و انعام کا ریزہ چین ہو۔ وہ خود ہی اس کا معلم، خود ہی مرئی اور خود ہی اس کا مونس ہے! اس امر کے متعلق سورہ وضحیٰ میں فرمایا اللہ یبدک یتیمًا فادع الہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پایا تو اپنے آغوش کرم میں آپ کو پناہ دی! اب آپ خود غور فرمائیے جس کی تعلیم و تربیت علیم حکیم خداوند کریم نے فرمائی ہوگی اس کے علم و دانش کا اور اس کے مکارم اخلاق کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے! انہی اسباق میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تلمیذ ارشد کو پڑھائے ایک یہ سبق ہے جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی اے حبیب اگر آپ یہ ارادہ کریں کہ کل آپ فلاں کام کریں گے تو یوں مت کہو کہ کل میں ایسا کروں گا بلکہ اس طرح کہو کہ اگر میرے خداوند کریم کو منظور ہوا تو کل میں ایسا کروں گا اس طرح ایک تو اظہار حقیقت ہے کہ کوئی کسی کے پاس وسائل کی کتنی فراوانی ہو اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو اس کی ساری سعی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہر چیز کے وقوع پذیر ہونے کا انحصار مشیت الہی پر ہے۔ دوسرا مومن کی شان ہی یہ ہے کہ ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ اس کی نظر کرم سے راہ کی ساری صعوبتیں خود بخود دور ہوتی چلی جائیں۔ علامہ ابن جریر

عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبٍ مِنْ هَذَا رَشَدًا ۗ وَكَيْتُوَانِي كَهْفِهِمْ

(یہ بھی) کہو کہ مجھے ایسا ہی ہے کہ کھانے کا مجھے میرا رب اس سے بھی قریب ہی ہدایت کی راہ لگے اور (اہل کتاب کہتے ہیں کہ) وہ

ثَلَاثَ يَأْتِي سِنِينَ وَازْدَادُوا تَسْعًا ۗ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لِيَتُوًّا لَهُ

تیسرے برس اپنے غار میں تین عرصاں اور زیادہ کیلئے تھوڑے (اسی) نو سال (جواب) فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جتنی بد وہ بھیجے

کھتے ہیں دھندلا دیکھنا من اللہ عز ذکرة لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم عہدالیہ ان لایحکم علی ما یحدث من الامور انہ کانہ لایحالیہ الان یصلہ بمشیئہ اللہ تعالیٰ - یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو یاد دہا کیا کہ کسی کام کے واقع ہونے کے متعلق یقین نہ کریں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے واقعہ نہ نہ کر لیں۔

بلکہ اگر یاد الہی سے کبھی غفلت ہو جائے تو غفلت کے سلسلہ کو دراز نہ ہونے دو بلکہ جلد از جلد اس کو ختم کرو جب بھی غفلت کا احساس ہو تو وقت ضائع کیے بغیر ذکر الہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اسی سے علماء کرام نے نماز کی قضا پر استدلال کیا ہے۔

عارف باللہ علامہ پانی پتی نے خوب لکھا ہے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا سب پیاری پیاری یادوں کو دل سے محو کر چکو تو یاد الہی میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ اس یاد الہی میں کیا لطف جب

اس کے ساتھ ساتھ دوسری یادیں بھی تمہارے منہاں فنا نہ دل میں سرچھپائے بیٹھی ہوں و قالت الصوفیۃ العالیۃ ان معنی الآیۃ واذکور ربک اذا نسیت ما عداہ فالواذکرا اللہ سبحانہ انما لایتصور ما علم یحصل

لقلبہ نسیان متساوۃ اس کے بعد لکھتے ہیں و هذا التاویل ان سب ہنطوق کتاب وفق للعربیۃ و بعد من التعمد (ظہری) لکھتے ہیں معنی استثناء (انشاء اللہ) نہ کہنے کی وجہ سے جو احساس ندامت ہو اور اس سے استغفار کی جائے تو وہ مال و ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے اس جملہ کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب کفار نے غمناک و آزمائش کے لیے حضورؐ سے

اصحاب کھف کا حال دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو ان کے حال پر آگاہی بخشی اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو جو اصحاب کھف کے حالات بتانے کو آپ کی نبوت اور صداقت کی دلیل قرار دے رہے ہیں کہ میں کہہ دیتا ہوں کہ یہ

کی ایسی ایسی روشن دلیلیں اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائے والا ہے کہ ان کے سامنے اس واقعہ کا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا یہ لکھنے کے بعد علامہ مذکور لکھتے ہیں وقد فعل حیث آتانا علم غیب المرسلین و علم ما کان وما یكون ما ہوا وضح فی الحجۃ و اقرب

الی الرشد من نصیر اصحاب (ظہری)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسا کر بھی دیا کہ اپنے محبوب کو مرسلین کے غیب کا علم اور علم ماکان وما یكون عطا فرمایا جو حضورؐ کی نبوت و رسالت کی واضح اور پختہ دلیل ہے۔

۲۳ امام ابن جریر نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ حضرت قتادہ کا مذہب یہ ہے کہ تین سو نو سال کی یہ مدت یہودیوں کا

غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصُرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ

اسی کے لیے دلم غیبی آسمانوں اور زمین کا وہ بڑا دیکھنے والا ہے اور سب باتیں سننے والا ہے تاکہ ہمیں ان کا اسکے سوا

مَنْ وَاٰتِي وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ اَحَدًا ۝۱۸ وَاٰتِلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ

کوئی دوست اور وہ نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو تاکہ اور پڑھنا سننے (انہیں) جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی

كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدَّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۝۱۹ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝۲۰

طرف آپ کے رب کی کتاب کے کوئی بدلنے والا نہیں اسکے ارشاد کا۔ اور نہیں پائیں گے آپ کے سوا کوئی پناہ گاہ ۱۹

وَاَصْدِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ

اور رُکے رکھیے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام

قول ہے یہ قرآن کی بیان کردہ مدت نہیں۔ ورنہ بعد میں یہ نہ فرمایا جاتا مگر اللہ اعلم بالمشاوا کا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے یعنی مدت

وہ ٹھہرے اور قنادہ کے اس قول کی تائید حضرت ابن سعود کی قرأت سے ہوتی ہے۔ وقال اول بشاف الكهف۔

اب جب حقیقت یہ ہے کہ زمین سو نو سال کی مدت قرآن کی بیان کردہ مدت نہیں بلکہ اہل کتاب کی رائے ذکر کی گئی

اور پھر اس کے بعد اس کی تردید کر دی گئی تو اب گہن (GIBBON) نے قرآن اور صاحب قرآن پر اس وجہ سے جو اعتراض

کیا ہے کہ یہ مدت غلط ہے صحیح مدت ۱۸۶ سال ہے۔ خود ہی باطل ہو گیا اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ قرآن کی

بیان کردہ مدت ہے تو ہم گہن سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تمہارے پاس کون سی ایسی قطعی دلیل ہے جس کی بنا پر

۱۸۶ سال کا تعین کر رہے ہو۔ تمہارے پاس بھی لے لے کر سنی سنائی باتیں ہیں۔ کیا ان میں اتنی جان ہے کہ انہیں

قرآن کے حتمی بیانات کا مد مقابل تصور کیا جاسکے۔

۴۳ فعل تعجب کے صیغے میں مطلب یہ ہے کہ وہ خوب دیکھنے والا اور خوب سننے والا ہے۔

۴۴ ان کا وہی مدنگار اور کار ساز ہے۔ وہ اپنے فیصلوں میں کسی کی شراکت گوارا نہیں کرتا نہ اس کی کوئی مزاحمت

کر سکتا ہے اور نہ اس کی حکمرانی میں کوئی حصہ دار بن سکتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کسی غیب کو

داخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے۔

۵۵ قرآن کی جگہ پناہ گاہ۔

يُرِيدُونَ وَجْهًا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

طلب گاریں اسکی رضا کے لئے اور نہ ہمیں آپکی نگاہیں ان سے کیا آپ چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت کے

لئے عیسیٰ بن حسن الغزالی جو قبیلہ مصر کا سردار تھا اسلام لانے سے پہلے ایک فعدہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ وہاں سلمان فارسی، ابو ذر اور دیگر فقرا صحابہ نبوت و یدار حبیب کلف اندوز ہو رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ پینے کی بوتلیوں سے انہوں نے اٹھ رہی تھی۔ عیسیٰ نے کہا کیا یہ بدبو آپ کو تنگ نہیں کرتی۔ ہم قبیلہ مصر کے سردار ہیں۔ اگر ہم آپ کا دین قبول کر لیں تو سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ہمارا آپ کے پاس آنے کو جی تو چاہتا ہے لیکن جب آتے ہیں تو غلظت اور بدبو دیکھ کر پشیمان ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہاں سے اٹھا دیں ہم آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں یا ان کے لیے کسی ایسی مجلس کا انتظام کریں۔ تاکہ ان کا تعفن ہمارے دماغوں کو پریشان نہ کرے۔ فوراً جبریل فرشتہ انہیں لے کر نازل ہوئے۔ انہیں بنفلس مع الذین اللہ تعالیٰ کو ان مغرور اور تکبر لوگوں کی ہم نشینی پسند نہیں۔ آپ ان کے لیے ان لوگوں کی صحبت ترک نہ کریں جن کی زندگی کا مقصد وحید صرف اپنے رب کریم کی رضا جوئی ہے جو صبح و شام بلکہ ہر لمحہ اس کی یاد اور اس کی محبت میں محو رہتے ہیں۔ وہ تیری نگاہ کرم کے پیلے ہیں۔ وہ تیری نظر محبت کے جلوے ہیں جب تو ان کو ایک تہہ شفقت و محبت بھرے انداز سے دیکھ لیتا ہے تو یہ سب رنج و غم بھول جاتے ہیں۔ اسے محبوب ایسا نہ ہو کہ تیری نگاہ و عنایت ان سے پھر جائے۔ ان سے یہ صدمہ برداشت نہ ہوگا لانہ عینک عنہم کے اس جملہ سے دلنوازی اور دلربائی کے جو انداز سکھاتے جا رہے ہیں ان کی کشش کسی درد کے مارے سے پوچھو وہ تمہیں بتائے گا کہ اس کی ساری خوشیاں اس کی نگاہ کرم کے ایک گوشہ میں سمٹ کر آگئی ہیں۔ ایسی ایک سہارے پر وہ جھکے صدمے اور جدائی کی طویل گھڑیاں خوشی خوشی گزار دیتے ہیں۔ اسے در محبت کے بیمار و بسترہ باد! نگاہ حبیب تم محروم نہیں ہو گئے۔ علامہ آکوسی نے کیا خوب لکھا ہے فائدہ ماہنے علیہ الصلوٰۃ والسلام تعد علیہم ذلک لانہم عشاق الحضرة و جعلی اللہ علیہ وسلم مرآة عرش تجلیہا معدن اسرارها و مشرق انوارها سنی داؤد صلی اللہ علیہ وسلم عاشق و متقی غاب عنہم کتبوا و طاشوا و اما صحبة الفقرا و بالنسبة الی غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم ففاسد تھا تعد الی من صحبہم فہم القوم لا یشتق جلیبہم (روح المعانی)

ترجمہ :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا فائدہ تو ان فقرا کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ بارگاہ الہی کے عشاق ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انوار الہی کے لیے آئینہ اور اس کی تجلیات کے لیے عرش اور اس کے اسرار کا معدن اور اس کے انوار کا مشرق ہیں۔ صحابہ کرام جب حضور کے روتے زیبا کو دیکھتے تھے تو انہیں زندگی کا لطف حاصل ہوتا تھا اور جب حضور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے تھے تو وہ ریجیدہ خاطر اور پریشان ہو جاتے تھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور لوگ جو ان فقرا کی صحبت سے شرف ہوتے ہیں اس صحبت کا فائدہ انہیں نصیب ہوتا ہے کیونکہ

وَلَا تَطْعَمَنْ اغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَهُ هَوَاهُ وَكَانَ امْرَاً

اور نہ پیری چھپے لگے اس (بلیصیب) کی فاعل کڑیا ہے ہم نے جسے دل کو اپنی یاد اور ہوا اتباع کرتے اپنی خواہش کا اور اس کا معاملہ

فُرُطًا ۳۸ وَقِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ

سہ کڑیا ہے لگے اور فرمائیے حق تمہارے رب کی طرف ہے پس جس کا جی چاہے وہ ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے

اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والے وہ گروہ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا۔

لا تعد عینک عنہم پر غور فرمائیے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنی نگاہیں ان سے نہ پھیر لیں۔ کیوں کہ تعد مخاطب کا صیغہ نہیں بلکہ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اس کا فاعل حضور نہیں بلکہ عینک ہے اور تعد یہاں متعدی مستعمل نہیں بلکہ تنصوف کے معنی میں لازمی ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں اور اپنے غلاموں سے دانستہ اور قصداً تو نگاہ نہ پھیرتے لیکن کہیں بے دھیالی کے عالم میں نگاہیں نہ پھیر جائیں۔

۳۸ لکن علامہ قرطبی لکھتے ہیں ولم یبد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یفعل ذلک ولکن اللہ تعالیٰ یفعل ما ینفعہ ولیس هذا باکثر من قولہ لان اشکت یعبطن عملک یعنی حضور نے زینت دنیا کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ارادہ کرنے سے منہ ستر دی۔ یہ جملہ بعینہ اسی طرح ہے لکن اشکت یعنی اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے حالانکہ شرک کا حد و حضور سے محال ہے۔

۳۹ یعنی جو بے خبر لوگ آپ کے سامنے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ان غریب مسکین لوگوں کو اپنی مجلس میں شرفیاب ہونے سے روک دیجیے تاکہ رسوا اور امر آپ کے پاس بیٹھ سکیں۔ یہ لوگ ایسے نہیں کہ ان کی بات مانی جائے بلکہ ہم نے ان کے دلوں کو اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے۔ یہ عقل سلیم کے تقاضوں سے سراسر غافل ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ خوب ناخوب رو و ناروا صحیح اور غلط کی تمیز ان میں نہیں۔

۴۰ لکن فسط اگر تغذیہ سے ہو تو اس کا معنی ہوگا اقصیٰ اور کوتاہی یعنی وہ ایمان لانے سے قاصر ہیں۔ ان میں یہ ہمت ہی نہیں کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کو قبول کر سکیں اور اگر فریاد سے ہو تو اس کا معنی حد سے تجاوز کر جانا ہے۔ (قرطبی) ۴۱ نہت یہ لوگ جو بڑے معتبر بنے پھرتے ہیں اور آپ کو شور دینے لگے ہیں کہ فلاں کو اپنے پاس بیٹھنے دو اور فلاں کو مت بیٹھنے دو۔ فلاں گنڈے ہائے کپڑوں سے بھرتی ہے اور فلاں اپنے قبیلہ کا رئیس ہے بڑا مالدار اور جاگیردار ہے۔ سو اپنے ہاں جگڑیں گے تو سب لوگ آپ کے حلقہ آراوت میں داخل ہو جائیں گے۔ اے حبیب ان حقیقت ناشناسوں کو بتادو کہ تمہارا دل چاہے ایمان لے آو اور دل نہ چاہے تو ایمان نہ لے آو۔ ہم تمہاری پاسداری کے لیے ان کشمکشان خیر تسلیم سے روگردانی نہیں کر سکتے اگر اللہ تعالیٰ نے ان پٹے پرانے کپڑے پہننے والوں کو ہمت ایمان سے نوازا ہے اور تم تمہاریوں کو نظر انداز کر دیا ہے تو یہ اس کی مرضی انسا

الاعمال

فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ

کفر کرنا ہے۔ بیشک ہم نے تیار کر رکھی ہے ظالموں کے لیے آگ اھے گھیر لیا ہے انھیں اس آگ کی دیوار نے۔ اور اگر وہ

يَسْتَعِينُوا يُعَاثُوا بِهَاءِ كَالهٰهْلِ يَشْوِي الوجوه بِسُّ الشَّرَابِ وَط

فریاد کرینگے تو انکی فریاد ورس کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلظت) ہے (اور اتنا گرم کہ) جھون ڈالنا ہے چہڑوں کو یہ

سَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ

شراب پڑانا کو اپنے در پیر گاہ بڑی تکلیف دہ ہے۔ بیشک لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو ہمارے دستور ہے کہ ہم مضائقہ

مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَدَّتْ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ

نہیں کتنے کسی کا اجر جو عمد اور مضید کام کرتا ہے یہی وہ خوش نصیب ہیں جنکے لیے پوسٹ کی کے جنت میں اھے ڈال ہیں جن کے نیچے

صعدید و تنهدید (رقطبی) یعنی ان الفاظ سے انہیں دمکی دی جا رہی ہے اور انہیں عذاب شدید سے ڈرایا جا رہا ہے۔ اھے لیکن یہ یاد رہے کہ اگر تم اسی غفلت اور خود پرستی میں مر گئے تو جس عذاب میں تمہیں ڈالا جائے گا اس کا تصور اس حال بھی سن لو تاکہ اس وقت یہ نہ کہو کہ ہمیں اس ہرناک انجام کی خبر نہ تھی ورنہ ہم کیوں حق کا انکار کرتے۔

چند شکل الفاظ کی تشریح۔ سداق جمع سداقات کل ما حلط بشی من حافظہ مضرباً وخباً ہر وہ چیز جو کسی کو اپنے گھیرے میں لے لے جیسے دیوار خمیرہ وغیرہ حضرت ابوسعید خدری نے رسول کریم سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آگ کی چار دیواریں ہیں۔ ہر ایک اتنی موٹی ہوگی کہ اسے طے کرنے کے لیے چالیس سال درکار ہوں گے۔ (ترمذی۔ احمد)

مہل مجاہد سے اس کا یہ معنی مروی ہے قال مجاہد۔ هو القعج والدم پیپا ورن خون من ابن عباس اسود کعکس الزيت یعنی تیل کا سیاہ پھٹ جو نیچے جم جاتا ہے۔ یسوی جھوننا بس الشراب میں مخصوص بالذم المہل ہے اور ساءت کا مخصوص بالذم الشارب ہے۔ ترجمہ میں اسی معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۲۷ھ کفار کے عذاب الیم کے ذکر کے بعد ان انعامات و احسانات کا بیان ہو رہا ہے جن سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو سرفراز فرمائیں گے۔

۲۸ھ اس جنت کا نام عدن ہے جو وسط میں ہے جنت (واحد) کہنے کی جگہ جنت عدن (جمع) استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنت اتنی کشادہ و وسیع ہے گویا وہ ایک جنت نہیں بلکہ کئی جنتوں کا مجموعہ ہے۔ اساد جمع ہے اس کا واحد اسورہ۔ سندس اس کا واحد سندسہ ہے۔ وہ کپڑا جو باریک ریشم سے بنایا گیا ہو۔ استبدق وہ کپڑا جو موٹے ریشم سے بنایا گیا ہو۔

الْأَنْهَارُ يُحْكُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا

ندیاں انھیں پہنائے جائیگی ان نہروں میں کنگن سونے کے اور پہنیں گے سبز رنگ لباس

خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِنِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نَعْمَ

جو ہار یک قسمی کپڑے اور موٹے قسمی کپڑے کا بنا ہوا ہوگا۔ تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے وہاں مرصع پتھروں پر۔ کتنا اچھا

الثَّوَابِ وَحَسُنَتْ لِمَنْ تَزَكَّى وَأَضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا لِرَجُلَيْنِ جَعَلْنَا

ہے یہ اجر اور کتنی عمدہ ہے یہ آرام گاہ۔ اور بیان فرمائیے ان کے لیے مثال اگھے دو آدمیوں کی ہم نے دیئے تھے

لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا

ان دونوں میں سے ایک کو دو باغ انگوروں کے اور ہم نے باڑ بنا دی ان دونوں کے ارد گرد کھجور (کے درختوں) کی اور

ادناٹ اس کا واحد اں یکہ وہ نشست گاہ جو لوہاں کے جھانے کھیلے آستہ زمین کی جاتی ہے لادیکہ: سیدہ زمین فلنخز ونخلا
۱۲۷۵ دنیا کی بے ثباتی اور اہل دنیا کی حواں فہمی کو ایک مثال سے واضح کیا جا رہا ہے۔ اہل عرب جن کی زمین خجسہ
اور تہا بل کاشت ہے جہاں پانی قلیل بلکہ اکثر مقامات پر نایاب ہے جہاں اگر کھجور کے چند سرسبز درختوں کا جھنڈ نظر آجائے
تو خوشی کی حد نہیں رہتی۔ ان لوگوں کے سامنے ان دو آدمیوں میں سے ایک کی ثروت اور خوشحالی کا جو نقشہ پیش کیا گیا
ہے کتنا دلنشین اور اثر آفرین ہے۔

ایک شخص کے پاس باغ ہیں جہاں خوش آئند انگوروں کی البیلی بیلیں اپنی بہار دکھا رہی ہیں ان باغوں کے ارد گرد
بلند قامت کھجوروں کے درخت کھڑے ہیں جو اس باغ کو آندھیوں سے بھی بچاتے ہیں اور اپنے عمدہ اور شیریں پھل کے
باعث بذات خود بھی منفعت بخش ہیں مزید برآں انگوروں کی بیلیوں کی قطاروں میں جو جگہ بچ گئی ہے وہ بھی بیکار نہیں
بلکہ وہاں بھی کھیتی باڑی کی جاتی ہے اور کسی جنسیں کاشت ہوتی ہیں۔

علم زراعت باغبانی کے جدید ماہرین جس چرچ بندی کو آج مثالی قرار دے رہے ہیں۔ قرآن نے پہلے ہی اپنے ماننے
والوں کو یہ نقشہ بتا دیا تھا انھوں نے شام، مصر، اندلس وغیرہ میں باغ لگوائے اور ان ویران علاقوں کو اپنی محنت اور مہنہ زحمت
سے رشاک ارم بنا دیا۔ قوم کے قولے عمل کو راحت طلبی اور کم کوشی کا گھن لگا تو ان کے دوسرے علوم و فنون کی طرح ان
کافین باغبانی بھی اس جہد گیر زوال سے بچ نہ سکا۔ ورنہ مغلوں کے لگائے ہوئے باغات اور پریند کاری کے ذریعہ سے
ہر پھل اور جنس میں نئی اقسام کی اختراع کے معلوم نہیں صرف آموں کی مختلف قسمیں سینکڑوں سے متجاوز ہیں۔

۱۲۷۵

بَيْنَمَا زُرَعًا ۖ كَلَّمَا الْجَنَّتَيْنِ اتَتْ أُكْهَأَ وَلَمْ تَظْلَمْ مِنْهُ شَيْئًا ۗ

اگادی ان دونوں کو دیکھتی تھیں۔ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لاتے اور نہ کم ہوتی ان سے کوئی چیز۔ اور

فَجَزْنَا خِلْمَهُمَا نَهْرًا ۗ وَكَانَ لَهُ شُرُفًا ۖ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ

جہن نے جاری کر دیں ان کے درمیان نہریں۔ اور باغوں کے علاوہ اور بھی اس کے مال تھے شے تو ایک (۲) اس نے اپنے ساتھی

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا ۗ وَأَعَزُّ نَفَرًا ۗ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۗ

سے بحث مباحثہ کرتے اور ان کہا کہ میں دولت کے لحاظ سے تجھی تم سے زیادہ خوش قسمت اور غریب کے لحاظ سے تجھی تم سے طاقتور ہوں اور ایک (۳) وہ

قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۗ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۗ

اپنے باغ میں گیا اور گمان کیا کہ وہ اپنی جان بچھڑ کر نہ لے گا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ سب برباد ہو جائے اور میں یہ خیال

لَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۗ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ

بھی نہیں کرتا کہ تجھی قیامت بھی برپا ہوگی اور بغرض حال اگر مجھے لوٹا گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میں اچھے پادوں کا اس (۴) زہر پستاق سے

۱۷۵ شے ازہری جو لہکتے امام ہیں کہتے ہیں ثمرۃ کی جمع ثمرۃ اور ثمرۃ کی جمع ثمار ہے اور ثمار کی جمع ثمر ہے قال الا زهر علی الشرة تجمع علی ثمرہ ویتجمع الثمر علی ثمار ثم یجمع الثمار علی ثمری اور ثمار میں ہے الشرة معدنۃ حمل الشجر و انواع المال الواحد ثمرۃ و ثمرۃ و جمعۃ ثمار و جمع الجمع ثمر و جمع الجمع الثمار۔ یہاں اس سے مراد باغات کے علاوہ جو مال و دولت کے ذخائر اس کے پاس تھے۔

۱۷۶ دولت مند آدمی اکثر کم طرف ہوتے ہیں اور اپنی دولت کا ذکر کرنے سے ذرا نہیں بچھکتے۔

۱۷۷ یعنی یہ باغ کبھی خزاں آتشا نہیں ہونگے میرا خزانہ دن بڑھتا ہی رہے گا۔ حادثات زمانہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

۱۷۸ خدا فراموش اور مادہ پرست افراد اور اقوام کا اندازہ فکر کبھی تقریباً یہی ہے۔ وہ کہتے ہیں پہلے تو وقوع قیامت کا امکان ہی نہیں۔ یہ محض جھوٹے عقلی ہے جس میں مذہب پرست لوگ مبتلا ہیں۔ اور خواہ مخواہ اس کے فکر میں صبح و شام گھلتے رہتے ہیں! اور اگر بغرض حال قیامت آہی گئی تو پھر بھی ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ماتھے کا ستارا چمکتا رہے وہاں بھی نجات کی ارجحندیاں ہمیں ہر طرح کی سعادتوں اور راحتوں سے بہرہ یاب کر دیں گی۔

وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ

بہتر لٹنے کی جگہ اسکے سامنے نے اسے بحث مباحثہ کے درمیان کہا کیا تو انکار کرتا ہے اس بات کا جس نے تجھے پیدا فرمایا مٹی سے پھر لٹا

ثُمَّ سَوَّيْكَ رَجُلًا ۗ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝۱۸ ۗ وَكَوَلَا

پھر بنا سنوار کر تجھے مرد بنایا۔ لیکن میں اتوں وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں شریک نہیں بھڑاتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو اور کو کہوں

إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَأَقْوَمُ إِلَّا بِاللَّهِ إِنْ تَرَنِ أَنَا

ایسا دہوا کہ جب باغ میں داخل ہوا تو کہتا ما شاء اللہ لا اقوۃ الا باللہ اڑی کہتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد بغیر کسی میں

أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ۝۱۹ ۗ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنَّ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

کوئی طاقت نہیں اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں کم ہوں لالہ تجھ سے مال اور اولاد میں پس عجب نہیں میرا رب مجھے عطا فرماؤ کوئی بہتر چیز

۱۹ اب مومن کی گفتگو سنیں اور اسی سے ایک بندہ مومن کی سیرت و کردار کا اندازہ لگائیے۔ لیکن اصل میں لکن انا ہے وہ کہتا ہے کہ تو اپنے خالق کو بھلا سکتا ہے جس نے تجھے تخلیق کے مختلف مرحلوں سے کمال حکمت کے ساتھ گزار کر یہاں تک پہنچایا ہے کہ تو ایک تندرست، خوبرو، باوقار مرد بن گیا لیکن میں تو اپنے خالق کو بھلانے کی جرأت نہیں کر سکتا اور صاف صاف اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا پروردگار ہے اور میں کسی بڑی سے بڑی چیز کو بھی اس کا شریک بنانے کی غلطی نہیں کروں گا۔ عبارت یوں ہوتی لیکن انا ہوا اللہ ربی اس کی ترکیب یہ ہے انا جنتاً اول، ہد جنتاً ثانی، اللہ جنتاً ثالث، دجا اس کی خبر، دونوں مل کر جنتاً ثانی کی خبر یہ اپنی خبر سے مل کر انا جنتاً اول کی خبر البربان زکشی، جلد ۳ ص ۳۹۔

۱۸ ۱۹ اللہ دیکھتے کہ کتنی حماقت کی کہ جب تو اس پھلے پھولے باغ میں آیا تو داخل ہوتے وقت تو نے انا بھی نہ کہا ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ یعنی وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور کسی کے پاس کوئی قوت اختیار نہیں جس سے وہ کوئی کام کر سکے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا معاون ہو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں راہی نبینا فاعجبہ قال ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ لم یضغ اگر کوئی شخص کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے پسند لے تو یہ کہے ما شاء اللہ اسے نظر نہیں ملے گی۔ اے تیری کم گاہی پر صدافوس، تو مجھے اس لیے حقیر سمجھ رہا ہے کہ میں تجھ سے مال اولاد میں کم ہوں۔

۱۸ ۱۹ میں اپنے فقر وفاقہ کے باوجود اپنے رب کریم کی جود و سخا سے مایوس نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مجھے ایسی چیزیں بخشے گا جن کا تم تصور ہی نہیں کر سکتے اور یہ شاہد اب باغات اور مہمانی ہوتی فصلیں جن کی وجہ سے تم مجھ پر کہے ہو فانی ہیں۔ غضب الہی کی ایک پہلی ان کا نشانہ ایک شادی کی ایسی فانی اور ناپائیدار چیز پر مغرور ہو کر اپنے بے قدری سے دکھائی قرین عقلمندی نہیں۔

وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حُمْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا ۝۵۰

خیر اس بلوغ سے اور آسمان سے بلوغ پر کوئی آسمانی عذاب آئے تو ہوجائے یہ درستی اور باغ ایک تیزیل میدان۔ یاروں

يُصْبِحُ مَاءً غُورًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلِبًا ۝۵۱ وَأَحْيَيْتُمْ مِرَّةً فَأَصْبَحَ

بند ہوجائے اس کا پانی زمین کی گہرائی میں کچھ تو اس کو تلاش کے باوجود نہ پاسکے۔ اور اس کو باغ کا پھل برباد ہو گیا ہے پس یہ

يُقَلِّبُ كَفْيَهُ عَلَىٰ مَا انْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ

کف افسوس ملنے لگا اس مال کے نقصان پر جو اس نے بلوغ پر خرچ کیا تھا اور اب وہ گرا پڑا تھا اپنے چھپنوں پر اور (صبرت) کہنے لگا

يَلَيْتَنِي لَمْ أَشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝۵۲ وَلَمْ تَكُنْ لَكَ فِئَةٌ يَّتَصَرَّوْنَ مِنْ

کاش! میں نے کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنایا ہوتا۔ اور نہ ہی تھی اس کے پاس کوئی جماعت جو اس کی مدد کرتی

دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝۵۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اور نہ وہ بدل لینے کے قابل تھا۔ یہاں سے ثابت ہو گیا کہ سارا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بہتر فرما

تھے علامہ بیضاوی نے فرمایا ہے کہ یہ حساب، حسابانہ کی جمع ہے اس کا معنی بجلی کی کوڑک۔ قال العلامة بیضاوی: جمع حسابانہ وہی الصلوات صید چٹیل زمین۔ زلزال آجس پر سختی کی وجہ سے قدم نہ جم سکے اور پھیل جائے یعنی اس کے غصے سے پناہ مانگتے رہو۔ اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ بجلی کا ساعقہ آئے اور تیرے سارے گل و گلشن کو مٹا دیتا کر کے رکھ دے۔ سبزی کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ یہ زمین زمین جس کا چہرہ آج سونا اکل رہا ہے ایسی سبزی اور اجاز ہوجائے کہ چلتے ہوئے لوگوں کے قدم چھیل چھیل جائیں۔

تھے یا پانی ہی زمین میں دھنس جائے اور تو ہزار جنوں کرے اس کو ان گہرائیوں سے نہ نکال سکے۔
۵۰ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رفیق کی شخصیت پند و موعظت کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ حسب سابق شرک و نافرمانی کی روش پر چدار یہاں تک کہ کھلت کی وہ گہرائیوں میں ہمہ تن ہو گئیں۔ جو عرصیان شمار اور غلط کار کو مستغنیہ کے لیے مرحمت فرماتی جاتی ہیں۔ تو وہ عذاب آیا جس نے اس کی خواہوں کی دنیا کو درہم برہم کر کے رکھ دیا اور وہ اپنے اجر سے ہوتے اور اکھڑے ہوتے بلوغ کو دیکھ کر کف افسوس ملنے لگا۔ علامہ قرطبی نے تفسیر میں لکھا کہ اس کی تالیف اہلک مالہ کلہ کہ اس کا سبب اللہ تعالیٰ برباد ہو گیا لہذا انتصر کا معنی غالب نہا کیا ہے۔ لیکن اس کا یہ معنی انتقام لینا بھی ہے انتقام ای انتقم یہاں مجھے ہی معنی موزوں

۱۷

ثَوَابًا وَخَيْرٌ عَقْبًا ۝ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ

چھنے والا اور اسے پانیوں میں بہتر انجام دے۔ علی بیان فرماتے ہیں کہ دنیاوی زندگی کی (ایک اور) مثال یہ ہے۔ یہ پانی کی طرح ہے۔

اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهَا نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا

جسے ہم نے آسمان سے پانی بھیج کر رکھ دیا ہے اس پانی سے زمین کی ان گھریاں پھر کچھ عرصہ بعد وہ خشک سیڑھاں بن جاتی ہیں۔

تَذُرُوهُ الرِّيحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ الْبَالُ وَالْبُنُوْنَ

چھاڑنے جاتی ہیں اسے ہوائیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور فرزند (توصیف)

زَيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَقِيَّةُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

دنیاوی زندگی کی زیب و زینت ہیں لے اور (حقیقت) باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے ان ثواب کے اعتبار سے لے

معلوم ہوتا ہے۔ علقہ و لایہ (واو پر زبر) کا معنی دوستی اور مدد کرنا ہے اور دلا یہ (واو کے نیچے زیر) کا معنی غلبہ ہے۔ عقب اور عاقبتہ دونوں کا معنی انجام ہے بعض کے نزدیک یہ ہم معنی ہیں دھما بمعنی واحد (قرطبی) لے ان حقیقت شناسوں کو جو غریب مفلس مسلمانوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور اپنے دنیاوی جاہ و جلال پر پھوٹے نہیں سمجھنے کے لیے دنیا کی بے شافی کی ایک اور مثال دی جا رہی ہے۔ اختلط کا معنی ہے گڑبڑ ہو جانا جبکہ فی فصل گہنی پیدا ہوتی ہے تو اس کی بالیں گنجان بالوں کی طرح آپس میں مل جاتی ہیں۔ یہاں بھی اختلط بہ نبات الارض سے یہی مقصود ہے کہ برسات کے پانی سے جو فصل آگتی ہے وہ آپس میں مختلط اور ملی جلی ہوتی ہے۔

لے مال و اولاد کی خواہش کس دل میں نہیں! ان کے ہونے سے کون خوش نہیں ہوتا۔ اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو زندگی کوئی بے مزہ اور بے کیفیت ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں سب جانتے ہیں۔ یہاں بتا دیا کہ مال و اولاد سے دنیاوی زندگی مزین ہوتی ہے اور جب یہ زندگی خود ناپائیدار ہے تو اس کے تعلقات بھی ناپائیدار ہوں گے۔ اس لیے عقل مند کی آقا قاضی ہے کہ انسان اپنی ساری عمر اپنی ساری کدو کاوش ان دنیاوی زمینوں کے لیے وقف نہ کرے! ایسا نہ ہو کہ جب یہ فنا ہو جائیں تو تم خالی ہاتھ ملتے رہ جاؤ بلکہ زاد آخرت کی بھی فکر کرو۔

لے وہ نیک اعمال جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیے جائیں وہ اس عتی و قیوم سے وابستہ ہونے کی وجہ سے بقا و دوام کی صفت سے مستف ہو جاتی ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اللہ والبنون عوٹ الدنیا لاعال الصالحین لآخرتہ وقتہ جمعہ اللہ لاقوم یعنی مال و اولاد دنیا کی کہستی ہے اور نیک اعمال آخرت کی کہستی ہے اور اللہ اپنے فضل کرم سے کسی بعض لوگوں کو یہ دونوں چیزیں

وَخَيْرٌ أَمْلاً ۞ وَيَوْمَ نُسِدُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۗ وَلَا
اور بہتر ہیں جن امیال پرستی کی جانی ہے اور (غور کرو جس دن ہم ہٹا دیں گے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے) اور تم دیکھو گے زمین کو کہ کھلا میدان ہے اور

حَسْرَتًا ۖ فَاَلَمْ نُنْجَاكُمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۗ وَعَرَضُوا عَلٰی رَبِّكَ صَفَاطٍ
ہم جمع کر کے انھیں نہیں بچے ہونے دیکھے ان میں سے کسی کو کشتہ اور وہ پیش کیے جانے لگے آپ کے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے ہوئے

لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ
پھر تم انھیں کہیں گے کہ کون تم آگئے ہو پہلے پاس جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار یا تم تو یہ خیال کیے ہوئے تھے کہ ہم نہیں مقرر

لَكُمْ مَوْعِدًا ۗ وَوَضِعَ الْكِتَابِ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا
کرتے تھے تمہاریسے عہد کا وقت اور رکھ دیا مابین ان کے سامنے) نامہ عمل لکھنے پس تو دیکھو گے گامجروں کو کہ وہ ڈر رہے ہونگے اس سے جو

عطا فرماتا ہے حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا استسکر ما من الباقیات الصالحات
قبل دعائیہ یا رسول اللہ قال التبیح والتہلیل والتعمید والتکبیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (رواہ احمد وغیرہ)
حضور نے فرمایا باقی رہنے والے اعمال کثرت سے کیا کرو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ کیا ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تہلیل، تہمید،
تہلیل اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہیں۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ کثرت سے پڑھا کرو۔ پس اسے تکلیف
کے ننانوے دروازے بند ہوتے ہیں۔ ادا ناھا التعم سب کم درجہ کی تکلیف جو اس کے پڑھنے سے دور ہوتی ہے، ہم تم
یعنی حوران و ملال ہے حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہن الباقیات
الصالحات حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جتنے نیک اعمال ہیں وہ باقیات صالحات ہیں۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے
کہ یہی قول صیح ہے وہوالصحیح انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۷ اب روز قیامت کے احوال کا ذکر شروع ہوتا ہے۔
۱۸ سب مخلوق صفیں باندھے سر جھکاتے حاضر بارگاہ تقدس ہوں گی۔ دنیا میں عمر بھر جو لوگ قیامت کا انکار کرتے رہے اور
فلسفہ بچھارتے رہے انھیں کہا جائے گا کہ تم تو کہتے تھے کہ قیامت وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ بتاؤ ہمارے رسولوں کی
بات کبھی ثابت ہوئی یا نہ ہوئی۔

۱۹ ہر ایک نامہ عمل اس کے سامنے پیش کیا جائے گا مجرموں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی۔ شدت خوف سے ان کے دل دھڑک رہے
ہونگے۔ چہرے کا رنگ سفید ہو گیا ہوگا اور حسرت و ندامت کے باعث یوں گویا ہوں گے۔

فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوَلِّتُنَا مَا لَ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا

اس میں ہے اور کہیں گے صدیق! اس نوشتہ کو کیا ہو گیا ہے کہ نہیں چھوڑا اس نے کسی چھوٹے گناہ کو اور نہ

كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُ مَا عَابِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظُنُّ رَبُّكَ

کسی بڑے گناہ کو مٹوا سکتا ہے، اسکا شمار کر لیا ہے اور ان میں ان وہ پائیں گے جو عمل انہوں نے کیے تھے اپنے سامنے اور انکا رنج و آرم جیسا کہ

أَحَدًا ۗ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۗ

بڑا فی نہیں تھا۔ اور یاد کرو جب تم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو کھڑے پس سب سجدہ کیا سوا ابلیس کے۔

كَانَ مِنَ الْإِجْرِنِ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهَا وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ

وہ قوم ہیں سے تھا۔ لہذا سوا اس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی اسکا اولاد آدم کو کیا تم بناتے ہو اسے اور اس کی ذریت کو اپنا دوست

مَنْ دُونِي ۗ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۗ مَا أَشْهَدُ تَهُمَ

مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں لہذا ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے۔ میں نے ان سے مذہب نہیں لی تھی

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ ۗ وَمَا كُنْتُمْ مُتَّخِذَ

جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور نہ اس وقت ان مدلی جب انہیں پیدا کیا اور میں نہیں بنایا کرتا گمراہ کرنے

بھی مٹا دینے کی کو اب کبھی اندازے دعوت حق ہی جاری ہے۔ انہیں شرم والی جا رہی ہے کہ کچھ آدم کی اولاد جو سبکی ہم نے سنی عزت افزائی کی کہ نورانی

فرشتوں کو بھی حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں اور شیطان نے جب سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اسے اس جرم کی پاداش میں اس نے تمہارے باپ تم کو

سجدہ نہیں کیا اپنی بڑی بڑی اور تمہارا گناہ تھا اور تمہارا قدیمی دشمن ہے اب کی بجائے تم اپنے گمراہی کی نافرمانی کو دیکھو تمہیں تو تم کے سداؤ رب بنا چاہیے

لہذا ان ظالموں سے یہ بتادیا کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا۔ ففسق کی خاطر اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اس فسق

اور حکم عدلی کی وجہ سے یہ یعنی کہ اس کا عنصر ناری تھا اس کی فطرت میں تورا اور کشتی تھی۔

لہذا منکرین حق کو شرم والی جا رہی ہے کہ تم اپنے قدیمی دشمن ابلیس کا حکم ماننے کے لیے تو بہ وقت تیار رہتے ہو لیکن اپنے مولیٰ

کریم کے احکام بجالانے میں تمہیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

الْمُضِلِّينَ عَصُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

والوں کو اپنا دست و بازو۔ اور اس روز اللہ تعالیٰ رکھاد کر فرمائے گا تمہارے شرکوں کو جنہیں تم دربار شریک خیال کیا

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ

کرتے تھے تو وہ انہیں پکارے لیکن انہیں کوئی جواب نہیں دینے لگے اور ہم حائل کر دیئے انکے درمیان ایک آڑ۔ اور انہیں گے مجرم کہ تمہاری آگ کو

النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ

اور وہ خیال کر لیئے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور نہ پائیں گے اس سے نجات پانے کی کوئی جگہ۔ اور بیشک ہم نے طے طے

صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ

سے بار بار بیان کی ہیں اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر

شَيْءٍ جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَهُ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا

جھگڑا تو ہے کچھ اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لائے۔ بیشک جب آگئی انکے پاس ہدایت (کی روشنی) اور

کونفع یافتہ انسان پہنچا سکے زمین آسمان کی تخلیق میں انکا کوئی حصہ ہے اور نہ انکے پیدا کرنے میں انکی مرضی کا کچھ دخل ہے پھر یہ خود بھی اللہ

تعالیٰ کے نافرمان اور سرکش ہیں اور اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ اپنی خدائی کے کسی کام میں اس سے مدد طلب کرے جو اسکا فرمان ہے۔

شے روز قیامت کا ذکر ہے اس روز نبیوں کے پکاروں خطبات کا بقول ذمہ لعبدۃ الادشان (قرطبی) موقفاً: حاجز ابین

الادشان وصبہ اللہم۔ قال ابن الاعرابی: کل شیء حاجز بین شیئین فهو موقف (قرطبی) دو چیزوں کے درمیان جو چیز آڑ اور

رکاوٹ ہو اسے حاجز کہتے ہیں یعنی نبیوں اور ان کے پرستاروں کے درمیان آڑ قائم کر دی جائے گی حضرت انس سے مروی

ہے کہ کہنم کی ایک آدمی کا نام مدینی ہے جو پیپا اور خون سے بھری ہوگی۔

۵۴ یعنی انسان سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔

۵۵ یعنی جب آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا اور اس کی روشنی نے مشرق و مغرب کو منور کر دیا تو اب اندھے بنے بیٹھے یہ کیوں ٹھوکریں

کھا ہے میں کیا ریاضت ہے جس طرح تباہ کن عذاب پہلی اقوام پر اترا تھا ان پر بھی اترے اور ان کو خاک سیاہ بنا کر رکھ دے۔ حَبَلًا

حال ہے اس کا واحد قبیل ہے جیسے سبیل کی جمع سبیل ہے اس کا معنی ہے طرح طرح کا عذاب قبلاً اصناف العذاب کلمہ۔

نوح کے امام قرار لئے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ قبیل قبیل کی جمع ہے اس کا معنی ہے متفرق یا تباہ بعضہ بعضا یعنی

۱۵۵

رَبُّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأُولَئِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝

مفترت طلبیں اپنے رب تک مگر کہہ نظر میں کہ آئے انکے پاس گلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ

اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر مشورہ سنانے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑتے ہیں کافر اللہ

كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا

بے سرو پا باطل کی آڑ لے کر تاکرہ مٹا دیں اس سے حق کو لٹھ اور بنا لیا ہے نظموں نے میری آیتوں کو اور جن کو آئے گئے

هُزُؤًا ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَكَرَ آيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ

ایک مذاق۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے نصیحت کی گئی لکن آیتوں کے پرل سے نہ ڈر دانی کر لی ان کے اور فراموش کرنا

مَا قَدَّمَتْ يَدَا إِنا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمُ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي

اس نے ان را اعمال بدگو جو ان کے پیچھے تھے اسکے دونوں ہتھوں ہم نے لڈ اللہ نے انکے دلوں پر پردے تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور انکے

اذنهم وقرآوان تدعهم الى الهدى فلن يهتدوا اذا ابدا ۝

کانوں میں گرائی پیدا کر دی اور اگر تم بلاؤ انھیں ہدایت کی طرف تو جب بھی وہ ہدایت قبول نہیں کریں گے۔

ایک عذاب کے بعد دوسرا عذاب! در قیلاً (قاف پر زبر) کا معنی ہے عیانا۔ (قرطبی)
لہذا بالباطل کا تعلق مجادل کے ساتھ ہے یعنی ان کافروں کا جھگڑا کسی معقولیت پر مبنی نہیں۔ ان کے پاس اپنے
توقف کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسی دلیل بھی نہیں جو سنجیدگی سے غور کرنے کے قابل ہو۔ یوں ہی
انہی تشناپ بنا سکتے رہتے ہیں۔

یعنی دحض کا لغوی معنی ہے پاؤں کا پھسلنا! صل الدحض الزلق يقال دحضت رجلاه ای ذلقت (قرطبی)
کسی دلیل کے مسترد کر دینے کو بھی دحض کہتے ہیں دحضت حجته دحضاً بطلانہ مدعا یہ ہے کہ ان کی ساری کوششیں
اس پر کمزور رہتی ہیں کہ وہ حق کو باطل کر کے دکھائیں اور اہل حق کو اس سے پھسلا دیں۔

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَلَهُمْ

اور آپ پروردگار تو بہت بخشنے والا بڑا ہی رحمت والا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو انہیں انکے کیے پر تو جلد ان پر

الْعَذَابِ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يُجَادُوا مِنْ دُونِهِ مَوْيِدًا ۝۱۸

عذاب بھیجتا اور وہ سب انہیں کرنا، بلکہ ان کو مڑا دینے کا ایک وقت مقرر ہے۔ نہیں پانچے اس وقت اسکے بغیر کوئی پناہ کی جگہ۔ اور یہ سب تیاں

الْقُرَى أَهْلَكَنَّهُمْ لِمَا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِبَهْلِ كِهِمْ مَوْعِدًا ۝۱۹

ہیں ہم نے تباہ کیا ان کے باشندوں کو جب وہ تم شعائر بن گئے اور ہم نے مقرر کر دی تھی انہی کی ہلاکت کیلئے ایک وقت اور یاد کرو جب کہا

مُوسَى لَقَدْ أَنبَأْتُكَ لَأَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝۲۰

موسیٰ نے اپنے نوجوان (سامعی) کو کہ میں چلتا رہتا ہوں یہاں تک کہ پہنچوں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا رے چلتے (گزارہ) و تکلمت و ہزار گئے

۱۸۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان ظالموں کو فوراً عذاب کی چکی میں میس کر رکھ دیا جاتا اور انہیں ذرا ڈھیل نہ دی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ کی مغفرت بے پایاں اور رحمت وسیع ہے وہ ایسے لوگوں پر بھی اپنی نعمتوں کی بارش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمت کی گھڑیاں ختم ہو جاتی ہیں اور مقررہ وقت آجاتا ہے۔ موندل: لوٹ کر آنے کی جگہ آل سے اسم ظرف ہے۔

۱۹۔ ان دو درکوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول بندے کا ذکر ہے۔ آیات کی تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کی وضاحت کر دی جائے تاکہ آیات کے مطالب بیان کرنے اور سمجھنے میں آسانی ہو اس واقعہ میں مندرجہ ذیل امور غور طلب ہیں:-

(۱) یہ موسیٰ کون ہیں۔ (۲) اس واقعہ کا محرک کیا ہے۔ (۳) آپ کے نوجوان خادم کا نام کیا ہے۔ (۴) وہ بندہ خاص کون ہے۔ (۵) اس کا نام کیا ہے۔ (۶) کیا وہ ولی تھا یا نبی۔ (۷) وہ اب زندہ ہے یا نہیں۔ (۸) وہ جگہ جہاں یہ دونوں حضرات ملے تھے وہ کہاں ہے۔ باقی چیزیں آیات کی تشریح کے ضمن میں بیان ہو جائیں گی۔ پہلی چیز کے متعلق جو روایت صحیحین میں ہے اس کا ذکر کرنا ہی کافی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے اس نبی کے متعلق دریافت کیا اور انہیں بتایا کہ نوح علیہ السلام کا خیال ہے کہ اس واقعہ میں جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ موسیٰ نبی اسرائیل نہیں بلکہ یہ موسیٰ بن افریم بن یوسف ہے۔ حضرت ابن عباس نے یہ سن کر فرمایا اللہ کے دشمن نے جھوٹ بکھا ہے۔ ہمیں آتی بن کعب نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک ان موسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ پر چھا گیا

سب سے بڑا عالم کون ہے آپ نے جواب میں کہا میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ انھوں نے علم کو اپنی طرف کیوں منسوب کیا ہے اس کی ذات کی طرف کیوں نہیں تعلق نہیں کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہی بیجی کہ مجمع البحرین میں یہ ایک بندہ ہے جو حج سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ نے عرض کی یا اللہ میں اس کی خدمت میں کیونکر پہنچ سکتا ہوں حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک پھلی ٹوکری میں رکھ لو جہاں وہ پھلی گم ہو جائے وہ سیکڑا اس بندے کی قیام گاہ ہوگی۔ (۳) اس فقی سے مراد یوسف بن نوون ہیں وہ فوجان تھے۔ سفر و حضر میں حضرت کلیم کی خدمت میں رہا کرتے تھے (۴) جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ بندہ حضرت علیہ السلام ہے۔ ان کا نام بلیمان ملک ان ہے کیونکہ جہاں یہ تشریف فرما ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی اس لیے حضرت آپ کا لقب ہو گیا اور وہ اسی لقب مشہور ہیں بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ وہ ولی تھے لیکن علامہ پانی پتی اور دیگر علماء محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی تھے کیونکہ ولی کے الہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ اور اس میں خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ الہام کی وجہ سے قتل جیسے سنگین فعل کا ارتکاب جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپ کو نبی ماننا پریشانی کا اور نبی کا علم یقینی ہوتا ہے۔ یہی یہ بات کہ خضر اب زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں۔ اس میں علماء کے دگردہ ہیں اور دونوں گروہوں نے اپنے اپنے موقف کو سچا ثابت کرنے کے لیے دلائل کے اشارہ لگا دیتے ہیں۔ علامہ آوسی نے اپنی تفسیر میں ان دلائل کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی اس بحث کا مطالعہ کرنے کے باوجود تسکین نہیں ہوتی اور انسان کسی ایسے نتیجہ پر نہیں پہنچتا جس سے دل مطمئن ہو۔

اللہ تعالیٰ عارف باللہ قاضی شہداء اللہ بانی مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو اپنے انوار کا محیط بنائے انھوں نے اس سلسلہ میں ایک ایسی بات رقم کی ہے جس سے دلائل کا تضاد بھی رفع ہو جاتا ہے اور انسان کے دل میں ایک اطمینان بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہاں فریقین کے دلائل کا نقل کرنا تطویل کا باعث ہوگا صرف تفسیر ظہری کی وہ عبارت لکھ دینا کافی ہے مجھے امید ہے کہ ان کی تحقیق سے جس طرح میری تشویش دور ہوئی اس کے مطالعہ سے آپ کی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی۔

فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس اشکال کا حل حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت مجدد سے حضرت خضر کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو وہ بارگاہ الہی میں تحقیق حال کے انکشاف کے لیے متوجہ ہوئے۔ فرمایا الخضر حاضر عندہ فسالہ عن حالہ فقال انا والیاس لسانا من الاحیاء لکن اللہ سبحانہ اعطی الارواحنا قوتہ فبحمدہا ونفعل بہا وفعال الاحیاء من ارشاد الفصال داغاثۃ الملوہف اذا شاء اللہ وتعلیم العلم للذی راعیۃ النسبۃ لمن شاء اللہ تعالیٰ وجعلنا معینا للقطب المدار من اولیاء اللہ تعالیٰ الذی جعلہ اللہ تعالیٰ مددًا للعالم وجعل بقاء العالم بجرکۃ وجودہ واقاضتہ وقال الخضر ان القطب فی هذا الزمان فی دیار یمن متبع للشافعی فی الفقہ قال فنحن نصلی مع القطب صلوات علی مذہب الشافعی فہذا الکشف الصحیح اجمع الاقوال وذہب الاشکال والحمد للہ الکریم المتعال۔ (ظہری)

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ

پھر جب وہ دونوں پہنچے جہاں آپس میں دوہریا ملتے ہیں وہ دونوں حمل گئے اپنی پھلی کو تو بنا لیا اس نے اپنا راستہ دریا میں

ترجمہ: تو حضرت مجرور الف ثانی نے دیکھا کہ حضرت خضرؑ کے پاس کھڑے ہیں آپ نے ان سے ان کی تحقیقت حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اور ایسا زندوں میں سے نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روجوں کو ایسی قوت بخشی ہے جس سے ہم مجتہد ہو جاتے ہیں اور زندوں کے سے کام کرتے ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم گمراہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں علم لدنی کی تعلیم دیتے ہیں اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا ہے وہ جانی نسبت محبت کرتے ہیں یہیں اولیاء اللہ میں سے جو قطبؑ کہلاتے ہیں اس کا معاون مددگار بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مدد عالم بنایا ہے اور اس کی برکت و فیض سے نیا کی بقا ہے آج کل اس کے ایک بزرگ قطب مدد میں جو شافعی المذہب میں ہم ان کے ساتھ شافعی مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں اس کشف صحیح سے مختلف اقوال کا تضاد ختم ہو گیا اور اشکال دور ہو گیا برقبہ فیض اللہ تعالیٰ کے لیے جو کبیرہ متعال ہے۔

۵۔ وہ مقام جہاں ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی تھی وہ کہاں ہے۔ قرآن کریم نے اسے مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) سنگھم سے تعبیر کیا ہے اس کے بارے میں بھی علماء مختلف رائے رکھتے ہیں۔ چند اقوال کشف سے منقول ہیں۔ مجمع البحرین سے مراد ۱۱، فارس اور روم کے دریاؤں کا سنگھم (۲)، طنجہ (۳)، افریقیہ اور انڈسی مفسرین نے تو انڈسی دریا مراد لیے ہیں دقیلہ جو بعد بالاندلس (بحیط لابن حیان) ہوجھا لاندلس من البحر المحیط (قرطبی) بعض فضلاء نے وہ جگہ مراد لی ہے جہاں دریائے نیل کی دو شاخیں بحر ابيض اور بحر الاحمر آکر ملتی ہیں۔ لیکن یہ قول اس وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب اس واقعہ کا وقوع مصر سے ہجرت کرنے سے پہلے کا ہو۔ لیکن دیگر روایات اس کی تائید نہیں کرتیں اور اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سینا اور تہ میں اقامت فرمانے کے بعد حضرت موسیٰؑ پھر مصر تشریف لے گئے ہوں۔ بہر حال مجمع البحرین کوئی سے دو دریاؤں کے سنگھم کا نام ہے، قرآن کریم نے جس مقصد کے لیے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اس کا سمجھنا اس پر موقوف نہیں۔

ان امر کو ذہن نشین کر لینے کے لیے اب آیات طیبہ کی طرف توجہ فرمائیے۔

سے فتنی سے مراد یوش بن نون ہیں۔ فتنی نوجوان کو کہتے ہیں۔ خادم کو ادب و احترام کے لیے خادم کے بجائے فتنی (نوجوان) کے لفظ سے یاد فرمایا گیا اس سے ہمیں یہ سکھایا گیا کہ فرق مراتب کے باوجود ہمیں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیے جس سے کسی اپنے سے کم درجہ کی تذلیل اور دلآزاری کا پہلو نکلتا ہو۔ حقیقاً زمانہ طویل کو کہتے ہیں۔ بعض نے اسی سال اور بعض نے ستر سال کی تعبیر کی ہے جو قطعاً بے ضرورت ہے۔

۷۔ جب وہ دریاؤں کے سنگھم پر پہنچے تو سفر کی تھکان دور کرنے کے لیے ایک چٹان کے سایہ میں استراحت فرما ہوئے تو زندوں میں ہنسی ہوئی پھلی بھی تھی اسے جب اس خطے کی ہوا لگی جس میں اس مصلیٰ کے سانس کی تھک سی ہوئی تھی تو وہ زندہ ہو گئی اور اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ تسویب: راستہ یعنی جہاں وہ گزرتی گئی ایک طویل راہ کے نشانات چھوڑتی گئی۔

سَرَبًا ۝ فَلَکَمَا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي جَدُّ آدَمَ نَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا

سڑک کی طرح۔ پس جب وہاں سے گئے تو اپنے اپنے جوان ساتھی سے کہا اے آدہما صبح کا کھانا دیکھتے ہیں بردہ کوئی بڑی ہے

هَذَا نَصَبًا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْكُوْتُ

پہاڑوں میں بڑی مشقت۔ اس ساتھی نے کہا اے تمہارے طریقہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے جب ہم آستانے پہلے اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو

وَمَا أَسْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْکُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ

میں بھول گیا پھل کو اور میں فراموش کر آئی مجھے وہ پھل جو شیطان نے تمہیں یاد دلا کر رکھوں اور اس نے بنا لیا تھا اپنا راستہ دریا میں بہنے لگے

عَجَبًا ۝ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ فَارْتَدَّ عَلٰی آثَارِهِمَا قَصَصًا ۝

کی بات ہے۔ اپنے فرمایا یہی تو وہ ہے جسکی ہم جستجو کر رہے تھے پس وہ دونوں اپنے اپنے قدس کے نشان دیکھتے ہوئے۔ تو پایا انھوں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِّنْ لَّدُنَّا

نے ایک بندے کو جسے ہم نے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے

۷۱۔ آرام کرنے کے بعد پھر سفر شروع ہو گیا کچھ دور پہنچے تو تھکاوٹ اور بھوک نے پاؤں پکڑ لیے اور آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ کھانا لانا

نصب : تھکاوٹ۔

۷۲۔ اب یوش کو یاد آیا کہ جب وہ اس چٹان کے نیچے آستانے کے لیے آئے تھے تو پھل تو نشہ و ان سے نکل کر دریا میں

۷۳۔ جب وہاں واپس پہنچے تو میں مرد خدا کی تلاش میں نکلتے تھے ان سے وہاں ملاقات ہو گئی۔ حضرت خضر وہاں سفید چادر

۷۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام دیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا آپ موسیٰ بنی

۷۵۔ اسرائیل ہیں۔ آپ نے پوچھا آپ کو کیسے خبر ہو گئی تو حضرت خضر نے فرمایا جس نے تجھے میری طرف بھیجا ہے اسی نے مجھے بھی بنایا

۷۶۔ عبادنا میں اصناف شرف و عزت افزائی کے لیے ہے یعنی وہ ہمارے ان بندوں سے تھا جن کو ہمارے حضور میں قرب

کا مقام حاصل تھا۔

عَلِمًا ۱۰ قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَيْكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَنِي

خاص علم لے کہ اس بچہ کو موسیٰ نے کیا میں آپ کے ساتھ رہتا ہوں اور آپ کو کھائیں مجھے رشد دے کہ خصوصاً علم جو آپ کو سکھایا

رُشْدًا ۱۱ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۱۲ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا

کیا ہے اس بچہ نے کہا کہ آؤ موسیٰ! آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تاکہ اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر

لَمْ يُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۱۳ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنِ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي

جیسی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ آپ کہا آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا

لَكَ أَمْرًا ۱۴ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ

آپ کے کسی حکم کی اس بچہ نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز پوچھیں نہیں ہاں تاکہ میں آپ سے اس کا

نقہ اس بندے کی مزید توصیف فرمائی جا رہی ہے۔

لے نیز اس رحمتِ خصوصی کے علاوہ اسے ایسا علم عطا فرمایا تھا جو عام انسانی اور اک سے بالکل جدا ہے۔ وہاں تقدیرات کو مرتب کیا جاتا ہے نہ ان میں غور و فکر کی زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ خود بخود عقد سے کھلتے جاتے ہیں۔ پروے اٹھتے جاتے ہیں اور تقاضا و مطالب کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ اور ذاتِ باری اور صفاتِ باری کی حقیقت پر لگا ہی ہوتی جاتی ہے۔ تاکہ حضرت موسیٰ اپنی جلالتِ شان کے باوجود کتنے ادب و احترام سے اپنی خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں۔ یہ بڑا کج حضرت کلیم کے اس سواہ حسنہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ جب تک دل میں ادب و احترام کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا، نافعہ و استفادہ کا سلسلہ بند رہتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اپنے سے کم درجہ والے میں کوئی کمال ہو تو اس کے حصول سے باز نہیں آنا چاہیے۔ سو ہذا الایۃ تدل علی ان الفعول قد یكون له فضل جزئی علی من هو افضل منه و علی ان القاضل ینبغی ان یطلب ہذا الحصۃ من الفضل من المفضل۔ (مظہری)

۹۳ حضرت خضر کو معلوم تھا کہ معلوم کو نیویہ کے جو راز مجھ پر منکشف کیسے گئے ہیں ایک صاحب شریعت رسول اس پر سکوت اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لیے پہلے ہی اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایسے امور واقع ہوں گے تو آپ ضرور اعتراض کریں گے اور جہاں اعتراض کی نوبت آجائے وہاں نافعہ و استفادہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی لیے صوفیاء کو امر نے فرمایا

انہ یجب علی المرید ترک الاعتراض علی الشیخ۔ (مظہری)

مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرے۔

لَكَ مِنْهُ ذِكْرٌ ۝۶۴ فَاَنْطَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ

خود ذکر کروں گا۔ پس وہ دونوں چل پئے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں تو اس جہتے اس میں شگاف کر دیا۔

اَخْرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ۝۶۵ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

موتی بول گئے کیا تم نے اس لئے شگاف کیا ہے کہ اس کی ساریوں کو ڈبو دو لیکن تم نے بہت بڑا کام کیا ہے اس جہتے کہا

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۶۶ قَالَ لَا تَأْتِنِي بَمَانِسِيتُ وَا

کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں طاقت نہیں کہ میری سنگت پھر کر سکیں اپنے (خود خواہی تھے تھے) کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری

لَا تُرْهِقْنِي مِنْ اَمْرِي عُسْرًا ۝۶۷ فَاَنْطَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا الْقِيَاغُلُ مَافَقْتَهُ لَ

بھول کی وجہ اور نہ کشتی کرو مجھ پر میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر وہ دونوں چل پئے حتیٰ کہ جب وہ ایک جگہ کو تو اس نے

قَالَ اَقْبَلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِنَّكَ رَا ۝۶۸

اسے قتل کر ڈالا ہے موتی (خوشنک ہو کر کہنے لگے کیا مار ڈالا آپ نے ایک صوم جان کو کسی نفس بد کے بغیر نہایت آسانی سے کیا ہے بہت ہی زیادہ ہے

۹۴ جب موسیٰ علیہ السلام نے یاقین دلیا کہ وہ ان کی کسی طرح نافرمانی نہیں کریں گے تو اپنے فرمایا جو واقعات رونڈ پر یہوں انھیں خاموشی سے دیکھتے چلے جاتے لیکن ان کے متعلق استفسار نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ میں خود ہی پردہ اٹھاؤں اور حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کروں۔ باہمی طور پر یہ طے کرنے کے بعد اب سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔

۹۵ پہلے کشتی کا واقعہ پیش آیا جس کا ایک تختہ حضرت خضر نے توڑ کر رکھ دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ کو یاد آئے سکوت نہ رہا اور فوراً اعتراض بڑوایا کہ آپ کشتی میں سوار کر کے بڑی نازیبا حرکت کی ہے۔ شیشا امالی عقیسا من امیر الامراء اعظم د قال البغوی الامسرف کلام العرب الداہیة۔ امر کا معنی عظیم ہے۔ جب کوئی کام بڑا ہو جاتے تو عرب کہتے ہیں امیر الامراء علامہ یحوی نے کہا ہے کہ عربی لغت میں افسر کا معنی 'داہیہ' (خوفناک) ہے۔

۹۶ حضرت موسیٰ نے معذرت چاہی اور آئندہ کے لیے محتاط ہونے کا یقین دلایا۔ لائے حقیقی کسی پر ایسا بوجھ لا دینا جس کا اٹھانا اس کے لیے از میں شکل ہو و قیل معناه لا تکلفنی مشقۃ۔

۹۷ پھر قتل غلام کا واقعہ پیش آیا۔ ایک نابالغ بے گناہ بچے کو یوں قتل ہوتے دیکھ کر حضرت کلیم کو یاد آئے ضبط نہ رہا، اور لقا جنت شیمان کسا کے زور دار الفاظ سے احتجاج کر دیا۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ إِنْ

اس نے کہا کیا پہلے ہی میں نے کہہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری سمیت میں صبر نہیں کر سکیں گے ۱۸ آپ نے کہا اگر میں پوچھوں

سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَحِّبْنِي ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ

آپ کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے

لُدُنِي عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا آتَيْتَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطَعَمَا

مذہر ہوں گے ۱۹ پھر وہ چل پڑے نسلہ یہاں تک کہ جب ان کا نزل رہا گاؤں والوں کے پاس تو انہوں نے

أَهْلَهَا فَاذْبُوا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ

ان سے کہا، طلب کیا تو انہوں نے (صاف) انکار کر دیا ان کی میزبانی کرنے سے پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی؟

يَنْقُضَ فَأَقَامَهُ ۚ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَمَخَّدْتَ عَلَيْهِ جِرًّا ۝ قَالَ

کھڑنے کے قریب تھی تو اس جگہ نے اسے رست کر دیا موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ اس نے کہا

۱۹ حضرت خضر نے کہا میں نے تو پہلے ہی آپ کو بتا دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر سے وقت بسر نہیں کر سکتے۔ اس لیے آپ کا میرے ہمراہ جانا بے سود ہوگا۔

۲۰ حضرت موسیٰ نے فرمایا اب ایک بار پھر جانے دو۔ اگر پھر بھی مجھ سے ایسی بے صبری صادر ہوئی تو آپ مجھے اپنی رفاقت سے محروم کر دیجیے۔ میں پھر اس جدائی پر آپ کو معذور پاؤں گا۔

نسلہ کچھ عرصہ پھر اکٹھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک گاؤں میں آئے جہاں کے باشندوں نے ان کی طلب کے باوجود ان کی ہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہاں ایک دیوار بھیجی ہوئی دکھائی دی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گری ابھی گری حضرت خضر نے دیکھا تو اس کی مرمت کر کے درست کر دیا اور کسی مزدوری کا مطالبہ بھی نہ کیا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ بھی عجیب ہیں۔ گاؤں والوں نے تو اتنی بے مروتی کا ثبوت دیا کہ میں سوکھی روٹی تک نہ دی اور آپ ہیں کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار کو بلا معاوضہ درست کرتے جا رہے ہیں۔

اسے بالاس میں لکھو

هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ سَأْنَبَعُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ

میں نہجحت تم، اب میرا اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا لہذا میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے

عَلَيْهِ صَبْرًا ۝۱۶۰ أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ

متعلق آپ صبر کر سکتے۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کام) کام کرتے تھے دریا میں۔

فَارَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ

سو میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب لگا دوں اور اس کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو لے لیتا تھا کشتی کو زبردستی

غَصْبًا ۝۱۶۱ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبُوهُ مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا

سے۔ اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے والدین مومن تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (ان کے زبردستی) مجبور

طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝۱۶۲ فَارَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَ

کردیگا انھیں کشتی اور کفر پر۔ پس تم نے چاہا کہ بدل دے انھیں ان کا رب ایسا بنیاد جو بہتر جو اس سے پاکیزگی میں اور ان پر

أَقْرَبَ رَحْمًا ۝۱۶۳ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ

زیادہ مہربان جو انہیں باقی رہی دیو (تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی

وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ

اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (دھن) تھا اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا لہذا پس آپ کے رعبے ارادہ فرمایا کہ وہ

لنلے اب جب تیسری مرتبہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کر دیا تو حضرت نے فرمایا کہ اب میں اور آپ
ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آئیے نصحت کرنے سے پہلے آپ کو ان اسرار کو فرمادیں کہ آگاہ کر دوں جن پر آپ سکوت
اعتبار کر سکتے۔ پھر آپ نے یکے بعد دیگرے تمام واقعات کی حقیقت آپ کے سامنے پیش کر دی۔

۱۶۰ لَنْ نَحْمُصِدَّ رَحْمَةً وَرَحْمَةً وَرَحْمًا ۝۱۶۱ وَرَقِ لَهُ وَشَفَقَ عَلَيْهِ ۝۱۶۲ مَهْرَبَانِ هُمَا شَفَقْنَا

۱۶۳ لَنْ نَحْمُصِدَّ رَحْمَةً وَرَحْمَةً وَرَحْمًا ۝۱۶۴ وَرَقِ لَهُ وَشَفَقَ عَلَيْهِ ۝۱۶۵ مَهْرَبَانِ هُمَا شَفَقْنَا

يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا

دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکال لیں اپنا ذخیرہ ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور چونکہ

فَعَلَتْهُ عَنِ أَمْرِئِ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝۴۵

میں نے کیا میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

کی اولاد اور اسکے خاندان کی نگہبانی فرماتا ہے۔ اور جب تک وہ نیک بندہ کسی مقام پر سکونت پذیر رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے پُر و سیوں کی بھی حفاظت فرماتا ہے قال محمد بن منکدہ ان اللہ یحفظ بصلاح العبد ولدہ وولدہ وولدہ وعتوتہ وعتشیرتہ واهل و دیورات حولہ فی حفظ اللہ ما دام فیہم۔ (مظہری)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کی سات پشتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان اللہ نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔

۴۵۔ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ایک امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ تین واقعات کے متعلق حضرت خضر نے جو توجیہات پیش کی ہیں ان میں سے پہلی توجیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فادرت ان اعیبھا میں نے یہ ارادہ کیا کہ کشتی کو عیب دار بنا دوں۔ دوسری توجیہ میں فرمایا فادرت ان سم نے یہ ارادہ کیا۔ اور تیسری میں فرمایا فادرت انک آپ کے رنجے یہ ارادہ فرمایا۔ اسلوب بیان کے اس تفاوت کی وجہ کیا ہے؟

اس کے متعلق مختصر گزارش یہ ہے اگرچہ خیر و شر، نفع و ضرر ہر چیز کا خالص حقیقی اللہ تعالیٰ ہے لیکن اہل ادب و عرفان کا طریقہ یہ ہے کہ خیر و نفع کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور جب شر و ضرر کے ذکر کا موقع آتا ہے تو اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے فاذا مروا بقرۃ فودعوا صلبہا جب میں بیجا رہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے شفا بخشتا ہے۔ بیماری کی اضاقت اپنی طرف کی اور صحت کی اس کی طرف۔ حالانکہ بیجا کرنے والا بھی وہی ہے۔ اسی طرح یہاں کشتی توڑنے کی وجہ بتائی تو فادرت کہہ کر اس کی نسبت اپنی طرف کی۔ کیونکہ کشتی توڑنا مذموم ہے اور جب دیوار درست کرنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی فادرت کہہ کر کیونکہ وہ خیر محض ہے۔ اور قتل غلام کے دو پہلو تھے خیر اس لیے کہ اس کے والدین کو نافرمان بیٹے کے عوض میں نیک اولاد دی جا رہی ہے۔ اور شر اس لیے کہ بظاہر ایک مصوم بچے کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس لیے فادرتا جمع کا صیغہ استعمال کیا تاکہ خیر کے پہلو کی نسبت اتنے خاندان کی طرف ہر جائے اور شر کا پہلو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ علامہ بدر الدین الزکری نے اسی توجیہ کو زیادہ پند فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :- لھا اراد ذکر العیب للسفینۃ نسبه لنفسہ ادبا مع الربوبیۃ فقال اردت ولما کان قتل الغلام مشترک الحکم بین العمد والمذموم استتبع نفسه

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ ذِي الْقُرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ۞

اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ ذی القرنین کے متعلق کیا فرمائیے میں بھی بیان کرتا ہوں تمہارے سامنے اس کا حال۔

مع المعنی فقال فی الاخبار بنون الاستیعاب لیکون المحمود من الفعل وهو لحة اجوبه الموفین من کفره. عاملاً علی اللعق بطنه والمذموم ظاهراً وهو مثل الغلام بغیر حق. عاذا الیه: وفي اقامة الجواز کان خیراً محضاً فلبس المعنی. فقال قائله ریت ثم بین ان المجمع من حیث العلم التوحید المعنی یعنی "ما فعلت" معنی (البرهان فی علوم القرآن الزکشی جلد ۱ ص ۵۰) یہودی کی انجیل پر مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو تین سوالات کیے تھے ان میں آخری سوال ذی القرنین کے متعلق تھا۔ یہ رکوع تقریباً اسی سوال کے جواب پر مشتمل ہے۔ اس رکوع کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے چند امور کا تصفیہ ضروری ہے:۔ (۱) ذی القرنین کون تھا؟ (۲) اس کے تین جنگی سفر کن کن سمتوں میں تھے۔ اور ان سفروں کے نتائج کیا تھے؟ (۳) وہ سد کہاں ہے (دیوار یابند) جو ذی القرنین نے تعمیر کی تھی۔ (۴) یاغوج ماجوج سے مراد کون سی قوم ہے۔

کیونکہ سکندر مقدونی اپنی فتوحات کی وجہ سے عالمگیر شہرت حاصل کر چکا تھا اس لیے کئی مفسرین کا یہ خیال ہے کہ ذی القرنین سے مراد سکندر ہے لیکن آیات قرآنی اس نظریہ کی تصدیق نہیں کرتیں۔ کیونکہ سکندر یونان کا باشندہ تھا اور اہل یونان سب بت پرست تھے اور یہی مذہب سکندر کا تھا۔ حالانکہ قرآن کریم میں ذی القرنین کے متعلق صراحتاً مذکور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا تھا۔ اس کا اپنی رعایا اور اپنی مشورتاً قوام کے ساتھ جو سلوک تھا اس میں ایک سچے مومن کا جذبہ شفقت و اخلاص صاف دکھائی دے رہا ہے۔ اس لیے قرآن میں مذکور ذی القرنین سے سکندر مقدونی مراد نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ دینا کہ سکندر مسلمان تھا اس وقت تک قابل اعتناء نہیں جب تک ثنابت کر دیا جائے کہ اس نے اپنے آبائی اور قومی مشرکانہ عقاید کو ترک کر کے توحید کا عقیدہ قبول کر لیا تھا۔ اس قسم کے اقوال کی وجہ سے دشمنان اسلام کو قرآن پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع ملتا ہے اور وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء اسلام کا یہ فرض ہے کہ اپنی تحقیقات اور جستجوس سے قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات کی ایسی وضاحت کریں کہ مخالف اپنا منہ لے کر رہ جائے۔

ذی القرنین کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا قدیم کتابوں میں ذی القرنین کا لفظ کہیں استعمال ہوا ہے اور اگر ہوا ہے تو ان کے نزدیک اس سے مراد کون ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس ذی القرنین میں وہ صفات پائی جاتی ہیں جو قرآن کریم نے ذکر کی ہیں۔ اور کیا وہ کارنامے اس سے صادر ہوئے جنہیں قرآن نے اس کی طرف منسوب کیا ہے۔ جیسے کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ سوال یہودی کی طرف سے اہل مکہ کو سکھایا گیا تھا کہ وہ حضور سے پوچھیں کہ ذی القرنین کون ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص یہودی کے نزدیک اس لقب



نقشه ارباب قلم قصه ذوالقرنین

سے معروف تھا۔ اس کے متعلق ہمیں دانیال کی کتاب کے آٹھویں باب میں یہ آیتیں ملتی ہیں حضرت دانیال اپنا خواب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

” تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ اسی باب کی میسویں آیت میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

جو مینڈھا میں نے دیکھا اس کے دونوں سینگ مادی (میڈیا) اور فارس کے بادشاہ ہیں اور دو جسم بکرا یونان کا بادشاہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مادی (میڈیا) اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور ان دونوں کے فرمانروا کو مینڈھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب بخت نصر نے مہیکل کو برباد کیا تھا۔ بیت المقدس کی انیٹ سے اینٹ بجادی تھی اور بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر بابل لے آیا تھا اور ان کی جمعیت ختم کرنے کے لیے بھیر بکریوں کی طرح انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت دانیال نبی بھی اسیوں میں تھے۔ آپ کو خواب میں بنی اسرائیل کی رہائی کی خوشخبری دی گئی تھی کہ دو سینگوں والا مینڈھا کھڑا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد سائرس (SERUS) فارس کا حکمران بنا اور اس نے کچھ عرصہ میڈیا کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور اسی کے حکم سے بنی اسرائیل کو آزادی نصیب ہوئی اور اسی کی کوشش اور حکم سے مہیکل کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ جس طرح سورہ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ پہلے تو یہ صرف گمان تھا کہ اس خواب کی وجہ سے یہود سائرس کو ذی القرنین (سینگوں والا) کے لقب سے ذکر کرتے ہیں لیکن ۱۳۳۷ء کے ایک انکشاف نے اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شاہ سائرس کا لقب ذی القرنین تھا اور یہ محض یہودیوں کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا اور باشندگان فارس کا مجززہ و درپسندیہ نام تھا۔ یہ سائرس کی ایک سنگی مثال ہے جو صخرے کے کندھروں میں دستیاب ہوئی۔ اس میں سائرس کے دونوں طرف عقاب کے پر بھی ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ میڈیا اور فارس کا شاہنشاہ بننے کے باعث سائرس ذی القرنین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

اور ہو سکتا ہے کہ دانیال کے خواب سے ہی سائرس کو یہ لقب اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو۔ کیونکہ فارس کے بادشاہوں کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے بڑی عقیدت تھی۔ سائرس نے بابل کو فتح کیا تو بنی اسرائیل کی اسیری اور جلا وطنی کے دن ختم ہوئے۔ اور اس نے ان کو فلسطین واپس جانے اور مہیکل کو از سر نو تعمیر کرنے کی اجازت دی اور مہیکل کے سونے چاندی کے جو برتن بخت نصر لوٹ کر لایا تھا اور انہیں اپنے خزانے کی زینت بنایا تھا۔ سائرس نے حکم دیا کہ دو بھی بنی اسرائیل کو واپس دیے جائیں اور پہلے کی طرح مہیکل میں داخل کیے جائیں۔ سائرس کا بچپن بڑی گنہگامی کی حالت میں گزرا۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں سارا وقت بسر ہوا۔ قدرت نے گوشہ گنہگامی سے اٹھایا اور فارس کا تاجدار بنا دیا۔ تھوڑے عرصہ میں ہی اس نے سب بڑی اور مضبوط حکومت میڈیا کو مغلوب

کر لیا۔ بابل کو اپنی قلمرو میں داخل کر لیا جس سے اس کی شہرت باہم عروج پر پہنچی اور اس کی عظمت و ول تھرانے لگے۔ یہی وہ چیز ہے جسے قرآن نے ناممکنانہ فی الارض کے جامع الفاظ سے بیان فرمایا۔
اب ہم دیکھنا ہے کہ ذوالقرنین کی جن تین مہنتوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے کیا ان کی لہستانی سائرس نے کی اس کی ایک ہم مغرب شمس کی طرف دوسری مطلع شمس کی طرف۔ تیسری ایک ایسے مقام کی طرف جہاں کوئی وحشی قوم آباد تھی اور یا جوج و ماجوج آ کر لوٹ مار چھایا کرتے تھے۔

سائرس کے موزعین بتاتے ہیں کہ جب اس نے میڈیا کو فتح کر کے اپنی سابقہ مملکت فارس کے ساتھ ملایا تو اس کے فوراً بعد ایشیائے کوچک کی ایک ریاست جو لیڈیا کے نام سے مشہور تھی اس کے بادشاہ کروسیس نے اس پر حملہ کر دیا۔ اور صلح کے تمام ان معاہدات کو بالائے طاق رکھ دیا جو کروسیس اور سائرس کے باپ کے درمیان ہوئے تھے۔ سائرس مقابلہ پر مجبور ہو گیا اور اپنے حریف کو جنگ میں شرمناک شکست دی اور لیڈیا کی ساری حکومت پر قابض ہو گیا۔ اب تمام ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیر نگیں تھا۔ وہ برابر بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ مغربی ساحل پر پہنچ گیا۔ اس نے فارس سے لے کر لیڈیا تک چودہ سو میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ لیکن سمندر نے اس کی پیش قدمی روک دی۔ اس نے بعد حضرت نگاہ اٹھا کر دیکھا تو حد نظر تک پانی ہی پانی تھا اور سورج اُسکی لہروں میں ڈوب رہا تھا۔ ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل چھوٹی چھوٹی ٹیلوں کا مجموعہ ہے۔ اور سمندر کم گہرا ہونے کی وجہ سے پانی گدلا ہے۔ اسی کو قرآن نے ان الفاظ سے بیان فرمایا: *فجدھا تغرب فی عین حمشۃ* اگرچہ سورج تو اپنی آسمانی مدار میں متحرک رہتا ہے اور کہیں ڈوبتا نہیں لیکن سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر غروب آفتاب کا نظارہ کرنے والے کو کیا یہ دکھائی نہیں دیتا کہ سورج آہستہ آہستہ پانی کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے کے لیے نیچے اتر رہا ہے۔ جس قوم سے سائرس کو دیاں واسطہ پڑا تھا وہ قوم تھی جنہوں نے کروسیس کی سرکردگی میں اس پر حملہ کیا تھا اور اس کا تاج و تخت چھیننے کی کوشش کی تھی۔ وہ لوگ اس کے قبضہ میں تھے جس طرح چاہتا ان کے ساتھ برتاؤ کر سکتا تھا۔ لیکن سائرس کے موزعین ایک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ اس نے قطعاً کسی پر زیادتی نہیں کی بلکہ اس نے اپنی حملہ آور فوج کو تاکید دی کہ دینا کہ دشمن کے سپاہی کے سوا کسی پر ہاتھ نہ اٹھانا اور اگر وہ بھی نیزہ جھکا دے تو اس سے بھی تعرض نہ کرنا۔ قرآن کے بیان سے بھی موزعین کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے *واما من آمن لہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ خود مومن تھا اور نیک اعمال کا قدردان تھا۔*

اس کی دوسری ہم مشرق کی جانب تھی جبکہ مملکت کے مشرقی اطراف میں بعض خانہ بدوش قبائل نے قند و فساد کی آگ بھڑکادی تو اس کو فوج کرنے کے لیے اسے مشرق کا رخ کرنا پڑا۔ اور وہ بلخ اور باختر کے قبائل کی سرکردگی کے لیے بڑھا۔ سب کو صلح بنایا۔ آگے پہاڑوں کا طویل اور اونچا سلسلہ تھا۔ اس کے باعث آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ نہ تھا *فجعل لہم من دونہم سترا* سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ باغی قبیلہ صحرا نورد تھا۔ قلعوں اور

مخالفات کا تو ذکر ہی کیا وہاں کوئی باقاعدہ مستوی ہی نہ تھی جہاں مکانات تعمیر کیے جاتے اور ان میں رہائش کی جاتی۔ کبھی درختوں کے کسی جھنڈ کی آڑ میں وقت بسر کر لیا۔ کبھی کوئی معمولی سا خیمہ تان لیا۔ دھوپ وغیرہ سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی معقول انتظام نہ تھا۔

تیسری قوم اس قوم کے متعلق قرآن نے بتایا کہ ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیانی درۂ ناک پہنچا تو وہاں اسے ایک قوم علی جو ان کی بولی سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سدین سے مقصود کا کیشیا کا پہاڑ ہی در ہے۔ اس کے داہنی طرف بحر خزر ہے جس نے شمال اور مشرق کی راہ روکی ہوئی ہے۔ بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لیے قدرتی رکاوٹ ہے۔ درمیانی علاقہ میں اس کا سر ٹھکانا سلسلہ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے۔ اس درمیانی در سے کے علاقہ شمالی قبائل کے لیے ادھر آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا اور یقیناً یہیں سے یا جوج و ماجوج آکر ان پر حملہ کرتے اور ان کے علاقہ کو تاخت و تاراج کیا کرتے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک سد (بند) تعمیر کر کے ان کا راستہ بند کر دیا گیا۔ جو لوگ اس علاقہ میں آباد تھے اور آتے دن یا جوج ماجوج کے حملوں سے ان کا امن برباد ہوتا رہتا تھا۔ انھوں نے ہی سائرس سے التجا کی ہوگی کہ وہ انھیں اس بلا سے بے درماں نجات دلائے۔ قرآن کریم کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف مومن ہی نہ تھا بلکہ بڑا فیاض اور رعایا کا ہمدرد اور خیر خواہ بادشاہ بھی تھا۔ ہمیں اس کے ایمان کے متعلق مطمئن ہونے کے لیے کسی بڑی کدو کاوش کی ضرورت نہیں بلکہ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشین گوئیاں ہی اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہ مومن تھا۔ حضرت دانیال کی پیشین گوئی تو آپ پر بھ آتے ہیں اب یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی سنیے :-

”جو خورس (سائرس) کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ میرا چروا بنا ہے اور میری مرضی بالکل پوری کرے گا اور یروشلیم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ تعمیر کیا جائے گا اور پہل کی بابت کہ اس کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ (یسعیاہ باب ۴۴: آیت ۲۸) اسی کتاب کے باب ۴۵ کی پہلی آیت بھی ملاحظہ فرمائیے :-

خداوند اپنے مسموح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے شکنجے زیر کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوادانوں اور دروازوں کو اس کے لیے کھول دوں اور چھانک بند نہ کیے جائیں گے۔ یا جوج اور ماجوج کا ذکر قرآن کریم میں دو بار آیا ہے۔ ایک یہاں اور دوسرا سورۃ الانبیاء میں۔ یورپ کی زبانوں میں انھیں (Gog and Magog) کہا جاتا ہے یہ کونسی قوم تھی۔ تمام تاریخی قرآن متفقہ طور پر شہادت دیتے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی اور طاقت ور قبائل جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چین کے شہنشاہ شیمن ہوانگ کی کو وہ عظیم الشان دیوار بنانی پڑی۔ جو پندرہ سو میل تک چلی گئی ہے اور جو دیوار چین کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر سال ۲۰۰ ق م میں شروع ہوئی۔ اور دس برس میں ختم ہوئی۔ اس نے شمال اور مغرب کی طرف منگولین قبائل کے حملوں کی تمام راہیں

إِنَّمَا مَكَّنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۚ فَاتَّبَعَهُ

ہم نے اقدار بخشا تھا اسے زمین میں لئے اور ہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (کے سبب) کے سبب سے حاصل کرنے کا ساز و سامان۔ پس وہ

سَبَبًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي

رازہ ہوا ایک پرخلہ یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے اسے یوں پایا گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ

عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۚ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّمَا

کچھڑکے چشمہ میں اور اس نے ہاں ایک قوم پائی۔ ہم نے کہا لئے ذالقرنین! تمہیں انصاف ہے (مخوہ تم

مسدود کر دیں۔ اس لیے ان کے حملوں کا رخ پھر وسط ایشیا کی طرف مڑ گیا۔ انھیں کے حملوں کو روکنے کے لیے سائرس نے سد تعمیر کی۔ شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے۔ لیکن عینی ذرا تھ سے پہنچتا ہے کہ اس کا اصلی قدیم نام "موگ" ہے جو چھ سو برس ق م یونانیوں میں سیگ اور سیگاگ پکارا جاتا تھا۔ اور یہی لفظ عبرانی میں مایوج ہو گیا۔

آخر میں ہمیں تحقیق کرنا ہے کہ سائرس نے جو سد تعمیر کی تھی اس کا محل وقوع کہاں ہے۔ بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر در بند آباد ہے۔ یہ ٹیک اس مقام پر واقع ہے جہاں کاکیشیا کا سلسلہ کوہ قائم ہوتا ہے اور بحر خزر سے مل جاتا ہے یہاں ایک دیوار ہے جس کا طول پچاس میل اور اونچائی انیس فٹ اور موٹائی دس فٹ۔ (انسائیکلو پیڈیا اس مقام سے مغرب کی طرف درۃ دانیال جو در بند پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار ہے اور اسے آہنی دروازہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے خیال کے مطابق آخری دیوار وہ ہے جو قرآن میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ریفیصلیات بشیر مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن سے ماخوذ ہیں)

لئے یعنی اسے مک میں تسطہ بخشا اور با اختیار کیا اسے علم قدرت آلات وغیرہ رحمت فرمائے جن سے کام لے کر وہ ہر چیز تک رسائی حاصل کر سکتا تھا اس آیت میں سَبَبًا کا معنی مایوصل الیہ من العلم والقدرة والالات (مظہری) لئے یہ اس کی پہلی مہم کی طرف اشارہ ہے جو مغرب شمس کی طرف تھی۔ جس میں وہ مغربی علاقہ کو فتح کرتا ہوا ایشیائے کوچک کے سمندر کے کنارہ تک جا پہنچا اور سمندر محال ہونے کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ حمۃ سیاہ کچھڑ جہاں پانی کم ہو وہاں کچھڑ سیاہ اور پانی گدلا ہوتا ہے۔ اس سے بحر اسود کے خلیج نما ساحل کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت میں سبب کا معنی راستہ ہے۔ سَبَبًا یعنی الطريق۔ (مظہری)

اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ

انھیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو مثلاً ذوالقرنین نے کہا جس نے ظلم (کفر و فسق) کیا

فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ اِلَى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا ثَكْرًا ۝ وَاِمَّا

تو ہم ضرور اسے سزا دیں گے پھر اسے لوٹا دیا جائیگا اسکے رب کی طرف لوہہ اسے عذاب لگا پڑا ہی سخت عذاب۔ اور جو شخص

مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاءٌ اَلْحُسْنٰی ۝ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ

ایمان لایا اور اچھے عمل کیے تو اس کے لیے اچھا معاوضہ ہے مثلاً اور ہم اسے علم دیں گے ایسے احکام

مِنْ اٰمِرِنَا يُسْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعُ سَبِيْلًا ۝ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ

جہان لے گا جو آسان ہونگے۔ پھر وہ روانہ ہوا دوسرے راستہ پر اللہ یہاں تک کہ جب پہنچا طلوع آفتاب کے مقام پر تو اس نے

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ يَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝

پایا سورج کو کہ وہ طلوع ہو رہا ہے ایسی قوم پر کہ نہیں بنائی ہم نے انکے لیے سورج (کی گرمی) سے بچنے کی آڑ اللہ

مثلاً اگر وہ نبی تھا جیسے بعض کا خیال ہے تو یہ ارشاد بذریعہ وحی ہو گا ورنہ کسی دوسرے نبی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اجازت مرحمت کی جا رہی ہے کہ اس مفتوحہ قوم سے جو مناسب برتاؤ چاہے کرے۔

مثلاً اس نے اپنی نیک نفسی کی وجہ سے ان کے پہلے تمام تصویروں کو معاف کر دیا اور آئندہ کے لیے انھیں متنبہ کر دیا اس کے اس کردار سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ سکندر رومی نہ تھا۔ کیونکہ سکندر کے متعلق انسانی کلو

پیڈیا بریشیا نیکا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے باپ فلپ کے مرنے کے بعد اپنے معصوم شہنشاہ سوتیلی بھائی کو جو قلو پٹر کے لہن سے تھا قتل کرا دیا اور اسی طرح اپنے چچا زاد بھائی منٹاس کو بھی اس نے مروا ڈالا تھا۔

نیز اس کے متعلق یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ اس کے باپ کے قتل میں بھی اس کا ہاتھ تھا۔ جلد ۱۷ صفحہ ۵۵

ایسے شخص سے ایسے بلند کردار کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

مثلاً یہاں سے اس کی دوسری ہم جو مطلع الشمس کی طرف تھی کا بیان ہے۔

اللہ خانہ بدوش قوم جس نے اپنے لیے مکانات وغیرہ بنانے کی زحمت تک گوارا نہیں کی تھی یعنی تہذیب تمدن سے بالکل بیگانے اور اپنی وحشی زندگی پر مطمئن بلکہ مسرور۔

كَذَلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝۹۱ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سَبِيًّا ۝۹۲ حَتَّىٰ

بات پونہی ہے۔ اور ہم نے احاطہ کر رکھا ہے ہر اس چیز کا جو اسکے پاس تھی اپنے علم سے۔ پھر وہ رازہ ہوا ایک لڑکے پر ۹۱۔ یہاں تک

إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا ۝۹۳ لَّا يَكَادُونَ

جب وہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان تو پایا اس نے ان پہاڑوں کے نیچے ایک قوم کو جو نہیں سمجھ سکتے تھے (انکی)

يَفْقَهُونَ قَوْلًا ۝۹۴ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّا يَا جُوجَ وَمَاجُوجَ

کوئی بات - انھوں نے کہا اے ذوالقرنین! یا جوج اور ماجوج نے

مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ

بڑا فساد برپا کر رکھا ہے اس علاقہ میں۔ تو کیا ہم مقرر کریں آپ کے لیے کچھ خرچہ تاکہ آپ بنا دیں ہمارے

تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝۹۵ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي

درمیان اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار - وہ بولا وہ دولت جس میں میرے کئے مجھے اختیار دیا وہ بہتر ہے ۹۴۔

بِقُوَّةِ أَجْعَلُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝۹۶ اتُّونِي زُبْرًا حَدِيدًا ۝۹۷ حَتَّىٰ

پس تم میری مدد کر جہاں شقت سے میں بنا دوں گا تمہارا اور ان کے درمیان ایک مضبوط آہٹمے کو میرے پاس لے کر آؤ (چنانچہ کام)

۹۱۔ اللہ تیسری قسم کا ذکر ہے۔ سدا ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان آڑ کا کام دے۔ اسی مناسبت سے

پہاڑ کو بھی سدا کہتے ہیں۔ السد: العجز بين الشيتين الجبل منجد

۹۲۔ وہاں کے لوگوں نے ذوالقرنین کو اپنی داستان غم سنائی اور اسے بتایا کہ یہ وحشی اور درندہ صفت

قبائل آتے دن ان کی مٹی پلید کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے بادشاہ کے سامنے ایک مضبوط دیوار

بنانے کی درخواست کی اور ہر طرح مالی امداد دینے کا وعدہ کیا۔

۹۳۔ اس کی عالی ظرفی کا ایک اور ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے ان لوگوں کو کہا مجھے تمہاری مالی امداد کی

ضرورت نہیں۔ مجھے میرے رب نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔ ہاں جو جہاں کام تم کر سکتے ہو وہ ضرور کرو۔ خوج اور

خرج ہم معنی ہیں۔ ردماً۔ مضبوط دیوار کو کہتے ہیں۔

إِذْ سَأَوْىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلْتُمْ بَارًا ۙ

مشرق ہو گیا یہاں تک جب ہوا کر دی گئی وہ غلاٹے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو اس نے حکم فرمایا دھونکو یہاں تک جہنم لوہا آنے لگا

قَالَ اتُّوْنِي أَفْرِغْ عَلَيْهٖ قَطْرًا ۖ فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوْهُ ۗ وَ

تو اس نے کہا اے آدمیوں! میرے پاس بچھلا ہوا تانہ لگائیں اس سے بچھو لو ہے پرائیوں سو یا جو جہنم بڑی کوشش کے باوجود

مَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۖ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّيْ ۗ فَاذْجَبْ

مشرکوں اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے اللہ ذوالقرنین نے کہا یہ سیر رب کی رحمت (کلاس) ہے یہ توفیق بخشی اور جب جائیگا

وَعُدْرَتِيْ جَعَلْهُ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَّبِّيْ حَقًّا ۖ وَتَرَكْنَا

سیر رب کا وعدہ تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اور سیر رب کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوا کرتا ہے اور ہم واکرار کر دیں گے

بَعْضُهُمْ يَوْمَئِذٍ يُّبْجِرُ فِي بَعْضٍ ۚ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ

بعض کو اس دن کہ وہ (مشرکوں کی طرح) دوسروں میں گھس جائیں گے اور صور بھونکا جائیگا تو ہم سب کو اکٹھا کر

جَمْعًا ۖ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِيْنَ عَرْضًا ۗ الَّذِيْنَ

دیں گے۔ اور ہم ظاہر کر دیئے جس قسم کو اس دن کفار کے لیے بالکل عیاں۔ وہ کافر

اللہ ان دو پہاڑوں کے درمیان جو درہ تھا اس میں لوہے کی چادریں بھر دی گئیں۔ پھر اس پر آگ جلائی گئی یہاں

کہ لوہا پگھل گیا پھر اس پر تانہ پگھلا کر ڈال دیا گیا چنانچہ لوہے اور تانے کی ایک ایسی دیوار بن گئی جس کو گزرنایا یا سکو پھانڈنا یا اس

نقب لگانا نہ تھے اسے ناممکن ہو گیا۔ فقہ کا معنی ہے بلند اور مضبوط عمارت قال ابو عبیدہ: الصدق کل بندہ عظیم مرتفع (قطبی) یہاں

صدفین دو پہاڑوں میں تھے درمیان غلاٹے۔ قطر کا معنی پگھلا ہوا تانہ والقطع عندک مثل المفسرین الخاص المذاب وقيل المذاب

المذاب وقيل للخاص المذاب (قطبی) اللہ ذوالقرنین نے ان کی خواہش کے مطابق ایسی مضبوط اور بلند دیوار تعمیر کر

دی جسکو عبور کرنا یا جو جہنم کی شکل ہو گیا انھوں نے اسکو پھانڈنا یا سکو گزرنے کے مقصد میں کسی اسلحہ کی ممانعت نہیں

اس حقیقت کی طرف نہیں توجہ دلائی کہ یہ دیوار اسی وقت تک تھیں ان وحشیوں کی دست برد بچا سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی اور

جب اس کے نزدیک اس کی ممانعت ہوگئی اور اسے خرچ کا وقت آگیا تو مضبوط دیوار ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ

جن کی آنکھوں پر پردے پہنچے تھے سبھی یاد سے اور جو (مگر حق) سن بھی نہیں سکتے

سَمْعًا ۝۱۸۱ فَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن

تھے کیا گمان کرتے ہیں کفار کہ وہ بنا لیں گے میرے بندوں کو میرے بغیر

دُونِي أَوْلِيَاءُ ۝۱۸۲ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝۱۸۳ قُلْ هَلْ

اپنا حمایتی ہے (یہ نامکون ہے) بیشک ہم نے تیار کر رکھا ہے جہنم کو کفار کی رہائش کے لیے۔ فرمائیے (اے لوگو) کیا

نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝۱۸۴ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

ہم مطلع کریں تمہیں ان لوگوں پر جو اعمال کے لحاظ سے گھٹائے میں ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝۱۸۵ أُولَٰئِكَ

آراستگی میں مگھور رہ گئی۔ اور وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ کوئی بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں بلکہ یہی وہ (بد نصیب)

۱۸۱ اللہ جو معبود برحق کو چھوڑ کر کسی اور کو رب بناتے ہیں ان سے بڑھ کر نا سمجھ اور بد بخت اور کون ہو سکتا ہے۔

۱۸۲ اللہ کیا تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ اور نقصان میں کون لوگ ہیں۔ آؤ میں تمہیں

بتاتا ہوں۔ وہ لوگ جو دنیا کی دنیا کے حصول کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں ان کی زندگی کا بس ایک ہی مقصد ہے

کہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کی جائے۔ مکانات و محلات تعمیر کیے جاتیں۔ دنیا میں مناصب عالیہ پر فائز ہوں

انہیں کبھی اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کا خیال ہی نہیں آیا۔ انہیں اپنی موت کو یاد کرنے کی کبھی فرصت

ہی نہیں ملی۔ ضلّ معیہم کے الفاظ کتنے معنی خیز ہیں کہ ان کی توانائی کا ایک ایک قطرہ متاع دنیا کے حصول

میں ضائع ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اس کشاکش میں وہ تھک کر چوڑ ہو گئے ہیں۔ آخری سعادت حصول کے لیے

ان میں اب ذرا ہمت نہیں۔ خود غر فرمائیے طالبان دنیا کا یہ کتنا صحیح نقشہ ہے۔

۱۸۳ اس کے باوجود انہیں اپنے کیے پر کوئی ندامت نہیں بلکہ اپنی قابلیت پر نازاں ہیں اور اپنی جدوجہد کے

ان نتائج پر بالکل مطمئن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے روگردانی کر کے جو نقصان عظیم انہوں نے اٹھایا اس کا

انہیں احساس تک بھی نہیں رہا۔

الَّذِينَ كَفَرُوا يَأْتِيهِمْ رِبِّهِمْ وَوَلَقَائِهِمْ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا يُقِيمُونَ

یہ جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا تو ضائع ہو گئے انکے اعمال لٹکے تو ہم ان کے اعمال

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزَنًا ۚ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا

تولنے کے لیے روز قیامت کوئی ترازو نصب نہیں کیے۔ یہ جو ان کی جنازہ جسمتم۔ اس سچ سے کہ انہوں نے

وَإِخْذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۗ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کھڑکیا اور میری آیتوں اور رسولوں کو مذاق بنا لیا۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرتے رہے

كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۗ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ

تو فردوس کے باغات ان کی رہائش گاہ ہونگے لٹکے وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں (اور) نہیں چاہیں گے کہ

لٹکے آخرت کی فکر تو یہ تب کرتے اگر اخروی زندگی پر ان کا ایمان ہوتا! انہوں نے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے کہ ایک روز ان کی ملاقات اپنے رب سے ہونے والی ہے اور ان سے ان کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔

لٹکے ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ قیامت کے دن جب وہ پابجولان پیش کیے جائیں گے تو ان کے دفتر عمل میں کوئی ایسی نیکی نہیں ہوگی جس کا وزن کیا جاسکے اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ بڑے ذریعہ اور جسم دنیا دار جتنے جتنے آئیں گے اور وہ اس غلط فہمی کا شکار ہونگے کہ آج کے دن بھی وہ مسرور ہوں گے اور معزز و محترم قرار پائیں گے لیکن جب ان کو تولنے کے لیے ایک پلٹے میں رکھا جائیگا تو ان کی بے مائیگی ظاہر ہو جائے گی حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ طاقت و سخت مزاج اور پیڑ کو جب میزان میں رکھا جائیگا تو اس کا وزن بال کے برابر بھی نہیں ہوگا عن ابی ہریرۃ قال قال النبی اللہ ذی الجلال و الاکرام یوضع فی المیزان ثلاثین شعراً۔ وزن کا معنی یہاں میزان بھی لیا گیا ہے یعنی ہم ان کے اعمال تولنے کے لیے کوئی ترازو نصب نہیں کریں ابوالعینی لایضع لہم میزانا یوزن بہ ما عملوا لا محاطاً۔ (نظری) لٹکے ان کے برعکس اہل ایمان جن کا صحیفہ عمل حسنت طامات ہے جگہ گارہ ہوگا انکی میزان بانی کے لیے جنف الفردوس کو آراستہ کیا جائے گا۔ وہاں انہیں رہنے کے لیے ایسے محللات دیئے جائیں گے جہاں سے وہ نکالنے نہیں جائیں گے بلکہ وہ ہمیشہ وہاں کی لذت و مسرور سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ سُنَّۃً کا معنی یہاں کی تواضع کے لیے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اسے بھی سُنَّۃً کہا جاتا ہے لیکن اس کا ایک دوسرا معنی منزل بھی ہے اور یہاں یہی زیادہ مناسب ہے۔

عَنْهَا حَوْلًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَعْرُ

وہ اس جگہ کو بدل لیں۔ (مے حبیب!) آپ فرمائیے کہ اگر سہ جگہ سمندر روشنائی کی بجائے کلمات (کھنڈے) کی طرح ہوتے تو تم ہر جا جاتا

قَبْلِ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَتُ رَبِّي ۝ وَلَوْ جُنَّتْ بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنَا

سمندر اس سے پیشتر کہ تم ہوں کی طرح کلمات آئے اور اگر تم نے آئیں اتنی اور روشنائی اس کی مذکور تب بھی تم نہ ہوتے (آج کی طرح) عانی و

بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أُمَّةٍ الْهَكْمَ إِلَهُ ۝ وَاحِدٌ ۝ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ

زیرانی! آپ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں ۱۲۳ قہاری طرح ۱۲۵ وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا خدا صرف اللہ وحدہ ہے پس جو شخص امید

النزل بضمتين المعتزل عن النزاج والنزل ايضا ما هيته للضيف -

۱۲۳ اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی آیات بنیات کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی بے پایانی کا منہم ذہن نشین کرنے کے لیے کتنا موثر اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ سارے سمندر اگر سیاہی بن جائیں اور اس سیاہی سے اس کی قدرت و حکمت کی آیات کو لکھنا شروع کیا جائے تو سارے سمندر خشک ہو جائیں گے لیکن ان آیات کا احاطہ نہیں ہو سکے گا بلکہ اگر مزید سات سمندر سیاہی بنا دیئے جائیں تب بھی یہ مضمون تشنہ ہی رہے گا۔ وانا ئے شیراز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی حد تک خوب فرمایا ہے۔

دفترت ام گشت میا پیاں رسید عمر پلا ما پھناں در اول وصف تو مانده ایم

۱۲۴ اللہ تعالیٰ کی ذات بے ہمتا کا اور اک انسان کے بس کا روگ نہیں نہ اس کے ظاہری حواس میں یہ تاج ہے اور نہ اس کے باطنی حواس میں یہ قوت ہے کہ اس کی حقیقت کو پہچان سکیں۔ عقل انسانی اپنی ترک تازیوں اور بے پروازیوں کے باوجود اس کی عظمتوں کے سامنے سرنگوں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں کہ ان آیات بنیات میں غور و فکر کیا جائے جہاں اس کی قدرت، عظمت، حکمت و کبریائی کے جلو سے چمک رہے ہیں۔ ان آیات میں جہاں پانی کا قطرہ، ریت کا ذرہ، وخت کا پتہ، زمین کی رنگین و سستیں، آسمانوں کی ہوسٹیاں، زمین کی خیر و کنیا پاشیاں ہیں وہاں نبی کی ذات بھی ایک ایسا آئینہ ہوتی ہے جہاں دیدہ دنیا کو قدرت الہی کے ایسے جلو سے نظر آتے ہیں جو اور کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ خصوصاً وہ ذات اقدس و اطہر جو تجلیات احسانہ اور انوارِ رحمانیہ کی ایسی تجلی گاہ ہے کہ عرشِ عظیم کو بھی اس سے کوئی نسبت نہیں۔ جس کسی کے نیاز آگیں دل اور محبت بھری آنکھوں نے حسین مصطفوی کو جتنا جانا، جس قدر پہچانا اور جس قدر چاہا اتنا ہی اسے عرفانِ خداوندی نصیب ہوا۔

لیکن ہر انسان کا مزاج یکساں نہیں ہوتا۔ بعض لوگ اتنے اٹھڑ اور بددماغ ہوتے ہیں کہ وہ حسن و جمال کے ان

پیکروں کے لیے اپنے دل میں قطعاً کوئی گشمش محسوس نہیں کرتے بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور انہیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے برعکس بعض طبیعتیں اتنی غلط اندیش اور ان کی عقلیں اتنی اوندھی ہوتی ہیں کہ جہاں کہیں کمال کی ذرا سی جھلک بھی۔ اسے اپنا معبود اور خدا بنا لیا اور اس کے سامنے سرسجود ہو گئے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو فقط اس لیے خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا کہ انہیں توراہ لوگ بر زبان تھی۔ حضرت عیسیٰ نے چند معجزات دکھائے تو لوگوں نے انہیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اس غلط فہمی کا سدباب کرنے کے لیے ہر نبی نے جہاں اللہ کی توحید کی دعوت دی اور اس کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اپنے خدا و کمال کا اظہار فرمایا وہاں کھلے اور واضح انداز میں یہ تصریح بھی کر دی کہ وہ بائیں ہر کمال و خوبی خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ معبود نہیں بلکہ عباد ہیں۔ جب جزوی کمالات سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں جن کی گرفت میں آج بھی بے شمار لوگ پھنس چکے ہیں تو وہ ذات اقدس جو جمال و کمال کا مظہر اتم بنائی گئی اس کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ اس غلط فہمی کے سارے امکانات ختم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تمام کمالات علی وجہ الائمہ متصف کرنے کے باوجود اس آیت میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا قل انما انما بشر مثکم لیخالی الہ انما الہکم الہ واحد۔

علمائے سلف نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اظہار تواضع کے لیے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس فتنے کو روز اول سے ہی ختم کر دیا جائے۔ علامہ شمار اللہ پانی پتی حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ قال ابن عباس علم اللہ تعالیٰ عز وجل رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم التواضع لسلطانہ علی خلقہ۔ . . . قلت فیہ سدباب الفتنۃ اذ تنبھا النصرانی حین رأوا عیسیٰ یسیرئ الاکسہ والابرون ویحی الموتی وقد اعطی اللہ تعالیٰ للنبینا صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات اضعاف ما اعطی عیسیٰ علیہ السلام فامرہ باقرار العبودیۃ وتوحید الباری لا شریک لہ۔

صاحب کمال کا اظہار تواضع بھی اس کا کمال ہوتا ہے لیکن بعض کج فہم اور حقیقت ناشناس لوگ اس آیت کو کمالات نبوت کے انکار کی دلیل بناتے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نبی محترم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیع کے متعلق کچھ بتایا جائے۔

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجبت لک النبوتۃ حضور آپ کو خلعت نبوت سے کب سرفراز فرمایا گیا ہے حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا و آدم بین الروح والجنس فجھے اس وقت شرف نبوت سے مشرف کیا گیا جب کہ آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح نبی تھی اور نہ جسم (رداء الترمذی و صحیحہ و قال استہ حسن غریب) نبوت صفت ہے اور موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔ اب خود ہی فیصلہ فرمائیے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہو کر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی۔ ابن تیمیہ

وغیر وہ نے یہ کہا ہے کہ کنت نسبتاً و آدم بین العماء والطمین اور کنت نسبتاً و لا آدم و لاء و لاطین لاصل لہما کہ ان دو حدیثوں کا کوئی اصل نہیں ہے۔ علامہ خفاجی ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں کو موضوع یا بے اصل کہنا درست نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کہ وہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔ اور یہ دونوں روایتیں اس کی ہم معنی ہیں۔ اس لیے ان کو موضوع کہنا کیونکہ درست ہو سکتا ہے جبکہ روایت بالمعنی محمد بن کے نزدیک جائز ہے۔ اس حدیث کا مطلب بھی نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الہی میں نبی تھا۔ کیونکہ اس میں پھر حضور کی کوئی خصوصیت نہ ہوگی بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا۔ اور اسی وقت خلعت نبوت سے سرفراز کیا اور ملا اعلیٰ کو اس حقیقت پر آگاہ کر دیا بل ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الازواج و خلع علیہا خلعة التشريف بالنبوة اعلیٰ لعلہ الاعلیٰ بہ چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے یسبح ذلک اللہ تسبیح الملائکة بتسبیحہ کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور کی تسبیح سن کر اللہ تعالیٰ کی پائی بیان کرتے۔ کسی نے یہ کیوں کہا ہے :-

گر نہ خورشید جمال یار شستے راہ نموں * از شب تاریک غفلت کس نبرے راہ بڑوں

ابن قطن نے اپنی کتاب الاحکام میں حضرت امام علی زین العابدین سے انھوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے انھوں نے ان کے جد امجد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے قال کنت فداً بین یدیہ قبل خلق آدم باربعة عشارف عام یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

اس حدیث کے آخری تین راوی ائمہ اہل بیت سے ہیں۔ ان کا علم و فہم اور تقویٰ کسی کی توشیح کا محتاج نہیں البتہ ابن قطن کے متعلق علماء جرح و تعدیل کی رائے بیان کرنا ضروری ہے تاکہ حدیث کی صحت کے متعلق کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ علامہ زر قانی ان کے متعلق لکھتے ہیں المحافظ الناقد ابو الحسن علی بن محمد ابن عبد الملک الحمیری - کان من ابصار الناس بصناعة الحديث و احفظهم لاسما و حالہ و اشدهم عناية في الرواية معروفا بالحفظ والاعتان (زر قانی علی الموابہب اللدنیۃ جلد اول ص ۳۳)

یہ حافظ اور نقاد حدیث تھے۔ ان کا نام ابو الحسن علی بن محمد ہے۔ قرن حدیث میں ان کی بصیرت اپنے ہم عصر لوگوں سے زیادہ تھی۔ وہ اسما الرجال کے حافظ تھے۔ روایت میں وہ انتہا درجہ کی احتیاط برتتا کرتے۔ وہ اپنے حفظ اور اتقان کے باعث مشہور و معروف تھے۔

حضرت جابر نے حضور فرمودات علیہ افضل الصلوٰۃ و الہیب التیمات سے پوچھا یا رسول اللہ بانی امت وامی اخیری عن اول شیئی خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیہ۔

درواہ عبدالرزاق بسندہ یعنی حضرت جابر نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ ان صحیح احادیث (جن کی تصحیح اور توثیق مولانا تھانوی نے نشر الطیب میں کی ہے) سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی ذات والاصفات عالم امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم و ابراہیم بلکہ عیش و کرمی سے بھی بہت پہلے۔ حضور کی دیگر صفات کی طرح نبوت و بشریت حضور کی صفات ہیں۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اسی نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے! و حقیقت محمدیہ حقیقۃ الحقائق ہے۔ و بهذا الاعتبار ستم المصطفیٰ بسور الانوار و باب الادواح (زرقاتی) یعنی اسی وجہ سے حضور کو نور الانوار اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔

یہ سب بڑا نازک ہے۔ مجھ جیسے کم علم کو یہ زیبا نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں۔ بہتر یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تحقیقات ہر ذی ناظرین کرنے پر اکتفا کروں جن کا علم و تقویٰ اہل شریعت اہل طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے اور جن کا قول ساری امت کے نزدیک حجت ہے۔ اس لیے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔ شاید جلوہ حسن محمدی کی جھلک دیکھ کر کوئی چشم اشکبار سکاڑے کسی کے دل بے قرار کو قرار آجائے۔ آپ لکھتے ہیں:-

”جاننا چاہیے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ كَشْفِ صَرِيح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت کا وجود مشہود نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تخلیق و امکان کا منشا عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے تصور ہو سکتا ہے۔“

(دفتر سوم ترجمہ مکتوب منہ اصلاً)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط و سزاوار غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پر نور کی تعظیم و تکریم فرض عین ہے اور ان سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے و تعذروا و توقدوا اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص و ادب و احترام ہے یا سحر و ادب۔

رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝۴

رکھتا ہے اپنے رب کی تعظیم کی تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو لائے۔

پہلی صورت میں بشر کو ناجائز ہو گا۔ اور دوسری میں ناجائز مہر سہر علم و عرفان حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس عقیدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوم اور مصداقاً شخصیں کمال ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ ارشاد باری ہے: مَا مَنَعَكَ إِن لَّا تَعْبُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِسْمِ اللَّهِ

(اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا) کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لنگنے کی عزت نصیب ہوئی۔ اس لیے اسے بشر کہا گیا ہے اس خاک کے پتے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استحلال کے لیے نظر بنایا گیا ہے اور ملائکہ جو نقص نظریت کمال سے محروم تھے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے (مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس تکس سوائے اہل تحقیق و اہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص تکس خواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ وال تعظیم ناجائز ہے۔

(فتاویٰ مہریہ منہ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

۱۲۵۰ خرطلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے مراتب درجات قہی ہوں یا کسی کمالات علمی ہوں یا علمی عادات و خصائل روح پر نور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا ادنیٰ نسبت بھی نہیں۔ پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کوئی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔ یقیناً صرف ایک بات میں مماثلت ہے وہ یہ ہے کہ انہ لالہ الہیہ وہ بھی ایک خدائے وحدہ لا شریک کا بندہ ہے جس کے تم بندے ہو اس کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

۱۲۵۱ عمل کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔

جہاں ریا آگئی وہ عمل ضائع ہو گیا۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال سمعت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم یقول من صلی یرای فقد اشرک ومن صام یرای فقد اشرک ومن تصدق یرای فقد اشرک

یعنی جس نے ریاکاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ جس نے ریاکاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس

نے ریاکاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں انہیں شداد رضی اللہ عنہ

سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت شداد رونے لگے۔ رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے جواب

دیا کہ میں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی تھی جس نے مجھے رُلا دیا۔ میں نے حضور

کو یہ فرماتے سنا انخوف علی امتی الشوک والشهوة الخفیة۔ کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری امت شرک اور شہوتِ خفیہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اتشرك امتك من بعدک۔ کیا حضور کی امت حضور کے بعد شرک کرنے لگے گی؟ قال نعم لما انهدوا بعدون شمس اولادهم ولا جمل ولا وثنا ولكن بلعون باعمالهم حضور نے فرمایا ہاں۔ لیکن وہ سورج چاند کی پوجا نہیں کریں گے۔ اور نہ کسی پتھر اور بت کی عبادت کریں گے، بلکہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کریں گے۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ کوئی کام خواہ کتنا نیک اور عمدہ ہو اگر اس میں ریا اور نود آجائے گی تو بارگاہِ رب العالمین میں وہ قطعاً منظور نہیں ہوگا۔ وہاں تو وہی عمل مقبول ہوتا ہے جس سے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو۔ ریا سے بچنا بڑی مشکل بات ہے نفس کی اگھبت اور شیطان کی وسوسہ بازی سے محفوظ رہنا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ ہر کس و ناکس میں یہ ہمت و عزم کہاں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم نے ہماری کمزوریوں پر رحم فرماتے ہوئے ہمیں ایسا طریقہ بھی تعلیم کر دیا جس کے ذریعے ہم شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ رہ سکتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

هو فيكم اخفي من دبيب النمل وسادلك على شيئا اذا فعلته اذهب عنك مغار الشرك وكباره فقول
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ تَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - (زقربی)
 یعنی شرک چھوٹی چیز کے رہنے سے بھی زیادہ تم میں مخفی ہوتا ہے۔ میں تمہیں ایک دعا سکھاتا ہوں۔ اگر تم یہ مانگو گے
 تو اس کی برکت سے چھوٹا اور بڑا ہر قسم کا شرک تم سے دور ہو جائے گا۔ الفاظ یہ ہیں انھیں تین بار کہو :-
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ۔
 اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ دانستہ شرک کروں اور میں تجھ سے منفرت طلب کرتا
 ہوں اس شرک سے جو نادانستہ تجھ سے سرزد ہو۔

تعارف سوره مریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام :- حضرت مریم کا تذکرہ اس سورۃ میں تفصیلاً کیا گیا ہے۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کو آپ کے نام نامی سے موسوم کیا گیا۔ یہ چھ رکوعوں اور اٹھانوے آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد سات سو اسی ہے۔ نزول :- جب مکہ کے دو مشہور سیاست دان عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ اپنی سیاسی ریشہ دوانیوں کے باوجود نجاشی کو اس بات پر آمادہ کرنے میں ناکام رہے کہ وہ مسلمان ہما جو بن کو حبشہ سے نکل جانے کا حکم صادر کرے تو مسلمانوں کے خلاف نجاشی کے دل میں آتش عنیظ و غضب بھڑکانے کے لیے انھوں نے ایک اور چال چسپائی انھوں نے نجاشی سے کہا کہ وہ مسلمانوں سے پوچھے کہ وہ حضرت مسیح کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انھیں یقین تھا کہ مسلمان اگر اپنا صحیح عقیدہ بیان کریں گے تو بادشاہ برا فرودختہ ہو کر انھیں ملک بدر کرنے لگا اور غلط بیانی سے کام لیں گے تو مکہ میں جا کر وہ ان کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کر دیں گے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو حضرت مسیح کے بارے میں اپنا صحیح عقیدہ بیان کرنے کا حکم دیا تو عقل مصلحت اندیش کے سارے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بلا تامل سورۃ مریم کا دوسرا رکوع پڑھنا شروع کر دیا۔ اس وقت ایک عجیب منظر تھا قرآن پڑھا جا رہا تھا اور پڑھ رہا تھا جس نے قرآن کی تعلیم اس ذات اقدس و اطہر سے حاصل کی تھی جس کے قلب منور پر اس کا نزول ہوا تھا۔ دربار میں سنا نا چھا گیا۔ نجاشی کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی بھیگ گئی جب حضرت جعفر نے ولادتِ ختم کی تو نجاشی نے ایک تنکے اٹھا کر کہا کہ حقیقت مسیح کے متعلق جو تم نے بیان کیا ہے حضرت مسیح اس تنکے کے برابر بھی اس سے کم یا زیادہ نہ تھے۔ یہ واقعہ بعثتِ نبوی کے پانچویں سال وقوع پذیر ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت سے پہلے یہ سورۃ نازل ہو چکی تھی۔

مضامین :- سپہد رکوع میں حضرت زکریا علیہ السلام کی نیاز مندانہ التجا کو شرفِ قبولیت بخشے ہوئے انھیں اس وقت ایک بیٹے کی ولادت کا شہدہ سنایا گیا جب بڑھاپے کی وجہ سے ان کے سانسے بال سفید ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ منزہ بانجھ ہو چکی تھیں۔ دوسرے رکوع میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کا تذکرہ کر کے اس حقیقت کو عیاں فرمایا کہ اسباب و علل کی احتیاج نہیں ہے اسے نہیں جو اسباب و علل کا خالق ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی

شخصیت انتہائی متنازعہ فیہ تھی۔ آپ کے ملاحوں میں ایسے حقیقت ناشناس بھی تھے جو آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا یقین کرتے اور آپ کے دشمنوں میں ایسے بد باطن بھی تھے جو آپ کو نبی تو کہا ایک شریف زادہ بھی ماننے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہ تھے۔ افزاء و تفریط کے اس شور و شغب میں حقیقت کا روئے زبا نظروں سے بالکل اوجھل ہو چکا تھا۔ یہ قرآن کا ہی فرض تھا کہ حضرت مسیح کی حقیقت کو آشکارا کرے۔ چنانچہ آپ کی اور آپ کی والدہ طاہرہ کی عظمت و شان کو پوری آب و تاب سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ حضرت مسیح نہ خدا تھے اور نہ فرزند خدا بلکہ خدا کے پیارے بندے اور عزیز رسول تھے۔ عصر حاضر کے جدید ہفستریں نے حضرت مسیح کی ولادت کے متعلق جس معرب ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اس کا تفصیلی تذکرہ اور اس پر تبصرہ آیات کی تفسیر کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے۔

تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انداز دعوت کو بڑی حسن و خوبی سے بیان کر دیا گیا ہے۔ آپ کو دعوت کی نزاکتوں کا احساس بھی ہے اور اپنے باپ کا ادب بھی ہر لحظہ ملحوظ ہے۔ ادھر سے درشتی ہے۔ سخت کلامی ہے۔ دھمکیاں اور سرزنشیں ہیں اور ادھر خیر خواہی ہے۔ اخلاص ہے، ادب اور احترام ہے۔ جب تک اسلام کا مبلغ اس اسوۂ ابراہیمی کو نہیں اپنائے گا وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

چوتھے رکوع میں متعدد اولوالعزم رسولوں کا ان کے خصوصی کمالات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے! اور ان کے ذکر کے بعد ان کی اولاد کا ذکر فرمایا ہے۔ جنہوں نے اس زعم باطل میں مبتلا ہو کر کہ وہ بیٹوں کی اولاد میں راہِ حق سے منہ موڑ لیا اور فریانی اور سرتابی کرنے میں دوسروں سے بھی سبقت لے جانے لگے اور صالحین کی اولاد ہونے کا جو شرف انھیں وہی طور پر بخشا گیا تھا اس کو خاک میں ملا کر دم لیا۔ فسوف یلقون عقیبا کی دل ہلا دینے والی سرزنش سے انھیں خوابِ عظمت سے جھجھوڑا۔ اس کے ساتھ ہی انھیں تسلی بھی دی کہ اگر وہ اپنی اس غلط روش سے صدقِ دل سے باز آجائیں گے تو رحمت کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے۔

پانچویں رکوع میں منکرینِ قیامت کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا گیا۔ نیز دنیا کے ساز و سامان کی ناپائیداری کی طرف توجہ دلا کر انھیں باقیاتِ صالحات کی طرف شوق انگیز انداز میں دعوت دی گئی۔ آخری رکوع میں ان گراہِ فرقوں کی حماقت کا پردہ چاک کیا گیا جو خداوند تعالیٰ کے لیے بیٹے یا بیٹیاں گھڑا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر اسرار و رموز کا بیان اپنے اپنے موقع پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورہ بزمِ کرم ہے اس کی ۹۸ (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہوشیار رحم فرماتے والا ہے) آیتیں اور ۶ رکوع ہیں

کَهِيعَص ۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكْرِياً ۱۰ اِذْ نَادَى رَبَّهُ

کاف۔ یا۔ عین۔ ص۔ لے۔ یہ ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا لے جو اس نے اپنے بند زکریا پر فرمائی تھی جب اس نے پکارا اپنے رب کو

لے یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان پر تفصیلی بحث سورہ بقرہ کے آغاز اور بعض دوسرے مقامات پر کر رہی ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء پر دلالت کرتے ہیں۔ ک۔ کافی پر عا حادی پر یا حکیم پر یح عظیم پر اور صاد صادق پر۔

قشیری نے حضرت ابن عباس سے اس کا یہ مفہوم بھی نقل کیا ہے :-

معناه کاف لمخلقه های لعباده یدک فوق ایدیهم عالم بهم صادق فی دعواه -

یعنی وہ اپنی مخلوق کے لیے کافی ہے۔ اپنے بندوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ سب پر غالب ہے۔ سب کو جانتا ہے۔ اور اپنے وعدے کا سچا ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دعاما نگئے ہوئے کہا کرتے تھے :- یا کھلیعص اغفر لک یا کاف یا عین ص مجھے بخش دے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے۔ بعض علماء نے اسی کو اسم اعظم کہا ہے۔ (قرطبی، روح المعانی)

لے یہ فقرہ خبر ہے۔ اور اس کی مبتدا "ہذا" محذوف ہے یعنی هذا ذکر رحمة ربك عبدہ زکریا سے سرور عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ واقعہ جس کا بیان اب ہوتا ہے اس میں تیرے رب کریم کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے ایک جلیل القدر بندے حضرت زکریا علیہ السلام پر فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اپنے وجود اور اپنی بقا میں اس کی شانِ بڑی بڑی گرامت ہے۔ ہاں ہر صفت ربوبیت کا جو خصوصی تعلق ذات پاک مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ وہ اور کسی چیز کو میسر نہیں۔ عبد کی اصافت اپنی ذات کی طرف فرما کر حضرت زکریا کی عزت و شرف کا اظہار فرمادیا۔

لے آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ جن کے ذریعہ بیت المقدس میں مذہبی رسومات کو ادا کرنا تھا۔ آپ حضرت مریم کی خالہ ایشیح (ELIZABETH) کے شوہر تھے۔ اسی قرابت کے باعث آپ کو حضرت مریم کا نگران مقرر کیا گیا تھا جس کا تفصیلی تذکرہ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے۔

نَدَاءٌ خَفِيًّا ۖ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاسْتَعَلَ الرَّاسُ

چپے چپے کلمہ عرض کی اے میرے رب! میری حالت یہ ہے کہ کمر و پوسیدہ ہو گئی ہیں میری ڈھالی اور بال سفید ہو گئی ہے

شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَايِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ

اور اس پر چلے کیونچے اور ایک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تجھے پکارا ہو اور میرے رب اور میں نامراد رہا ہوں اور میں ڈرتا ہوں

مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتْ اَمْرًا تِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝

اپنے پیچھے ہٹتے داروں سے ہے اور کہہ اسیر کعبہ (وین صلیح ذکر میں) اور میری بیوی ہاتھ سے پس چشمہ سے مجھے اپنے پاس سے ایک نیک لے

میں آپ کی عمر بعض دہائی تک مطابق ستر سال اور بعض کے مطابق ایک سو میں سال اور آپ کی اہلیہ حضرت کی عمر آٹھ سو سال ہو گئی تھی اور ابھی تک اسے کئی فرزند تو لہ نہ ہوا تھا! چنانچہ رشتہ داروں میں کئی مصلح اور ارحمہ نظر نہ آتا تھا جو اس قہر کو اٹھائے بعد اٹھائے فریغ منصب کی ناکہ ڈاروں کو انجام دے سکے اس لیے آپ نے نکلنے کا حکم دیا کہ میں ایسا نہ ہو کہ اٹھائے رحمت مانگنے کے بعد کوئی نا اہل شخص انکا جانشین بنجائے ورنہ دینی رسالت اور عبادات کو ادا کرنے میں کٹاہی کرنے لگے اہل نظر سے مخفی نہیں کہ جب میں کا دشمن زاغ و زغن کے تصرف میں آجاتا ہے تو پھر دینی رسالت کتنی پروردگار کے جلن ہو جاتی ہیں اور اخلاقی قدوں کی کس بیدوی سے تحقیر کی جاتی ہے یہی احساس حضرت زکریا کو ہر لمحہ میں دکھا کر اٹھا ایک نیک دل کا سوز التجا میں کر پان آج ہی گیا عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے انداز سے بارگاہ رب العزت میں علم پناہ کا اظہار کر دیا۔ بڑی خاموشی سے چپے چپے اپنے چارہ ساز کے حضور میں اپنی حکایت درود کہہ دی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے پاک نبی کی طلب اور انداز طلب قبول عزم طلب ہیں دستِ عاقلانہ والوں کو آداب کا و صمدیت کی کسی تعلیم سہا رہی ہے سب سے پہلے اپنے عجز کا اعتراف کیا اور اپنی بے بسی اور سبکی کا اظہار الہی اب تو میری ہڈیاں بھی پوسیدہ ہو گئی ہیں میرے سر کے سائے بال پرانہ سالی کے باعث برف کی طرح سفید ہو گئے ہیں! اسکے بعد عرض کی میں ترا وہ بندہ ہوں جسے تو نے عرصہ راز سے اپنے لطف سے کرم کا خوگر بنا دیا ہے جب کبھی میں نے کوئی سوال کیا تو نے رزد کیا جو تبھی میں نے مانگا تو نے عطا فرمایا۔ تیرے کرم نے ہمیشہ میری آرزوؤں کی لاج رکھی۔ تیری عنایات نے آج تک مجھے کبھی ناشاد و نامراد نہ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ حسب سابق اس خوگر لطف و عنایت کی یہ التجا بھی شرف قبول سے سرفراز ہوگی۔

ہے ساتھ ہی اس دعا کی اہمیت کا ذکر بھی کر دیا کہ میرے قریبی رشتہ دار جو میری مسند کے وارث بننے والے ہیں ان میں ایک بھی تو ایسا دکھائی نہیں دیتا جو اس منصب کی سنگین ذمہ داریوں کو انجام دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ پہلے اپنے پیر فرقت ہونے کا ذکر کیا۔ اب اپنی بیوی کے ہاتھ ہونے کا تذکرہ کر دیا۔

لے ان آداب شاہانہ کو بجالانے کے بعد اصل مدعا عرض کیا۔

يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ؕ وَاَجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۱۰۱ يٰۤاٰكْرِبَآءَ

جو وارث بنے میرا اور وارث بنے یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا اور بنائے اسے رب پسند میرا (والا) اسے ذکر کیا!

شعیتہ کا عقیدہ ہے کہ عام لوگوں کی طرح انبیاء کے اموال اور جائیدادیں بھی بطور میراث وارثوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے انھوں نے اس آیت سے بوجہ استدلال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وراثت کے لفظ کا اطلاق اگرچہ علم ہنصب اور مال کی وراثت پر ہوتا ہے لیکن اس کا معنی حقیقی مالی وراثت ہے اور دیگر امور کے لیے اس کا استعمال بطور مجاز ہے۔ اس آیت میں وراثت کا حقیقی مضمون ہی مراد ہوگا۔ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا درست نہیں۔ نیز علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر درمشور میں حضرات ابن عباس مجاہد و عکرمہ اور ابوصالح سے اس آیت کا یہی معنی نقل کیا ہے۔ انہم قالوا فی الآیۃ یرثنی مالی یعنی مجھے ایسا بیٹا دے جو میرے مال کا وارث ہو نیز ارشاد نبوی سے بھی اسی معنی کی تائید ملتی ہے عن الحسن انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال فی الآیۃ یرحم اللہ تعالیٰ منی ذکر کیا ماکان علیہ متن یرث مالاً یعنی اس آیت کے متعلق حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی ذکر یا پر رحم فرمائے ان سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوتا۔ اگر ان کے مال کا کوئی بھی وارث بنتا۔ نیز علم کتب و اقتساب سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو لیے جد و جد کرنا پڑتی ہے اور وراثت میں انسان کے کسب اور جد و جد کو دخل نہیں۔

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور یہ احادیث صرف اہل سنت کی کتب میں ہی موجود نہیں بلکہ شیعہ کی کتب میں صحیح سند سے مروی ہیں۔ چنانچہ ان کے محدث اعظم کلینی نے اپنی کتاب الکافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ان العلماء وراثۃ الانبیاء و اولادہم یورثوا درہما و اولادینا و اولادہم یورثوا و اولادہم یورثوا۔

ترجمہ۔ انبیاء کے وارث علماء ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء درہم اور دینار کا وارث کسی کو نہیں بناتے بلکہ وہ اپنے حکیمانہ ارشادات بطور ورثہ دیتے ہیں۔ جس نے ان ارشادات سے کوئی چیز حاصل کی تو اس نے نبوت کی میراث کا بڑا حصہ لیا۔ اس حدیث میں ”انما“ کا لفظ قطعی طور پر حصہ کا فائدہ دیتا ہے جس کے شیعہ بھی معترف ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں جو فریقین کے نزدیک صحیح ہیں ہم آیت میں یرثنی کا معنی وراثت علم ہی کریں گے۔ ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ وراثت کا اطلاق وراثت مال حقیقی ہے اور دوسرے معانی پر مجازی بلکہ علم ہنصب اور مال کی وراثت سب پر اس کا اطلاق حقیقاً ہوتا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ دیگر معانی پر اس کا اطلاق مجازی ہے تو یہی یہ ایسا مجاز نہیں کہ جس کا مفہوم متعین کرنے میں قاری کو دشواری کا سامنا کرنا پڑے بلکہ یہ مجاز متعارف ہے اور بحیثیت ان معانی پر اس کا اطلاق ہوتا رہتا ہے خصوصاً قرآن کریم میں اس کا استعمال آنا کثیر

إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِعِلْمٍ ۖ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝

ہم شہود دیتے ہیں تجھے ایک بچے (کی ولادت) کا۔ اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے نہیں بنایا اس کا کوئی ہم نام اس سے پہلے شہ

قَالَ رَبِّ اَنِي يَكُونُ لِي عِلْمٌ وَّكَانَتْ اُمْرَاتِي عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ

ذکر یا نے عرض کی تیرے رب! کیسے ہو سکتا ہے میرے ہاں لڑکا کہ حالانکہ میری بیوی ہاتھ ہے اور میں بوڑھی تھی ہوں

مِنَ الْكِبَرِ عَتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هٰٓيُنٍ وَّقَدْ

بڑھاپے کی انتہا کو۔ فرمایا۔ یونہی ہوگا۔ تیرے بچے فرمایا ہے کہ اس کبر سن میں بچہ بنا سکتے آسان بات اور

ہے کہ حقیقت کا ہم ہمہ نظر آتا ہے۔ مثلاً ارشاد الہی ہے "لو اور ثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا" یعنی اپنے بندوں سے جن کو ہم نے چنا تھا انھیں کتاب کا وارث بنایا۔ دوسری جگہ ہے "تختلف من بعدهم خلف" و درثوا الكتاب "ان کے بعد ان کے جانشین کتاب کے وارث ہوتے ایک اور مقام پر ارشاد ہے ان الذين اور ثوا الكتاب من بعدهم یعنی وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔ یہاں تمام آیات میں وراثت سے مراد مالی وراثت نہیں بلکہ علم و حکمت ہے۔

نیز وہ آثار جو وراثت مال پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ علماء جرح و تعدیل کے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ والآثار الدالة على انهم يورثون المال لا يعقل عليها عند المنتاد (مرح المعانی) اور وہ احادیث مرسل ہیں اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں انھیں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ ہذا ہر سلات لا تعارض الصحاح۔

اس کے علاوہ پیغمبر کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ مال و متاع کی محبت میں اسیر ہو۔ وہ ہر وقت حسن انزل کے جلووں کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ دنیا کی نفسیں سے نفسیں چیز بھی ان کے دامن دل کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی۔ دوسرا حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ بڑھی کا کام کر کے اپنی گزاردقات کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس اتنی دولت ہی کہاں تھی جس کے لیے وہ ہر وقت فکر مند رہتے۔ ان تمام امور کے پیش نظر ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آیت میں وراثت سے مراد وراثت مال نہیں بلکہ علم و حکمت کی وراثت ہے۔

شہ دعا کی مقبولیت کا شہود سنایا جا رہا ہے سبحی اہم نام۔

یہ شہود سن کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اذرا و مسرت و حیرت عرض کرنے لگے۔ عتیا؛ وہ بوڑھا جس کی ہڈیاں بھی خشک ہو گئی ہوں۔ علامہ راغب نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے اسی حالۃ لا سبیل الی اصلاحها و مداواتھا یعنی بڑھاپے کی حالت جب نفاہت انتہا کو پہنچ جائے اور اس کے دور ہونے کی اب کوئی صورت نہ ہو۔

خَلَقْتِكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً

روٹیوں میں نے تجھیں بھی تو پیدا کیا تھا اس سے پیشتر مالا نادم کچھ بھی نہ تھے نہ ذرا مینے عرض کی کہ میرے رب خیراً تو میرے لیے کوئی علامت

قَالَ اِيَّتِكَ اَلَا تَتَكَلَّمُ النَّاسُ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ

جواب ملا تیری علامت یہ کہ تو بات نہیں کر سکتے گا۔ لوگوں سے تین رات تک انا نکلے تو باطل سند سے ہرگز الگ بھارت نکل کرے اپنی

مِنَ الْمُحْرَابِ فَاَوْحَىٰ اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوا بِكُرَّةٍ وَّعَشِيًّا ۝ يُحْيِي

قوم کے پاس (اپنے) عبادت خانہ سے تو اشارہ سے انھیں سمجھایا کہ تم پانچ بیان کرو (اپنے رب کی) صبح و شام۔ لئے یحییٰ پھر لو اس

خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَاَتَيْنَهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

کتاب کو مضبوطی سے لے لے اور بچپن عطا فرمادی انھوں نے جیکڑہ دیکھے تھے نیز عطا فرمائی دل کی نرمی اپنی جناب سے

تلف یعنی وہ قادر مطلق جس نے تجھے نیت سے بہت کیا۔ اس کے لیے کیا شکل ہے کہ وہ اس پر انہ سال کی حالت میں تجھیں فرزند ارجمند عطا فرمائے۔

اللہ عرض کی کہ میرے لیے کوئی نشانی مقرر کی جائے جس سے میں یہ جان لوں کہ مجھ سے جو وعدہ کیا گیا اس کے پورا ہونے کا وقت اب آ گیا ہے۔ اس شوق و بے قراری کا وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے جو کبھی ایسے حالات سے دوچار ہوا ہو۔

اللہ نشانی یہ بتائی گئی کہ تم اس وقت بات چیت نہیں کر سکو گے لیکن یہ خاموشی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ بطور علامت ایسا ہوگا۔ سو تیا حال ہے اور تکلم کا فاعل اس کا ذوالحال ہے۔ حال من فاعل تکلم مفید لکن انقطاع التكلم بطريق الاعجاز وحق العادة لا لا عقل اللسان بمرض وهذا ما عليه الجسمود (روح المعاني)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سو تیا کا تعلق ثلاث لیا لیا سے ہے یعنی تین کامل راتیں۔ آیت کا ترجمہ جہور کی رائے کے مطابق کیا گیا ہے۔

تلف جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کیا گیا تو انھیں کتاب پر پوری تندہی سے عمل کرنے کی تلقین کی گئی۔ آپ کی زندگی بتاتی ہے کہ آپ نے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا حق ادا کر دیا۔ تاکہ خوش گوشہ میں جا کر دور افتادہ صحراؤں اور دشوار گزار پہاڑوں میں جا جا کر لوگوں کو پیغام حق سنایا۔ اور انھیں گناہوں سے تائب ہونے کی ترغیب دی۔ بشیاد لوگ آپ کی تبلیغ کی برکت سے راہ حق پر آ گئے۔ فسق و فجور کی زندگی کو ترک کر کے انھوں نے زہد و تقویٰ کو اپنا شعار بنایا قوم

کے ہر طبقہ کو اپنے ان کی کوتاہیوں اور خامیوں پر متنبہ کیا۔ علماء بنی اسرائیل جو دنیا کی محبت میں اس قدر وارفتہ ہو گئے تھے کہ احکام الہی کی تحریف میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتے تھے انھیں بڑی سختی سے مجتمعوار اور بڑے درشت لہجہ میں انھیں فرمایا اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ پس توبہ کے موافق عمل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہام ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہام کے لیے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب درختوں کی جڑ پر کھانا رکھا ہوا ہے۔ پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ (متی، باب ۲۱ آیت ۴ تا ۱۰)

آپ کی دعوت کا حلقہ صرف عوام تک محدود نہ تھا بلکہ شاہی دربار بھی آپ کے نعرہ حق سے لرزہ بلند ام تھا بادشاہ وقت ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپ کی منگھو بیوی ہیرودیس کو اپنے گھر میں ڈال رکھا تھا۔ آپ نے اس کو بر ملا جاکر کہا کہ اپنے بھائی کی بیوی کو رکھنا سمجھ کر روا نہیں۔ انجیل مرقس کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں :-
 ”پس ہیرودیس اس سے دشمنی رکھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرے مگر نہ ہو سکا۔ کیونکہ ہیرودیس یوحنا کو راست بازار مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے بچائے رکھتا تھا! اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سننا خوشی سے تھا۔ اور موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گیل کے رئیسوں کی ضیافت کی۔

اور اسی ہیرودیس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے ماہگ میں تجھے دوں گا۔ اور اس سے قسم کھائی کہ جو تو مجھ سے مانگی گی اپنی آدمی سلطنت تک تجھے دوں گا اور اس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں۔ اس نے کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر۔ وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی۔ میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوادے۔ بادشاہ بہت غمگین ہوا اور اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب سے اس سے انکار کرنا نہ چاہا۔ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے۔ اس نے جا کر قید خانہ میں اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔ (مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ تا ۲۸)
 اس طرح حضرت یحییٰ نے اپنا سر کٹا کر اپنے رب کے اس فرمان یا ایچی خدا لکتاب بقسوة کی تعمیل کا حق ادا کیا۔

كله حنانا كعطف الحكم يره شفقت، رحمت اور محبت کے مجموعہ کو خزان کہتے ہیں قال جمہود المفسرین الحنان الشفقة والرحمة والرحمة (قرطبی)

یہاں ان صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ جن سے متصف ہو کر یہ مولود مسعود و تشریف لایا تھا۔

وَزَكَاةٌ وَكَانَ تَقِيًّا ۗ وَبَدَّ أَبُو الدِّيَةِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝

اور نفس کی پاکیزگی اور وہ برہنہ پر مینگار تھے اور خود متکبران تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر (اور) سرکش نہ تھے اور

سَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ وَادْكُرْ

سلامتی جو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کرینگے اور جس روز انھیں اٹھایا جائیگا زندہ کر کے اور اسے بھیجا

فِي الْكِتَابِ مَرِيْمَ اِذْ اَنْتَبَدَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ

بیان کیجیے کتاب میں مریم (کا حال) تھے جب ان کے چھٹی اپنے گھر والوں کے ایک مکان میں جو شرق کی جانب تھا اٹھے پس بنایا

قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی نیاز مندانہ دعا، اس کی قبولیت، حضرت یحییٰ کی سیرت اور اخلاق کی جو تفصیلات بیان ہوئیں ان کو اپنے اچھی طرح پڑھ لیا۔ یہ واقعہ تقریباً انہی تفصیلات کے ساتھ انجیل لوکا باب اول آیات ۵ تا ۲۵ میں مذکور ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انجیل میں وہ نیاز و ادب میں ڈوبی ہوئی التجار مذکور نہیں جو اس واقعہ کی جان ہے۔ نیز آپ کے سکوت کو قرآن نے جہاں محض اس خوشخبری کے وقوع پذیر ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ وہاں انجیل میں لکھا ہے کہ بطور سزا ان سے قوت گویائی سلب کر لی گئی تھی۔ چنانچہ اسی باب کی آیت نمبر ۲۰ ملاحظہ فرمائیے۔

” اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقعہ نہ ہوئیں تو چپکے رہے گا اور بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔“

شکلہ پیدائش، وفات اور شرکے دن انسان کے لیے جس خصوصی اہمیت کے حامل ہیں وہ محتاج بیان نہیں بلکہ اس سے ہر ایک دن زندگی کے ایک نئے اور نامعلوم دور کا یوم آغاز ہے۔ اور ان ایام میں انسان کی بے بسی اور بے کسی اتنا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ ویسے تو انسان کو ہر آن اور ہر لمحہ رحمت خداوندی کی ضرورت ہے لیکن ان تین نازک مرحلوں میں جس شدت سے انسان اپنے خداوند کریم و رحیم کی رحمت و عنایات کا محتاج ہوتا ہے وہ انظر من شمس ہے حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ یہاں لکھتے ہیں :-

کہ یہ تینوں دن بہت اندیشناک ہیں۔ کیونکہ ان میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اس سے پہلے اس نے نہیں دیکھا اس لیے ان تینوں موقعوں پر نہایت وحشت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اکرام فرمایا، کہ انھیں ان تینوں موقعوں پر امن و سلامتی عطا کی۔ (خزانة العرفان)

تھے حضرت زکریا اور ان کی اہلیہ کی عمر سو سال کے قریب یا اس سے بھی زیادہ ہو چکی تھی اولاد پیدا ہونے کا طبی وقت

وقف الزم

مِنْ دُونِهِمْ حَجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

اس نے لوگوں کی طرف سے ایک کتبہ - پھر تم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبریل کو شاہ پس وہ ظاہر ہوا اسکے سامنے ایک نئے مرت

گزر چکا تھا۔ انھیں اس حالت میں تجھ عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور شہیت مطلقہ کا ناقابل تردید ثبوت ہم پہنچایا اور علت معلول اور سبب و مسبب کی زنجیریں بنانے والوں کو متذکرہ کر دیا کہ علت و سببیت کا تسلسل اگرچہ اس کی حکمت کی جلوہ گری ہے یہ اصول و ضوابط جن کے مطابق حوادث رونما ہوتے ہیں اسی نے مقرر فرمائے ہیں لیکن اسکے باوجود وہ ان اصولوں اور ضوابط کے سامنے مجبور نہیں کرانے بغیر اگر وہ چاہے بھی تو کچھ نہ کر سکے۔ بلکہ وہ جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے اور جیسا چاہتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے۔ کوئی چیز اس کی شہیت و ارادہ کے سامنے رکاوٹ بن کر کھڑی نہیں ہو سکتی جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

اس کے فوراً بعد اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور تین ثبوت بیان فرمایا جارا ہے جو پہلے سے بھی زیادہ حیران کن اور آمل ہے وہ حضرت یسح کی بن باب ولادت ہے۔

جو لوگ فطرت کے عام اصولوں کو ناقابل تغیر تسلیم کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ علت معلول اور سبب و مسبب کا تسلسل ناقابل شکست ہے اس میں کسی طرح کا رد و بدل ممکن نہیں ہے ایسے واقعات کا برے سے انکار کر دیتے ہیں اور ان کے بطلان کے لیے اسکے علاوہ مزید کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ واقعہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اسی لیے یورپ کے کئی فلسفیوں نے حضرت یسح کی بن باب پیدائش کا سرخ انکار کر دیا اور کہا کہ آپ حضرت مریم اور یوسف تجار کے بیٹے ہیں اور آپ کی ولادت حسب معمول ہوئی ہے۔ غلام ہندوستان میں جب انکی صدقہ باز گشت سنائی دی تو کئی عرب اذیان نے اس کو اپنا جزو ایمان بنا لیا وہ قرآن کا انکار تو نہ کر سکے لیکن اپنے ذہنی فرنگی آقاؤں کی ہاں میں ہاں ملانے کے جنون میں انھوں نے آیات قرآنی کی ایسی تاویلات کرنے کی جسارت کی جنہیں تحریف قرآن کے بغیر اور کوئی عنوان نہیں دیا جاسکتا اسکے فنکاروں و شہادت کا ناقہ انجانہ لینا میرا فرض ہے تاکہ کسی کی بڑی شخصیت انہم قرآن میں حائل نہ ہو لیکن اس بحث میں ابجنے سے پہلے میں آیات قرآنی کی مختصر تشریح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ اگر قاری نے آیات قرآنی کو صحیح طور پر سمجھ لیا تو پھر ان شہادت کا رد اسکے لیے آسان ہو جائے گا۔

شانہ سورۃ آل عمران میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت مریم کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ اسکے شکم میں جو بچہ ہے وہ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گی۔ مریم نے جب کچھ ہوش سنبھالا تو انکی والدہ ان کو لیکر آئیں اور انھیں بیت المقدس کے متولیوں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انکی سرپرستی اور نگہبانی کے لیے حضرت زکریا کو مقرر کیا گیا۔ ان کی رہائش کے لیے ایک حجرہ مخصوص کر دیا گیا جو جانب مشرق تھا اور آپ اس میں مصروف عبادت رہا کرتیں۔ النبیذ الطرح والرحم۔

کسی چیز کے پھینک دینے کو نذہ کہتے ہیں۔ لانا نذہ الا نذہ نزل والا نذہ نزل۔ ابتداء کا معنی لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لینا شانہ آپ ایک روز گوشہ تنہائی میں مصروف عبادت تھیں۔ اچانک کیا دیکھا کہ ایک تندرت و خوبرو نوجوان لٹکے بالکل قریب کھڑا ہے۔ آپ یہ خیال کر کے گھبرا گئیں کہ اس کی نیت اچھی نہیں۔ فوراً اسے خدائے رحمن کا واسطہ پڑے کہ

سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّي اَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَا

انسان کی صورت میں مریم ولیوں میں پناہ مانگتی ہوں رحمن کی تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے۔ جبرائیل نے کہا میں تو

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّكَ ۝ لَّا هَبَّ لَكَ غُلْبًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ اَنِي يَكُوْنُ لِيْ غَلْمٌ

تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تمہے تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند مریم (حیرت) بلیں اسے بندۂ غلم کیونکر ہو سکتا ہے سیراں بچہ

وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشْرًا وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ

حالانکہ نہیں چھو یا مجھے کسی بشر نے اور نہ میں بدچلن ہوں نہ جبرائیل نے کہا یہ درست ہے (لیکن) تیرے بچے فرمایا ہوں بچہ

عَلٰى هٰٓئِيْنَ وَّلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَاٰمُرًا

دینا میرے لیے معمولی بات اور (تصدیق کے لیے) نشانہ لوگوں کے لیے اور سزا پاداشت اپنی طرف اور ایسی بات

درست و آزی کرنے سے دو کا وہ آئے الا جبرائیل علیہ السلام تھا جو بشری صورت میں ان کی خلوت گاہ میں کھڑا تھا۔ اس کی حکمت واضح ہے کیونکہ حضرت مریم جبرائیل کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھنے کی ہمت نہ رکھتی تھیں۔

اللہ جبرائیل نے اسی اس گلبرگہ کو یہ ہکھڑو کر دیا کہ میں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں اور تیرے رب کا بھیجا ہوا آیا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں حقیقت میں فرزند عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن جبرائیل کیونکہ اس عطا کا سبب ذریعہ ہے اس لیے بطور مجاز فرزندینے کی نسبت اپنی طرف کر دی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اگر کسی نعمت ملنے کو اس کے ذریعہ اور واسطہ کی طرف منسوب کیا جائے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ ہم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی نسبت درست اس سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جس طرح آجکل بعض تشہیر خیال کرتے ہیں مثلاً ایک پریشانی سے جان چھلی تو دوسری پریشانی نے آگزاہن پکڑ لیا جو پہلے سے بھی زیادہ ہوشیار اور روح فرساتھی۔ کہنے لگیں میں کنواری لڑکی ہوں نہ میری شادی ہوئی ہے اور نہ میں بدکارہ ہوں سیراں بچہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ بغت فحیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اللہ جبرائیل علیہ السلام نے جواب میں کہا ایسا ہی ہوگا۔ قانونِ خلقت یہ ہے کہ مرد و زن کے اختلاف سے بچہ پیدا ہوا کرتا ہے اور بن باپ کے بچہ پیدا ہونا عادت کے خلاف ہے لیکن اسے مریم تیرے رب کا یہ فرماں ہے کہ ایسا بچہ پیدا کرنا اس کے لیے باطل آسان ہے۔ وہ ان اصولوں کے سامنے مجبور نہیں جن کے تم غور ہو بلکہ وہ اصول اور قوانین نتیجہ خیز ہونے میں اس کے اذن کے محتاج ہیں۔

اللہ اس بچے کو بن باپ کے پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ علت و سبب کے چکر میں پھنسے ہوئے لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے

مَقْضِيًّا ۱۱ فَحَلَّتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۱۲ فَاجَاءَهَا

ہے جبکہ فیصلہ ہو چکا ہے ۱۱ پس وہ حاملہ ہو گئیں اس وقت سے پھر وہ علی گئیں اور حکم میں ایسے کسی دور جگہ ۱۲ پس لے آیا انھیں

الْمَحَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۱۳ قَالَتْ يَلِيَّتْنِي مِمَّنْ قَبْلَ هَذَا

دروازہ ایک گھوڑے تھے کے پاس جس کا حصرت دیا اس کہنے لگیں کاش میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور باطل

قادری مطلق ہونے کا ایک ناقابل تردید ثبوت پیش کیا جائے۔ نیز یہ بتایا کہ یہ مولود مسعود عام قسم کا بچہ نہیں ہوگا بلکہ ہماری طرف سے نوید رحمت سنانے کے لیے مقرر کیا جائے گا۔

۱۳ اسے یریم اس میں تردید کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا بچہ پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اب یہ ہو کر رہے گا۔ آپ ان آیات کے لفظی ترجموں کو ہی اگر پیش نظر رکھیں گے تو ان لوگوں کے نظریہ کا بے بنیاد ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت یریم اس لیے حیران و ششدر ہو گئی تھیں کہ انھوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ ابھی اس کنوارے کی حالت میں اسے بچہ ہوگا مالا مال کہ بات یہ نہ تھی ابھی تو صرف بشارت دی جا رہی تھی۔ بچہ تو شادی کے بعد پیدا ہونا تھا آپ غور فرمائیں اگر مقصود خداوندی ہی ہوتا جو علم و دانش کے ان بزرگوں نے آیات سے اخذ کیا ہے تو پھر اسلوب کلام یہ نہ ہوتا۔ صرف اتنا کہدیا جاتا کہ یریم جب تو شادی کرے گی تو بچہ پیدا ہوگا۔ کلام الہی کا انداز ان لوگوں کے نظریات کی واضح تردید کرتا ہے۔

۱۴ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھونک ماری اور حمل قرار پا گیا۔ منشا سے خداوندی پر مطلع ہو کر یریم خود تو مطمئن ہو گئیں لیکن اپنے دہنِ عنفت کو لوگوں کی ہمتان تراشیوں سے کیسے محفوظ رکھا جائے۔ ہر ایک تو رازِ الہی کہا بھی نہیں جاسکتا اور اگر کہہ بھی دیا جائے تو ملنے کا کون۔ اس لیے آپ نے عافیت اسی میں سمجھی کہ لوگوں کی آنکھوں سے اوصل ہو جائیں۔ چنانچہ اپنے حجرہ کو خیر باد کہی اور ایک دُور گوشہ میں علی گئیں۔ خود سوچے اگر یہ حمل شادی کے بعد ہوتا تو انھیں اپنا گھر چھوڑ کر جانے کی کیا ضرورت تھی۔

۱۵ جب وقت پورا ہو گیا اور وضع کا درد شروع ہوا تو گھوڑے کے ایک تھے کی ادب میں آگئیں۔ وضع حمل کی تکلیف شروع ہے۔ کوئی دایا پاس نہیں اور سر چھپانے کے لیے جھونپڑا لٹک نہیں اور یہ احساس تیز تر ہو گیا ہے کہ اب تک لوگوں کی نظروں سے چھپی رہی اور اب بچہ پیدا ہوگا تو اسے کہاں چھپاؤں گی اور لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ شدت سے بیچارگی و در ماندگی میں یہ الفاظ زبان پر آ رہی گئے۔ یا یلتنی الایۃ غور فرمائیے اگر یہ حمل شادی کا ہوتا تو وہ اپنے گھر میں آرام سے چنگ پر لٹھی ہوتیں۔ زیادہ نہسی تو ایک آدھ دایا خبر گیری کے لیے ہی پاس ہوتی۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ شادی شدہ عورت بچہ جننے کے لیے تنہا وادیوں میں گھوم رہی ہو اسے ایک سوکھا ہوا گھوڑا کا تانا نظر آئے تو اس کی پناہ لینے میں ہی

وَكُنْتُ نَسِيًا مَّنْسِيًّا ۝ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ

فراش کر دی گئی ہوئی۔ پس پکارا اسے ایک فرشتہ نے اسکے نیچے سے (آزمودہ نمبر ہو) جاری کر دی ہے

رَبُّكَ تَحْتِكَ سَرِيًّا ۝ وَهَزَىٰ إِلَيْكَ بِجُدِّ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ

تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی لٹکے اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر

رُطْبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۝ فَأَمَّا تَرِينَ مِنْ

پہلی ہوئی کھجوریں تاکہ (میٹھے میٹھے کھاؤ اور (بھند پانی پیو اور اپنے فرزند بلند کر دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کر دو پھر اگر تم

نفیست سمجھے۔

چند الفاظ، قصی۔ دور، اجاء۔ جام پر ہمزو کا اضافہ کر کے متعدی بنا دیا گیا لیکن اس میں "آنے" کے معنی کے ساتھ اجاء مجبوراً آنا، کا مضموم بھی پایا جاتا ہے لکنہ نص بالانباء فی الاستعمال (نظری) محاض (ص ۱۰۰) وجع الولادة دروزہ جب بچہ باہر نکلنے کے لیے شکم میں حرکت کرنے لگے تو عرب کہتے ہیں محضبت المرأة (نظری)

۱۲۔ جب آپ کی پریشانی حد سے گزر گئی تو نیچے سے تسلی آمیز آواز آئی۔ مریم غم نہ کرو یہ دیکھو تیرے لیے تیرے رب نے ایک خشک ندی میں پانی جاری کر دیا ہے جب اس کی نظر عنایت ہر دم اور ہر لحظہ تیری طرف مائل ہے تو پھر تو کیوں دگر ہو سرتیا: السرخی النور الصغیر۔ جمہور علماء کے نزدیک آیت میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ معنی وہ مرد عظیم ہے جو خصالِ حمیدہ سے متصف ہو السرخی من الرجال العظیم الخصال السید (قرظی)

اس صورت میں آیت کا معنی ہو گا اے مریم تو کیوں غمزوہ ہوتی ہے۔ نیچے پڑے ہوئے اس مضموم بچے کو دیکھ، جس کی پیشانی پر سیادت و عظمت کے انوار دیک رہے ہیں۔

۱۳۔ تم تمہارے پرانی عنایت سے فراموش نہ ہو جاؤ۔ اس تنے کو ذرا ہلکھوڑو تھکے کھانے کیلئے عمدہ بچی ہوئی کھجوریں تیرے قدموں میں اگر سبھی نہیں پڑے گا جو حجروہ عبادت میں تجھے بے موسم کے پھل کھلایا کرتا تھا وہی آج تیرے آیام زچگی کے لیے تازہ اور میٹھے خورن کا اہتمام فرما رہا ہے۔ جیسی وہ پکا ہوا پھل جو توڑنے کے قابل ہو جائے البعنی الذی بلغ العیاشۃ وجاء ادا ان اجتنانہ اہلکے نزدیک آیام زچگی میں عورت کے لیے بہترین خوراک تازہ اور شیریں کھجور ہے۔

۱۴۔ اس آیت میں جو لطف ہے وہ اہل ذوق پر محض نہیں۔

البشرِ اَحَدًا فَقَوْلِي اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ

دیکھو کسی آدمی کو (تو اشارے سے) کہو کہ میں نے نذر دانی ہوئی ہے رحمن کے لیے (خاموشی کے) روزہ کی پس میں آج کسی انسان

الْيَوْمِ اَنْسِيًّا فَاتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ط قَالَ وَايْمِ رَبِّمِ لَقَدْ جِئْتُ

کے گفتگو نہیں کروں گی لگے اس کے بعد ملے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے بھنے نکلے انھوں نے کہا اے مریم! تم نے بہت ہی

شَيْءًا فَرِيًّا ۝ يَا خَتَّ هُرُونَ مَا كَانَ اَبُوكَ اَمْرًا سَوْءًا وَمَا كَانَتْ

برا کام کیا ہے اللہ لے ہارون کی بہن! لگے نہ تیرا باپ بڑا آدمی تھا اور نہ ہی

۲۹ لگے اگر کوئی شخص تیری گود میں بچہ دیکھ کر تم پر زبان طعن دراز کرنے لگے تو تمہیں اپنے دفاع کے لیے بولنے کی ضرورت نہیں
تم خاموش رہنا اور متراضین کو بتادینا کہ میں روزہ دار ہوں اس لیے گفتگو نہیں کروں گی۔

۳۰ لگے جب چلنے پھرنے کے قابل ہو گئیں تو اپنے فرزند ولید کو گود میں اٹھا کر اپنے گھر لوٹیں جب کہنیز الاول نے دیکھا کہ مریم کنواری مریم
بچہ اٹھائے آرہی ہے تو ان پر سسکے کا عالم طاری ہو گیا ہوگا اور فرط خجالت سے وہ صرف اتنا ہی کہہ سکے ہونگے۔ یٰسعیۃ اللہ

وہاب بن منبہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ بچے کو اپنی قوم کے پاس آئیں تو بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور ہو گئی طاعت
کرنے کے لیے مرد و زن دوڑے آئے۔ ایک عورت نے بچہ سونپنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو وہ سوکھ گیا ایک نے کہا یہ تو زنا کا
بچہ ہے تو وہ گونگا ہو گیا۔ دیکھ کر کسی کو مارنے یا زبھلا کہنے کی بہت نہ ہوئی اور بڑے نرم انداز میں اتنا ہی کہہ سکے قد جنت

شیا فریا غور سوچو اگر کسی شادی شدہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو تو کیا اس کی آؤ بھگت اس طرح کی جاتی ہے۔
اللہ لفظ قریناً کی تحقیق کرتے ہوئے صاحب تاج العروس لکھتے ہیں القویۃ کقوی الامم الغضائک المصنوع العظیم نفلہما

الجوهرا والبعیث اللہب یعنی فری جو خنی کا ہوزن ہے جوہری نے اسکے دو معنی ذکر کیے ہیں اللغتان المصنوع گھرا ہوا
بنائی اور العظیم بہت بڑا۔ امام راغب نے اس کا معنی عجیب حیران کن کیا ہے۔ لیکن علامہ ابن حیان اندلسی نے اس کا
معنی العظیم الشنیع بتایا ہے یعنی بہت صحیح فعل ہے۔ (کجسر)

علامہ آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے انہ یستعمل فی العظیم من الامر شران الخیر لاولی او (رین المعانی)
پر بڑے کام کے لیے خواہ وہ برا ہو یا اچھا۔ قول ہوا فعل۔ یہ لفظ (فہمی) استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ وضاحت مذکورہ بالا

۳۲ لگے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ کے کسی بھائی کا نام ہارون تھا۔ صحیح حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے صحیح مسلم میں
ہے کہ میروین شہر جب نجران گئے تو وہاں کے عیسائیوں نے ان سے پوچھا کہ قرآن میں مریم کو اخت ہارون، ہارون کی بہن

اُمِّكَ بَغِيًّا ۖ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ

تیری ماں بدچلین تھی لہذا اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا لکن لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جسٹہ جو انوار میں

کہا گیا ہے حالانکہ ہارون مریم سے صد با سال پہلے گزرے ہیں وہ کوئی جواب دے سکے جب آپس آئے تو بارگاہ رسالت میں اس واقعہ کو بیان کیا حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انھم کانوا یستنون بانبیائہم والصالحین قبلہم کہ بنی اسرائیل کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کے نام انبیاء کے اور پستے بزرگوں کے ناموں پر رکھا کرتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مریم کے ایک بھائی تھے جن کا نام حسب دستور حصول برکت کے لیے حضرت ہارون کے نام پر رکھا گیا تھا۔ دیگر علمائے لکھا ہے کہ ہارون سے مراد حضرت ہارون ہی ہیں۔ کیونکہ مریم ان کے خاندان سے تھیں۔ اس لیے اہل بیت ہارون کہا گیا۔ عرب میں جب قبیلہ کے کسی فرد کو قبیلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو لفظ آخ استعمال کرتے ہیں جیسے یا اہل مضر یا اہل تمیم حدیث پاک میں ہے ان اخصاص قد اذنب فمن اذنب فھو یدعیہم (قرطبی) یعنی مدارع کے بھائی نے اذان دی ہے اور جاذان و سے وہی نکیر کہے۔

۳۳ جن الفاظ سے لوگ مریم کو عار دلا ہے ہیں۔ یہ نہیں کہ تمہارا باپ تو بڑا صحیح العقیدہ تھا۔ تمہاری ماں تو اپنے نظریات میں بڑی سچتے تھی۔ تم نے یہ بے دین اور بد اعتقاد لونا کیسے جنا۔ بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تیرا باپ امر اسوجہ (مرد بدکار) نہ تھا۔ اور تیری ماں "بغیثا" (بدکارہ) نہ تھی۔ کیا کسی شادی شدہ عورت کو یوں عار دلائی جاتی ہے۔

۳۴ حسب ارشاد خداوندی مریم خود چپ رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جو پوچھنا ہے اس سے پوچھو ۳۵ انھوں نے کہا مریم تو ہمارے ساتھ مذاق کرتی ہے۔ خود گم گم ہو کر مٹیھی ہے اور ہمیں اس شیر خوار بچے سے گفتگو کرنے کو کہتی ہے جو ابھی جھولے میں جھول رہا ہے۔ ہم اس سے کیسے بات کر سکتے ہیں۔ آیت میں "کان" کا لفظ تحقیق طلب ہے کیونکہ وہ حضرات جو حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے کے قائل نہیں انھیں اس سے بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس لیے یہاں اس کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین فرمائیے تاکہ آگے جب ان کی غلط فہمی کا تذکرہ آئے تو آپ کو کسی قسم کی تشویش لاحق نہ ہو۔ کان فعل ناقص ہے اور ماضی کا صیغہ ہے جو گزشتہ زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح آیت کا معنی یوں ہو گا کہ ہم اس سے کیسے بات کریں جو گزشتہ زمانے میں پگھوڑے میں بچہ تھا۔ یہ معنی کسی طرح پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے علماء اسلام طاب اللہ شواہم نے اس آیت کے ضمن میں کان پر بڑی مفید بحث کی ہے۔

ابو عبیدہ (امام نمود ادب) نے کہا ہے کہ یہاں کان زائد ہے اور محض تاکید کا فائدہ دیتا ہے اور کسی زمانہ پر دلالت نہیں کرتا۔ کان زائدۃ لمجودۃ للتکید من غیب دلالتۃ علی الزمان (روح المعانی)

بعض نے کہا ہے کہ یہ تاثر ہے۔ ان دونوں صورتوں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر کان زائد ہوتا تو صبیحا خبر کیسے نصب آیا اور کان تاثر تھا تو اسے خبر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حالانکہ یہاں صبیحا خبر نہ کہیے۔ اس کی جواب دیا گیا ہے کہ صبیحا

صَبِيحًا ۱۹ قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اَتَدْرِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۲۰

کس نے بچہ ہے۔ (ایمانگاہ) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں کیا اس کے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے کیا

خبر نہیں بلکہ حال ہے اور اسی وجہ سے مخصوص ہے۔

علامہ ابن حبان اندلسی یہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ صبح یہ ہے کہ کاف ناقصہ ہے اور صبیحا اس کی خبر ہے اور کان زمانہ ماضی پر دلالت کرنے کے ساتھ زمانہ حال میں اس فعل کے پائے جانے کی نفی نہیں کرتا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ زمانہ ماضی میں پائے جانے کے ساتھ ساتھ وہ فعل زمانہ حال میں بھی بدستور پایا جا رہا ہے جیسے کان اللہ غفوراً رحیمًا کہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا اور اب بھی ہے یا جیسے ولا تغربوا الزلف انہ کان فاحشہ زمانہ کے قریب تک بھی نہ جاوے۔ یہ پہلے بھی بے حیائی کا کام تھا اور اب بھی ہے۔ یہ نہیں کہ گزشتہ زمانہ میں تو زمانہ فحش و قبیح تھا اور اب نہیں ہے۔ والفاظہا نہانا قصۃ فتکون بمعنی صاروا و تبتقی علی مدلولہا من اقتراں مضمون الجملة بالزمان الماضی ولایدل دلالت علی الانقطاع کمالہ بیدل فی قولہ وکان اللہ غفوراً رحیمًا و فی قولہ ولا تغربوا الزلفی انہ کان فاحشہ۔ والمعنی کان وهو الان علی ما کان ولذلت عبر بعض اصحابنا ان کان ہذا بانہا تادف لم یزل (ابن الجلیط)

۱۹ آپ دودھ پی رہے تھے۔ یہ باتیں سن کر آپ نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور ان لوگوں کی طرف رخ کر کے یہ کلام مجھز نظام ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ نہ میں خدا ہوں اور نہ خدا کا بیٹا جس طرح ان کے پرستار ان کے متعلق اعتقاد رکھنے والے تھے۔ آنے والی غلطیوں کا پہلے دم ہی ازا ل فرمایا۔ نیز مقام عبدیت تمام مقامات قریب اعلیٰ ترین مقام ہے۔

۲۰ یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کتاب دے گا۔ اور مجھے وقت مقرر کرے گا۔ بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ اور مجھے بابرکت کرے گا۔ بلکہ تمام صیغے ماضی کے استعمال ہوئے ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب مرحمت فرمادی ہے۔ مجھے نبی بنا دیا ہے اور مجھے بابرکت کر دیا ہے۔ اس کی کوئی وجہ بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے پچپن میں ہی ان نعمتوں سے سرفراز فرمادیا تھا لیکن علامہ قرطبی نے اس وجہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۔ جو چیز علم الہی میں مفرد ہو چکی ہو وہ اگرچہ وقوع پذیر نہ ہو پھر بھی اس کو زمانہ ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے واقعہ ہونے میں کسی قسم کا شائبہ نہیں۔

وہیل ان ذلت سبق فی قضائہ وسابق حکمہ ویمتثل ان یجعل الاتی لتحققہ کا نہ قد وجد البحر

وَجَعَلَنِي مُبْرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا

اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں۔ اور اسی نے مجھے نماز پر بھی مبرا بنا دیا ہے۔ نماز اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔

دُمْتُ حَيًّا ۞ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي ۖ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۞ وَالسَّلَامُ

میں زندہ ہوں ۞ اور مجھے خد شکنہ بنا دیا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جبار (اور) بد بخت۔ اور سلامتی ہو

عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۞ ذَٰلِكَ عِيسَى

مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائیگا زندہ کر کے یہ ہے عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۞ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ

ابن مریم ۞ اور یہ ہے وہ سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں یہ زیبا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کو کہ وہ

يَتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ لَّسُبْحٰنَهُ ۙ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ

کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے۔ جب وہ فیصلہ فرمادیتا ہے کسی کام کا تو بس فرماتا ہے کہ ہو جائے

بَارِكًا كَمَا بَارَكْنَا لِمُعْتَمِدِي الْوَدَّاعِ الَّذِي سَمِيَ الْيَسْمَعُ ۙ الَّذِي سَمِيَ الْيَسْمَعُ ۙ الَّذِي سَمِيَ الْيَسْمَعُ ۙ

مبارک کے کسی معانی بیان کیے گئے ہیں۔ قال مجاہد نفاعاً بہت نفع رساں بقال سفیان معلّم خبیر

دجھلائی کی تعلیم دینے والا (دقیل آمرأبعدون وناھیاعن منکد نیکی کا حکم دینے والا برائی سے روکنے

والادعن الضحاک قضاة للحوایج بہت حاجت روا۔ (روح۔ بجر)

۳۷۔ اس سے مراد یا تو شرعی نماز اور زکوٰۃ ہے یا نماز سے مراد دعا اور زکوٰۃ سے مراد نفی کو رد آمل سے پاک

کرنا۔ آپ کی والدہ محترمہ پر جو الزام عائد کیا جا رہا تھا اس کو دور کرنے کے لیے آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور حضرت

مریم کی برأت کو ثابت کرنے کے لیے اس سے زیادہ مؤثر، دلنشین اور طبع اسلوب نہیں ہو سکتا یعنی کیا ایک ناریہ

کے حکم سے ایسا بچہ تولد ہو سکتا ہے جو ان کمالات کا حامل ہو۔ میرا صاحب کتاب نبی ہونا میرے وجود کا سراپا برکت

ہونا کیا اس بات کی تین دلیل نہیں کہ میری والدہ تقیہ، عقیقہ، ازہرہ اور قانتہ ہیں۔

اگر کسی کو حضرت عیسیٰ کے اس ارشاد سے حضرت مریم کی عفت اور پاکدامنی کا یقین نہ آئے تو وہ اپنے ذوق کا ماتم

کرے۔

۳۸۔ قرآن کریم کی جن آیات میں ولادت مسیح کا مفصل تذکرہ ہوا ان کا آپ نے مطالعہ فرمایا۔ آئیے اب ان لوگوں

کے ترقف کا علمی محاسبہ کریں۔ جو ان تصدیحات کے باوجود اس کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے نہیں ہوئی بلکہ وہ مریم اور یوسف تجار کے ارشکے ہیں۔ اس طائفہ کے سخیل سرسید احمد خاں ہیں۔ جس شرح و بسط سے انہوں نے اس پر بحث کی ہے اور اپنی طرف سے دلائل کے جو انبار لگائے ہیں وہ انہی کا حصہ ہیں۔ باقی سب ان کے پیرو کار اور ریزہ چین ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ انہی کی نگارشات کو موضوع بحث بنایا جائے اور انہی کی تحقیقات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔

”وہ سمجھتے ہیں کہ مسیح کو بن باپ پیدا کرنے میں کوئی حکمت ہونی چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے کی کوئی معقول حکمت نہیں۔ اس لیے ہم یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ آپ کی پیدائش کے لیے بلاوجہ قانون فطرت کو توڑا گیا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہو تو یہ درست نہیں کیونکہ اظہار قدرت کے لیے ایسی دلیل ہونی چاہیے جو بین اور ظاہر ہو تاکہ کسی کو مجال انکار نہ رہے اور بغیر باپ کے پیدا ہونا مخفی ہے۔

ہم گزارش کرتے ہیں کہ اس کی حکمت تلاش کرنے کے لیے زیادہ مغز ماری کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم نے خود ہی اسے بیان کر دیا لیجعلہ آية للناس کہ ہم اس کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اب یہ بتانا ہے کہ یہ واقعہ کس اعتبار سے لوگوں کے لیے آیت ہے؟ جس زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت شام و فلسطین کے علاقوں پر یونانیوں کا قبضہ تھا۔ اور اس سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ وہاں یونانی فلسفہ کا طوطی بول رہا تھا۔ تخلیق عالم کے متعلق یونانی فلسفیوں کا نظریہ یہ تھا کہ خالق سے تخلیق عالم کا فعل یوں صادر ہوا ہے جس طرح علت سے معلول کا صدور ہوتا ہے یعنی جس طرح علت سے اختیار اور ارادہ کے بغیر معلول صادر ہوتا ہے۔ اسی طرح خالق سے عالم کی تخلیق ظہور پذیر ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے بتا دیا کہ وہ ذات پاک جو خالق کائنات اور مبدع ارض و سماء ہے اس کا اپنا ارادہ ہے اور اس کی اپنی مشیت ہے۔ وہ مادی اسباب کی پابند نہیں۔

اور نہ ان کے سامنے مجبور و مقبور ہے بلکہ وہ قادر و توانا ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ نیز وہ لوگ عالم ارواح کے قائل نہ تھے۔ وہ انسان کو جسم اور روح کا مجموعہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک انسان صرف اس گوشہ پرست کے ڈھانچے کا نام تھا۔ یہاں انسانی لفظ کے بغیر نفع روح سے آپ کو پیدا کر کے تخلیق عالم اور اس بات کو آشکارا کر دیا کہ روح بھی ایک حقیقت ہے اور انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس کے بعد وہ سمجھتے ہیں کہ کیونکہ آپ کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی۔ اس لیے لوگوں نے سمجھا کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے اور یہ درست نہیں۔ کیونکہ بشارت حضرت ابراہیم اور زکریا کو بھی دی گئی تھی اور ان کے فرزندوں کو کوئی بن باپ نہیں کہتا۔ اس لیے حضرت مسیح کی ولادت بن باپ ثابت نہ ہوئی۔ سبحان اللہ کیا استدلال ہے صرف بشارت سے کون ان کا بن باپ ہونا تسلیم کرتا ہے بلکہ قرآن کی دوسری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ مریم کے ”لہم ینسنی“ کہنے سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مریم نے اظہار تعجب اس

یہ کیا تھا کہ ان کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ بچہ اب ہی پیدا ہونے والا ہے۔ حالانکہ فقط بچے کی پیدائش کی بشارت تھی۔ اور اس کی پیدائش تو ان کی شادی کے بعد ہوئی تھی۔ آپ خود انصاف فرمائیں اگر مقصود یہی تھا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو مریم کو سستی دینے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا۔ مریم گھبراؤ نہیں بچہ تب پیدا ہوگا جب تم شادی کرو گی۔ اس سیدھے جواب کو چھوڑ کر یہ جواب دینا قطعاً مناسب نہیں بلکہ قواعد فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے۔ پھر فرماتے ہیں آپ کا آیتہ اللناس ہونا اس اعتبار سے تھا کہ آپ بڑے رحم دل اور رقیق القلب تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے کیونکہ نشانی ایسی ہونی چاہیے جو واضح ہوا اور جس کا انکار نہ کیا جاسکے۔ یہ تو ایک امر محضی ہے اس پر بیسیوں شہادت وارد کیے جاسکتے ہیں۔

ان کا یہ خیال بھی درست نہیں بلکہ مسیح کا بن باپ پیدا ہونا قدرت خداوندی کی روشن دلیل ہے کیونکہ کنواری لڑکی کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی اس کے علاوہ ایک ہی صورت ہے کہ وہ بدکارہ ہو حضرت مسیح کے کلام سے جب آپ کی عفت و پاک و امنی ثابت ہو گئی اور ہر صحیح الضبط شخص کو یقین ہو گیا کہ ایسا نورانی اور سراپا میں و برکت بچہ زانیہ کے شکم سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ باقی رہے بد فطرت لوگ تو ان کے نزدیک کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریا کی دلیل نہیں۔ زمین و آسمان، دریا و صحرا، چاند، ستارے کسی چیز میں بھی ان کو باطنوں کو قدرت الہی کے جلوے نظر نہیں آتے تو کیا آپ ان آیات نجات کو ہی لٹھنی کہہ کر ان پر قہر مسلخ ہو سکتے۔

اپنے توقف کو ثابت کرنے کے لیے انھوں نے کیف نکلیم من کان فی المہد صبیئاً سے بھی استدلال کیا ہے اور اس آیت کی عجیب و غریب تشریح کر کے عقل سلیم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیر خوارگی میں نہیں کیا تھا بلکہ جب آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گئی اور آپ یہودی علماء کی مجلسوں میں شریک ہو کر ان سے بحث و مباحثہ کرنے لگے اور ان کو ان کی کج رویوں پر متنبہ کرنے لگے تو علماء یہود احتجاج کرنے کے لیے ان کی ماں کے پاس آئے اور ان کی بد عقیدگی کی شکایت کی۔ مریم اپنے لاٹھے بچے کی طرف سے خود صفائی دینے کی بجائے اس کو گود میں اٹھا لائیں اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خود اس سے بات کرو تو انھوں نے جواب دیا کیف نکلیم من کان فی المہد صبیئاً ہم اس شخص کے ساتھ کیسے بات کر سکتے ہیں جو عالم شیر خوارگی میں پنگھوڑے میں جھوٹا رہا تھا۔ آپ نے ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمایا۔ کیا کہنے اس فہم قرآن کے۔ اگر آیت کا یہی مفہوم ہے تو پھر انھیں کسی ایسے عالم سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے جسے بچپن میں گوارے میں لٹایا گیا ہو ان دعویٰ علم و دانش کو قرآن کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہوئے غضب الہی کا اندیشہ نہ سہی کیا انھیں جگ ہنسائی کی بھی فکر نہیں۔ نیز وہ تو نیز جس نے محض عام میں ان بڑے بڑے علماء کا ناطقہ بند کر دیا اور انھیں برسر عام لاجواب کر دیا اس کے متعلق یہ تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بڑا تیز زبان اور شوخ مزاج ہے اس سے گفتگو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں لیکن وہ یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کل کا بچہ ہے اور

فَيَكُونُ ۝ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوا هَذَا صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ ۝

تو وہ کام بہر جاتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی سو اس کی عبادت کیا کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَّشْهَدٍ

پھر جہمی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ نکلے پس ہلاکت ہے کفار کے لیے اس دن کی حاضری سے

عرصت تک مجھولے میں جھولتا رہا ہے۔ اس سے بات کرنا ہماری شان کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ کان ماضی کا صیغہ ہے اس لیے زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے تو اس کے متعلق ہم اس آیت کی تشریح کے ضمن میں تحقیق کر آئے ہیں۔ آخر میں وہ یہ کہتے ہیں:-

"کہ زمریم پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور نہ حضرت مسیح نے اس تہمت کی تردید کی۔ اگر زمریم پر یہ تہمت لگائی جاتی اور مسیح کو اس کی تردید تصور ہوتی تو یہ نہ کہتے الی عبد اللہ بلکہ یہ کہتے کہ میری ماں بدکارہ نہیں ہے۔ تم محض افترا بنا کر پھرتے ہو۔ اس کے متعلق میں کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ خود ہی آیت نمبر ۲۷، ۲۸ کا ترجمہ دیکھ لیں اور اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا یہ بہتان زنا نہیں اور حضرت مسیح کا یہ فرمانا فی عبد اللہ اس سے بڑھ کر بھی اس الزام کی تردید کی کوئی موثر اور ابلغ صورت ہو سکتی ہے۔ الہی اپنے محبوب مکرم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنی کتاب مبین کی مسیح پر عطا فرما آمین ثم آمین۔"

یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ میں ہی باہمی اختلاف آرا رہتا تھا بلکہ خود عیسائی بھی آپ کے متعلق ایک دوسرے پر متفق نہ تھے مفسرین نے ان کے باہمی اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو بنی اسرائیل ایک جگہ اکٹھے ہوئے تاکہ حقیقت مسیح کے متعلق کچھ فیصلہ کریں۔ تبادلہ خیال کے لیے انہوں نے چار علماء منتخب کیے۔ پہلے گروہ کے خاندانہ عالم نے مسیح کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا کہ خود خدا مسیح کی شکل میں زمین پر اترا۔ اس نے جسے چاہا زندہ کیا اور جسے چاہا مار دیا۔ پھر وہ آسمان کی طرف لوٹ گیا۔ اس نظریہ کے ماننے والوں کو یسوعیہ کہا جاتا ہے (یہ سن کر باقی تین عالموں نے کہا کہ تم نے جھوٹ بولا۔ دوسرے عالم نے کہا مسیح خدا نہیں بلکہ خدا کا بیٹا ہے (اس رائے کے ماننے والے نسطوریہ کہلاتے) لیکن اس کو بھی جھٹلا دیا گیا۔ تیسرے عالم نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ وہ ثلاثتہ ہے یعنی تین خدا ہیں۔ ان میں سے مسیح تیسرا ہے۔ چوتھے عالم نے کہا کہ یہ تینوں باتیں سراسر کذب و افترا ہیں۔ مسیح یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

انیسویں صدی سے یورپ کے جید علماء کا رجحان اس آخری نظریے کی طرف ہے ڈی ایف برٹلس (DAVID

FRIEDRICH STRAUSS) کی کتاب حیات مسیح (LIFE OF JESUS) مطبوعہ ۱۸۳۵ اور ای برینا (ERNEST RENAN)

يَوْمٍ عَظِيمٍ ۷۷ اَبْمَعْرِبِهِمْ وَاَبْصُرُ يَوْمًا تَوْنًا لَكِن الظالمون

جو بہت بڑا ہے۔ (اس دن) یہ خوب سننے لگیں گے اور خوب دیکھنے لگیں گے لگے جس میں ان آئینے ہمارے ہیں یہ ظالم

الْيَوْمِ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۷۸ وَاَنْذَرَهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ

آج تو کھلی گمراہی میں ہیں اور اے نبی کریم! آپ ڈرائیے انہیں حسرتِ مذمت کے دن کے جب ہر بات

الْاَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۷۹ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

کا فیصلہ کر دیا جائیگا اور آج یہ لوگ غفلت میں ہیں اور یہ ایمان نہیں لاتے۔ یقیناً ہم ہی وارث ہوں گے

الْاَرْضِ وَمَنْ عَلَيْهَا وَالْيَنَّا يُرْجَعُونَ ۸۰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ

زمین کے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیگے۔ اور ذکر کیجیے آپ کتاب میں

اِبْرَاهِيمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۸۱ اِذْ قَالَ لِاٰبِي يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُو

ابراہیم (علیہ السلام) کا کہہ وہ بڑا راست باز نبی تھا۔ لگے جب انھوں نے کہا اپنے باپ کو اے باپ تو کیوں عبادت

کی کتاب حیات مسیح بطور عد ۱۸۶۳ کے بعد عیسائی حلقوں میں اس نظریہ کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ مختصر الفاظ میں نظریہ یہ تھا کہ مسیح دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے لیکن انھیں اللہ تعالیٰ کی قوت و شہود کی نعمت اور دل سے زیادہ حاصل تھی۔

THIS IMPLIES THAT JESUS WAS A MAN LIKE OTHER MEN, BUT WITH A HEIGHTENED AWARENESS OF THE PRESENCE AND POWER OF GOD. (ENCYC OF BRIT. VOL. 15. PAR. 25)

عیسائیوں کا باہمی اختلاف صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ بے شمار فرقے ہیں اور ہر ایک کا نظریہ حقیقت مسیح کے متعلق دوسروں سے مختلف ہے مزید وضاحت کے لیے ضیاء القرآن جلد اول سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۱ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

لگے یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے ہیں یعنی یہ لوگ آج تو یہ پیام جن سننے سے بہرے اور نور حق دیکھنے سے اندھے بنے ہوئے ہیں انھیں لاکھ سمجھا دینے کی کوشش ہی نہیں کرتے لیکن کل جب روز قیامت بارگاہ الہی میں پیش ہو گئے تو ان کی حالت دیدنی ہوگی۔

۸۲ یہاں سے رونے سنن کفار مکہ کی طرف ہے جنھیں اس بات پر ناز تھا کہ وہ حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں اور ان کا یہ

وقف الازہر ۱۹۵۰ء

مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۖ يَا بَتِ اِنِّي قَدْ

ترجمہ: اسی جو نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اے میرے باپ! بیشک ایسا ہے

جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ بِالْمِ يَاتِكَ فَالْتَعْنِي اِهْدِكْ صِرَاطًا سَوِيًّا ۖ

میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا اس لیے تو میری پیروی کریں دکھاؤں گا مجھے سیدھا راستہ۔

دعویٰ بھی تھا کہ وہ امتِ ابراہیمی کے پیروکار ہیں انھیں بتایا جا رہا ہے کہ ابراہیم تو ان بتوں کے پرستار نہ تھے جن کی پوجا کو تم نے اپنا دین بنا رکھا ہے! اور تمہیں اگر اس حماقت سے باز آنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم آگنا آمادہ شر و فساد ہو جاتے ہو اور جب ابراہیم کا دین اور تمہارا دین اور پھر تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ تم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار ہو۔ نیز تمہیں جب بتوں کی پرستش سے روکا جاتا ہے تو تم یہ کہتے ہو:-

”انا وجدنا آباءنا على حلة وانا على اثارهم مقتدون“ (کہ ہمارے آباء اجداد ایک ملت پر تھے اور ہم انھیں کے پیچھے چلنے والے ہیں)

اگر تمہیں اپنے آباء و اجداد کی تقلید ہی کرنی ہے تو پھر اپنے عظیم و جلیل باپ ابراہیم کی تقلید کرو جس کی اولاد میں ہونا تمہارے لیے وجہ صد افتخار ہے۔ ایسے عظیم و جلیل باپ کی تقلید کو محصور و محدود دوسرے آباء و اجداد کی پیروی تمہارے لیے کیونکر درست ہے مدعا یہ ہے کہ اگر تم عقل سلیم پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہو تب بھی دین ابراہیم کو اختیار کرو اور اگر محض تقلید آباء پر تمہارے عقیدہ کا انحصار ہے تو پھر بھی دین ابراہیم کو اپناؤ کیونکہ شہرت، ناموری اور رفعتِ شان میں تمہارا کوئی دوسرا باپ ان کا ہمسر نہیں۔

۱۳۳۰ھ یہ مباحثہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے ہمیشہ سچ بولنے والا ای ملازم الصدق لم یکذب قطاً۔ (روح المعانی) اس کی مزید تحقیق کے لیے ضیاء القرآن جلد اول سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹ کا ملاحظہ ہے۔

۱۳۳۱ھ اپنے باپ آذر کو توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور ادب و احترام کا دائرہ بھی مضبوطی سے تمام رکھا ہے۔ کس عہدگی سے بتوں کی عبادت کی قباحت واضح فرما رہے ہیں کہ غیر خدا کی عبادت خواہ وہ غیر زندہ بھی ہو اور سنے دیکھے والا بھی ہو تب بھی جائز نہیں لیکن ایسی بے جان صورتوں کی عبادت جو جامد محض ہیں، دیکھنے سنانے کی صفت سے بھی محروم ہیں کسی قسم کے نفع و نقصان کی قدرت بھی نہیں رکھتیں ان کے سامنے انسان جو اشرف المخلوقات ہے جو جمیع دلیلیات پر وہ سجد و ریز ہو کر پیشانی رگڑ رہا ہو یہ کتنی نامعقول اور قبیح حرکت ہے۔

۱۳۳۵ھ ہو سکتا ہے کہ آذر کے ذہن میں یہ خیال گزرا ہو کہ کل کا لڑکا محمد جیسے تجربہ کار دانشور کو نصیحت کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ آپ نے یہ فرما کر اس کا بھی اللہ رد دیا کہ اگر چاہے عمر میں بڑے، میرے بزرگ اور میرے لیے محترم ہیں لیکن توحید

يَا بَتِّ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۝

اے باپ! شیطان کی پوجا نہ کیا کرتے بیشک شیطان تو رحمن کا نافرمان ہے۔

يَا بَتِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمْسَكَ عَذَابُ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ

اے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے پھنپھے عذاب (خدا کے) رحمن کی طرف سے تو تو بن جائے

لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَ أَنْتَ عَنْ إِلَهِي يَا بَرِّهِيْمُ لَنْ

شیطان کا ساتھی بنے گا۔ اسے کہا کیا روگردانی کرنے والا ہے تو میرے خداؤں سے اے ابراہیم! اگر تم بازنہ

رسالت، معشر و معاد کے پیچھے مسائل پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی بخشی ہے اس سے آپ بہرہ ور نہیں۔ اسی لیے تو آپ غلطی پر ہیں۔ مجھے حق پہنچتا ہے کہ خدا دادِ علم کی روشنی سے آپ کے قلب و دماغ کے تاریک گوشوں کو منور کر دے تاکہ آپ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے نہ رہیں۔

۱۷۷۸ اگرچہ وہ شیطان کی نہیں بلکہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے لیکن ان بتوں کی پرستش انہوں نے شیطان کے اُسنے اور وسوسہ ڈالنے سے شروع کی تھی۔ اسی لیے گویا ان کا اصلی مبدو شیطان تھا۔

۱۷۷۹ یہاں بتادیا کہ اگر آپ میری بات اور کفر پر اڑے رہے تو اس کا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب آپ کو اپنی گرفت میں لے لے گا تو پھر کوئی چھڑانے والا نہ ملے گا۔

۱۷۸۰ شُرک کے باعث آپ خدا کی دوستی اور اس کی اعانت سے محروم ہو جائیں گے۔ ایک شیطان سے آپ کی دوستی اور تعلق باقی رہ جائے گا۔ اس سے بے وفادار دوست تو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ اس کی دوستی سب سے زیادہ ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دوستی توڑ کر شیطان سے یارانہ گانٹھنا کسی عقلمند کو زیب نہیں دیتا۔

۱۷۹۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ہر لفظ محبت و احترام کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ لیکن آذر کا جواب درستی اور بے مہر کی آئینہ دار ہے۔ یسنجی (اے میرے بیٹے) نہیں کہا بلکہ نام لیا۔ وہ بھی ابتدائے کلام میں نہیں بلکہ آخر میں۔ داغ بٹ خیر کو مہتمم کیا اور مبتدأ کو محترم۔ علاوہ ازیں حضرت ابراہیم کی بدل کی دعوت کے جواب میں کوئی معقول بات پیش نہیں کی جارہی بلکہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور آنکھوں سے دُور ہو جانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

لَمْ تَنْتَ لَارْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ

آئے تو میں تجھیں سنگسار کر دوں گا اور دُور ہو جا جس سامنے سے کچھ عرصہ براہیم نے جواب میں، کہا سلام ہو تم پر نہ میں مغفرت

لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ

طلب کرونگا تیرے لیے اپنے رب سے۔ بیشک مجھ پر بھی مہربان ہے اور میں انکے ہوجاؤں گا تم سے اور ان کے بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو

دُونَ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ۝

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور میں اپنے رب کی عبادت کرونگا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے ناروا نہیں رہوں گا۔

فَلَمَّا أَعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْزُبُ عَنْهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ اسْمَٰقَ

پس جب جدا ہو گیا ان سے لہے اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تو عطا فرمایا ہم نے براہیم کو اسمق

۱۹۔ آذکر کی اس سخت کلامی کے باوجود حضرت ابراہیم کا انداز حسب سابق نرم اور مودبانہ تھا۔ کہتے ہیں تم سلامت رہو میری

نصیحت تم نے قبول نہیں کی لیکن میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمہاری ہدایت اور مغفرت کے لیے عرض کرتا ہوں گا حنفی

مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے بہت مہربان، بے حد لطف فرمانے والا۔ ابن قتیبہ نے حنفیہ کی تشریح کرتے ہوئے

لکھا ہے اسی بار آؤ دینی عنہ الاجابة اذا دعوتہ (عزیم القرآن) ایسا مہربان جس نے مجھے اس بات کا خوگر بنا دیا

ہے کہ جب کبھی میں کوئی عرض کرتا ہوں تو وہ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی نے بیعت کی

ہے کہ کیا کافر کو سلام دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مختلف اقوال لکھے ہیں۔ حضرت اوزاعی سے پوچھا گیا کہ

اس مسلمان کا کیا حکم ہے جو کافر کے پاس سے گزرتا ہے تو اسے سلام دیتا ہے۔ فقال ان سلمت فقد سلم الصالحون

قبلک وان ترکک فقد ترک الصالحین یعنی اگر تو سلام دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ تم سے پہلے کئی صلحاء سلام دیا کرتے

تھے اور اگر تو سلام نہ دے تو بھی درست ہے۔ کیونکہ تم سے پہلے کئی صلحاء کا یہی معمول تھا حضرت حسن بصری سے منقول

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا گزر کسی ایسی مجلس پر ہو جس میں مسلمان اور کافر موجود ہیں تو پھر انہیں سلام دو۔

۱۹۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کی پند و عنایت کا اثر ان کے کنبہ پر نہیں ہو رہا۔ وہ کسی قیمت پر نبت پرستی چھوڑنے پر آمادہ

نہیں تو آپ نے اپنے آبائی وطن "کلدانہ" سے ہجرت کی۔ اپنے گھر بار اور اعداء و اقربا کو چھوڑا اور مختلف ملکوں کی سیاحت

کرنے کے بعد شام کے ملک میں اقامت اختیار فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال فرما دیا۔

آپ کے ملک اور آپ کے خاندان کے سیاسی و تمدنی اور مذہبی حالات کیلئے فیضان القرآن جلد اول سورۃ انعام آیات ۷۵، ۷۶، ۷۷ کا حاشیہ

ملاحظہ ہو۔

وَيَعْقُوبُ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۖ وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَ

اور یعقوب اور سب کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے عطا فرمایا انہیں اپنی رحمت سے طرح طرح کی نعمتیں اور

جَعَلْنَا لَهُم لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۖ وَآذَكُرِّي الْكِتَابِ مُوسَىٰ ۖ

ہم نے ان کے لیے سچی اور دائمی تعریف کی آواز بلند کر دی آدھ اور ذکر فرمائیے کتاب میں موسیٰ کا

إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۖ وَنَادَيْنَاهُ مِّن جَانِبِ

بیشک اللہ کے چنے ہوئے تھے آدھ اور رسول و نبی تھے۔ آدھ اور ہر قسم انہیں پکارا طور کی

۵۲ حضرت ابن عباس نے ”لسان صدق“ کا مفہوم بیان کیا ہے الثناء الحسن الباقی علیہم آخرا العهد وعبر باللسان
 كما عبر باليد عا يطلق باليد وهي العظيمة الجراح المحيط، وه بتبرين تعريف جو قیامت تک باقی رہے گی۔ اور ثنا حسن کو لسان صدق
 اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ زبان سے صادر ہوتی ہے۔ جس طرح عطیہ کو جو ہاتھ سے دیا جاتا ہے عربی میں بید کہتے ہیں۔ علیؑ
 حسن اور بلند تر اہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں حضرت ابراہیم اور ان کی ذذبتہ طاہرہ کی حمد و ثنا میں
 زبانیں مصروف رہتی ہیں۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان باہمی اختلافات کے باوجود حضرت ابراہیم کی عظمت اور تقدس کے
 دل سے قائل ہیں۔ اور ہماری تو نماز بھی مکمل نہیں ہوتی جب تک اپنے نبی مکرّم اور حضور کی آل امجاد کے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
 پر درود پڑھنے کے ساتھ حضرت خلیل اور ان کے آل پاک پر درود نہ پڑھیں۔

۵۳ مخلص کا معنی ہے پناہ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنی مخلوقات سے اپنی نوازشاتِ خصوصی اور
 نبوت کا بارگراں اٹھانے کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

۵۴ رسول کا معنی پناہ ہے اور نبی کے مادہ اشتقاق میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ نبیۃ سے ماخوذ ہے۔ اس کا
 معنی رفعت اور بلندی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نبی شان و جلال میں دوسرے لوگوں سے بلند اور اعلیٰ ہوتا ہے اس
 لیے اسے نبی کہا گیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نبیۃ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی خبر دینا ہے اور کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ کے کھٹاف
 سے اسکے بندوں کو ایسے حقائق و اسرار بتاتا ہے جو ان کی عقل و نظر کی رسائی سے بالاتر ہوتے ہیں ویجوز ان کیوں
 من النبأ اصلہ نبی ہی المنبجی عن اللہ تعالیٰ بالتحید والشراغ نبوت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ راعب لکھتے ہیں
 النبوة سفارت بین اللہ و بین ذوی العقول من عبادہ لازمة متعم فی امر و معادہم و معاشہم یعنی نبوت اللہ تعالیٰ اور اسکے
 عاقل بندوں کے درمیان سفارت کا نام ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے ان کی اخروی اور دنیوی علقوں اور بیماریوں کو دور
 کیا جاسکے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب

الطُّورِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا اخَاهُ

دائیں جانب سے ۵۵ اور ہم نے انھیں قریب کیا لڑکی بائیں کمرے کی بیٹی اور ہم نے بخشا انھیں اپنی خاص رحمت سے ان کا

هَرُونَ نَبِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيلَ ۝ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

بھائی ہارون جو نبی تھا۔ اور ذکر کیجئے کتاب میں اسماعیل کو جسے ہمیشہ وہ وعدہ کے سچے تھے

وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ

اور رسول (اور) نبی تھے۔ اور وہ حکم دیا کرتے تھے اپنے گھروالوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا جسے اور

شرعیّت ہو خواہ وہ شریعت نبی ہو یا کسی سابقہ رسول کی شریعت دے کر کسی نئی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا جائے جس طرح حضرت اسماعیل۔

۵۵ طور ایک پہاڑ ہے جو مصر اور مدین کے درمیان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال حضرت شعیب کے پاس مدین میں گزارنے کے بعد جب واپس مصر روانہ ہوئے تو ان کا گزر طور پہاڑ سے ہوا تو پہاڑ کا جو حصہ آپ کی دائیں جانب تھا اس سے یہ ندا آئی۔

۵۶ اس قریب کی حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو اس نعمت سے بہرہ ور کیا گیا ہو جو بائیں تنکیف من لم یذقہ لم یدر (ظہری) صاحب فائوس نے "نجیاً" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے البھی کفّتی وقربنا نجیاً۔۔۔۔۔ و شاهد الجمع فلما استسبأ سوا منہ مخلصوا نجیاً ای اعتزلوا یتناجون (تاج العروس)

۵۷ بنی اسرائیل یہ سمجھتے تھے کہ نبوت خانوادہ اسحق میں بند ہے اور حضرت اسماعیل پیغمبر نہیں حضرت اسماعیل کا ذکر فرما کر ان کے زعم باطل کی بھی تردید کر دی حضرت اسحق کو صرف نبی کہا گیا اور انھیں رسول اور نبی دونوں صفتوں سے محروم کیا گیا جس سے آپ کے طور تبت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی صفات کمال میں سے صادق الوعد ہونے کی صفت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ خدا اور اس کے بندوں کے ساتھ جو وعدہ بھی کیا انھوں نے پورا کیا۔ سب اہم وعدہ وہ تھا جو آپ نے اپنے والد ماجد سے کیا تھا یا ت افعل ما تومر مستجلی انشاء اللہ من الصابریین یعنی مجھے ذبح کرنے کا جو حکم خداوندی آپ کو ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے میں اپنے ذبح ہونے پر قطعاً کسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کروں گا اور دنیا جانتی ہے کہ اس مرد پاکباز نے اپنے اس وعدہ کو کس صدق و استقامت سے پورا کیا۔

۵۸ یہ آپ کی دوسری خصوصی شان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو تبلیغ کا آغاز گھر والوں سے کرنا چاہیے حضور کریم کو بھی یہی حکم ملا انڈر عشین سنہ الاقربین اسے محبوب اپنے اپنے درشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈرائیے

عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيْسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا

اپنے بچے نزدیک مجھے پسندیدہ تھے۔ اور ذکر فرمائیے کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا وہ بیشک وہ بچے راستباز تھے

يَبِيًّا ۝ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

راوی نبی تھے۔ اور ہم نے بلند کیا تھا انھیں بڑا اونچے مقام پر۔ یہ وہ (مقدس) ستیلیں ہیں جن پر انعام فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء اکرام کے

مِّنَ النَّبِيِّنَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ

زمرہ سے اور بعض ان کی اولاد سے تھے۔ اور بعض ان کی اولاد جن کو ہم نے سوار کیا تھا (کشتی میں) نوح کے

ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذِ اتَّخَذُوا

ساتھ اور بعض ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے تھے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور جن کو ہم نے پسند کیا تھا

عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ حَزُّوا السُّجُودَ وَكَبَرُوا ۝ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ

ان کے سامنے رحمن کی آیتیں تو وہ گریہ کرتے ہیں سجدہ کرتے تھے اور (زار و قطار) روتے تھے انہیں جاننے والے ہیں ان کے بعد

دوسری جگہ ہے تو انفسکم و اہلیکم من ادا اے مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو اتنی جہنم سے بچاؤ۔

۵۹ عابد علیہ السلام نے ان کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ اور یس بن یاروین مہلکیل بن قینان بن انوش بن شیدت

بن آدم علیہ السلام۔ عبرانی تواریخ میں ان کا نام بنوخر روج ہے۔ اور اس کے عربی ترجمہ میں اخنوخ (قصص الانبیاء) ان کے متعلق

کتاب تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ آپ علم نجوم اور علم حساب کے موجد ہیں۔ فن کتابت اور خطاطی کی ابتدا بھی آپ کی ہی سے

ہوئے کپڑے پہننے کا رواج بھی آپ سے شروع ہوا۔ پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں بطور لباس استعمال کیا کرتے تھے۔

ناپ تول کے پیمانے اور آلات بھی آپ کی اختراع ہیں۔ پہلو سازی کا ہنر بھی آپ نے سکھایا۔ بجز واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نئے اس سے مراد ان کے مرتبے کی بلندی اور رفعت شان ہے۔ اگرچہ بعض روایات میں لکھا ہے کہ آپ زندہ آسمان پر

اٹھائے گئے۔ لیکن ان سب روایات کا ماخذ اسرائیلیات ہیں جن پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

۱۰۰ یہ قبول اور جلیل القدر بندے جن کے مناقب و محامد بیان کیے گئے ہیں یہ اپنی بلندی و بلوغ کے باوجود اللہ تعالیٰ کی

بندگی کو ہی اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے جب آیات خداوندی کی تلاوت ہوتی تو ان کے دل ہیچ جاتے۔ ان کی آنکھوں

سے آنسوؤں کا سیلاب اُمداً آتا اور انہما ربوبیت کے لیے وہ بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ جب ان اولوالعزم

خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَاةً

وہ ناپختہ جموں نے ضائع کیا نمازوں کو اور پیروی کی خواہشات (نفسانی) کی لگے سو وہ دوچار ہونگے اپنی ناخوشی کی سزا

الْأَمْنُ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

مگر جن تائب ہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے لگے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے

بستیوں کا یہ حال ہے تو دنیا میں اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعوے کر سکے۔ یا خدائی میں اس کا شریک بن سکے۔ مسئلہ یہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ انبیاء کرام کی اتباع میں انسان رہنے کی کوشش کرے اور اگر دنیا دہانے تو رہنے والی صورت ہی بنالے۔ کیا بعید ہے کہ رحمت الہی کو یہی ادا پسند آجائے اور کام بن جائے۔ لگتے یہ حال ان انبیاء کرام کا تھا جو ہر لحظہ جلالِ خداوندی سے ترساں اور لرزاں رہتے اور انھیں اشکِ اشیاں رہتیں لیکن ان کے بعد بعض جاہلین ایسے بھی ہوئے جنہوں نے اپنے اسلاف کرام کے طریقہ کو باطل فراموش کر دیا۔ مستحبات و مندوبات کی پابندی تو کیا نماز و زکوٰۃ جیسے فرائض کو بھی انہوں نے پس پشت ڈال دیا۔ یا تو میرے سے ان کی فریضت کے ہی قائل رہتے یا فریضت کا انکار تو نہ کیا لیکن انہیں ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کی یا انہیں ادا تو کیا لیکن ان کے آداب و شرائط کو نظر انداز کر دیا اور ارشادات الہی کی بجا آوری کی جگہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئے۔ وہ یاد رکھیں انہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

ان لوگوں کو جانے صحیحہ جگہ گئے۔ اور جن کے اعمال کے متعلق ہم سے محاسبہ نہیں ہوگا۔ فرما اپنے اور گردنکاہ ڈالیں بڑے بڑے بڑے لوگوں کا ملین کی اولاد میں کس قدر روبرو اور احکامِ شریعت کی پابندی سے کس طرح آزاد ہے۔ یہ فرح فرسا منظر دیکھ کر حساس دل تڑپا مشتابہ ورا نگھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں جبکہ باؤ اجداد کی ساری عمر اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول میں گزریں جبکہ ان جلالِ خداوندی سے کانپتے ہوتے اور جگتی آئیں حال انہی کی یہ کہ شوق میں ہی بیاب کی طرح تڑپتے ہوئے گزرتی تھیں، ہر گز ایک قدم بھی مجاہدہ شریعت، شہاہوت تھا، ہر گز علم ہر گز فحش، ہر گز انور سن اور جن کی ذونِ محض حیاتے دن ضعیف تھیں تھی جبکہ کتابِ نبی کا ہر ورق اور عاقبت انوار سے منور تھا، انکی والدین نے کاد دعویٰ کرنا اور مشق و فہر کی تہنیتوں میں کھو کر رہ گئے ہیں اطاعتِ انبیاء کی لہ چھوڑ کر انہوں نے سرکشی اور فریبی کارا ت کیوں اختیار کر لیا ہے۔ وہ اس آیت طیبہ میں غور نہیں کرتے اپنی غفلت کی نشوونما کی باعث ان کے اسلاف کرام کے حق میں گستاخ زبانیں کھلتے تھی میں صرف یہی نہیں بلکہ انکی اجدادوں سے ان عقایدِ حقہ کو ترک پہنچ رہی ہے جو ان کے آباؤ اجداد کے عقاید تھے الہی عملی بدکاریوں کے شور و شغب میں کوئی ان علمی دلائل پر غور کرنے کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ اس ہمہ بے راہ روی سے وہ صرف اپنی لٹیا ہی ڈبو نہیں رہے بلکہ ساری قوم کا بے راہ غرق کر رہے ہیں خدایا اپنی اس غلط روش سے باز آ جاؤ۔

لگتے ہاں اگر کوئی فحشا کرنے کے بعد اور اپنی خواہشات کی پیروی میں عمر کا قیمتی حصہ برباد کرنے کے بعد سچے دل سے تائب ہوا

وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۗ جَدَّتْ عَدْنٌ ۗ وَالَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ

اور ان پر ذرا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ سدا بہار میں جن کا وعدہ (رضوانہ) نہیں نے اپنے بندوں سے

بِالْغَيْبِ ۗ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ۗ لَا يُسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا

غیب میں کیا ہے۔ یقیناً اس کا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ نہیں نہیں گئے جنت میں کوئی لغو بات بجز سلامت رہو کی

وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ قَبْلُ فَهِيَ أَكْبَرُ وَأَعْلَىٰ ۗ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ

وہاں سے قبل اور انھیں ان کا رزق ملے گا وہاں ہر سچ و شام۔ یہ وہ جنت ہے جس کا ہم وارث بنائیے اپنے

عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۗ وَمَا نُنزِّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ

بندوں سے (متر) اس کو جو متقی ہوگا۔ اور جو برکت! میرے نبی سے کوئی تم نہیں کرتے مگر آپ کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو

أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ۗ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۗ رَبُّ

ہمکارسا ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو آپ کے دہان ہے اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔ وہ بڑا ذکاوت ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ

آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سو اسی عبادت کرو اور ثابت قدم رہو اسی عبادت پر کیا تم

تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۗ وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا مَا مِثُّ لَسُوفَ أُخْرَجُ

جانتے ہو کہ اس کا کوئی ہم مثل ہے۔ اور انسان (ازراہ انکار) کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو مجھے پھر زندہ کر کے نکالا جائیگا؟

تو اس کے گناہ بخش دینے جائیگی اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیگی۔ جنت میں جو ابھی لطف و سرور جنتیوں کو عطا ہوگا اس کا ذکر ان آیات میں کر دیا۔

۶۴ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل سے فرمایا ہے جبرائیل تم جتنا میرے پاس آیا کرتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے۔ (بخاری العرفان)

۶۵ مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کا اسلامی عقیدہ ایسا تھا جسے کفار تسلیم کرنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہ تھے۔ یہ بات

۱۳۹۹

حَيًّا ۝ اَوْلَايْدُ كُرَّ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَاَنْتَ كُنْتَ شَيْئًا ۝

کیا یاد نہ رہا انسان کو کہ ہم نے ہی پیدا کیا اسے اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ ۱۹

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيْطٰنِ ثُمَّ لَنَحْضُرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝

سو اے محبوب! تیرے رب کی قسم! ہم جہنم کو بھیجیں گے انھیں بھی اور شیطانوں کو بھی پھر پھر کرینگے ان سب جہنم کے ارد گرد کوہ معنوں کے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ اِيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝

بل کہے گئے پھر ہم (جہنم کو) الگ لے کر گروہ سے ان لوگوں کو جو خداوندِ رحمن کے سخت نافرمان تھے۔ ۱۹

ان کی بھج میں ہی آتی تھی۔ اسے وہ باہت عقل کے منافی سمجھتے تھے اور اس وجہ سے اسلام کا مذاق اڑاتے تھے چنانچہ ایک روز ابی بن خلف بھی کو کسی مردہ کی ایک بوسیدہ ہڈی مل گئی۔ اسے لیکر وہ دوسرے مشرکین کے پاس آیا اور کہنے لگا میرے ہاتھ میں یہ ایک بوسیدہ ہڈی ہے جسکو کرا اسم گرامی لے کر کہنے لگا وہ کہتا ہے کہ اسے از سر نو زندہ کیا جائیگا تم خود سوچو کیا یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ کم و بیش تمام مشرکین کا یہی انداز فکر تھا۔

۱۹ اللہ تعالیٰ نے عام فہم انداز سے ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔ یہ بوسیدہ اور کستہ ہڈیاں کیونکر زندہ ہو جائیں گی یہ بات تمہیں سمجھ نہیں آ رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں زندہ کرنے والے کی قدرت و حکمت سے تم ناواقف ہو انھیں زندہ کرنے والی وہ جہتی ہے جس نے تمہیں نیست سے ہست کیا۔ اگر وہ عدم محض سے تمہیں موجود کر سکتا ہے تو ان ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے مشکل نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وھو الذی یبیدنا الخلق ثم یبعثھن وھو اھون علیہ (الرحمن) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے کائنات کی تخلیق کا آغاز فرمایا پھر وہ انھیں فنا کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ دوبارہ زندہ کرنا اس پر آسان ہے۔

۱۹ قسم اٹھا کر فرمایا بار بار ہے کہ انھیں قیامت کے روز میدانِ حشر میں مشرور جمع کیا جائیگا اور ان کے ساتھ وہ شیاطین بھی جکڑے ہوئے لائے جائیں گے جن کی انگینت پر انھوں نے راہِ ضلالت اختیار کی۔ دانشیاطین کی واو عاظف بھی ہو سکتی ہے اور واومعیہ بھی اور معیت کا معنی زیادہ مناسب ہے۔ جثیًا جمع ہے اس کا واو مدجات ہے اس کا معنی کھانوں کے بل کھڑا ہونا۔ وہ لوگ جب عذابِ الہی کا مشاہدہ کریں گے تو مارے دہشت کے کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا اور گھٹے ٹیک دیں گے۔

۱۹ جب کفار اپنے شیاطین کی معیت میں گروہ درگروہ جہنم کے ارد گرد کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ پہلے ان میں سے ان لوگوں کو چھانٹ لیا جائے گا جو کفر اور سرکشی میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے تاکہ سب سے پہلے انھیں دوزخ کا اندھن بنا یا جائے۔

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۗ وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا

پھر ہم ہی خوب جانتے ہیں ان لوگوں کو جو زیادہ مستحق ہیں اس آگ میں تپائے جانے کے۔ اور تم سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا

وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۗ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَ

گزر دوزخ پر ہو گا۔ ۹۔ یہ آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کی فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر تم نجات دینے پر میرے کاروں کو اور

عَلِيًّا ۗ اشد کی تیز ہے اس لیے صوبت اس کا منی ہے سرکش۔ صِلِيًّا کی وضاحت کرتے ہوئے جو بری لکھتے ہیں جب کسی چیز کو تو آگ میں جھونک دے تو عرب کہتے ہیں صلیت الرجل ناراً اذ انخلته النار وجعلته يصولها (قرطبی) ۱۰۔ یہاں دو چیزیں غور طلب ہیں۔ (۱) منکم کا مرجع کون ہے (۲) ورود کا مطلب کیا ہے۔ چنانچہ علماء کی پسندیدہ رائے یہ ہے کہ منکم کا مرجع نیک بدر مومن و مشرک سب انسان ہیں اور ورود کا معنی داخل ہونا ہے۔ چنانچہ امام احمد نے اپنی سند میں ابی سمیہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جب حضرت جابر بن عبد اللہ سے ورود کے معنی میں لوگوں کے اختلاف کا ذکر کیا تو حضرت جابر نے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بہرے ہو جائیں یہ کان کہ اگر میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے نہ سنا ہو۔ لایبخی بتولا فاجرا لادخلها فتكون على المؤمن براءً وسلاماً كما كانت على ابراهيم حتى ان للشارح جأمن بردهم ثم ينجي الله الذين اتقوا ويزال الظالمين فيها حتى ۱۱۔

ترجمہ ہے۔ سب نیک و بد آگ میں داخل ہونگے اور آگ مومن کے لیے ٹھنڈی اور بے ضرر ہوگی جس طرح حضرت ابراہیمؑ پر ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ آگ شور مچائے گی کہ اللہ ان لوگوں کی ٹھنڈک سے میری تمازت ختم ہو رہی ہے پھر اللہ تعالیٰ مشفقوں کو دیاں سے نکال لیگا اور کافروں کو اندھے پڑھے رہیں گے۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ورود سے مراد اس پل پر سے گزرنا ہے جو دوزخ کے اوپر بچھائی جائے گی۔

من عبد الله قوله وان منكم الا وادها قال الصراط على جهنم مثل حد السيف. فتعمر الطبقه الادنى كالبندق والثانية كالبحر والثالثة كالجود الخليل... ثم ميؤن المسئلة يعون اللحم تسلم. اگر یہ آیات صحیح ہوں تو پھر اس آیت کا وہی معنی ہو گا جو بیان ہوا۔ لیکن ان کی اسناد میں کیونکہ رد و قدرح کی گنجائش ہے اس لیے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ منکم کا مرجع تمام انسان نہیں بلکہ صرف کفار ہیں جن کا پہلے ذکر ہو رہا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ کلام سابق میں سب غائب کی ضمیر ہی ہیں یہاں اچانک ضمیر خطاب کیوں ذکر کی گئی تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ التفات فی الضمائر اسلوب قرآن ہے یکایک غائب سے مخاطب اور مخاطب سے تکلم بدلتی رہتی ہیں جیسے ارشاد باری ہے۔

وسقاهم ربهم شرابا طهورا ان هذا كان لكم جزاءً وكان سعيكم مشكورا۔
پہلے ضمیر غائب اور اس کے بعد ضمیر مخاطب ہے۔

نَذْرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۖ وَإِذْ اتَّكَلَىٰ عَلَيْهِمْ اٰیَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ

رہنے دیجئے ظالموں کو دونوں میں کہہ گھنٹوں کے بل گئے اور جب تلوت کی جاتی ہیں انکے سامنے ہماری آیتیں مناسکتے

الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا اَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ

(تو) کافر کہتے ہیں ایمان والوں سے کہ (یہ تو بتانا) ہم دونوں گروہوں میں سے کس کی رہائش گاہ آرام و آسودگی اور کس کی نشست گاہ

نَدِيًّا ۗ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اٰثَانًا وَّ رَمِيًّا ۗ

خوبصورت ہے نہ اور ان جھٹوں نے یہ نہ سوچا کہ کتنی قومیں ان سے پہلے تھیں جنکو ہم نے برباد کر دیا وہ انسان اور ظاہری سچ منج میں

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰى اِذَا رَاوَا

(اے) ہتھرتیں۔ آپ فرمائیے جو گمراہی میں (گمنان) ہو تو وہیں سے رکھتا ہے اسے گمنان لہی ڈھیل لیجھاتا ہے جب تک نہیں گے وہ چیز

نہ کفار کجیب آیت قرآنی سنا کر دعوت حق دی جاتی تو وہ کہتے مسلمانوں اپنی معاشی حالت کا ہماری معاشی حالت سے مقابلہ کر لو اگر ہماری رہائش گاہیں تمہارے جھنڈیوں سے زیادہ خوب صورت اور آرام دہ ہیں اور ہماری مٹھلیں تمہاری مٹھلیوں سے زیادہ باروتی ہیں تو پھر ہمارے پیچھے چلو تاکہ تمہیں بھی زندگی کی عشرتیں نصیب ہوں۔ تم ہمیں اپنی پیروی کی دعوت دے کر ہماری زندگیوں کو بھی تلخ اور ویران بنانا چاہتے ہو۔

الفاظ :- مقاماً بالفتح منزل اور مسکن۔ مدی : کی تشریح کرتے ہوئے علامہ جوہری کہتے ہیں واللندی علی تعیل مجلس القوم۔ متحدہ فہم و کذاک النسخة والنسخة والنسخة والنسخة (قرطبی)

آینسا ذوالحال ہے اور بیہناں حال ہے اور تا کہید کا فائدہ دیتا ہے لہذا ان تکون حالاً موكدة (قرطبی) اے دولت و ثروت راہ راست پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں تم سے پہلے کئی ایسی قومیں گزری ہیں جو سامان آرائش و زینت میں تم سے کہیں بڑھی ہوئی تھیں انکے مکانات و محلات بڑے خوش منظر تھے۔ لیکن انھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں سبایٹ کر دیا گیا دیکھو کہیں تمہارا انجام بھی ایسا نہ ہو۔ الاثنا : متاع البیت گھر کا سامان۔ دسیا حسن المنظر خوش منظر تاج العروس میں اس کی تشریح ان الفاظ سے کی گئی ہے وهو مالۃ العین من مال حنة وکسوة ظاہرة وہ دکھش حالت اور ظاہری لباس جو آنکھوں سے دکھائی دے۔

۲۷ تھیں جو ملت ہی جا رہی ہے اس کی وجہ سے بھی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ امد تعالیٰ کا یہ سوتو ہے کہ وہ سرکشوں اور گمراہوں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ انھیں سمجھنے کی مہلت دیتا ہے اور جب مہلت کی گھڑیاں ختم ہو جاتی ہیں اور انھیں عذاب

مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ

جس کا وعدہ کیا گیا ہے یعنی عذاب یا قیامت تو اس وقت انھیں پتہ چلے گا کہ کون

شَرِّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ۝ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى

مکانِ محال سے برا اور لشکر کے اعتبار سے کمزور ہے۔ اور زیادہ کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کے لئے ہدایت

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًا ۝ أفرعيت

کو اور باقی رہنے والی نیکیاں کئے بہتر ہیں آپ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے اور خیر کا انجام اچھا ہے کیا آپ نے دیکھا اس

الَّذِي كَفَرَ بآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِينَ مَا لَأَوْلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ

کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور دیا جائیگا مال اور اولاد اس فانی کی وجہ سے کیا وہ آگاہ

کے شے میں کس دیا جاتا ہے تب انھیں اپنی بے بسی اور بے یار مددگار ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

۳۳ گمراہوں کی حواصن صمیمیوں کے ذکر کے بعد اب سالکانِ راہِ رشد و ہدایت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے یعنی جو لوگ اپنی طاقت اور سمجھ کے مطابق جذبہٴ اخلاص سے سرشار ہو کر راہِ ہدایت پر گامزن ہو جاتے ہیں تو ہم انکے فوراً ہدایت میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنے لطف و کرم سے انھیں ان منازلِ عالیہ اور مقاماتِ رفیعہ پہنچا دیتے ہیں جہاں تک پہنچنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ حدیثِ قدسی سے اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ارشادِ الہی ہے من تعربت الی شبرا تعربت الیہ ذرا عا من تعربت الی ذرا عا تقربت الیہ با عا من اتانی ماشیا اتیت الیہ مہر ولا راہ کما العبد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عن ربہ) یعنی جو شخص ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور جو شخص ایک گز میرے قریب ہوتا ہے میں ایک کرم اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو چل کر میری طرف آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ معلوم ہوا اگر طلبِ صادق ہو تو دوڑیاں سمٹی چلی جاتی ہیں۔ قدم اٹھانا تیرا کام ہے اور منزل تک پہنچانا اس کا کام ہے واللہ اعلم بالصواب فیما لہم سبلسنا میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۳ اس کی وضاحت سورہ کہف میں گزر چکی ہے۔ ”مدۃ“ کا معنی مرجع، انجام اور لوٹنے کی جگہ۔

۳۳ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوہاروں کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن وائل کے ذمہ میری کچھ رقم تھی۔ میں اس سے مانگنے کے لیے گیا تو اس رگستان لے لے کہا بخدا میں یہ رقم تمہیں اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک تو

أَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۗ كَلَّا سَكَتَ مَأْيُوقُوا وَمَنْدُ

ہو گیا ہے عیب پر یا لے لیا ہے اس نے (عہد اذم) کفن سے کوئی وعدہ ہے ہرگز ایسا نہیں۔ ہم کھڑے تھے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دینے

لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۗ وَنَزَّلْنَا فَرْدًا ۗ وَاتَّخَذُوا

اس کے لیے عذاب کو خوب لمبا کرنا۔ اور ہم ہی وارث ہونگے جو وہ کہتا ہے (یعنی جسے مالخ اولاد کے) اور وہ پتھر پائیں تنہا

مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۗ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ

آینکا اور انھوں نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا کہ وہ اپنے لیے بڑا گار بنیں گے ہرگز نہیں۔ وہ جھوٹے خدا انکار کریں گے

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۗ أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيْطَانَ

ان کی عبادت کا اور وہ (الٹے) ان کے دشمن ہو جائیں گے۔ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ ہم نے مسقط کر دیا ہے شیطانوں

عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَزَّهُمْ آزًا ۗ فَلَا تَجْعَلُ عَلَيْهِمْ إِثْمًا وَعُدُّ لَهُمْ

کفار پر شے وہ انہیں (اسلام کے خلاف) ہر وقت اکساتے رہتے ہیں پس حجت نہ کیجیے ان پر (زول عذاب کی جیسے) ہم کس

محمد (رفدہ ابی ورمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار نہ کرے گا۔ میں نے اسے جواب دیا بخدا میں تو ہرگز انکار نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مرجائے پھر تجھے قیامت کے دن اٹھایا جائے اس نے (ازرا و مذاق) کہا کہ جب مرنے کے بعد میں قبر سے اٹھوں گا اس وقت میرے پاس دولت کی فراوانی ہوگی اس وقت میرے پاس آنا میں تمھارا قرض ادا کروں گا۔ (بخاری و مسلم) غضب الہی جوش میں آیا اور اسے ان الفاظ سے سرزنش کی گئی۔

یعنی اس گستاخ اور احمق کو ایسا کہنے کی جرأت کیوں ہوتی ہے۔

شے انھوں نے اس لیے نبوت کو اپنا خدا بنا رکھا ہے کہ وہ آڑے وقت ان کی پشت پناہی کریں گے اور شکل میں انکے کا آئینے۔ ان کا یہ خیال غلط و سراسر غلط ہے۔ بلکہ یہ تو انہما ان کی ذلت اور رسوائی کا باعث بنیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ علیہم ضداً کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں ای اعداء بوم القیامة۔ (تفسیر غیب القرآن) شے اگرچہ کفار کے پاس ان دلائل و براہین کا کوئی معقول جواب نہ تھا جو قرآن نے اللہ تعالیٰ کی توحید و شریک کے بطلان اور قیامت کے قائم ہونے پر پیش کیے۔ لیکن اس کے باوجود کفار کی ہرزہ سرائی اور یا وہ گوئی میں کوئی کمی نہ ہوئی وہ برابر پھبتیاں کتے اور نامعقول اعتراضات کرنے سے باز نہ آتے! اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ شیطان انھیں اکساتے ہیں اور اسلام کی

۵۵۸۰

عَدَّ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفَدًا ۝ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ

ہے میں انکیلایم زندگی کو اچھی طرح سہ دن جب ہم اکٹھا کرینگے پریر کا دن کو رحمن کے حضور میں مغز و کھم همان بناکر اور اس روز

مخافت پر ابھارتے ہیں اس لیے یہ اپنی باوہ گوئی سے باز نہیں آتے۔ اور سنا، اسی سلطانہم علیہم بالاغواء (قرطبی) ہم نے ان کو کفار پر مسلط کر دیا الاذ: التہیج والاغواء ہی تغذیہم علی العاصی: اکسانا۔ برا نیکتہ کرنا۔
۹۷ کے یعنی ہم ان کی زندگی کے دن کو گن رہے ہیں جب وہ پورے ہو جائیں گے اور عذاب کا مقررہ وقت آجائے گا، تو یہ کفر گزار کو پہنچ جائینگے۔

میں قیامت کے دن اہل ایمان کو جس عزت و تکریم سے بارگاہ النبی میں حاضر فرمایا ہوگی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ وفد یعنی ہے اس کا واحد وفد ہے جسے صحابہ کا صاحب اور بعض اہل لغت کی رائے میں یہ واہدین کا اسم ہے (قرطبی) اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے وفد اسی دکبانا علی غائب طاعتہم یعنی وہ اپنی طاقتوں کی سواریوں پر سوار ہو کر حاضر ہونگے عمرو بن القیس نے کہا کہ جب مومن قبر سے اٹھے گا تو اس کا عمل ایک خوبو انسان کی شکل میں اس کا استقبال کرے گا۔ اور اس کا جسم خوشبو سے ہمک رہا ہوگا۔ وہ اس مومن سے پوچھے گا کیا تم نے مجھے پہچانا۔ وہ کہے گا نہیں۔ مجھے صرف تمنا معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری شکل دلاویز بنائی ہے اور تیری ہمک عطر بڑ ہے۔ وہ کہے گا میں تیرا عمل صالح ہوں۔ دنیا میں میں تجھ پر سوار رہا۔ آج میں تجھ کو کندھوں پر اٹھانے کے لیے آیا ہوں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان ربی اعطانی سبعین الفاضل امتی یدخلون الجنة بغیر حساب فقال عمر رضی اللہ عنہ ہلاستزدتہ قال فاعطانی ہکذا وخرج بین یدیہ وبتطابعا یدہ وحشی۔

ترجمہ: میرے پروردگار نے مجھے میری امت سے ستر ہزار ایسے عطا فرمائے جو جنت میں بغیر حساب داخل ہونگے۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس سے زیادہ کے متعلق سوال کرتے۔ روف ورحیم آقائے فرمایا اے عمر میں نے زیادہ کے لیے درخواست کی اور مجھے میرے رب نے اس قدر عطا فرمایا۔ اس قدر کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کھول دیا اور اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ کر دیا اور کلاوہ بجا۔ ہشام کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اس نے اپنے محبوب کو دیا اور اس کی تعداد معلوم نہیں ہو سکتی۔ (روح المعانی) عمرو بن حزم انصاری سے مروی ہے کہ تین دن تک رسول کریم کا یہ معمول رہا کہ صرف نماز پنجگانہ کے لیے تشریف لاتے اور پھر خلوت نشین ہو جاتے چوتھے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ حضور تین دن تک ہم سے الگ تھک رہے یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کوئی حادثہ وقوع پذیر ہو گیا ہے۔ آقا و مولیٰ نے ارشاد فرمایا یہ محدث الاخبار ان ربی وعدنی ان یدخل من امتی الجنة سبعین الفاحساب۔ وانی سألت ربی فی ہذا الثلاث الایام العزید فوجدت ربی ما جئنا کریماً فاعطانی مع کل واحد سبعین ألفاً یعنی اے میرے صحابہ فکر و اندیشہ کی

إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَرِدًّا ۖ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ

ہانگے لائیکے مجرموں کو جہنم محیط چھپا ہے تا زور و بھی طرح انھیں حق امتیاز نہیں لگا شفاعت کا لئے۔ بجز انکے جنہوں نے

کوئی بات نہیں۔ بڑا دل خوش کن واقعہ ہوا ہے۔ میرے رب کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں اپنے رب سے تین دن تک اس تعداد میں اضافے کی التجا کرتا رہا۔ پس میں نے اپنے پروردگار کو بڑا عظیم اور کریم پایا اور اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ستر عطا فرمایا۔ (روح المعانی) سے

یارب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ استیم میان دو کریم
لنت سوق پیچھے سے ہاتھ کو کھتے ہیں جو نعت پر ولادت کرتا ہے۔ ورداً عطا شام یعنی پیاسے۔ کیونکہ وہی جانور گھاٹ پر آتا ہے جو پیاسا ہو۔ قال الازہر عیامی مشاشاً عطا شاماً کالابل ترہ الماء۔

لئے لایسکون سے کفار کی شفاعت کی نفی اور اللہ سے اہل ایمان کی شفاعت کا اثبات ہے۔ ہولاء لکن ان لایمکنوا الشفاعۃ لاحد والاسلمون فیملکون الشفاعۃ العہد کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے حضرت ابن مسعود سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ناظرین کرام کے فائدہ کے لیے بطور ہدیہ پیش ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کو اپنے صحابہ سے یہ کہتے سنا کہ کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ صبح و شام اپنے رب کے پاس ایک حمد و سجادہ پڑھو۔ اسے اللہ کے رسول وہ کس طرح حضور نے فرمایا کہ صبح و شام یہ کہے: **اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ فِیْ هٰذِہِ الْاَعْمٰیءِ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَعَدَلْتَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَاَلَّا تَجْعَلِنِیْ اِلَّا نَفْسِیْ فَاَنْتَ اِنْ تَجْعَلِنِیْ اِلَّا نَفْسِیْ اَنْبَا عَدُوِّیْ مِنْ الْحَبِیْرِ وَتَقَرَّبِنِیْ اِلَى الشَّرِّ اِنِّیْ لَا اَنْتَ اِلَّا اَبْرَہِمٰتِکَ فَاَجْعَلْ لِّیْ عِنْدَ لَوْ قَدِّیْنِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنْتَ لَا تَخْلِفُ الْاٰیۃَ عَادَہِ** جو شخص یہ کہے گا اللہ تعالیٰ اس پر مہر لگا کر عرش کے نیچے رکھ دیکھا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو سنادی کرنے والا سنادی کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ تعالیٰ کے پاس عہد ہے پس وہ آدمی کھڑا ہوگا اور اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

عہد کا ترجمہ :- اے اللہ تعالیٰ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے غیب (روحانی) اور شہاد (ظاہر) کو جاننے والے میں تیرے پاس اس زندگی میں ایک اپنا عہد رکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود بغیر تیرے تو ایک تیرا کوئی شریک نہیں! اور میں گواہی دیتا ہوں۔ (میرے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر۔ کیونکہ اگر تو مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیکھا تو وہ مجھے خیر سے دور اور شر کے قریب کر دے گا۔ اور میں تیری رحمت کے بغیر کسی چیز پر بھروسہ نہیں کرتا۔ میرے اس اقرار کو بطور عہد نامہ محفوظ فرما اور قیامت کے دن مجھے وہ عطا کر۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

وقف لادہ

الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۗ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا

خلافہ جن سے کوئی وعدہ لیا ہے۔ اور کفار کہتے ہیں بنا لیا ہے رحمن نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ زکے کافروں نے یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے

إِذَا ۗ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

جو سخت میوے کی طرح آسمان شق ہو جائیں اس (خزانات) سے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گھر میں لرزتے

هَدًا ۗ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۗ وَمَا يُبْغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ

ہوتے ۱۲ کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رحمن کا ایک بیٹا ہے۔ اور نہیں جانتے رحمن کے لیے کہ وہ بنا لے کسی کو

وَلَدًا ۗ إِنَّ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِيَ الرَّحْمَنَ عَبْدًا ۗ

لاپنا فرزند نہ کوئی ایسی چیز نہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے مگر وہ حاضر ہوگی رحمن کی بارگاہ میں بندہ بن کر۔

لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۗ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اللہ تعالیٰ نے ان سب کا شمار کر رکھا ہے اور انہیں گن لیا ہے اسی طرح اور وہ سب میں ہونگے اس کے سامنے قیامت کے دن

۱۳ ہے یہ وہ حضرت عزیر، یوحنا، عیسیٰ حضرت مسیح کو اور بعض عرب قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد کہا کرتے تھے اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔ وہ ذات پاک جو قدیم و ازل ہے حقیقی و قدیم ہے اور ہر چیز کی خالق و مالک اس کا تعلق کسی کے ساتھ پدری و فرزندگی کا ہو جو حدوث و امتحان کا لازم ہے یہ ناممکن اور محال ہے۔

۱۴ اتنا بڑا ہستان ہے کہ اس کی نور سے سارا نظام عالم درہم برہم ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا جہلم اور اس کی حکمت ابھی اس سے مختص نہیں ہے وہ جن سے اسے گننا انسانوں کو بخشنے کے لیے اس امر کی حاجت نہیں کہ اس کا ایک بیٹا ہو اور اس سے معلوم اور گنناہ کو دنیا بھر کے بادشاہ اور سب کانوں کی دلچسپی میں لے چھلایا جائے بلکہ وہ جن سے اس کی رحمت امن بڑا وسیع ہے اس طرح عیسائوں کے عقیدہ کفار کی بڑا کثیر رکھ کر دی۔

چند الفاظ: اذ ای منکر اعظیما سمت میوے پر قطع چیز۔ قال الجوهری الاقم والادق۔ الداهية والامرا الفظلیع (ظنی) ہذا ای ما سقط بصوت شدید ایسگنا جس سے بڑا دھماکہ پیدا ہو۔ لذاً، اللذ جمع الالذہ و هو اللذید اللصومۃ۔

لذآلذ کی جمع ہے اسکا معنی ہے سخت مفاہفت کرنیوالا اسی سے لذآلخصام ابو عبیدہ راما لغت نحو کہتے ہیں الالذذ الذی لا یقبل الحقی ویدعی الباطل یعنی جو حق کو قبول نہ کرے اور باطل کا مدعی ہو۔ دکنذ ای اواز جو بھڑکے دقیل

الصوت الخفی، آہٹ الصوت الذی لا یفہم (تفسیر غریب القرآن لابن قتیبہ)

وقف لازم

فَرَدًّا ۱۰۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ

تہا۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے پیدا فرما دینگا خدا نے ان کے لیے

الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۱۰۲ فَاِنَّمَا يَسْرُنَهُ لِبٰسٰنِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ

(دلوں میں) محبت۔ ۱۰۱۔ صرف اس لیے تم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو اپنی زبان میں تاکہ تم کو آسہل کر دے تاکہ تم کو

وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدٰۤا ۱۰۳ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ

اور ڈرا میں سکتے ذریعہ اس تم کو بڑی جھلکا وہ ہے۔ اور کتنی قومیں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا ان سے پہلے۔ کبھی

تَحْسَبُ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۱۰۴

محسوس کرتے ہوں ان میں سے کسی کو یا سنتے ہوں ان کی کوئی آہٹ۔

۱۰۱۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، اذا احب الله العبد قال لعبدك انا لقد احببت فلانا فاجبه فيجبه جبينك ثم ينادي في اهل السماء ان الله قد احب فلانا فاجبه فيجبه اهل السماء وضع له العبد في لانه (بخاری و مسلم) جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو جبرائیل کو فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو جی اس سے محبت کر تو جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر آسمان اول میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پس تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اسکے بعد زمین میں اسے تجریت بخشنی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق کو ابتدا میں اگرچہ بڑی نراہمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسکے خلاف مخالفت کے طوفان اٹھتے ہیں۔ طبع طرح کی تہمتیں لگا کر انھیں بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن آخر کار ان کی بے ادغ سیرت اور دلآویز شخصیت لوگوں کو سوجھ لیتی ہے۔ مخالفت کرنے والے اسکے جان نثار ساتھی بن جاتے ہیں۔ بہتان لگانے والی زبانیں اس کی شنار گستی میں زمر زمر سنخ ہو جاتی ہیں۔ بادشاہ کا سفیر خر سکتے ہیں! اسکے سامنے گز نہیں عم ہو سکتی ہیں لیکن دل کی بکھی میں وہ قدم نہیں رکھ سکتے۔ یہ اِنفا اللہ تعالیٰ صرف اپنے مقبول بندوں پر فرماتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت جاگزیں فرما دینا ہے۔

اللهم اجعل هذا العبد المسكين ووالديه من هؤلاء السعاده الذين يجوزك وتجبهم واحشرنا معهم تحت لوا وجيبك المسكوم وعبدك المعظم عليه وعلى آله والاجار واصحابه الكرام افضل التحيات واجمل الصلوات واكمل العبركات واذكي التسليمات -

التصوف

تعارف سورۃ ظہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام :- اس سورۃ مبارکہ کا نام ظہ ہے یہی وہ کلمہ ہے جس سے سورہ کا آغاز ہوا ہے۔
یہ سورہ مکہ منکر میں نازل ہوئی۔ اس میں آٹھ رکوع ہیں اس کی آیتوں کی تعداد ۱۳۵ ہے۔ اور یہ ۶۴ کلمات اور ۵۲۴ حروف پر مشتمل ہے۔

زمانہ نزول :- اس سورہ کو تاریخ اسلام میں ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ایک ن حضرت عمرؓ بڑے جوش و خروش سے گھر سے نکلے۔ ننگی تلوار لگے میں حائل تھی۔ کسی نے پوچھا عمر کہاں کا قصد ہے جواب دیا مسلمانوں کے نبی کا سر قلم کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید تو مسلمان ہو چکے ہیں اور اپنے نبی پر سوجان سے خدا ہو رہے ہیں۔ غصہ سے واپس لوٹے اور بڑی بے دردی سے بہنوئی کو مارنا شروع کیا۔ بہن مزاجم ہوئیں تو ان پر پل پرٹے۔ ان کا سر پھوڑ دیا جس سے خون کا فوارہ بر نکلا۔ یہ منظر دیکھ کر سہمی پیدا ہوئی اور کلام الہی سننے کا اظہار اپنی بہن سے کیا۔ انھوں نے غسل کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ غسل کر چکے تو حضرت فاطمہ نے اسی سورہ کی چند پہلی آیتیں تلاوت کیں جس نے عمر کی دنیا بدل ڈالی۔ پتھر دل پیچ گیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ اسی وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

سہ نمی دانی کہ سوزِ قرأت تو دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے یہ سورہ نازل ہو چکی تھی۔

ویسے تو اس سورہ کی ہر آیت روشنی کا ایک بلند دینار ہے لیکن چند امور خصوصی توجہ کے مستحق ہیں :-

۱- مندرجہ بالا تاریخی پس منظر سے آپ نے آسانی اندازہ لگا لیا ہو گا کہ اس سورہ کے نزول کا زمانہ وہ تھا جب کفار کی اسلام دشمنی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ دلا زاری اور بہتان تراشی کی انھوں نے انتہا کر دی تھی۔ حضور سرور کائنات کی شانہ روز محنت کے باوجود صرف چند رو حیں ایسی تھیں جنھوں نے اس دعوتِ حق کو قبول کیا تھا۔ قوم کی یہ ہٹ دھرمی دیکھ کر حضور کے قلب نازک پر کیا گزرتی ہوگی اور اسلام قبول کرنے والوں کے دلوں میں اپنی اس دعوت کے مستقبل کے متعلق کیسے کیسے خدشات پیدا ہوتے ہوں گے۔ اس

یہ ابتدائی آیات میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ قرآن اس قاصد مطلق نے نازل فرمایا ہے جس کی کبریائی کے سامنے کائنات کی ہر چیز سرانگنہ ہے۔ اس نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ نبی و مشقت میں مبتلا ہو جائیں۔ یقیناً آپ کا دین پہلے گا اور کامیابی آپ کے قدم چومنے کی۔ اسکے بعد بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ کا ذکر کیا گیا کہ انھیں کس طرح موسم سرما کی ایک تاریک اور خشک آت میں واوی طور کے ایک گوشے میں بلا کر خلعت نبوت سرفراز فرمایا گیا اور اس کے بعد انھیں ایک ایسے ظالم بادشاہ کو دعوت تہی دینے کا حکم پایا گیا جس کل دہن ہشیار معصوم بچوں کے بید بے خون سے لت پت تھا۔ حکم ملا جاؤ اور خدائی کے مجھوٹے دعویدار کے سامنے اس کے بھرے دربار میں میری توحید کا اعلان کرو اور اسے حکم دو کہ وہ نبی اسرائیل کو اپنی غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرے ورنہ اس کا انجام بڑا دردناک ہو گا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اس کی دست درازی سے خائف نہ ہونا۔ میں تمھارے ساتھ ہوں گا۔

تعبیل ارشاد الہی میں فرعون کے پاس تشریف لے گئے اور وہ جامع خطبہ ارشاد فرمایا جسے سن کر فرعون کے اوسان خطا ہو گئے اور اسے اپنی نندائی کا محل سزا ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ اس نے فوراً آپ پر یلزام لگا دیا کہ آپ جادو کے زور سے ہماری حکومت کا تختہ الٹتے آئے ہیں اور صرف اپنی سیاسی اغراض پر پردہ ڈالنے کے لیے خدا، قیامت اور دین کا نام لے رہے ہیں چنانچہ اس نے اپنے ملک بھر کے ماہر جادوگر آپ کے مقابلے کے لیے بلائے اور انھیں تم انقدر انعام کا لالچ دیا کہ انہیں حق کے سامنے باطل کی کیا مجال ہے کہ وہ دم مارنے کے صلے میں اپنی صداقت کو دیکھ کر مجبور ہو گئے کہ تمام عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر آپ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیں۔ اس واقعہ کی تفصیلات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کی قوت سب سے بالا ہے۔

۲۔ اس کے بعد سامری کا ذکر کر کے بنی اسرائیل کی کم فہمی اور کوتاہ اندیشی کا پردہ بھی چاک کر دیا۔

۳۔ آخر میں آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا جس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ غلطی کرنا اور پھر اس پر اکرنا اور اکرشے رہنا انسان کو ہلاک کر دیتا ہے جس طرح کہ فرعون اور ابلیس کے واقعہ سے ظاہر ہے لیکن غلطی کر کے نادام نہ ہونا اور پھر توبہ کرنا انسان کو عقوبت کے مقام پر فائز کر دیتا ہے جیسا آدم علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوا۔ اس لیے اسے غلامان مصطفیٰ خدا کی نافرمانی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرو لیکن اگر کسی بشری کمزوری یا دختی جوش سے کوئی لغزش ہو جائے تو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرح فوراً اشک ندامت بہا کر طلب مغفرت کرو۔ بخش دیئے جاؤ گے۔

سورہ کو ختم کرنے سے پہلے چند حقائق کو بڑے عموماً اور دلنشین پیرائے میں بیان کر دیا تاکہ انسان کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو کر وہم و گمان کی وادیوں میں بھٹکتا نہ رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَتَلَوْنِ اٰیٰتِہٖمَا کُوْنٰتَا

سورۂ ظہ کی اس کی (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان بھیڑے رحم فرمائے والا ہے) آیتیں ۱۱۳، جمع ۸ میں

ظہ ۱ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ۱۰۱ اِلَّا تَذٰکِرًا لِّہُنَّ

ظاہر ہے نہیں اتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ شقت میں پڑیں لے بلکہ نصیحت ہے اس کی واسطے جو

یَخْشٰی ۱۰۲ تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۱۰۳ الرَّحْمٰنُ

راپنے سب پر ڈرتے ہے یہ آنگاہی ہے اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا زمین کو اور بلند آسمانوں کو۔ وہ بے حد مہربان

لہ قبیلہ نخل اور قبیلہ عتق میں ظہ کا معنی یاد رکھ لیں یعنی لے شخص ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبیلہ عتق میں ظہ یعنی یاجیبی (لے کے عیب) استعمال ہوتا ہے۔ بعض علماء نے نزدیک یا سماء معنی میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور رحمت عالمیان کا اسم مبارک ہے بعض کی رائے ہے کہ 'ظہ' طہارت اور 'کا' ہدایت کے لیے بطور رمز ذکر ہوا ہے اس کا معنی ہے یا طاہر من الذنوب یا ہادی الخلق الی علام الغیوب اے گناہوں سے پاک اور لے علیٰ خدا کے راہنما۔ (قرطبی)

علامہ نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ایک اور لطیف توجیہ نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حساب جمل سے ظ کا عدد نو اور کا کا عدد پانچ ہے جن کا مجموعہ چودہ ہے۔ جس کا معنی ہے اے چودھویں کے چاند قیل الطاء تسعة فی الحساب والھام خمسۃ و معنا یا ایھا البدر!

علامہ آلوسی نے اس توجیہ کا ذکر کر کے لکھا ہے فكانہ قیل یا بدر سماء عالہ النکان لے عالم امکان کے

آسمان کے ماہ تمام اے فلک وجود کے چودھویں کے چاند! (روح المعانی)

لے حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے اپنے رب سے منور ہو چکے ہیں اور رشتہ عبودیت توڑ چکے ہیں وہ پھر اپنے رحیم و کریم مالک کبھی نہیں اور اس سے اپنی زندگی کا رشتہ استوار کریں انسان لے قد کہ صفا کا تاج سر پر رکھے لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے پیشانی رگڑ رہا ہو۔ انسانیت کی اس تزیین سے حضور کو بڑا دکھ ہوتا تھا۔ حضور ہر طرح اس کے لیے کوشاں رہتے کہ انسان اپنا بھولا ہوا مقام پہنچانے اور عزت و تکریم کی جو سند اس کے لیے بچانی گئی ہے اس پر پھر تشریف فرما ہو۔ لیکن حضور کی دلاویز شخصیت، پاک سیرت اور دوسو میں ڈوبے ہوئے خطبے اخلاص و ہمدردی سے بھر پور مواظف اور پہاڑوں کا دل ہلا دینے والی قرآن کی آیات، قینات کوئی چیز بھی تو ان عقل کے اندھوں کو نور حق سے روشناس نہ کر رہی تھی۔ انا ان کے تعصب میں اضافہ ہوا تھا۔ ان کے اس

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ۝ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ

کائنات کی فرمانروائی کے تحت پرستحق ہر لکھ اسی کے ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اور

مَا بَيْنَهُمَا وَمَاتَحْتَ الثَّرَى ۝ وَإِنْ تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ

جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ گہلی مٹی کے نیچے ہے اور اگر تو بلند آواز سے بات کرے (تو تیری سنی) وہ تو بلاشبہ جانتا ہے

رؤ عمل سے ہر وقت حزن و ملال کی گھٹائیں دل انور پر چھائی رہتیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم کی یہ بے حد معنی گوارا نہ ہوتی۔ تسلی اور اطمینان دینے کے لیے ارشاد فرمایا ہے: ہاں یہ قرآن اس لیے تو نازل نہیں کیا گیا کہ آپ روز و شب سیکھنا شروع کریں۔ یہ تو ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے جس میں صلاحیت ہوگی اسے قبول کر لے گا۔ اور جو حق پذیر ہی کی استعداد سے محروم ہے اور ان آیات بینات کو سن کر بھی دعوت حق قبول نہیں کرتا تو اس کی قسمت۔ آپ آرزوہ خاطر کیوں ہوں اور آپ کو سچ و قلی کیوں ہو۔

بعض حضرات یہ بھی لکھا ہے کہ عید نبوت کے ابتدائی ایام میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری ساری رات نماز و تلاوت میں کھٹے کھٹے گزار دیتے۔ یہاں تک کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ حکم ہوا اپنے آپ پر اتنی سختی کی ضرورت نہیں۔ آسانی سے آپ جتنا پڑھ سکیں اتنا کافی ہے اللشقا فی اللغۃ العناد والتعب لغت میں شفا کا معنی مشقت اور تھکاوٹ ہے۔ (قرطبی)

ہو سکتا ہے کہ شفقی اشقاوت سے (بختی) ہو جو سعادت کے مقابل ہے ایک شان ابوہبل اور نصر بن عارض دونوں آئے اور جناب سالتاب سے کہنے لگے انٹہ شفقی لاناٹ ترکت دین آباہٹ (خاک بد من اشقیاء) آپ شقی ہیں۔ آپ کے اپنے آباہ کا دین چھوڑ دیا ہے۔ ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ پہلے سارا شہر آپ کی عزت کرتا تھا۔ آپ کے راستے میں پلکیں بھجاتا تھا اب آپ جہاں سے گزرتے ہیں نیچے کانٹے بھلے جاتے ہیں اور آپ سے پتھر برسائے جاتے ہیں اور آپ باکل بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: احمقوا قرآن بد بخت بنانے کے لیے تو نازل نہیں ہوا۔ یہ تو بد بختوں اور ذلیلوں کو اور سعادت تک پہنچانے کے لیے آیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: فالیدرہ ذلک بان دین الاسلام وهذا السقرآن هو السقم المانیل کل فوز والسبب فی ذلک کل سعادات یعنی ان آیات سے ابوہبل و نصر کی تردید کر دی گئی کہ دین اسلام اور یہ قرآن تو ہر کامیابی کے لیے زمین ہے اور ہر سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

سلسلہ یعنی صرف خلق کائنات ہی نہیں بلکہ وہ فرمانروا اور عالم اعلیٰ بھی ہے کائنات کی بلندیوں اورستیوں میں اسی کا حکم نافذ ہے۔ چھوٹے بڑے اہم غیر اہم تمام حواشی کا مخلوق اسی کے اذن سے ہوتا ہے استوی المراد منہ کمال قدرتہ فی تدبیر الملک والملكوت نیز ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد اول سورۃ اعراف آیت نمبر ۵۴ کا حاشیہ۔

سلسلہ اس کی مملکت کی وسعت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ اتنا مجھ لو کہ بلندیوں اور بلندیوں جن کے سامنے تھا رطابہ تجل

السِّرِّ وَأَخْفَى ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۝ وَهَلْ

راز کو بھی اور دل کے بھید کو بھی نہیں سمجھتا وہ ہے کہ کوئی عبادت کو لاتی نہیں بغیر اس کے کہ اس کے لیے بڑا خوب صورت نام ہیں اور

أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝ إِذْ رَأَى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ

آج بھی آپ کو یہی ہے آپ کو اطلاع ہوئی کہ قصہ کی ہے جب (مدین سے واپسی پر تارکات میں) آپ نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں کو کہا تم

أَنْتُمْ نَارُ الْعَالَمِينَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْغَايِبِينَ ۝ وَأَوَّحَىٰ بِرُوحِهِ إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ السِّتْرَ فَرَأَىٰ نُورًا

(ذرا یہاں) نظیر میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں نے آگ کو تھا سے لیے اس سے کوئی چنگاری یا بجے مل جائے آگ کے پاس کوئی راہ دکھائی دلا۔

بھی تکتے پر ہے سچیاں، وہ پتیاں جن کا تم تصور تک کرنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے اور جو کچھ ان میں ہے بلا استثناء سب اسی وحدہ لا شریک کا ہے۔ اللہ تعالیٰ العرش العظمیٰ کی گیلی مٹی۔

۱۰۵ یستد وہ راز کی بات جو تو نے صرف کسی اپنے خاص دوست سے پڑہ میں کہی ہو اور اخفی وہ بات جو ابھی نہاں خادہ دل میں ہی کر رہی ہے وہی ہو اور زبان نکٹ آئی ہو قال الحسن السد ما استرا العجل الی غیرہ واخفی من ذلک ما استر فی نفسہ اس کا ایک مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ ستر وہ بات جو ابھی تک تیرے دل میں ہی ہو اور اخفی وہ کام جو تو آئندہ چل کر کرنا چاہے لیکن آج تجھے اس کا احساس تک نہیں مقصد ہے کہ سبکی خالقیت کا عالم ہو کہ سب لا دست فوق تحت اسکے امر کن کا منظر ہو جسکی حکمرانی کا مجال ہو کہ کائنات کی ہر چیز اسکے حکم کے سامنے راقند ہو اور جسکی ہنڈائی اور جہنمی کی کیفیت ہو کہ حال اور مستقبل سب میں ہو کیا ایسی ہستی کو الہ تسلیم کرنے میں کسی کو شک ہے اور کوئی دوسرا اس کا ہمسریاں کیا جا سکتا ہے ؟ کلاشم کلا۔

۱۰۶ لے بے شک وہی الہ و مہو وہ ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں۔ وہ پاکیزہ اور پابے نام جو اس کی صفات کمال پر دلالت کر رہے ہیں اسی کو زب دیتے ہیں۔

۱۰۷ ۱۰۸ یہ انتہا م تقریری ہے موسیٰ علیہ السلام عرصہ دراز تک مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے آپ نے حسب عہد اپنی ایک صاحبزادی سے ان کا نکاح کر دیا آپ اپنے وطن مصر آ رہے ہیں جنگل بیابان ہے۔ جازوں کا موسم ہے۔ اندھیری رات ہے اور پتھر سا قافلہ راہ نور ہے۔ مری محسوس ہونے لگی ڈور سے دیکھا کہ آگ چمک رہی ہے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم ہمیں ٹھہرو سامنے آگ نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں وہاں سے آگ لے دو ٹکڑا لادو جلا میں گے اور آگ تاپیں گے اور تمہیں وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو ہمیں مصر جانے والا صبح راستہ بتا دے اور ہم اس تاریکات میں اُدھر اُدھر پھرتے نہ پھریں آنست: ایسی چیز دیکھنا جس کے دیکھنے سے دل میں افسانہ طمانیت پیدا ہو۔ لاینا س ابعصار ہا یقن س بہ۔ قبس اشعلہ چنگاری۔ ہدی اسی ہادی ایدلتی علی الطریق (منظری)

وقف ازم

فَلَمَّا آتَاهَا نُودِي يَمُوسَى ۙ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ

پس جب آپ ہاں پہنچے تھے تو ندا کی گئی اے موسیٰ! کہ بلاشبہ میں تیرا پروردگار ہوں۔ پس تو اناڑے اپنے جوتے بے شک تو

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۙ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى ۙ

طوی کی مقدس وادی میں ہے۔ اور میں نے پسند کر لیا ہے تجھے رسالت کے لیے نہ سونچا نہ سونچا اور سن کر بھی کیا جاتا ہے۔

تھے وہاں پہنچے تو عجیب منظر دیکھا ایک سرسبز شاداب درخت ہے اسے ایک عجیب م کی آگ نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

آگ ہے کہ افوازی افوازی میں بڑے دلکش! بڑے دلاویز!

۹۰ اچانک ندا آتی یہ جیسے تم آگ سمجھو یہ ہو یہ آگ نہیں بلکہ میں ہوں تیرا پروردگار تم اب بارگاہِ ربوبتِ جلال میں حاضر ہو یہ طوی کی مقدس وادی ہے ادبِ احترام کا قصاص ہے کہ جوتے اناڑو نیز اس وادی کی خاک پاک تیرے پاؤں کے تھوڑے کو لگ جائے اور وہ بابرکت ہو جائیں۔

بندے اور اس کے موٹی کے درمیان جو غیر متنہا ہی بعد اور دوری ہے وہ بندے کی کاوش سے کب ملے ہو سکتی ہے۔ انسان کی برقی رفتاری سب تھک باکر رہ جاتی ہے ہاں جب وہ گرم فرماتا ہے اور اس کی توفیق آگے بڑھ کر دیکھیری کرتی ہے تو سب مسافین سمٹ کر رہ جاتی ہیں اور شہ زدن میں انسان شاہِ حقیقی کے جلووں سے لطف اندوز ہونے لگتا ہے حضرت علامہ پانی پتی روضۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صوفیا کرم کار شاہ ہے کہ قلب کا اصلی مقام عرشِ چرچہ اگر انسان اپنی عبادت و بندگی سے دماغ پہنچا چلا ہے تو اسے پچاس ہزار سال سے زیادہ عرصہ ڈر کا ہے اور کون ایسا ہے جس کو اتنی عمر ملی ہو لیکن شد کامل کے جذب اور اسکی توجہ سے نگاہ قدرت سالک کو چن لیتی ہے اور وہ قلیل عرصہ میں ہاں تک سائی حاصل کر لیتا ہے۔ لکن ذلك العروج انما يحصل بجذب الشيخ على سبيل الاجتهاد قال العارف العروحي قدس سره۔ ۹۰

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ رہ سیر عارف ہر روز تہمت شاہ

یعنی حریم ذات کی بندنیوں تک رسائی اور عروج اپنے شیخ کی توجہ اور جذب سے نصیب ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ نگاہِ رحمت اسے چن لیتی ہے اور اسے وہ مل بھی کر دیتی ہے۔ عارفِ رومی فرماتے ہیں :-

کہ زاہد تو ایک رات میں ایک دن کی مسافت ہی طے کرتا ہے لیکن عارف کی سیرِ مرآن باو شاہِ حقیقی کے تخت تک ہوتی ہے۔ تھے شانِ بندہ فوازی ملاحظہ ہو۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى ۗ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَ

جاؤے اور زندانی آیتے دائیں ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ اگلے عرض کی اور سرب ایدر عصا آگلے میں تکیا کرتا ہوں اور میں اپنے ہاتھ پر

أَهْسُ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِي فِيهَا مَارِبٌ أُخْرَى ۗ قَالَ أَأَقْبَهَا

اس سے اپنی بکریوں کے لیے اور میرے لیے اس میں کئی اور فائدے بھی ہیں۔ حکم ہوا ڈال دے

يَا مُوسَى ۗ قَالَ قَدْ أُفِيَ بَعْدُ وَعَنْ قَدَرِكُمْ ۗ قَالَ قَدْ خُذْهَا وَلَا تَحْتَفِ

زمین پر آ موسیٰ؟ تو اپنے لیے زمین پر ڈال یا پس چاہتے ہو؟ حکم ہوا اسے کچھ اور دست ڈرو

اشکیتہ امی از لہ عتایش کوہ یعنی اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس سے پردہ ہٹا دوں گا۔ یہاں افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے جیسے اشکیتہ کا معنی ہے میں نے اس کی شکایت دور کر دی۔
۳۱۰ مقصد کسی نامعلوم چیز کو معلوم کرنا نہیں بلکہ بروی علیہ السلام کو اپنے سے مانوس کرنا ہے اور اس ڈنڈے کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ جب وہ سانپ بن کر لہرانے لگے تو انہیں یقین آجائے کہ یہ بچڑہ ہے۔
۳۱۱ چاہیے تو یہ تھا کہ اسی پر اکتفا کرتے لیکن اپنے محبوب حقیقی سے ہم کلام ہونے کی لذت نے مجبور کیا کہ زیادہ سے زیادہ دیکھ اس لطف گفتگو سے غفلت نہ ہوتے رہیں۔

اقوتاً شیک لگانا، سہارا لینا۔ اہش، درختوں کے پتے جھاڑنا۔ عآدب جمع ہے اس کا واحد عآدبۃ، مأربۃ مأربۃ اس کا معنی ہے حواج۔ (قرطبی)

۳۱۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک جاہل اور مطلق العنان بادشاہ کو دعوت حق دینے کے لیے روانہ فرمانے کا وقت آ گیا چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون کو دعوت دینے کے لیے کسی ایسے فرماؤ کو مقرر کیا جاتا جو قوت و سطوت میں اس سے بڑھا ہوا ہوتا۔ اس کے ماب کی حدود فرعون کی سلطنت سے وسیع ہوتیں لیکن قدرت اس کام کے لیے ایک ایسے مسافر کو منتخب کر دی ہے جو عرصہ دراز جلا وطنی میں بسر کرنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹ رہا ہے جس کے پاس نہ لشکر ہے اور نہ ساز و سامان لیکن بارگاہِ الہی سے اس کو دو ایسے ہتھیار (عصا اور یوسفیضا) دیتے جا رہے ہیں جن کا فرعون کے اسلحہ خانہ میں توڑ نہ تھا۔ تاکہ اس مرد با خدا کی فقر و درویشی کے سامنے فرعونی سطوتیں شرم و خجالت سے پانی پانی ہو جائیں۔ سیرت کا معنی ہے حالت، صورت السیرۃ فعلتہ من السیرت تعال للہیثتہ والحالۃ الواقعتہ ثم جردت لہطلق الہیثۃ والحالۃ اللتی یکون علیہا الشیم (روح المعانی)

قزات میں بھی تقریباً اسی طرح آپ کے دونوں مجزوں کا ذکر کیا گیا ہے (خروج ۴: ۲۲، ۲۳)

سَعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى ۝۱۶۱ وَأَضْمُمُ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجُ

ہم لڑاویں گے اسے اپنی پہلی حالت پر۔ اور (حکم بلا دبا لیا اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے یہ نکلے گا

بِضَاءٍ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةٌ أُخْرَى ۝۱۶۲ لِنُزِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ۝۱۶۳

خوب سپید ہو کر بغیر کسی بیماری کے ۱۶۱ یہ دوسرا جزو (ہم نے تمہیں دیا) ہے تاکہ تم لکھائیں تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں۔

إِذْ هَبَّ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۝۱۶۴ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝۱۶۵

داب جاتیے فرعون کے پاس وہ سرکش بن گیا ہے ۱۶۴ اپنے دعا مانگی اسے کھل دے میرے لیے سینہ اور آسان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں الجناح الغصد، قال مجاهد وقال الیٰ یعنی تحت۔ میں نے ترجمہ اس کے مطابق کیا ہے۔

۱۶۱ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آپ اپنے اپنا ہاتھ اپنے پہلو میں باکر باہر نکالا تو وہ اس طرح چمکنے لگا جس طرح دن میں سورج چمکتا ہے لیکن آپ کو ہاتھ کے چمکنے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی! اسکے برعکس توراہ کی آیت ملاحظہ ہو: اس نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر اسے ڈھانک لیا اور جب اس نے اسے نکال کر دیکھا تو اس کا ہاتھ گور سے برف کی مانند سفید تھا۔ (خروج ۴: ۶۷)

۱۶۲ جب ان دو جزوں سے آپ کو سرفراز کر دیا گیا تو آپ کو حکم ملا کہ جاؤ اور فرعون کی سرکشی کا علاج کرو آپ کو اس ضمن منزل کی دشواریوں کا پورا احساس تھا اس لیے وہاں طلب بھیل کر چند التجا میں کہیں جو قبول کر لی گئیں۔ شرح کا معنی ہے کھولنا، کشادہ کرنا اور شرح صدر کا مفہوم ہے کہ سینہ فوراً الہی سے کشادہ ہو جائے۔ دل تسکین و طمانینت سے معمور ہو جائے۔ تبلیغ حتی میں کسی قسم کا القباض محسوس نہ ہو اور اگر مشکلات و مصائب کے پہاڑ راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں تو انسان خوفزدہ ہو کر محبت نہ بار دے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان سے ٹکرا جائے اور عزم و استقلال کے قدموں سے انھیں روندنا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے یہ بات کہہ لینا آسان لیکن جب آرام و مصائب کے کالے بادل گھبر آ جاتے ہیں اور جھلیاں کر کے لگتی ہیں اور اس راہ کے مسافر کو کثر ان حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس وقت بڑے بڑے لوگوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ صرف وہی لوگ ثبات و استقامت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے فشرح فرما دیا ہو۔ اس منزل کے آبلہ پا مسافروں کی تواضع کے لیے ببول کے کانٹے بھی ہوتے ہیں لیکن وہ محبت کے متوالے انھیں حریر پر نیاں سے زیادہ نرم دناؤں سمجھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ آپ کی زبان میں لگنت کا اثر تھا اسکے دور ہونے کی بھی دعا مانگی۔

۱۰۹

يَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَأَحْلِلْ عُقْدَةَ مِّنْ لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

فرمانے کے لیے میرا یہ (گنہگار) اور رکھوں سے گرو میری زبان کی تاکہ اچھی طرح سمجھ سکیں وہ لوگ میری بات

وَأَجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَرُونَ أَخِي ۝ أَشَدُّ بِهِمْ أَرْزِي ۝

اور حقوٰں میں میرا وزیر سے مانتا ہے یعنی ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔ مضبوطی فرمائے اس سے میری کوشش

وَأَشْرِكُهُ فِي أَمْرِي ۝ كِي نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ

اور شریک کر دے میری (اس) ہم میں تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ بیشک تو ہمارے

كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ۝ وَلَقَدْ

ظہار میں ان کی خوب دیکھی ہے اللہ ہے جو اہل نظر کر لی گئی ہے آپ کی درخواست لے موسیٰ ان سے اور ہم نے احسان

مَنْنَا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ۝ إِنَّ

فرمایا تھا ہم پر ایک بار پہلے بھی لے جب ہم نے وہ ہاں الہام کی تمہاری ماں کو جو الہام ہی کیے جانے کے قابل تھی لے لے لے

۱۹ شے علامہ جہری لکھتے ہیں انزل القوتہ وقولہ تعالیٰ واشددہ اندی: ای ظہری وموضع الاذاذ من المعقوبین۔ یعنی اذرا کا معنی قوت ہے نیز نیشیت کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں ازادۃ بند باندھا جاتا ہے یعنی کر۔ (الصعاح)

۱۹ شے آخیں عرض کر دیا تو ہماری کزوریوں کو بھی جانتا ہے۔ ہماری ضرورتوں سے بھی واقف ہے اور فریضہ تبلیغ کی جانکاہیوں کا بھی تجھے علم ہے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس سے ہم اس فرمان کی تعمیل سے عہدہ برہو سکیں اور ہمیں تیرے حضور سرخروئی حاصل ہو۔

۱۹ شے آپ کو یہ خبر وہ جانفرا سنا گیا کہ لے موسیٰ ہم نے تیری ساری التجاؤں کو قبول فرمایا۔ لے یہ تو موسیٰ علیہ السلام نے مانگا اور رب کریم نے عطا فرمایا۔ اب ان احسانات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے بن مانگے آپ کو نوازا گیا تھا۔

۱۹ شے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہر نوزائیدہ بچے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا اس کی وجہ یہ تو تھی کہ اس کے بچوں نے اسے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی سلطنت کی بربادی کا باعث ہوگا اس لیے اس نے حفاظت اقدام کے طور پر ہرنے پیدا ہونے والے بچے کو قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا تاکہ وہ بچہ پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جائے

جس کے متعلق اس کے بچہ میوں نے پیش گوئی کی تھی۔ اس کی ایک اور بچہ بھی بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کی نسل بڑی تیزی سے

اَقْدِفِيهِ فِي السَّابُوتِ فَاقْدِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ

دیکھو اس معصوم بچے کو صندوق میں پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا میں پھینک دو گا اسے دریا ساحل پر پھر پھینک دو گا

يَأْخُذُهُ عَدُوُّنِي وَعَدُوُّنِي وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةٌ مِّنِّي هُوَ وَلِصْنَعِ

اسے وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے اور اس کو سونپی میں پھینک دو گا لاکھ پرتک محبت کا اپنی جناب زار جو دیکھے

بڑھ رہی تھی فرعون نے سوچا کہ اگر ان کے انصاف کی یہی رفتار رہی تو یہ تعداد میں قبیلوں سے بڑھ جائیں گے مبادا کثرت تعداد کے بل بوتے پر کبھی وقت کوئی انقلاب برپا کر دیں لیکن تقدیر الہی کو کون ٹال سکتا ہے قدرت کی نیرنگیوں نے یہ بتا دیا کہ اسے فرعون! جس بچے کو پیار ہوتے ہی مار ڈالنے کا پروگرام تھنے بنایا تھا دیکھو اسے ہم تیرے محل میں لے آئے ہیں۔ تیری بیوی اس پر سو جان سے خدا ہے شرب و روزاس کی خدمت میں سرشار رہتی ہے اور تو بھی اسے اپنی گود میں اٹھاتا ہے اس کو چپکاتا ہے اسے پیار کرتا ہے اور اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اے خدائی کے جھوٹے دعوے دار خدا سے برحق کی قوت و تدبیر کا تو نے مشاہدہ کیا؟

یہاں اور حینا یعنی الہمنا ہے یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی اور اس کے برحق ہونے کے متعلق اس کے دل میں ایسا یقین پیدا کر دیا کہ وہ اس پر عمل کرنے کے لیے خوشی آمادہ ہو گئیں۔ ورنہ کوئی ماں اپنے معصوم بچے کو اپنے ہاتھوں سے دریا کی بے رحم موجوں کے سپرد کرنے کے لیے کب تیار ہوتی ہے۔ آپ کی والدہ نے انہیں تابوت میں ڈال کر دریا میں مبادیا ہو سکتا تھا کہ کوئی تند موج اٹھتی اور اسے ڈبو دیتی۔ سطح آب پر کوئی گدو اب نمودار ہوتا اور اس تابوت کو نکل جاتا یا یہ محل سے ڈور گر کر حبانہ اور کوئی اسے دیکھ بھی نہ پاتا۔ غرضیکہ کئی احتمالات تھے لیکن تابوت کا صحیح و سلامت تیرتے چلے جانا اور ایسے وقت میں محل کے پاس سے گزرنا جب فرعون کی بیوی اپنی سہیلیوں سمیت ساحل پر کھڑی تھیں اور اس کے بعد کے جملہ انتظامات بتا رہے ہیں کہ یہ کسی انسان کی سوچی ہوئی تدبیر نہیں بلکہ علیم و حکیم پروردگار کی تدبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ایسا پرتو آپ پر ڈال دیا کہ جو دیکھتا محبت میں ویوانہ ہوجاتا یا یہ قسمی جس چیز کو اللہ تعالیٰ اپنے جمال لازوال کی جلوہ گاہ بنا دے اسے انسان تو انسان وحشی ورنہ بے بھی دیکھیں تو فریفتہ ہوجائیں یعنی لہبت و متی احبہ اللہ تعالیٰ احبہ القلوب قال ابن عباس احبہ وحببتہ الی الخلق۔ (منہری)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے اس سے محبت کی اور اپنی مخلوق کی نگاہوں میں اسے محبوب بنا دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی لطیف بات فرمائی ہے کہ حضرت کلیم صلوات اللہ علیہ کے تعین کا مہار محبتیہ محض تھا اور حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعین کا مہار محبتیہ کا ملہ تھا۔ اسی لیے کلیم علیہ السلام عاشقوں اور محبوبوں کے سردار ہیں اور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جملہ محبوبوں کے سردار قال الدجد للاف الثانی کان مہاراً

عَلَى عَيْنِي ۞ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى مَن

خوفیہ ہو جاؤ اور اس تدبیر کا مظاہرہ تھا کہ آجکی پرورش کن کا میری چشم (موم) کے سامنے کیا دیکھو جب جلتے جلتے آئی آپ ہی ہیں اور

يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَوَقَّلتْ

کھنے لگی (خوفیہ کی اہل خانہ سے) کیا میں بتاؤں تمہیں وہ آدمی جو اسکی پرورش کر سکے پس (یوں) ہم نے آپکو لوٹا دیا آپکی اہل طرف کو (اچھو دیکھا)

نَفْسًا فَبَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَّكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي

شہ اپنی آنکھ ٹھنڈی کئے اور ڈنک نہ ہوا اور تمہیں باوہے جب آونے مارا اٹھا آپکے شخص کریں گے نجات ملی تھی تمہیں غم مانوس

أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتُ عَلَىٰ قَدَرٍ لِّمُوسَىٰ ۖ وَأَصْطَنَعْتُكَ

اور تم نے تمہیں بھی منجائی لیا تھا شہ پھر تمہارے کسی سال اہل مدین میں ملے پھر تم آگے آئے مگر موسیٰ آؤر میں نے تمہیں کر لیا ہے

تعین الکلیم صلوات اللہ علیہ المعجبة الصرفة ومبدأ تعین المعجیب المعجوبة الصرفة ولاجل ذلك كان

الکلیم علیہ السلام رأس الصالحین والمعجیب رأس المعجوبین (منظری)

۱۴ یعنی ہم نے آپ کو کبھی اپنی نگاہ لطف و عنایت سے اوچھل نہیں ہونے دیا۔ آپ کی رائے آرام و آسائش اور تربیت کے جملہ

انتظامات ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے کرانے۔

۱۵ دوسرے احسان کا بیان ہے۔

۱۶ فتوى یا توقعہ کے وزن پر مصدر ہے یافتہ کی جمع ہے یعنی ہم نے تمہیں اچھی طرح کنی ہاڑا دیا ہم نے تمہیں طرح

کی آزمائشوں میں مبتلا کر کے پرکھا جس نے آگے چل کر ایک بڑی امت کا راہ نما بننا ہو جب تک وہ آزمائش کے جانگل

مرحلوں سے نہیں گزر گیا صحیح قیادت کا جوہر اس میں نہیں چمکے گا۔ حضرت یوسف کو جن جن امتحانات سے گزرنا پڑا انکے متعلق

آپ پڑھ آتے ہیں۔ یہی حالات حضرت کلیم کو پیش آئے۔

۱۷ یعنی یہاں تک آپ کو حضرت شعیب کے رویو کا گڈریا بنا پڑا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک لیلاریوٹ سے اٹک ہو گیا اس کی

تلاش میں آپ دن بھر ادھر ادھر ڈھرتے رہے شام کے قریب اسے پکڑا سکے۔ پکڑ کر غصہ میں اسے زد و کوب نہیں کی،

بلکہ اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور کہنے لگے یہ تو نے کیا کیا مجھے بھی تمکا دیا اور خود بھی تمکا گیا۔ یہ حکم و بڑباری اور اپنے

ماتحتوں کے ساتھ اس قدر شفقت پیدا ہو تب ہی نبوت کے فرائض انجام دیتے جاسکتے ہیں۔

۱۸ عمر و تربیت کے لحاظ سے جب مقررہ وقت آپنچا تو آپ میں اُس وقت ہی آئے۔

لِنَفْسِي ۙ اِذْ هَبُّ اَنْتَ وَاخْوُكَ يَا اِيْتِي وَلَا تَنْبِيَا فِي ذِكْرِي ۙ

تو میں اپنی ذات کیلئے اب جانتے آیا اور آپ کا بھائی میری نشانیاں لیکر اور نہ سستی کرنا میری یاد میں ۲۹

اِذْ هَبَّا اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّ طَغٰى ۙ فَقَوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُوْ

آپ دونوں جا میں نسلہ فرعون کے پاس وہ سرکش بنا بیٹھا ہے۔ اور گفتگو کریں اسکے ساتھ نرم انداز سے لعلہ شاید کڑوہ نصیحت

اَوْ يَخْشٰى ۙ قَالَ رَبَّنَا اِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۙ قَالَ

کہو کہ جسے یاد دیر غصبتہ کہنے لگے نسلہ دونوں مخصوص کی آہا کہ رب! ہمیں یہ خوف ہے کہ وہ دست بازی کرے گا ہم پر ۳۰ لعلہ یا سرکشی سے پیش

۲۹ "دنی" کہتے ہیں کہ زوری اور کوتاہی کو۔ "الذی الضعف والفتور" رخصت کہنے سے پہلے پھر ایک بار تاکید کر دی کہ ذکر میں کوتاہی نہ کریں کیونکہ ذکر الہی ہی سب کلموں کی کلید ہے یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے عزم و ہمت کے فوٹک بچھڑتے ہیں۔ نسلہ پہلے عام لوگوں کو پیغام ہدایت سننے کی خدمت تفویض ہوئی اب خصوصی طور پر فرعون سرکش کے پاس جا کر اسے دعوت حق دینے کا حکم ملا۔

۳۰ ہر مبلغ کے لیے اس میں راہنمائی ہے مبلغ کو ایسا شیر برکھلام و نرم خو ہونا چاہیے کہ جب بولے تو یوں معلوم ہو کہ اس کے منہ سے چول بھڑک رہے ہیں یا شہد آورد و دودھ کی نہریں بہ رہی ہیں مگر وہ تند مزاج اور سخت کلام ہو گا تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور اس سے دور بھاگ جائیں گے۔ قلت القول اللین هو القول الذی لا تحشونه فیہ فاذا کان موسیٰ اقر بان یقول لفرعون قولاً لیتانفس دونہ احرى (قرطبی)

۳۱ لعلہ لعلی کے معنی میں جو امید رہا ہے اس کا تعلق ذات باری سے نہیں بلکہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے ہے یعنی تم اس امید پر پوری کوشش کرنا کہ شاید وہ ہدایت کو قبول کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔ ۳۲ فرعون کی سرکشی اور ظلم کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی اس لیے عرض کی کہ الہی ایسا نہ ہو کہ ہم اس کے پاس جا میں اردوہ ہمیں اپنے ظلم و ستم کے شکر میں گس سے۔ لایف فافا سے انھیں اپنی معیت کا یقین دلا کر تسلی دے دی۔

وہ انبیاء کرام جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے ان میں سے اکثر کا تذکرہ بائبل وغیر میں بھی ہے لیکن بائبل میں جب ہم ان انبیاء کرام کے تذکرے پڑھتے ہیں تو ہمارے دل میں ان کے لیے تقدس و احترام کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا اور ان کے کردار میں ہمیں کوئی ایسی کشش محسوس نہیں ہوتی لیکن اس کے برعکس جب قرآن ان کے حالات کو بیان کرتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ جلیل القدر ہستیوں ہیں جن کا دامن کپالینے میں ہی انسانیت کی فلاح ہے۔ ان کی ہر بات حکیمانہ اور ان کا ہر عمل پیغمبرانہ جمال سے دمک رہا ہوتا ہے۔ آپ اس واقعہ کو قرآن میں بھی پڑھ چکے ہیں اب اس کو

لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى ۚ فَآتِيَهُ فَقَوْلًا إِنَّا رَسُولُ رَبِّكَ

آئیے ارشاد ہوا ڈرو نہیں۔ میں یقیناً تمہارا ساتھ ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں اور (مصحف) کچھ پڑھا ہوں پس از خوف و حذر اس کے پاس جاؤ

فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ وَلَا تَعْذِبْهُمْ قَدْ جُنُنْتَ يَا لَيْئ

اور اسے بناؤ ہم دونوں تیرے بچے فرستادہ ہیں پس مجھ پر ہمارا ساتھ لگائے نبی اسرائیل کو اور انھیں راب بنیم عذاب سے ہم لے گئے ہیں

مَنْ رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى ۚ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا

تیرے پاس یہ نشان تیرے بچے پاس ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بیشک تمہاری کئی گئی ہے ہماری طرف کہ

إِنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۚ قَالَ فَسَنُزَيِّنُكَ لِمُوسَىٰ

عذاب (خداوندی) اس پر آئیگا جو جھٹلاتا ہے (کفار) الہی کو، اور دکھوانا کرتا ہے۔ فرعون نے پوچھا موسیٰ، تم دونوں کا رب کون ہے، چاہے

ذرا بائبل میں پڑھیے۔

”سوا اب آئیں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے۔ موسیٰ نے خدا سے کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں۔“

(کتاب خروج ۳: ۱۰، ۱۱)

اسی کتاب کے باب چہارم میں ہے کہ جب موسیٰ کو جملہ معجزات سے مشرف کر دیا گیا اور پھر انھیں فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو بھی آپ نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

”سوا اب تو جا میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں اور تجھے سکھاتا رہوں گا کہ تو کیا کہے۔ تب اس نے کہا اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے مجھے تو چاہے یہ پیغام بھیج۔ تب خداوند

(خروج ۳: ۱۲، ۱۳، ۱۴)

کا قہر موسیٰ پر بھڑکا۔

۳۴ بنی اسرائیل پر مصر میں بڑے بڑے مظالم ہو رہے تھے۔ انھیں بیگاریں پکڑا جاتا ہے زبان چوپایوں کی طرح ان سے دن بھر مشقت کے کام لیے جاتے اور ان سے ہر طرح کا ذلت آمیز سلوک کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی اور انکو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کے لیے اپنے دو بندوں کو روانہ فرمایا۔

۳۵ جیسے سورہ الاعراف کے حواشی میں گزر چکا ہے کہ مصری لوگ سورج دیکھنا کو الاکبر (بڑا خدا) یقین کرتے تھے اور مصر کے فراعنہ اپنے آپ کو اسی سورج دیکھنا کا اوتار کہتے تھے۔ اس طرح مصریوں کے مذہبی عقیدہ کا سہارا لے کر انھوں نے

قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى ۝ قَالَ فَمَا بَالُ

فرمایا ہمارا رب ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (مخلوق) صورت پھر تفصیل خلق کی طرف) ہر چیز کی رہنمائی کی۔ آپ نے کہا (اصحابہ بتادے)

الْقُرُونِ الْأُولَى ۝ قَالَ عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَّا يَضِلُّ رَبِّي

کیا حال ہوا پہلی قوموں کا ؟ بخشنے فرمایا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب میں (رقوم) ہے نہ بھٹکتا ہے میرا رب

اپنی حکومت کی بنیاد میں مستحکم کر رکھی تھیں۔ فرعون موسیٰ بھی اپنے آپ کو رَع (سورج دیوتا) کا منظر سمجھتا اور نادانانہ کہہ اٹھتا ہونے کی ڈینگیں مارتا جب حضرت کلیم نے فرمایا انا رسول اللہ ربکم اے فرعون ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے رسول بن کر آئے ہیں تو وہ چونکا اور بڑبڑایا۔ میں امیر ابھی کوئی رب ہے ؟ میں سب مصریوں کا رب ہوں۔ میرا کوئی رب نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ غلط کہہ رہا ہے۔ اس سے پوچھا ذرا اس رب کی حقیقت تو بتاؤ جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۱۱۵ اپنے جواب میں ایک فقرہ کہا اور کورسے میں دریا بند کر کے رکھ دیا۔ فرمایا میرا رب وردگار وہ ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ اپنا وظیفہ حیات اور مقصد خلق بحسن و خوبی ادا کر سکے۔ پھر اسے اتنی سوچ بوجھ بھی عطا فرمادی کہ وہ صحیح طور پر ان قوتوں سے کام لے سکے۔ پرندوں کو پر بچھنے اور پھرانٹنے کا سلیقہ بھی خود ہی سکھا دیا۔ مچھلی کو ایسا جسم دیا کہ وہ گہرے دریاؤں اور طوفانی سمندروں میں تیر سکے اور ساتھ ہی اسے تیرنے کا ڈھنگ بھی بتا دیا۔ گوشت خورد

درندوں کے پتے اور دانت ایسے بنائے کہ وہ اپنا شکار پکڑ سکیں۔ اونٹ کی قامت کو بلند کیا تو اس کی گردن بھی لمبی بنا دی تاکہ اونچے درختوں کے پتے بھی کھا سکے اور نیچے زمین سے گردن جھکا کر پانی پی سکے۔ چارہ اٹھا سکے۔ صحراؤں میں جہاں پانی کی سطح بہت نیچے ہوتی ہے وہاں جو درخت اگائے ان کی جڑیں اتنی لمبی بنا دیں کہ وہ زمین کی تر سے اپنی خوراک حاصل کر سکیں۔ ہر خطہ زمین میں پیدا ہونے والے حیوانات کو وہاں کے مخصوص موسمی تقاضوں کے مطابق لباس بھی دیا۔

اور رزق بھی۔ پھر اس گلشنِ حسی کے گل سرسبز اور بزمِ حیات کے صدر نشین حضرت انسان کی ظاہری ساخت اور باطنی صلاحیتوں پر نگاہ ڈالیے آپ کو حضرت موسیٰ کے ارشاد کی عظمت کا یقین ہو جائے گا۔ علامہ زنجیزی اعطی کل شیئ خلقه کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اعطی کل شیئ صورتہ و تسکله الذی یطابق المنفعة المنوطہ بہ :

یعنی ہر چیز کو ایسی شکل و صورت بخشی جو ان فوائد اور منافع کے لیے موزوں و مناسب ہے۔ جن کے لیے اس کی تخلیق ہوئی۔ اور شہدائی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں اسی عرت کیفیت یرتفق بها اعطی و کیفیت یتوصل الیہ یہ بھی سکھا دیا کہ وہ ان اعضاء اور قوتوں سے کس طرح کام لے اور ان نفعوں تک کیسے رسائی حاصل کرے۔ (کشاف) ۱۱۶ موسیٰ علیہ السلام کا جامع اور سکت جواب سن کر فرعون نے مینہ ابدلا اور آپ کو دوسری باتوں میں الجھانے لگا کہ یہ بتائیے کہ پہلی قومیں جو گزر چکی ہیں کیا ان کے حالات سے آپ ہم کو آگاہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے اس کا مختصر جواب دیا

وَلَا يَنْسَى ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَأَوْسَكَ لَكُمْ فِيهَا

اور نہ کسی چیز کو بھولتا ہے وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو چھوٹا بنا دیا اور بنا دیتے تمہارے فائدہ کے لیے

سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ

اس میں راستے اور تمہارا آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے پانی کے ذریعے رطوبت زمین سے جوڑے گونا گوں نباتات

شَيْءٍ ۝ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِأُولِي النَّيِّ ۝

کے۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے بولیشیوں کو بھی چراؤ۔ بیشک اس میں (تمہاری قدرت و حکمت کی) نشانیاں ہیں انشوروں جیسے۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ۝

اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (دوسرے) دن اس سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر

کہ ان کے سارے حالات میرے رب کو معلوم ہیں اور لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ مجھے اتنا ہی علم ہے جتنا میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے پھر اصلی جواب کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی چند بڑی بڑی نشانیاں گنیں۔ وانزل من السماء ماءً پر آپ کا خطبہ ختم ہوتا ہے اور فاخرجنا سے اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت کا ذکر فرماتے ہیں وهذا آخر كلام موسى عليه السلام ثم قال الله تعالى فاخرجنا الى شتى جمع ہے اس کا واحد شتيت : متفرق، مختلف یعنی ذائقہ رنگ و بو تاثیر و خاصیت میں ہر ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہے۔

۳۸ حضرت آدم علیہ السلام جو ابو البشر ہیں جب ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا تو گویا ہر انسان کا اصل مٹی ہو یا اس کی وجہ یہ ہے کہ لطف غذا سے تیار ہوتا ہے اور غذائیں زمین سے اگتی ہیں گویا ہر شخص اپنے اہل و لطفہ کے لحاظ سے مٹی سے پیدا کیا گیا۔ پھر رہنے کے بعد قبر میں دفن ہوتا ہے اور قیامت کے روز اسی سے نکالا جائے گا۔ علامہ ابو عبد اللہ القرطبی نے حضرت برار کی روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ مومن کی روح جب نکلتی ہے تو فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور جب فرشتوں کے کسی گروہ کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے تو بڑے معزز القاب سے وہ اس کا تعارف کراتے ہیں۔ جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اک تبو العبدی کتبا فی علیین واعیدوہ الی الارض فانی منها خلقتھم و فیہا اعیدھم و منها انخرجھم تارۃً اخری فتعاد روحہ فی جسدہ یعنی میرے اس بندے کی کتاب کو علیتین میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے انہیں اسی سے

۱۱

وَلَقَدْ آرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبَى ۗ قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا

اور ہم نے دکھلا دیں فرعون کو اپنی ساری نشانیوں کو مگر وہی اس سے جھٹلایا اور ماننے سے انکار کیا۔ کہنے لگا موسیٰ! کیا تم اس لیے ہمارے پاس

مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسَى ۗ فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ فَأَجْعَلْ

آئے ہو کہ نکال دوں میں اپنے ملک سے اپنی بادشاہی طاقت کے ساتھ سو سو جی لا میں گئے تیرے مقابلے میں ڈوبتا ہی لگے پس راب، مقرر کرو ہمارے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا إِلَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۗ

اور اپنے درمیان مقابلے کا دن تمہیں پھوس اس سے اور نہ ہی تو پھر جمع ہونے کی جگہ ہمارا اور کھلی ہو۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضَعْفَى ۗ فَتَوَلَّى

آپ نے فرمایا (مخالف چیلنج منظور ہے) جس دن تمہارے لیے مقرر کرنا ہوں۔ اور یہ خیال ہے کہ سارے لوگ چٹائے تخت جمع ہو جائیں گے پھر

پیدا کیا اور اسی میں ٹوٹاؤں گا اور وہیں سے دوبارہ نکالوں گا پھر اس کی روح اس کے جسم میں ٹوٹا دی جاتی ہے۔

۱۱۴۔ موسیٰ علیہ السلام نے عقلی دلائل سے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی کو ثابت کر دیا اور اپنے معجزے دکھا کر بھی فرعون

پر ابروت کا سکتہ طاری کر دیا لیکن سیاسی مصلحتیں، شاہی اقتدار، کچھ عیش و طرب کی کھلی آزادی فرعون اور اسکے مصائب

جس کے خوف کو بچنے تھے ان سے دست بردار ہونے کی ان میں جرأت نہ تھی پس وہ جن کو عیاں دیکھ لینے کے بعد اور

معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود انکار و تکذیب پر اڑے رہے۔

۱۱۵۔ دلائل کے سامنے لا جواب ہو کر فرعون نے سیاسی شعبہ بازی کا مظاہرہ شروع کیا اور موسیٰ پر الزام لگایا کہ آپ ظاہر

تو کچھ کر رہے ہیں لیکن آپ کے دل میں کچھ اور ہے حقیقت میں آپ ہم سے ہماری سلطنت چھیننا چاہتے ہیں آپ سیاسی

اقتدار کے بھوکے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے مذہب کا لبادہ اوڑھو رکھا ہے لیکن موسیٰ! یاد رکھو

تم اپنے سامرانہ تمکینوں سے ہیں ہمارے وطن سے نکالنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۱۱۶۔ اپنے درباریوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو مقابلہ کا چیلنج دینے میں پہل کی۔ تاکہ

اپنے درباریوں کے دلوں میں اپنا بھرم برقرار رکھے سکے مکانا سوسی۔ کھلا ہوا میدان جہاں ہر چیز صاف نظر آئے۔

ای مکانا مستویاً یتبین للناس ما بئنا نذیرہ (قرطبی)

۱۱۷۔ موسیٰ علیہ السلام نے اذنیہ کے بغیر باطل کا چیلنج قبول کر لیا اور فرمایا زیادہ تاخیر کی ضرورت نہیں تو یہی

عنفتیب لنگنے والا ہے مصر کے گوشہ گوشہ سے لوگ اکٹھے ہونگے۔ پس یہی تاریخ مناسب ہوگی تاکہ جو فیصلہ ہو دن

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَى ﴿۱۶﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا

فرعون واپس مڑا ۱۱۸ اور اٹھا کیا اپنی فریب کاریوں کو پھر خود آیا فرمایا ان فرعونوں کو موسیٰ نے لعنت تو! نہ بہتان باندھو

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى ﴿۱۷﴾

اللہ تعالیٰ پر ۱۱۸ جموںے درزودہ تمھارا نام و نشان مٹا دیکھا کسی عذاب سے۔ اور (اس کا یہ اصل قانون ہے) کہ ہمیشہ نامزد رہتا ہے جو

فَتَنَّا زَعْوًا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَأَسْرُوا النَّجْوَىٰ ﴿۱۸﴾ قَالُوا إِنَّ هَذَا مِن

افترابازی کر لیا ہے ہر پہلے جھگڑنے لگے اس لام کے متعلق آپس میں اور چھپ چھپ کر مشورے کرنے لگے شک وہ ایک دوسرے کو کہنے

کی روشنی میں ہو۔ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

۱۱۸ مصر میں مقررہ دن کے لیے زور شور سے تیاری شروع ہو گئی۔ کیونکہ وہ دن فرعون کے لیے فیصلہ کن ثابت ہونے والا تھا۔ اس نے ملک بھر سے بٹے بٹے نامور اور ماہر جادوگر بلائے۔ انھیں انعام و اکرام کے بڑے بڑے لالچ دیتے۔ اور پوری طرح تیار ہو کر بڑے کڑو فرکے ساتھ مقررہ تاریخ کو مقابلہ کے لیے میدان میں آیا۔

۱۱۸ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ایک بار پھر اس غلط روش سے باز آنے کی تلقین کی۔ اور انھیں عذاب الہی سے ڈرایا۔ سَحَّتَهُ وَاَسْحَتْهُ (یُسْحِتُهُ) ای استأصله (الصحاح للجوهری) یعنی کسی چیز کو بڑے اکھاڑ کر پھینک دینا۔ نام و نشان مٹا دینا۔

۱۱۸ کھلا اور وسیع میدان ہے اور شاہی دربار لگا ہوا ہے۔ فرعون اپنے سواروں اور ماہر ساحروں سمیت زرنگار کرسیوں پر بیٹھا ہے۔ عام سپاہی موسیٰ و ہارون کی مخالفت میں دیوانہ ہو رہی ہے کیونکہ ان کے سرداروں نے ان کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ یہ دونوں تمھاری حکومت پھینکنا چاہتے ہیں۔ اور تمہیں اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتے ہیں۔ ایسے یکسر مخالف ماحول میں اللہ تعالیٰ کے دو بندے عین مقررہ وقت پر آپہنچتے ہیں۔ ان کی شان و نمکنت قابل دید ہے۔ چہرے یقین کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔ آنکھیں فرط جوش سے چمک رہی ہیں حق اپنی سادگی اور برکاری کا اعجاز دکھا رہا ہے۔ بھرے دربار میں حضرت موسیٰ کی آواز گونجتی ہے۔ قد خاب من افتوی (افترابازی کرنے والا ہمیشہ نامزد رہتا ہے) اس بے باکی اور جرات سے دربار پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ اور فرعون کے درباری آپس میں کھسک پھسک کرنے لگتے ہیں اور آپس میں اس موضوع پر الجھتے ہیں کہ کہیں یہ مقابلہ ہمیں جھنگا تو نہیں پڑے گا۔

سِحْرَانِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَاكَ مِنْ أَرْضِكَ لِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيفَتِكُمَا

کئے بلاشبہ یہ دو مشہور جادوگر ہیں کہ نکالیں تمہاری اسی ملک سے اپنے جادو کے زور اور شاہدیں تمہاری تمہاری ثقافت

۱۱۹ آخر کار فرعون اور اس کے چند جو شیلمر اپنے مقابلہ کا فیصلہ کر ہی دیا اور مذہب گروہ کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ یہ نبی نہیں یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں حکومت سے محروم کر دیں۔ اس کے علاوہ ہمارا مثالی تمدن، اے نظیر تہذیب جس کی صفحہ ہستی پر کوئی مثال نہیں۔ یہ اس کو تہس نہس کرنا چاہتے ہیں۔ فرعون سے کسی کو بخش ہو تو ہو لیکن اپنے تمدن، اپنی ثقافت اور اپنی تہذیب جب خطرے سے دوچار ہو تو کون خاموش تماشا بن سکتا ہے موافق و مخالف سب موافق علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے مستعد ہو گئے۔

۱۲۰ شے یہاں ایک نحوی الجھن ہے جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اِن اِن کا مخفف ہے جو اسم کو نصب دیتا ہے اس لیے آیت یوں ہونی چاہیے تھی۔ اِن ہذین لساحران لیکن یہاں ہذان مرفوع ہے جو نحوی قاعدہ کے خلاف ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ علامہ کرام نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے چند پیش خدمت ہیں :- کو فیوں کے نزدیک یہ اِن اِن کا مخفف نہیں بلکہ نافیہ ہے اور ساحران پر جولا م ہے وہ الا کے معنی میں ہے۔ اب عبارت یوں ہوگی ما ہذان الا ساحران۔

مرد اور انھیں جو نحو کے مسلم امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہاں اِن حروف ناصبہ میں سے نہیں بلکہ نعرہ (ہاں) کا ہم معنی ہے۔ علامہ قرطبی نے کئی اشعار بطور استشہاد نقل کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے :-

سے ویقلن شیبت قد علا وقد کبرت فقلت اِنَّہ

انھوں نے مجھے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اب تیرے بال سفید ہو گئے ہیں اور تو بڑھا ہو گیا ہے تو میں نے کہا اِنَّہ یعنی ہاں ایسے ہی ہے۔ اس سے بھی زیادہ قوی شہادت حضور کریم کا ارشاد گرامی ہے جسے حضرت امام جعفر صادق نے حضرت امام باقر سے انھوں نے حضرت امام زین العابدین سے انھوں نے سیدنا امام حسین سے اور انھوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا لا احصی کھ سبعت رسول اللہ یقول علی منبرہ ان الحمد لله حمدہ و نستعینہ یہاں بھی اِن نعرہ کے معنی میں ہے۔ عرب خطباء کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے خطبوں کا آغاز نعرہ سے کیا کرتے۔ (قرطبی) تیسرا جواب جس کو تمام علماء نحو و لغت اور تفسیر نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ عرب کے بعض قبائل تہذیب کو رضی، بعضی، جبری حالت میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جیسے س

ان اباہا ابا اباہا۔ قد بلغنا فی البھد غایتا ہا

بنی الحارث بن کعب، زبیر، خثعم، کنانہ۔ سب تہذیب کو الف کے ساتھ پڑھتے۔ (قرطبی)

علامہ قرطبی نے اسے ہذا القول احسن ما حملت علیہ الآیۃ کہا ہے۔ علامہ ابن حبان نے والذی اختار

المثلی ۱۷ فاجمعوا کیدکم ثم اتوا صفاً وقد افلح الیوم من

کے (مثالی طریقوں کو شکستہ پس بیکار لو اپنی جیلد ساز یوں کو پھر آؤ پیر سے ہائے ہو۔ اور کامیاب ہوگا آج وہ گزرتا جو اس مقابلہ

استعلی ۱۸ قالوا یموسیٰ امان ان تلقی واما ان تکون اول

میں (غالب رہا لہذا جا دو گروے اسے موسیٰ! کیا پہلے آپ پھینکیں گے یا ہم ہی ہوجائیں پہلے پھینکنے والے شکستہ آپ کے

من القی ۱۹ قال بل القوا فاذا حبالہم وعصیہم یخیل

فرمایا نہیں تم ہی (پہلے) پھینکو شکستہ پھر کیا تھا یکایک لگتی رسیاں اور انہی لٹھیاں آپ لو یوں کھائی دینے لگیں ان کے

(وہ جواب جو مجھے پسند ہے) سے اس آیت کا آغاز کیا ہے علامہ آوسی نے اسے اجود الوجوه وادجہبا۔ یعنی سب سے عمدہ توجیہ کہا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں چند روایات ایسی ذکر کی گئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کا تو بڑی غلطی سے ہذین کی جگہ ہذان لکھا گیا ہے اور ان روایات کی نسبت حضرات عائشہ، عثمان اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف کی گئی ہے۔ علامہ آوسی نے ان میں سے ہر ایک روایت پر بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ تمام وہ روایات جو قرأت متواترہ کی خلاف میں سب ضعیف ہیں۔ والظعن فی الرواة اہون بکثیر من الظعن بالائمة الذین تلقوا القرآن العظیم الذی وصل الینا بالتواتر من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولعل یا لوالجہد فی اتقانہ وحفظہ۔ (روح المعانی)

۱۸ المثلی اصل کی تائید ہے جیسے افضل سے فضلی اس کا معنی ہے مثالی، معیاری۔

۱۹ ان کے اس قول سے آپ باسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ مقابلہ ان کے لیے کتنا اہم تھا اور انھوں نے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کیا کیا جتن کیے ہونگے۔

۲۰ جسے اپنی کامیابی کا یقین ہوتا ہے اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ پہلے ہار کون کرتا ہے اس لیے انھوں نے حضرت موسیٰ کو یہ لکھا اختیار دیا و قد مواعلی النفسہم اظہاراً للثقتۃ بالنفسہم (روح المعانی) یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ادب و احترام کی خاطر انھوں نے ایسا کیا و قیل مواعاة للادب معہ۔ (روح المعانی) تا دبو مع موہنی فکان ذلک سبب ایمانہم۔ (قرطبی)

انھوں نے نبی کا ادب ملحوظ رکھا اللہ تعالیٰ کو ان کی ادا پسند گئی اور ان کو نعمت ایمان سے مشرف فرمایا بلاشبہ محبوبان خدا کا ادب کلید سعادت ہے اور ان کی جناب میں گستاخی موجب حرمان و عسار ہے۔

لہذا آپ نے انھیں پہل کرنے کی اجازت دے دی تاکہ وہ اپنے سارے ساحرانہ کمالات کا بھی بھگت کرنا مظاہرہ کر لیں اس

إِلَيْهِمْ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنْهَا تَسْعَى ۝ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُؤَلْسَى ۝

جادو کے اثر سے جیسے وہ دوڑ رہی ہوں لہذا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا تاکہ

قُلْنَا لَا تَخَفُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ۝ وَأَلْقَى مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفُ مَا

ہم نے فرمایا کہ کلیم! ڈرو۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے تاکہ اور زمین پر پھینکے جو رخصتا تمہارا ہے تمہیں ہے یہ نکل

صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سِحْرٍ وَلَا يُفْلِحُ السِّحْرُ حَيْثُ اتَى ۝

جانیکو جو محسوس کا تجربہ کی ہے انھوں نے جو کارگری کی ہے نہ تو فقط جادوگر کا فریب اور نہیں طلح پا تا جادوگر جہاں بھی وہ جاتے ہے

کے بعد حق کی شمشیر بے نیام ہوا اور صاعقہ موت بن کر ان پر گری اور ان کی ساری جاہ و حشمت کو خاک سیاہ بنا دے۔
۱۲۱۔ انھوں نے پوری شدت سے اپنی ساحرانہ مہارت کا مظاہرہ کیا۔ رسیوں پر جب جادو منتر پڑھ کر میدان میں پھینکا تو حاضرین کو یوں محسوس ہونے لگا کہ زہریلے سانپ ہیں جو ہوا میں لہرا رہے ہیں اور غصہ سے پھنکار رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایک لمحہ کے لیے ایسا ہی محسوس ہونے لگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جادو کے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدلتی بلکہ نظر بند ہی ہوتی ہے۔ چیز اصل میں ہوتی کچھ ہے اور دکھائی کچھ دیتی ہے۔
۱۲۲۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ کو کچھ وحشت سی ہوئی۔

۱۲۳۔ فوراً تائید ربانی نے آکر سہارا دیا اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے کہا تم ہی سر بلند اور سرخرو ہو گے۔ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نیچا نہیں دکھا سکتی۔ ذرا اپنے اس سونٹا کو میدان میں پھینکو پھر دیکھو قدرت الہی کے کیسے کرتے نظر آتے ہیں۔ لطف کا معنی نکل جانا۔

۱۲۴۔ جہاں حق کے سامنے جادو کی کیا مجال کہ شہر کے پیغمبر کے مقابلہ میں جادوگر کی کیا طاقت کہ دم مار سکے۔ اس کے تو مقدر میں ہی نامرادی، ناکامی اور محرومی لکھی جا چکی ہے۔ سونٹا پھینکنے کی دیر تھی کہ وہ ایک خوفناک آڑو ہا بن کر ان سانپ دکھائی دینے والی رسیوں کی طرف لپکا اور انھیں بڑی سرعت سے گلٹنا شروع کر دیا۔ اس کی گراؤ نڈیل جسات غیظ و غضب سے اس کا پھنکارنا اور جیٹے کھول کر اس کا حملہ آور ہونا اسے دیکھ کر فرعون اور دوسرے حاضرین پر ایک دہشت طاری ہو گئی اور سارے دربار پر ایک سنٹا اچھا گیا۔ حق کے ایک ہی وارنے باطل کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور ایک ہی چپٹ ایسی رسید کی کہ سارا خمار اتر گیا۔ دوست و دشمن نے اناٹ اناٹ الاعلیٰ کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر لیا۔

فَالْقِي السَّحْرَةَ سُجَّدًا قَالُوا امَّا يَرْبِ هَرُونَ وَمُوسَى قَالَ

پس گرا دیسے گئے جادوگر سجدہ کرتے تھے اے انھوں نے (درملہ) کہہ دیا (اے لوگو! سن لو) ہم ایمان لے آئے ہیں ہر ہرون اور موسیٰ کے

امنتم لہ قبل ان اذن لکم انہ لکبیرکم الذی علمکم السحرة

ربہ فرعون کو کیا لگائے ضبط نہ رہا، بولا تم تو ایمان لے چکے تھے اس پر اس سے پہلے اے کہ میں نے تمہیں (مقابلہ کی) اجازت دی تھی تو تمہارا بڑا

فلا قطعن ايديكم وارجلكم من خلاف ولا وصلبكم في

اگر مجھے ہے تمہیں سچا لیا ہے جادو (کا حق) تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کاٹ ڈالوں گا تمہارا ہاتھ پاؤں یعنی ایک ٹکے کا ہاتھ ایک ٹکے کا پاؤں

جدوع النخل ولتعلمن اننا اشد عذابا وابقى قالوا لن

اور سولی چڑھاؤ لگائے تمہیں بھوکے تھوڑے پر اور تم خوب جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ دردناک ہے۔ انھوں نے کہا اگر فرعون! ہمیں

تو نؤثرک علی ما جاءنا من البیت والذی فطرنا فاقض ما انت

اکی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہم ہرگز ترجیح نہیں دینگے تجھ ان روحن لیلوں پر جو جو بیکار پاس آئی ہیں پس (تمہارا بیکار میں) جو فیصلہ تو کرنا چاہتا

اے جادوگر جادو کی حقیقت سے خوب آگاہ تھے جب انھوں نے عصارہ موسیٰ کو اثر ڈالا بن کر ان رسیوں کو پھینک دیا دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ جو کچھ موسیٰ نے کر دکھایا ہے وہ جادو کی نظر بندی نہیں ہے بلکہ قدرت خداوندی کی جلوہ خالی ہے سچائی اور صداقت کے حسن نے انھیں ایسا متوالا اور وارفتہ کر دیا کہ تمام خوفناک نشانج سے بے پروا ہو کر بھرے دربار میں فرعون کے سامنے انھوں نے موسیٰ و ہارون کے رب کریم پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

اے یہ صدر پہلی شکست کے صدر سے کہیں زیادہ جانکاہ اور رسوا کن تھا۔ لیکن تمہارا شاطر اپنا بھرم رکھنے کے لیے اس نے فوراً جادو گروں پر سازش کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا دیا اور انھیں دھکی دی کہ ان کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ کر انھیں سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔

اے دنیا بھی بڑی مٹھی ہے دولت و ثروت میں بھی بلا کی کشش ہے اس کا جاہ و جلال بھی دل موہ لینے والا ہے لیکن یہ سب کچھ اسی وقت تک جب تک حسن ازل آنکھوں سے مستور ہو۔ جب جمال حق محرم فرما ہوتا ہے جب افواہ النبی کے مشاہدہ سے چشم دل متور ہوئی ہے۔ جب ساتی کریم عشق و محبت کا ایک جام پلا دیتا ہے تو پھر دنیا اپنی تمام حشمتوں اور درباریوں کے باوصف، حقیر اور بے وقعت ہو کر رہ جاتی ہے۔ ظم و عشق و محبت کے تاجدار

قَاضٍ اِمَّا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۗ اِنَّا اَمْكٰرٌ بِرَبِّنَا لَيَغْفِرُ لَنَا

بے کرے (میں ذرا پرواہ نہیں) تو صرف اس (فانی) دنیوی زندگی کے بار میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے یقیناً ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب کے

خَطِيْنًا وَّمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقَى ۗ اِنَّهٗ

تاکر وہ مجھ سے ہمارے لیے ۹۵ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو بھی جس پر ہم نے مجبوری سے یعنی نیک سحر اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ رہے والا

مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَان لَّهٗ جَهَنَّمُ لَآيْمُوْتٌ فِيْهَا وَاَلَا يَحِيْىٰ ۗ

جس طرح شخص بارگاہِ الہی میں مجرم بن کر آئے تو اس کے لیے جہنم (کا شعلہ دار) ہے نہ وہ ہی سچا گناہگار اور زندہ ہو گا نہ

نئے مدینہ میں ہی باوۃ اللہ قام اپنے صحابہ کو پلایا تھا حق کی انہی دلاویزیوں کو ان کے سامنے بے نقاب کیا تھا ان کے قلب نظر کو اسی کی رعنائیوں سے آشنا کیا تھا۔ پھر انہوں نے ایشیا و فرائیٹ کے میدانوں میں جو جو کارنامے انجام دیئے کاروانِ انسانیت کے لیے وہ آج بھی رٹھنی کے بلند مینار ہیں۔ آئیے بغیر کسی تفسیر و معاشیہ کے ان آیات کا سادہ ترجمہ بار بار پڑھیں۔ شاید ہمارے دل بھی اس لذت و سرور سے سرشار ہو جائیں اور کیا بعید ہے کہ باطل کے سامنے خاقض ما انت قاض کہنے کی جرأت ہمیں بھی مرحمت فرمادی جا۔ اِنَّهٗ ارحم الراحمین وَاَوْهٰا لِمَسْئُوْلِيْنَ آیت میں والذی فطرنا کے جملہ کے متعلق دو قول ہیں۔ بعض نے وَاَوْكُو عاطفہ مانا ہے اور آبتینات کو معطوف علیہ قرار دیا ہے اور بعض علمائے وَاَوْكُو قسمیہ کہا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی قَالُوْا وَالذّٰی فطرنا لِنُوْثِرْكَ الْاٰیٰہِ مِنْ نَّهٖ اِسْمِیْ كَیْ مَطَابِقِ آیٰتِ كَا تَرْجَمَہٗ كِیَا ہِے۔

۹۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عاشقانِ باصفا کو اپنی دردناک موت کا کوئی غم نہیں اگر انھیں افسوس ہے تو اس بات کا کہ آج تک کہ ہمارے مارے پھرتے رہے۔ عمر عزیز کہاں برباد کرتے رہے۔ کیوں اب تک باطل کے خمیر بردار بنے رہے۔

نالہ از بہر ربائی نکند مرغ اسیر نورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

عرض کرتے ہیں کہ گزشتہ ایام کو ضائع کرنے کا جو قصور ہم سے ہوا ہم اس پر نادم ہیں اور اپنے رب کے معافی کے خواستگار ہیں۔ سورۃ الاعراف میں بھی یہ واقعہ مذکور ہوا۔ ضیالہ القوانت جلد دوم آیات ۱۰۹، ۱۲۶ کا مطالعہ فرمائیے و خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

۹۶ بعض علماء کے نزدیک ساحروں کا کلام اس سے پہلے ختم ہو گیا اور اب یہاں سے ارشاد خداوندی شروع ہوتا ہے اور بعض علمائے تنزیہی تک سب آیات کو انہی کا کلام تسلیم کیا ہے اگر ایسا ہے تو ماننا ہے کہ کاکہ حق قبول کرتے ہی

الغالب

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ

اور جو شخص حاضر ہوگا بارگاہ الہی میں جس میں بجز اس سال میں اس نے عمل بھی کیا ہے۔ مومن تو یہ وہ (سعادت مند) ہیں جن کے لیے بلند

الْعُلَىٰ ۗ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

درجات ہیں۔ یعنی سدا بہار باغات رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ خوش نصیب، ان میں ہمیشہ رہیں گے

وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اسْرِ

اور یہ ہے جزا انہی جنہوں نے (پناہ میں ہر لاش سے) پاکی کھا اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف کہ راتوں رات

ان کو کتنی فیاضی سے شرح صدر کی نعمت مالا مال کر دیا گیا کہ ان کی زبان سے حکمت و موعظت کے شگفتہ پھول بھرنے لگ گئے۔

سے عشق کی الکجست نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسمان کو سیکراں سمجھا تھا میں

عجب بات یہ ہے کہ جب ہم اس واقعہ کو بائبل میں پڑھتے ہیں تو اس میں کوئی کشش اور جاذبیت نظر نہیں آتی

نہ ہمیں وہاں موسیٰ کا وہ چمکانہ وعظ دکھائی دیتا ہے جس میں آپ نے فرعون (جھوٹے خدا) کے سامنے اپنے ربیت قدس

کی عظمت و کبر باری بیان کرتے تھے فرمایا ربنا الذی اعطی کل شیئی خلقہ شہ ہدی بائبل میں ہمیں اتنا ملتا ہے کہ

جب فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے..... میں خداوند کو نہیں جانتا اور میں بنی اسرائیل کو جانتے بھی نہیں دو رنگت

اس کے جواب میں موسیٰ نے صرف اتنا کہا۔ تب انہوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے سو ہم کو اجاز

دے کہ ہم تین دن کی منزل بیابان میں جا کر خدا وندا اپنے خدا کے لیے قربانی کریں تا نہ ہو کہ وہ ہم میں و با بھیج دے یا ہم

کو توار سے مروا دے۔ (خرچہ ۵ : ۳۱۲)

اور نہ ہمیں وہاں جادو گروں کے سوسجود ہونے اور ہدایت سے مشرف ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ حالانکہ یہ

دونوں باتیں اس واقعہ کی روح رواں ہیں اگر انہیں اس واقعہ سے خارج کر دیا جائے تو اس میں باقی رہ گیا جاتا ہے

نہ ہمیں معرفت الہی کا کوئی درس ملتا ہے اور نہ ہمیں اشار و سر فروشی کی کوئی روح پرور مثال نظر آتی ہے۔

البتہ اس تقابلی مطالعہ سے ایک فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے نظر انداز

کرنے کے قابل نہیں۔ وہ یہ کہ جو حق باطناس یہ کہتے ہوئے نہیں مٹاتے کہ قرآن میں یہ واقعات بائبل وغیرہ سے

پے گئے ہیں ان کے جھوٹ کا پول خوب کھل جاتا ہے اگر قرآنی قصص کا ماخذ بائبل ہوتی تو یہاں بھی وہی رد کھاپن

ہوتا۔ یہاں بھی ہدایت کی کوئی شمع ان واقعات کی محرابوں میں روشن نہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے۔ ہر

انصاف پسند شخص اس فرق کو آسانی سے محسوس کر سکتا ہے اس تقابلی مطالعہ کے بعد یہ یقین اور کچھتہ ہو جاتا ہے کہ قرآن

يَعْبَادِي فَاصْرُبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَفُ دَرَكًا

لے چلیے یہ بندوں کو (مصر) راہ میں سمندر مائل ہے) تو عصا کی ضرب سے انکی لیے سمندر میں خشک راستہ بنا لیجیے نہ نہیں سمجھے سے بڑے

وَلَا تَخْشَى ۝ فَاتَّبِعْهُمْ فَرْعُونَ بِجُنُودِهِمْ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ

مناجیگا اور نہ کوئی اور اندیشہ۔ پس فرعون نے ان کا تعاقب کیا اپنے لشکروں سمیت پس چھا لگیں فرعونیوں پر سمندر کی تیز موجیں

مَا غَشِيَهُمْ ۝ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَى ۝ يَبْنِي ۝

بسیار چھا لگیں ان پر۔ اور گمراہ کر دیا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ دکھائی انھیں سیدھی راہ اللہ سے نبی اسرائیل

إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ

(دیکھو) ہم نے بچا یا تمھیں تمھارے دشمن سے لے اور ہم نے تم سے وعدہ کیا (کوئی) طور کی

الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَى ۝ كَلُومًا مِنْ طَبِئِ

دائیں جانب کا اور ہم نے تم پر من و سلوی سلتے کھاؤ ان پاک چیزوں سے جو ہم

مَارِزِقْنَكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۝ وَمَنْ

نے تم کو عطا کی ہیں اور اس میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور نہ اترے گا تم پر میرا غضب اور وہ (بغضب)

کا ماخذ وہ صحیفے نہیں جو اپنے ماننے والوں کی نظر میں بھی تحریف آلودہ ہیں بلکہ اس کا حشر فی ذات خداوندی ہے جو ہم بھی اور حکم بھی ہے۔
لے ان آیات میں مصر سے نبی اسرائیل کی ہجرت کا واقعہ مذکور ہے۔ قدرت الہی نے کس طرح ان کے سامنے سمندر کو پایاب
کر دیا اور کس طرح اس کے حکم سے سمندر کی بخیری ہوئی جو میں فرعون اور اس کے لشکر کو نص و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں۔
اور انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ اہل ہوش کے لیے اس میں عبرت کا بڑا سامان ہے۔

لے نبی اسرائیل پر جو انعامات کیے گئے تھے انکا ذکر کر کے انھیں شکر الہی بجالانے اور نافرمانی سے باز آنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔
لے نبی اسرائیل چالیس سال تک تیسہ کے میدان میں اقامت گزیر رہے جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہوتی
تھی اس لیے عالم غریب نے ان کی غمراہی کا اہتمام کیا گیا قرآن نے اس کو من و سلوی سے تعبیر کیا۔ جس کی وضاحت پہلے
پارہ میں گزر چکی ہے۔

يَحْلِلُ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدُ هَوَىٰ ۙ وَاِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَ

اُتْرَا جے جس پر میرا غضب تو یقیناً وہ گر کر رہتا ہے مگر اور میں بلاشبہ بہت بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرے اور

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ وَمَا اَعْجَمَكَ عَنْ قَوْلِكَ

ایمان لانا ہے اور نیک عمل کرنا ہے بعد ازاں ہدایت پر چمک رہتا ہے اور کس جبر سے تم جلدی آگئے اپنی قوم سے

يٰمُوسٰى ۙ قَالَ هُمْ اَوْلَآءِ عَلٰى اٰثَرِيْ وَعَجَلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۙ

اے موسیٰ! ہنہ عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی جلدی تیری بارگاہ میں سلیطہ فرمایا ہوں تیرے رب!

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فِتْنَا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۙ

کہ تو راضی ہو جائے ارشاد ہوا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کرنا ہے تمہاری قوم کو تمہارے چلے آنے کے بعد اور گمراہ کر دیا، انھیں سامری نے

۱۲۴ اگر تم نافرمانی سے باز نہ آئے تو غضب الہی کے مستحق قرار پاؤ گے اور جس پر غضب الہی ہوا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔
 ۱۲۵ یہاں مختصراً اس کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے جب
 بجر اور عبور کر کے سینا کے بیابان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے طور پر حاضر ہونے کا حکم دیا تاکہ انھیں ایک کتاب دی جائے۔
 جس کے مطابق ان کی قوم الاماعت و انقیاد کی زندگی بسر کر سکے۔ اپنے روانہ ہونے سے پہلے سامری قوم کو تاکید فرمائی کہ وہ
 ان کی غیر موجودگی میں کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرے اور ان کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ہارون کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اپنے ہمراہ
 شہر سارا کو وہ آدمی لے کر چلے جب طور کے نزدیک پہنچے تو شوق ملاقات نے تیباب کر دیا۔ ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور خود
 جلدی سے مقام مقررہ تک پہنچ گئے۔ جاتے ہی ارشاد ہوا اپنے ہمراہیوں کو پیچھے چھوڑ کر اتنے جلدی کیسے چلے آئے ہو۔
 عرض کی وہ بھی بالکل نزدیک میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اور میں خود تو اس لیے جلدی آ گیا ہوں کہ تو راضی ہو جائے
 کہ میرا بندہ میرے حکم کی تعمیل میں اور شوق ملاقات سے بے بس دوڑا چلا آیا ہے۔ ارشاد ہوا تم تو ادھر آگئے ہو
 اور ہم نے تیری قوم کو ایک آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ ان کو تو سامری نے ایک بچھڑے کا پرستار بنا دیا ہے۔ آپ
 کے غصہ اور افسوس کا حال نہ پوچھیے۔ بنا بنایا کھیل چوڑا ہو گیا تھا۔ واپس آئے قوم کو خوب جھاڑا۔ انا لا نقول! تم
 تمہارا انتظار بھی نہ کر سکے اور میرے خدا کو چھوڑ کر جس نے تم پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائی تم ایک دھات کے
 بنے ہوئے بچھڑے کی پوجا کرنے لگ گئے۔ تمہیں ایسا کرتے ہوئے سنا نہ آئی؟

فَرَجَعَهُ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَقَوْمِ الْمَ يَعِدُكُمْ

دیں تھے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر۔ فرمایا اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے

رَبِّكُمْ وَعَدًّا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ

تمہارا رب نے بہت عمدہ وعدہ۔ تو کیا طویل مدت گزری ہے اس عہد پر اور تم اس کے ایسا سے مایوس ہو گئے یا تم پر یہ سب ہو کر آئے

غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُم مَّوعِدِي ۗ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ

تم پر غضب تمہارا رب کی طرف سے اس لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے! لاہ نہیں توڑا تم نے آپ سے کیا ہوا وعدہ

۱۶۱ کہنے لگے حضور یہ جو کچھ تم سے سرزد ہوا ہم نے دانستہ نہیں کیا یہیں تو اس سامری نے چکر میں ڈال دیا جب آپ نے دیر لگائی اور ہم پریشان ہو گئے تو اس نے آکر کہا جب تک تم یہ سونے چاندی کے زیورات اتار کر پھینک نہیں دو گے موسیٰ کا منہ نہیں دیکھو گے ہم نے آپ کے شوق میں سارے زیورات اتار کر پھینک دیئے! اس نے انھیں اٹھایا آگ میں گلایا اور ان سے ایک بچھڑا تیار کیا اور پھر ہمیں آکر کہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا تو یہ ہے موسیٰ بھول گئے انھیں اپنے خدا کی خبر ہی نہیں خواہ مخواہ اس کی تلاش میں طور کی چوٹیاں سر کرتے پھرتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ زیورات انھیں کہاں سے دستیاب ہوئے۔ کیا یہ انکے اپنے ذاتی زیورات تھے جس طرح مولانا مودودی نے تفسیر القرآن میں لکھا ہے یا قوم فرعون کے زیورات تھے جو انھیں مل گئے تھے۔ قرآن کریم کے الفاظ ”مَنْ ذِينَ الْقَوْمِ“ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ زیورات ان کے اپنے ذاتی نہ تھے بلکہ قوم فرعون سے انھیں دستیاب ہوئے تھے۔ کیونکہ اگر ان کے ذاتی ہوتے تو پھر من۔ ذینہ القوم کی بجائے مَنْ ذِينَ الْقَوْمِ کے الفاظ ہوتے۔ ذینہ القوم کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زیورات دراصل قوم فرعون کے تھے جو اب بنی اسرائیل کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ ان کو یہ زیورات کیونکر دستیاب ہوئے؟ اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو توراہ میں مذکور ہے چنانچہ بائبل کتاب الخروج میں ارشاد ہوتا ہے۔

” پھر خدا نے موسیٰ سے یہ بھی کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابراہام کے خدا اور اسحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ جا کر اسرائیلی بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر اور یوں ہو گا جب تم ٹھو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے بلکہ تمہاری ایک ایک عورت اپنی اپنی پڑوسن سے اور اپنے اپنے گھر کی مہمان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگے گی۔ ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پناہ گے

بِمَلِكِنَا وَلِكِنَّا حَمَلْنَا أَوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَدَتْهَا فَاكْذَبْنَاكَ

اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ ہے کہ ہم پر لادینے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات (سارے کھنڈے) انھیں بھینکنا یا اسی طرح

الْقَى السَّامِرِيُّ ۗ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عَجَلًا جَسَدًا آلِهَهُ خُورًا فَقَالُوا

سامری نے بھی اپنے حصہ زیور بھینکے پھر سچی بتانا لگا انکے بچھڑے کا ڈھانچہ جو گلے کی طرح لگا رہتا تھا پھر سامری اور اسکے جہلوں نے کہا

هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ ذُنُوبَكُمْ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّ إِلَهُكُمْ إِلَهُكُمْ

ارے ان ذراں معقوب! تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس سچی بھول گئے کیا ان حقوق نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان کی کسی بآ کا جواب

اور مصریوں کو لوٹ لو گئے (باب ۳، آیت: ۱۵ تا ۲۲)

دوسرے مقام پر یوں مذکور ہے :-

مساب تو لوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی اور ہر عورت

اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے۔ (باب ۱۱، آیت: ۲، ۳)

ان آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل نے دھوکے سے قبیلوں کے زیور لیے۔ انھوں نے کہا تو یہ کہ یہ زیور وہ عاریتاً لے رہے ہیں لیکن ان کی نیت یہ تھی کہ وہ ان کے زیورات لے کر یہاں سے روفیچر ہو جائیں گے اور زیور واپس کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ یہ صریح دھوکہ بازی ہے اور بائبل میں اس دھوکہ بازی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ایک مومن تو ایسی بات کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ توجیہ ہمارے لیے ہرگز قابل قبول نہیں۔

دوسری توجیہ وہ ہے جو ہمارے مفسرین نے ذکر کی ہے کہ جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں غرق ہو گیا تو سمندر کی موجوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر ساحل پر پھینک دیا۔ اس وقت مرد بھی زیور پہنا کرتے تھے۔ اس فوج میں جرنیل بڑے بڑے رؤسا اور اعیان مملکت شامل تھے۔ انھوں نے یقیناً اپنے آپ کو زیورات سے آراستہ کیا ہوا ہوگا جب بنی اسرائیل کا گذر ان مردہ لاشوں کے پاس سے ہوا تو انھوں نے وہ زیور اتار کر اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اور اس طرح قبلی قوم کا بے نڈر سونا بنی اسرائیل کے ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں :-

وقيل هو ما اخذوه من آل فرعون لما قذفهم البحر الى الساحل - (قرطبی)

انھیں اور زار بوجھ، اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ مال غنیمت تھا اور مال غنیمت ان کے لیے حلال نہ تھا اس لیے وہ اسے بوجھ تصور کرتے تھے۔ ورنہ سونے کے زیورات ہوں اور اپنے ہوں یا حلال طریقہ سے حاصل

قَوْلَاهُ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هُرُونُ

بھی نہیں دیکھا اور نہ اختیار کھتا ہے انکے لیے کسی ضرر کا اور نہ نفع کا یعنی اور بیشک کہا تھا انھیں ہرُون نے (موسیٰ کی آپسی پیمائی سے)

مِنْ قَبْلِ يَوْمٍ يَقَوْمِ اِنَّا فُتِنْتُمْ بِهِ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمْ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُونِي

اے میری قوم! تم تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے اس سے۔ اور بلاشبہ تمہارا رب وہ ہے جو سچا مہربان ہے پس تم میری پیروی کرو

وَاطِيعُوا اَمْرِي ۙ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْكَ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا

اور میرا حکم مانو شکہ قوم نے کہا ہم تو اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹ آئیں ہماری طرف

ہوتے ہوں وہ چاہے کہنے و زنی ہوں انھیں کوئی شخص بھی بوجھ خیال نہیں کرتا۔ مجھے یہی توجیہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔
۱۲۹ یہاں سے ان کی حماقت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ یہ بچھڑا جسے تم نے خدا بنا لیا ہے اس کی بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ تمہاری بات کا جواب تک نہیں دے سکتا۔ نفع اور نقصان پہنچانے کی اس میں طاقت نہیں۔ بھلا یہ خدا کیوں کر ہو سکتا ہے۔

۱۲۹ قرآن کریم نے صراحت بتا دیا کہ بچھڑا بنانے والا اور یہ فتنہ کھڑا کرنے والا سامری تھا۔ حضرت ہارون کا اس سے کوئی سروکار نہ تھا بلکہ آپسے تو اپنی قوم کو اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے منع کیا اور ایک نبی کی یہی شان ہونی چاہیے۔
لیکن ذرا بائبل کا بیان سنیں۔ وہ بچھڑا بنانے، اس کو خدا مان کر پوجا کرنے کا سارا الزام ہارون پر لگاتی ہے۔
”اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے چلے۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا، کیا ہو گیا۔“

ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بائیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بائیاں اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے۔

اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھیننی سے ٹھیک کی۔ تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل! یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے

نکال کر لایا۔ (خروج باب ۳۲، آیت: ۲ تا ۴)
اللہ تعالیٰ کے نبی پر بت سازی اور شرک کا یہ گناہ تو نا الزام لگانے کی جرأت بائبل کے مرتب کرنیوالے

مُوسَىٰ ۙ قَالَ يَهُرُونَ كَأَمْتِكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوْا ۖ أَالَاتَّبَعِن ۚ

موسیٰ علیہ السلام) موسیٰ نے عرض کی کہ ہارون نے کہا ہے کہ جو لوگ کوکاب نے انھیں گمراہ جوتے دیکھا تو انھیں گمراہ کر کے سر پیچھے نہ پھیرا یا

أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ۗ قَالَ يَا بَنُوٓمِٔ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ

کیا تو نے میری حکم عدلی کی۔ ہارون نے کہا ہے کہ میراں جا بھائی تم نہ کچھ میری ڈاڑھی کو اور نہ میرے سر کے بالوں کو میں نے اس خوف سے

إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ

ان پر سختی نہ کی کہ میں آپ نے کہیں کہ تو نے پھوٹ کوالدی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔

قَوْلِي ۗ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا مِٔرِي ۗ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا

آپ نے پوچھا اے سامری! اسے (اس فقہانہ) (عجیبی) سے میری عرض کی تھی تو اس نے کہا میں نے دیکھی ایسی چیز جو لوگوں نے

ہی کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے جہاں دوسرے انبیاء کرام کے دامن عصمت پر لگائے ہوئے داغوں کو دور کیا اسی طرح حضرت ہارون سے اس تہمت کی پر زور انداز میں تردید کر دی۔

۱۹ حضرت موسیٰ نے سمجھا کہ شاید ہارون نے ان کو سمجھانے میں کوتاہی کی اور انھیں اس کھلی گمراہی سے باز رکھنے کا فریضہ انجام نہیں دیا اس لیے بڑے خشمناک اجڑ میں ان سے مخاطب ہوئے۔

بنتے اب سامری کی باری آئی اس سے پوچھا ظالم تو نے یہ کیا گل کھلایا میری سامری کی سامری قوم کو اپنے خداوند سے بیگانہ کر کے ایک کچھڑے کا پتھاری بنا دیا۔

۲۰ اسے یہ شخص کون تھا، کہاں کا رہنے والا تھا۔ اس کی تحقیق ضروری ہے۔ تاکہ عیسائی مبلغین اور متشرفین نے قرآن حکیمؐ کو

جو نازیبا اعتراض کیا ہے اس کا جواب دیا جاسکے۔ وہ کہتے ہیں کہ السامری میں جو نسبت ہے یا تو سامریہ کی طرف ہوگی جو دولت اسرائیل کا پایہ تخت تھا یا اس قبیلہ کی طرف ہوگی جو اسرائیلی قبائل اور غیر اسرائیلی لوگوں کے اختلاط سے

معرض وجود میں آیا اور جس نے سامری کے نام سے شہرت پائی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفسیر احتمال نہیں لیکن یہ دونوں احتمال برسرے غلط ہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ہے اور سامریہ کا شہر کئی سو سال بعد

۹۲۵ قبل مسیح میں آباد ہوا۔ دوسرا احتمال اس سے بھی بعید تر ہے کیونکہ اسرائیلیوں اور غیر اسرائیلیوں کے باہمی ازدواج اور اختلاط سے جو سامری قبیلہ معرض وجود میں آیا تھا وہ سامریہ کی تفسیر سے بھی کئی صدی بعد معرض وجود میں آیا تھا اس لیے کسی ایسے شخص کو سامریہ یا سامری کی طرف منسوب کے السامری کہنا جو حضرت موسیٰ کا ہم عصر ہو یہ لغو بلاشبہ، قرآن کے صنف کی جہالت کا تین

ثبوت ہے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں :-

”و شاید ان مدعیان علم و تحقیق کا گمان یہ ہے کہ قدیم زمانے میں ایک نام کا ایک ہی شخص یا قبیلہ یا مکان ہوا کرتا تھا اور ایک نام کے دو یا زائد اشخاص یا قبیلہ و مکان ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہ تھا۔ حالانکہ سمیری قدیم تاریخ کی ایک نہایت مشہور قوم تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں عراق اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر پھیلی ہوئی تھی اور اس بات کا بہت امکان ہے کہ حضرت موسیٰ کے عہد میں اس قوم یا اس کی کسی شاخ کے لوگ سامری کہلاتے ہوں پھر خود اس سامریہ کی اصل کو بھی دیکھ لیجیے جس کی نسبت سے شمالی فلسطین کے لوگ بعد میں سامری کہلانے لگے۔“

بائبل کا بیان ہے کہ دولت اسرائیل کے فرمانروا عمری نے ایک شخص سمر نامی سے وہ پہاڑ خرید لیا تھا جس پر اس نے بعد میں اپنا دارالسلطنت تعمیر کیا اور چونکہ پہاڑ کے سابق مالک کا نام سمر تھا اس لیے اس شہر کا نام سامریہ رکھا گیا۔ (سلاطین ۱، باب ۱۶، آیت ۲۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سامریہ کے وجود میں آنے سے پہلے سمر نام کے اشخاص پائے جاتے تھے اور ان سے نسبت پا کر ان کی نسل یا قبیلہ کا نام سامری اور مقامات کا نام سامریہ ہونا کم از کم ممکن ضرور تھا۔

(تفسیر القرآن جلد سوم صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴)

سامری کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں :-

”قیاس کہتا ہے کہ یہاں سامری سے قصود سمیری قوم کا فرسہ ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری آ رہا ہے اور اب بھی عراق میں ان کا بقایا اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہاں قرآن کا الساموی کہہ کے اسے پکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا سامری تھا۔“

اس سے چند سطور آگے چل کر مولانا آزاد لکھتے ہیں :-

”بہر حال سمیری قبائل کا اصلی وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے اسی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی متعلق ہو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا۔ اسی کو قرآن نے الساموی کے لفظ سے یاد کیا ہے۔“

(ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵)

مگر مولانا دریا آبادی نے ایک نئی چیز بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

بعض جدید محققین کا خیال ہے کہ قدیم مصری زبان میں سمر کہتے ہیں پریسی، غیر ملکی، بیرونی کو۔ سامری سے مراد ہے کوئی شخص جو غیر اسرائیلی تھا اور مصر سے اسرائیلیوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ (تفسیر مابعدی سورہ طہ) یہ لکھنے کے

يَه فَبَقِصْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّكْتُ

نہ دیکھی لٹکے پس میں نے بھی بھری۔ رسول کی سواری کے نشان قدم کی خاک سے پھرتے ڈال دیا اس ڈھا پچھ میں اور اس

لِي نَفْسِي ۝ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ

مج آواز کر دی میرے لیے نفس کے یہ ہے۔ آپ نے (خند سے) فرمایا جا چلا جا پس مجھے لیا میں زندگی میں تو میرا رمل ہے تو کہتا پھر گھا کہ مجھے کوئی اتھ نہ لگائے۔

بعض نے لسان العرب کی طرف رجوع کیا۔ وہاں جو قوم ہے اس کے مطالعہ سے وہ بنیادی منہم ہوجاتی ہے جس پر مشرقین اور مشرقین کے اعتراض کا انحصار ہے السامرة قبيلة من قبائل بني اسرائيل قوم من اليمود يغالفونهم في بعض دينهم اليه نسب السامري الذي عبد العجل الذي سمع له خوار۔

(لسان العرب ج ۴ صفحہ ۳۴ طبع بیروت)

یعنی بنی اسرائیل کے متعدد قبائل میں سے ایک قبیلہ کا نام السامرة ہے اور جس شخص نے بچھڑے کی پوجا شروع کی وہ اس قبیلہ کا فرد تھا۔ اسی نسبت سے اسے سامری کہا گیا ہے۔ صاحب تاج العروس نے بھی اسی قسم کی تشریح لکھی ہے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے استفسار پر سامری نے جو جواب دیا وہ اس آیت میں مذکور ہے لیکن آیت کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ تمام قدیم مفسرین اس آیت کی اس توجیح پر متفق ہیں کہ سامری نے عرض کی کہ میں نے ایک فعد جبریل کو دیکھا کہ وہ گھوڑی پر سوار ہیں۔ وہ گھوڑی جہاں قدم رکھتی ہے خشک گھاس سرسبز ہوجاتی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اس گھوڑی کی خاک میں جیات بخش اثر ہے۔ میں نے وہاں سے ایک مٹھی بھری اور حفاظت سے اپنے پاس رکھی۔ اب جب آپ طور پر گئے اور آپ کی واپسی میں تانیر ہوتی تو مجھے یہ سوتھی کہ زیورات کو گلا کر ایک بچھڑے کا ڈھا پچھ بنایا اور اس میں یہ مٹی ڈال دی جس سے اس میں زندگی کے آثار نمایاں ہو گئے اور اس سے آواز نکلتی گی۔ لیکن ابو سلمہ صفہانی نے قدامت علماء تفسیر کے برعکس اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے جسے امام رازی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا اور اس کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کئی وجوہات بیان کیں۔ علامہ ابن حبان اندلسی نے بھی اس قول کو بوجھ میں ذکر کیا اور اس کی تردید نہیں کی۔ علامہ نیشاپوری نے بھی اسے اپنی تفسیر میں ذکر کیا اور اس کی تغذیہ نہیں کی۔ ابو سلمہ نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ بصرت ہمالہ بیصروا بہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بتائے ہوئے عقائد جن کی صداقت کو بنی اسرائیل نے تسلیم کر لیا تھا مجھے وہ صحیح معلوم نہ ہوئے۔ اور میں ان کی تصدیق نہ کر سکا کیونکہ یہ اس قوم کا فرد تھا جو گائے کی پرستش کیا کرتی تھی۔ اپنے آبائی عقائد اس کے ذہن میں سرایت کیے ہوئے تھے اس لیے عقیدہ توحید کو اس کا درست نہ سمجھنا بعید از قیاس نہ تھا۔ قال بصرت ہمالہ بیصروا بہ ای عرفت ان الذی انتہر

وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تَخْلَفُهُ وَأَنْظُرُ إِلَى إِلْهَكَ الَّذِي ظَلَمْتَ

اور بیشک تیرے لئے عہدہ ایک اور وعدہ (عذاب) بھی ہے جس کی خلاف روی نہیں ہوگی! اور ذرا دیکھ اپنے اس مہم کی طرف جس پر تو مجھ کر

علیہ لیس بحق فقہی قبضتہ من اثر الرسول کا مطلب اس نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی صحبت میں کچھ عرصہ رہنے سے میں نے آپ کے نظریات میں سے بعض کو تسلیم کر لیا تھا۔ فہذب تھا۔ لیکن جب میں نے ان میں مزید غور و فکر کیا تو ان کو بھی رد کر دیا فلذا اذک ستولت لی نفسی یہ سب کچھ میں نے از خود کیا ہے کسی کے دہانے کا اس میں کوئی حصہ نہیں! اور جب آپ کے دین کی صداقت پر میرا ایمان زرد ہوا تو آپ کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے آپ کی قوم کو آپ کے دین سے منحرف کرنے کی یہ تدبیر کی اور میں کامیاب رہا۔ اکثر متاخرین نے ابو مسلم کی اس توجیہ کو پسند کیا ہے۔

لیکن مولانا مودودی نے اس توجیہ پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر اس طرح قرآنی جملوں کو مختلف معانی کا لباس پہنایا جائے لگا تو یہ کتاب معجزوں اور پہیلیوں کی کتاب بن جائے گی۔ اس کی عربی مہین ہونے کی صفت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح انھیں قدما و مفسرین کی توجیہ سے بھی اتفاق نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سامری کے اس جواب کا صداقت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے سرزنش کی اور اس کی اس حرکت کی وجہ پوچھی تو اس نے جھوٹ موٹ ایک جواب گھڑ کر آپ کے سامنے پیش کر دیا۔

ابو مسلم اصفہانی نے جب قدامت کے مسک کے اختلاف کیا تو اس نے اس کی یہی وجہ بتائی کہ قرآن سے اس مسک کی توثیق نہیں ہوتی۔ اگر یہی بات کوئی اصفہانی سے پوچھے کہ آپ کی تاویل کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو شاید انھیں ناموشی اختیار کرنا پڑے اور مولانا کا یہ ارشاد کہ قرآن یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ فی الواقع ایسا ہوا تھا بجا لیکن قرآن یہ بھی تو نہیں کہہ رہا کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ سامری نے جھوٹ بولا تھا! اور اگر سامری نے جھوٹ بولا ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام صاف فرماتے کہ تم جھوٹ بک رہے ہو۔ تمہارے اس جواب کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کچھ بی دو توجیہوں میں سے کسی کو قرآن کریم کی تائید حاصل ہوتی تو تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن اگر انھیں یہ تائید میسر نہیں تو پہلی توجیہ کو صرف اس لیے رد کر دینا کہ اس کی توثیق کسی آیت سے نہیں ہوتی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ قدامت کا مسک ہی ارجح اور اسلم معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ در رسولہ اعلم۔

سنت آپ نے اس کو اپنے گروہ سے خارج کر دیا اور سب کو تاکید کر دی کہ اس کے ساتھ نشست نہ بننا۔ ابول چال! لیکن دین سب بند کر دیں! اور اس کے دل میں بھی لوگوں سے وحشت اور نفرت پیدا ہو گئی۔ جنگل میں اسی طرح تنہا زندہ ہوا گھومتا رہا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔ فکان فی البریة طویدا وحیدا کالوحشی النافرحتی مات۔

(منظہری)

عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحْرَقَتْهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّكَ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝۱۷۱

بیچارہ باد اس کا کیا حشر ہوتا ہے، ہمارے جلاؤں لینے پھر ہم پھیر کر بھاڑیں گے اس سمندر میں اس کی رکھا کو تختہ راسود تو

الْهُكْمُ لِلَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۷۲ كَذَلِكَ

صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمہیں رکھا ہے اس نے ہر چیز کو (اپنے) علم سے۔۔۔ ہوں ہم

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَكَ مِنْ لَدُنَّا

بیان کرتے ہیں شے آپ سے خبریں ان لوگوں کی جو پہلے گزر چکے۔ اور ہم نے معرفت فرمایا ہے آپ کو اپنی جناب ایک

ذِكْرًا ۝۱۷۳ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ۝۱۷۴

پندنامہ۔ جو شخص روگردانی کر لیا اس سے وہ اٹھائے گا۔ قیامت کے دن ایک بوجھ۔

خَالِدِينَ فِيهِ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ۝۱۷۵ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي

یروں ہمیشہ اس بوجھ سے لیے رہیں گے اور بہت تکلیف وہ ہوگا انکے لیے روز قیامت یہ بوجھ۔ جس کو چھوڑنا جائے گا

الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝۱۷۶ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ

صورتوں اور ہم جمع کریں گے لشہ مجرموں کو اس دن اس حال میں انکی آنکھیں نیلی ہونگی چپکے چپکے آپس

۱۷۱ آخروں میں اپنے فرمایا کہ یہ رب نہیں جسے سامری نے ڈھالا ہے اس جیسے تو سینکڑوں اور ڈھالے جاسکتے ہیں بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو وحدہ لا شریک ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں جس کا علم اثنا و سبیل ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے سامنے عیاں ہے۔

۱۷۲ شے یہی واقعہ بائبل میں بھی مذکور ہے اور قرآن میں بھی۔ دونوں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ قرآن میں بیان شدہ واقعہ کی ہر ہر آیت میں لفظ آتینا کا متناذر کوا کوا نور چک رہا ہے۔

۱۷۳ وقوع قیامت اور مجرمین کے قبروں سے اٹھنے کا بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اٹھیں گے تو خوف و ہراس کی وجہ سے ان کی آنکھیں نیلی ہو چکی ہوں گی۔ آنکھوں کی سیاہی غائب ہو چکی ہوگی عرب نیلی آنکھ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے بد صورتی کی علامت سمجھتے ہیں۔ والعرب تتشاهم بزرق العيون تذوقہ۔ (قرطبی)

الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَدِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ

سوائے اس شخص کی شفاعت کیجئے جسے رحمن نے اجازت دی اور پسند فرمایا ہو اس کے قول کو کہ وہ جانتا ہے

مَابَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝ وَعَنْتِ

وگوئی کے آئینے کے حالات کو اور ان کے گزرنے والے واقعات کو اور لوگ نہیں احاطہ کر سکتے اسکا اپنے علم سے نئے اور اور فرطانیان

الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ وَمَنْ

جسکے جاننے کے سب (لوگوں کے) پرکھ لائے حتیٰ و قیوم کے سوا اور ناروا ہوا جس نے لاد اپنے (سر پر ظلم کا بار لگا لیا) اور جو شخص

کھاتا ہوا سلسلہ ہوتا ہے۔ الامت، البنات، وہی التلال الصغار واحد ہا بتنگ ای ہی ارض مستویۃ
لا انخفاض فیہا ولا ارتفاع یعنی الامۃ کا معنی ہے پھوٹے پھوٹے ٹیلے مطلب یہ ہے کہ جہاں آج اونٹے پہاڑ
اور گہری وادیاں ہیں وہ جگہ بالکل ہموار کر دی جائے گی۔ بس میں کوئی تشبیہ فراز نہیں ہوگا۔ ہنسنا۔ مدغم آواز،
پاؤں کی آہٹ کو بھی ہمیں کہتے ہیں۔

یعنی یہ مضمون کئی بار گزر چکا ہے یعنی قیامت کے روز یہ نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے گا اٹھ کر شفاعت کرنے لگے گا
بلکہ اس روز وہی شخص شفاعت کرنے کی جرات کرے گا جسے پہلے بارگاہ رب العزت سے اس کا اذن مل چکا ہوگا
جیسے انبیاء، اولیاء صلحاء وغیرہم اور انہی کے حق میں شفاعت کی جائے گی جن کا کلمہ شہادت عند اللہ مقبول ہو اور
جو بے ایمان ہو کر رہے گا اس کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہوگی۔

نئے حضرت صدیق الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ لکھتے ہیں یعنی تمام کائنات کا علم فرات الہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اسکی
ذات کا اور کایوم کائنات کی رہائی سے بڑتر ہے۔ یہ اپنے اسماء و صفات اور آثار قدرت و شہدات کی پوجا جانتا ہے۔ س
کجا اور باید اور اعقل چالاک
کہ او بالاتراست از حد اوراک

نظر کن اندر اسماء و صفاتش
کہ واقف نیست کس از کندہ ذاتش (خزائن العرفان)

ترجمہ عقل چالاک اللہ تعالیٰ کو کس طرح پاسکتی ہے کیونکہ وہ فہم و ادراک کی حد سے بہت بلند ہے تو اگر اس کی معرفت حاصل
کرنا چاہتا ہے تو اسکے اسمائے حسنی اور صفات کمال میں غور و فکر کر۔ کیونکہ کوئی شخص اسکی ذات کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔
اے بڑے بڑے مطلق العنان بادشاہ، فاتحان عالم، سرکش بڑسآ و امرا، قیامت کے روز جب خداوند ذوالجلال کے حضور میں
حاضر ہونگے تو ان کی گزریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ انکے پہرے پر عاجزی اور در ماندگی کے آثار نمودار ہو رہے ہونگے۔ کوئی دم
نہیں مار سکے گا۔

يَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخْفُ ظَلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿۱۷﴾

کرتا ہے نیک اعمال اور وہ ایمان دار بھی ہو تو اسے اندیشہ نہ ہو گا کسی ظلم کا یا ستم ظنی کا

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ

اور اسی طرح ہم نے اُتار اس کتاب کو قرآن عربی زبان میں اور طرح طرح سے بیان کیوں اس میں گناہوں کی سزائیں

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحَدِّثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۖ فَتَعَلَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا پیداکرے یہ قرآن انکے دلوں میں یہ سمجھ۔ پس علی وارث ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ

اور نہ عجلت کیجیے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے آپ کی طرف اسکی وحی سلسلہ اور دعا مانگا

۱۷۔ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم کو نبوت کے ابتدائی ایام میں نزولِ وحی کے وقت بڑی شدت کا سامنا کرنا پڑتا۔ جو جبرائیل کی زبان سے نکلتا اس کی طرف بھی پوری توجہ از بس ضروری تھی اور جوہ سناتے اس کا یاد رکھنا بھی از حد اہم تھا۔ توجہ کو ادھر سے ہٹایا جاسکتا تھا۔ وحی کو فراموش کرنے کا خطرہ برداشت کیا جاسکتا۔ چنانچہ جبرائیل جو کلامِ الہی سناتے حضورؐ اسے پورے اٹھا کر اور توجہ سے سنتے بھی اور ساتھ ہی ساتھ اسے زبان سے دہراتے بھی۔ دونوں بوجھوں کا بیک وقت تحمل ہونا گراں اور شاق ضرور تھا لیکن نبوت کی نازک ذمہ داریوں کے پیش نظر اس کے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو یہ فرما کر آسان کر دیا کہ اے محبوب! جبرائیل جب میرا کلام پڑھ کر تمہیں سناتے تو آپ سنتے رہتے اور یہ فکر نہ کیجیے کہ بھول جائے گا اسے یاد کر دینا اور اس کے معانی و مطالب سے آگاہ کر دینا ہم نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔ آپ کو اس کے لیے مترود اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ حصولِ علم کا عام طریقہ تو یہی ہے کہ استاد جو کئے شاگرد سے غور سے سنتا بھی جائے اور ساتھ ساتھ اسے ذہن میں محفوظ بھی کرتا جائے لیکن رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیات نزلے ہیں۔ وہ بغیر شق و کوفی نعمت عطا فرماوے تو یہ اس کا کرم ہے۔

میں نے جب عصرِ حاضر کے ایک مشہور مصنف کی تفسیر میں یہ پڑھا تو انتہائی دکھ ہوا۔ وہ لکھتے ہیں :-
”نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا پیغام وصول کرنے کے دوران میں اسے یاد کرنے اور زبان سے دہرانے کی کوشش فرما رہے ہونگے۔ اس کوشش کی وجہ سے آپ کی توجہ بار بار ہٹ جاتی ہوگی سلسلہ اخذ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ وَ

کھینچے تیرے رب! اور زیادہ کر کے علم کو سنتے اور ہم نے حکم دیا تھا آدم کو سنتے اس سے پہلے کہ وہ اس نکتے کو قریب جانے اسودہ منزل گیا تھا

وہی میں غفل واقع ہو رہا ہو گا۔ پیغام کی سماعت پر توجہ پوری طرح مرکوز نہ ہو رہی ہو گی اس کیفیت کو دیکھ کر یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ آپ کو پیغام وحی وصول کرنے کا صحیح طریقہ سمجھایا جائے۔ ایک سطر آگے چل کر لکھتے ہیں:

”ابتدائی زمانہ میں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اخذ وحی کی عادت اچھی طرح نہ پڑی تھی۔ آپ سے کسی مرتبہ یہ فعل سرزد ہوا ہے۔“

میرے جیسا ابتدائی بہ حال اس عبارت کا مدعا نہیں سمجھ سکا۔ وصول وحی کے لیے حضورؐ کی یہ حرص اور مشقت حضورؐ کا کمال اور احساس ذمہ داری کا ثبوت تھا یا وجہ نقص تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کا محض احسان اور لطف تھا یا کسی غلطی کی اصلاح اور کوتاہی کی تلافی تھی؟ کیا نبوت اور اس کے لوازمات وہی ہیں یا کسی اور عادت سے حاصل ہوتے ہیں؟ یہ چیزیں غور طلب ہیں۔

ادب کا ہیبت زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید ضعیف و با زید ایں جا
۳۳ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں قال ابن عیینة رحمة الله عليه لمرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في زيادة حتى توفى له الله عز وجل يعني اس دعا کی برکت سے تادم واپسین حضورؐ کے علم میں اضافہ اور زیادتی ہوتی رہی۔ وقيل هذا اشارة الى العلم اللدني (روح المعاني)
ترجمہ: علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ اس میں علم لدنی کی طرف اشارہ ہے اور علم لدنی اسے کہا جاتا ہے جو کسی نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی دین ہو۔

علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بڑی پیاری بات لکھی ہے :-
”در لطائف قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ مذکور است کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زیادہ علم طلبید اور احوال بخیر کردند و بطلب پیغمبر بار صلی اللہ علیہ وسلم دعائے زیادتی علم یا موخت و حوالہ بغیر خود نہ کر دنا معلوم شود کہ آنکہ در مکتب ادب ”آدب سخنی ربی“ سبق و قل رب زدنی علما خوانندہ باشد ہر آئینہ در در سگاہ علمتک مالہ تیکن تعلیم بکتہ فعلت علم الا دلین والآخرین بگوش ہر شس مستفیدان حقائق اشیا تو انند سانید۔“

علمائے انبیاء و اولیاء در دلش خوشندہ چون شمس لضمی
علمائے کائنات گار شس حق بود علم او بس کامل مطلق بود

ترجمہ :- لطائف قشیری رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کی زیادتی کا سوال کیا، تو انہیں خضر کے حوالے کر دیا گیا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھادی اور اپنے سوا کسی کی طرف کسب علم کے لیے جانے کی اجازت نہ دی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے آدنی ربی کے مکتب میں وقل رب زدنی علماً کا سبق پڑھا ہے وہ علمت عالم تکن تعالم کی درنگاہ میں محتاق اشیا کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں فعلمت علم الاولین والآخرین کا لفظ پہنچا سکتا ہے۔

ترجمہ اشعار رومی :- تمام انبیاء اور اولیاء کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔ وہ عالم جس کا استاد حق تعالیٰ ہو اس کے علم کے کمال کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔

آخری سطروں کی وضاحت ضروری ہے تاکہ عام تعلیم یافتہ حضرات بھی اس سے لطف اندوز ہو سکیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ آدنی ربی ذی فاحسن تادیبیٹی۔ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے اور خوب سکھایا ہے۔ گویا یہ وہ مدرسہ ہے جس میں حضور نے تعلیم حاصل کی ہے اور اس مدرسہ کا پہلا سبق یہ ہے وقل رب زدنی علماً۔ یعنی ہر وقت یہ دعا مانگو کہ اے میرے رب میرے علم میں مزید اضافہ فرما۔ یہ مدرسہ جس کا یہ پہلا سبق ہے اسی کے فیض سے حضور کو علمت عالم تکن تعالم، کامر تہ نصیب ہوا۔ یعنی اسے جلیب کو پاپ پہلے نہیں جانتے تھے ہم نے آپ کو سکھا دیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محتاق اشیا کی تلاش کرنے والوں کے کانوں تک حضور کا یہ اعلان پہنچا فکنت عندہ الاذین والآخرین۔ یعنی تعلیم الہی سے مجھے پہلے لوگوں کا علم ہی حاصل ہو گیا اور بعد میں آنے والے لوگوں کا علم بھی حاصل ہو گیا۔

۱۱۷۷ھ میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا جا رہا ہے۔ موسیٰ کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا وہ بدکار اور گمراہ لوگ تھے لیکن ان کی گمراہی اور بدکاری میں عناد، سرکشی اور نافرمانی کا رنگ بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنی سرکشیوں پر فخر کرتے تھے۔ غرور و نخوت سے ان کی گردنیں اکڑی رہتی تھیں ظلم و ستم کی روش کو ترک کرنے کے لیے انہیں بار بار نصیحتیں کی گئیں مگر ہر بار عصیان و فسوق کا جذبہ ان میں تیز ہوتا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غضب الہی جوش میں آیا اور سمندر کی موجیں انہیں اور ان کے جاہ و جلال کو تہجوں کی طرح بہا لے گئیں۔ قصہ آدم میں بھی لغزش کا وقوع ہے حکیم الہی کی سجاوڑی میں کھلی کوتاہی تھی۔ لیکن اس لغزش اور کوتاہی میں رعوت اور سحر کا کوئی نشان نہ تھا۔ بھولے سے ایسی راہ پر قدم اٹھ گئے تھے جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر منع کیا تھا۔ حکم عدولی یقیناً ہو گئی تھی لیکن نافرمانی کا قصد ہرگز نہ تھا۔ قصور بلاشبہ مرزد ہو گیا تھا لیکن قصور وار بجز سامنے آنے کا ارادہ موجود نہ تھا۔ جب متنبہ کیا گیا تو بار بار مذمت سے کہ دوہری ہو گئی۔ شدت غم سے دل پھٹنے لگا۔ احساس گناہ سے آنسوؤں کے دریا بہنے لگے۔ فرط حیا سے آسمان کی طرف نگاہ ہٹ نہ اٹھ سکتی تھی اس لیے قدرت کا

لَمْ يَجِدْ لَهُ عِزًّا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا

اور نہ پایا ہم نے (اس لغزش میں) اس کا کوئی قصد اللہ اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا

إِلَّا ابْلِيسَ ۝ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا

(سوا ابلیس نے) اس نے حکم بجا لانے سے انکار کر دیا اور ہم نے فرمایا اے آدم! حیثیت تیرا بھی دشمن ہے اور تیری زوجہ کا بھی (سوا ایسا نہ ہو)

سلوک آدم علیہ السلام سے وہ نہ تھا جو فرعون سے کیا گیا۔ زبان قدرت نے خود عذر بیان کر دیا فرمایا فحسی و لہو نجد لہ عزماً آدم نے یہ غلطی دانستہ نہیں کی بلکہ بھولے سے بلا ارادہ یہ خطا ہو گئی۔ پھر عفو و درگزر سے کام لیکر صرف خطا غیبی تک بات ختم نہیں ہوئی بلکہ رست کر دکھا اور آگے بڑھی اور کستہ خاطر وقت حزن و ملال اور مصروف آہ و بکا آدم کو اٹھایا اور اپنے دست کرم سے سر پر شہرہ اجتنبہ ربتہ کا چمکتا دمکتا نورانی تاج رکھ دیا۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۲۲ ملاحظہ ہو۔

اس واقعہ کو ذکر کر کے اپنے بندوں کو بتایا کہ اگر بشری کمزوری کی وجہ سے یا مذہبات کی شدت سے مجبور ہو کر کوئی گناہ کر لیتا تو مسکشی کی راہ اختیار نہ کرو۔ ورنہ تمہارا حشر وہی ہو گا جو فرعون کا ہوا۔ بلکہ توبہ اور انابت کو اپنا شعار بنا لو۔ تمہارے ساتھ وہی کریمانہ برتاؤ کیا جائے گا جو توبہ اور انابت کے راستہ پر چلنے والے ہر راہرو کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ قصہ آدم اس سے پہلے بھی کئی بار رجز چکا اور اس کے بعد بھی مختلف سورتوں میں اس کا بیان آئے گا۔ اس قصہ کے کئی پہلو ہیں۔ سیاق و سباق کی موافقت میں ہر جگہ اس واقعہ کے اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے جس کا نمایاں کرنا وہاں ضروری ہے۔ اس لیے تیکڑ کے باوجود اس کی افادیت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ ضیاء القرآن جلد اول میں سورہ البقرہ کی آیات ۳۰ تا ۳۹ کے حواشی نیز سورہ الاعراف کی آیات ۱۱ تا ۲۵ کے حواشی ملاحظہ ہوں۔ یہاں فقط کلمات کی تشریح اور توضیح پر اکتفا کیا جائے گا۔

۵۵ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں۔ النسیان ترک الانسان نصب ما استودع اما لضعف قلبه و اما عن غفلة و اما عن قصد . . . وکل نسیان من الانسان ذمہ اللہ تعالیٰ بہ فہو ما کان اصلہ عن تعبد۔ (مفردات)

یعنی نسیان کا معنی ہے انسان کا اس چیز کو محفوظ نہ رکھنا جو اسے دویمت کی گئی اس کی وجہ کبھی دل کی کمزوری کبھی غفلت ہوتی ہے اور کبھی قصد بھی انسان کسی چیز کو اپنے دل سے محو کر دیتا ہے اور یہی نسیان اللہ کے نزدیک مذہوم ہے۔

۵۶ عزم کے معنی عقد القلب علی امضاء الامر کسی کام کرنے کا تہیہ کر لینا۔ آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے جو حکم عدولی ہوئی اس میں ان کے عزم کا دخل نہیں کہ آپ نے اپنے ارادہ اور مرضی سے اس درخت کا پھل کھایا ہوا

يُخْرِجُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى ۗ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَ

کہ وہ نکال دے تمہیں جنت سے غصے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ بیشک تمہارے لیے یہ ہے کہ تمہیں نہ بھوک لگے گی یہاں اور

لَا تَعْرَىٰ ۗ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَىٰ ۗ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ

نہ تم ننگے ہو گے۔ اور تمہیں نہ پیاس لگے گی یہاں اور نہ دھوپ ستائے گی۔ پس شیطان نے انکے دل میں

الشَّيْطَانُ قَالَ يَا دُمُهُلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبُلَىٰ ۗ

وسوسہ ڈالا شہ سے اس نے کہا اے آدم! کیا میں آگاہ کروں تمہیں ہمیشگی کے درخت پر اور ایسی بادشاہی پر جو کبھی ناکل نہ ہو

فَاكَلَا مِنْهَا فَبَدَّتْ لهُمَا سَؤَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْضِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن

سوارا کے پھسکا سے، دونوں نے کھا لیا اس درخت کو دروازہ برہنہ ہو گئیں ان پر ان کی شرنگا میں اور وہ چمکانے لگے اپنے جسم پر

دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حکم الہی پر شابت قدم رہنے کی آپ میں محبت نہ تھی شیطان نے جب دل میں وسوسہ ڈالا تو آپ فرما اس کے فریب میں آ گئے اور کچھ بعض حضرات نے آیت کے اس مفہوم کو ترجیح دی ہے لیکن اس احقر کے نزدیک پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ فتنسی کا لفظ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے و قبل معنی الایۃ لہم نجد لہ عزمًا اسی قصداً علی اکل الشجرۃ بل اکل ناسیاً۔ (مظہری) یعنی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے قصداً اس درخت کا پھل نہیں کھایا بلکہ بھول کر کھا بیٹھے۔

شہ آدم علیہ السلام کو بتایا جا رہا ہے کہ ابلیس تمہارا اور تمہاری زوجہ کا خطرناک دشمن ہے۔ تمہاری عزت اور سرفرازی دیکھ کر یہ آتش حسد میں جل رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں کوئی چمکے دے اور تم بچیں جاؤ۔ یہ تمہیں جنت کی راحتوں سے محروم کر دے گا۔ فتنسی اور تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ کیونکہ یہاں تو ہر چیز تیار ملتی ہے۔ اگر یہاں سے نکال دیئے گئے۔ تو پھر ایک لقمہ منہ میں ڈالنے کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔ پھر بھی یہ بہار نصیب نہ ہوگی۔ المراد بالشقاء التعب فی طلب المعاش۔ (مظہری)

شقاء سے مراد وہ کلفت اور تکلیف ہے جو کسب معاش کے باعث انسان محسوس کرتا ہے۔ یہاں تشریحی کا لفظ شقاء اور بدبختی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔

شہ شیطان اپنی فریب کاری سے باز نہ آیا اور ناصح مشفق بن کر بہلانا شروع کر دیا اور کہا اکیں میں آپ کو ایک ایسا درخت دکھاؤں جس کا پھل کھانے سے موت کا درد ہمیشہ کے لیے مٹ جائیگا! اور تمہیں لازوال بادشاہی مل جائے گی۔

وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَىٰ أَمْرَ رَبِّهِ فَغَوَىٰ ۗ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ

جنت کے رختوں کے تھے۔ اور حکم ملا دیا کہ جو کئی آدم سے اپنے رب کی سوادہ بامراد نہ ہوا ہے پھر اپنے رب کے لیے رہن لیا انھیں اپنے رب سے

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ۗ قَالَ أَهْطَأَمِنَهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

اور غلطو مرتے، توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی۔ حکم ملا دونوں ازجاہ وہاں سے اگلے تم ایک دوسرے کے دشمن

عَدُوٌّ فَأَيَّا تَتَّبِعُونَ هُدًى ۚ فَمَنْ أَتَّبِعْ هَذَا يَفْلايِضُلُ

ہو گے۔ پس آگے تم کھائے پاس میری طرف سے ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی نشہ تو نہ وہ بھٹکے گا

۱۴۲ غوی کا معنی ہے ضل عن المقصود یعنی جس مقصد کے لیے انھوں نے اس درخت کا پھل کھایا کہ ہمیشہ نڈر رہنے کا وہ مطلوب حاصل نہ ہوا اور ابن الاعرابی نے کہا کہ غوی کا معنی ہے فسد علیہ عیشہ انھوں نے اپنی زندگی کا عیش و آرام خود خاک میں ملا دیا۔ راحت و آرام کی جگہ مشقت و محنت مقدر میں لکھ دی گئی امام لغت اسمعیل بن حماد ابوہریری کی الصحاح دیکھنے کا موقع ملا تو سارے دوسرے دور ہو گئے۔ لفظ غوی کی تحقیق کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ غوی کا معنی صرف گمراہ ہونا نہیں جس طرح ہم عام طور پر خیال کرتے ہیں بلکہ اہل زبان اسے دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ (۱) گمراہ ہونا (۲) حصول مقصد میں ناکام ہونا۔ الغی، الضلال والخبیة ایضاً (الصحاح)

اس تحقیق کی روشنی میں ہم یہاں دوسرا معنی لیں گے۔ کیونکہ یہی یہاں مناسب ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام نے قبول کر لیا تو پھر عصی آدمہ کہ آدم نے نافرمانی کی (کے الفاظ ان کے متعلق کیوں کہے گئے تو اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حسنات الابوار سیئات المقربین ترجمہ :- نیک لوگوں کی نیکیاں بسا اوقات مقربین بارگاہ الہی کی سیئات شمار کی جاتی ہیں۔

خطا اور سیئان پر اگرچہ انسان سے مواخذہ نہیں ہوگا اور انسان عذاب کا مستحق قرار نہیں پائے گا۔ لیکن خواص کا معاملہ اور ہے۔ ان سے ترک اولیٰ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ ۵

بود آدم دیدہ نورتیم موسے در دیدہ بود کوہ عظیم

رومی فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نورِ قدیم کی آنکھ تھے اور آکھ میں اگر ایک بال بھی پڑ جائے تو وہ کوہِ عظیم کی طرح ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

نشہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہ ہونے سے بچائے گا اور قیامت کے دن عذاب الیم سے محفوظ رکھے گا۔

وَلَا يَشْفَعِي ۗ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا ۗ

اور نہ نصیب ہوگا۔ اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے لے کر تو اس کے لیے زندگی کا جامہ تنگ کر دیا جائیگا اور

نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۗ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ

ہم اسے اٹھائیں قیامت کے دن اندھا کر کے ۹۲ وہ کہیگا اے میرے رب کیوں اٹھایا ہے تو نے مجھے نابینا کر کے میں تو دیکھتا

كُنْتُ بَصِيرًا ۗ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسَيْتَهَا ۗ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ

بائل رہنا تھا۔ ۹۳ اللہ تعالیٰ فرمائیے اسی طرح آئی تھیں میرا پس ہماری آیتیں سو تو نے نہیں جلا دیا اسی طرح آج تجھے ہم بھول

لے فسنگ مصدر ہے اس کا معنی تنگ ہونا۔ یہاں یہ معیشتہ کی صفت واقع ہوا ہے اور جب مصدر صفت واقع ہوا جیسے ذیل عدلؑ تو بالآخر پر ولات کرتا ہے اس لیے مذکر اور مؤنث دونوں کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو شخص ذکر الہی سے منہ موڑتا ہے اور احکام خداوندی سے رُوگردانی کرتا ہے۔ وہ دولت اور ثروت کے انبار جمع کر لینے کے باوجود جاہ و جلال کے بلند ترین مناصب پر فائز ہونے کے باوجود اطمینان قلب کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اس کے دسترخوان پر لذیذ ترین کھانے چنے جاتے ہیں۔

وہ بیش قیمت لباس زیب تن کیے ہوتا ہے لیکن اس کا دل اُداس، رُفح بے چین اور طبیعت افسردہ رہتی ہے۔ سچی خوشی سے وہ کبھی بہرہ مند نہیں ہوتا۔ دن رات دولت یا اقتدار کے حصول میں تڑگدوان رہتا ہے پھر اس کی حفاظت کی فکر ہر وقت دستگیر رہتی ہے وہ حرام اور ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے باز نہیں آتا۔ اس طرح اس کا ضمیر اسے مست کرتا ہے اور یہ ملامت بڑی شدید اور دل گداز قسم کی ہوتی ہے۔ وہ خود اپنی آنکھوں میں مجرم ہوتا ہے۔ اس کے دہن کے بدنا داغ اسے ہر وقت گھورتے رہتے ہیں۔ اسی فسنگ فی الدنيا فلاطھا نینسئہ لہ ولا انشراح لصدراہ بل صدراہ ضیق حرج لضلالہ وان تنقع ظاہرہ ولبس ماشاء واکل ماشاء۔۔۔۔۔ فہو فی قلق و

حیرة و شط۔۔۔۔۔ فہذا من ضنک المعیشتہ۔ بعض علمائے اس سے مراد عذابِ قبر لیا ہے۔

۹۲ یہ سزا تو دنیا میں ملی اور جب روزِ محشر آئے گا تو اندھا ہو کر اٹھے گا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھللا ہوا محسوس ہوگا۔ دوسری آیت میں ہے۔ و نَحْشُرْھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی وُجُوْھِھُمْ عَمٰیًا وَبِکْمًا وَصُمَّتًا۔ (بی بقرہ: ۹۴)

یعنی ہم انھیں قیامت کے دن انکے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے، گونگے اور بہرے۔

۹۳ اپنے آپ کو اندھا پا کر کہے گا الہی میں تو دنیا میں بینا تھا میری آنکھیں بڑی خوب صورت تھیں۔ میری بینائی بڑی تیز تھی۔ آج کیا ہو گیا مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔ آخر مجھے اتنی سخت سزایوں دی جا رہی ہے۔

تُنْسَى ۱۴۴ وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۝

کر دیا جائیگا اور یونہی ہم بڑے سنگے ہر اس شخص کو جس سے بگاڑ گیا اور ایمان نہ لایا اپنے رب کی آیتوں پر۔

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ۱۴۵ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمَا هَلَكَنا قَبْلَهُمْ ۝

اور اس لوہے کی عذاب کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیر پا ہے۔ کیا یہ سب (بے ایمان) انھیں اہل ہدایت نہ دکھا سکی ہے کہ انہی تو میں تھیں جو ہم نے

مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْجِدِنَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّأُولِي

دماغ اور سوج باعث، ان سے پہلے بڑا کر دیا جلتے پھرتے ہیں یہ لوگ جگہ راہے سب کج مکاروں میں اس میں ہر ہی قدر کی نشانیوں ہیں اللہ نے انہیں

التَّهَى ۱۴۶ وَكُلًّا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزِمَانًا وَاجِلًا مِّمَّا سَمِعْتُمْ ۝

کے لیے۔ اور اگر ان کے انجام کے متعلق آپ کے رب فیصلہ پہلے نہ ہو گا ہوتا اور ان کے لیے ایسا وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ابھی ان پر

۱۴۴ جواب میں تمہارے دست کہتے ہو لیکن تمہیں یاد ہے میری آیتیں تھے پڑھ کر سنائی گئیں، ہدایت کی دعوت دی گئی، میرے بندوں نے مجھے بھاننے کی برسی کو کشش کی لیکن تو نے میری آیات کو فراموش کر دیا اور انہیں پس پشت ڈال دیا۔ سو یہ اسی کی سزا ہے۔ یہاں آج تمہیں فراموش کر دیا گیا ہے۔ نسیی کا معنی بھلانا بھی ہے اور نظر انداز کر دینا بھی۔ یہاں دوسرا معنی زیادہ مناسب ہے۔ فاعل نسیی عنہا ترک کیا۔ تَنْسَى۔ تَتْرُكْ۔

۱۴۵ ذکر آدم کے بعد اب روستے سخن کفار مکہ کی طرف ہے۔ وہ تجارت پیشہ لوگ تھے اور آتے دن انہیں سفر پیش رہا کرتے کبھی شام کی طرف جا رہے ہیں اور کبھی میں کے سفر کی تیاری ہو رہی ہے۔ اثنائے سفر ان کا زکر کئی اجڑی ہوئی بستیوں اور ویران کھنڈروں کے پاس سے ہوا کرتا تھا۔ ان سے پوچھا جاتا ہے کہ ان اجازت بستیوں اور ویران کھنڈروں کے پاس سے گزرتے ہوئے تم نے کبھی نہیں سوچا کہ یہاں بھی کبھی لوگ بستے تھے۔ یہ بستیاں بھی زندگی کی زنجیروں سے آباد تھیں۔ آج یہاں کیوں خاک آ رہی ہے۔ یہاں بیٹے والے لوگوں پر یہ کیا افتاد پڑی کہ اپنے خوب صورت مکانوں کو چھوڑ کر پلے گئے اور کہاں چلے گئے اگر تم نے کبھی زحمت فکر برداشت کی ہوتی تو تمہیں پتہ چل جاتا کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کی اور انہیں برباد کر دیا گیا۔ سوچو! اگر تم بھی باز نہ آئے تو تمہیں تمہارا انجام بھی انہی کی طرح ہونا پائیگا۔

۱۴۶ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ دہلا کلمہ سبقت من ربنا و اجل مسمی لکان لزاما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے ایک فیصلہ دیکھ کر دیا ہوتا اور ان کے عذاب کے لیے وقت مقرر نہ ہوتا تو ابھی انہیں برباد کر دیا جاتا لیکن رحمت اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ انہیں فوراً ہلاک نہ کیا جائے۔ وہ فیصلہ دیکھ کر کیا تھا اس کے متعلق علامہ پانی پتی فرماتے

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

عزائیل جہانمیں راہ جیب، صبر کیسے ہی دل دکھائی ہو اور باتوں کی طرف اور پاکی بیان کیجیے اور رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے

وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ الْيَلِّ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ

پہلے اور لستے غروب ہونے سے پہلے۔ اور رات کے لمحوں میں اس کی پاکی بیان کرو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ آپ

تَرْضَىٰ ۗ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ

خوش رہیں۔ اور آپ مشتاق نہ لگا ہوں سزا دیکھیے لہذا ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافر کے چند گروہوں کو

ہیں۔ وہی العداۃ بنا خیر عذاب کفار ہذا الاثمۃ الی یوم القیامۃ وعدم استیصالہم فی الدنیا لیکون الشی علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین۔ (مظہری)

یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اس لیے یہ مناسب نہ ہوا کہ کافروں کو تمسکس کر ڈالاجائے بلکہ قیامت تک انھیں ہمت دے دی۔

۷۹۵ لے جیب، ان کی دلآزاروں بہتان طرزوں اور بدخومیوں پر صبر فرمائیے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں مشغول رہیے۔ ہم آپ کو خوش و خرم فرما دیں گے۔ اسلام کو وہ عروج حاصل ہو گا کہ آپ کا دل باغ باغ ہو جائیگا۔ یہ پدے ہوتے جانوروں کی طرح دور بھاگنے والے آپ کی روشن کی ہوئی شمع ہدایت پر پرواز وار شمار ہونگے۔ ان کی ساری خوشیاں اور آرزوئیں اس بات میں سمٹ کر رہ جائیں گی کہ تیرے اشارۃ ابرو پر جان دے دیں اور تیرے قدموں پر اپنے سر قربان کر دیں۔ اس آیت میں نمازوں کے اوقات کی طرف بھی اشارہ ہے۔ قبل طلوع سے مراد نماز صبح اور قبل غروب سے مراد نماز عصر آنا لیل سے مراد نماز عشاء اور تہجد اور اطراف النہار سے مراد ظہر اور مغرب۔

۷۹۶ داعی حق کے لیے یہ چیز کبھی کبھی بڑی تشویش کا باعث ہوتی ہے کہ جو لوگ حق کو قبول نہیں کرتے اور فسق و فجور میں مگن رہتے ہیں اور اگر انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اٹنا صالح مشفق کی گپڑی اچھالتے ہیں اور اس کی توہین پر بغلیں بجاتے ہیں۔ پھر بھی ایسے لوگوں کی دولت و ثروت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ان کی حیثیت اور رعب کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے۔ وہ انکار حق کے باوجود نہ مانتے پھرتے ہیں بلکہ زور انسان سوچنے لگتا ہے کہ اگر یہ گمراہ ہوتے تو قدرت ان سے اتنا نافع نہ برتی۔ ان کو اتنی لمبی ہمت نہ ملتی کہیں نہی راہ راست پر نہ ہوں۔ اس آیت میں اپنے محبوب کو خطاب فرما کر سب اطمینان حق کو بتا دیا کہ دنیا کا یہ ساز و سامان جو کفار کو دیا گیا ہے اس کی طرف لپچائی ہوئی نظروں سے مت دیکھو۔ یہ دولت ان کے راہ راست پر ہونے کا انعام نہیں بلکہ ان کی آزمائش کو سنگین اور ان کے ہمتان کو دشوار بنانے کے لیے ہے۔

زَهْرَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْسِهِمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى

یومض زیب زینت میں دنیوی زندگی کی اور انھیں اس سے وہی ہیں تاکہ ہم آنا میں نہیں ان سے۔ اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور پیشہ رہنے

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ

والی ہے ۹۹ اور حکم دینی اپنے حکم والوں کو نماز کا سنت اور خود بھی پابند رہیے اس پر نہیں سوال کرتے ہم آپ کے رزق کا دیکھ رہی

ذرا آیت کی ترکیب پر غور فرمائیے اگر اذواجاً "کو متعنا" کا مفعول بنایا جائے تو "منہم" اس کی صفت ہوگی، معنی ہوگا "ازواجاً ای اصنافاً من الکفرۃ" یعنی کافروں کے مختلف گروہ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ "ازواجاً" حال ہو اور "بہم" کی ضمیر ذوالحال اس وقت "منہم" "متعنا" کا مفعول "بہ" ہوگا اور من بعضیہ ہوگا تقدیر کلام یوں ہوگی "ما متعنا بہ بعضہم حال کون المتمتع بہ اصناف من العال" اور "زہرۃ الحیوۃ" فعل مفعول اعطینا ہم کا مفعول ہوگا اور اگر اسے "متعنا" کا مفعول بنایا جائے تو اس وقت یہ ماننا پڑے گا کہ "متعنا" "اعطینا" کے معنی کو متعنا ہے زہرۃ الحیوۃ الدنیا: زینتہا و بہجتہا یعنی دنیا کی آرائش و رونق۔

۹۹ آپ اس دنیائے فانی کے ساز و سامان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھیں ہی کیوں۔ آپ کے پروردگار نے اے حبیب جو پاکیزہ اور عطا روزی جو نور ہدایت، جو سعادت نبوت اور جو مراتب عالیہ آپ کو عطا فرماتے ہیں ان کے سامنے اس مال و متاع کی قدر و قیمت ہی کیا ہے۔ یہ بہا آج نہیں توکل خزاں کی نذر ہو جائے گی۔ یہ سیم وزر کے انبار ایک ہی معاشی بحران میں محسوس ہو کر رو جائیں گے۔ یہ بزمِ مہرب موت کے ایک ہی جھٹکے سے درہم برہم ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن تیرے بلخ حسن کی بہار سے نچھڑنا دل ہمیشہ ہمیشہ کھلتے رہیں گے۔ تیرے کمالات کا ہم ہمیشہ ہمیشہ آراستہ رہے گا۔ تیرے فیض کا چہرہ تابہ جاری رہے گا۔ جس محفل میں میرا ذکر ہوگا وہاں تیری سبقت کے قصیدے بھی ضرور پڑھے جائیں گے تیری عظمت کا پرچم سرِ عرش لہراتا رہے گا۔ و دوزق و تبث خدیو ابقی بار بار پڑھے اور اس میں بار بار غور کیجیے۔

۱۰۰ نماز خزانہ رحمت کی کلید ہے۔ اس کے گلشن رضوان کا دروازہ ہے ہجوم مصائب کے وقت انسان کی سپر ہے پہلی آیت میں اقامتِ صلوٰۃ کا حکم صرف اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ اب ارشاد ہے اے محبوب جتنے تیرے ہیں سب کو ہماری بارگاہ میں شرف باریابی حاصل کرنے کا اذن عام ہے۔ تیرے دامن رحمت میں جتنے پناہ لینے والے ہیں سب کو بتا دو کہ آپ کے رجب فیض و عطا کے چشے جاری ہیں کوئی پیاسا نہ رہے۔ کوئی سراسیمہ دنیا کے پیچھے مارا مارا نہ پھرے۔ لے لے شند لبو، جہاں کہیں بھی ہو اور جس حال میں ہو دوڑ کر آؤ میرے رجب بجز رحمت کی مویں تمہاری منتظر ہیں۔ یہاں اہل سے مرا حضورؐ کے سارے غلام حضورؐ کی ساری امت ہے۔ خاندان رسالت بطریق اولیٰ اس حکم میں شامل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خاتونِ جنت اور شہیدِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز میں کے

نَزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۝ وَقَالُوا لَوْلَا آيَاتُنَا بِآيَةِ مَنْ رَبِّهِ

روزی دیتے ہیں بولتے اور اچھا انجام پر ہرزنگاری کا ہی ہوتا ہے اور کفار کہتے ہیں کہ (یہ نبی) کیوں نہیں لے آتا ہمارا پاس فی نشانہ لیے خود بیدار کرتے تھے۔

افسوس! کہ آج سادات کلام کی ایک کثیر تعداد کو اس حکم کی اہمیت کا احساس تک نہیں ہو سکا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں گویا نماز ایک بیگنہ اور سزا تھی جو انہیں معاف کر دی گئی۔ کاش ان فریب خوردہ شاہین بچوں کو جنہیں کرگسوں کی صحبت نے اپنے مقام سے بیگانہ کر دیا ہے۔ نماز کی حقیقت کا علم ہوتا تو وہ اس میدان میں سب سے آگے جھرتے۔ جس طرح ان کے اسلاف کلام اس میدان میں سب سے آگے اور سب کے راہ نمائے۔

یہی حال عام مسلمانوں کا ہے۔ عیسٰی سے دیکھو ایک بازاروں میں کاروبار کرینگے کھیتوں میں شہقت کرینگے چودہ چودہ گھنٹے سرگرمی لگائی اٹھائینگے اور کوئی تنہا محسوس نہ کرینگے لیکن اگر اسی اثناء میں نماز کا وقت آجائے اور اللہ تعالیٰ کا منادی حق علی الصلوٰۃ لکنہ پکارے تو فوراً اعضاء شکنی شروع ہو جائے گی۔ تھکاوٹ سے چور چور ہو جائیں گے۔ ہم نے اپنے خاکریوں کو عین جاڑے کے موسم میں سحری کے وقت گلی کوچوں میں پابندی سے جھانڈ دیتے دیکھا ہے۔ نہ اس وقت انہیں نیند ستاتی ہے اور نہ سحری راستہ روک کر کھڑی ہوتی ہے لیکن یہ تو فتنہ قبولیت کی ان شہانی گھڑیوں میں وضو کر کے اپنے رب کی جناب میں سجدہ کر لیں تو توبہ یہ ان سے نہیں ہو سکے گا۔ یہ زحمت وہ گوارا نہیں کر سکیں گے۔ الا ماشاء اللہ۔ اس کی بھی یہی اور صرف یہی وجہ ہے کہ ہم نماز کو ایک بوجھ ایک بیگار سمجھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک سزا ہے جو ہمیں مسلمان ہونے کے جرم میں دی گئی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ نماز سے رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ اگر ہم آکر برستے ہیں۔ عیسیتوں کے سیلاب کے سامنے بند بندہ جاتا ہے تو یقیناً ہم ایسا نہ کریں جو ہم کرتے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اے جب ہم نے اپنے آپ کو اپنا رازق سمجھ لیا ہے اور رزق رسائی کی ذمہ داری اپنے ذمے لے لی ہے اُس وقت ہم اس پیکر میں سرگراں ہیں۔ دن رات میں ہمیں فرصت کا کوئی ایسا لمحہ نہیں ملتا جس میں اپنے خالق و مالک کو یاد کر لیں اس غلط فہمی کا قرآن میں بار بار ازالہ کیا گیا ہے اور یہاں بھی بتایا جا رہا ہے کہ تم رازق نہیں ہو۔ نہ اپنے نہ اپنے بال بچے کے اور نہ کسی اور کے۔ رزق رسائی کا بوجھ اپنے اوپر لا کر تم خواہ مخواہ ہلکان ہو رہے ہو۔ رازق تو میں ہوں جو تمہارا خالق ہو گیا میرے قبضہ قدرت میں ہی رزق کے سارے خزانے ہیں۔ میں تمہیں بھی روزی دیتا ہوں اور تمہارے اہل و عیال کو بھی پالتا ہوں تم ان دھندوں میں پھنس کر اپنی عمر برباد نہ کرو بلکہ اپنے انجام کی فکر کرو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کانت الدنیا حقاً فترک اللہ علیہ امرہ وجعل فقره بین عینیہ ولم یأتہ من الدنیا الا ما کتب له ومن کانت الآخرة نیتہ جمع له امرہ وجعل غناہ فی قلبہ

اَوْ لَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةٌ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُولَى ۝ وَاِنَّا اَهْلَكْنَاهُمْ

اپنے بچے سے پہلے (ان سے پہلے کیا نہیں گیا ان کے پاس واضح بیان جو پہلی نازل شدہ کتابوں میں ہے) اور اگر ہم انہیں جگمگ کر دیتے

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا ارْسَلْتَ الْيَنَارَ سُوْرًا فَتَنَّبِعْ

کسی عذاب سے پہلے تو کہتے لے ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تاکہ ہم پڑھی کرتے

اِيْتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَذَلَّ وَنَخْزِي ۝ قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوا

تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوئے۔ (اے حبیب!) آپ انہیں فرمائیے ہر شخص (انجام کا) منتظر ہے

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحَبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنْ اهْتَدَى ۝

سو تم بھی انتظار کرو تم غم غم قریب جان لو گے کون ہیں سیدھی راہ پر چلنے والے اور کون ہدایت یافتہ ہیں

وانتہ الدنيا دہی داغمة (ابن کثیر) یعنی میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا کہ جس کے پیش نظر صرف دنیا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے حالات کو مضطرب کرتا ہے! اور احساس فقر ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور اتنی کہ کاوش کے باوجود اسے دنیا میں سے اتنا کچھ ہی ملتا ہے جو اس کے مقدر میں پہلے لکھا جا چکا تھا اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حالات کو سنبھال کر دیتا ہے اور اس کے دل کو غمی بنا دیتا ہے اور دنیا و ذلیل ہو کر اس کے سامنے آتی ہے۔

اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ کسب معاش سے روکا جا رہا ہے نہیں ایسا نہیں! کسب معاش کا تو اللہ اور اس کے رسول نے بار بار حکم دیا ہے اور رزق حلال کو فضل خداوندی کہا گیا ہے۔ وابتغوا من فضل اللہ جو چیز ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ انسان نیا کمانے میں ایسا کھو جائے کہ حلال و حرام کی تمیز نہ ہے اور نماز و زکوٰۃ کی توفیق سے بھی محروم ہو جائے۔
۱۰۲ صبح و شام انہیں آیات خداوندی سنائی اور کھجانی جاری ہیں قدم قدم پر بھجوا دیا گیا ہے۔ ہدایت کی روشنی ہر سو پھیل رہی ہے اسکے باوجود وہ کہتے ہیں کہ کونج تک کوئی ایسی نشانی نہ دکھائی گئی جس سے آپ کی سچائی ہونا ثابت ہوتا اور نہ فرمایا جان لائے۔
۱۰۳ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری ضد اور ہٹ جوڑی کا کوئی علاج نہیں ساری پہلی کتابیں ایسے لائل سے جڑی پڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی توحید اسلام کی صداقت اور حضور کریم کی نبوت ثابت ہوتی ہے پھر اس قرآن کے نزول کے بعد کیا کسی ایسی نشانی کی ضرورت باقی ہے جس کے تم منتظر ہو۔ ۱۰۴ ان کی ساری محبت بازیوں کا مختصر مگر زندان شکن جواب اس آیت میں لے دیا گیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی حبیبہ نور قلوبنا وقرۃ عیوننا وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۷

تعارف سورۃ الانبیاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام : کیونکہ اس سورۃ میں بہت سے انبیاء کرام کا تذکرہ ہے اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا ہے۔
 نزول : یہ سورہ تمام ہائیکے ہے اس میں ۷ رکوع ۱۱۲ آیتیں ۱۱۸۶ کلمے اور ۳۸۹۰ حروف ہیں۔
 مضامین : جہاں بھی کفر و مشرک کی ظلمت چھا جاتی ہے وہاں زندگی کے متعلق انسان کا قصہ تو یہی مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے غور و فکر کی قوتیں اپنا بیج ہرجاتی ہیں۔ وہ اپنی ان اپنا بیج قوتوں کے سہارے غلط دواں تک ہی قدم بڑھا سکتا ہے جہاں تک اس کے حواس ظاہر و کئی رسائی اور شاہدہ کی سرحد ہے کہ کسی آنے والی زندگی کا قصہ تو تک نہیں کر سکتا اسے لاکھ بھایا جائے اس کے سامنے دلائل کے انبار لگا دیئے جاتیں وہ اس حقیقت کو باور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا کیونکہ اخروی زندگی پر اس کا ایمان نہیں ہوتا اس لیے اس کی ساری کوششیں اس زندگی سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے اور دولت کیلئے اور عزت و اقتدار حاصل کرنے میں صرف ہرجاتی ہیں صواب نامصواب جاننا اور حلال و حرام کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے خواہشات نفسانی کی تسکین کے لیے وہ دوسروں کی عزت و ناموس کو پامال کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا۔ اپنے خرافوں کو بھرنے کی خاطر وہ بڑے اطمینان قلب سے ٹوٹ کھوٹ میں سرگرم ہرجاتا ہے اگر مستند اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے انسانی جان و مال کی اخلاقی قدروں کی ارشادات خلاف زندگی کی قربانی دینا پڑے تو وہ اس سے بھی باز نہیں آتا۔
 یہی حالت عہد نبوت کے کفار و مشرکین کی تھی اور آج بھی جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہیں رہا۔ وہاں یہی حال ہے خواہ وہاں کے لوگ اپنی سائنسی اور صنعتی ترقی سے قدم قدم پر نئے کوششے دکھا رہے ہوں۔

اس لیے اس سورۃ پاک کے آغاز میں پوری قوت سے ان کے اس فکری افلاس اور زمینی بے راہ روی کا ازالہ کرنے کی کوشش فرمائی جا رہی ہے! انھیں بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے جن قوموں نے یہ روش اختیار کی تھی ان کے دردناک انجام کی داستان تم ان کھنڈرات کے شکستہ ڈرویاں سے پوچھ سکتے ہو جو تمہاری تجارتی شاہراہوں کے ارد گرد دکھڑے ہیں وہ تمہیں بتائیں گے کہ یہاں بسنے والے بھی تمہاری وطن قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے وہ دنیا کی لذتوں میں مگن ہو گئے۔ انھیں سمجھانے والوں نے بہتیرا بھجایا لیکن وہ نہ سمجھے۔ آخر کار غضب الہی کی آگ بھڑکی اور اس نے انھیں چاروں طرف سے جب اپنی لہریٹ

میں لے لیا تو وہ بہت کدو سے بہت بھانگے بہت چھینے بہت پتلانے لیکن وہ اپنے انجام بد سے بچ نہ سکے اسے کفار تم ان کے حالات سے عبرت پکڑو ایسا نہ ہو کہ ہمت کی گھڑیاں گزر جانے کے بعد تم بھی اسی ہولناک انجام سے دوچار کر دیے جاؤ۔

۲- اس کے بعد توحید باری کے ثبوت کے لیے نکتہ بینی دلائل کے ساتھ ساتھ عقل دلیلیں بھی پیش کر دیں تاکہ انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش ادھوری اور ناتمام نہ رہے۔

۳- فرشتوں کے متعلق ان کے غلط عقیدہ کا بطلان کر دیا کہ وہ خدا کی اولاد نہیں بلکہ اس کے معزز بندے ہیں جو ہر وقت اس کی یاد اس کی بندگی اور اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔ نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔

۴- اسی ضمن میں توحید، نبوت اور آخرت کے بارے میں مشرکین کے ٹھکانے و شبہات کو بیان کیا اور بڑے حکیمانہ انداز میں ان کی تردید بھی کر دی۔

۵- اس کے بعد چند جلیل القدر انبیاء اور اولوالعزم رسولوں کی سیئیں بیان فرمائیں تاکہ راہِ نور و منزلِ تسلیم و رضا اگر کسی شکل سے دوچار ہو تو حوصلہ ہار نہ دے شیکستہ پاؤں پر بیٹھ نہ جائے بلکہ ان پاکیزہستیوں کی سیرت کے مطالعہ سے تقویت حاصل کرنا ہوا گئے بڑھتا جائے۔

۶- سورۃ کے آخری رکوع میں ایک بار پھر اس حقیقت کو بیان فرما دیا کہ جو شخص نیکی اور راستی کی راہ پر صدق و اخلاص سے گامزن ہو گا وہ ہمارا داور کامیاب ہو گا۔ اس کی کوئی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔ یہ لوگ روزِ محشر کی ہولناکیوں سے بھی خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ اس روز فرشتے مرجھا بخوش آمدید! کہتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے اور جو بد بخت اپنی غلط کاریوں پر پشید رہے اور سبھلنے کے باوجود نہ سمجھے تو انہیں ان کے معبودوں سمیت دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

انتقامِ شورت سے پہلے قرآن کی شان اور صاحبِ قرآن کی عظمت کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے ان فی ہذا البلاغ القوم حابدین یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں دین و دنیا میں فلاح و کامرانی حاصل کرنے کے قاعدے مذکور ہیں جس کے ماننے والے کو کسی اور نظامِ حیات کی درپوزہ گری کی ذلت نہیں اٹھانی پڑتی۔ یہ کتاب ہی تمام ضروریات کے لیے کافی ہے اور صاحبِ قرآن کے متعلق فرما دیا۔ وعازلنا اللہ عنہم من اللہمین کہ ہم نے آپ کو سب جہانوں کے لیے سربراہِ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ قوم جس کی یہ شان ہے اور جس کے نبی کا یہ مقام ہے۔

سُورَةُ الْاِنْبِيَاءِ يَكْتُمُ الَّذِي يَكْفُرُ اِثْنَا عَشَرَ آيَةً وَ سَبْعٌ رُكُوعًا

سورۃ الانبیاء مکی ۱۱۲ آیتیں ۷ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝

قرب آ گیا ہے لوگوں کے لیے ان کے اعمال کے حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

لو انسان کی فطرت سیدھے اس لیے طبعاً وہ سبکی کو پسند کرتا ہے اور سچی کو قبول کر کے اس کو اطمینان اور خوشی ہوتی ہے۔ لیکن اگر غلط تربیت، بگڑے ہوئے ماحول یا حالات کے تقاضوں کے پیش نظر وہ راہِ راست سے بھٹک جاتا ہے تو اس کی سید فطرت بغاوت پر آمادہ ہوتی ہے۔ اس کا ضمیر اسے سرزنش کرتا ہے اور یہ سرزنش بڑی تلخ اور تیز ہوتی ہے۔ پھر یا تو انسان اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر دل سے اُٹھنے والی پیہم حدائے احتجاج کو خاموش کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور اس کی طرف سے غفلت برتنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ آواز خاموش ہو جاتی ہے یا اس آواز کو سننے والے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ گناہ میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے ظلم کی تلوار سے تڑپتے دیکھ کر لطف اندوز ہوتا ہے اور غفلت و سیان کا پردہ اتنا دبیز ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں انجام کی ہولناکیوں کو بھی نہیں دیکھ سکتیں اس کی غفلت اس کے لیے بڑا سہارا ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ بڑے اطمینان سے ہر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا وہ غفلت اور خود فراموشی اسے ہولناک انجام سے بچا سکتی ہے جب اہمیت کی گھڑیاں ختم ہو جائیں گی تو کیا اسے کوئی ایسا گوشہ مل سکے گا، جہاں وہ چھپ جائے اور اس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس لیے خیر خواہی کا تقاضا یہ نہیں کہ آپ غفلت کی چادر تان کر سو رہے ہوں خطرات کا گھیرا تنگ ہو رہا ہو اور اس خیال سے آپ کو ہنسنے اور ہانسنے کا مشاہدہ کر کے آپ پریشان ہونگے بلکہ خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو جگا یا جائے۔ آپ کو ہنسنے اور اگر پھر بھی آپ آنکھ نہ کھولیں تو غفلت کی چادر نوح کر پھینک دی جائے تاکہ بروقت ہوشیار ہو کر آپ اپنا بچاؤ کر سکیں۔

اس آیت میں کفار کی بعینہ نہی حالت بیان کی گئی کہ وہ غفلت کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے ہیں تاکہ انھیں ضمیر کی سرزنش بے چین نہ کر دے تاکہ وہ اپنے اعمال کے بھیاںک انجام سے باخبر ہو کر مضطرب نہ ہوں لیکن اس سے کیا حاصل حساب کی گھڑی تو رفتہ رفتہ نزدیک سے نزدیک تر آرہی ہے۔ مکافات عمل کا قانون حرکت میں آیا ہے

مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَ

نہیں آتی انکے پاس کوئی نازہ نصیحت ان کے رب کی طرف سے ملے مگر یہ کہ وہ سنتے ہیں اسے اس حال میں ڈراؤنی

هُمْ يَلْعَبُونَ ۗ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسْرُ وَالنَّجْوَى الَّذِينَ

لعب میں (مخفی) جیتے ہیں۔ غافل جیتے ہیں ان کے دل تلے اور (اچھے) خلاف، سرگوشیاں کرتے ہیں ظالم تلے۔

ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَأَنْتُمْ

(وہ کہتے ہیں) کیلے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند۔ تو کیا تم نیروی کرنے لگے ہو جادو کی حالاکہ تم دیکھ رہے ہو

لے محبوب! ان کو جگاؤ۔ ان خود فراموشوں کو ہوش میں لاؤ۔ ان کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دو کہ یہ اپنی نجات کا بروقت
اہتمام کر سکیں۔ الغفلة سہو یعنی الانسان من قلة التحفظ والالتفات۔ (المفردات)

کیونکہ جو وقت گزر چکا ہے اس کی نسبت سے بقیہ وقت کم ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اقترب للناس۔ نیز جس چیز
کا ہونا یقینی ہو خواہ وہ دور ہو عقلمندانے نزدیک ہی سمجھتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ کل ما هو آت قريب۔ ہر وہ چیز جس کا
آنا یقینی ہو وہ قریب ہے۔

تلے "محدث" ذمہ کی صفت ہے یعنی جب بھی کوئی نئی سورۃ یا آیت ان کی ہدایت کے لیے اترتی ہے تو اسے توجہ سے سننے
کے لیے بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اس پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کرتے۔ لہو ولعب میں مگن رہتے ہیں۔ اور اگر انھیں خصوصیت
سے سنانے کا اہتمام بھی کیا جائے تو وہ سننے کے ساتھ کھیل تماشے کا شغل بھی جاری رکھتے ہیں۔ هو يلعبون کا معنی
يستهنون (یعنی وہ مذاق کرتے ہیں) کیا گیا ہے۔ اور یہ بڑا مناسب ہے۔ (مظہری)

تلے ان کلمات کی صحیح اہمیت کا پتہ تب چلتا ہے جب لہو کا لغوی مفہوم پیش نظر ہو۔ کسی اہم اور ضروری چیز سے توجہ
ہٹا کر کسی غیر اہم اور غیر ضروری چیز میں مشغول ہو جانا اللہو ما يشغل الانسان عما يعنيه ويهتمه وقوله لاهية
قلوبهم ای ساهية مشتغلة بما لا يعنيهها۔ یعنی یوم جزا تو انھیں یاد ہی نہیں اس کے متعلق فکر کرنے کا تو انکے
پاس وقت ہی نہیں۔ اسے جھلکا کر ان کے دل دنیا کی زیب و زینت میں کھو کر رہ گئے۔

تلے ہدایت کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔ اس کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی ہے۔ وہ بڑی کوشش کرتے ہیں
کہ اپنے آپ کو اس فریب میں مبتلا رکھیں کہ ابھی سویرا نہیں ہوا۔ ابھی اندھیری رات ہے لیکن کہاں تک۔ آئے دن
کوئی نہ کوئی سعادت مند راجح و دعوت حق کو سن کر لبیک کہہ دیتی ہے۔ اسلام کے خلاف ان کے متحدہ محاذ میں جگہ جگہ
خطرناک قسم کے رخنے اور ٹکاف نمودار ہو رہے ہیں۔ اس خطرہ کا تدارک کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے سے خفیہ

تُبْحِرُونَ ۝ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۝

اگر یہ تمہاری طرح بشر ہے، انہی کو تم غولیاں مریب مانتا ہے جو بات کہی جاتی ہے۔ آسمان اور زمین میں ہے

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَل

اور وہی ہر بات سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے دو کہتے ہیں کہ بلکہ یہ پریشان خواب ہیں (انہیں) بلکہ

شورے کرنے لگے ہیں۔ لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنے کے لیے جیلے تراشے جاتے ہیں اور اعتراض گھڑے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک سنگین قسم کا اعتراض یہ ہے کہ یہ دین سجادین نہیں کیونکہ اس کا داعی یا نکل ہماری طرح بشر ہے۔ کھانا ہے پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے۔ معاذہن میں یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ یہ نبی نہیں تو اس سے عجوبات کیوں صادر ہوتے ہیں اور اس کا کلام جسے وہ خدا کا کلام کہتا ہے اسے سن کر رنج پر جذب و کیفیت کا عالم کیوں طاری ہو جاتا ہے اور اس کے جلال سے دل کیوں کانپ اٹھتے ہیں! اس خلش کا ازالہ وہ یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ کھانا کھا، سو، اور یہ سب مجھ سے جادو کا کرشمہ ہیں اور اس کلام کی تاثیر بھی سحر کی مرہون منت ہے اس لیے ہمیں جان بوجھ کر اس جادو کا اتباع نہیں کرنا چاہیے۔ - افتائون السحواہی تبعونہ۔

یہاں ذرا ایک نحوی پیچیدگی ہے اس پر بھی غور فرمایا جائے۔ واسو والنجوی الذین ظلموا کے فقرہ میں استزوا فعل ہے ذجوی مفعول اور الذین فاعل اور نحو کا قاعدہ یہ ہے کہ فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہوتا ہے۔ اس قاعدے کے مطابق استزوا النجوی ہونا چاہیے تھا۔ فاعل ظاہر ہونے کے باوجود استزوا جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ استزوا میں واؤ ضمیر جمع نہیں بلکہ علامت جمع ہے تاکہ استزوا کا لفظ سننے ہی سننے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کا ایک فاعل نہیں بلکہ متعدد ہیں۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ واؤ ضمیر جمع فاعل ہے اور الذین فاعل نہیں بلکہ واؤ کا بدل ہے اور واؤ ببدل مذہبے جیسے شرعاً عقداً وصقوا کثیر منہم میں گزر چکا ہے۔ مے تم یہ کس سے چھپ چھپ کر سرگوشیاں کر رہے ہو میرے رب سے؟ میرے رب سے تو تمہاری کوئی بات راز نہیں وہ تمہاری زبان پر آنے والی باتوں کو بھی سنتا ہے اور تمہارے دلوں کے مسوحوں کو بھی جانتا ہے۔

تھے قرآن کے دلائل قاہورہ نے کفر و شرک پر ان کے یقین کو ہلاک رکھ دیا ہے۔ قرآن کی تاثیر اور آفتاب اسلام کی تابانی ناقابل انکار حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے اس کا انکار کریں تو کیسے اس کی تاویل کریں تو کیا! اس لیے ایک متذنب آدمی کی طرح ہر لحظہ اپنا وقت تبدیل کرنے پر مجبور ہیں۔ کبھی کہتے ہیں یہ جادو ہے۔ کبھی کہتے ہیں یہ پریشان خواب ہیں۔ کبھی کہتے ہیں یہ خدا کا کلام ہرگز نہیں خود گھڑا ہے اور خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے تاکہ لوگ معروب ہو کر ٹانٹے لگیں۔ کیونکہ ان تاویلوں کی لغویت ان پر عیاں ہے اس لیے کہیں بھی قدم نہیں ٹیکتے۔ آخری تان میاں آکر ٹوٹی ہے کہ شاعر

اَفْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖ فَلْيَأْتِنَا بِالْبَيِّنَاتِ كَمَا أَرْسَلْنَا الْأَوَّلُونَ ۖ

اس شخص کو کھلا بھیجیں انہیں ابلاکہ شاعر ہے (اگر وہ سچا نہیں ہے) تو لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی جس میں بھیجے گئے تھے پہلے انبیاء میں

مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ

نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی شہ جسے ہم نے تباہ کیا تھا تو کیا اب یہ لوگ

يُؤْمِنُونَ ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ

ایمان لے آئی گئے۔ اور ہمیں رسول بنا کر بھیجا ہم نے (آج بھی) آپ سے پہلے مقررہ لوگوں کو ہم نے وہی بھیجی ان کی

فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۗ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ

طرف ہیں (آج حکرو!) پوچھو اہل علم سے اگر تم خود حقیقت حال کو نہیں جانتے اور ہمیں بتاتے ہم نے ان انبیاء کے

جَسَدًا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ۝

(یعنی ہم کہہ دکھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے

ہے شاعر! ای ہوں متحیروں لایستقرن علی شیئ قالوا مآء سحر و مآء اضغاث احلام و مآء افتراء و مآء

شاعر۔ (قرطبی)

شے اگر یہ نبی ہوتا تو پہلے انبیاء کی طرح کوئی اپنا معجزہ دکھاتا۔ نہ ہاتھ میں عصا ہے اور نہ آستین میں یہ بیضیا اور آئے

ہیں جس اپنی نبوت کا قائل کرنے۔ بے چارے اپنے مضطرب دلوں کو کس کس طرح طفل تسلیاں دے رہے ہیں۔

شہ اس میں ان کے آخری اعتراض کا جواب ہے۔ یعنی پہلے انبیاء پر بھی ان کے معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان

کی قومیں ایمان نہ لائیں۔ اسی طرح یہ بھی دلائل و بیانات کے اجالے میں قبول حق سے انکار کر رہے ہیں۔

۷ کفار کے اس شبہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ آپ بشر ہیں۔ اس لیے نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہماری سنت ہی یہی

ہے۔ آج تک بنی نوع انسان کی طرف جتنے انبیاء بھیجے گئے وہ انہی کے ہم جنس تھے۔ کیونکہ انہم کا مقصد

اسی طرح پورا ہو سکتا ہے۔ اگر نبی فرشتہ ہوتا تو اس کے آنے کی دو صورتیں تھیں۔ اگر وہ اپنی ملکوتی شکل میں آتا تو تم

اس کی معیبت سے دم توڑ دیتے اور اگر انسانی صورت میں آتا تو پھر تم وہی اعتراض کرتے کہ یہ ہماری طرح بشر ہے۔

تھیں کون سمجھانا کہ یہ بشر نہیں فرشتہ ہے۔ اس لیے سنتِ الہی یہی ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے کسی انسان کو

صَدَقْنَهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَهُمْ وَمَنْ نَشَاءُ وَاهْلَكْنَا

سچا کر دکھایا انھیں (جو) وعدہ دہم نے ان سے کیا تھا ہنے پس ہم نے نجات دی انھیں اور ان لوگوں کو جن کو ہم نے

المُسْرِفِينَ ۱۰ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ

(کتاب) چاہا اور ہم نے ہلاک کر دیا حد بڑھے (الذکر) جیسا ہم نے تمہیں تمہاری طرف ایک کتاب جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۱۱ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً

کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں (کیونکہ) وہ ظالم تھیں اللہ

ہی نبی بنا کر مبعوث فرمایا جاتا ہے۔ اگر تمہیں اس میں شک ہے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ اہل ذکر سے مراد یا تو کتب سابقہ کے علماء ہیں اور یا اس سے مراد اہل اللہ اور عارفین ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نحن اهل الذکر۔ (قطب) یعنی ہم اہل ذکر ہیں ہم سے پوچھو۔ ہم تمہیں حقائق سے باخبر کریں گے۔

نئے پہلے انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے وہی معاملہ کیا جو تم نبی الانبیاء سے کر رہے ہو۔ انھوں نے بھی اپنے انبیاء کو دکھ پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ہم نے اپنے نبیوں کے ساتھ نصرت و اعانت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کیا۔ ان کے دشمن ہلاک ہو گئے اور آخری کامیابی انہی کے حصہ میں آئی۔

اللہ ذکر کا معنی یہاں عز و شرف بھی کیا گیا ہے۔ والمراد بالذکر ہینا الشرف اور واقعی اس سے بڑھ کر امت محمدیہ کی عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے صاحب قرآن بنایا۔ الحمد للہ۔

اللہ بدار اور سرکش قوموں پر جب عذاب آتا ہے تو ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ حسرت و ندامت سے وہ کس طرح نہ پڑ کاٹتے ہیں اور اپنی عظمتوں پر کس طرح پھپھکتے ہیں۔ مزید برآں بعد از وقت ندامت کا جو انجام ہوتا ہے ان آیات میں ان کا بڑے موثر پیرائے میں ذکر فرما دیا۔

مشکل الفاظ: القصم۔ الکتور۔ توڑ پھوڑ دینا۔ ریزہ ریزہ کر دینا۔ یوکضون۔ الیوکض۔ العدو بشدة الوطأ۔ تیزی سے دوڑنا۔ یہاں مقصد ہے بھاگ کھڑے ہونا۔ حصیداً۔ حصد کہتے ہیں درانتی سے فصل کاٹنا۔ خاصہ دین نمود سے ہے۔ آگ کا بچہ جانا مراد ہے مر جانا۔

أَنْ تَتَّخِذَ لَهُمْ آلًا تَتَّخِذُهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ كُنَّا فَعَلِينَ ۖ بَلْ

ہر تاکر تم (اس کائنات کو) کھیل تماشا بنا میں تو تم بنا لینے اسے خود بخود (میں کون رکھ سکتا تھا) بلکہ تم سب کا رول لے نہیں ہیں بلکہ تم تو

نَقَذْتُمْ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَذْمُغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۗ وَ

پھوٹ نکالتے ہیں حق سے باطل پر شلے پس وہ اسے کھل دیتا ہے اور وہ یکایک ناپسید ہو جاتا ہے اور

لَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۗ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ

(آ) باطل پرستوں! تمہارے لیے ہلاکت ان دنا زیاں باتوں کا ہوتی جو تم بیان کرتے ہو اور انہیں کہتے ہو جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۗ

اور جو (فرشتے) اللہ کے نزدیک ہیں وہ ذرا کشتی نہیں کرتے اس کی عبادت سے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔

يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ۗ أِمَّا تَتَّخِذُوا الْهَيْ

وہ (اس کی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات دن اور وہ اگتاتے نہیں کیا بنا ہے ہیں انھوں نے خدا (ایل)

۱۵۷ اگر بھاری سہی مرضی ہوتی کہ دنیا اور اس میں بننے والے انسانوں کو تفریح طبع کا ذریعہ بنا میں تو میں کون روک سکتا تھا لیکن

یہ بات ہمارے مقام الہییت اور شان حکمت کے خلاف تھی۔ بعض علماء تفسیر نے لہو کا معنی فرزند و زن بھی کیا ہے اس

صورت میں یہود و نصاریٰ کی تردید ہوگی لیکن پہلی آیت سے مناسبت وہی معنی رکھتا ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا (روح المعانی)

شلے قذف کا معنی دور سے پھینکنا۔ الہی البعید مد مغ۔ ایسی ضرب جس سے دماغ پھٹ جائے یعنی ہمارے پیش نظر تخلیق

کائنات سے صرف ایک چیز ہے۔ یہ کہ حق کا بول بالا ہو اور باطل نامراد و ناکام ہو اس لیے ہم باطل کی طاغوتی قوتوں پر حق

کا گزرتا ہے جس کو اس کو کھل کر کھتیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ہم بھی طبعاً باخبر ہو رہے ہیں اب انہی آکھوں سے اس کا شاہد کر لو۔

۱۵۸ کوئی اس کا بیٹا نہیں کوئی اس کا شریک ہے ہمسر نہیں۔ سب اس کی مخلوق ہیں اور اس کے بندے ہیں جتنا کوئی اسکے

قریب ہے اتنا ہی وہ اس کی عظمت کبریا کی سے لرزہ برانداز ہے اور اظہارِ عجز میں سرگرداں ہے اور ہر وقت اس کی

عبادت اور ذکر میں لگا رہتا ہے۔ من عندہ سے اکثر مفسرین نے فرشتے مراد لیے ہیں۔ لیکن حضرت شارح تفسیر پانی پتی

لکھتے ہیں۔ ہم الملئکة والانبیاء و من فی معناہم یعنی فرشتے، انبیاء اور جو ان کے پیروکار ہیں اور عبادت گزار ہیں۔

کان مخرجن سے و امم حضو اور ذکر حق کا انقطاع یا من میں جس طرح انسان و سرکاروں میں مشغول رہنے کے باوجود سانس لیتا رہتا ہے واللہ العبادہ اعلم

مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ

زمین سے جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہوتے زمین و آسمان میں کوئی اور خدا سوا اللہ تعالیٰ

إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۵۹﴾

کے توحید و فوں برباد ہو جاتے شے پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جو عرش کا رب شے ان تمام نازیبا باتوں کو جو وہ کہتے ہیں

و منقطع من المقربین و دام الحضور والذکر الخفق الذي لا يمكن انقطاعه من المقربین بشرأفان او ملگا کما لا يمكن انقطاع النفس (منظری)
چند الفاظ: مستحسنون، ای لایعیون یعنی عبادت کرنے سے تحک نہیں جاتے۔ یضوتون: الانکسار والضعف یعنی کمزور اور کمزور بننا۔ یشترکون: زندہ کرنا
شے اللہ تعالیٰ کی توحید کی یہ ناقابل تردید دلیل ہے انسان اس میں جتنا غور و تامل کرے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی توحید پر
اس کا یقین محکم اور ایمان بچھڑتا جاتا ہے۔ اور اس کے باوجود اتنی سہل اور عام فہم ہے کہ ایک سادہ لوح و دیبانی
بھی اس کو سمجھ سکتا ہے اور اپنے دل کو نور یقین سے منور کر سکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک ملک کے دو فرمانروا ہوں
جن کے اختیارات مساوی ہوں تو اس ملک میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکیں گے اور اس کی ساری رونقیں خاک سیاہ
بن کر رہ جائیں گی۔ اگر ایک ہی ملک کے دو جنرل ہوں تو وہ فوج کسی میدان میں جمع نہیں کر سکیں گے۔ یہ ایسی بات ہے جسے
ہر لکھا پڑھا سمجھی جانتا ہے اور ایک ان پڑھ چرواہا بھی جس کی عمر سیاسی ہنگاموں سے دور جنگوں میں بگیاں چراتے گزری
ہو اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی ملک میں کسی قوم نے اپنے دو ایسے حکمران مقرر کیے ہوں جو قوت و طاقت اور
اختیار میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں لیکن اگر آپ اس آیت میں مزید غور کریں تو آپ کو اس دلیل کی گہرائی اور
گیرائی کا مزید اندازہ ہوگا۔ پہلے آپ یہ سمجھیے کہ الہ (خدا) کون ہو سکتا ہے۔ الہ وہ ہو سکتا ہے جو واجب الوجود ہو۔
اپنے موجود ہونے میں کسی خالق کا محتاج نہ ہو۔ نیز جو تمام صفات کمال سے متصف ہو اور جلد نقائص و عیوب سے پاک ہو
جو خدا اپنے موجود ہونے میں کسی غیر کا دست نگر ہو اس کو الہ کہنا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ خدا جس میں کبھی خوبیاں
اور کمالات مفقود ہوں اور جس میں طرح طرح کے عیب پائے جاتے ہوں ایسی ہستی کو بھی خدا کہنا عقل و دانش کی سب سے بڑی
توجہ ہے۔ اب جب ہم نے عقل سلیم کی روشنی میں یہ فیصلہ کر لیا کہ خدا وہ ہے جو واجب الوجود ہو اور تمام کمالات سے
متصف اور تمام عیوب سے پاک۔ تو اب ذرا سوچیے کہ اگر ایک زمانہ خدا مان لیے جائیں تو ان کی باہمی حیثیت کیا ہے۔ اگر
سارے ناقص ہیں اور کائنات پیدا کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت کے محتاج ہیں تو ان میں سے ایک بھی اس قابل
نہ ہو کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو خود محتاج ہو وہ کسی کی حاجت روائی کیا کرے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک کامل قدرت
کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا پڑی ہے کہ اس بدیع اور حیران کن نظام عالم
کی تخلیق میں دوسروں کو شریک کرنا پھرے جو وہ بلا شرکت غیر سے انجام دے سکتا ہے اور اگر سب یکساں قوت، اختیار اور

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿۵۰﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ

نہیں پرسش کی جا سکتی اس کام کے متعلق جو وہ کرتا ہے ۵۰ اور ان تمام سے) ہا ہا پرس ہوگی۔ کیا انھوں نے بنا لیے ہیں

ارادہ کے مالک میں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب ایک حد ما دوسرے حد سے شکر لے گا تو کائنات کی وجہیں اڑ جائیں گی اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب نے آپس میں مصالحت کر لی ہے اور باہمی اتفاق سے سارا نظام چل رہا ہے تو کیا حوادث عالم کے رو پذیر ہونے میں سب کی قوت صرف ہو رہی ہے یا ایک کی۔ اگر ایک کی قوت ہو رہی ہے تو دوسرے بیکار ہونگے۔ اور یہ بھی اچھے خدا ہونے کے طاقت تو ہے لیکن تعین کی دولت کی طرح بیکار ہو رہے مضر اور اگر سب کی قوت و ارادہ سے ہر کام انجام پا رہا ہے تو پھر دریافت طلب امر یہ ہوگا کہ سب علیحدہ علیحدہ ۲۱۵ کام کو کر سکتے ہیں یا نہیں اگر نہیں کر سکتے تو عاجز و ناتوان ہوتے جو نشان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ہر ایک کر سکتا ہے اور پھر سب مل کر کرتے ہیں تو یہ بھی قوت و ارادہ کی بے جا ماننا ہے اور ضیاع ہے جو حماقت کی دلیل ہے۔ غرضیکہ اگر الہ کا مضموم ذہن نشین ہو اور پھر اس آیت طیبہ میں غور کیا جائے تو عقل و فہم کی دنیا میں مشرک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ علامہ اسماعیل حقانی نے عیا خوب لکھا ہے کہ اگر ایک بدن میں دو روح اور ایک نظام شمسی میں دو سمر آفتاب نہیں سما سکتا۔ تو اس جہان بالادست میں بھی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے علاوہ اور کوئی دوسرا خدا نہیں سما سکتا۔ (روح البیان) ۵۰ عرش جہتدیر کائنات اور تقدیر عالم کا سرچشمہ ہے اور اس عالم ہمت و بورد کے لیے شاہی تخت کی مانند ہے جو اس کا مالک ہے جو اس پر حکم ہے اس کا کسی کو مشرک ٹھہرانا بہت بڑی حماقت اور نادانی ہے۔

۵۰ اعتراض اس پر کیا جاتا ہے جو غلط اور ناروا فیصلہ کرے۔ غلط فیصلہ وہ کرتا ہے جسے حالات کا صحیح علم نہ ہو اور عمر قرض کتنا سے زین دیتا ہے جس کے علم کا دائرہ وسیع ہو اور واقعات کے وہ گوشے جو پہلے آدمی سے پنہاں تھے اسکے سامنے عیاں ہوں نیز اگر کوئی شخص اپنے اختیارات سے تجاوز کر کے کوئی فعل کرتا ہے تو اس پر گرفت بھی کی جا سکتی ہے کہ تم جب ایسا کرنے کے مجاز نہ تھے تو تم نے ایسا کام کیوں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا علم بھی ظاہر و باطن ماضی و مستقبل کو محیط ہے اور اس کے اختیارات بھی بڑے وسیع ہیں۔ کیونکہ ہر چیز کو اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ وہی اس کا مالک ہے اور جب مالک کو اپنی ملکیت میں اپنی مرضی کرنے کا اختیار ہے۔ وہ سیاہ کرے سپید کرے کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں پر مکمل اختیار کیوں نہ ہو۔ ایسی مستی جو ہر مردان اور ہر عین ہے جس کے قبضہ قدرت میں تفسیر فرس سے و از عرش تک کچھ بھی ہے سب کچھ ہے اس کے کسی فعل یا قرائض کرنا جہالت کا مظاہرہ کرنے اور اپنی حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہے۔ ایسا نہیں کرنا جسے کشف حقیقت کے لیے معرفت تکمیل کے لیے توبار کا ہونی میں بان ال کھول سکتے ہیں لیکن اعتراض کا انجام وہی ہوتا ہے جو اہلسنن میں لکھا تھا اس نے بھی اعتراض کرتے ہوئے دیکھا تھا آج کل من خلقت طینا اگر وہ اس کی نکت کے متعلق سوال کرنا تو اس کے ساتھ یہ سوک نہ ہوتا۔ میں بھی اپنا تمام پہچانا چاہتا ہوں کوئی ایسی بات نہ بان پر نہ لانا چاہیے جو غیرت خداوندی کو گوارا نہ ہو۔

دُونَهُ إِلَهَةٌ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِي

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کعبود۔ (حکیم) آپ (انھیں) فرمائیے تمہارے پیش کردہ اپنی دلیل۔ قرآن جو نصیحت ہے میرے ساتھ والوں

اللہ تعالیٰ کے محبوب و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا یا گستاخی کرنا غضب الہی کو بھڑکا دیتا ہے۔ علم و تقدیر کے تمام محلات سمار کر کے رکھ دیتے جاتے ہیں۔ علامہ اسماعیل حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک فاضل اجل سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس میں تھے تو ایک مجرب اور محروم اذلی نے کہا کہ سوائے نفوس سے کسی کو چھکارا نہیں خواہ وہ بھی ہو (وہ سے اشارہ حضور علیہ السلام کی طرف کیا) کیونکہ انھوں نے بھی کہا ہے "حَبَّبَ لِي مِنْ دُنْيَا كَثْرَةُ ثَلَاثِ الطَّقِيبِ وَالنَّسَاءِ وَ حَرَّةِ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ" یعنی تمھاری دنیا سے تین چیزیں میرے لیے مرغوب کی گئی ہیں۔ خوشبو، نساء، اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نمازیں ہے۔ میں نے اس گستاخ کو کہا تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی۔ حدیث میں (أَحَبُّتُ لِي مَنِي مِّنْ يُّسْتَدْرِكُنِي فِيهَا) کا لفظ نہیں) بلکہ (حَبَّبَ) میرے لیے مرغوب بنا دی گئی ہیں) کا لفظ ہے جو اسے نفس تو توبہ ہوتی کہ اسبیت کا لفظ ہوتا فرماتے ہیں اس گستاخ کا منہ تو میں نے بند کر دیا لیکن میں اس کی بد زبانی پر بڑا غمگین ہوں کہ اپنے آپ کو انتہی کھلانے والا شخص بھی ایسی بات اپنی زبان پر لا سکتا ہے۔ رات کو خواب میں حکیم مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زیارت کا شرف بخشا اور فرمایا۔

"لَا تَغْتَفِرُ فَقَدْ كَفَيْتَنَا امْرُؤًا غَمَزُوهُ نَبِيٌّ مِّنْهُمْ نَعَى اس کا کام تمام کر دیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ

قتل کر دیا گیا ہے۔ (روح البیان)

علامہ مرحوم اگر آج ہوتے اور ان امتیوں کا حال دیکھتے جو اپنے آپ کو بشریت میں حضور کا ہم پلہ ثابت کرنے کے لیے کس سو قیانا انداز میں حضور کی ازدواجی زندگی کا ذکر کرتے ہیں تو ان کا گلہ پھٹ جاتا۔

شب پرہمی طلبید بدترامت نقصان اونداند کہ ابد نوری تو ظاہر باشد
ہرگز از رشتے جدل بر تو سخن میراند بشل شد اگرش بولعی، کافر باشد

چمکا ڈر پیا ہستی ہے کہ آپ کے بدر کمال کے نور کو کم کر دے۔ وہ بیوقوف یہ نہیں جانتی کہ آپ کا نور ابد تک ال رہے گا۔ جو بد بخت آپ کی ذات پر زبان طعن دراز کرے، وہ عقل و فہم میں بولعی سینا کی مانند بھی ہو تو وہ دولت ایمان سے محروم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سرور کائنات علیہ التسلیمات و التعمیات کی ذات پاک تو برہی اعلیٰ وارفع ہے۔ اگر کوئی شخص اولیاء و مشائخ پر بھی بے جا اعتراض کرتا ہے تو وہ نعمت و برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور علم و عرفان کا دروازہ اس کے لیے بند ہو جاتا ہے۔

نئے دلائل توحید بیان فرمانے کے بعد دنیا بھر کے مشرکوں کو چیلنج دیا جا رہا ہے کہ اپنے مشرک و اصنام پرستی پر عقلی یا نقلی کوئی ایک تو ایسی دلیل پیش کریں جو قابل غور ہو۔

وَذَكَرُ مَنْ قَبْلِي ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ

کے لیے اور وہی کتب جو صیحت میں سیر خیرتوں کیلئے رتبہ جو میں انکا کوئی حوالہ نہ ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں سے اکثر ہی کو نہیں پہنچے۔

فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ

اس لیے وہ (اس) نہ سمجھتے ہیں۔ اور نہیں بھیجا اے ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم

إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ

نے وحی یہی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو وہ کہتے ہیں بنا لیا ہے

الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۖ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ لَا يَسْبِقُونَهُ

رحمن نے (اپنے لیے بیٹا) سبحان اللہ! (یہ کیونکر ہو سکتا ہے) بلکہ وہ (اے) ہمزند ہے ہیں اللہ نہیں سبقت کرتے اس سے بات

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُونَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کار بند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنَ

اور جو کچھ انکے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے۔ مگر اسکے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ (اس کی بے نیازی

خَشِيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ

کے باعث) اسکے خوف سے ڈرتے ہیں۔ اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا

اللہ توحید کی یہ دعوت جو میرا رسول مکرم تمہیں دے رہا ہے یہ کوئی انوکھی دعوت نہیں بلکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ حسیب شریع

ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کو یہی دعوت

دی ہے شریع و احکام میں حالات کے پیش نظر تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن عقیدہ توحید میں سب کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

اللہ کے لیے کسی قبائل مثلاً بنی خزاعہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے اور یہود و نصاریٰ عزیز و مسیح کو ابن اللہ

کہا کرتے۔ اس بہتان صریح کی نفی کی جا رہی ہے کہ یہ محض بکواس ہے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ

دُونِهِ قَدْ لِكِ نَجْزِيَهُ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝۴

تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی۔ یونہی ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو۔

أَوْ لَمْ يَدْرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا

کیا بھی غور نہیں کیا ہے کفر و انکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں

جنسین وہ اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں کہتے ہیں وہ تو اس کے معزز و محترم بندے ہیں۔ غلط عقیدہ کی تردید کے ساتھ ساتھ عبادت مکرموں کو فرما کر ان کی عزت و شان کو پار چاند لگا دیئے۔

بلکہ اپنی توحید کے دلائل عقلیہ و نقلیہ بیان کرنے کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے: "الذوق، الفصل الانعام" (مغزوات) کسی چیز کا باہم و گریست ہونا اور ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا: الفتح، الفصل بین المتصلین (مغزوات) دو چیزیں ہوتی چیزوں کو الگ الگ کر دینا۔ ارشاد باری ہے کہ زمین و آسمان موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ پھر ہم نے اپنی قدرت سے زمین کو الگ کر دیا! اور آسمان کو الگ کر دیا حضرت ابن عباس اور دیگر علماء تفسیر سے اس آیت کا یہی مضمون منقول ہے۔ قال ابن عباس والفضا و عطا و قناده کانتا شیشا واحدا ملتزقین ففتوا الله بينهما بالهواء (قرطبی) یعنی زمین و آسمان شے واحد کی طرح تھے۔ اور ان کے اجزا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے جیسے ہوئے تھے۔ پھر ہوا کے ذریعہ انھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔ سینکڑوں صدیوں کی تحقیقات، تجربات اور غور و فکر کے بعد علماء طبیعیین جس نتیجہ پر پہنچے ہیں قرآن حکیم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چند الفاظ میں ذکر کر دیا تھا۔

ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدا میں آفتاب ایک بھڑکتا ہوا شعلہ تھا اس کی حرکت بہت ہی تیز تھی ٹرڈ ہور میں اس کی حرکت کم ہوتی گئی اور وہ سکر دتا اور چھوٹا ہوتا گیا اور اس سبب اس کے مادے میں گاڑھا پن آ گیا اور حرکت کی تیزی کے سبب اس میں سے چند ٹکڑے ٹوٹ کر دور دور تک چلے گئے اور اسی کے گرد چکر کھانے لگے اس وقت تک ظاہر ہوا ہے کہ آفتاب سے گیارہ ٹکڑے ٹوٹے ہوئے ہیں جن سے ہمارا نظام شمسی بنا ہے اور زمین بھی انہی سے ایک ہے۔

تخلیق عالم کا ذکر کرتے ہوئے مولانا آزاد نے خوب لکھا ہے۔

"موجودہ زمانہ میں اجرام سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کڑھ ارضی کی ابتدائی نشوونما کے جو نظریے تسلیم کر لیے گئے ہیں۔ یہ اشارات بظاہر ان کی تائید کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان بنیادوں پر شرح و تفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں اٹھا سکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح نہ ہو گا۔ یہ نظریے کتنے ہی مستند تسلیم کر لیے گئے ہوں لیکن پھر بھی نظریے ہیں اور نظریات جزم و یقین کے ساتھ حقیقت کا فیصلہ نہیں کر سکتے پھر اس سے کیا فائدہ کہ ان کی روشنی میں

رَتَقًا فَفَتَقْنَهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط

تھے جیسے تھے پھر ہم نے انکے ایک کر دیا انہیں اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز جسے

أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۳﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ

کیا وہ اب بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم نے بنا دیئے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ جسے تاکہ زمین لرزتی نہ

بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۱۶۴﴾

ہے انکے ساتھ۔ اور بنا دیئے ہم نے ان پہاڑوں میں کشادہ راہیں تاکہ وہ (اپنی منزل مقصود کا) راستہ پاسکیں۔

قرآن کے محل اور محتمل اشارات کی تفسیر کی جائے لیکن کل کو کیا کریں گے۔ اگر ان نظریوں کی جگہ دوسرے نظریے پیدا ہو گئے۔ صاف بات یہی ہے کہ یہ معاملہ عالم عرب سے تعلق رکھتا ہے جس کی حقیقت ہم اپنے علم و ادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے۔ اور قرآن کا مقصود ان اشارات سے تخلیق عالم کی شرح و تحقیق نہیں ہے۔ خدا کی قدرت و حکمت کی طرف انسان کو توجہ دلانا ہے۔

ترجمان القرآن، جلد ۱۷، صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶

رتق اور فتق کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ رتق سے مراد یہ ہے کہ آسمان کا منہ پیلے بند تھا۔ کوئی بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین کا منہ بھی بند تھا۔ کوئی چیز اس میں پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کا منہ بھی کھلا (فتق) اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر بھی ٹوٹی۔ اس میں سے ضروریات کی ہر چیز اُگنے لگی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۶۳ء پر جاندار چیز کی تخلیق پانی سے کی گئی ہے۔ یہی اس کا مادہ اصلی ہے۔ یا ہر جاندار کی بقا اور نشوونما کا انحصار پانی پر ہے یا یہ کہ مادہ منور جو ہر جاندار کا اصل ہے۔ وہ پانی ہے بہر حال جس لحاظ سے دیکھو زندگی اور پانی کا جوئی دامن کا ساتھ ہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں۔ ”عموماً جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے۔ الا کوئی ایسی مخلوق جس کی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہوگی۔ لاک ٹو حکم الککل کے اعتبار سے یہ کلمہ صادق رہے گا۔“

۱۶۴ء پہاڑوں کو سطح زمین پر جاکر زمین کی جس حرکت کا علاج کیا گیا ہے وہ اس کا ڈانواں ڈول ہونا اور بچکولے کھانا ہے اس سے حرکت زمین کی فتنی پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

۱۶۵ء ہم نے اتنے اونچے اونچے پہاڑ پیدا کیے جن کی بلندی چوٹیاں آج بھی ہمہ جوا انسانوں کو لٹکار رہی ہیں لیکن ان پہاڑوں کی تخلیق میں بھی قدم قدم پر تمہیں ہماری حکمت کے جلوے نظر آئیں گے۔ ان کو سنگین دیواروں کی طرح کھڑا نہیں

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۗ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا

اور ہم نے بنایا آسمان کو ایک چھت مثلے جو سخت رحمت محفوظ ہے اور وہ لوگ (ابھی) اسکی نشانیوں سے روگردانی

مُعْرِضُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

کیے ہوتے ہیں اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا لیل و نہار کو مثلے اور مہر و

وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ

ماہ کو۔ سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں اور ہمیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لیے جو آپس

کڑا گیا کہ ایک طرف دوسری طرف آمد رفت ہی بند ہو جائے بلکہ ان میں ایسی گھائیاں اور تھے بنائیتے ہیں جن کو عینم ایک طرف دوسری طرف جاسکتے ہو بلکہ بڑی بڑی شاہراہیں بنا سکتے ہو۔ الفج الطرق الواسع بین الجبلین۔ یعنی دو پہاڑوں کے درمیان جو کشادہ راستہ بنانا ہے اسے فج کہتے ہیں۔ فجاج اس کی جمع ہے۔

۲۷۔ کیونکہ آسمان زمین کو اسی طرح ڈھانپے ہوئے ہیں جیسے چھت مکان کو۔ اس لیے فرمایا ہم نے زمین کے لیے آسمان کو بمنزلہ چھت بنایا ہے یعنی یہ ایسی چھت نہیں جو گر پڑے یا اس میں شکاف ہو جائیں بلکہ یہ ہر طرف محفوظ اور مستحکم ہے۔ مثلے پھر مزید یہ کہ یہ فرمایا کہ رات دن کا تسلسل قائم کر دیا۔ اگر ہمیشہ رات کا اندھیرا اچھا رہتا یا ہمیشہ دن ہی ہوتا تو دنیا کی یہ رونقیں نہ ہوتیں یا تمازت آفتاب زمین جل جہنم جاتی یا ساری دنیا قطب شمالی کے علاقوں کی طرح برتکے نیچے دبی رہتی۔

۲۹۔ فلک کیا ہے؟ کیا سماں (آسمان) اور فلک دونوں ایک چیز ہیں۔ کیا شمس و قمر اور دوسرے سیارے ان میں اس طرح گردش کرتے ہیں جس طرح لکڑی میں کیل؟

فلاسفہ یعنی قدیم علماء طبیعیین کی رائے یہ ہے کہ فلک اور آسمان ایک چیز کے دو نام ہیں اور فلک کی انھوں نے یہ تعریف کی ہے۔ بانہ حتی عالمر متحرك بالادارة حوكة مستديرة ولا يقبل الخوق والالتصام یعنی فلک زندہ ہے عالم ہے۔ اپنے ارادہ سے گول حرکت کرتا ہے۔ پھٹنے اور جڑنے کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ فلاسفہ کے نزدیک فلک میں خرق والتصام ممنوع ہے اس لیے انھوں نے یہ کہا کہ ستارے ان میں گردش کرتے ہیں۔ وہ متحرک نہیں بلکہ وہ فلک متحرک ہیں جن میں وہ گردش کرتے ہیں۔ کیونکہ حرکتیں مختلف ہیں اس لیے انھوں نے افلاک کو متعدد دمانہ ہے ان کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ افلاک کی تعداد تو ہے۔

فلک کی جو تعریف ان فلاسفہ نے کی ہے علمائے اسلام نے علم کلام کی کتابوں میں اس کا بطلان ثابت کیا ہے بلکہ اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور سماں (آسمان) دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور سماں افلاک سے اوپر ہے چنانچہ

علامہ آوسی لکھتے ہیں:-

قال اکثر المفسرين هو الفلك موج مكفوف تحت السماء يعبر فيه الشمس والقمر. كلفك يك
سورج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور مس و مسرا سی میں موج حرکت میں اور
ضحاك جو شور اور سلم مفسر ہیں۔ ان کا قول ہے کہ فلك کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ ستارے
گردش کرتے ہیں ان کی مدار کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس کا اس باب میں یہی قول مشہور ہے قال الضحاك وهو ليس
بجسم وانما هو مدار هذا النجوم والمشهور ما روى عن ابن عباس - فلا سفك لا قول كذا فلك كقولك لعدا وفسبے یہ بھی
قطنی اور یقینی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہوں۔ والحق انه لا قاطع على نفي ما عدا ذلك (شرح المعانی)
امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اور علامہ ابی حیان اندلسی نے اپنی اپنی تفسیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور
پسند فرمایا ہے۔

علامہ ابی عبد اللہ الانصاری القرطبی کی عبارت ملاحظہ ہو:- والاصح ان السیارة تعبری فی الفلك - وهي
سبعة افلاك دون السهوات المطبقة التي هي مجال الملائكة واسباب الملكوت فالقمر فی الفلك الادنى ثم
عطارد ثم الزهرة ثم الشمس ثم المريخ ثم المشتري ثم زحل والناس من فلك المبروج والناس الفلك الاعظم
قال ابن زيدا افلاك مجاری النجوم والشمس والقمر - وقيل الفلك موج مكفوف ومجری الشمس والقمر فيه
والله اعلم (قرطبی)

یعنی کوکب سیارہ فلك میں چلتے ہیں اور یہ آسمانوں سے نیچے ہیں۔ چاند سب نچلے فلك میں ہے۔ اس سے اوپر
عطارد، پھر زہرہ، پھر سورج، پھر مریخ، پھر مشتری، پھر زحل، انھوں کو فلك المبروج، نائوں کو فلك اعظم کہتے ہیں۔ ان سب سے
اوپر سبع سہوات (سات آسمان) میں۔ جو ملائکہ کی جہان نگاہ اور اسباب ملکوت کا مخزن ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

یہ حقائق جو صدیاں سال پہلے علمائے اسلام اپنی نگاہ حقیقت بین اور عقل رسا سے بے نقاب کر چکے ہیں ان کی
روشنی میں اگر جدید علمائے فلكیات کی تحقیقات کا آپ مطالعہ کریں گے تو آپ کو قرآن کریم کے کتاب الہی ہونے کا یقین آ
جائے گا اور علمائے اسلام کی وقت نظر اور ان کے علوم کی وسعت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ جو سکتا ہے جس طرح آج کے
سائنس دان اپنے پیشروؤں پر تنقید کر رہے ہیں ان کے شاگرد کل اپنے ان استادوں کی غلطیاں نکالنے لگیں۔ اس لیے
کسی مومن کو یہ زیبا نہیں کہ قرآن کی صداقت کو وہ تسلیم کرے جب جدید تحقیقات کی سند اسے مل جائے بلکہ اس کا
یہ نتیجہ یقین ہونا چاہیے کہ حق وہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ قدیم تحقیقات اور جدید انکشافات کا وہی حصہ درست
ہے جس کی تائید قرآن سے ملتی ہے۔ اور جو قرآن حکیم کی تصریحات کے خلاف ہے وہ غلط ہے۔ آج نہیں توکل اسکے
علیہ اور خود اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اس سے بڑھ کر احساس کہتری کا مظاہرہ اور کوئی نہیں ہو سکتا
کہ مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کے لیے قدیم و جدید نظریات کا سہارا ڈھونڈتا پھرے البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ قرآنی

قَبْلِكَ الْخُلْدُ أَفَأَنْ مِتَّ فَهُمْ الْخُلْدُونَ ﴿۱۶۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

پینے لڑا (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا سنتے تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (ہمیں) ہمیشہ رہنے والے ہیں بہ نسیحت (کافروں)

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَتَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاللَّيْنَا

چھنے والا ہے۔ اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں بجا اور اچھے حالات سے دو چار کرنے اور (آخر کار تم سب) ہماری

تُرْجَعُونَ ﴿۱۶۷﴾ وَإِذَا رَأَوْا الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا

خوف ہی لوٹ آنا ہے۔ اور جب دیکھتے ہیں آپ کو اللہ وہ معجزوں کو کفر اختیار کیا ہے تو آپ سے بس سخر کرنے لگتے ہیں۔

هُزُوًا هَذَا الَّذِي يَذْكُرُ الْهَتَكُمْ وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمَنَ

(کہتے ہیں) کیا یہی وہ صاحب میں جو (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں تمہارے خداؤں کا۔ حالانکہ وہ (کفار) رحمن کے ذکر سے خود

حقائق کو سمجھنے کے لیے انتہائی کوشش کی جائے ایسا نہ ہو کہ ہم سے سنائے نظریات کو قرآن کے نظریات تصور کرنے لگیں اور

اس بے خبری کے باعث علم و دانش کی دنیا میں اپنی تضحیک کے ساتھ فرقان حمید کی توہین کا بھی سبب بنیں۔

(العیاذ باللہ)

۱۶۷۔ کفار نے اشاعتِ اسلام میں ہر قسم کے روٹے اٹھائے لیکن اس کی اشاعت میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

انہوں نے اپنے غم نصیب دلوں کو یہ کہہ سہلی دینی شروع کی کہ آخر کہاں تک ایسا ہوتا رہے گا۔ ایک روز تو انکی زندگی ختم ہو ہی جائے گی۔ اس کے بعد تو ہمیں آرام کا سانس لینا نصیب ہو گا۔ وہ کہا کرتے نہ تو بے حقد و بیباک المنون

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں ان کی حماقت کی طرف توجہ دلائی کہ اگر میرے محبوب نے اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا

تو کیا تم ابد الابد تک زندہ رہو گے جب تمہیں بھی ہر زندہ چیز کی طرح موت کا پالکہ پینا ہے تو پھر اس پر بغلیں بجانے کا کیا

فائدہ۔

۱۶۸۔ کفار کا یہ دستور تھا کہ جب محبوب رب العالمین کے پاس سے گزرتے یا حضور کو دیکھتے تو آواز سے کہتے مذاق کرتے

انہیں خود اپنی حماقت اور بلا دلتِ طبع کا احساس نہ ہوتا کہ وہ کہتے آہن ہیں جو خداوند رحمن کا انکار کر رہے ہیں جس کے

دستر خوانِ رحمت پر وہ کھل رہے ہیں جس کی بنائی ہوئی زمین پر وہ چل رہے ہیں جو ایسا کون ہو کہ اتنی واضح حقیقت کو بھی

نہ سمجھ سکے! اس کا مذاق اڑانا چاہیے کہ اس ذات والا صفات کا جو نہاں خاندان تقدیر کے اسرار پر آگاہ ہے اس لیے

کفار کا ایسا کرنا حماقت بالائے حماقت ہے۔

هُمُ كَفَرُونَ ﴿۱۶۷﴾ خَلِقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَجَلٍ سَأَوْرِكُمْ آيَتِي

رحمیر انکاری ہیں۔ انسان کی سرشت میں ہی جلد بازی ہے لہذا میں مغزب تمہیں خود ہی اپنی نشانیاں

فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿۱۶۸﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ

دکھائوں گا۔ سو تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ وعدا؟ (بتاؤ نا) اگر تم

صَادِقِينَ ﴿۱۶۹﴾ كَوَيْعَلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ

سچے ہو۔ کاش! جانتے کفار (اس وقت کو) جب وہ نہ روک سکیں گے اپنے

وُجُوهُهُمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُبْصَرُونَ ﴿۱۷۰﴾

چہروں سے آگ (کے شعلوں) کو اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی لہذا

بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدِّهَا وَ

بلکہ وہ آئے گی ان کے پاس ناگہان لہذا سو انہیں بدحواس کر دینی پھر وہ نہ اسے رد کر سکیں گے اور

﴿۱۷۱﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذَّبَتْ بِآيَاتِنَا قَوْمُ يُسُوفُ

۱۷۱ کسی چیز کو اسکے مقرّر وقت سے پہلے طلب کرنے کو عجلت کہتے ہیں۔ العجلة طلب الشيء وتعجبه قبل اوانه (روح البیان)

انسان کی عجلت پسندی انہرمن شمس ہے اور اس کے پے درپے ٹھوکریں کھاتے چلے جانے کا یہ بھی ایک بڑا سبب ہے

قال اعرابی ایا کھو العجلة فان العرب تکتبھا اقرالندامات۔ ایک اعرابی کا قول ہے خبردار جلد بازی سے بچنا۔

عرب اس کو اقرالندامات (ساری ندامتوں کی اصل) کہا کرتے ہیں۔ اہل عرب کا یہ محاورہ ہے کہ جو وصف کسی میں بہت

پائی جائے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو اس سے پیدا ہوا ہے جو بڑا غصیل ہوا ہے کہ جس میں خلق من غضب اور جو

زیادہ کریم ہوا ہے کہ جس میں خلق من کریم۔ کیونکہ جلد بازی بھی عام لوگوں کا شیوہ ہے اس لیے خلق من عجل کہا گیا۔

۱۷۲ تَمَّ نَوْمُهُ مِثْلَ نَوْمِ آلِ فِرْعَوْنَ فَكَرِهْنَاهُ كَرِهْتَ الْفِتْرَةَ ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲ تم نے نواہ مخواہ جلدی کیوں مچا رکھی ہے۔ جب فذاب الہی آئے گا تو تمہیں ہر سمت سے گھیر لے گا۔ اس وقت تم

چیزوں کے چلاؤ گے لیکن بے سود۔

۱۷۳ بَغْتَةً - فجأةً اچانک۔ تَبْهَتُهُمْ - تعجبوہو۔ حِرَانٌ و ششدر کر دینے والا۔

لَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ

نہی انہیں مزید بدلت دی جائیگی۔ اور بیشک مذاق اڑایا گیا ان رسولوں کا بھی جو آپ سے پہلے تشریف لائے تھے

فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

پس نازل ہوا ان لوگوں پر جو سخر کیا کرتے تھے ان میں سے وہ عذاب جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ۵۷

قُلْ مَنْ يَكْلُو كُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۗ بَلْ هُمْ

آپ پر چھپے (آسکر) کون ہے جو گھبائی کر سکتا ہے تمہاری رات اور دن بھر لئے خدائے رحمن سے (اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے) اگر

عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرَضُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّن

(ان سے کیا چھپنا) تو اپنے رب کے ہی روگرداں ہیں۔ کیا ان کے اور خدا ہیں جو بچا سکتے ہیں انہیں (عذاب) تمہارے

دُونَنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا

سوا ۵۸ وہ جو اپنے معبود تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور نہ انہیں ہماری تباہی

يُصْعَبُونَ ۝ بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ

میسر ہوگی۔ ۵۹ بلکہ ہم نے (عیش آرام کا) سامان دیا انہیں اور انکے آباء و اجداد کو حتیٰ کہ (اسی عیش آرام میں)

۵۷ حاق۔ احاطہ دار۔ گھیرے میں لے لینا۔ جوہری لکھتے ہیں (حاق بھرا عذاب ای احاطہ بھرا و نزل (الصالح) مذاقے ان کو گھیر لیا۔

۵۸ نادانوں! تم جو اپنے رب کریم کی یاد اور اس کے ذکر سے روگردانی کیے ہوئے ہو اس نے اگر کسی وقت اپنا عذاب نازل کر دیا تو کہاں سر چھپاؤ گے تمہیں کون پناہ دے گا۔

۵۹ تمہیں اگر یہ غلط فہمی ہے کہ تمہارے لات و وہیل اس وقت تمہیں ہمارے عذاب سے بچالیں گے تو اس کو اپنے ذہن سے نکال دو وہ پھارے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے چہ جائیکہ تمہیں بچانے پر قادر ہوں۔

۶۰ انکے بے بس اور کمزور ہونے کے باوجود ان کی امداد کی ایک اور صورت ہو سکتی تھی کہ ہم انکی پشت پناہی کرتے۔ ہماری تائید اور نصرت ان کے شامل حال ہوتی تو وہ اپنی قوت کے بل بوتے پر ذمہی ہماری تائید و نصرت سے اپنے عقیدہ مندوں

۱۶۸

الْعُمُرُ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

ان پر لمبا عرصہ گزر گیا (اور وہ سرکش ہو گئے) ۳۹ کیا وہ ملاحظہ نہیں کرتے کہ ہم زمین (کی پیمتوں) کو کٹھناتے چلے جا رہے ہیں اس کی

أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصَّمْ

(چاروں سمتوں سے) ۴۰ کیا وہ (ہماری تقدیر پر) غالب سمجھتے ہیں؟ آپ نے بتائے ہیں میں تمہیں ڈرتا ہوں (صرف) اللہ ہی سے اور تمہیں سناتے ہرے

الدُّعَاءِ إِذَا مَا يُنذِرُونَ ۝ وَلَٰكِنْ مَسَّتْهُمُ نَفْحَةٌ مِّن

پکارنے کو جب انہیں (عذاب الہی سے) ڈرایا جاتا ہے لگے اور اگر (صرف) چھو جائے انہیں ایک جھونکا تیرے رب کے عذاب کا تو

عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ وَنَضَعُ

(سارا نشانہ ہرن ہر جگہ) یوں کہتے ہیں صدحیف! بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ اور ہم رکھ دیں گے

کی امداد کر سکتے سوا اس کی بھی نفی کر دی اور بتا دیا کہ انہیں ہماری تائید و نصرت بھی قطعاً حاصل نہ ہوگی اب وہ بیمار کے کسی کی خاک دیکھی کر سکیں گے۔ علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس جملہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں یعنی ولا یصحبہم منا نصراً کما یصحب لمن یشفع عصابة المؤمنین من النبیین والملائکة والصالحین۔ (منظری) یعنی انبیاء ملائکہ اور اولیاء کرام جو کنگار مومنوں کی شفاعت کریں گے انہیں تو تائید الہی اور نصرت ربانی حاصل ہوگی لیکن کفار کے جھوٹے خدا اس سے بھی محروم ہوں گے۔

۳۹ ان کی سپہم سرکشی اور انکار کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ ہم نے عرصہ دراز سے انہیں اور ان کے آباء اجداد کو ہر طرح کی عورت و آسائش سے بہرہ ور رکھا ان کی غلط کاریوں کے باوجود لوگ ان کا احترام کرتے رہے۔ ان کی نافرمانیوں کے باوجود ان کے کاروبار میں ترقی ہوتی رہی۔ اس وجہ سے یہ بات ان کے ذہنوں میں راسخ ہو گئی ہے کہ وہ حق پر ہیں اس لیے وہ کسی داعی حق کی کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

۴۰ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ہمت کا عرصہ ختم ہونے والا ہے۔ ہم ان کے گرد رفتہ رفتہ حلقہ تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ اور گرد کے علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوتا جا رہا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ اب بھی انہیں کھولیں اور حق کو قبول کریں۔ لگے آپ فرماتے ہیں تو تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ناپیرا دستور نہیں بہتر ہے تم ہی میری مخلصانہ نصیحتوں کو گوشِ برش سے سن لو۔ عذاب الہی سے بچ جاؤ گے۔ ساتھ ہی فرما دیا یہ تو بہرے ہیں انہیں کچھ سنائی نہیں دیتا۔

المَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَا

جمع کرنے والے ترازو ۱۴۰ قیامت کے دن پس ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر اور

إِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا

اگر کسی کا کوئی عمل (خوبی یا برائی) کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے۔ اور ہم کافی ہیں

حَاسِبِينَ ﴿۱۴۱﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءَ

حساب کرنے والے۔ اور یقیناً ہم نے عطا فرمایا ۱۴۱ موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرقان اور روشنی

۱۴۲ لے اس پر مفصل بحث ضیاء القرآن جلد دوم سورۃ الاعراف آیت ۱۷ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

الموازین موصوف ہے اور القسط اس کی صفت ہے۔ موصوف اور صفت میں واحد جمع میں مطابقت ہونی چاہیے۔ اور یہاں ایسا نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ القسط مصدر ہے اور جب مصدر صفت واقع ہو تو واحد جمع سب کی صفت واقع ہو سکتا ہے والقسط صفة الموازين ووحده لانه مصدر يقال ميزان قسط وميزانان قسط وموازن قسط۔ (قرطبی)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گزارش کی کہ قیامت کے دن آپ میری شفاعت فرمائیں حضور نے فرمایا اَنَا فَاعِلٌ۔ میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں حضور کو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا پہلے کل صراط پر جہاں سے میری امت گزر رہی ہوگی (مجھے ڈھونڈنا اور اگر وہاں ملاقات نہ ہوئی تو میزان کے پاس مجھے تلاش کرنا) جہاں امت کے اعمال کا وزن ہو رہا ہوگا) میں نے عرض کی اگر وہاں بھی شرف ملاقات نصیب نہ ہو۔ فرمایا پھر حوض کے پاس خانی الاخطی هذه المواطن الثلاثة میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک تک ضرور ہوں گا۔ (ترمذی بیہقی)

۱۴۳ یہاں سے انبیاء کرام کا تذکرہ شروع ہے جن جن کمالات سے انھیں مشرف فرمایا گیا ان کا بیان ہے جن مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ تشریف لائے ان کے لیے جن جن مصائب انھیں دوچار ہونا پڑا اور جس صبر و استقامت سے انھوں نے کام لیا ان کا تذکرہ ہے تاکہ حق کا ہر علمدار ان کے اسوۂ حسنہ سے صبر و استقامت، ایثار و اخلاص اور ولایت کا سبق حاصل کرے۔

وَذِكْرُ اللَّيْمَتَيْنِ ۝۵۸ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ

اور ذکر پر ہیزگاروں کے لیے ۵۸۔ جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے رین دیکھے۔ نیز وہ

مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ۝۵۹ وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ أَنْزَلْنَاهُ

قیامت سے بھی ترساں رہتے ہیں۔ اور یہ قرآن نصیحت ہے بڑی بابرکت ہم نے (اسی) سے اتارا

إِن تَمُرُّ لَكُمْ مُنْكَرُونَ ۝۶۰ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ

ہے تو کیا تم اس کو مٹنے سے الٹا کرتے ہو۔ اور لقیٰ ہم نے محنت فرمائی تھی ابراہیم کو ان کی دانائی ۶۰۔

مِن قَبْلُ وَكُتَابِهِ عَلَيْهِمْ ۝۶۱ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا

اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔ ۶۱۔ یاد کرو جب آپ کے کھالپنے باپ اور اپنی قوم سے کہہ کر

۵۸۔ جو کتاب حضرت موسیٰ کو (اصالۃ) اور حضرت ہارون کو (نیابت) دی گئی تھی اس کے اوصاف بیان فرمائے جا رہے ہیں کہ وہ فرقان ہے یعنی حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والی ہے۔ وہ ضیاء ہے یعنی روشنی ہے جس سے شاہراہ حیات منور ہو رہی ہے اور پر ہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔ اگلی آیت نے بتا دیا کہ متنی کون ہوتا ہے۔

۵۹۔ حضرت موسیٰ و ہارون کے ذکر کے بعد ابوالانبیاء بعد المصطفیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تیر فرمایا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنی جان پر کیل کر اور خطرات کو دعوت دے کر جس جرأت سے توحید کا اعلان کیا جس حسن تدبیر سے جھوٹے خداؤں کی خدائی کا پول کھولا اور ان کے پھار یوں پر ان کی بے بسی کو آشکارا کیا۔ پھر جس استقامت کا مظاہرہ آتش کدہ میں جیلانگ لگاتے وقت کیا ان تمام چیزوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تب لقا آتینا ابراہیم رشتہ کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ آتا ہے گویا رشتہ وہ بصیرت اور دانش مندی ہے جس سے گمراہ ماحول میں نعرۂ توحید بلند کرنے کی جرأت اور اس کا سلیقہ اور اس راہ میں محال ہونے والی ساری مصیبتوں کو بھیننے کا حوصلہ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کا صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمیں ان عظیم اور نادر صلاحیتوں کا خوب علم تھا جو ان میں دو نعیت فرمائی گئی تھیں۔ اسی لیے ان کو اتنی شان بخشی۔ قدرت اپنے عطیات کی تقسیم میں حکمت کو ہمیشہ ملحوظ رکھتی ہے۔

هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿۱۴۱﴾ قَالُوا

مورتیاں ہیں جیسے جن کی پوجا عبادت ہے تم مجھے بیٹھے ہو۔ وہ بولے پایا ہے اس نے اپنے

وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبِدِينَ ﴿۱۴۲﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ

باپ (دادوں) کو کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ مبتلا رہے ہو تم بھی

وَأَبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۱۴۳﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ

اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہی میں۔ اچھنک نے پوچھا کیا تم جہاں سے پاس کوئی بھی بات یہ کہتے ہو یا صراحتاً

مِنَ اللَّعِينِينَ ﴿۱۴۴﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

دل لگی کر رہے ہو جیسے آپ نے فرمایا (دل لگی نہیں کر رہا) بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس

الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذِكْرِهُنَّ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۴۵﴾ وَتَاللَّهِ

نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے جیسے اور میں اس (صدقات) پر گواہی دیتے ہوں سے ہوں۔ اور بخدا! میں

جیسے بتوں کی تخلیق کے لیے یہ لفظ استعمال کیا۔ وہ صورت جو بائبلوں سے بنائی جاتے اسے تمثال کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ تماثیل مختلف ستاروں کی تھیں جن کی شکلیں انھوں نے اپنے خیال کے مطابق بنائی تھیں۔ بعض کے نزدیک یہ پہلے لوگوں کے مجسمے تھے جن کے متعلق ان کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ شان الوہیت کے مالک ہیں۔

جیسے آپ کی ساری قوم عرصہ دراز سے انہی بتوں کو اپنا معبود، اپنا کارساز اور اپنا حاجت روا سمجھتی آئی تھی۔ اس عقیدہ کی صداقت کے متعلق ان کے دلوں میں ادنیٰ سا شک اور جھولی سا تردد بھی کبھی پیدا نہ ہوا تھا۔ جب انھوں نے آپ کی زبان سے یہ بات سنی کہ تم گمراہی میں ہو تو وہ حیرت سے آپ کا منہ دیکھنے لگے اور کہنے لگے ابراہیم یہ تم نے کیا بات کہی ہے کیا تم اس کو سچی سمجھ کر کہہ رہے ہو یا یوں ہی ہنسی مذاق سے تمہارے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا ہے۔

جیسے آپ نے فرمایا کہ میں نے پورے وثوق سے یہ کہا ہے کہ یہ خدا نہیں۔ خدا تو وہ ہے جس کی شان ہے اور جس کی یہ قدرت ہے میں تو اس کے بغیر کسی کی خدائی ماننے کے لیے تیار نہیں۔

لَا كَيْدَ لَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُولُوا مُدْبِرِينَ ﴿۲۱﴾ فَبَعَلَهُمْ

بند و بست کردوں گا تمہارے بتوں کا جب تم چلے جاؤ گے پیٹھ پھیرتے ہوئے نہ میں آپ نے انہیں

جُذَا ذَا إِلَّا كَيْدًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿۲۲﴾ قَالُوا مَنْ

ریزہ ریزہ کرو ڈالا مگر ان کے بڑے بُت کو کچھ نہ کہتا تاکہ وہ لوگ (اس افتاد کے بلے میں) اسی طرف رجوع کریں اے نبی! وہ بولے کس

فَعَلَ هَذَا بِالْهَيْتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۳﴾ قَالُوا سَمِعْنَا

نفر حال کیا ہے ہمارے بتوں کا بیشک وہ ظالموں میں سے ہے (چند آدمیوں نے) کہا اسم نے ایک نوجوان کو سنا

فَتَى يَذُكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿۲۴﴾ قَالُوا فَاتُوا بِهِ عَلَى

ہے کہ وہ ان کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے۔ اے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے تو پھر (چچا کو) لاؤ اسے سب

شہ و بی زبان سے آپ نے فرمایا ابھی میں تمہارے ان خداؤں کی مرمت کرتا ہوں تاکہ ان کی حقیقت تم پر آشکارا ہو جائے جو ہری
گتھے ہیں۔۔۔ کل شیئی تعالٰی جہ انت تکید۔۔۔ نیز کسی چیز کے متعلق برا ارادہ کرنے کو بھی کید کہتے ہیں کاد ای ارادہ
بسوء (المنجد) یہاں یہ لفظ یہی مفہوم ادا کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

لشت ان کا ایک تہوار قریب تھا۔ اس روز سارا شہر بچاریوں سمیت کھلے میدان میں نکل جاتا۔ دن بھر کھیل تفریح میں مشغول
رہتے اور شام کے قریب واپس لوٹتے۔ آپ نے خیال فرمایا بڑا بڑا تہوار ہے۔ سارا بجگدہ خالی ہو گا۔ بغیر کسی فریفت کے
میں اپنی تدبیر پھیل کر سکوں گا۔ چنانچہ جب سب لوگ تہوار منانے کے لیے باہر چلے گئے اور بجگدہ خالی ہو گیا تو آپ بھاری
کلباڑا اٹھائے ہوئے آدھے۔ دین مال کے درمیان بڑا بُت تھا۔ اس کے دونوں طرف ترتیب وار چھوٹے بُت رکھے
ہوئے تھے۔ سب کے سامنے مٹھائی کے تھاں بھرے پڑے تھے۔ آپ نے کسی کا کان کاٹا، کسی کی ناک، کسی کی
آنکھ پھوڑی اور کسی کی ٹانگ اور بازو توڑا۔ اور سب مٹھائیاں اٹھا کر بڑے بُت کے سامنے ڈھیر کر دیں اور کلباڑا
اس نیکے کندھے پر رکھ دیا اور خود وہاں سے لکھسک گئے۔ شام کو جب بچاری واپس پہنچے اور اپنے بتوں کا یہ حال
دیکھا تو کھرام مچ گیا۔ ڈھونڈو! پکڑو! کاشور بلند ہوا۔ فرد کو اطلاع ملی۔ اس نے تلاش شروع کی حضرت ابراہیم کے
مقصد سے جو لوگ واقف تھے انھوں نے اندازہ لگایا کہ وہی نوجوان ایسا کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ ان کی نشان دہی پر
فرد کو پولیس آپ کو گرفتار کر کے لے آئی۔

أَعْيُنَ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا

لوگوں کے درپردہ شایہ وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔ (ابراہیم پوچھ کر لائے گئے تو لوگوں نے پوچھا اے ابراہیم!

بِإِهْتِنَا يَا بُرْهِيمُ ﴿۱۷﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ بَعْضُكَ أَكْبَرُ مِنْهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ

کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے سنے یہ حرکت کی ہوگی سو ان سے پوچھو

إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿۱۸﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ

اگر یہ گفتگو کی سکت رکھتے ہوں (اب جواب ہو کر اپنے دلوں میں غور کرنے لگے پھر بولے بلاشبہ تم ہی زیاں کار

الظَّالِمُونَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ نَكَسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ

ستمکار ہو۔ پھر وہ اوجھ سے ہو کر اپنی سابقہ گمراہی کی طرف اپٹ گئے ٹٹے اور کہنے لگے تم خوب جانتے ہو کہ یہ

۱۶ اور مجمع عام میں آپ سے پوچھ گچھ شروع ہوئی۔

۱۷ آئیے فرمایا نادانو! مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے خداؤں سے پوچھو کس نے ان کا یہ حشر کیا اور یہ تم کب جس کے سامنے مشعیتوں کے انبار لگے ہوتے ہیں اور جس کے کندھے پر کھمبہ ڈالکا ہوا ہے یہ تو صاف بتا رہا ہے کہ اسی نے چھوٹے خداؤں سے ناراض ہو کر ان کا تینا ناس کر ڈالا نجد سے کیوں پوچھتے ہو ان سے پوچھو اگر ان میں بولنے کی سکت ہے۔ بتوں کی اس توہین سے ہی وہ بڑے پریشان تھے۔ آپ کے اس الزام نے ان کے ہوش اڑا دیئے۔ جتنا کر وہ گئے بے حس و حرکت گویا جسم میں جان نہیں کاٹو تو انہیں۔

۱۸ آپ کے اس ارشاد نے تمام جابوں کو تار تار کر دیا جنہوں نے حقیقت کو چھپا رکھا تھا۔ آپ کے اس چہرے نے ایک لمحہ کے لیے انہیں خواب غفلت سے جرنکادیا ان کے ٹٹا کر دل کی بے بسی اور ناتوانی ایک ناقابل انکار حقیقت بن کر ان کے سامنے آنکھڑی ہوئی اور اپنی گمراہی اور فضیلت کا بے ساختہ اعتراف کر لیا آپس میں کہا انکم انتم الظالمون

۱۹ علامہ قرطبی لکھتے ہیں اس کا معنی یہ نہیں کہ شرم و نجات کے مادے ان کے سر جھک گئے جیسے بعض لوگوں نے سمجھا ہے کیونکہ اگر مدعا یہ ہوتا تو عبادت یوں ہوتی۔ نکسو اور نسوم اور یہاں نکسو اعلى رؤسہم جا اور اس کا معنی ہے اپنی مشرکانہ عبادت اور بتوں کی عبادت کی طرف پھر لوٹنا حضرت ابن عباس سے اس کا یہی معنی مروی ہے اور کہہم الشقاء فعدوا الی کفرہم۔ یعنی ان کی بدبختی نے آیا اور پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔

يَنْطِقُونَ ۱۵ قَالَ افْتَعِدُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ

بولتے نہیں آپنے دنیا (ناروازا) کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان ایسے بس بتوں کی جو نہ تمہیں کچھ

شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۱۶ اَفْ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں ضرر پہنچا سکتے ہیں تعریف ہے تم پر نیز ان بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کیا

اَفَلَا تَعْقِلُونَ ۱۷ قَالَوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا الْاِهْتِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تم آتما ہی نہیں سمجھتے؟ (سب ایک زبان ہو کر ایسے جلاؤ اور لو اس کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی صفحہ اگر تم کچھ کرنا

فَاعِلِينَ ۱۸ قُلْنَا يٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَاَسْلَمَاً عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ۱۹ وَ

چاہتے ہو کہ جب آپ کو آتش شد میں پھینکا گیا تو تم نے حکم دیا ہے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم

۱۵ آپ نے پھر ایک ضرب کاری لگا دی۔

۱۶ جب دلائل ابراہیمی کے سامنے نہی ہو گئے تو تشدد پر اتر گئے جو اہل باطل کا ہمیشہ سے دستور ہے تجویز ہوئی کہ آگ جلاؤ جب وہ خوب جل اٹھے تو ابراہیم کو اس میں پھینکا آگ بجھوں کر فاختہ کر دے گی ایسے گستاخ کی اس سے کم اور کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ کئی روز تک اندھ میں اکٹھا ہوتا رہا لوگوں نے اندھ میں ڈراہم کرنے میں اپنے مذہبی جوش کا پورا مظاہرہ کیا وہ غمزدیں مانتے تھے کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں اتنے گھنے بکریوں کے لے آؤں گا۔ آخر آگ بجھ گئی جب اس کے شعلے خوب بجڑ اٹھے اور دیکھتے ہوئے نگاروں کی تمازت سے پرندے بھی دور بھاگنے لگے تو اب یہ شکل پیدا ہوئی کہ ابراہیم کو آگ میں گھس چھینا جا رہے چنانچہ منجنیق بنائی گئی اور حضرت ابراہیم کو قید خانہ سے باہر لایا گیا ان کے دست و بازو باندھے گئے جب انہیں منجنیق میں رکھا جانے لگا تو عالم بالا میں قیامت برپا ہو گئی اسی اس بھری دنیا میں صرف ایک ابراہیم ہے جو تیرا نام لیتا ہے اسے یوں دست و بازو باندھ کر آتشکد میں پھینکا جا رہا ہے الہی اگر یہ شمع بجھ گئی تو دنیا تاریک ہو جاتے گی پھر لا الہ الا اللہ کی صدمتے و نماز کو ن بلند کرے گا بارگاہ الہی سے فرشتوں کو اذن عطا ہوا ابراہیم کی جواہد تم کر سکتے ہو کہ جب ہوا اور بارش کے ملائکہ نے حاضر ہو کر اپنی خدمات پیش کیں آپ نے بڑے استغناء سے فرما دیا مجھے ان خدمات کی ضرورت نہیں مجھے میرا خدا کافی ہے۔ جب منجنیق کو گھما کر آپ کو پھینکا جانے لگا تو جبریل آئے عرض کی خلیل! میں حاضر ہوں کوئی حکم کوئی ارشاد جو اب ہا انا البیک فلا ہے جبریل مجھے تیری اعانت کی ضرورت نہیں جبریل نے کہا خلیل! اپنے رب خلیل سے اپنے بچاؤ کی دعا تو مانگو اس پر تسلیم و رضا ہے جواب دیا حبشی من سؤالی علمہ بحالی جب وہ میرے حال کو جانتا ہے تو مجھے عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی قضا کے سامنے ابراہیم نے اپنا سر جھکا دیا ہے۔

اَرَادُوا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَهُمُ الْاٰخْسِرِيْنَ ۝۷۵ وَنَجَّيْنَاهُ وَاَلُوْطًا

کے لیے انھوں نے نوابراہیم کو گزند پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن ہم نے انھیں ناکام بنا دیا۔ اور ہم نے نجات دی آپ کو اور لوط کو اس

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۷۶ وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ

سرزمین کی طرف (ہجرت کا حکم دیا) جسے ہم نے بابرکت بنایا تھا تمام جہان والوں کے لیے اور ہم نے عطا فرمایا انھیں اسحق

وَيَعْقُوْبَ نٰفِلَةً ۝۷۷ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝۷۸ وَجَعَلْنٰهُمْ اٰيٰتًا

(جیسا فرزند) اور یعقوب (بیبیا) پرمتا۔ اور سب کو حستم نے صالح بنا دیا۔ اور ہم نے بنا دیا انھیں پیشوا (لوگوں

يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

کے لیے) وہ راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے اور ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کہ وہ نیک کام کریں اور نماز ادا کریں

وَآيٰتِ الْرٰكُوْعِ ۝۷۹ وَكَانُوْا الْنٰعِيْدِيْنَ ۝۸۰ وَلُوْطًا اَتَيْنَاهُ حُكْمًا

اور رکوع دیا کریں۔ اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔ اور لوط کو ہم نے حکومت

وَءِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيْثَ

اور علم عطا فرمایا اور نجات دی اسے اس گاؤں سے جس کے باشندے بہت زہریلے کام کیا کرتے تھے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا سُوْٓءٍ فٰسِقِيْنَ ۝۸۱ وَاَدْخَلْنَاهُ فِيْ رَحْمٰتِنَا اِنَّهٗ

بے شک وہ لوگ بڑے ناہنجسار (اور) نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے داخل کر لیا اپنے (رحم) رحمت میں۔

۵۸ اور مستحق کو دکھا کر آپ کو اس آتش کد میں چھپا گیا۔ اُدھر دیکھتے ہوئے انکاروں اور بھرتے ہوئے شعلوں کو محکم ملاحظہ فرمائیے! اگر میرے طفیل کا ایک بال بھی بیکا ہوا۔ لے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا۔ ابراہیم آکر آگ میں گرے وہاں لڑکی کا نام نشان ہمیشہ تھا بلکہ وہاں ٹھنڈک تھی اور ٹھنڈک بھی آتی جو باعثِ راحت و آرام ہو۔

۵۹ حضرت نورا علیہ السلام اور ان کی قوم کی مسخ شدہ ذہنیت اور ان کے جسمات کے متعلق آپ کی جگر پڑھ چکے ہیں لوطاً

فعل مخذوف کا مفعول ہے اس لیے منصوب ہے :

مِنَ الصَّالِحِينَ ۱۶۸ وَتُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

بیشک وہ نیکو کاروں میں سے تھا۔ اور یاد کرو نوحؑ کو جب انہوں نے ہمیں اپکارا ہمیں ازیں تو ہم نے قبول فرمایا ان کی

فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۱۶۹ وَنَصَرْنَاهُ مِنْ

دعا کو اور بچایا انہیں اور ان کے گھر والوں کو سخت مصیبت سے نئے اور ہم نے ان کی حمایت کی اس قوم

الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

کے مقابلہ میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا بیشک وہ بڑے ناہنجار لوگ تھے ہمیں بس نے غرق کر دیا ان

أَجْمَعِينَ ۱۷۰ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمْنَ فِي الْحَرْثِ إِذْ

سب کو۔ اور یاد کرو داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کو تھے جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے ٹھکڑے کا

نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكَانَ أَحْكَمَ شُهَدِينَ ۱۷۱

جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں۔ اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

۱۶۸ الکرب الغم الشديد۔ سخت غم حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو کفر و شرک سے باز آنے اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی دعوت دی اور اتنا طویل عرصہ ان کے مظالم اور اذیت رسانیوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق آپ کی مفرور اور تم شمار قوم کو غرق کر دیا اور آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا۔ تفصیلات سے آپ پہلے آگاہ ہو چکے ہیں۔

۱۶۹ آپ دوفوں باپ بشاعیل القدر نبی ہونے کے باوجود اپنے علاقہ کے حکمران بھی تھے اور عت و دانش میں بھی بے مثل تھے۔ آج بھی ان کے نام حکیمانہ فہم و فراست کے لیے بطور ضرب المثل ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان کے دوسرے محامد کمالات بیان کرنے سے پہلے ایک واقعہ ذکر کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزند ارجمند کو فہم و فراست کی نعمت زیادہ بخشی گئی تھی اور یہ بھی حقیقت میں حضرت داؤد کی عزت افزائی تھی کیونکہ اولاد کی برتری سے جو خوشی ماں باپ کو ہوتی ہے وہ اپنے کمالات کی خوشی سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

۱۷۰ واقعہ کی تفصیل جو کتب تفسیر میں مذکور ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

”ایک شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی کھیت میں گھس گئیں اور اسے اجازت نہ دیا گیا کہ وہاں سے ان کو باہر لے کر رکھ دیا گیا اور وہی کے

فَقَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكَلَّا اَتَيْنَاهَا حُكْمًا وَعِلْمًا وَاسْتَخَرْنَا مَعَهُ

سوہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو۔ اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا علم اور علم اور ہم نے فرمانبرار بنا دیا داؤد کا

دَاوُدَ الْجَبَالَ يُسَبِّحُنَ وَالطَّيْرُ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿۱۶﴾ وَعَلَّمْنَاهُ

پھاڑوں اور پرندوں کو وہ سب انکے ساتھ مل کر تسبیح کہا کرتے ۱۶ اور یہ شانِ اہم دینے والے تھے ۱۶ اور ہم نے سکھا

یے حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا بکریوں کے مالک کو بھی بلا گیا دونوں کے میان میں آپ نے فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں تاکہ اس کے نقصان کی تلافی ہو سکے کیونکہ کھیت کا جو نقصان ہوا تھا بکریوں کی قیمت امداداً اس کے لگ بھگ تھی۔ حضرت سلیمان نے جو ابھی کس تھے جب یہ فیصلہ سنا تو کہا کہ اس سے بھی فیصلہ کی ایک بہتر صورت ہو سکتی ہے کہ بکریاں عارضی طور پر کھیت والے کو دے دی جائیں۔ وہ ان کا دودھ پئے اور دوسرے فوائد حاصل کر لے اور بکریوں والے کو علم دیا جائے کہ وہ اس اُجڑے ہوئے کھیت کی نگرانی اور حفاظت کرے۔ جب کھیت اپنی اصل حالت پر آجائے تو کھیت والے کو اس کا کھیت دکھایا جائے اور بکریوں کا مالک اپنی بکریاں لے لے۔ یہ فیصلہ سن کر حضرت داؤد کی خوشی کی انتہا زری چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔

۱۶ اب ان اعزازات اور کرامات کا بیان شروع ہو رہا ہے جن سے ہر ایک کو الگ الگ مشرف فرمایا گیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کا مطیع بنا دیا جب آپ حمد و تسبیح میں مشغول ہوتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ اپنے رب کی حمد و تسبیح کرنے لگتے۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ معقہ کا متعلق تسخونا بھی ہو سکتا ہے اور تسبیحون بھی۔ لفظ پہلا احتمال قوی ہے اور معنادار سراسر اربع ہے مع متعلق بسخونا اویسجن ولادل اقوی لفظا والشافی معنا۔ (ظہری)

چنانچہ میں نے ترجمہ میں معنوی پہلو کو ترجیح دی ہے۔ علامہ قرطبی نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے سخونا ای جعلناھا بحیث تطیعھا اذا امرھا بالتسبیح۔

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کس قسم کی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جب آپ تسبیح کہا کرتے تو پہاڑ گونج اٹھتے اور یہی گونج ان کی تسبیح تھی لیکن علامہ آکوسی اور دیگر علمائے محققین نے تشریح کی ہے کہ پہاڑ زبانِ قال سے تسبیح کیا کرتے ہیں۔ جس طرح فرود و عالم سے اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے حکم سے کھریوں نے لا الہ الا اللہ پڑھا تھا اور سب لوگوں نے سنا تھا۔ اس تسبیح سے گونج مراد لینا۔ فلیس بیٹی اصلایہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ بالکل لغویات ہے کیونکہ پھر ہمیں حضرت داؤد کی کیا صحبت ہوئی۔ کوئی شخص بھی اگر پہاڑ میں بلند آواز سے بولے گا تو اس سے گونج پیدا ہوگی خواہ وہ آواز دینے والا کافر ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۶ اس ارشاد سے معترضین کا منہ بند کر دیا کہ تم اس کو تسلیم کرنے سے چمک پھاہٹ محسوس کرتے ہو یہ کام تو ہم نے کیا اپنے

صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ

دیا انھیں زرد بنانے کا ہنر تھو، تمہارے فائدہ کے لیے تاکہ وہ زرد بچائے تمہیں تمہاری زد سے تو کیا تم (اس احسان کا)

شَاكِرُونَ ۱۰۰) وَلَسُلَيْمِنَ الرِّيمِ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرٍ إِلَى

شکر یہ ادا کرتی لے جو۔ اور ہم نے سیمان کے لیے تند تیز نہر کو فرما نہر بنا دیا تھو پتی تھی وہ ہوا ان کے حکم سے اس

الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ۱۰۱) وَ

سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنا دیا تھا۔ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ اور

مِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوُصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ

ہم نے مستحر کردیے شیطانوں میں سے جو (سمنڈوں میں) غوطہ زنی کرتے ان کے لیے اور کیا کئے سطح طرح کے اور کام شے

نبی کو یہ شان ہم نے بخشی کیا تمہیں ہماری قدرت پر یقین نہیں۔

تھو دوسرا کمال جو حضرت داؤد کو مرحمت ہوا وہ زرد سازی کا فن تھا چھوٹے چھوٹے بچے کے معلقوں سے بن کر زرد تیار کرنا آپ کی اختراع ہے۔ اس طرح کی نبی ہوئی زردہ مضبوط اور وزن میں بلی ہوتی ہے۔

تھو اب ان افلمات کا ذکر ہو رہا ہے جو آپ کے فرزند سلیمان علیہ السلام پر کیے گئے۔ پہلا انعام یہ ہے کہ ہوا کو آپ کا تابع فرمان کر دیا گیا۔ آپ کے تخت کو ہوا اپنے کندھوں پر اٹھاتی اور جہر آپ کی مرضی ہوئی آدھ کر لے اڑتی۔ اسکی سرعت

رفقار کو دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے کہ صبح سے لیکر چاشت کے وقت تک ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی۔ آپ کے وزراء اور امراء بھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔ اپنے شاہی فرائض انجام دینے کے بعد اگر آپ چاہتے تو ہوا آپ کو لے کر کھڑے قریب

آپ کے پایہ تخت میں پہنچا دیتی۔ قرآن کریم کی آیات کو اگر خارجی وسوسوں کے بغیر پڑھا جائے تو ان کا یہی مفہوم سمجھ آتا ہے۔ ایک صاحب نے جویش انسایکلو پیڈیا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ کا ایک زبردست بھری بیڑا تھا۔

جس کے ذریعہ مشرق و غرب میں آپ کی تجارت کا حال بچھا ہوا تھا اور اس سے بڑا نفع حاصل ہوتا تھا۔ آپ اپنے مملکت اور اپنے پایہ تخت کی آرائش پر دل کھول کر روپیہ صرف کرتے تھے۔ وہ صاحب کتے ہیں کہ قرآن کریم میں بھی اسی بھری بیڑا

کا ذکر ہو رہا ہے قرآن کریم کی آیات کے صرف سادہ ترجمہ پر نظر ڈالیے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ کیا ان آیات میں اشارہ یا کنایہ ہی بھری بیڑے کا ذکر آیا ہے۔ جب نہیں تو پھر ایسی تحریفات کو تفسیر کرنے سے شرم آنی چاہیے۔ عصر حاضر میں جب

ہماری فضا میں ہر وقت ان گنت طیارے اور ہوائی بیڑے مصروف پرواز ہیں اور انھیں دیکھ کر ایک عام آدمی کو

ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝۷۰ وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اِنِّىْ

اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے۔ اور یاد کرو ایوب کو جب پکارا انھوں نے اپنے رب کو کہ مجھے پہنچی ہے۔

بھی کسی قسم کی حیرت نہیں ہوتی۔ آج حضرت سلیمان کے اس ہوائی بیڑے کا انکار کرنا انتہائی نامعقولیت ہے۔
 ۷۰۔ دوسری مہربانی یہ فرمائی کہ سرکش جنوں کو آپ کا فرمانبردار بنا دو اور سمندر میں غوطے لگا کر اس کی تہ سے قیمتی موتی نکال
 کر لاتے اور اس کے علاوہ دیگر جسمانی مشقت کے کام آپ ان سے لیتے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورہ سب آیت ۱۲-۱۳ کے تراشی
 ۷۱۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش کے کئی انداز ہیں کبھی وہ انعامات و احسانات کا مینہ برسا کر آزمائش ہے اور کبھی آدم و حوا میں مبتلا کر
 کے امتحان لیتا ہے پہلے حضرت داؤد و سلیمان کا ذکر فرمایا جنھیں عزت و شہاسی باد و جلال سے نوازا۔ پہاڑ اور بندے، پہاڑ اور شیاطین
 کو ان کا حلقہ بگوش بنایا اس کے باوجود وہ ٹکرو ڈکرو سے کبھی غافل نہ رہے اب اپنے ایک اور بندے کا ذکر ہو رہا ہے جس پر تکلیف
 و شدائد کی انتہا ہو گئی لیکن اس کے ہاتھ سے صبر کا دامن نہ چھوٹا ہر حال میں اپنے رب کی حمد و ثناء میں سرگرم رہے تا کہ ہر انسان اپنے
 حالات کے مطابق انبیاء کے اسوہ حسنہ سے روشنی حاصل کر کے حضرت ایوب کی نسبت، قوم اور زمانہ کے متعلق بہت کچھ اختلاف پایا جاتا
 ہے اگرچہ وثوق سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی لیکن بعض قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے زمانہ نوں صدی قبل مسیح یا اس سے پہلے کا ہے
 آپ حضرت اسمعیٰ کے دوسرے بیٹے عیسیٰ کی نسل سے تھے آپ بیٹے و تمدن تھے زبلیٰ زمین کا اندازہ اس سے لگایا جیسے کہ آپ کے پاس کہتی
 باڑی کے بیٹے سیول کی پانچ سو ہزیاں تھیں ہزاروں کی تعداد میں بھیڑ بھجیاں تھیں سات بچے اور سات بچیاں تھیں۔ زود و خیر کا نام
 رحمت بتایا گیا ہے جو حضرت یوسف کے فرزند الفیضان کی کنوت جگر تھیں بڑی حسین و جمیل و صحت مند تھیں ان گونا گوں انعامات
 کے باوجود آپ نے خالق کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت میں ہر طرح سرگرم رہا کرتے مشیت الہی نے جب آزمانا چاہا کھیتیاں جل کر
 لاکھ ہو گئیں مال مویشی میں ایسی وبا چھوٹی کہ ایک بھی زندہ نہ رہا آپ کے سارے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے ہاں مدعو تھے مکان گرا
 اور سب قحط آبل بن گئے۔ آپ کے جسم میں آبلے نمودار ہوتے گئے غداش کی وجہ سے انھیں بھلا یا تو انھوں نے ناسور کوئی شکل اختیار کر لی۔
 ان میں چھوٹے چھوٹے کیڑے ریختے گئے جسم سے پھپھنے لگی سب نیاز مند اپنا سلسلہ نیاز و عقیدت توڑ کر لاکھ ہو گئے سوت ستوں
 نے نفرت سے آنکھیں پھیر لیں شہر والوں نے سستی سے نکال دیا کہ اس سے لوگوں میں بیماری پھیلنے کا خطرہ ہے نماش کی ان ہوشیار نگاہوں
 میں نہ زبان پر مدون شکایت آیا اور نہ دل میں کبھی اپنے مالک کا شکوہ کیا۔ کافی عرصہ اسی حالت میں گزر گیا بعض نے سات سال اور بعض
 نے اس سے بھی زیادہ لکھیں زبان پھر بھی اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء میں مشغول رہی آخر یہ التجار زبان پر آہی گئی اتنی مستحق الضو الہی
 مجھے صیبتوں اور بیماریوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اس کے بعد یہ عرض نہیں کی کہ میری نگھیلوں اور بیماریوں کو دور فرما دے اور
 مجھے ان صیبتوں سے رہائی بخش صرف اتنا ہی عرض کیا انت رحم الرحیمین تو بڑا رحم کرنے والا ہے۔ گویا یہ کہہ کر سب کچھ ہی کہہ
 دیا۔

مَسْنِي الضُّرِّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۳۷﴾ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا

سنت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے (میرے حال زار پر بھی رحم فرما) تو ہم نے قبول فرمایا اس کی فریاد اور ہم نے دور فرمادی

مَا يَهُ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً

جو تکلیف انہیں پہنچ رہی تھی شے اور ہم نے عطا کئے اُسے اس کے گھر والے نیز اتنے اور ان کے ساتھ

مَنْ عِنْدَنَا وَذِكْرَى لِلْعَبِيدِينَ ﴿۳۸﴾ وَاسْمِعِيلَ وَإِدْرِيسَ

اپنی رحمت خاص سے اور یہ نصیحت ہے عبادت گزاروں کے لیے شے اور یاکو اسمعیل اور ادریس

۳۷ سے رحمت الہی جوش میں آئی۔ چشم زدن میں ساری مصیبتیں دور ہو گئیں۔ حسن و شباب پھر لوٹ آیا۔ اجڑا ہوا گھر آباد ہو گیا۔ مال و دولت کی وہی فراوانی ہو گئی۔ بلکہ پہلے سے کئی گنا زیادہ ہر چیز میں برکت و رونق آ گئی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ پہلے بچے بچوں کو بھی زندہ کر دیا گیا۔

شے یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کے اس قصہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں اور اس کی رضا کے طلبگاروں کے لیے بڑی روشن اور واضح نصیحت ہے وہ یاد رکھیں کہ اگر آزمائش کی کسی ایسی وادی میں سے ان کا بھی گزر ہو، جہاں قدم قدم پر مصیبتوں کے اثر و سامنہ کھولے بیٹھے ہوں۔ جہاں بربادوں اور ویرانیوں کے دُوح فرسا سائے ہوں تو وہ اپنے رب کریم کا شکوہ نہ شروع کر دیں، اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں بلکہ سیرت ایوب کو سامنے رکھیں اور صبر و استقامت کا دامن تھامے ہوتے قدم آگے بڑھاتے جائیں۔ فاستجبنا لہ فکشفنا کی نوبت انہیں بھی سنائی جائے گی۔

اسی واقعہ کو اگر آپ بائبل میں پڑھیں گے تو ذکر ہی للعابدین کی کوئی ادنیٰ سی جھلک بھی آپ کو نظر نہیں آئے گی وہاں آپ کو ایوب نامی ایک ایسے آدمی سے واسطہ پڑے گا جو اپنی پیدائش کے دن پر لعنت بھیج رہا ہے چنانچہ صحیفۃ ایوب باب ۳ میں ہے۔

”اس کے بعد ایوب نے اپنا منہ کھول کر اپنے جنم دن پر لعنت کی اور ایوب کہنے لگا نا بود ہودہ

دن جس میں میں پیدا ہوا اور وہ رات بھی جس میں کہا گیا کہ دیکھو بیٹا ہوا۔“

”وہ دن اندھیرا ہو جائے، وہ رات بانجم ہو جائے اس میں خوشی کی کوئی صدا نہ آئے۔ اس کی شام

کے تارے تاریک ہو جائیں۔ (آیات ۱ تا ۴، ۷۱، ۷۲)

پھر وہ اپنی پیدائش پر نغمہیں بھیتا ہے چنانچہ اسی باب میں ہے۔

وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۷۹﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا

اور ذوالکفل (عیسائے سلام) کو یہ سب صابروں کے گروہ سے تھے۔ اور ہم نے داخل فرمایا انہیں اپنی خاص رحمت میں۔

إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۸۰﴾ وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ

یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے۔ اور یاد کرو ذوالنون کو لیکے جب وہ پہل دیا غضبناک ہو کر لیکے اور یہ خیال کیا

میں رجم میں ہی کیوں نہ مر گیا۔ میں نے پیٹ سے نکلتے ہی جان کیوں نہ دے دی یا پوشیدہ استعاطی
عمل کی مانند میں وجود میں نہ آتا یا ان بچوں کی مانند جنہوں نے روشنی ہی نہ دیکھی۔ (باب آیت ۱۷۹-۱۸۰)
اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اپنے خدا سے صرف شکوہ کرتا ہوا نہیں، الجھتا ہوا اور جھگڑتا ہوا سناٹی دیتا ہے۔
"اے بنی آدم کے ناظر اگر میں نے گناہ کیا ہے تو تیرا کیا بگاڑتا ہوں تو نے کیوں مجھے اپنا نشانہ بنا
لیا ہے یہاں تک کہ میں اپنے آپ پر بوجھ ہو جاؤں تو میرا گناہ کیوں نہیں معاف کرتا اور میری بگاری
کیوں نہیں دُور کر دیتا۔" (باب ۷ آیت ۲۰، ۲۱)

آگے باب مذاہم وہی ایوب ہیں اپنے رب سے کہتے ہوئے سناٹی دیتا ہے۔

"میری روح میری زندگی سے بیزار ہے۔ یہاں شکوہ خوب دل کھول کر کروں گا۔ میں اپنے دل کی تمنی میں بونوگ
میں خدا سے کہوں گا مجھے ملامت نہ ٹھہراؤ مجھے تاکہ تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اندھیر
کرے تو میرے خلاف۔ نئے نئے گواہ لاتا ہے اور اپنا قہر مجھ پر بڑھاتا ہے۔ پس تو نے مجھے رجم سے
نکالا ہی کیوں! میں جان دے دیتا اور کوئی آنکھ مجھے نہ دیکھ پاتی۔ میں ایسا ہوتا کہ گویا تھامی نہیں۔"
(باب مذاہم آیت ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹)

اب آپ خود انصاف فرمائیے کیا ایسی شخصیت کو جو سراپا احتجاج ہے جو اپنے رب پر ظالم ہونے کا الزم لگاتا
ہے جو مصائب سے اکتا کر اپنی پیدائش پر لعنتوں کی بوجھاڑ کرتا ہے۔ کیا اس کی زندگی یا اس کی سیرت میں کوئی ایسی چیز
ہے جو ہمارے لیے ہدایت کا باعث ہو۔

اسٹ اس واقعہ کو سورہ یونس میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ اہل نبیوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ نے انہیں
بہت کھمایا لیکن ان کی ہمت دھرمی بڑھتی ہی گئی۔ عرصہ دراز تک جب تبلیغ و ارشاد کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تو آپ ان
سے مایوس ہو گئے۔ اس لیے کہ یہ خداوند عالم کو نہیں مانتے اور اس کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ آپ کا دل عقدہ سے
بھر گیا۔ آپ اذن الہی کے بغیر ویاں سے ہجرت کر گئے۔ راستہ میں دریا تھا کشتی میں سوار ہوئے جب کشتی دریا کے پتھروں
بینی لڑچکوں کے کھانے لگی۔ ملاحوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنے مالک سے بھاگ آیا ہے

اور اسی کی نحوست کی وجہ سے کشتی ڈوبنے لگی ہے۔ جب آپ نے ریٹنا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اعتراف کیا کہ وہ میں ہوں۔ چنانچہ آپ کو دریا میں پھینک دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں۔ جب کشتی ڈوبنے لگی تو باقی سواریوں کے بچانے کے لیے ایک آدمی کو دریا میں پھینکنا ناگزیر معلوم ہوا۔ تین بار قرعہ اندازی کی گئی۔ ہر بار آپ کا ہی نام نکلا۔ آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ حکم الہی سے وہاں ایک بڑی پھلی منڈ کھولے کھڑی تھی۔ اس نے فوراً آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے پھلی یہ پختاری حوراک نہیں بلکہ ہم نے تیرے شکم کو اس کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔ خبردار اسے کوئی گزند نہ پہنچے جب آپ کو پھلی نے نگل لیا تو اس وقت آپ اپنے مونی کریم کو ان پیارے الفاظ سے پکارا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس کی وحدانیت اور بلوچیت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی التجا کو قبول فرمایا۔ پھلی نے کھانے پر آکر آپ کو نگل دیا۔ یہ دعائیہ کلمات بارگاہ الہی میں اتنے مقبول ہوئے کہ فسق یا کہ ہم اہل ایمان کو علم و اندازہ کے اندھیروں سے روشنی نجات دیتے ہیں۔ امام احمد ترمذی اور دیگر محدثین سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”دعوة ذی النون اذا عاربه و هو فی بطن الحوت لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“
 لحدید ۶ بہار جل مسلف فی شیئی الاستجاب له۔“

یعنی حضرت ذی النون کی وہ دعا جو پھلی کے شکم میں انھوں نے کی تھی جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ حاکم نے ایک اور ارشاد نبوی اس طرح نقل کیا ہے :-

الاخبار کہ شیئی اذا نزل باحد منکم کوب اوبلاء فدعا به الا فوج اللہ عنہ قیل بلی یا رسول اللہ۔

حضور نے اپنے صحابہ سے پوچھا میں تمہیں ایک ایسی چیز بتا دوں کہ جب تمہیں کوئی غم اور مصیبت لاحق ہو اور تم اس سے بارگاہ الہی میں التجا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل آسان فرمادے۔ صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ضرور ارشاد فرمائیے تو حضور نے یہی دعا ارشاد فرمائی۔ حضرت شاہ عبد العزیز نے اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما سے قصائے حاجات کے لیے نفل پڑھنا بیان فرمایا ہے۔ نظر من کے فائدہ کے لیے ان کی ترتیب بھی لکھی جاتی ہے۔

”محمد کو مسکرو والدہ شد نے اجازت فرمائی ہے کہ انسان حاجات شکمہ کے برآنے کے واسطے چار

رکعتیں پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد لا اله الا انت سبحانک انی کنت من

الظالمین فاستجبنا له و نجینہ من العسر و کذا الاک تثنی العونین کو سو بار

پڑھے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد رب انی مسرتی الصبر وانت ارحم الراحمین سو

بار پڑھے۔ تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد و اذع من امری الی اللہ ان اللہ یحب الیعباد

سو بار جو تھی رکعت میں بعد فاتحہ کے قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل پھر سلام پھر کر

أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

کہ ہم اس پر کوئی محفلت نہیں کر سکتے تھے پھر اس نے پکارا (تو درتہ اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے

سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ

پار ہے تو بیشک میں ہی تصور واروں سے ہوں۔ پس ہم نے انکی پکار کو قبول فرمایا اور نجات بخندی

مِنَ الْعَمِّ وَكَذَلِكَ نُجِّي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ

انہیں عمر (رانڈہ) سے اور یونہی ہم نجات دیا کرتے ہیں مومنوں کو۔ اور یاد کرو زکریا کو جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۱۲﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

کہ لے کر بچاؤ دیکار مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب ارثوں سے بہتر ہے تھے تو ہم نے اسی دعا کو قبول فرمایا

وَوَهَبْنَا لَهُ يُحْيِي وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ

اور اسے بچینی (عیسا فرزند عطا فرمایا اور ہم نے تندست کر دیا انکی خاطر انکی اہلیہ کو۔ بیشک وہ بہت سبک رو تھے

سویا یہ کہے دیتا اِنِّ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

کہ یہ چاروں آیتیں اہم و عظیم ہیں کہ انکے وسیلے سے جو سوال کیا جائے اور جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔

۱۰ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو کر چل دیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ اپنی قوم سے

ناراض ہوئے کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اتباع حق سے کیوں دور بھاگتے ہیں۔

۱۱ اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے پکڑ نہیں سکتا جیسے بعض ترمجین نے لکھا ہے

بلکہ اس کا معنی ہے کہ نقض علیہ ہم اس معاملہ میں اس پر سختی نہیں کریں گے۔ یہ قدر سے ماخوذ ہے جس

کا معنی حکم کرنا ہے نہ قدرت سے۔

قیل هو من القدر الذی هو القضاة والحکم ای فظن ان لن نقضی علیہ بالعقوبة قاله قتاده و

مجاهد والفتاویٰ۔ مانعہ من القدر دون القدرة۔ (قروطی)

۱۲ حضرت زکریا اور ان کی دعا کا تذکرہ سورہ مریم میں ابھی ابھی کرنا۔ تفسیر مکتبہ ملاحظہ فرمایا القرآن سورہ مریم آیات ۱۲ تا ۱۴۔

فِي الْخَيْرِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خِشَعِينَ ﴿۱۱﴾

نیکیاں کرنے میں اور پکارا کرتے تھے ہمیں بڑی امید اور خوف سے اور وہ ہمارے سامنے بڑا معجز و نیا کرکے کرتے تھے۔

وَالَّتِي أَحْصَدَتْ فَرْجَهَا فَتَفْخَنَّا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَا

اور یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو بیس ہم نے چھو نہ کیا اس میں اپنی روح سے اور ہم نے بنا دیا ہے

وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۲﴾ إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا

اور اسکے بیٹے کو (اپنی قدرت کی) نشانی سامنے جہاں والوں کے لیے ہے کہ ان انبیاء کو ماننے والی ہی (توحید) تھا اور دین ہے

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿۱۳﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلَّ إِلَهٍ جَعَلُوا

جو ایک دین ہے شیخہ اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری بندگی کیا کرو۔ پھر لوگوں نے اپنا پارہ بٹکے والا اپنے دین کو آپس میں (آخر کا) سبھا دی اور

شیخہ اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بن باپ ہوئی تھی۔

۱۱۔ اس سے پہلے متعدد انبیاء کا ذکر ہوا جو مختلف اوقات میں مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اس سے یہ دہم ہو سکتا تھا کہ سبے الگ الگ عقاید کی تبلیغ کی اور مجاہدہا نظریات پر اپنی امت کو اکٹھا کیا۔ اس آیت سے اس ہم کا ازالہ کر دیا اور بتایا کہ تمام انبیاء کو رام نے ایک ہی عقیدہ کی تبلیغ کی اور ایک دین کے پرچم کے نیچے ہی سب کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی اور وہ عقیدہ توحید ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر سرور انبیاء علیہ الطیب النبیۃ والثناء سب نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ بنیادی عقاید میں کسی قسم کا بھی ان میں اختلاف نہ تھا۔ یہاں اہل امت کا معنی دین ہے۔ فالامۃ ہنا بمعنی الدین۔ (قرطبی)

۱۲۔ لیکن ہر قوم نے اپنے رسولوں کی ہدایت سے سر تابی کی اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کو اپنا دین بنا لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد آدم بے شمار گروہوں میں بٹ گئی اور انسانی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ عقاید اور نظریات کے ان من گھڑت اختلافات نے اتنی شدت اختیار کی کہ بارہا خون انسانی کے دریا بہا سکتے گئے۔ آبادیوں کو کھنڈر بہت کر رکھ دیا گیا۔

۱۳۔ آج تو تم جو جی میں آتا ہے کہ گزرتے ہو اور کسی مخلص اور خیر اندیش راہ نما کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہو لیکن کیا کا دن آنے والا ہے جب تم ہمارے روبرو حاضر کیے جاؤ گے اور ہر چیز کی حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَكْفُرَانَ لِسَعِيهِ

ہی لوٹنے والے میں پس جو شخص کرتا رہے کوئی نیک کام بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو رائیگاں نہیں جائے دیا جائیگا اسکی کوشش کو شکے اور ہم اس

وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿۱۸۶﴾ وَحَرَّمَ عَلٰی قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸۷﴾

کے لیے (اسکے عملوں کو) لکھنے والے ہیں اور ناکمل ہے اس بستی کے لیے جس کو ہم نے برباد کر دیا کہ اسکے باشندے پھر لوٹ کر آئیں نہ

حَتَّىٰ إِذَا فَتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ

یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یا جوج اور ماجوج لشہ اور وہ ہر بلندی سے بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اترنے لگیں

يَنْسِلُونَ ﴿۱۸۸﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ إِذْ أَهَمَّىٰ شَاخِصَةً أَبْصَارُ

گے۔ (ترب معلوم ہو گا کہ) قریب آ گیا ہے سچا وعدہ قرآن وقت تارٹنے لگا جائیں گی۔ نظریں ان لوگوں کی

۱۸۶ کتنی پیاری آیت ہے۔ کتنا حوصلہ افزا ارشاد ہے جو شخص بھی عمل صالح کرے گا۔ اس سے قطع نظر کہ اس کی رگوں میں کس کا خون ہے وہ کس قبیلہ کا فرد ہے۔ اس کی رنگت گوری ہے یا کالی۔ وہ دودت مند ہے یا مفلس۔ وہ کس ملک کا باشندہ ہے وہ مرد ہے یا عورت۔ جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے گا اس کی مساعی کو ڈھانپ نہیں دیا جائے گا۔ اس کی جد و جہد رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ اس کے اعمال حسنہ کو شرف قبولیت بخشا جائے گا۔ یہی کرنے والے کو ضرور اس کا اجر ملے گا صرف ایک شرط ہے کہ وہ مؤمن ہو اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر محکم یقین رکھتا ہو۔ اگر نہیں تو اس کا کوئی عمل بھی مقبول نہیں ہو گا خواہ وہ کتنا نفع بخش اور عمدہ ہو۔ کیونکہ وہ باغی ہے اللہ تعالیٰ کے ملک میں رہ کر اس کی الوہیت اور اس کی سلطانی کا منکب ہے اور دنیا کے کسی ملک کے قانون اور آئین میں باغی کے لیے کوئی تمجید نہیں خواہ وہ اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور انکشافات و ایجادات میں یگانہ روزگار ہی کیوں نہ ہو۔

۱۸۷ یہاں حواہر معنی ممنوع ہے قال الراغب الحواہر المنعوج۔

۱۸۸ یا جوج اور ماجوج کے متعلق سورہ کہف میں تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ کہف آیت نمبر ۹۴، حدب کہتے ہیں اونچی جگہ کو الحدب ما ارتفع من الارض والجمع حداب۔ ينسلون۔ نسلان الذئب سے ماخوذ ہے۔ بیرمبی کی سرعت رفتار کو فلان الذئب کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ جب وہ ہند ٹوٹ جائے گا جو یا جوج ماجوج کو شکے جوٹے ہے تو وہ بلندیوں سے بڑی تیزی کے ساتھ اترنے پلٹے آئیں گے اور میدانی علاقوں میں پہنچ کر کشت و خون کا بازار گرم کریں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُؤَلِّمُنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا

جنہوں نے کفر کیا تھا (جہیں گے) صدیچیف! ہم تو غافل تھے اس امر سے جبکہ ہم تو غلام تھے۔

ظَلِيمِينَ ﴿۱۷﴾ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

(اے مشرک!) تم اور جن بتوں کی تم عبادت کیا کرتے ہو انہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سب سب ستم کارندہ جن ہونگے۔

أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴿۱۸﴾ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَّا وَرَدُوهَا وَ

تم اس میں داخل ہونے والے ہو، (سورہ ۱) اگر یہ خدا ہوتے تو نہ داخل ہوتے جہنم میں، اور (جہوتے

كُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۹﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۰﴾

خدا اور ان کے چہاری سب میں ہمیشہ رہینگے۔ وہ ہمیشہ شدت خدا کے آہٹیں گے۔ اور وہ اس میں اور کچھ نہ سن سکیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۲۱﴾

بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے تقدیر ہو چکی ہے ہماری طرف سے جہاتی نیکو تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

قال الزجاج والنسلاں مشية الذئب اذا سوع۔

۱۷۔ یہاں خطاب مشرکین مکہ سے ہے کہ تمہیں اور تمہارے پتھر کے گھڑے ہوئے ان خداؤں کو جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔ ماغیہ ذوی العقول کے لیے ہے اس لیے اس میں فرشتے عزیز اور عیسیٰ داخل نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبد اللہ بن الزبیری نے اعتراض کیا کہ پھر تو صرف ہمارے بت ہی نہیں بلکہ عیسیٰ اور عریجی اس آیت کا مصداق بنیں گے کیونکہ عیسائی اور یہودی ان کی بھی عبادت کیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا نعم کل من احب ان یبعث من دون اللہ فہو مع من عبداہ۔ ہاں ہر وہ آدمی جس نے یہ پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی بھی پوجا کی جائے اسے بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ حسب کی وضاحت کرتے ہوئے ابو عبیدہ لغوی کہتے ہیں ہر وہ چیز جو آگ بھڑکانے کے کام آئے اسے حسب کہتے ہیں۔ حسب (ایندھن) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۸۔ جن کی یہ درگت بننے والی ہو کیا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں خدا اور محبوب تسلیم کیا جائے۔

۱۹۔ حسنی سے اور سعادت ازل اور ترفیق اطاعت ہے الحسنی ہی العبادۃ وقیل الترفیق للطاعة۔ ریح المعانی حضرت

الذِّكْرَانَ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي

کے اجداد کو بلاشبہ زمین کے وارث تو میرے نیک بندے ہوں گے جسے یقیناً اس قرآن میں کفایت

هَذَا الْبَلَاغِ لِقَوْمٍ عِدَّةٍ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً

سے اس قوم کی (فلاح داریں) کے لیے جو عبادت گزار تھے مشاوریوں میں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سزا پر رحمت بنا کر سارے

عشے جس زمین کی وراثت کا وعدہ صالحین کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے مراد جنت کی سرزمین ہے جس طرح دوسری آیات میں اس کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ "وقالوا الحمد لله الذي صدقنا وعدا له وادشنا الأرض نقيتاً آمن الجنة حيث نشاء فتعمر اجدادنا الصالحين"۔ کہ جب تمہی لوگ گروہ درگروہ جنت میں داخل ہونگے تو کہیں گے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنا یا اب ہم جنت میں جہاں جاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔ پس نیک کام کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔

باقی رہی دنیوی بادشاہی و حکومت تو وہ کبھی صالحین اور کبھی فاسقین کو دے دی جاتی ہے جس کا ذکر دوسری آیت میں ہے۔ ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده۔ زیر بحث آیت کو سامنے رکھ کر بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ فلاح و تعزلی کا قرآنی معیار حکومت گناہ اور نہ ہونا ہے۔ ان کا یہ قول قرآن کریم کی صداقت و صریحات کے خلاف ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جسے جسے ظالم، خونخوار اور نااہل لوگ تخت شاہی پر متمن رہے جن کے مظالم اور نااہلی سے ان کی اپنی قوم نالاں رہی۔ حصول حکومت کو صلاحیت کا معیار قرار دینے والے کیا ایسے ذیادوں کو بھی صالح ہونے کی سند دینگے۔ کیا ہشلہ کا نام اسکے اپنے ہم وطنوں میں آج ایک گالی بلکہ نہیں رہ گیا۔ زندگی میں مشالمن کی پوجا کرنے والوں نے اس کے کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے اس کی ہڈیاں کریمین کے مقبرہ سے نکالی کر باہر نہیں پھینک دیں۔ اگر دنیوی حکمرانی اور نادی ترقی کو ہی آپ صالحیت کا معیار قرار دینگے تو قرآن کریم کی بے شمار آیات کی تحریف کے مرتکب ہونے کے ساتھ آپ تاریخ کی عدالت میں بھی ایک مجرم قرار دیتے جائیں گے۔ آپ نے ہر اس شخص کو قرآنی اصطلاح میں صالح کہہ دیا جس نے کسی طرح زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ خواہ اس نے تمدن و حضارت کے سب روشن چراغ بجھا دیئے ہوں۔ خواہ اس کی فتوحات سے کاروان انسانیت کی ترقی رک گئی ہو۔ خواہ اس کی خونخواریوں اور سفالیوں کی وجہ سے عالم انسانیت پر بربریت، وحشت اور جہالت کی شب و بچور چھا گئی ہو۔

شے صحاح میں ہے البلاغ، الکفاية یعنی اس فرقان حمید میں جو احکام اور ارشادات ہیں وہ انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے کافی ہیں۔ ان پر عمل کرنے والا داریں کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس پر ایمان لانے کے بعد مومن کو کسی دوسرے نظام حیات سے درپوزہ گرمی کی شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی یعنی من العظا بما بلغہ ما رجو من الشوب۔ (مضمہوی)

لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۴۰ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰى اِلَيَّ اَنْتُمْ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۝۱۴۱

جہانوں کے لیے قیامت و زمانہ کیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا خدا (وہی ہے جو) ایک خدا ہے۔ ۱۴۰

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ البلاغۃ۔ الکفایۃ۔ وما تبلغہ بہ البغیۃ۔ (کتاب یوم) ۱۴۰ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سن کلمات صوری و معنوی، عقلی و وہبی و کسی سے شرف فرمایا وہ بلا شک و شبہ بے مثال اور بے نظیر ہیں اور ان کلمات کو قرآن کریم کی آیات طیبہ میں جس انداز سے بیان فرمایا اس کا بھی جواب نہیں۔ ان آیات کو بڑھ کر اگر ایک طرف عبد مجبور کے مرتبہ کمال کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ان کلمات کے بخشنے والے کی شانِ کریمی اور ادائے بندہ نوازی و کچھ کر کے ساختہ دل دربان سے سبحان اللہ! سبحان اللہ! کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے جو کلمات اور صفات عالیہ تفرق اور متمیز ہیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے اس آیت میں حسن محمدی اور جمالِ احمدی کی ساری رعنائیاں، اور دلربائیاں بجمال لطافت جلوہ نما ہیں۔

ارشاد ہے اسے محبوب جو کتب مجیدہ، دینِ حنیف، شریعتِ بیضا، خلقِ عظیم، دلائلِ قاہرہ، حججِ باہرہ، آیاتِ بینات اور حجراتِ سلطنتِ غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو سمیٹ فرمایا ہے اس کی غرض و نغایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لیے، سارے جہان والوں کے لیے، اپنی اور بیگانوں کے لیے، دوستوں اور دشمنوں کے لیے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمادیں۔

لنت ہیں رحمت و دجیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ الرحمة۔ الوقة والتعطف۔ (الصالح) یعنی رحمت رقت اور احسان و مہربانی کے مجموعے کا نام ہے۔ علامہ راغب اصفہانی کی تشریح ملاحظہ ہو:-
الرحمة: رقة تقتضی الاحسان الی المحوم۔ یعنی رحمت اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے جس پر رحمت کی جارہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت میں رقت نہیں کیونکہ وہ اس سے پاک ہے۔ بلکہ صرف تعطف اور احسان ہے اور کہیں صرف رقت ہوتی ہے اور یارائے احسان نہیں ہوتا۔ (المفردات)
لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمت جامعہ یعنی رحمت کے دونوں مغزوں سے نوازا ہے۔ عذوبہ علیہ ما عنتہ جس سے تعین تکلیف ہوتی ہے وہ چیز میرے محبوب کو بڑی شاق گزرتی ہے، میں رقت کا اظہار ہے اور بالموہبین دُؤف رحیمہ میں شانِ تعطف و احسان کا یعنی ہر درد مند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی ہے کسی غم زدہ اور دکھ درد کے مارے کو دیکھ کر نغایتِ رافت سے آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور نوکِ مشکانِ پاک پر درخیم سے ارجند تر اور تابندہ تر آنسوؤں کے موتی سراپا التجا بن کر بارگاہِ رب العالمین میں گرتے ہیں تو خشکیں آسان ہو جاتی ہیں غم و اندوہ کی کالی گھٹائیں کا فز ہو جاتی ہیں۔

آپ خود غور فرمائیے کہ جن افراد نے یا جن قوموں نے حضور کے دامن رحمت کو تنہا حضور کے لئے ہونے دین کو صدق دل سے قبول کیا اور حضور کے پیش کردہ نظام حیات کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ گراہ تھے لیکن اس خود ہبین سے کتاب نور کرنے کے بعد ظلمت کدہ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن ہو گئے۔ جاہل تھے لیکن اس چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہونے کے بعد دنیا کے جس جس گوشہ میں گئے علم و حکمت کے چمن بکھلاتے گئے۔ گنوار اور اجڑتے تھے لیکن پاکیزہ تہذیب و تمدن کے بانی بن گئے۔ جہانگیری و جہانبانی کا ایک اچھوتا تصور دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں کسی ایسے بادشاہ کی گنہگار نہیں جو مطلق العنان ہو۔ جو قانون کی گرفت سے بالاتر ہو جو سب کا محاسبہ کر سکے لیکن اس سے باز پرس کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہو بلکہ جو قوم و ملک کا سربراہ ہو گا اسے خلیفہ کہا جائے گا۔ جن کا معنی نائب ہے اور نائب وہ ہوتا ہے جسے کسی نے مقرر کیا ہو اور جس پر لازم ہو کہ وہ جو کچھ کرے گا اپنے مقرر کرنے والے کی منشا اور ہدایت کے مطابق کرے گا۔ ان رتھوں سے وہ افراد اور قومیں سرشار ہوئیں جنہوں نے حضور کی رسالت کو تسلیم کیا اور حضور کے لئے ہونے دین پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

لیکن جو لوگ اپنی کج فہمی کے باعث یا بیجا تعصبات میں مبتلا ہو کر اس چشمہ حیاں سے براہ راست اور بلا واسطہ سیر کام نہ ہوتے وہ بھی اس فیضان سے دانستہ یا نادانستہ فیضیاب ہوتے رہے۔ آفتاب، اشعاعیں ہر وادی و کوہ پار کو روشن کرتی رہیں حتیٰ کہ وہ مذاہب جن کی بنیاد ہی اصنام پرستی اور شرک پر تھی وہ بھی اپنے مشرکانہ عقائد میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ہندوستان میں آریہ سماج اور عیسائی دنیا میں پروٹسٹنٹ نظریات کا فروغ اس دعویٰ کی صداقت پر شاہ عادل ہیں۔ ملوکیت اور ریاستہائے نظام ہائے حکومت کی جگہ جمہوری اور شورائی طرز حکومت کی مقبولیت اسلام کے پیش کردہ نظریہ سیاست کی فتح نہیں تو اور کیا ہے اور پھر یہ رحمت کیا کم ہے کہ اپنے فسق و فجور اور کفر و شرک کے باوجود پہلی قوموں کی طرح ان پر فوری عذاب نازل کر کے انہیں نیست و نابود نہیں کر دیا گیا۔

یہ تو عالم ناسوت میں حضور کی گونا گوں رحمتوں کا ظہور ہے۔ لیکن صرف یہاں ہی نہیں بلکہ عالم ملکوت میں بھی حضور کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے اور حضور کا دست شفقت گل افشانی کر رہا ہے۔ وہاں رحمت محمدی کے ظہور میں جو بائبلین ہے اور بکریم میں جو مٹھاس اور روانی ہے اس کا حال تو فقط وہ نفوس قدسیہ ہی جانتے ہیں جنہیں اس عالم کی سیاحت ارزانی ہوئی ہو۔

غرضیکہ یہ وہ آفتاب ہے جس کی تابانیوں سے صرف عالم رنگ و بو ہی روشن نہیں بلکہ وہ جہان لطیف بھی درخشاں ہے جو رنگ و بو کم و کیف، بالادست کے تعینات سے ماورائے ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہاں اس آفتاب کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے جو نہ زبان پر لایا جاسکے اور نہ قلم سے لکھا جاسکے۔ اس رحمت عامہ کی برکتوں سے عقل بھی بہرہ ور ہے اور دل کی دنیا بھی شاد کام ہے۔

ترجمان حقیقت شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے :-

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پانگے عقل غیب و حجب، عشق حضور و اضطراب
شکوہ تیرے سلیم تیرے جلال کی نمود فقر جنید و بایزید سیرا جمال بے نقاب
حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شانِ رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے فرمایا انہما نارحمة مجداتہ
یعنی میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔

ایک مرتبہ انکار کے لیے جب بدو عا کرنے کی التجا کی گئی تو حضور نے فرمایا انما بعثت رحمة و لم ابعث عدا یا
یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراسر ارحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-
وكونه صلي الله عليه وسلم رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلاة والسلام واسطة الفيض
الالهي على المنكبات على حسب القوابل ولذا كان نوره صلي الله تعالى عليه وآله وسلم اول المنكبات و
في الخبر اول ما خلق الله تعالى نور نبيك يا جابر وجاء "اللَّهُ تَعَالَى الْمُعْطَى وَنَا الْقَاسِمُ" وَالصَّوْفِيَّةُ
قد است اسرارهم في هذا الفصل كلامه فوق ذالك - (روح المعاني)

یعنی حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام کائنات کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکان کی
ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الہی ملتا ہے وہ حضور کے واسطے ہی ملتا ہے اسی لیے حضور کا نور تمام مخلوقات سے
پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ لے جا رہے ہیں پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، اور
دوسری حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ نے دینے والا ہے اور میں (اس کی رحمت کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں اور صوفیائے کرام
قد است اسرارهم نے اس ضمن میں جو اسرار و معارف بیان کیے ہیں۔ وہ اس سے بلند ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال نے عامل لالہ لعل اور صاحب مقام محمودی مع سرائی میں جہتیں گل فشانی کی ہوئی تو کیا عجیب سماں ہو گا۔
وہ دانائے سبل ختم اسرار معلول ہیں غبار راہ کو بخشا شمشرخ وادی سینار۔

نگاہ عشق وستی میں ہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی سینین وہی طہ
و فسئل اللہ تعالیٰ ان يجعل حظنا من رحمته الحظ الوافر وان ييسر لنا امور الدنيا والآخرة

بلفظہ المتواتر۔ (روح المعانی)

الہی میں اپنے محبوب کی رحمت سے حظ وافر عطا فرما اور حضور کے لطف پیہم سے ہمارے ذیوی اور احسن ذی
کاموں کو آسان فرما۔ آمین ثم آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی جمیعہ رحمۃ للعالمین و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

رحمۃ للعالمین کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ ہے کہ وہ شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا کو پھر فوراً ترجیح سے جگہ لگا دیا۔ بندے کا
تعلق اپنے رب جوڑ دیا۔ اس کا دل جو دنیا بھر کی خواہشات کا کبارخانہ بنا ہوا تھا اسے تمام آفتوں سے پاک کیا اور اللہ
تعالیٰ کی محبت کا روشن چراغ اس میں رکھا۔ انسانیت کا کارواں اپنی منزل کی تلاش میں صدیوں سے بھٹک رہا تھا اسے

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۹۳﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذْنُكُمْ عَلَىٰ

پس کیا تم اسلام لانے کے لیے تیار ہو۔ اگر وہ پھر بھی رد گردانی کریں تو آپ فرمادیں گے کہ میں نے آگاہ کر دیا ہے تمہیں۔

سَوَاءٌ طَوْراً أَدْرِي أَقْرَبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿۱۹۴﴾ إِنَّهُ

پوری طرح اللہ اور میں نہیں سمجھتا کہ قریب ہے یا بعید جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے علیٰ سبب اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ الْجَهْدَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۹۵﴾ وَإِنْ

جانتا ہے جو بات تم بلند آواز سے کہتے ہو اور جانتا ہے جو تم (اپنے دل میں) چھپاتے ہو۔ اور میں کیا جانوں (اس)

أَدْرِي لَعَلَّاهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۹۶﴾ قُلْ

ڈھیل سے، شاید تمہارا امتحان لینا اور ایک وقت تک تمہیں لطف اندوز کرنا مطلوب ہو۔ آگے عرض کی

اپنی منزل کا پتہ بھی دیا اور وہ راہ بھی بتائی جو اسے منزل تک لے جا سکتی تھی، صرف اسی پر بس نہیں بلکہ مسافر کے دل میں منزل کا اتنا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ہر طرف سے پہلو بچا کر اپنی منزل کی طرف جتا بلکہ وار کا مزن ہو گیا۔

اللہ اگر اس کے باوجود بھی وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئیں تو آپ فرمادیں گے کہ میں نے تم سب کو علی الاعلان بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے۔ اب بھی اگر تم نے اس عذاب سے بچنے کے لیے کوئی انتظام نہ کیا تو تمہاری اپنی ہمتی ہوگی۔

اللہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں بے خدا کے بتائے یعنی یہ بات عقل و قیاس سے جاننے کی نہیں ہے۔ یہاں درایت کی نفی فرمائی گئی۔ درایت کہتے ہیں اندازے اور قیاس سے جاننے کو جیسا مفردات راغب اور رد المحتار

ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے واسطے لفظ درایت استعمال نہیں کیا جاتا اور قرآن کریم کے اطلاقات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ما کنتم تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ لہذا یہاں بے تعلیم الہی محض اپنے عقل و قیاس سے

جاننے کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔ (خزانة العرفان) علامہ راغب نے درایت کا معنی بتاتے ہوئے لکھا ہے الدرایۃ۔ المعرفة المدركة بضرب من الغتیل۔ یعنی غور و فکر سے جو معرفت اور علم حاصل ہوتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔

رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ

میرے رب فیصلہ فرمائے (ہمارے درمیان) حق کے ساتھ کفار و کفاروں کے خلاف! ہمارا رب ہے جو تمہیں ہے اسی سے مدد طلب کی

مَا تَصِفُونَ ۝۹۳

جاتی ہے ان باتوں پر جو تم کرتے ہو۔ ۹۳

۹۳ آخریں حضور کریمؐ و معارض کرتے ہیں کہ الہی اب ایسا قطعی فیصلہ فرما کہ حق کے متعلق ان کے ذہن میں جتنے دوسے اور جس قسم کے شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں اور میری دعوت کے سچے ہونے میں انہیں کوئی تردد نہ رہے۔
۹۴ قوت و طاقت میں کفار زیادہ ہیں۔ وسائل کی ان کے پاس کمی نہیں۔ زبانیں ان کی قہنجی کی طرح تیز چلتی ہیں جھوٹ بولنے اور افترا باندھنے سے انہیں شرم نہیں آتی ضمیر کی ملامت کا انہیں اندیشہ نہیں۔ ایسے بیباک خدا ناطرس اور طاقت کے نشے میں غمور دشمن پر غلبہ پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ خداوند رحمن کی تائید اور نصرت پشت پناہی فرمائے۔ اس لیے آخر میں اپنے کاموں کو اسی کے سپرد کر دیا۔

جان، مال اور آبرو محفوظ نہ رہے حتیٰ کہ مذہبی عبادت گاہوں کا احترام بھی ختم ہو جائے اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے اس لیے قدرت کا یہ اہل اصول ہے کہ وہ اقوام عالم میں طاقت کا توازن برقرار رکھتی ہے۔ (۳) جا بجا توحید کے روشن دلائل بھی پیش کر دیتے اور اصنام و اوثان کی بے بسی کو بھی آشکارا کر دیتا کہ جو لوگ انھیں خدا سمجھے بیٹھے ہیں انھیں ان کی بے بسی کا علم ہو جائے کہ انھیں اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ سب مل کر مکھی جیسی حقیر چیز بنا سکیں اور وہ اتنے کمزور ہیں کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور نہ اس سے چھینی ہوئی چیز واپس لے سکتے ہیں۔

(۴) آخر میں بڑے پیارے انداز سے امت مسلمہ کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا کہ حق کا علم سر بلند رکھنے کے لیے اور توحید کی شمع فروزاں رکھنے کے لیے دنیا کی ساری قوموں سے تمہیں منتہب کیا گیا ہے (ہو اجنبکم) اس لیے اب تمہارا فرض ہے کہ تم ہر قیمت پر اس پریم کو سر بلند رکھو اور اس شمع کو فروزاں رکھو اس عزت و افتخار کو جو تمہیں بارگاہ الہی سے مرحمت ہوا ہے برقرار رکھنے کے لیے ہر امکانی کوشش کو صرف کر دینا اپنے اعمال اور کردار کو آئندے وارخ رکھو اور ظاہر و باطن کو اتنا پاکیزہ رکھو کہ اگر کوئی شخص تم سے تمہاری پیش کردہ دعوت کی صداقت کی کوئی دلیل طلب کرے یا کوئی گواہ مانگے تو تمہاری سیرت اور تمہارا کردار بطور دلیل اور بطور گواہ پیش کیا جاسکے۔

آخر میں پھر انھیں اپنی کار سازی اور نصرت کا یقین دلانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ ہو مولکم فضعہ المولیٰ و نعمہ النصیب۔ وہ قوم جس کے سامنے کوئی عظیم مقصد ہوا کرتا ہے اس کے وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ اسے بیکار مشغلوں میں صرف کیا جائے اس لیے مسلمانوں کو اس بات کی طرف بھی تہذیب کیا کہ باطل پرست لوگ اور وہ افراد جن کے پیش نظر زندگی کا کوئی بلند مقصد نہیں ہے ہر وہ مباحثوں اور مناظروں میں الجھانے کی پوری کوشش کریں گے تاکہ تم ان بے مقصد مباحث میں الجھ کر اپنے مقصد سے غافل ہو جاؤ لیکن اے فرزند ان اسلام تم ان کے دام فریب میں نہ پھنساؤ اور اگر وہ زیادہ مصر ہوں تو یہ کہہ کر آگے بڑھ جانا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حالات کو خوب جانتا ہے۔ و ان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون۔ ان مباحث کے علاوہ علم و حکمت کے کئی نواہرات اس سورہ کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کو دستیاب ہوں گے بارگاہ الہی میں ہماری یہ عاجزانہ التجا ہے کہ وہ ہمیں اس چشمہ حیراں سے سیراب ہونے کی توفیق بخشے اور ہمیں یہ بہت دے کہ قرآن کریم کے نور میں سے نہ صرف اپنی زندگیوں کو ہی منور کریں بلکہ ظلم و ستم اور دہم و گمان کے رنگستانوں میں بھٹکنے والی قوموں کو بھی ان کی منزل کا پتہ بتا سکیں :-

سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيٌّ ثَمَانِيٌّ سَبْعُونَ آيَةً وَعَشْرٌ وَكُتِبَتْ بِالرِّجَالِ

سورة الحج مدنی ۷۸ آیتیں ۱۰ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ①

اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار (کی ناراضگی) سے طبعی ٹھک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

۱۔ قرآن کریم نے اعمال و اخلاق کی اصلاح اور درستی کے لیے جو دستور پیش کیا ہے اس کی بنیاد اس عقیدہ پر رکھی ہے کہ ہر شخص سے اس کے اعمال کے باوجود قیامت کے دن باز پرس کی جائیگی آج اگر وہ اپنے منصب یا دولت کی وجہ سے قانون کی زد سے بچا رہتا ہے تو اسے یہ بات ایک لمحہ کے لیے بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جب اس کی دولت اور اس کا منصب اس سے چھین لیا جائے گا وہ ہوگا اور اسکے اعمال اور احکام العالَمین کی عدالت ہوگی دلوں میں اس عقیدہ کو راسخ کرنے کیلئے قرآن کریم میں بار بار سستی بیخ کی گئی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس معاشرہ میں یہ عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے وہاں ظلم اور فسق و فجور کا قدم نہیں جم سکتا اسی احساس کو تقویت دینے کیلئے اس سورہ کا آغاز ان آیات سے کیا جا رہا ہے۔

۲۔ وقوع قیامت کے ہولناک مناظر کو مختلف انداز میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے یہاں بھی اس خوفناک دہشت کا ذکر ہو رہا ہے جس سے انسان اسوقت دوچار ہوگا جب اس نظام عالم کو دویم برہم کر دیا جائیگا حضرت ابو ہریرہ کی طویل حدیث کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے آیت کا منہم بالکل واضح ہو جائیگا حضور کریمؐ نے ارشاد فرمایا... کہ اسرافیل زمین تریبہ صومرہ پر نہیں گئے الاذی نفضة الفزعة والثانية نفضة الصاعقة والثالثة نفضة القيام لسرب العالمين۔ (یعنی جب پہلی دفعہ صومرہ پھونکا جائے گا تو ساری کائنات کے صومرہ برہم ہونے کی وجہ سے گھبرائیں اور پریشانی طاری ہو جائے گی۔ دوسری مرتبہ ساری کائنات موت کی نیند سو جائے گی اور جب تیسری مرتبہ صومرہ پھونکیں گے تو سب اپنی قبروں سے اٹھ کر بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہو جائیں گے) جب پہلی مرتبہ صومرہ پھونکا جائیگا تو زمین جھٹکے کھانے لگے گی اور جس طرح کشتی سمندر میں چمکے کھاتی ہے اور چاروں طرف سے موجیں اسے تھپڑے مارتی ہیں یا جس طرح کوئی ٹھنڈی ہوائی قندیل آندھی میں حرکت کرتی ہے فتکون الارض كالسفينة الموقفة في البحر تضربها الامواج تكفأها باهلها وكالقفذيل المعلق بالعرش ترجعه الاسراب۔ اس وقت جو مائیں بچوں کو دوہ پلا رہی ہوں گی انہیں اپنے بچے بھول جائیں گے۔ جو عورتیں حاملہ ہوں گی خوف کے مارے ان کے عمل ناقص ہو جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ (ابن کثیر)

يَوْمَ تَرُوهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ

جس روز تم اس کی ہولناکیوں کو دیکھو گے تو غافل ہو جاؤ گی ہر دودھ پلانڈرالی (مال) اس (نختہ بچہ) سے جس کو اس نے دودھ

كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَهَٰؤُلَاءِ

پایا، اور گرا دے گی ہر حاملہ اپنے حمل کو اور تجھے نظر آئیں گے لوگ جیسے وہ نشہ میں مست ہوں حالانکہ وہ نشہ

سُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝۱۰۰ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ

میں مست نہیں ہوں گے بلکہ عذاب الہی بڑا سخت ہوگا (وہ اسکی نسبت سے جو اس بگڑے ہوئے) اور بعض ایسے لوگ ہیں جو بحث کرتے ہیں

فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيُتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ۝۱۰۱ كُتِبَ عَلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیرتہ اور پروی کرتے ہیں ہر سرکش شیطان کی۔ جس کے تقدیر میں لکھا جا چکا ہے کہ

أَنَّهُ مِّنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝۱۰۲

جو اس کو دوست بنائے گا تو وہ اسے گمراہ کر کے رہے گا اور راہ دکھائے گا اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف لے

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان آیات میں جس زلزلہ کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے وہ اس وقت ہوگا جب پہلی مرتبہ سورہ ہود کا جائیگا

ہی الزلزلة المعروفة التي هي احدى شواظ الساعه التي تكون في الدنيا قبل يوم القيامة هذا قول الجمهور (قرنی)

کہتے ہیں کہ یہ زلزلہ پندرہ رمضان کو آئے گا اور اس کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سے نصیر بن حارث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے میں پیش پیش رہا کرتا تھا عقیدہ قیامت کے متعلق تو اس

کی ہرزہ سرائی حد سے بڑھ گئی تھی۔ مردوں کی بوسیدہ ہڈیاں ہاتھ میں لے کر وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ قرآن کتاب ہے

کہ یہ ہڈیاں پھر زندہ کی جائیں گی تم خود سوچو کبھی ایسا ہونا ممکن ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ جنت بازیاں اور اعتراضات

علمی دلائل پر موقوف نہیں بلکہ شیطان مردود کی دوسرا مذہب بازیاں ہیں جن کو اس نے پتے باندھ رکھا ہے اللہ والدار: العالیٰ یعنی سرکش۔

سے شیطان کی نافرمانی اور ہم سرکشی کے باعث یہ شقاوت اس کی نوع تقدیر پر ثبت کر دی گئی ہے کہ جو شخص اس کو

اپنا دوست بنا لے گا اس کو راہ راست سے بہکا دے گا اور اسے لے جا کر دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ

اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو (روزِ محشر) جی اٹھنے میں تو ذرا اس امر میں غور کرو کہ

مِّن تُّرَابٍ ثُمَّ مِّن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِّن عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّن مُّضْغَةٍ

ہم نے ہی پیدا کیا تھا میں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھرے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے بعض

مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبِّئِن لَّكُمْ وَنُقَرِّ فِي الْأَرْحَامِ مَا

کی تخلیق مکمل ہوتی ہے اور بعض کی نامکمل تاکہ ہم ظاہر فرما دیں تمہارے لیے (اپنی قدرت کا کمال) اور ہم قرار دیتے ہیں رحموں میں جسے ہم

ہے سب انسانوں کی مٹی سے پیدا کیے جانے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ آدمؑ جو ابو البشر ہیں ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی یا یہ کہ مادۃ منویۃ جن غذاؤں سے بننا ہے وہ سب زمین سے آگئی ہیں جب رحم میں نطفہ قرار پکڑتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد اس میں تدریجی تبدیلیاں ہونے لگتی ہیں۔ پہلے وہ خون کی طرح گاڑھا اور سرخ سرخ ہوجاتا ہے اسے علقہ کہا گیا۔ پھر وہ گوشت کی شکل اختیار کرتا ہے اسے مضغہ فرمایا۔ اس کے بعد مدت مل پوری کرنے کے بعد صحت و سلامت پیدا ہوتا ہے یا وہ اس سے پہلے ہی گر جاتا ہے غیر مخلقہ کا مفہوم اکثر علماء نے یہی بیان کیا ہے لیکن بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ بچہ ہے جو ناقص الاعضاء پیدا ہوتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :-

حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق ان احدكم يجمع خلقه في بطن امه اربعين يوما ثم يكون في ذلك علقة مثل ذلك ثم مضغة مثل ذلك ثم يرسل الملك فينفخ فيه الروح ويؤمر بأربع كلمات يكتب رزقه واجله وعمله وشقى او سعيدا۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا اور آپ سے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک رہتا ہے پھر وہ علقہ بن جاتا ہے۔ پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ ہوتا ہے۔ پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار چیزیں لھنے کا امر ہوتا ہے وہ یہ ہیں :- اس کا رزق - اس کی موت کا وقت - اس کے اعمال اور یہ کہ وہ بد بخت ہے یا نیک بخت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے فرشتہ کو صافی الارحام (جو کچھ رحم میں ہے) کا بھی علم حاصل ہوتا ہے اور اس کی موت کے وقت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ آیت میں جس چیز کی نفی ہے کہ صافی الارحام کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔

نَشَأُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ

چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پھر ہم نکالتے ہیں تمہیں بچہ بنا کر پھر بارہوش کرتے ہیں تمہاری آنکھ تمہیں پہنچ جاوے

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمْرِ لِكَيْلَا

اپنے شباب کو اور تم میں سے کچھ اپنے (وقت) ہو جاتے ہیں اور تم میں سے بعض کو پھر تیار یا جا ملے نئی عمر تک تاکہ وہ کچھ نہ بنائے

يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا

ہر چیز کو جاننے کے بعد تہ اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے تہ پھر جب ہم آمانتے ہیں۔

تہ اس کے بعد پیدائش سے موت تک انسانی زندگی جن مرحلوں سے گزرتی ہے ان کو بیان فرمادیا استقرار عمل سے لیکر آخری دم تک انسان جن مرحلوں سے بڑھ جائز تہا ہے ہر مرحلہ میں نازک سے نازک جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں پھر ان کے نئے نئے تعلقے ہوتے ہیں اور جس فیاضی اور حکمت سے ان کو پرورایا جاتا ہے اگر انسان فقط اسی میں غور کے قہے اختیار ہو کہ تہے کہ علیم و حکیم ہے وہ خالق جس نے انسان کو پیدا کیا اور وحدۃ لا شریک ہے وہ ذات والامفات جس کی حکمت اور جس کے علم کے عجبے انسانی زندگی کے ہر موڑ پر چشم بیا کو نظر آتے ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا معدہ بڑا لطیف ہوتا ہے وہ کسی نقیل چیز کو مضہم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس وقت ماں کا دودھ بھی تہلا اور دودھ مضہم ہوتا ہے جس نسبت سے معدہ میں ہاضمہ کی قوت بڑھتی ہے یعنی اسی نسبت سے ماں کا دودھ بھی گاڑھا کرنے لگتا ہے اور اس کی دھیت (پکنا ہٹ) میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جب بچے کے دانت نکل آتے ہیں اور اس کا معدہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو طبیعت خود بخود روئی وغیرہ کی طرف مائل ہونے لگتی ہے غرضیکہ زندگی کے کسی دور کا آپ مطالعہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کے ہر رخ اور ہر جگہ آپ کو جھلگاتے نظر آئیں گے۔

تو جو ذات ایک قطرہ آب ہے انسان کو پیدا کر سکتی ہے اور اس کے سفیرہ صیحات کو زندگی کے متلاطم سندسے گزار کر موت کے ساحل پر تنگ انداز کر دیتی ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ پھر وہ تمہیں زندہ کرے۔

ارذل العمر سے مراد زندگی کا وہ دور ہے جب بچھلے کی وجہ سے عقل فہم کی قوتیں بیکار ہو کر رہ جاتی ہیں غور و فکر کی صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں زیادہ اشدت کا خزانہ خالی ہو جاتا ہے۔ یوں معلوم ہونے لگتا ہے گویا اس نے کھی کتب میں تہم تک نہیں لکھا وہ شخص جو کبھی وقار و مقامت کا پیکر ہوا کرتا تھا اب ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے کہ بے اختیار ہنس ہی آجاتی ہے۔

ارذل العمر: للعمری اختہ وادینہ وهو الهمم والخرف حتی لا یعقل، (قرطبی)

کہ یہاں سے قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی دوسری دلیل بیان کی جا رہی ہے۔

ہامدۃ: یابسة لانبت شیامہ: خشک زمین جبکہ اس میں کوئی چیز نہ اگ سکے۔

انزلنا عليها الماء اهتزت وربت وانبتت من كل زوج

اس پر بارش کا پانی تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی ہے اور اگاتی ہے ہر ٹھنڈا جوڑے کو۔

بهيجه ذلك بان الله هو الحق وانته يحي الموتى وانه

یہ (زندگار جیساں اس کی دلیل ہیں) کہ اللہ ہی برحق ہے شے اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور بلاشبہ

على كل شئ قدير وان الساعة آتية لا ريب فيها لا

وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شک نہیں ہے

وان الله يبعث من في القبور ومن الناس من يجادل

اور اللہ تعالیٰ زندہ کرے کاشائیکا ان (مردوں) کو جو قبروں میں ہیں۔ اور ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جھوٹا کرتے ہیں۔

في الله يغير علمه ولا هدى ولا كتب منير ثانی عطفه

اللہ تعالیٰ کے بے بسے میں بغیر علم کے اور بغیر کسی دلیل کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے۔ ثلثہ آجبر سے (کردن مرنے سے)

شے جب انسان قدرت کی ان اعجاز آفرینیوں کو دیکھتا ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ یہ کائنات خود بخود بغیر خالق کے معرض وجود میں نہیں آسکتی اور اس کا خالق علم محیط اور حکمت بالغہ کی صفات عالیہ سے متصف ہے نیز اس میں بھی شکر شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ جس کی قدرت کا یہ عالم ہے اس کے لیے ہر چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنا قطعاً مشکل نہیں۔

۹ اس ارشاد سے پھر بتا دیا کہ قیامت ضرور آئے گی تم شیطان کی دوسرا انگیزوں سے دھوکھا کرنا اس یوم حساب کا انکار نہ کرنا اور نہ کف انسوس مرنے اور ندامت سے جوڑ کا ٹوٹے۔

ثلثہ ایسا حق کہ جس میں فہم و فراست کا نشان تک نہیں جس نے کسی جاننے والے سے پوچھ کر بھی اپنی جہالت کو دہرا نہیں کیا اور جس بد نصیب نے کسی صحیفہ آسمانی کا مطالعہ کرنے کی بھی زہمت گوارا نہیں کی وہ اللہ تعالیٰ کے بے بسے میں اس کے رسول سے جھگڑتا ہے اور غرور و نخوت سے اکر اکر چلتا ہے اس نے اپنا ستیا ناس تو کر لیا اب دوسروں کا بیٹہ غرق کرنے کے لیے مسج و شام کو شال ہے ایسے جاہل کج فہم اور غرور کا انجام ہر شاعت نامک ہوگا۔ ثانی عطفہ، توتی عنقه مرحاً و تفتوما (قرمبی)۔

غرور و نخوت سے اپنی گردن کو مروڑنا۔ اسی بلا عقل صحیح و لافقل صریح بل بمجدد الرائے والنسوی (ابن کثیر)

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيقُهُ

ساکر ہکاٹے (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے اس کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور ہم بچھائیں گے اسے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۚ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ يَدَكُمْ وَاَنْتُمْ

قیامت کے دن جلائے والی آگ کا عذاب۔ (اس روز سے بتایا جائیگا کہ) یہ سزا ہے اس کی جو تیرے دونوں ہاتھوں

اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِ ۙ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ

نے آئے جیسا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو عبادت کرتا ہے

اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ اطمأنَّ بهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

اللہ تعالیٰ کی کنارا پر کھڑے کھڑے) لٹ پھرا کر پہنچے اسے بھلائی (اس عبادت) تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر پہنچے اسے کوئی

اللہ ہر چیز کے کنارے اور دبانے کو حرف کہتے ہیں۔ حرف کل شیئی طرفہ وشفیروہ وحدہ۔ (قرطبی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا بیان فرما رہے ہیں جو حق کو اس لیے قبول نہیں کرتے کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس لیے عبادت نہیں کرتے کہ وہ ہمارا مجبور اور خالق ہے بلکہ اس لیے کہ انھیں دنیوی منفعت حاصل ہوگی ان کا کاروبار چمکے گا۔ ان کی عزت اور ناموری میں اضافہ ہوگا اگر اسلام کو قبول کرنے کے بعد ان کی یہ امید پوری ہوتی ہے تو بڑے خوش محبتے ہیں۔ اور اسلام کی صداقت اور سچائی کا اظہار بڑے جوش و خروش سے کرتے ہیں لیکن اگر ان کی یہ امیدیں بر نہیں آتیں بلکہ آٹا سکھین اور نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یاد الہی کا سلسلہ ہی منقطع کر دیتے ہیں اور اس دین کا دامن ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پھر باطل کی طرف یہ شور مچاتے ہوئے بھاگے پھلے جاتے ہیں کہ بس دیکھ لیا۔ یہ دین اس کی نحوست سے کاروبار ٹھس ہو کر رہ گیا۔ جو عزت و وقار پہلے تھا اس کا بھی جنازہ نکل گیا۔ ہم تو ایسے دین سے باز آتے۔

کتب تفسیر میں جہاں اس آیت کی شان نزول بیان کی گئی ہے وہاں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ ایک یہودی مسلمان ہوا۔ اتفاق سے کچھ عرصہ بعد اس کی بیٹائی جاتی رہی پھر اس کا زبردست مالی نقصان ہو گیا۔ ساتھ ہی اس کا ایک لڑکا تھا وہ بھی مر گیا۔ اس نے سوچا کہ یہ سب اسلام کی نحوست کے باعث ہوا ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ اقلنی؛ جو بیعت اسلام میں نے آپ کے ہاتھ پر کی ہے مجھے اس سے آزاد کر دیجیے۔ حضور نے فرمایا: ان الاصلہ لا یقال اسلام کی بیعت واپس نہیں کی جاسکتی۔ کہنے لگا مجھے تو آپ کے اس دین سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور نہ اس میں کوئی خوبی نظر آئی۔ میں اندھا ہو گیا۔ مال برباد ہوا۔ بیٹا تھا وہ مر گیا۔ حضور نے فرمایا اے یہودی اسلام مردوں کو گلا تا ہے

فِتْنَةٌ اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهَا خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ط ذٰلِكَ هُوَ

آزمائش تو فوراً (دین سے) منموڑ لیتا ہے۔ اس شخص نے برباد کر دی اپنی دنیا اور آخرت لے لی یہی تو

الْخُسْرَانُ الْبَيِّنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا

کھا، جو خسارہ ہے۔ وہ عبادت کرتا ہے لے لے اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو ضرر پہنچا سکتا ہے اسے اور نہ

لَا يَنْفَعُهُ ط ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ يَدْعُوْا مَنْ ضَرُّهُ

نفع پہنچا سکتا ہے اسے یہی تو استہانی گمراہی ہے۔ وہ پوجتا ہے اسے جس کی ضرر رسائی زیادہ

اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهِ ط لَيْسَ الْمَوْلٰى وَّلَيْسَ الْعَشِيْرُ ۝ اِنَّ اللّٰهَ

قریب سے اس کی نفع رسائی سے لے یہ بہت برا دوست ہے اور بہت برا ساتھی ہے لے لے نیک اللہ تعالیٰ

اور صاف کرتا ہے جس طرح آگ کو بے سونے اور چاندی کی سہل کچیل کو صاف کرتی ہے یا یہودی ان الاسلامہ جیسک

الرجال كما يسبك النار خبث الحديد والذهب والفضة۔ (ابن مردويه)

لے انسان کو چاہیے کہ اسلام کو حق سمجھ کر قبول کرے پھر اس راہ کے کانٹوں کو دیکھ کر گھبرانہ جائے بلکہ ان کو پھولوں سے

بھی زیادہ عزیز جانے کیونکہ یہ منزل محبوب کے کانٹے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اسے دین حق کو سر بلند کرنے کے لیے اپنی دولت

خرج کرنے کی توفیق دے تو اسے اپنی سعادت اور ازبندی یقین کرے۔ اگر پرچم اسلام کو اونچا بہت اونچا لہرانے

کے لیے جان دینے کا موقع ملے تو مسکراتا ہوا، خوشی سے اٹھلاتا ہوا حضرت غیب کی طرح تختہ دار کی طرف بڑھے۔ کیونکہ

موت اس کے لیے ہلاکت و فنا کا پیغام لے کر نہیں آئی بلکہ حیات جاوید کی فویہ نہیں بلکہ وصال حبیب کا مشورہ لیکائی ہے۔

الموت جسریو صل الحبيب الى الحبيب موت ایک پل ہے جو یار کو یار سے ملاتی ہے۔ اگر یہ نظر یہ ہو تو پھر حق کو قبول کئے

ورنہ حق کا دامن پکڑ کر نہ اپنے آپ کو رسوا کرے اور نہ حق کو بدنام۔

لے مشرکین کہہ کا ذکر ہے کہ وہ ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ انھیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان یبعد الصنم الذی لا

ینفع ولا یضر۔ (قرطبی)

لے علامہ عثمانی لکھتے ہیں: یعنی بتوں سے نفع کی تو امید موموں ہے بت پرستوں کے زعم کے مطابق لیکن ان کو پوجنے کا جو

ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لیے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائے گا نقصان ابھی ہاتھ پہنچ گیا۔

لے قیامت کے دن جب مشرک و بت پرستی کی سزا انھیں سنائی جائیگی تو کہہ انھیں گے یہ بت جن کی امداد پر تم تکیے کیے ہے

يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

داخل کریں گے انہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے باغات میں رواں ہیں جن کے

تحتها الأنهار إن الله يفعل ما يريد ﴿۲۰﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ

نیچے نہریں۔ بیش اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور جو شخص یہ خیال کیے بیٹھا ہے کہ

أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی مدد نہیں کرے گا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں سب سے چاہیے کہ ٹک جائے ایک رسی کے

کتنے بچے نکلے۔ موٹی، دوست اور مددگار۔ عشیرہ، ساتھی یعنی الوثن (منظری) مجاہد یعنی الوثن (قرطبی) یعنی وہ اپنے بتوں کے متعلق یوں اظہارِ افسوس کریں گے۔

لأنه لم يؤمن بالله واليوم الآخر، انہوں نے ایمان نہ کیا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اور ان کا مال بیان کرنے کے بعد اب اپنے بندوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور جو نوازشات ان پر کی جانے والی ہیں ان سے انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے۔

لأنه لن ينصره الله في الدنيا والآخرة، اہل عرب مسلمانوں کی تنگدستی اور کمزوری کو دیکھتے تو خیال کرتے کہ ایسے ناداروں اور کمزوروں کے ساتھ مل کر ہمیں کیا حاصل ہوگا خواہ مخواہ اہل بت کے ساتھ اپنے دیرینہ خاندانی مراسم کو مجرد کیوں کریں! بس نبی کی مدد نہ آج تک اس کے خدا نے کی ہے اور نہ ایسے قرآن موجود ہیں جن سے یہ پتہ چلے کہ آئندہ ان کی وہ مدد کرے گا اور ان کی مفلوک احمالی اور بے بسی دور ہو جائے گی۔

انہیں بتایا جا رہا ہے کہ شخص بھلائی غلط نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی مدد کرے گا اور ضرور کرے گا۔ تم دیکھو گے کہ بہ طرف اسی کے نام کا ڈنکا بج رہا ہوگا اور اس کے قدموں میں سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے ہونگے اور جسے یہ بات گوارا نہ ہو اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنے گلے میں رستے کا پھندا ڈال لے اور چھت سے ٹک جائے اور پھر اس رستے کو کاٹ دے تاکہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ میرے مجبور بچے لیے حسد کی جو آگ تمہارے دلوں میں بھڑک رہی ہے اس کو فرو کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

جمہور مفسرین نے آیت کے اسی مفہوم کو پسند کیا ہے لیکن بعض کی رائے ہے کہ نصور کا معنی یوزق یا یوزق دینا ہے اور کا ضمیر کا مرجع عام آدمی ہیں۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص فقروفاقد کی سختیاں سہیل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مایوس ہو چکا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کبھی فراخ روزی نہیں دیگا۔ ایسے آدمی کے لیے بہتر ہے کہ وہ سسک سسک کر جان نہ دے بلکہ ابھی گلے میں رستہ ڈال کر اپنے آپ کو چھت سے ٹک کر خودکشی کر لے لیکن

السَّمَاءِ ثُمَّ لَيَقَطَعَنَّ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ۝۱۵

ذریعہ نجات سے پھر اگلے میں چند ڈال کر، اسے کاٹ دے پھر دیکھے آیا دور کر دیا ہے اس کی (خودکشی کی) تمہارے اس کے علم و غصہ کو۔

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِيَ مَن يُرِيدُ ۝۱۶

اور اسی طرح ہم نے اتارا ہے اس کتاب کو روشن دلیلوں مثلاً کیسا تمہارا اور خبیث اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغِينَ وَالنَّصَارَى

بیشک اہل ایمان، یہودی ستارہ پرست، عیسائی،

وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمُ

آتش پرست اور مشرک، ضرور فیصلہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ان سب (گروہوں) کو

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۷

کے درمیان قیامت کے دن اللہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرماتا ہے۔ کیا تم ملاحظہ نہیں کر رہے

اللَّهُ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ

کائنات تعالیٰ کو ہی سجدہ کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب نیز آفتاب

آیت کے سیاق و سباق کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو پہلا مفہوم ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

سبب: جبل رسی - السماء اسی سماء بیتہ اسی سقف بیتہ کھر کی چھت (ظہری)

مثلاً یعنی ایسے دلائل نازل فرمائے جن سے عقیدہ توحید، عقیدہ قیامت اور رسالت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً یعنی وہ سب کے اعمال، احوال، نظریات اور عقائد پر آگاہ ہے وہ اپنے کامل علم کے مطابق سب کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی کوہر سے پُر جلال اسلوب میں بیان فرمایا جا رہا ہے کہ ہر چیز زمین و آسمان شمس و قمر و دشت و جبل چوپائے اور انسان سب اس کے سامنے سرسجود ہیں۔

تکوینی محال سے اس کا مناسبت کی ہر چیز خواہ شہود و اوراک سے متصف ہو، مجموعی احکام تکوینیہ کے سامنے سرافکندہ ہے اس محال سے کافر اور مومن، فاسق و متقی سب داخل ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالذَّوَابُّ وَكَثِيرٌ

مناجی، ستارے، پہاڑ، درخت اور چھوٹے اور بہت سے

مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ

انسان ہی (اسکی کو سجدہ کرتے ہیں) اور بہت لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور دیکھو جس کو ذلیل کرے اللہ تعالیٰ

فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝۱۸۰ هٰذِهِنَّ حَصَمٰن

تو کوئی ایسے عزت دینے والا نہیں ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ یہ دو فریق ہیں اللہ

کے احکام تکوینیہ کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ ان کی پیدائش، ان کی موت، ان کا مرض، ان کی صحت غرضیکہ ہر چیز امر الہی سے معرض وجود میں آ رہی ہے لیکن اس عالم کی وہ مخلوق جو عقل و فہم کی نعمت سے شرف کی گنتی ہے۔ اسے اس تکوینی نضرے کے علاوہ اختیاری سجدہ کرنے کا بھی مختلف کیا گیا ہے اور اس اختیاری سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کفار و فانی کو سزا ملے گی لیکن علماء تشدد میں اور محدثین کی رائے میں کائنات کی ہر چیز اختیاری سجدہ کر رہی ہے کیونکہ جمادات ہمارے لحاظ سے مردہ و بے جان ہیں لیکن انھیں ایسی زندگی دی گئی ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اختیاری طور پر اطاعت کر رہی ہیں اور اس کی حمد و ثنا میں زور مسخ نہیں۔ ارشاد الہی ہے: **وَان مِّن شَيْءٍ اِلَّا بِنِجْمِ اللّٰهِ لٰكِن لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ** کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سجدہ نہیں سکتے! در حدیث شریف میں ہے: **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجِبَلَ يَبْنِىْ دَاخِلَ الْجِبَلِ يَا فُلَانُ هَلْ مَدِيْتُ لِحَدِيْثِ اللّٰهِ** (رواہ الطبرانی من حدیث ابن مسعود) یعنی حضور نے فرمایا کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پوچھتا ہے کہ اے فلان پہاڑ! کیا آج تیرے ہاں کسی ایسے بندے کا گزر ہوا جو یاد الہی میں مشغول تھا نیز مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان پتھروں کو جانتا ہوں کہ جب میں ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو وہ میری جناب میں درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ **وَقَالَ الْبَغَوِيُّ هٰذَا مَذْهَبُ حَسَنِ مَوَاضِقِ لِقَوْلِ اَهْلِ السُّنَّةِ**۔ (مظہری)

علامہ بغوی کہتے ہیں کہ یہ رائے ہی اہل سنت کے اقوال کے موافق ہے اور یہی پسندیدہ مذہب ہے۔

۱۸۰ ان دو گروہوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے متعلق امام مسلم نے حضرت ابو ذر سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسی حدیث سے انھوں نے اپنی حسیل المرتب کتاب کو شتم کیا۔ قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر کو قسم اٹھا کر یہ کہتے سنا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے میدان بدر میں ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دی۔ اسلام کی طرف سے حضرت حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم تھے۔ اور کفر کی طرف سے ربیعہ کے دونوں بیٹے عقبہ

اٰخْتَصَمُوْا فِیْ رِیْبِهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قَطَعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ

جو جھگڑا رہے ہیں اپنے رب کے بارے میں تو وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا تیار کر دیئے گئے ہیں ان کے لیے کپڑے

نَارٍ یُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِیْمُ ۗ یُصْهَرُ بِهَا فِی

آتشِ جہنم ہے۔ انڈیلا جاسکیگا انکے سروں پر کھولتا ہوا پانی۔ گل جاسکیگا اس کھولتے پانی سے

اور شیبہ اور عقبہ کا اولاد کا ولید و بہذا الحدیث ختم مسلحہ رحہ اللہ کتابہ۔ (توطی)

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بدر کے دن عقبہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدانِ جنگ میں نکلا اور مسلمانوں کو لٹکارا۔ انصار کے تین نوجوان ان کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ عقبہ نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے اپنا نام نسب بتایا تو عقبہ نے نبی مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر کہا اخرج الینا کفءنا من تو منا۔ ہمارے مقابلے

میں ان کو بھی جو نسب اور قوت میں ہمارے ہم پلہ ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا قہریا عبیدہ بن الحارث یا حمزہ بن المطلب یا علی بن ابی طالب۔ تمیل حکم میں تینوں بھائی کی سرعت کے ساتھ میدان میں جا کھڑے ہوئے حضرت عبیدہ نے عقبہ کو حضرت حمزہ نے شیبہ اور سیدنا علی نے ولید کو لٹکارا حضرت حمزہ اور حضرت علی نے اپنے اپنے حریفوں کو ستم زدوں

میں ڈھیر کر دیا لیکن حضرت عبیدہ اور عقبہ کے درمیان جنگ جاری رہی۔ دونوں ایک دوسرے کے وار سے سخت زخمی ہو گئے۔ حضرت حمزہ اور سیدنا علی اپنی نثارہ شکاف تلواروں کو لہراتے ہوئے عقبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا حضرت عبیدہ کی ناک کٹ کر الگ ہو گئی تھی اور اس کا گودا باہر رہ رہا تھا اسی حالت میں انھیں اٹھا کر بارگاہِ محبوبت العالمین

میں لے آئے آپ نے اپنے آقا صلاؤ کو دیکھ کر عرض کیا۔ الست شہیداً۔ کیا میں شہادت سے سرفراز نہیں ہوں حضور نے فرمایا بلی۔ بے شک تجھے شہادت کی سعادت ارزانی ہوئی۔ زندگی کے آخری لمحوں میں جو شوقِ عشق کا یہ عالم ہے کہ کسی بت کو یاد نہ کیا۔ صرف یہ کہا کہ اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ ان کے ان شعروں کا مصداق میں ہوں یہ

کذبہ و بیعت اللہ ینذی محمدًا و لیتا نطلعن دونہ و نناضل

و نسلّمہ حتی نصرع حولہ و نذہل عن انباءنا و الحلائل

اللہ تعالیٰ کے گھر کی قسم اے مشرکین تم جھوٹ کہتے ہو کہ حضور کو یونہی مغلوب کر لیا جائے گا اور ہم حضور کی طرح تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ ہم اسی وقت حضور کو تمہارے حوٹے کر سکتے ہیں جبکہ ہماری لاشیں حضور کے ارد گرد گری پڑی ہوں اور ہم اپنے فرزند و زن سے غافل ہو گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان صحابان پاکباز کے صدقے میں بھی عشق ہی شجاعت اور یہی جذباتی شہادت فرمائے اور شہادت کی اسی نعمت سے مالامال فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ انک اکرم

الاکرمین و خیر المثلین۔ لایردساثل لمن حضر تک السنیة خائباً و سمعنا من جبیک و هو یخبرنا

بَطُونَهُمْ وَالْجُلُودُ ۗ وَلَهُمْ مَقَامٌ مِّنْ حَدِيدٍ ۗ كَلِمًا أَرَادُوا

جو کچھ انہی سگھوں میں ہے اور انہی چڑیاں بھی گل جائیں اور ان کو مارنے کے لیے گز ہونگے لوہے کے ۲۲۔ جب بھی ارادہ کریں گے

أَنْ يُخْرِجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُقُوا عَذَابَ

اس سے کچھ نکلنے پر ہی والہ کے باعث تو انہیں لوٹا دیا جائیگا اس میں اور (کہا جائیگا) کہ چکھو۔ جلتی ہوئی آگ کا

الْحَرِيقِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

عذاب۔ یقیناً اللہ تعالیٰ داخل کریگا ان لوگوں کو جو ایمان بھی لے آئے اور عمل بھی نیک کرتے رہے ۲۳۔

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ

جنتوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے ندیاں انہیں پہنائے جائیں گے جنت میں سونے کے

ذَهَبٍ وَكُلُوهَا وَأَوْلُوا بِهَا حَرِيرٌ ۗ وَهَدُوا إِلَى الطَّيِّبِ

کلمن اور موتیوں کے ہار۔ اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی۔ اور ان کی رہنمائی کی گئی تھی پاکیزہ

مِنَ الْقَوْلِ ۗ وَهَدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

قول کی طرف ۲۴ اور دکھایا گیا تھا انہیں راستہ اللہ تعالیٰ کا جو تعریف کیا گیا ہے۔ بیشک لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا

عنت و انتہائی کریم تستحق ان ترقی یافتہ عبادت صفوا۔

نقصان سے اہل باطل بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

۲۲۔ الہی اپنے ہر قسم کے عذابوں سے بچا۔ تیری نگاہ لطف و کرم میں ہی اگر کسی ہو جائے تو ہم سوختہ دلوں کے لیے قیامت سے کہ نہیں چھو جائیگے تو ناراض ہو۔

۲۳۔ اب اپنے مقبولوں پر اپنے احسانات خسروانہ کا بیان ہو رہا ہے۔

۲۴۔ ان عنایات بے غیامت کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ قول کی طرف اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی اور انہیں اس راستہ پر گامزن ہونے کی توفیق بخشی جو سیدھا اس خداوند عالم کی طرف لے جاتا ہے جو ہر قسم

کی تعریف اور ستائش کا مستحق ہے۔ اللہم ادرخلنا فیہم بجاہم عندک۔

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ

اور دوسروں کو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور مسجد حرام سے جسے ہم نے (بلا امتیاز)

لِلنَّاسِ سَوَاءٍ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ

سب لوگوں کے لیے (مركز ہلاکت) بنا لیا ہے جیساں ہر اسی میں ہاں کے پھنسلے اور پر ویسی اور جو ارادہ کرے اس میں زیادتی

يُظْلِمُ نَفْسَهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ

کا نام حق اللہ تو ہم اسے چکھائیں گے دردناک عذاب - اور یاد کرو جب ہم نے مقرر کر دی ابراہیم کے لیے اس گھر

۱۴ اب پھر مشرکین و کفار کی کارستانیوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ وہ بد بخت خود تو گمراہ تھے لیکن وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی اور اس دین حق کو قبول کرے۔ اسلام کی شاہراہ پر ایک رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے ہیں جو خوشی سے اس راہ پر چلنا چاہے اسے بھی سختی سے روک دیتے ہیں۔

۱۵ مسجد حرام اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر بندہ بے روک ٹوک وہاں اپنے خداوند کریم کی یاد اس کا ذکر اس کی عبادت کر سکتا ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حج اور عمرہ کرنے کی غرض سے آنے والوں کو روکے طواف کرنے اور دیگر بنا سک ادا کرنے میں مزاحمت کرے۔ یہ اس خدا کا گھر ہے جو رب المشرقیین و المغربین ہے۔ اس کے دروازے جس طرح مکہ کے رہنے والوں کے لیے کھلے ہیں اسی طرح دنیا کے ہر گوشہ سے آنے والوں کے لیے بھی کشادہ ہیں۔ یہاں مکی اور مغرب الہدیار مسافر ہیں کوئی امتیاز نہیں۔ سب کے حقوق یہاں یکساں ہیں۔

گویا عالم اسلامی کے ہر خطہ میں رہنے والے کو یہاں شہری حقوق حاصل ہیں۔

عاکف کا معنی ہے تعظیم اور باد کا معنی ہے پر ویسی جیش اور حورا سے آنے والا۔

اس آیت سے اکثر علماء اسلام نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ حرم مکہ اس کی زمین اور اس پر بنے ہوئے مکانات سب وقف کے حکم میں ہیں۔ نہ انھیں کوئی بیع سکتا ہے اور نہ ان کا کرایہ وصول کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر یہاں تفصیل سے بحث نہیں کی جاسکتی۔ جو لوگ اس کی تفصیل جاننا چاہتے ہیں وہ کتب فقہ اور تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

۱۶ گناہ ہر جگہ میہوب ہے اور ظلم و مشرک ہر جگہ قبیح ہے لیکن حرم کعبہ میں میہوب ترین اور قبیح ترین ہے۔ وہاں اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو وہ زیادہ سزا کا مستحق ہے۔

۱۷ حضرت غیل علیہ السلام کو جب تعمیر کعبہ کا حکم ملا تو اب انھیں یہ فکر و انگیزہ ہوئی کہ کونسی وہ مخصوص جگہ ہے جہاں اللہ تم کا یہ گھر تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مخصوص جگہ پر مطلع فرما دیا اور آپ اپنے فرزند ابراہیم علیہ السلام کے

الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَطَهَّرْ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَ

کے (ہجر کرنے) کی جگہ اور حکم دیا کہ شریک نہ تعمیر کرنا میرے ساتھ کسی چیز کو لے اور صاف ستھرا رکھنا میرے گھر کو طواف کرنے والوں

الْقَائِمِينَ وَالرُّكْعَ السُّجُودِ ۝ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تَوَكَّلْ

قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔ اور اعلان عام کرو۔ لوگوں میں حج کا نئے وہ آئینے

رَجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝

آپ کے پاس یا پیادہ اور ہر رُوبی اور فنی پر سوار ہو کر جو آتی ہیں ہر قور دراز راستہ سے۔

ساتھ تعمیر کعبہ میں مشغول ہو گئے۔

بیت انساہی عیتنا۔ (مظہری)

۲۹ تعمیر کعبہ کے ساتھ ایک حکم یہ دیا گیا کہ یہاں مشرک کرنے کی قطعاً ممانعت کر دی جائے۔ یہ گھر صرف اللہ جس راہ لاشریک کی عبادت کے لیے بنایا جا رہا ہے۔ یہاں کسی جھوٹے خدا کی عبادت کو ہرگز مہرگز روا نہیں رکھا جاسکتا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ میرا گھر کیونکہ میرے انوار کی بجلی گاہ ہے اس لیے اس کی ظاہری صفائی کا بھی پورا اہتمام کیا جائے فرشتہ آئینہ کی طرح چمک رہا ہو۔ دیواریں صاف اور اچھی ہوں تاکہ میری یاد کرنے والے جب یہاں آئیں تو روحانی پاکیزگی کے ساتھ ظاہری نظافت سے ان کی طبیعتوں میں نشاط ہو اور ان کے ذوق و شوق میں اضافہ ہو۔ اسی سے مساجد کی صفائی اور ان کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

۳۰ حضرت ابراہیم جب کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حکم ملا۔ اسے ابراہیم اب اعلان کرو کہ خدا کا گھر تیار ہو گیا ہے خدا کے بندو آؤ اور حج کرو۔ آؤ اور فریضہ حج ادا کرو۔ انھوں نے عرض کی الہی میری آواز کہاں تک پہنچے گی۔ فرمایا اذِّنْ وَعَلَى الْإِلَاقِ لَاحِظٌ۔ تم اعلان کرو۔ اس آواز کو پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ آپ جبل ابی قیس پر تشریف لے گئے اور حج کا اعلان فرمادیا جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے انھوں نے بھی اس اعلان کو سن کر لبیت اللہ صحر لبیت کہا جس نے دعوت ابراہیمی پر لبیت کہی اسے ہی حج کی سعادت نصیب ہوگی۔ اور جنتی بار جس نے لبیک کہی اتنی بار وہ حج کرے گا۔ رجلاً ورجلاً کی جمع ہے۔ پیدل القاصرو: البعیر المہزول الذی اتعبہ السفر۔ وہ وہ بلا تپلا اونٹ جس کو سفر سے درمائدہ کر دیا ہو۔ عمیق کا معنی یہاں گہرا نہیں بلکہ بعید ہے۔

العمیق معناه البعید۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ

(اعلانِ حجیہ) تاکہ وہ حاضر ہوں اپنے (دینی دنیوی) فائدوں کھینچنے لگے اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا مقررہ دنوں میں

عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا

ان بے زبان چوپایوں پر رزق کے وقت، جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرماتے ہیں۔ پس خود بھی کھاؤ ان سے لگے اور کھلاؤ

۱۳۷ حج کرنے کی حکمت بیان فرمادی کہ یہاں آئیں گے تو دینی اور روحانی برکتوں کے ساتھ ساتھ دنیاوی نعمتوں سے بھی بالامال کر کے واپس بھیجے جائیں گے۔ دینی برکت تو یہ ہے جس کا حضور نے ان الفاظ میں اظہار فرمایا ہے:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج لله فله يوفى ولله يوفى ولله يوفى رجع كيوم ولدته امه۔

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا اور اس اثناء میں نفسِ کلامی اور برائی سے بچا رہا وہ جب ٹوٹیکا تو گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جس طرح اُس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے اُسے جنم دیا اور دنیوی منفعت یہ ہے کہ لوگ کاروبار کرتے ہیں خوب نفع حاصل کرتے ہیں اور دُور دراز ملکوں سے آنے والے لوگ اپنی ضروریات کی چیزیں خرید کر لے جاتے ہیں حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں:۔ المراد بها العبادة۔ مجاہد کا قول ہے:۔ العبادة وما يرضى الله به من اموال الدنيا والآخره۔ تجارت اور دنیا اور آخرت کا ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہو۔

اگر بنظرِ نظر دیکھا جائے تو حج دنیا را اسلام کی ایک عالمی کانفرنس بھی ہے۔ ذکر و عبادت، حج و قربانی کے علاوہ دنیا را اسلام کے تمام مسائل پر غور و فکر کرنے کا ایک زریں موقع ہے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایامِ حج میں مملکتِ اسلامیہ کے تمام صوبوں کے گورنر اور دیگر اعلیٰ حکام مکہ میں جمع ہوتے بلکہ حضرت فاروقِ عظیمؓ خاصاً انہما سے اُٹھتے تھے حالات سننے اور مقامی مشکلات کو دور کرنے کے لیے مشورے کرتے اگر کسی علاقہ کے لوگوں کو اپنے افسرانِ اعلیٰ سے کوئی شکایت ہوتی تو وہ برملا ان کا اظہار کرتے اور حضرت فاروقؓ اور دیگر خلفائے ان کا موثر تدارک کرتے لیکن افسوس کہ بعد میں مسلمانوں نے حج کی اس عالمی اہمیت کو فراموش کر دیا۔

۱۳۸ "جانے ہوتے دنوں" سے ذی الحجہ کا عشرہ مراد ہے جیسا کہ حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، حسن و قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور یہی مذہبِ ہمارے امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اور صاحبین کے نزدیک جانے بھتے دنوں سے ایامِ نحر مراد ہیں۔ یہ قول ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اور ہر تقدیر پر یہاں ان دنوں سے خاصاً وزعید مراد ہے۔ (ذرائع العرفان) ۱۳۹ کفار حج کے موقع پر جو جانور ذبح کرتے تھے ان کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے مسلمانوں کو اجازت دی جا رہی ہے کہ تم خود بھی کھاؤ اور جو عزیز و مسکین ہیں ان کو بھی کھلاؤ۔ البتہ جو جانور بطور کفارہ ذبح کیے جائیں گے ان کا کھانا کفارہ دینے والے کے لیے جائز نہیں۔

الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نَدْوَهُمْ

مستیبت زدہ محتاج کو - پھر ایسے کے دور کریں ۳۲۔ اپنی میل پھیل اور پوری کریں اپنی نذرین

وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللَّهِ

اور طواف کریں ۳۳۔ ایسے گھر کا جو بہت قدیم ہے - ان احکام کو یاد رکھو ۳۴۔ اور جو شخص تعظیم کرتا ہے اللہ کی حرمت پر مبنی

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهِ عِنْدَ رَبِّهِ ۝ وَأَحَلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامَ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ

۳۵۔ تو یہ بہتر ہے اسکے لیے اسکے رب کے ہاں - اور حلال کیے گئے نصاب کے لیے جانور - بجز انہی جن کی حرمت پڑھی

عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ

کئی تم پر ۳۶۔ پس پرہیز کرو جنوں کی نجاست سے ۳۷۔ اور بچو - جھوٹی بات

۳۲۔ حالت احرام میں حجامت کرنے اور شبنو اور تیل لگانے اور بلا ضرورت غسل کرنے کی ممانعت ہے جس کی وجہ سے حجامت بڑھ جاتی ہے۔ بال پرالندہ ہو جاتے ہیں۔ جسم پر میل کی تہیں جم جاتی ہیں۔ ارشاد ہے کہ جب تم جانور ذبح کر چکو تو اب تم حجامت بناؤ۔ غسل کرو۔ کپڑے بدل لو اور میل کھیل کر دوڑ کر دو۔

۳۳۔ اس سے مراد طواف زیارت ہے۔

۳۴۔ اس کی ترکیب کی کئی صورتیں ہیں۔ سب آسان اور واضح صورت ہے کہ یہ مفعول ہے فعل محذوف کا۔ تقدیر کلام یوں ہوگی۔ امحفظ ذالک و ذالک اشارۃ الی ما سبق من الاحکام (ظہری) ترجمہ اس کے مطابق کیا گیا ہے۔

۳۵۔ اللہ تعالیٰ کی محترم چیزوں کی جو تعظیم کرتا ہے اور انہیں مقررہ آداب و شرائط کے ساتھ بجا لانا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائے گا اور اس کی یہ شفقت اس کے لیے باعث خیر و برکت ہوگی۔

۳۶۔ کفار نے بہت سے جانوروں کو اپنے من گھڑت قانون سے حرام قرار دے دیا تھا۔ جیسے بکیرہ، اسانبہ وغیرہ۔ مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب کفار کے من گھڑت منسے ہیں۔ حرام وہی جانور ہیں جن کا پہلے ذکر کر چکا ہے۔ ان کے علاوہ سب حلال ہیں۔ تم انہیں منسے سے کھا سکتے ہو۔

۳۷۔ مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ بت جن کو مشرکین نے اپنا محبوب بنا یا ہوا ہے یہ تو ہر امر نجاست اور غلاظت ہیں۔ ان سے دور بھاگو اور ہر قسم کی جھوٹی باتوں سے اجتناب کرو۔ کذب بیانی، جھوٹی شہادت، کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہنا۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنا یہ سب قول زور میں شامل ہیں۔

الزُّورِ ۱۳ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۖ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

سے۔ یحرم باطل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ شریک ٹھہراتے ہوئے اللہ کیساتھ شلکہ اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تم

فَكَانَ بَاخِرًا مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُ الطَّيْرُ أَوتَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي

کیساتھ لٹکے تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا ہوا آسمان سے پس ایک لیا ہوا کسی پرند نے یا چھینک یا ہوا سے پہلے

مَكَانٍ سَحِيقٍ ۱۴ ۖ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ

کسی دور جگہ میں۔ حقیقت یہ ہے اور جو اہل احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا تو یہ رہتا ہے اس وجہ سے

تَقْوَى الْقُلُوبِ ۱۵ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ

ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے لٹکے تمہارے لیے دلچسپیوں میں ملے طرح کے فائدے ہیں لٹکے ایک معین مدت تک پھر

شکلہ شریک سے منہ موڑ کر کمال بخیر وئی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ ذات میں اور نہ صفات میں۔ اس کی ذات واجب الوجود ہے۔ اس کی صفات قدیم اور ذاتی ہیں۔ باقی جہاں کہیں بھی کوئی خوبی یا کمال ہے کسی اپنا نہیں سب اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ وجود، علم، اختیار، سمع و بصر، غرضیکہ جو کچھ اور بنتا کچھ کسی کے پاس ہے وہ بخشش خداوندی ہے جب اس کے سوا ہر چیز اپنی تمام صفات کمال حتیٰ کہ اپنے وجود میں ہی اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے تو وہ اس کی شریک کیسے ہو سکتی ہے۔ ان سوا یا احتیاج اشیاء کو خدا سمجھنا سب سے بڑی حماقت اور نادانی ہے۔

۱۳ جو بد بخت کسی کو کسی حیثیت سے خدا کا شریک ٹھہراتا ہے وہ تباہ و برباد ہو کر رہینگا۔ اس کی مثال یوں سمجھو گویا اسکا آسمان کی بے اندازہ بندی سے نیچے چھینک دیا گیا ہو کیا ایسے شخص کے بچنے کا کوئی امکان ہے ہرگز نہیں۔ یا تو کوئی شکاری پرند اسے ہوا ہی میں درج کر اس کو اپنا نوالہ بنا لے گا ورنہ اتنی بندی سے جب زمین پر گرے گا تو اس کی ٹہریاں چور چور ہ جائیں گی۔ اور اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ دونوں صورتوں میں اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ (العبادۃ باللہ)

۱۴ امام ابن جریر لفظ شعائر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ شعایعہ بردوزن فعلیہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے وہ علامت جس سے کسی چیز کی پہچان ہو سکے۔ و شعائرۃ الٰہی جعلہا لمارات بین الحق و الباطل یعنی جن چیزوں سے حق اور باطل کی شناخت ہو سکے ان کو شعائر اللہ کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں صفاد مردہ کی پہاڑیوں، قربانی کے جانور، دن کو اللہ تعالیٰ کے نشان کہا گیا ہے اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ جب یہ چیزیں شعائر اللہ ہیں تو مدنیہ طیبیہ اور اس کے عملی کوپے، اولیائے کرام اور ان کے آثار اور

مِحْلَتُهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِيَذْكُرُوا

انکے ذبح کرنے کا مقام ۱۴ بیت عتیق کے قریب ہے۔ اور ہر امت کے لیے ہم نے مقرر فرمائی ہے ایک قربانی منسک تاکہ

انکے خزارت پرانوں کیوں شعائر اللہ میں اہل نہیں، شرک کی مذمت کے بعد شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس کی دل کے تقویٰ کی علامت قرار دیا جا رہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبوبان الہی اور ان کے آثار کی تعظیم و احترام شرک نہیں تاکہ قبیح اور مذہوم ہو جس طرح آجکل بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ جذبہ تنہا ترسی کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دلی لگاؤ کی دلیل ہے کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کا جس چیز سے تعلق ہوتا ہے وہ بھی پیاری لگتی ہے۔ عبادت اور تعظیم میں فرق نہ کرنا اور تعظیم کو عبادت شمار کرنا اور اسے شرک کہنا قرآن فہمی کا کوئی اچھا منظر نہیں ہے۔

۱۴ یہ روشنی جو ہم نے پیدا کیے ہیں ان سے تم طرح طرح کے فائدے حاصل کرتے ہو ان پر سوار ہوتے ہو ان کا گوشت کھاتے ہو، ان کا دودھ پیتے ہو۔ ان کی اون اور کھال سے نفع اٹھاتے ہو اور اس کی تمہیں اجازت ہے لیکن ان سے ان فوائد کا حصول ایک مقررہ حد تک درست ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تم ان کو حرم شریف میں قربانی دینے کے لیے معین کرو اسکے بعد تم ان سے یہ نافع حاصل نہیں کر سکتے البتہ شدت ضرورت کے پیش نظر جبکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے تو چہ ان سے استفادہ کی اجازت ہے۔ قال ابو حنیفہ لا یجوز رکوبھا ولا الحمل علیھا ولا شرب لبنھا الا ضرورۃ۔ امام صاحب نے فرمایا کہ قربانی کے جانوروں پر سوار ہونا۔ بوجھ لانا اور ان کا دودھ پینا بجز اشد ضرورت کے جائز نہیں۔ (منظہری)

۱۴ محلہا، منحوا۔ ان کے ذبح کرنے کی جگہ الی البیت العتیق کائن کے ساتھ متعلق ہو کر محلہا کا حال ہے یعنی جو جانور حج کے موقع پر بطور ہدی اپنے ہمارے آؤ ان کو ذبح کرنے کی جگہ حرم شریف ہے۔

۱۵ اسے امت محمدیہ جانوروں کی قربانی کا حکم صرف تمہیں ہی نہیں دیا گیا بلکہ تم سے پہلے یعنی ہدایت یافتہ امتیں گزری ہیں۔ ان سب کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ منسک کا معنی بجا ہونے پر کیا ہے الذابح داراۃ الدم۔ ذبح کرنا اور خون بہانا۔ جب کوئی شخص ذبح کرتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ منسک یفسک منسکاً۔ اور جو جانور ذبح کیا جائے اس کو نسیکۃ کہتے ہیں۔ اس کی جین ٹکڑ ہے۔ اس ارشاد ربانی سے ان لوگوں کی غلطی بھی آشکارا ہو گئی جو حج کے موقع پر یعنی میں قربانی دینے کے تو قائل ہیں لیکن عیال انھی کے موقع پر تمام مسلمان جو قربانیاں دیتے ہیں اس کو اسراف اور اساعت مال کہتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مدینہ طیبہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال مدینہ طیبہ میں قربانی دی اور صحابہ کرام کو مشورہ بانی دینے کا حکم دیا اور اس کے احکام سے آگاہ کیا اور آج تک امت مسلمہ کا ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اس پر عمل رہا ہے۔

اَسْمَ اللّٰهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۭ بَیۡمَةِ الْاَنْعَامِ فَالۡهُكُمُ الۡلّٰهُ

وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کا اسم (پاک) ان بے زبان جانوروں پر نوح کے وقت جو اللہ تم نے انھیں عطا فرمائے ہیں ۱۱۷ میں تمہارا خدا خدا ہے

وَاحِدٌ فَاذۡكُرِ اللّٰهُ

واحد ہے تو اسی کے آگے سر جھکاؤ ۱۱۸ اور (محبوب) خود نہ مانجیے تو اس طرح کر نیز ان لوگوں کو ۱۱۹ وہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا

وَجَلَّتْ قُلُوۡبُهُمۡ وَالصّٰدِرِيۡنَ عَلٰۤی مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَالْمُقِيۡمِيۡ

جاتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو صبر کرنے والے ہیں ان (مصابت آلا) آپ جو پہنچتے ہیں انھیں اور جو صحیح ادا کرنے والے

الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنۡفِقُوۡنَ ۝۱۲۰ وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰہَا لَکُمۡ

ہیں نماز کو اور ان چیزوں سے جو تم نے انھیں عطا فرمائی ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اور قربانی کے ذریعہ جانوروں ۱۲۰ کو تم نے بنایا ہے

۱۱۷ اور قربانی دینے کا مقصد یہ ہے کہ جب تم موشیوں کو ذبح کرو تو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو بیہوشہ کہتے ہیں بے زبان

کو اور پھر انعام کی قید اس لیے لگا دی کہ وہ جانور نکل جائیں جو بیہوشہ (بے زبان) تو نہیں لیکن انعام نہیں جیسے گھوڑے، بچہ، بکری، وغیرہ

۱۱۸ ۱۱۹ تو ان میں شریعت میں باہمی اختلاف کے باوجود ہر امت اس عقیدہ میں یکدل اور یک زبان ہے کہ لا الہ الا اللہ۔ اس لیے اس کے پیادے ہوئے جانور جب ذبح کرنے لگو تو صرف اسی کا نام پاک لے کر ذبح کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دو۔

۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲

مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ

تھارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے تمھارے لیے ان میں بھلائی ہے پس جو اللہ کا نام ان پر اس حال میں کہ ان کا ایک ٹولہ

فَاذْأَوْجِبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَزِلَ

بندھا ہوا زمین پر کھڑے ہوں۔ پس جب وہ گر پڑیں کسی پہلو پر تو خود بھی کھاؤ اس سے نیز کھلاؤ قواعدت کرنیوالے فقیر کو اور جھیل گئے

كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۗ لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا

والے کو۔ اس طرح ہم نے فرمانبردار بنا دیا ان جانوروں کو تمھاری ناکرم (اس انسان کا) شکر یار اور دماغ نہیں سمجھتے اللہ کو ان کے گوشت

ہاتھ کے سارے کھلا ہو اس کو صواف کہتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اونٹ ذبح (خس) کرنے کا یہی طریقہ منقول ہے کہ اونٹ کو اس طرح کھڑا کر کے اس کے حلقوم میں زور سے تیز نیزہ مارا جاتا ہے جس سے خون کا فوارہ بند نہ کھلتا ہے۔ وجبت اس کا معنی گرنا۔ جب سورج غروب ہو جائے تو عرب کہتے ہیں وجبت الشمس۔ جب دیوار گر پڑے تو کہتے ہیں وجبت الحائط۔ (قرطبی)

الذئب، الجالس في بيته المتعطف يقع بما يعطى ولا يزال۔ وہ فقیر جو گھر میں بیٹھا رہے اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔ المعتز الذي يسأل۔ وہ فقیر جو جھیک مانگے الفاظ کی تشریح کے بعد۔ اب آیت کے مفہوم کی نظر توجہ فرمائیے۔

قرآنی کے یہ گرائڈیل جانور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں ہیں۔ ان میں تمھارے لیے دینی اور دنیوی فائدے ہیں۔ اونٹوں کو جب ذبح (خس) کرنے لگو تو ان کو اس طرح کھڑا کرو اور پھر ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ نخو کے وقت حضور علیہ السلام یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلذَّيْ قَطَرِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ عَلَىٰ مِلَّةِ اَبِيهِمْ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَوتِي وَّلِسْبِي وَّلِحْيَايَ وَمَسَابِقِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لِاشْرِيْكَ لَهٗ وَّيَدَايَ اُزِيْرَتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ مِثْلَكَ وَاَنْتَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اور بعض احادیث میں صرف اِسْتِغْفَارُ الْفَالِغِيْنَ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَاَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَاَنْتَ۔ اور جب تم انھیں ذبح کر چکجو اور رخ نکل جائے اور وہ ٹھنڈے ہو جائیں تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ ان کا گوشت پکا کر تم خود بھی کھاؤ اور ان سکیوں کو بھی کھلاؤ جو قاعدت کی چادر اوڑھنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ نہ کسی سے اپنا مال کہتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں نیز ان ساتوں کو بھی دو جو تمھارے پاس آکر مانگتے ہیں۔

ذبح ذرا غور کر جب تم ذبح کرنے لگتے ہو تو یہ جانور خاموش کھڑے رہتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تم ان کی گردن

اِذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ

اذن سے یا لیا ہے (جہاد کا) ۵۳ ان ظالموں کو جن سے جنگ کیجاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ انکی نصرت پر ہے پوری

تم نصرت خداوندی کے تحت ہو گے ایسا نہیں کہ تم گنہگار ہو اور ہمیں آرام سے بیٹھے رہو اور خود بخود ہی معرکے سر ہوتے رہیں اور حق کا بول بالا ہو جائے۔

۵۳ حضور کریم نے صفائی پھاڑی پر کھڑے ہو کر جب مشرکین مکہ کو توحید کی دعوت دی تو انکی آتش غضب بھڑک اٹھی، مخالفت کا طوفان برپا ہو گیا۔ وہی دنیا میں جو صادق و امین کہتے کہتے نہ تھکتی تھیں اب شاعر و مجنوں اور مفتری جیسے نادانوں کا مظاہرہ کرنے میں عیباًک ہو گئیں۔ جو شخص اسلام قبول کرتا اس پر بھی مظالم کی انتہا کر دی جاتی صرف بلال کھڑی دیکھتے ہوئے لنگڑوں پر لٹا یا نہیں جاتا تھا۔ حضرت سیدنا اور انکی اولیہ سمیہ کو بھی بریسے مارا مار کر گھائل نہیں کیا تھا، خدا نے جو جہاد کے یہ فقط نادار اور بے یار مددگار لوگوں کے سینوں کو ہی چھلنی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قرآن و رسول خاندانوں کے چشم بچراغ بھی اگر اسلام قبول کرتے تو وہ بھی انکے ظلم و تعدی سے محفوظ نہ ہوتے۔ حضرت عثمان کو آپ کا بچا کپکے چمڑے میں کس کر باندھ دینا اور چھلپاتی دھوپ میں پھینک دینا۔ دھوپ برسینا اور تعس کے مارے جان نکلنے لگتی۔ حضرت ابراہیم کو ایک فعلیاتی ڈوکوب کی گئی کہ آپ کو ہمان ہو گئے اور پٹنوں بے ہوش پڑے۔ بے جہانی اذیت رسانیلوں کے علاوہ بات بات پر مذاق مہریت پر اعتراض مہر شریعت پر آواز سے کہے جاتے غرضیکہ کفر کے زکس جو روحنا میں جھینے تیرتے سب چلا گئے۔ باطل کے اٹھنا نہیں جس قسم کا اسلحہ مختاسب ہی آزمایا گیا۔ ان لاڈلاریوں کی تم شمار یوں اور مجروح دلوں پر نیک پاشیوں کا سلسلہ سال دو سال نہیں پورے تیرہ سال شدت سے جاری رہا۔ اسکے باوجود ظالموں کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ تھی انھیں انکے رب حکم خدا کا صبر اور ضبط سے کام لیں اور کسی طرح کی جوانی یا انتقامی کارروائی نہ کریں۔ نبوت کے تیرہویں سال ہجرت کی اجازت ملی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ الہ وسلم اور صحابہ کرام کے سے صفائی تین سو میل دور یرب نامی ایک سببی میں جمع ہو گئے لیکن کفار مکہ کی آتش غضب اب بھی سونہ ہوتی۔ یہاں بھی مسلمانوں کو معین کا سانس نہ لینے دیا۔ دس دس بیس بیس کافروں کے جتنے آتے۔ مدینہ طیبہ کی چراگاہوں میں اگر کسی مسلمان کے مویشی چر رہے ہوتے تو انھیں لے آڈٹے۔ تاکہ انکا مسلمان مل جاتا تو اُسے بھی قتل کرنے سے باز نہ آتے۔

چودہ پندرہ سال تک صبر و ضبط سے مظالم برداشت کرنے والوں کو آج اجازت دی جا رہی ہے کہ تم اپنی مدافعت کے لیے تلوار اٹھا سکتے ہو کفر کے ظلم کی انتہا ہو گئی ہے۔ باطل کی جنفایشیاں حد سے بڑھ گئی ہیں۔ اب اٹھو ان سرکشوں اور سنے پندار سے مدہوش کافروں کو تباہ و کلاہ اسلام کا چراغ اس لیے روشن نہیں ہوا کہ تم بھینکیں مار کر اسے بھجا دو۔ حق کا پرچم اس لیے بلند نہیں ہوا کہ تم بڑھو اسے گرا دو۔ پرچراغ اس وقت تک فروزاں رہے گا جب تک چرخ نیلوفری پر مہر و ماہ چمکتے ہیں۔ یہ پرچم اس وقت تک لہرنا رہیگا جب تک نظام کائنات موجود ہے۔ ان حالات میں اور ان تقاضا کے لیے جہاد کی اجازت ملی۔ اب بھی اگر کوئی کوتاہ نظر اسلام کے جہاد کو دوسری قوموں کی خونریزیوں اور قتل و غارت کا مترادف قرار دے تو یہ اس کی اپنی نادانی کی دلیل ہے۔

۵۴ بتا دیا گیا کہ اگرچہ تعداد میں اب بھی تم کفار کے مقابلے میں حضور سے ہوا سبب و وسائل کے لحاظ سے بھی تمہیں ان سے کوئی نسبت نہیں لیکن فکر و اندیشگی کوئی ضرورت نہیں! اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہے۔ دنیا کی کوئی قوت تمہیں

لَقَدْ يُرِيدُ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتْ مِنْهُمْ أَعْيُنٌ عَصِيْبَةٌ لَوْ يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ سِتْرٌ لَآتَيْنُوهُم مِّنْ خَلْفِهِمْ يُغْلَبُونَ

طرح تاد رہے۔ وہ مظلوم جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناسحق ۵۷۔ صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے

رَبَّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتْ مِنْهُمْ أَعْيُنٌ عَصِيْبَةٌ لَوْ يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ سِتْرٌ لَآتَيْنُوهُم مِّنْ خَلْفِهِمْ يُغْلَبُونَ

کہا کہ ہمارے پروردگار اللہ تعالیٰ ہے! اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا تو لوگوں کا ۵۷۔ انہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے تو (مظالم کی علامتوں سے)

صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

منہم ہر جا میں نمازیں اور گرجے اور کلیے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔

شائیں سکتی۔ یہ ارشاد کتنا حوصلہ افزا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں اپنی کمزوری اور بے سہارا سمانی کا احساس ختم ہو کر رہ گیا ہوگا۔ ان کے جذبہ جہاں شناری کوئی زندگی اور نیا دلوں نصیب ہوا ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ آج بھی مومن کے پاس سب بڑا سہارا یہ وعدہ ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پکرتا ہے بجز سہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

۵۷۔ مظالم کی طویل فہرست سے ایک ظلم کا ذکر فرمادیا کہ انہیں بلاوجہ ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ یہ چور نہ تھے کسی کے قتل ناسحق کا ان پر الزام نہ تھا۔ ان کا دامن عفت کسی گناہ سے داغدار نہ تھا۔ ہاں ان کا ایک جرم تھا ان کا ایک قصور تھا جس کی انہیں یہ سزا دی گئی کہ وہ یہ کہا کرتے دینا اللہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار ہے۔ اس کے بغیر ہم کسی لات و منات کو اپنا جہود ماننے کے لیے تیار نہیں۔

۵۷۔ ربانی سیاست کا ایک عالمی اصول بیان فرمایا جا رہا ہے کہ طاقت کا توازن برقرار رکھنے میں ہی تمام نئی نوع انسان کا بھلا ہے اگر قوت و طاقت ایک قوم کے ہاتھ میں دے دی جائے تو دنیا کے امن و سلامتی کا جنازہ مکمل جائے۔ طاقتور ہاتھ کو روک دینے سے قوموں پر بے دریغ ظلم و جبر ہوتا ہے گا اور اسے کوئی روکنے والا بھی نہیں ہوگا۔ ان کے شہر اور بستیاں کھنڈر بنا دیئے جائیں گے۔ ان کے بارگاہ اور کھیت اجاڑ دیئے جائیں گے۔ ان کی عصمتیں اور آبرو میں پامال کی جاتی رہیں گی اور کوئی آفت تک نہ کر سکے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ لوگوں کے مذہبی عبادت خانے جو ان کی عقیدت اور محبت کا مرکز ہیں ان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی جائیں گی اور کوئی دم نہیں مار سکے گا۔ اس لیے حکمت خداوندی کو بھولنا کہ صرف ایک قوم کو دنیا بھر کی تمام اقتدار سونپ دی جاتے بلکہ قدرت ہمیشہ طاقت کا توازن برقرار رکھنے کا اہتمام فرماتی رہی ہے اور فرما رہی ہے اگر مسلمانوں پر اب بھی خاموشی سے مظالم برداشت کرنے کی پابندی عائد رہے اور انہیں کفر کی لٹکار کا جواب دینے کی اجازت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔ کفر کی طاغوتی قوتیں حق کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گی اس لیے مظلوم مسلمانوں کو اپنے دفاع کی اجازت

وقف منزل

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۲۲

اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا کسی جو اس کے مدد کرے گا۔ عہدہ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔ وہ لوگ کو اگر آم

إِنْ مَكَدْتُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا

انہیں اقتدار عیشیں ۵۵ زمین میں تو وہ عین صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم کرتے ہیں

دینار بانی سیاست کے عالمی اصول کے عین مطابق ہے تاکہ وہ اپنے تحفظ کے ساتھ اسلام کے پرچم کو بھی بلند رکھیں تاکہ اس کے سایہ عاطفت میں جتنی قومیں بھی پناہ لیں۔ سب کی جان نال اور ابرو اور ان کے مذہبی عبادت خانوں کا تحفظ کیا جاسکے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلامی جہاد کے پیش نظر صرف مسلمانوں کا تحفظ ہی مقصود نہیں اور صرف مساجد کی آبادی ہی مطلوب نہیں بلکہ جو قوم اس کے دامن میں پناہ لے گی اسلامی حکومت سب کے تحفظ کی ذمہ دار ہوگی۔

صوامع۔ صومعہ کا واحد ہے تاکہ الدینار اہوں کی عبادت کے حجرے۔

پیغ۔ پیغہ کی جمع ہے۔ عیسائیوں کے گرجے۔

صلوات۔ بیڑیوں کے عبادت خانے عبرانی زبان میں انھیں صَلَوَاتٌ کہا جاتا ہے اور محکم ہے اسی سے صلوات ماخوذ ہو عہدہ اللہ تعالیٰ کی مدد کس کے شامل حال ہوتی ہے اس کا قاعدہ بیان فرما دیا جو اس کے نام کو بند کرنا ہے جو اس کے دین کی اشاعت کرتا ہے جو شرح توحید کو ہاتھ میں لے کر طوفانوں آنسو سے الجھتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے تاکہ دونوں کے ظلمت کدوں کو مٹا کر دے۔ کفر و شرک کے اندھیروں نے جہاں صدیوں سے بھیے گاڑ رکھے ہیں وہاں حق کا اجالا ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے منتظر ہیں عالی ظرف لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ اہل قانون ہے۔ پیٹھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ایسا ہی ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا جس کے دل میں اس کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ ہو اور خود تجربہ کر کے دیکھنے سے عاشق کہ شد کہ یار بجا شش نظر نہ کر دے خواجہ درویشیت و گرنہ طلبیست

۵۵ وہ کون لوگ ہیں جن کے تحفظ کا قدرت خود دتر لے رہی ہے اور جن کو اپنی نصرت کے مشورہ سے خورسند کیا جا رہا ہے یہاں انہی کا تعارف کرایا جا رہا ہے کہ ان کی حکومت اور ان کا اقتدار منفرد نوعیت کا ہے۔ جب یہ مسند حکومت پر بیٹھے ہیں تو اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں ہوتے جب کہ کئے خزانوں کی کھنیاں انکے ہاتھ میں ہوتی ہیں تو وہ ان خزانوں کو اپنے ذاتی آرام و آسائش اور عیش و عشرت میں صرف نہیں کرتے ان کے اقتدار کے جھنڈے کے نیچے بدکاری اور فسق و فجور پر وہ انہیں چڑھتا بلکہ زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے باوجود ان کا سر نیاز اپنے پروردگار کے حضور میں استہانی عجز و تامل سے جھکا رہتا ہے ان کی دولت غریبوں اور سیکھنوں کی ضروریات کی کفیل ہوتی ہے۔ جہاں ان کے مبارک قدم پہنچتے ہیں وہاں نیکی اور تقویٰ کے چستان لہلہانے لگتے ہیں۔ غور فرمائیے اسلامی حکومت کی برکات کا کتنا واضح اور حسین بیان ہے اسلامی رہنماؤں

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ وَإِنْ

(لوگوں کی نیکی کا اور روکتے ہیں (انہیں) برائی سے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سارے کاموں کا انجام۔ اور اگر یہ گفتار

يُكذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَ ثَمُودٌ ۝ وَ

آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو کیا تعجب ہے) پس جھٹلایا تھا ان سے پہلے اسی قوم نوح نے اور عاد و ثمود نے۔ اور

قَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمِ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ

قوم ابراہیم نے اور قوم لوط نے اور مدین کے رہنے والوں نے اپنے اپنے نبیوں کو لگا کر جھٹلایا کئے گئے موسیٰ

فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ فَكَأَيِّنْ

بھی۔ تو کچھ عرصہ میں نے ہمت دی ان گفتار کو (جب وہ باز نہ آئے) تو میں نے انہیں پکڑا۔ (خود ہی بتاؤ) کتنا خوفناک تھا میرا عذاب! پس

مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا

کتنی بستیاں ہیں شہ جن میں ہم نے تہ و بالا کر ڈالا کیونکہ وہ ظالم تھیں تو اب وہ گری پر مٹی ہیں اپنی چھتوں پر

وَيَبْتُرُ مَعْطَلَةٍ ۝ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اور کتنے کمزور ہیں جو بیکار ہو چکے ہیں اللہ اور کتنے چمکنے سے بنے ہوئے مضبوط محل ہیں (جو دریاں پڑے ہیں) کیا انہوں نے سیر کیا

کے فرائض کی کسی جامع فہرت ہے اور ان کے لیے کتنا جامع دستور العمل ہے۔ ایسے جامع، واضح اور سب سے برکت سے
بریز دستور العمل کی موجودگی میں اگر ہمارے سربراہوں کو کسی نئے دستور کی تلاش ہو تو یہ ان کی اپنی سمجھ کا تصور ہے۔ قرآن
نازل کرنے والے نے بتائے ہیں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

۵۹ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں۔

شہ یہ مبتدا ہے اور مفعول ہے یا فعل مخدوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اہلکنا اس فعل کا مفعول ہے۔

اللہ معطل۔ بے کار ہے صرف۔ وہ کمزور جہاں سے لوگوں نے پانی پھینکا بند کر دیا ہو۔ مشید۔ وہ عمارت جو چوڑے

سے چینی گئی ہو اور چوڑے سے پستری گئی ہو۔ اس سے مراد ہے مضبوط اور شاندار ہی بچھن من الشید دھو

الجس۔ (منظہری)

فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا

نہیں کی زمین میں تاکہ ان کندھرات کو دیکھ کر انکے دل ایسے ہو جائے جن سے وہ (جن کو سمجھ سکتے اور کان ایسے ہو جائے جن سے نصیحت

فَأَنبَاهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي

سُن سکتے حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں

الصُّدُورِ ۵ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ

ہوتے ہیں ۵۔ یہ لوگ جلدی مانگ رہے ہیں آپ سے عذاب۔ (یہ سنی رکھیں) اللہ تعالیٰ خلاف ورزی نہیں کریگا

وَأَنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۶ وَكَأَيِّن

اپنے مذکی اور بیشک ایک دن تیرے رب کے ہاں ۶۔ ایک ہزار سال کی طرح ہوتا ہے جس حساب تم گنتی کرتے ہو۔ اور کتنی

مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ لَّمْ يَأْخُذْهَا وَاللَّي

بستیاں تھیں ۶۔ جنہیں میں نے کافی عرصہ ڈھیل دی حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر بھی جب وہ باز نہ آئے تو میں نے انہیں

الْمَصِيرُ ۷ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا كُرْهُمُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۷

پکڑ لیا اور میری طرف ہی (سب) لوٹنا ہے (مے حبیب) آپ نے آگے کو گواہوں میں تو انہیں (عذاب الہی سے) کھلا ڈراؤنا لاہوں۔

۷۔ کتنی بڑی حقیقت کا اظہار ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ شَرَّ الْعَمَى عَمَى الْقَلْبِ دَلَّ كَانِدًا
ہونا سب بڑا اندھا پن ہے۔

۷۔ جو قوم بدکاروں سے باز نہیں آتی۔ اس کے انجام سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن اعمال کی کھیتی ایسی
نہیں کہ صبح بونی اور شام کو کاٹ لی۔ اس کے لیے مناسب عرصہ درکار ہوتا ہے۔ تو میں اپنے عروج و زوال کی نذر لیں
دوں اور مہینوں میں طے نہیں کیا کرتیں بلکہ اس کے لیے صد ہا سال درکار ہوتے ہیں۔ ہزار سال کی مدت اللہ تعالیٰ
کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے اس لیے تمہارے خیال سے اگر نزول عذاب میں تاخیر ہو گئی ہے تو میرے رسول
کی کذیب نہ کرو کہ تمہیں مزید ہمت مل گئی ہے۔

۷۔ پہلے بھی بدکار قوموں پر فوراً عذاب نہیں اُترا بلکہ انہیں طویل ہمت دی گئی تھی۔

کا مطلب کچھ سے کچھ کر دیا گیا جس سے صرف انہوں کے دلوں میں اضطراب کی لہر سپرد نہیں ہوئی بلکہ دشمنانِ اسلام کو قرآنِ صاحبِ قرآن اور دینِ اسلام کی صداقت پر حملہ کرنے کے لیے ایک منکاب ہتھیار مل گیا۔ چاہے تو یہ تھا کہ آیت کی اس واضح اور صاف تشریح پر ہی یہ فقیر اکتفا کرتا اور اس روایت کی طرف التفات کیے بغیر آگے بڑھ جاتا لیکن کیونکہ یہ روایت ہماری کتابوں میں راہِ پاک گئی ہے اور دشمنانِ اسلام نے اس سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف طوفان برپا کر رکھا ہے اب اس سے تعرض نہ کرنا بھی ادائے فرض میں کوتاہی کے مترادف ہے۔ اس لیے بادلِ نخواستہ وہ روایت نقل کر رہا ہوں۔ اس کے بعد علماء و محققین نے جس طبع اس کے پرچھے اڑائے ہیں ان کا بالا جمالی ذکر کر دیا تاکہ کسی طالبِ حق کے لیے تردد و تذبذب کا کوئی امکان باقی نہ رہے واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

کہا یہ گیا ہے کہ اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک روز حرمِ شریف میں کفار و مشرکین کے ایک اجتماع میں حضورؐ نے سورہٴ نجم کی تلاوت فرمائی جب یہاں پہنچے۔ افرابِ اللات والعزى وھنواۃ الثالثۃ الاخریٰ تو شیطان نے العیاذ باللہ زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے ثلاث الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لشرحی۔ یعنی یہ تیرے مرغانِ بند پر واز ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔ یہ سن کر مشرکین کی خوشی کی حد نہ رہی اور حضورؐ پر کفر کا اہم گرامی لے کر گئے۔ لگے کہ وہ اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ آیا ہے آج اس کی اور ہماری عداوت ختم ہو گئی اور جب حضورؐ نے سورہٴ نجم کی سجدہ والی آیات پڑھیں تو حضورؐ نے بھی سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ اس کے بعد جبریل آئے اور آپؐ کو کہا کہ میں نے آپ کو یہ سورت اس طبع وحی نہیں کی تھی جس طبع آپ نے پڑھی۔ یہ سن کر حضورؐ کو از حد رنج و غم ہوا۔ اس رنج و غم کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ علم نہ کریں۔ پہلے بھی جتنے رسول اور نبی گزرے ہیں سب کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔

ایک معمولی سمجھ بوجھ کا انسان جسے حضورؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کا کچھ بھی علم ہے وہ تو اس روایت کو سنتے ہی کہہ گیا کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور دشمنانِ اسلام کی سازش ہے لیکن آئیے علماء و محققین کے ارشادات کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں۔ سب سے پہلے میں علامہ ابن حبان غرناطی کے جو اہلِ خلاصہ پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ جامع ہونے کے ساتھ مختصر بھی ہے۔ ابتدا میں انھوں نے اس آیت کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو میں اور پرگھ آیا ہوں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کی جاسکے بلکہ اس میں صرف پہلے رسولوں و نبیوں کا ذکر ہے اس لیے اس آیت کی یہ نکتہ نہ کہ حضورؐ سے کوئی اہلِ سرزد ہلا اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جس سے ہی غلط ہے ابن علیہ فی تفسیری اور چند دوسرے لوگوں نے اپنی تفسیروں میں جو روایت یہاں نقل کی ہے یہ بات تو ایک معمولی مسلمان بھی سرزد نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ اس کو اس بات پر شک کی طرف منسوب کیا جائے جو ہر قسم کی غلطی اور خطائے صمیم ہے نیز اس آیت کے متعلق سیرت کے معتبر ترین مؤرخ علامہ امام محمد بن اسحاق سے جرت بھی لیا گیا تو آپ نے فرمایا ہذا من وضع الزنادقة کہ یہ روایت کی نقل ہی ہوئی ہے اور اس کے رد میں انھوں نے پوری ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ امام بیہقی کہتے ہیں ہذہ القصة غیر ثابتہ من جہۃ النقل۔ یہ قصہ صحیح نقل سے ثابت ہی نہیں ہے اور جن راویوں نے اسے نقل کیا ہے سب مطعون ہیں صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی مشہور

کتاہوں میں اس کا نام و نشان تک نہیں فوجب اطرا حہ اس لیے اس کو ردی چیز کی طرح پھینک دینا ضروری ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اسی لیے میں نے اپنی تفسیر کو اس کے بیان سے آلودہ نہیں کیا مجھے ان لوگوں پر حیرت کہ انھوں نے اپنی تاویفات میں اس واقعہ کو لکھنے کی کیے جبارت کی حالانکہ قرآن کریم کی ان آیات کو وہ تلاوت کرتے ہیں اسی سو و دالہ نمبر کے آغاز میں ہے و النجم اذا هوى ما نزل صاحبكم وما غوى وما ينطق عن الهوى ان هو الا دهي يوحى یعنی میرا محبوب نہ گمراہ ہوا نہ بھٹکا وہ تو اپنی خواہش سے بات بھی نہیں کرتا وہ وہی بات کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ ان روشن آیات کی موجودگی میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اسی سورۃ میں ایسے قبیح کلمات زبان پاک سے نکلے ہوں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا قُلْ مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِنْ تَلْقَاءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبَعَ الْاُمَايُوْحٰى اَلٰى - یعنی آپ کہہ دیجیے کہ میری یہ مجال نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں اپنی مرضی سے رد و بدل کروں۔ میں تو صرف وحی کا اتباع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں یہ اعلان کر دیا۔ و لَوْ تَقَوَّلَ عَلٰیْنَا بَعْضُ الْاَقَادِمِ لَآخُذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَنَقْطَعُنَّ اَمْنَهُ الْوَتِیْنِ - اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی اپنی طرف سے بنا کر کہتے تو ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔ کیا اس ارشاد کے بعد اس چیز کا گمان بھی کیا جاسکتا ہے ان کے علاوہ کئی اور آیات بھی انھوں نے پیش کی ہیں، پھر لکھتے ہیں یہ وہ آئی نصوح قطعہ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں عقلی طور پر بھی یہ روایت من گھڑت ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تمام احکام آیات اور سارا دین مشکوک ہو جاتا۔ (ملخصاً بعد المعیط)

امام فخر الدین رازی نے بھی زور شور سے اس روایت کا رد کیا ہے لکھتے ہیں۔ اگرچہ سطحی قسم کے لوگوں نے اس روایت کو لکھا ہے لیکن علمائے تحقیقین کا اس کے متعلق یہ فیصلہ ہے ہذا الروایۃ باطلۃ موضوعۃ یہ روایت جھوٹی ہے گھڑی ہوئی ہے اور داخلہ علیہ بالقرآن والسنة والمعقول اور اس کے بطلان اور موضوع ہونے پر ان علماء نے قرآن سنت اور عقلی دلائل پیش کیے ہیں اور اس کے بعد امام موصوف نے مرتبہ بالا آیات ذکر کی ہیں اور امام محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا ہے کہ یہ قصہ زندہ بقول کا گھڑا ہوا ہے۔ عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں جو شخص کتاب ہے کہ حضور پر نوحہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کے بارے میں تعریفی جملے کہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ اس طرح تو حضور کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے نیز شریعت قرآن اور دین اسلام کی کسی بات پر یقین نہیں رہتا۔ پھر فرماتے ہیں ان دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ان ہذا القصۃ موضوعۃ یہ قصہ موضوع ہے۔ اس کے حق میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بعض مغضروں نے اسے لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے خبر الواحد لا یعارض الدلائل العقلیۃ والعقلیۃ المتواترۃ کہ یہ خبر واحد ہے اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ جو حدیثاً ترک نہیں ہوتی ہوں ان کے سامنے اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس روایت کے ناقولین نے اس کی جو مختلف تاویلیں کی ہیں امام موصوف نے ان کی دھجیاں بکھر کر رکھی ہیں اور فرمایا ہے کہ اس روایت کی کوئی تاویل درست نہیں۔ اس کا کوئی تصحیح محل اور مصداق تلاش نہیں کیا جاسکتا یہ روایت

اپنی تمام روایات احتمالات اور اختلاف الفاظ کے ساتھ متروک کرنے کے قابل ہے۔ ﴿عزنا الله من الاسلام ومن المسلمين﴾ ابن الجوزی نے تفسیر قرطبی
 علامہ ابو جعفر محمد قرطبی نے بھی احکام القرآن میں اس روایت کی خوب تردید کی ہے اور ہر ہر سلسلہ روایت پر بحث
 کرنے کے بعد لکھتے ہیں فی ذلک روایات کثیرة کلھا باطل لا اصل له کہ سب کی سب باطل ہیں۔ ان کا کوئی ثبوت
 نہیں اور کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے اس لیے اس کی تاویل کرنے کی بھی قطعاً کوئی ضرورت نہیں وضعف الحدیث
 معنی عن یکن تاویل۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر اس روایت کی کوئی سند صحیح بھی ثابت ہو جائے تو بھی وہ ضعیف اور ناقابل اعتقاد
 ہوگی کیونکہ آیات قرآنی کے صراحتاً مخالف ہے اور اب قرآنی آیات قرآنی کے بھی خلاف ہے اور اس کی کوئی صحیح سند بھی
 نہیں ہے۔ ان حالات میں اہل نظر کے لیے یہ کب قابل التفات ہو سکتی ہے وھذا ضد مفهوم الآیة وھی
 تضعف الحدیث لوضوح فکیف ولا صحۃ لہ۔ علامہ قرطبی نے قاضی عیاض کا یہ قول نقل کیا ہے :-

ان الامة اجعت فی ما طریقہ البلاغ انه معصوم فیہ من الاضرار عن شیء بخلاف ما هو علیہ
 لا تصدأ ولا عمداً ولا سمواً ولا غلطاً یعنی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تبلیغ کلام الہی میں حضور سے ہرگز غلطی
 نہیں ہو سکتی نہ عمداً نہ سمواً اور نہ غلطاً۔ اس میں نبی ہر طرح معصوم ہیں۔
 علامہ آوسی نے دیگر اقوال کے ساتھ امام ابو منصور ماتریدی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے :-

وذکر الشیخ ابو العنصور الماتریدی فی کتاب "قصص الاقرباء" العوَاب ان قوله ثلاث الغرانیق
 العلی من جملة ایحاء الشیطان الی اولیاءہ من الزنادقة... وحضرة الرسالة بریئة من مثل هذه الروایة۔ (روح المعانی)
 یعنی ثلاث الغرانیق العلی والی بات۔ یہ ان باتوں میں سے ایک بات ہے جو شیطان اپنے زندیق پیر کاروں
 کے دلوں میں ڈالتا ہے تاکہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کریں۔ جناب رسالتاً اس قسم کی روایتوں سے مبرا
 اور منزہ ہیں۔ قاضی ابوبکر ابن العری اللاندسی جب اس آیت کی تفسیر کرنے لگے ہیں تو اس روایت کا ذکر کر کے
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے اور دل بے چین اور بے قرار ہو گیا ہے۔ اپنی سابقہ
 روش کے بالکل برعکس اس روایت کو باطل کرنے کے لیے ایک مستقل فصل لکھی ہے جس کا عنوان ہے تنبیہ الغیبی
 علی مقدار النبوی اور لکھتے ہیں ودرجوبہ عند الله الجزء الاولی فی مقام الزلفی۔ کہ اس فصل کے لکھنے سے
 مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقام قرب میں مجھے عظیم جزا دے گا۔ سنگی دالان کی شکایت نہ ہوتی تو آپ کی اس
 فصل کا پورا ترجمہ یہاں درج کرتا۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ ضرور اس فصل کا مطالعہ کریں۔

نیز یہ امر بھی غور طلب ہے کہ یہ آیت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ورسوۃ نجم کا نزول اور یہ قصہ جو گھڑا گیا ہے
 اس کا وقوع ہجرت سے پہلے کئی سال تک مکہ میں ہوا تو عجیب بات یہ ہے کہ حضور کو نعوذ باللہ ایسا کرنے سے جو
 حزن و ملال ہوا اس کو دور کرنے کے لیے اتنے عرصہ دراز تک کوئی آیت نازل نہ ہوئی اور کئی سالوں کے بعد اللہ
 کو خیال آیا کہ اپنے رسول کو مطمئن کرے اور یہ آیت نازل کی۔ کیا ایسی بے سبکی بات کوئی صاحب عقل سلیم کر سکتا

إِذَا تَمَّتْ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي

اسکے ساتھ یہ کہ جب اس نے پھر پڑھا تو وہ اہل بیت سے شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک) پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو عمل اندازی

الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَتَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ لِيَجْعَلَ

شیطان کرتا ہے ۱۷۰ پھر نچرتے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت نام ہے۔ یہ سب

مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فَتَنَهُ لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ

اس لیے تاکہ اللہ تعالیٰ بنا دے جو وسوسہ والا ہے شیطان ۱۷۱ کیلئے آزمائش ان لوگوں کیلئے جنکے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل

قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ

بہت سخت ہیں۔ اور بیشک ظالم لوگ مخالفت میں بہت دور نکل جاتے ہیں۔ نیز اس میں حکمت بھی ہے کہ جان لیں

ہے مزید برآں یہ حدیث متواتر ہے کہ شیطان خواب میں بھی حضور کی شکل میں کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا تاکہ مسلمانوں کو حضور کی شکل میں دھوکہ دے سکے تو اس کی کیا مجال کہ سر شہید ہدایت کو وہ گدلا سکے۔

« قد مع بل تواتر قوله صلى الله عليه وسلم من رأى في المنام فقد رأى في حقا فان الشيطان لا يتمثل في »

اصل واقعہ جو صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ہے۔ وہ صرف اتنا ہے کہ حضور نے مجمع عام میں یہ سورۃ پڑھی اور اس میں آیت سجدہ آنے کی وجہ سے آخر میں سجدہ کیا تو تمام حاضرین جن میں کفار بھی تھے سب سجدہ میں گر پڑے اور ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ کیونکہ کلام الہی ہوا اور زبان حبیب کبریاہ اس کی تلاوت کر رہی ہو تو کیوں نہ کفار بے ساختہ سجدہ سے میں گر پڑیں پس اتنی بات تھی جس کو زنا و قدہ کی وضع و تحریف نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا الحمد للہ الذی جعلنا من امۃ رسولہ المکرّم ونبیہ المعظم الذی عمہ من ورسولس الشیطان وھمزاتہ وجعلہ داعیاً الی اللہ وسراجاً منیراً۔

۱۷۰ آیت قرآنی یا احکام شرعی کے متعلق شیطان لوگوں کے دلوں میں جو وسوسہ اندازی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس کا ازالہ فرمادیتا ہے اور لوگوں کے دلوں کا یقین پھر تازہ ہو جاتا ہے۔

۱۷۱ یعنی آیات قرآنی کے متعلق شیطان کی وسوسہ اندازیوں سے وہی لوگ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری ہوتی ہے اور جن کے قلوب کی سنگلاخ زمین میں ہدایت کا پاکیزہ ذرّت آگ نہیں سکتا۔ ایسے ہی لوگ ان شبہات کے باعث خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

أَوْتُوا الْعِلْمَ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيَوْمِنَا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ

دروک ہفتیں علم بخشا گیا ہے کہ کتاب حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ ایمان لائیں اسکے ساتھ اور جبک جائیں

قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۹۱

اس کی سچائی کے آگے انکے دل اور بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے ایمان الوں کو راہِ راست کی طرف -

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ

اور ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے کفار ۹۱ اس کے بارے میں یہاں تک کہ آجائے ان پر قیامت

بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ۝۹۲ الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ

اجانک یا آجائے ان پر عذاب منحوس دن کا - حکمرانی اس روز اللہ تعالیٰ کی ہی ہوگی -

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتٍ

نہے وہی فیصلہ فرمائے گا لوگوں کے درمیان - پس جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو وہ نعمت (جہنم)

۹۱ اہل علم و فہم ان دوسروں کا شکار نہیں ہوتے آیاتِ دہانی میں ہدایت کا جو نور و نشان ہوتا ہے اس سے ان کے دل روشن ہو جاتے ہیں سو پچھے دل سے اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا حضور و خورشوع اور زیادہ بڑھ جاتا ہے -

۹۲ کفار ساری عمر شک و شبہ کے لہلہ میں گھومتے رہیں گے اور آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب عذابِ الہی آکر دو بوج لے گا یا قیامت آجائے گی عقیبہ اس کو کہتے ہیں جس کی اولاد نہ ہو - وہ دن جس کے بعد رات نہ آئے اور نہ اس کے بعد کوئی نیا دن

طلوع ہو اس کو بھی اس خانہ سے عقیبہ کہہ دیتے ہیں جب کسی قوم پر تباہی نازل ہوتی ہے تو اس کی زندگی کا وہ ایسا دن ہوتا ہے جس کے بعد اس کے لیے گردشِ ہل و نہار کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے - اس لیے اس کو بھی عقیبہ کہا گیا وکان عقیباً

من کل خیبو - (قرطبی)

۹۳ اور عقیبہ سے راہِ روزِ قیامت بھی لیا گیا ہے - قال ضحاک - عذابِ یومِ لایلیۃ لہ دھودہ و انقیامۃ -

نئے بادشاہی اور حکمرانی تو آج بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی تباہ حرکت نہیں کرتا - کوئی ذرہ اپنی جگہ سے سرک نہیں کھتا لیکن آج کوئی ایسے غلط اندیش اور مے پندار سے مست لوگ ہیں جو اپنی شاہی سلطانی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن قیامت کے روز جھوٹے شاہنشاہوں کی زبانیں گنگی ہو جائیں گی ہونٹ سہل جائیں گی دل خون کی شدت سے ڈر رہے ہونگے سب آشکارا ہو جائیں گے کہ سارے

التَّعْيِيرِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کے باغوں میں (فیکہ پڑھیں) ہونگے اے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو یہ وہ بد نصیب ہیں جن کیسے رسوا کرنا عذاب

مُهِينٌ ۝ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا

ہوگا اور جن لوگوں نے ہجرت کی راہ خدا میں سے پھر جہاد میں قتل کر دیئے گئے یا طبعی طور پر

لَيُزَنَّوَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ۝

فوت ہوتے تو ضرور عطا فرمائیں گے انھیں اللہ تعالیٰ بہترین رزق اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے

لَيَدْخُلَنَّهُمْ مَدْخَلًا يُرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝

وہ ضرور داخل کریگا انھیں ایسی جگہ جسے وہ پسند کریں گے سُنَّہ اور تقویٰ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا برابر بار ہے۔

جہاں حاکم اور فرمانروا صرف اللہ تعالیٰ ہے یہی سچوں کو ان کی نیکیوں کا اجر اور نافرمانوں کو ان کی نافرمانیوں کی سزا دے گا۔
اسے ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں مؤمنین کے اجر کا ذکر ہے اور دوسری میں کفار کی سزا کا۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے فالذین
امنوا و عملوا الصالحات مبتدأ ہے فی جنت النعیر خبر ہے اسی طرح والذین کفروا و کذبوا بایاتنا مبتدأ ہے فالذین کفروا
پہلی خبر پر یہ فاعل نہیں ہے لیکن دوسری خبر پر یہ فاعل ہے اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اہل ایمان کی جنت
میں جانا محض فضل الہی ہے لیکن کافروں کے دوزخ میں جانے کی وجہ ان کے اعمال ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان
یُنْجِیْ لِحَدِّ اَعْمَلِهٖ قَالُوْا وَا لَانت یارسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمد فی الماء بوجہ منہ وفضل یعنی کسی کو اس کا
عمل نجات نہیں دیکھا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو بھی حضور نے فرمایا مجھے بھی مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے دھارے
۲۷ پہلے عام مؤمنین پر جو ہر مانی فرمائی جانے لگی ہے اسکا ذکر سہرا راجح خصوصیت کے ساتھ ان مبارک ہتھیوں اور نفوس قدسیہ کی عزت فرمائی
کا بیان ہو رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے عزیزش و اقارب اور مال و وطن کو چھوڑ دیا اور اسی حالت میں انکی وفات ہوئی خواہ
وہ میدان جنگ میں کفار کے ہاتھوں شہید تھے یا ویسے طبی موت کو دوچار ہوئے انکے متعلق فرمایا کہ انھیں جہاں میں عمر رزق دیا جائیگا اس
سے اردو رزق ہے جو عالم برزخ میں انھیں دیکھا۔ والمراۃ عند بعض ما یكون للذہد عرق البرزخ من الرزق۔ (روح المعانی)

۳۷ اس سر جنت دہاں یہ جو چاہیں انھیں دیکھا اسی جنت فیہا ما تشہیم الالفس وتلذذ الاعین مالا یعین رأی ولا اذن سمعت ولا خطر
ببال البشر۔ (مظہری)

یعنی اس سر جنت کیونکہ اس میں انھیں وہ نعمتیں ملتی جنہیں آج تک کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان نے ان کا تصور کیا۔

۲۲۹

ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوِّقَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

ان باتوں کو یاد رکھو! اور جس نے بدلایا اسنا قدر جتنی تکلیف اسے ہی اتنی تھی پھر (مزید) زیادتی کی گئی اس پر تو

لَيَنْصُرْتَهُ اللهُ إِنَّ اللهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللهَ يُوَلِّجُ

اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا ۲۳۰ عیبک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اہل

الَّيْلِ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللهَ سَمِيعٌ

کرتی ہے رات (کے کچھ حصہ) کو دن میں اور دن (کے کچھ حصہ) کو رات میں اور اللہ تعالیٰ سب میں سننے والا سب کچھ

بَصِيرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ

دیکھنے والا ہے نیز اسکی فیجہ بھی ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خدا ہے برحق ہے لہٰذا اور جسے وہ پوجتے ہیں اس کے

دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝ الْمَتْرَانِ

علاوہ وہ سراسر باطل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بلند (اور) سب سے بڑا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ

الله أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِغُ الْأَرْضُ مُخْضَرَةً ۝ ط

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی تو جو جاتی ہے (خشک) زمین سرسبز و شاداب۔

۲۳۰ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کو ظلم اور کفر کی مدد فرماتا ہے اور سلطان پر کفر و ظلم اور کفر و میں اس لیے اللہ تعالیٰ انکی امداد فرمائیگا۔ اور آخر کار وہی کامیاب اور کامران ہونگے۔ اللہ یہاں پہلی بات کی وجہ بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ انکی قدرت کا مالک ہے انکی قدرت سے حکمت کے مطابق دن کا حصہ رات میں اور رات کا حصہ دن میں داخل کرتا ہے اور جو ایسا کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے جسے کوئی بشر اور کوئی فرشتہ نہیں کر سکتا۔ وہ جس کی نصرت فرمائے گا اس کے کامیاب ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مومنوں کی نصرت کی دوسری وجہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اسکا دین حق ہے اور اسکی عبادت کرنا حق ہے اور جو مومن جو خدا پر حق پر ایمان لیتے ہیں اسی کے دین حق کی پیروی کرتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں یہی اس بات کی مستحی ہیں کہ خدا پر حق اپنی اعانت فرمائے باقی سب کافر و مشرک وہ جنوں کے پجاری ہیں! انکے بت بھی جھوٹے اور انکا مذہب بھی باطل ایسے باطل اور باطل پرستوں کی اعانت نہ کرنا کہ ہم نہیں کریگا اور وہ یقیناً خاسر و ناکار ہونگے۔

اللہ اپنی قدرت کا علم و حکمت بالغہ کی ایک روشن دلیل کی طرف مخاطب کو متوجہ کیا جا رہا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ لطف فرمائیگا اور سچے سے باخبر ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۝

وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب کے لیے پڑا اور پڑا ہی کا ستمی ہے اور کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا اور بنا دیا ہے تمہارے

فِي الْأَرْضِ وَالْفُلُكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ

یہ ہر چیز کو جو زمین میں ہے ۝ اور کشتی کو بھی کہ چلتی ہے سمندر میں اس کے حکم سے۔ اور اس نے ڈکا ہوا ہے آسمان کو

أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۝ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

کہ گر نہ پڑے زمین پر۔ بجز اسے فرمان کے۔ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمائیگا

رَحِيمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۝

ہمیشہ رحم کرنا والا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی ۝ پھر مائے گا تمہیں پھر زندہ کرے گا تمہیں۔

۱۵ ہر چیز جہاں کہیں بھی ہے پیدا بھی اس کو اسی نے کیا ہے اور اس کے بقا کا بھی وہی اہتمام کرتا ہے۔

۱۶ اپنی قدرت و حکومت بیان کرنے کے بعد اب اپنے انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا کہ دیکھو ہر قسم تم پر کتنے کتنے احسانات فرمائے ہیں۔ ہماری شفقت اور بے پایاں رحمت کا تم بآسانی اندازہ لگا سکتے ہو۔

۱۷ اگر یہ سب کچھ ہوتا۔ گلشن عالم کی یہ ساری رونقیں ہوتیں لیکن تمہیں پیدا نہ کیا جاتا تو تم ان سے کیسے لطف اندوز ہو سکتے۔ تم پر اس نے مزید کرم فرمایا کہ تمہیں زندگی کی نعمت مرحمت فرمائی تاکہ تم ان گونا گوں احسانات سے مستفیض ہو سکو۔ لیکن یہ زندگی جس کی دلدلیوں نے تمہیں مسرور کر دیا ہے فانی ہے۔ کچھ عرصہ بعد تمہیں موت کا ڈانٹ

چکھنا ہوگا۔ اس کے بعد پھر تمہیں زندہ کیا جائے گا اور وہ زندگی ابدی ہوگی۔ عقلمند وہ شخص ہوا کرتا ہے جو دور اندیش ہو۔ اپنے مستقبل کو درخشاں بنانے کے لیے کوشاں ہو۔ جو امروز کے ہنگاموں میں ایسا کھو جائے کہ فردا کا اسے

ہوش ہی نہ رہے اسے کوئی دانا نہیں کہتا۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ۖ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ

بیشک انسان بڑا ناشکر ہے اسے ہر امت کے لیے ہم نے مقرر کر دیا ہے عبادت کا طریقہ جسے جس کے مطابق وہ

فَلَا يَنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى

عبارت کرتے ہیں۔ تو انہیں چاہیے کہ وہ نہ جھگڑائیں آپ سے اس معاملہ میں۔ آپ بولتے سنیے انہیں اپنے سب کی طرف (مگر سب آپ کی طرف)

مُسْتَقِيمٌ ۗ وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۱۵

سیدھی راہ پر گامزن آگیاں! اور اگر وہ (چھوٹی) آپ سے جھگڑائیں تو آپ صرف اتنا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے جو تم کو کہتے ہو۔

اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝۱۶

اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تمہارے درمیان قیامت کے دن ان امور کے بارے میں جن میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔

اے یہ احسانات جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان کے پیش نظر فطرتِ سلیمہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسے عم اور محسن کی چوٹ پر ہمیشہ سر نیاز
بھجھا رہے اور زبانِ دل ہمیشہ اس کا شکر اور اس کی شکر کرتی رہے لیکن حضرت انسان کی ناشکر گزاریاں اور احسان فراموشیاں
قابل دید ہیں۔

۱۵ آج تک جو رسول بھی بھیجا گیا اسے اس کی قوم کے مخصوص حالات کے پیش نظر ایک نظامِ شریعت (منسک) عطا کیا گیا۔
اپنی اسی حکیمانہ قدیم سنت کے مطابق آپ کو بھی شریعت کا ایک ایسا دستور عطا فرمایا جو عصرِ حاضر کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔
اور اسلام کے عالمی اور ابدی دین ہونے کے تقاضوں سے باحسن اوجہ عمدہ برآ ہو سکتا ہے اس لیے کسی سچے دارومی کو مناسب
نہیں کہ احکامِ شریعت کے اختلاف کو جو نزاع بنا کر مخالفت کا طوفان برپا کرے۔ اے حبیبِ مکرم! آپ اپنا فرض ادا
کرتے رہیے اور کسی کی فساد انگیزی کی پرواہ نہ کیجیے۔ کوئی مفید اپنی غوغا آرائی سے آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔

۱۶ اگر اس کے باوجود بھی خواہ مخواہ کوئی الجھتا ہے تو آپ اپنا قیمتی وقت اُس کو خاموش کرنے میں صرف نہ فرمائیں بلکہ اسے
کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ تمہاریسے کہتوں سے خوب واقف ہے۔ قیامت کا دن آنے دو وہ خود فیصلہ فرمائے گا اور دُودھ
کا دُودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں فی ہذہ الایۃ ادب حسن علمہ اللہ عبادہ فی الرد علی من
جادل تعنتا ودمراء ان لا یجاب ولا یناظرو یدفع بهذا القول الذی علمہ اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس آیت
میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تعصب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ
کرنا چاہے اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو اس کی تمام غوغا آرائیوں کے جواب میں صرف یہ بات کہہ دو جو

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اِنَّ

کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے تاکہ یہ سب کچھ

ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۙ وَيَعْبُدُوْنَ

ایک کتاب میں رکھا ہوا ہے۔ بیشک (مندی اور سستی کی ہر چیز کو جان لینا) اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ اور وہ پوجتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ

۱۵۷ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو نہیں آناری جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی سند۔ اور انہیں خود بھی انکے بارے میں کوئی

بِهٖ عِلْمٌ وَّمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نّٰصِيْرٍ ۙ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

علم نہیں۔ اور نہیں ہوگا ظالم و ستم کرنے والوں کا کوئی مددگار۔ اور جب تلاوت کی جاتی ہیں انکے سامنے

اٰیٰتِنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الْمُنْكَرَ ۙ يَكَادُوْنَ

ہماری آیتیں صاف صاف تو آپ پہچان لیتے ہیں کفار کے چہروں پر نا پسندیدگی کے آثار۔ ۱۵۸۔ یوں پتہ چلتا ہے کہ وہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم کو سکھائی ہے۔

۱۵۷ جب وہ سب کچھ جانتا ہے تو ان معاذین کے احوال اور بدلتی اس سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

۱۵۸ کفار و مشرکین جن بتوں کو اپنا خدا مانتے ہیں اور ان کی پوجا کیا کرتے ہیں اس کے لیے ان کے پاس نہ کوئی نقلی دلیل ہے نہ عقل۔ پھر ایسے ظالموں اور جفاکاروں کی کون مدد کر سکتا ہے۔

۱۵۹ آیات قرآنی کی جب تلاوت کی جاتی ہے تو اہل ایمان خوش ہوتے ہیں اور کلام الہی کی شہماں اور شیرینی ان کے گے پے میں سما جاتی ہے لیکن یہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک کے باعث اپنے ذوقِ سلیم کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیاتِ قیامت پڑھی جاتی ہیں تو ان کے چہروں پر ناگواری اور نا پسندی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور اگر ان کا بس چلے تو پڑھنے والے پر حملہ کر کے اس کی کتاب بولی مگر دیں۔

المنکر: الغضب والعبوس۔ ناراضگی اور ناگواری۔ یسطون: شدت البطش۔

يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأَنْتُمْ كُمُوتٌ بَشَرٌ

غیر حیات جیسا کہ پڑھنے والوں پر جو پڑھتے ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں۔ آپ فرمائیے کہ میں یہ جیسا ہونے والا کیا میں ان کا

مِنْ ذَلِكُمْ التَّارُوتَ وَعَدَّهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبُسَ

کروں میں اس سبھی تکلیف کو جو پریشانی دہی کی آگ اور وعدہ کیا ہے اس آگ کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے۔ اور دوزخ بہت

الْمَصِيرُ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبَ مَثَلٍ ۗ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۗ إِنَّ

پڑھنا کا نام ہے۔ اسے لوگو! اللہ ایک مثال بیان کی جا رہی ہے جس کو غور سے سناوے! بیشک جن

الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَا يُجْمَعُونَ

معبودوں کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ تو کبھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں

اللہ یعنی قرآن کریم کی آیات سن کر تمہارا دل ڈوبنے لگتا ہے تمہاری طبیعت میں قن اور اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے تمہاری پشیمانی پر مل پڑنے لگتے ہیں کچھ دیر بعد تمہیں ایک ایسی چیز سے پالا پڑنے والا ہے جو تمہارے لیے ان سے بھی کہیں زیادہ خطرناک اور ہوشربا ہوگی۔ وہ دوزخ کی آگ ہے جس کی آج کو ہر لحظہ تیز کیا جا رہا ہے جس کے شعلے تمہیں بھسم کرنے کے لیے ماہی بے آب کی طرح مینا بنائے ہیں۔ اگر تم نے عقل و فہم کی خداداد قوتوں سے کام لے کر حق کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اللہ پہلی آیت میں یہ بتایا گیا کہ مشرکین جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اس کے لیے ان کے پاس نہ کوئی نقلی دلیل ہے نہ عقل۔ یہ محض ان کی جہالت اور حماقت کا نتیجہ ہے۔ اب ان کے اس فعل کی قباحت کو ایک مثال دے کر واضح کیا جا رہا ہے تاکہ ان پر ان کی اپنی حماقت اور جہالت آشکارا ہو جائے اور وہ اس سے باز آجائیں۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ جن بے جان بتوں کو تم نے اپنا کارساز اور حاجت روا سمجھ رکھا ہے ان کی حقیقت پر بھی کبھی تم نے غور کیا۔ کائنات کی خوبصورت، مفید اور بڑی بڑی چیزوں کو تم رہنے دو۔ انہیں کہو کہ وہ سب مل کر ایک مکھی ہی بنا دیں جو بالکل حقیر اور کمزوری چیز ہے۔ پھر فرمایا مکھی بنانا تو کجا ان بچاروں میں تو اتنی حماقت بھی نہیں کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس سے واپس لے سکیں۔ جن معبودوں کی بے بسی کا یہ عالم ہے انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جسے ایجاد و اختراع کی حیران کن صلاحیتیں بخشی گئی ہیں وہ اگر انہیں اپنا معبود بنا لے تو دنیا میں اس سے بڑی حماقت اور ظلم نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتا دیں کہ وہ بت ہیں جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے المواد الاوثان الذین عبدوہم من دون اللہ (قطبوی) علامہ پانی پتی لکھتے ہیں ان الذین تدعونہا ایہا الکفار الہة کاشنة من دون اللہ وہی الاصنام۔

۱۶۳

لَهُ وَإِنْ يَسْأَلُكَ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعْفٌ

اس معمولی سے کام کے لیے اور اگر ہمیں ملے ان سے کبھی بھی کوئی چیز تو وہ نہیں چھوڑا سکتے اسے اس کبھی سے (آؤ!) کتابے بس؟

الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿۳۷﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ

ایسا طالب اور کتابے بس ہے ایسا مطلوب ۳۷ نہ قدر پہچانی انھوں نے اللہ تم کی جیسے اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا نہ یہ شب

لِقَوْمٍ عَزِيزٌ ﴿۳۸﴾ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ

اللہ بڑا مقرر اور سب مانتے۔ اللہ تعالیٰ جن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغمبر بھیجے اور انسانوں سے بھی

النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۳۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا

بعض کو رسول اللہ بیشک اللہ تعالیٰ سب کو سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور

مَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۴۰﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے اسے معاملات۔ اے ایمان والو!

ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ

رکوع کرو اور سجدہ کرو اور عبادت کرو ملاپنے پڑھنا اور (ہیشہ) مفید کام کیا کرتا کہ (دین دنیا میں)

۳۹ طالب سے مراد بتوں کے پجاری اور مطلوب سے مراد بت (طالب عابد الصنم والمطلوب الصنم) (مظہری۔ قرطبی وغیرہ)

۳۸ ان نالائقوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی شان کبریائی کا صحیح اندازہ نہیں لگایا اور نہ وہ کسی کمالی حاکم کا ارتکاب کرتے۔

۳۹ بیان توحید کے بعد اب سالت کا اثبات کیا جا رہا ہے۔ ولید وغیرہ کہا کرتے تھے کہ اگر انسانوں میں سے کسی کو رسول بنا دیتا

تو ہم جو روز ساقی ہیں ہمیں بنایا ہوتا ارشاد ہے کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے تمہاری پسند و ناپسند کو دخل نہیں۔ تم نہیں

جان سکتے کہ کون اس بار امت کو اٹھانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر جو جمع بھی ہے اور بصیر بھی

تمہارا عرض ہونا تمہاری کج فہمی کی انتہا ہے۔

۴۰ پہلے کفار کی حماقتوں کا ذکر ہوا اب اس اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حکم دیا جا رہا ہے جو خداوند برحق ہے جو قادر مطلق ہے جس

کی عظمت و کبریائی کی شہادت آسمان کی بتدیاں زمین کی پستیاں پہاڑوں کا سکون اور دریاؤں کی روانیاں عند لیبوں کے

تَفْلِحُونَ ۝ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ

کا سیاب ہو جاؤ۔ اور سر توڑ کر کوشش کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے اللہ اس نے چن لیا ہے میں اللہ

نامے اور پیلوں کی سکرٹیں کاشوں کی چھین اور کلیوں کی پھین بٹریوں کے ہر جہیز اپنی اپنی بہت اصلاحیت کے مطابق سے رہی ہے اس کی ایسی بندگی کا حکم دیا جا رہا ہے جو صرف زبان تک محدود نہ ہو بلکہ روح و جسم میں مقید نہ ہو جو مساجد و عبادت گاہوں کے دروازوں پر اکڑ کر نہ ہو بلکہ ایسی بندگی جس کا زندگی کے ساتھ ہمہ وقت تعلق ہے۔ زندگی کا قافلہ جس راہ پر گامزن رہے غم و اندوہ کے تھے عمیق گھٹوں سے گزرے خوشی و مسرت کے تھے چمن راہ میں آئیں ہر جگہ ہر قدم پر بندگی کا نشان زندگی کی جبین پر تابندہ رہے۔

رکوع و سجود سے ادائے نماز کا حکم ملا و اعبدوا سے اس کے تمام احکام بجالانے کی تاکید ہوئی۔ و افعلوا الخیر سے ایسے کام کرنے کا فرمان صادر ہوا جو اس کے لیے اس کی قوم و ملت کے لیے سارے نوع انسانی کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لیے اپنے دامن میں خیر و نفع کی نعمت سمیٹے ہوں۔ و افعلوا الخیر الظاہرانہ یعم لانفعال کلہا یعنی اخترا و ما ہو خیر و اصلح فی ماتا تون بہ و تذرونہ (منظہری)

۱۳ اس آیت سے اس سورۃ کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اس کی جامعیت اور مصروفیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر مومن کو یہ ازبر ہو اور وہ اسے اپنے لیے مشعل راہ بنائے۔ بڑے غور و تامل سے اس کا ایک ایک فقرہ پڑھیے اور کلمات کی اوٹ میں جو معانی اور معارف ستور ہیں ان سے پردہ سرکانے کی کوشش کیجیے دیکھیے پھر کیا نظر آتا ہے۔ آغاز اس حکم سے فرمایا و جاہدوا فی اللہ حق جہاد اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ لفظ جہاد کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں۔ الجہاد و المجاہدۃ استفرغ الوسع فی مدافعة العدو۔ دشمن کا مقابلہ کرنے میں اپنی ہر ممکنی قوت صرف کر دینے کو جہاد اور مجاہدہ کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

- ۱۔ مجاہدۃ العدو الظاہر۔ ظاہری دشمن سے جہاد۔
 - ۲۔ و مجاہدۃ الشیطان۔ اور شیطان سے جہاد۔
 - ۳۔ و مجاہدۃ النفس۔ اور اپنے نفس کے خلاف جہاد اور اس آیت میں تینوں قسم کے جہاد داخل ہیں۔
- ارشاد نبوی ہے۔ جاہدوا و اہوا شکم کما تجاہدون اعداءکم۔ اپنے ظاہری دشمنوں سے تم جس طرح جہاد کرتے ہو اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی جہاد کرو۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جاہدوا الکفار یا یدیکم والسننکم۔ کفار کا مقابلہ زور بازو کے ساتھ بھی کرو اور زبان سے بھی۔ (مفردات)

گویا دشمن کے مقابلہ میں سر و دھڑ کی بازی لگادو یا لفظ جہاد کے مفہوم میں داخل ہے۔ امکانی وسائل تمہارا کرنے میں

جنگی تدبیر میں صبر استقامت کا مظاہرہ کرنے میں اگر کسی قسم کی غفلت برتی جائے گی تو گویا ایسی اوصوری کو شمش کو قرآنی معطل میں جہاد کا نام و نیا زیادتی ہوگی۔ جاہد و کا یہ معنی ذہن نشین کرنے کے بعد آگے بڑھے۔ ارشاد ہے :
 فی اللہ۔ یعنی تمہاری یہ ساری جنگ و دوایر یہ عہد نظیر جانثاری اور خدا تعالیٰ کے لیے بے مثال صبر استقامت کسی نوابی یا مذہبی مقصد کی تکمیل کے لیے نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس کے باعث امت مسلمہ کی جنگ دوسری قوموں کی جنگوں سے غایت و مقصد کے اعتبار سے بالکل ممتاز ہو جاتی ہے۔ خود مسلمان بھی اگر اس مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے آمادہ بیکار ہونگے تو اسے قرآنی معطل میں جہاد نہیں کہا جائے گا۔

پھر فرمایا "حق جہاد" کہ جہاد کو تو پھر اس کا حق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لیے خون کے دریا بہتے ہیں تو انہیں خوب بنے دو لگرتوں کے پستے لگ ہے میں تو ذرا پروا نہ کرو۔ رنگ گیلی جو انہیں قربان ہو رہی ہیں تو انہیں بدنامی قربان ہونے دو جب تک تمہاری جان میں جان ہے اسلام کا پرچم سرنگوں ہونے پائے حضرت جعفر کی طرح ایک تخت گت گیا ہے تو جھٹ دو سر ہاتھ میں جھنڈا اتھام لادو اور اگر دوسرا بازو بھی کٹ گیا ہے تو اپنے دانتوں سے کپڑو تو تمھارا جہم اگر تیرہ سو سال کے چرکوں سے چھلنی ہو گیا ہے تو کیا ہوا اسلام کی عظمت ناموس کو اگر تم نے اپنی جان سے کر بچا لیا تو تم سے زیادہ سرخرو اور کون ہو گا۔

جس قوت ارادی، عزم اور قربانی کی ضرورت ایمان کے ظاہری دشمنوں کے مقابلہ کے لیے ہے۔ اسی طرح شیطان و فرس کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی ان صفات کا مظاہرہ و ضروری ہے بلکہ یہاں پہلے سے بھی جو کس اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ ذہن تھا اور دشمن کا لباس پہن کر آیا تھا۔ یہ ایسے دشمن ہیں جو اپنے آپ کو شخص ترین دست ظاہر کرتے ہیں ان کی چالیں بڑی باریک ہوتی ہیں۔ ان کا دام فریب تب نظر آتا ہے جب انسان اس میں پھنس کر پھرتا ہونے لگتا ہے۔

۹۳۳ تمہیں کیوں اس دین حق کے لیے سرکھن اور کفن بدوش ہو کر باطل سے لڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے؟ بڑے محبت بھرے اور کرنا نڈاز میں اس کی وجہ بیان فرمادی کہ تو ہم عالم کی جبری آہن سے لے غلامان مصطفیٰ بقدرت کی نگاہ نے تمہیں سچا ہے۔ حق کی پاسبانی کا فخر تمہیں بخشا ہے۔ حکام امتلاق کی تکمیل کی خدمت تمہیں سونپی ہے۔ اس صحیفہ رشد ہدایت کا امین تمہیں بنایا گیا ہے۔ غور کرو تم پر کتنا کرم فرمایا ہے اس کریم نے تمہیں کتنا بڑا اعزاز بخشا ہے اس عزیز و قدیر نے اب اگر تم نے اس میں کی تشدد و اشاعت کا فریضہ ادا کرنے میں کوتاہی کی اور ان رکاوٹوں کو نہ بنایا جو اس کا راستہ روکے کھڑی ہیں اگر تم نے ان مہجابت کو تار تار نہ کیا جو اس کی روشنی کو پھیلنے نہیں دیتے تو پھر تم سے بڑھ کر احسان فراموش کوئی نہیں ہو گا۔ خود ہی فیصلہ کرو اگر تم نے اس نور ہدایت کو عام نہ کیا تو انسانیت کی یہ شب بیکور کیسے سوز آشنا ہوگی اگر تم نے آگے بڑھ کر ظالم کے ہاتھ سے ظلم کی توار تہیں لی تو ستم رسیدہ افروٹوں کی پھر کون دوسری کرے گا۔ اگر تم نے اس دستور العمل کے فیوض و برکات سے لوگوں کو آگاہ نہ کیا تو انہیں رشد و ہدایت کی دولت کہاں سے ملے گی۔ واجباً تبکہ اس نے تمہیں اقوام عالم سے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے چنا ہے تمہیں اس کا ضرور پاس ہونا چاہیے۔ تمہیں اپنی لاج ضرور رکھنی چاہیے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط مَلَّةَ أَبِيكُمْ

حق کی پاسداری اور شاعت کے لیے اور نہیں ڈرا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی ۹۵ پڑی کر اپنے باپ ابراہیم

إِبْرَاهِيمَ ط هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ ة مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا

کے دین کی لئے ۹۶ اسی نے تمہارا نام مسلم (سراطاعت) کرنے والا رکھا ہے اس سے پہلے اور اس قرآن میں بھی تمہارا

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

یہی نام ہے تاکہ ہر جگہ رسول (کریم) گواہ ۹۷ تم پر اور تم گواہ ہر جاؤ

۹۵ یہ ایسا دین نہیں جس پر عمل کر کے تم صیبت کا شکار ہو جاؤ جس کو قبول کرنے کے بعد تمہاری مادی، علمی اور روحانی ترقی کی راہیں سد ہو جائیں تم کسی میدان میں دنیا کی کسی قوم سے مات کھا جاؤ۔ یہ دین ہر قسم کی ایسی رکاوٹوں سے پاک ہے۔ اسے سمجھنا آسان ہے اس پر عمل کرنا آسان ہے اور جو تم اس پر عمل کرتی ہے وہ سارے جہان کے لیے فیوض و برکات کا منبع بن جاتی ہے۔ اس لیے اس تشویش کو اپنے دل سے نکال دو کہ اس دین کو اپنا لگم شکلات میں گھیر جاؤ گے۔ ترقی کی دوڑ میں دوسری قومیں تم سے بازی لے جائیں گی۔

۹۶ یہ دین کوئی نیا دین نہیں۔ یہ تمہارے اسی باپ ابراہیم کا دین ہے جس کی عظمت کے گیت تم گاتے ہو جس کی زندگی کو ایک مثالی زندگی یقین کرتے ہو جس کی ذات والا صفات کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے تم صد عزت و افتخار محسوس کرتے ہو اسی نے تمہیں مسلم کا معزز و محترم لقب عطا فرمایا ہے۔

۹۷ ملۃ ابراہیمی کے برحق، سراپا مین و برکت اور سب اقوام عالم کے لیے آید رحمت ہونے پر اگر تمہیں کسی دلیل کی ضرورت ہو۔ اگر کسی کو کوئی گواہ درکار ہو تو یہ دیکھو میرا رسول مکرم، میرا صیب معظم کھڑا ہے اس کی کتاب ذیست کا ہر ورق اس دین و ملت کی حقانیت و صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ اس کی راقوں کا سوز و گداز اس کے دلوں کی مصروفیتیں، اس کا ہر بول، اس کا ہر فعل، اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا برتاؤ اپنے دشمنوں کے ساتھ اس کا سلوک، اس کی جنگیں اور اس کی صلحیں، اس کی مکی زندگی، نغرضیکہ تم اسے جس پہلو سے دیکھنا چاہو دیکھو۔ جس کوئی پر پرکھنا چاہے خوب پرکھو۔ اگر تمہاری چشم دل نور حق کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے تو تم بے اختیار کہہ اٹھو گے کہ اس سے سچا گواہ آج تک چشم فلک پر نے نہیں دیکھا۔ تمہارا دل مان جائے گا کہ جس کی گواہی یہ دے رہا ہے اس کے برحق ہونے میں ذرا تاثر نہیں کیا جاسکتا۔

النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ

گوں پر مشے پس (مئے میں حق کے علیہ ابرو! صبح صحیح اور کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ ۹۹ اور ضبط کر لو اللہ تعالیٰ کے دستِ رحمت کو

۹۸ اور ایسے سچے گواہ کی گواہی قبول کر کے ایمان لانے والو! سلم کے محترم و معزز لقب سرفراز ہونے والو! بزمِ عالم میں تمہارا مقام بھی یہ ہے کہ تم اپنی گفتار اپنے کردار اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس طرح بسر کرو کہ تم اس دین کے برحق ہونے کی ایسی گواہی دے سکو جسے تسلیم کرنے کے بغیر کسی کو چارہ کار نہ ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر تم سے مل کر اور تم سے معاملہ کر کے یقین کر لیں کہ جس دین کے تم پیروکار ہو وہی سچا دین ہے جس نظامِ حیات کے تم نقیب ہو سارے جہان کی خلائق و سلامتی کا صرف یہی ضامن ہو سکتا ہے۔

اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اس شہادت کی ذمہ داریوں کو انجام دیتا رہا لوگ پروانوں کی طرح شمعِ اسلام پر نثار ہوتے رہے۔ ایک مرد حق آنکھ بھی اگر کسی ظلمت کدہ میں پہنچ گیا تو اس کے رخِ انور کی تابانیوں سے وہاں ہر طرف اجالا ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے آبائی عقائد و نظریات کے زناد توڑ توڑ کر مشرقِ باسلام ہوتے رہے! اشاعتِ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو تمہیں پتہ چلے گا کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوات و اطہم الصیات کے ان افراد نے ہر جگہ ہدایت کے یہ چراغ روشن کیے جن کا ظاہر و باطن نورِ توحید سے جگمگا رہا تھا۔ جو کام سلطان محمود غزنوی کے حملوں اور شہاب الدین کی فتوحات سے نہ ہو سکا وہ کام ان خرقہ پوش صوفیوں نے کیا۔ اس خوبی اور اس شان سے کیا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی روحانی تسخیرات کی ضیا پاشیوں میں کمی نہیں ہوئی۔ لاسہرا امیرِ دہلی اور بنگ آباد، گجرات، سلطنت، چچا گانگ، گنگوہ، ملتان، پاک پٹن میں کس نے برسرِ اقتدار باطل کو شکست فاش دی اور اسلام کا پرچم لہرایا اور اس طرح لہرایا کہ آج بھی لہرا رہا ہے اور قیامت تک لہرا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ بستیاں اپنے ساتھ دولت کے خزانے نہیں لاتی تھیں۔ لشکرِ جباران کے ہر کباب نہ تھے۔ جن مناظرہ میں بھی ہمارت کا انھیں دعویٰ نہ تھا۔ ان کے پاس اپنی زندگی کی کھلی کتاب تھی جس کی ہر سطر سے نورِ عرفان کے چشے ابل رہے تھے۔ ان کے پاس اپنی دلربا سیرت اور بے داغ کردار تھا جو پکار پکار کر اسلام کی حقانیت کی گواہی دے رہا تھا۔ ان کی صداقت کی دلیل ان کے نورانی چہرے تھے جو ہر دشمن کو شرمسار کر رہے تھے۔ کسی مخالف میں یہ بہت نہ تھی کہ وہ ان کی گواہی کو شکوک ثابت کر سکے! ایسی کا یہی تھی جہاں جو دل حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے تھے وہ دوڑ کر آتے اور دینِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

آج بھی دینِ اسلام کو اپنی برتری اور افادیت ثابت کرنے کے لیے ایسے ہی گواہوں کی ضرورت ہے جو اپنے عمل سے اپنے اخلاق سے اپنی روحانی بلندی اور وسعتِ علم سے اس کے برحق ہونے کی ایسی شہادت دینے کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کوئی انھیں جھٹلا نہ سکے ورنہ جو تبلیغ آج ہم کر رہے ہیں وہ بیگانوں کو تو کیا اپنوں کو بھی اسلام سے

مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿۷۸﴾

وہی تمہارا کارساز ہے۔ پس وہ بہترین کارساز ہے اور بہترین مدد فرمانے والا ہے۔ تلو

متنفر کر رہی ہے۔ چاک گریبانوں کو رفر کوڑنا تو کجا ہمارے مبلغین ان چاکوں کو اور زیادہ وسیع کر رہے ہیں۔ محبت و پیار کا درس دے کر ملت کے پرالندہ شیرازہ کو بیجا کرنا تو بڑی بات ہے جہاں ان کے سبز قدم پہنچنے والے فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ آج بافتوں میں شوئی نہیں چنبھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔

یہ تو ہوئی اس دنیا میں شہادت اور ایک شہادت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی امت قیامت کے دن دے گی۔ اسی شہادت سے انبیاء سابقین اس الزام سے بری کیے جائیں گے جو ان کی امتیں ان پر لگائیں گی کہ الہی ان تیرے نبیوں نے ہمیں تیرا کوئی پیغام نہیں پہنچایا اور نہ انھوں نے ہمیں دعوت توحید دی ورنہ ہم بھی کفر و مشرک میں مبتلا نہ رہتے۔ اس وقت علامان صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھیں گے اور گواہی دیں گے یا اللہ تیرے رسولوں اور نبیوں نے اپنا فرض پوری طرح ادا کیا تصور انہی لوگوں کا ہے جو آج بڑے سلیم الطبع بنے بیٹھے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے شیخ القرآن جلد اول سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۳۶ اور سورۃ النساء آیت نمبر ۴۱ کے حاشیے ملاحظہ فرمائیے۔

۹۹ آخر میں پھر ناز و نزکوۃ کی پابندی کا حکم دیا تاکہ اس میں سستی واقع نہ ہو۔ کیونکہ اسلامی برکات کا سرشمچہ یہی عبادات ہیں۔ اسی سے انسان میں نیکی کی نختہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں اور مذموم صفات سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔

تلو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ دشمن کتنا قوی ہو، مشکلات کتنی ہر شر باہوں، ماحول کتنا ساز بہر، پڑا ہ نہ کرو، عزم، حوصلہ اور اخلاص سے قدم آگے بڑھاتے چلے جاؤ کیونکہ

هو مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ

تعارف سُوْرَةِ الْمُؤْمِنُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام : اس سورۃ کا نام المؤمنون ہے جو پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔
نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چھ رکوع ایک سو اٹھ آیتیں اور ایک ہزار آٹھ سو چالیس کلمات اور چار ہزار آٹھ سو دو حرف ہیں۔

مضامین : (۱) اس سورۃ کا افتتاح اُمت مسلمہ کے ان افراد کی صفات حمیدہ سے کیا گیا جو نور اسلام سے اپنے لبوں کو منور کرتے ہیں اور اپنے اعمال اور جذبات کو قرآن کے پیش کیے ہوئے قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔ فرمایا اسی قسم کے لوگوں کے سر پر فلاح دارین کا تاج رکھا جائے گا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے فردوس بریں کی ابدی نعمتیں حثیم براہ ہیں۔

(۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر کفار کو سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ آپ توحید اور قیامت پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں یہ دونوں باتیں ان کے خیال کے مطابق عقل، تجربہ اور مشاہدہ کے سراسر خلاف تھیں۔ اس لیے وہ کسی قیمت پر انہیں ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔

چنانچہ اس سورت میں اسلام کے ان دو بنیادی عقیدوں کے متعلق ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا گیا ہے۔ ان کے سامنے انہی اور آفاقی ہر قسم کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ انہیں کہا گیا ہے کہ ذرا اپنی پیدائش پر غور کرو کہاں پانی کی ایک برندی میں ایک گننام بڑو مہر اور کہاں یہ حضرت انسان، یہ کس کی قدرت کا کرم ہے، یہ اجاز آفرینی کس کی حکمت کی بھونگڑی ہے ذرا آنکھیں کھولو آسمان کی بلندیوں کی طرف دیکھو وہاں کس کی قدرت کے جوئے نظر آ رہے ہیں پانی جو ہر قسم کی زندگی کا سرچشمہ ہے اس کی بہم رسانی کا انتظام کس عہدگی سے کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ ہماروں کی وہ بند چوٹیاں جہاں تم کسی طرح پانی نہیں لے جا سکتے تھے وہاں اس نے بیٹھے اور ٹنڈھے پانی کے حثیمے جاری کر دیئے ہیں غرضیکہ اس کی بنائی ہوئی جس چیز میں تم تدبر کرو گے تمہیں اس کے خالق کی قدرت و حکمت اور علم محیط کا اندازہ ہو جائے گا۔

جب ان صفات کمال سے وہی متصف ہے تو پھر کتنی نادانی ہے کہ اس کا شریک ایسی چیزوں کو بنایا جائے جو

ان صفات سے قطعاً عاری ہیں اور نہ وہ کسی کو ضرر پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع۔
 نیز غور کرو ایسی قدرت والے بڑے ان ہمیں کچھ ایسے کیا مشکل ہے کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد پھر زندہ کر دے۔
 (۳) اس کے بعد چند انبیاء کرام کے اسحوال بیان فرماتے اور ان کی قوموں نے ان کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا اور
 ان کا جو انجام ہوا ان کو بیان فرمایا تاکہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو اطمینان ہو اور وہ کفار تباہ
 جو نے والی قوموں سے عبرت حاصل کریں۔
 (۴) مشرکین آکر یہ کہتے کہ اگر آپ ہماری فلاں فلاں بات مان میں اور ہماری رائے کے مطابق فلاں فلاں آیت میں
 رد و بدل کر دیں یا یہ غلوک الحال اور گھٹیا قسم کے لوگ جو ہر وقت آپ کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے رہتے ہیں
 ان کو اپنی مجلس سے نکال دیں۔ یا کم از کم جس وقت ہم حاضر ہونا چاہیں ان کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دے
 دیں تو ہر قسم آپ کے ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ شاید انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اسلام کو ہماری اور ہمارے
 تعاون کی اشد ضرورت ہے اس کے لیے ہم عیسوی بھی نامتقول شرط پیش کریں گے وہ مان لی جاتے گی۔ اللہ تعالیٰ
 نے ان کی اس خوش فہمی کا یہ کہہ کر ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا کہ حق باطل کے مشورے قبول نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا
 ہو جاتے اور تمہاری رائے کے مطابق اس میں تبدیلیاں گوارا کر لی جائیں تو دُنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے
 گا اور قیامت برپا ہو جائے گی اس لیے اس خیال کو ہمیشہ کے لیے اپنے دل سے نکال دو آخر میں شرک کی قباحت
 پر آگاہ کرنے کے لیے ان سے چند ایسے نڈن سن سوالات پوچھے جن کا جواب انہیں بھی اللہ کے بغیر کوئی نہ بن آیا۔
 انہیں بھی طوعاً و کرہاً یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ہر چیز کا خالق، مالک اور حکران اللہ تعالیٰ ہے ۞

كُرِّمَ الْوَيْدِيُّ فَكَانَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۸ وَتَمَّامٌ عَشْرًا إِذَا سَبَّحْتَ

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيٌّ هُوَ ۝۱۸ آئِينَ اور ۶ رکوع میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝۱۹ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝۲۰

جسک دوروں جہان میں بامراد ہو گئے ایمان والے لے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عاجز و نیاز کرتے ہیں لے

لے قرآن مجید کے آغوش تربیت میں پرورش پانے والا انسان جن خوبیوں اور اوصاف کا حامل ہوتا ہے ان کے بیان سے اس سورہ کا افتتاح ہو رہا ہے۔ آپ خود انصاف فرمائیے کہ جو شخص بارگاہ الہی میں حاضر ہو تو ادب و نیاز کا پیکر بن جاتے اس کا ہر لمحہ سنجیدہ اور مفید مصروفیات میں ایسا گھرا ہوا ہو کہ اسے بیکار اور بے ہودہ مشاغل میں شرکت کی فرصت ہی نہ ملے جو اپنے مال اور اخلاق کے ترکیب میں ہر وقت مشغول ہو جو اپنی نفسانی اور شہوانی خواہشات کی تکمیل میں بے راہ روی کا شکار نہ ہو جس امانت کی حفاظت اور جو دینی و ملی ذمہ داری اسے سونپی جاتے اس میں وہ نیت کا مرکب نہ ہو اور جو عہد و پیمانہ وہ خود کرے اس کو وہ ہر قیمت پر نبھائے۔ جو شخص ایسی خوبیوں کا مالک ہو اس کے سر پر اگر فلاح و ابر کا تاج نہیں رکھا جائے گا تو کس کے سر پر رکھا جائے گا غرووں بریں کی بہاریں اگر اس کے لیے چشم براہ نہ ہوں گی تو اور کس کے لیے ہوں گی۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو سیرت کے اسی سائے میں ڈھالنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مجبور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ہوتے اور عملی، انصافی اور نظریاتی پستیوں میں گرے ہوئے افراد کو ان بلند یوں تک پہنچانے کے لیے تشریف لایا تاکہ ایسے سجھے ہوئے افراد سے ایک ایسی نعت معرض وجود میں آجائے جو تمام عالم انسانی کو فوز و فلاح کا راستہ دکھائے

سورہ بقرہ کی ابتدا میں لفظ فلاح کی تحقیق کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ فلاح کسی جزوی اور ادھوری کامیابی کا نام نہیں بلکہ یہ لفظ دنیا و آخرت میں مکمل کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔ لیس فی کلام العرب کلہ اجمع من لفظ الفلاح الخیری الذی فی الآخرة (تاج العروس) یعنی ساری لغت عرب میں لفظ فلاح سے جامع کوئی ایسا لفظ نہیں جو دنیا اور آخرت کی جملاتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہو۔

آیت میں قَدْ أَفْلَحَ کا ترجمہ اسی لغوی تحقیق کے مطابق کیا گیا ہے۔

لے غلامتے حق نے شروع کا یہ مفہوم بیان کیا ہے، الخشوع فی الصلوة هو جمیع المسمتہ لها والاعراض عتا سواہ والتدبیر فیما یجری علی لسانہ من القراءۃ والذکر (منظہری) یعنی نماز میں خشوع کا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنی

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ

اور وہ جو ہر بیجا اور بے فائدہ چیز سے منہ پھیرتے ہیں ۵ اور وہ جو زکوٰۃ ادا

فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ

کرتے ہیں ۵ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ۵۔ بحسن اپنی

ساری توجہ نمازیں مکر کر کے، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیرے، اور وہ اپنی زبان سے جو تلاوت اور ذکر کرتا ہے ان کے سامنے میں غور و تدبیر کرے۔ اس کے علاوہ اس کے ظاہری آداب بھی ہیں کہ نگاہ بچہ گاہ پر مرکوز رہے، دائیں بائیں مڑ کر نہ دیکھے، آگے پیچھے جسم کو حرکت نہ دے، اپنی انگلیاں نہ چمکائے، اپنے کپڑوں کو نہ میسٹا رہے۔ بچہ میں جاتے تو اپنے بچہ کی جگہ کو ہاتھوں سے صاف نہ کرتا رہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نمازیں پڑھنے کے لیے بلاتے جیتے دیکھا تو فرمایا لو خشم قلب هذا الخشعت جو ارحم یعنی اگر اس شخص کے دل میں عزیز دنیا نہ ہوتا تو اس کے ظاہری اعضاء بھی اظہارِ عجز کرتے۔

۵۔ لغو سے مراد بے وقوفی اور فعل ہے جو فضول اور بے فائدہ ہو۔ اللغو، ما لا يعتد بہ من كلام وغیرہ (انجمن) مومن کا تو سب لہ بڑا قیمتی ہے۔ اس کے کندھوں پر تو زندگی داروں کا بار گراں ہے اس کو فرصت ہی کہاں کہ وہ بیکار اور فضول کاموں میں شرکت کر سکے۔ غلام نے تصریح کی ہے کہ ایسی سیر و تفریح جو جسمانی صحت یا روح و قلب کی تازگی کا باعث ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ معروضوں کے فہم سے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ لغو بات کا ارتکاب تو کجا، مومن تو ادھر کا رخ ہی نہیں کرتے۔

۵۔ زکوٰۃ سے مراد اپنے مال سے مقررہ شرح کے مطابق حصہ نکال کر قرآن کریم میں بیان شدہ مصرفوں پر خرچ کرنا۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ مومن بخوشی ہیں وہ خدا کے پیشے جتنے رزق سے اس کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتے ہیں لیکن بعض علماء نے یہاں لفظ زکوٰۃ سے اس کا لغوی معنی (پاکیزگی) مراد لیا ہے۔ ان کی توجیہ کے مطابق آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مومن ایسے اعمال میں کرتے ہیں جو رزق و قلب کے تزکیہ کا باعث بنتے ہیں اور وہ ایسی آلاتوں سے اپنے آپ کو پاک رکھتے ہیں جن سے دل کا آئینہ عیار آلود ہو جاتا ہے اور رزق کی پاکیزگی کند رہ جاتی ہے۔ وقیل الزکوٰۃ ههنا هو العمل الصالح ای والذین هم للعمل الصالح فاعلون (مظہری)

۵۔ یعنی ایسا بھی نہیں کہ نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے کھینٹے ممنوع ہو اور مسلمان جو گنہگار، راہبوں اور سنیا سیدوں کی طرح شادیوں ہی سے کنارہ کش ہو جائیں، اور ایسا بھی نہیں کہ مست ہاتھی کی طرح لوگوں کی آبرو میں برباد کرتے رہیں اور انسانی معاشرہ کو علاج بیماریوں کے ختم دیتے رہیں اور نبیؐ کی اہمیتیں پیدا کر کے سوسائٹی کے امن اور اس کی سلامتی

أَزْوَاجَهُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ فَمِنْ

بجریوں کے اور ان کیزیوں کے جہان کے ہاتھوں کی ملکیت میں تو بیشک انہیں ملامت نہ کی جائے گی اور جن نے

کو زیرو زبر کرتے رہیں۔

اسلام میں انسانی خواہش کی تکمیل کے دو طریقے ہی روا ہیں: اپنی منگولہ بیوی اور مملوکہ کثیر۔ اس کے علاوہ اور سارے طریقے شریعت نے حرام کر دیئے ہیں۔

اہل شیخ متعہ کو مباح سمجھتے ہیں، نہ صرف مباح بلکہ اس کے فضائل بیان کرنے میں بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ اس آیت کی موجودگی میں مزید کسی بحث و محصل کی ضرورت نہیں۔ میں فقط ان صاحبان کی غیرت ایمانی، اور حرمت انسانی سے اتنا پُرچھنے کی اجازت طلب کرتا ہوں کہ کیا وہ اپنی بچوں، اپنی بہنوں کے لیے یہ امر پسند کرتے ہیں کہ انہیں کوئی متعہ کا پیغام دے یا وہ متعہ کرتی پھریں۔ اگر وہ اس کے تصور سے بھی لرز جاتے ہیں تو پھر وہ آمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بچوں کے لیے یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔ کیا شریعت اسلامیہ میں امر وغریبہ شاہ و گدا کے لیے الگ الگ قوانین ہیں؟ کیا سماجی کے مختلف طبقات کے لیے عزت و کرامت کے الگ الگ معیار مقرر ہیں؟ ایک نفل جو ایک خاندان کے لیے باعث ننگ و عار ہے کیا کسی دوسرے خاندان کے لیے باعث عزت و وقار ہو سکتا ہے؟ خدا کا کچھ تراصاف کرو۔

علامہ ابن قدام نے الفتنی میں اس مسئلہ پر عالمانہ بحث کی ہے جس کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

”ومن روی تھو بسا عمرو علی وابن عمرو وابن مسعود وابن زبیر۔ قال ابن عبد البر و علی

تھو بوجہ المتعہ مالک و اهل المدینة و ابو حنیفہ فی اهل الکوفة۔ و الاوزاعی فی اهل الشام

واللیث فی اهل المصر۔ و الشافعی و سائر اصحاب الآثار

ترجمہ: صحابہ کرام میں سے مندرجہ ذیل جلیل القدر ستیاں متعہ کی حرمت کی قائل تھیں، حضرات عمرؓ

ابن عمرؓ ابن مسعودؓ ابن زبیر رضی اللہ عنہم۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین میں سے مندرجہ ذیل لوگ متعہ کو حرام

کہتے ہیں۔ امام مالک اور اہل مدینہ۔ امام ابو حنیفہ اہل کوفہ میں سے۔ اہل شام میں اوزاعی۔ اہل مصر میں سے

لیث نیز امام شافعی اور دیگر اصحاب آثار بھی متعہ کو حرام قرار دیا کرتے تھے۔

(الفتنی لابن قدام، کتاب النکاح)

متعہ کے جواز کے قائل حضرت ابن عباس کے قول کو خوب اُچھلتے ہیں حقیقت میں یہ آپ پر بہت بڑا بہتان ہے۔

آپ نے کبھی اس کی مطلق اباحت کا قول نہیں کیا، بلکہ آپ شدید قسم کی اضطرابی حالت میں اس کے جواز کے قائل تھے۔

ابْتغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ هُمْ لَا يَمْتَنِعُوْنَ

خوابش کی ان دو کے ماسوا تو یہی لوگ حد سے بہت زیادہ تجاوز کر کے ولے میں نزوہ (مومن بافراد میں) حرامی ہاتھ لگا

وَعَمَدِهِمْ رَاعُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰٓى صٰلٰوٰتِهِمْ مُّخٰفِظُوْنَ ۗ اُولٰٓئِكَ

اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ

هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۗ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۙ

وارث ہیں وہ جو وارث بنیں گے فردوس (بریں) کے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

چنانچہ جب آپسے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ان المتعة كالمستقة والدمر لعمد الخنزیر یعنی متعدد مردار جانور، ناپاک خون اور زخموں کے گوشت کی مانند ہے۔ اس قول سے حضرت ابن عباس کی سائے کی حقیقت آپ پر واضح ہو گئی ہوگی صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے اس قول سے بھی رجوع کر لیا تھا۔ اور اگر نبض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابن عباس کا یہ مذہب تھا اور آپ نے اس سے رجوع بھی نہیں کیا تو پھر بھی ہم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تعمیل واجب ہے نہ کسی اور کی۔

اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے جب میری نظر شیخ کی مشہور کتاب تہذیب الامور علیہ السلام جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ مکتب اشرف باب تفصیل احکام ازواج میں کے مصنف شیخ الطائفہ ابی حنظلہ الطوسی ہیں کی اس عبارت پر پوری ولایاں بالتمتع بالعاشیة (کہ نامزدانِ نبوت کی خواہش کے ساتھ بھی متمتع کرنے میں حرج نہیں تو نہ پوچھے پھر پر کیا گزری میرا سر سکلانے لگا، اور انھوں میں خون آتا رہا اور میں اپنے آپ سے پڑھنے لگا لیا یہ مذہب ان لوگوں کا ہے جو اہل بیت پاک کی محبت اور تعظیم و تکریم کو اپنا دین و ایمان بتاتے ہیں کیا اس دعویٰ محبت کی یہ حقیقت ہے کیا تعظیم و تکریم کے مدعی اتنی گستاخی کے جواز کا فتویٰ دے سکتے ہیں؟ العیاذ باللہ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

لے امانت اور عہد کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں والامانة والعهد یجمع کلما یحمله الانسان من امر دینہ و دنیاہ قولاً و فعلاً و هذا یعقر معاشرۃ الناس و المواعید و غیر ذلک یعنی ہر قسم کی ذمہ داری جو انسان اپنے ذمہ لیتا ہے خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے، گنتار سے ہو یا کردار سے، اس کا پورا کرنا مسلمان کی تمیازی شان ہے۔ حضرت اسلامیہ کا ہر فرد فقیر ہو یا امیر، وزیر اور صدر ہو یا کلرک اور چوہدرار، اسلامی معاشرہ کا ایک ذمہ دار فرد ہونے کی حیثیت سے جو فراتس اس پر فائدہ ہوتے ہیں اور جو عہد و پیمانہ وہ کسی سے کرتا ہے ان سب کو بخوبی انجام دینا مومن کی خصوصی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے چنانچہ ایک صحیح حدیث میں حضور نے عہد شکنی اور امانت میں خیانت کو منافق کی علامت قرار دیا ہے۔ عہ تمام اخلاقی حسنہ اور صفات عالیہ سے موصوف ہونے والے افراد کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ یہی وہ شخص ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ

اور جب تک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے شہ پھر ہم نے رکھا اسے

نُطْفَةٍ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۖ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ

پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں پھر ہم نے بنا دیا لطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ

لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی پھر ہم نے پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت - پھر

أَنشأناه خَلْقًا آخَرَ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۗ ثُمَّ أَنَاكُمْ

دوسری چیز تک کہ ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا پس بڑا باریک بینی سے اللہ جس سے بہتر بنا لے والا ہے - پھر یقیناً تم

ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہیں۔ اس آیت کی ترکیب میں ابتدا اور خبر دونوں معروفہ ہیں اور درمیان میں جو ضمیر مذکور ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنت الفردوس کی وراثت انہی لوگوں کا حصہ ہے۔ جنت اسلامیہ کے وہ افراد جو مسلمان ہونے کے بعد بائگ دعوے کرنے کے باوجود ان ذمہ داریوں کے قریب تک نہیں پھٹتے ان کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔

شہ مٹی کے خیر سے جو جوہر نکلا اس سے آدم کا جسم پاک تیار ہوا پھر آپ سے جو انسانی نسل چلی اس کے لیے لطفہ اصل قرار پایا جو ان غذاؤں سے پیدا ہوتا ہے جو زمین سے اگتی ہیں اس لیے جنس انسانی کی تخلیق کے متعلق یہ فرمایا کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ مختلف تبدیلیاں جو تکمیل مادہ میں تدریجاً رونما ہوتی ہیں ان سے کسی حد تک عرب کے باور نشین بھی باخبر تھے لیکن علم و انکشاف کا سلسلہ جوں جوں بڑھ رہا ہے ان نظریات کے پردوں میں قلم قدرت کی اہماز آفرینیاں اور نقش آرائیاں جو آج تک نگاہوں سے پوشیدہ تھیں عیاں ہو کر اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی ناقابل تردید گواہی سے رہی ہیں۔

۹ وہ پانی کی بوند رجم مادہ میں قرار پانے کے بعد مختلف تطورات اور تبدیلیوں کے مرحلوں سے گزرتی ہے جن کا ذکر تفصیلاً ہوا ہے لیکن اب تک انسان اور دیگر حیوانات کے جنین یکساں قسم کے تھے جو تبدیلیاں یکے بعد دیگرے یہاں شروع ہونے لگتی ہیں یعنی ان کے لطفوں میں بھی ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک منزل پر پہنچ کر یکایک مستوی نظریات نے اپنے موقف سے کوئی ایسی رنگ آمیزی کر دی کہ اسے دیگر حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر کے رکھ دیا۔ پہلے وہ بے جان تھا، اب زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن یہاں صرف رُوح حیوانی کی آفرینش سے حیات حیوانی کا آغاز نہیں ہوا بلکہ نفس ناقص کے اسے بالکل ایک جدید قسم کی مخلوق کا روپ بخش دیا ہے عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صلاحیتیں، تمیز و کائنات کے حوصلے اور محرکاتی کی انگلیں

بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ

ان مرحلوں سے گزرنے کے بعد مرے ہوئے ہونے پر پھر پانچ مرتبہ روز قیامت (قبور سے) اٹھایا جائے گا اور پھر شک

خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ﴿۱۷﴾ وَمَا لَكُم مِّنَ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ﴿۱۸﴾

ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنا دیئے اللہ اور ہم اپنی مخلوق (کی مخلوقوں) سے بے خبر نہ تھے اللہ

سب کچھ اس عمرگی سے یہاں یکجا جمع کر دی گئی ہیں جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور یہ راز کچھ نہیں سکتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے کے باوجود کس طرح ایک کا رُخ ایک طرف اور دوسرے کا رُخ ایک بالکل ہی نئی منزل کی طرف موڑ دیا گیا اور پھر اس منزل کو پالنے کے لیے جن قابلیتوں، صلاحیتوں، اعضاء اور وسائل کی ضرورت تھی وہ سب ہتیا کر لیئے گئے ہیں تو زبان پر بے ساختہ آکر رہتا ہے فتبارک الله احسن الخالقین۔ امام رازئی لکھتے ہیں ای خلاقا مباننا الخلق الاول مباننا ما بعدھا..... وادع باطنہ وظاھرہ بل کل عضو من اعضائہ.... عجائب فطرۃ وغرائب حکمۃ لا یحیط بہا وصف الواصفین۔ (کبیر)

احسن الخالقین: ظاہر الفاظ سے یہ تہہ چلتا ہے کہ پیدا کرنے والے تو بہت سے ہیں البتہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر صرف وہی خالق ہے اور کسی کو تخلیق کا نناناںات میں حصہ دار بنا نا قطعاً توحید کے منافی ہے۔ حکم اکرام نے اس شعبہ کا ازالہ اس طرح فرمایا ہے کہ خلق کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے کسی چیز کو کسی موجود مادے سے اور سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنا، ابداع الہی من غیر اصل ولا احتذاء (مفردات)۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کسی میں نہیں پائی جاسکتی۔ اس کا دوسرا معنی سابقہ مادے سے کسی چیز کو کسی موجودہ مثال کے مطابق بنا لینا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں یہ لفظ اپنے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

شلہ زندگی کا آغاز جہاں سے اور جیسے ہوا وہ تمہارے سن لیا پھر جہاں اس زندگی کا خاتمہ ہوگا اس کا بھی ہر روز تم مشاہدہ کرتے رہتے ہو لیکن حقیقت میں یہ زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ زندگی کے پہلے مختلف قسم کے مرحلوں کی طرح یہ بھی ایک نیا مرحلہ ہے جس میں ضروریات سے روزانہ لہ لہ کی جرابدی کیلئے قبور سے زندہ کر کے اٹھایا جائیگا اور تمیں ان حال کے مطابق جزا اور سزا کی جو تم نے اس نئی زندگی میں لیا اللہ انسان کے آثار اور اس کے انجام کا ذکر کرنے کے بعد اب ایضاً ان آیات کا ذکر ہوتا ہے جو مولیٰ نے انسان کی بقا و شرف اور آسائش و آسائش پہنچانے کیلئے کیے ہیں عرب جب کسی چیز کو دوسری چیز کے اوپر لکھتے ہیں تو کہتے ہیں طارقت الشی ای جعلت بعضہ علی بعض اور اگر ایک کپڑے کے دوسرے کپڑے کے اوپر نہیں لکھتے ہیں طارقت بین، تو بین ای لیس احدھا علی الاخر طویل اور قرآن کے اس کلمہ ہی معنی کیا ہے کیونکہ آسمان بھی ایک دوسرے کے اوپر ہیں اس لیے انہیں طرائق فرمایا۔ اور اگر یہ طریق کی جمع ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہم نے تیار ت بسعد کے لیے سات مداریں مقرر کر دی ہیں جس کے اوپر وہ مصروف حرکت رہتے ہیں۔ اللہ یعنی ہم نے آسمان

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَانَا

اور ہم نے آسمان سے پانی اندازہ کے مطابق سملہ پھر ہم نے ٹھیرا یا اسے زمین میں اور یقیناً ہم

عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لِقَدَرُونَ ۝ فَانشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَدَّتٍ مِّنْ تَحْيِيلٍ

اسے باطل ناپید کرنے پر پوری طرح قادر ہیں سملہ پھر ہم نے آگائے تمہارے لیے اس پانی سے باغات بھریں

کی تخلیق، علم و حکمت کے بغیر نہیں کی کہ میں یوں ہی آوٹ پٹانگ بنا کر انھیں کھڑا کر دیا گیا ہو بلکہ ان میں ہماری حکمت، قدرت اور علم عجیب کے آثار و شواہد ہر جگہ چشم بنا کر نظر آرہے ہیں۔ اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کو پیدا کر کے ہم ان کی ضروریات سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ چھوٹی بڑی ہر چیز کے لیے تمام ایسے وسائل اور اسباب ہم نے مہیا کر دیئے ہیں جو اس کی بقا اور نشوونما کے لیے ضروری ہیں اور جو اسے اس کے مقررہ وقت تک زندہ و سلامت رکھنے کے نشان ہیں۔ ای فی القیام بمصالحہ و حفظہ و هو معنی الحی القیوم۔

۱۱۔ یہاں سے اپنے دوسرے انعام کا ذکر ہے کہ تم ہماری ضروریات کے مطابق بارش برساتے ہیں اس سے تمہاری کیتیاں سیراب ہوجاتی ہیں تمہارے مینے کے لیے تالابوں میں پانی جمع ہوجاتا ہے لیکن جو تمہاری وقتی ضروریات سے بچ جاتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ ہم اس کو اپنے مخفی ذخیروں میں جمع کر لیتے ہیں اور تم ہر وقت ان سے مستفید ہوتے رہتے ہو۔ یہ کنوئیں، بیئریب ویل، یہ دریا، یہ چشمے جن سے تم اپنی ضروریات پوری کرتے ہو ان میں ہمارے انہی مخفی ذخیرے سے ہی تو پانی آ رہا ہے میدانوں اور صحراؤں کو تو رہنے دو ذرا پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر جا کر دیکھو تم نے کس طرح پانی کی بھرائی کا وہاں مکمل انتظام کر رکھا ہے۔ وہاں تم کنواں کھود کر یا بیئریب ویل لگا کر زمین کے شکم سے پانی نہیں نکال سکتے، کوئی نہر جاری نہیں کر سکتے، اگر اس کائنات کا خالق علیم و قدیر نہ ہوتا تو وہاں پانی مٹتو دھرتیا اور پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہاں انسانی حیوانی اور نباتاتی زندگی کا نام و نشان تک نہ ہوتا۔ یہ ہماری حکمت اور علم کا کتنا بڑا کرشمہ ہے کہ پانی جو ہمیشہ نشیب و پستی کی طرف بہتا ہے بڑا دل فٹ کی بلندی پر جاری و اثر پہلائی سکیم کے ماتحت نصب کیے ہوئے فواروں سے کس زور شور اور کثرت سے اُبل رہا ہے کہ وہاں کی ضروریات پوری ہونے کے بعد وہ دریاؤں کی شکل اختیار کر کے میدانی علاقوں میں بہتا ہوا اُٹھتا ہے اور جہاں جہاں سے یہ دریا گزرتے ہیں لاکھوں ایکڑ قریب سیراب ہوتا جاتا ہے ۱۲۔ یہ نہ سمجھو کہ نظام عالم کو پیدا کرنے کے بعد اب ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا جو بن گیا سو بن گیا اب اس میں ہم اپنے اختیار سے کوئی رد و بدل نہیں کر سکتے، اگر تمہاری نگاہ حقیقت آشنابے تو تمہیں صاف نظر آجائے گا کہ ہماری قدرت اور ہماری حکیمانہ تدبیر آج بھی کائنات کی زلزلت برعم اور گھسیٹتے پریشاں کو درست کر رہی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو پانی کو اس طرح ناپید کر دیں کہ تم اس کی ایک ایک بوند کے لیے ترس جاؤ اور تمہاری آب زمینی کی ساری

وَأَعْنَابٍ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً

اور انگوروں کے تنہا سے لیے ان میں بہت سے پھل ہیں اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو نیز پیدا کیا ایک

تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالذُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْأَكْلِينَ ﴿۲۰﴾

درخت جو اگتا ہے طور سینا میں ہلہ وہ اگتا ہے تیل سے جوڑے اور سالن سے جوڑے کھانوں کے لیے

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسُقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ

اور بیشک تمہارے لیے جانوروں میں بھی غزوة فکر کا مقام ہے ہلہ ہم پلاتے ہیں تمہیں اس دودھ سے جو ان کے شکموں میں ہے

فِيهَا مَنَافِعٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

اور تمہارے لیے ان میں طرح طرح کے بہت فائزے ہیں اور انہیں کے گوشت سے تم کھاتے ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار

کیسے دھری کی دھری رہ جائیں۔

ہلہ اس سے مراد زیتون کا درخت ہے کیونکہ طور کے علاقہ میں وہ بکثرت پیدا ہوتا ہے اور اس خطہ کی اہم پیداوار شمار کیا جاتا ہے اس لیے اس کی نسبت وادی طور کی طرت کرتے ہیں اور جو سکتا ہے کہ یہ علاقہ اس درخت کا وطن اصلی ہو اور یہاں سے لے جا کر اس کی کاشت دوسرے علاقوں میں کی گئی ہو۔ جب تک کہ ہم اس چیز کو جو سالن کے طور پر استعمال کی جاسکے، کیونکہ اس کا اصلی معنی رنگنا ہے۔ اور جب تم سالن میں ڈالا جاتا ہے تو وہ اس سے رنگین ہو جاتا ہے کھل ادا کر ڈنڈہ بہہ فہو صبغ۔

ہلہ اس آیت میں اپنی ایک نعمت کا ذکر فرمایا کہ موشیوں کے شکم میں تو خون، گوہر، پشیاہ، کئی گندی گندی چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ کسی کی حکمت کی جلوہ نمائی ہے کہ اس میں سے تمہارے پینے کے لیے وہ ایک ایسی چیز نکالتا ہے جو اپنے رنگ، ذائقہ، بڑے تاثیر میں کسی طرح کی مشابہت ان چیزوں سے نہیں رکھتی پھر اس دودھ کے پینے سے صرف تمہاری پیاس ہی نہیں بجتی بلکہ اس میں اتنی خدائیت رکھی ہے جو کسی اور غذا میں اس افراط اور عمدگی سے موجود نہیں۔ اور موشیوں سے تمہیں صرف یہی فائدہ حاصل نہیں بلکہ تم ان سے کثیر التعداد گونا گوں منجستیں حاصل کرتے ہو۔ پھر بھی اگر تم اپنے منعم حقیقی کا شکر تہ ادا نہ کرو تو یہ بے انصافی کی حد ہوگی۔ آیت میں تعبیرت کا لفظ تشریح طلب ہے۔ علامہ راغب اصغہانی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: العبرة بالحدیث التي يتوصل بها من معرفة المشاهدات ما ليس بشاهد (مفردات) یعنی مشاہد کی معرفت سے غیر مشاہد تک پہنچنا۔ اسی لیے اس کا ترجمہ غرر و فکر سے کیا گیا ہے۔

تَحْمَلُونَ ﴿۲۷﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

کیا جاتا ہے۔ اور ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف غلطی کو آپ نے فرمایا ہے میری قوم!

اللَّهُ مَا لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۲۸﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے غیر کیا تم بہت پرستی کے انجام سے نہیں ڈرتے۔ تو کہنے لگے ہلہ وہ سزا

كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ

جنھوں نے کفر اختیار کیا تھا ان کی قوم سے کہ نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا یہ پاتا ہے کہ اپنی بزرگی جتلائے

غلط یہاں سے پھر بعض دلیل القدر پیغمبروں کا تذکرہ شروع ہے جو پیغام انھوں نے اپنی اپنی قوم کو پہنچایا، ان قوموں کی مسخ شدہ ذہنیت پر اس دعوت کا جو ناسواقی اثر نہوا، جو اعتراضات انھوں نے اپنے خاص اور بے لوث متبادل پر کیے اور جن الزامات سے انھیں متہم کیا، اور پھر انھیں ہم سرکشی کی جو عزت ناک سزا ملی، ان تمام امور کو بیان فرمایا گیا۔ متصدقاً کہہ کر خواب غفلت سے جھنجھوڑنا ہے، اور انھیں بتانا ہے کہ اپنی اس باغیانہ روش سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام ہی ایسا ہی ہونا کہ ہوگا۔

ہلہ ہمیشہ اہل ثروت اور اصحاب اقتدار صالحین کی مخالفت میں پیش پیش ہوتے ہیں کیونکہ انھیں کا وجود ہی خرابیوں اور فسادات کا منبع ہوتا ہے اور اصلاح کی براہ راست ذمہ داری ان کے اقتدار اور ان کے مفاد پر ٹپتی ہے اس لیے وہ عوام کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات الٹا کر کے ابلی حق سے برگشتہ کرنے کی سرتور کو شش کرتے ہیں۔ انبیاء کے خلاف سب سے پہلے وہ یہ تمہارا استعمال کرتے ہیں کہ یہ بشر ہیں، یہ ہماری طرح کا انسان ہے جھلائی بھی کبھی نبوت کے منصب عالی پر فائز ہو سکتا ہے؟ یہ تمہارا اکثر کارگر ثابت ہوا کیونکہ جس انسان سے وہ متعارف تھے جس انسان کے کردار سے وہ واقف تھے اور جس انسانیت کی نمائندگی ان کے یہ نمونہ اور سرداران قوم کر رہے تھے وہ تو ساری بد معاشریوں، سفاکیوں، دھوکہ بازوں کا پتہ تھی بسنگدل، بے رحم، لالچی عیاش اور بدکار یہی تو وہ انسان تھا جسے وہ مسخ و شام اپنے گرد و پیش دیکھنے کے عادی تھے۔ ایسا انسان نبی بن جائے ناممکن ہے، ایسا انسان خدا کی طرف سے اس کا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب ہو، قطعاً غلط۔ وہ بیچارے مجبور تھے صلح انسان، نیک انسان، پاک باز انسان ان کے معاشرہ میں تھا کہاں، کہ وہ اُسے دیکھتے اور یہ سمجھتے کہ انسان ایسے بھی ہوتے ہیں۔ انسان کی اس عظمت سے وہ کیسے نا آشنا تھے جو علم اده الامساء کی وجہ سے اسے رحمت ہوتی ہے۔ وہ انسان کی ان بے پناہ خوبیوں اور بے انداز کمالات سے قطعاً بے خبر تھے جو فَتَحَتْ فِيهِ مِنْ رُوحِي كِبْرِيَا كِي تَمُوتَ سِي دِيَا تُوَا سِي قَوْمِ

عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَأَسْمِعْنَا هَذَا فِي أَبْنَانَا

تم پر اللہ اور اگر اللہ تعالیٰ (رسول بھیجنا) چاہتا تو وہ آسمانوں کو ہم لے نہیں سکتی یہ بات (جو روح کہتا ہے) اپنے

الْأَوَّلِينَ ۱۶ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ يُهَيَّأُ لَهُ جَنَّةٌ فَتَرَىٰ بَصُورَهُ حَتَّىٰ

پہلے آبا و اجداد میں نہیں ہے یہ تو ایسا شخص ہے جنوں کا مرض ہو گیا ہے منہ سوا انتظار کرو اس کے انجام کا کچھ

حِينَ ۱۷ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونَ ۱۸ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ

عرصہ آپ نے عرض کی اسے رب! ادب اتوری میری مدد فرما کہ ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے تو تم نے وحی بھیجی ان کی طرف

أَصْنَعِ الْفُلْكَ يَا عَيْنَانَا وَوَحِينَا فَاذْجَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ ۱۹

کہ بناؤ ایک کشتی ہماری ننگا ہوں کے سامنے اور ہمارے حکم کے مطابق پھر جب آہلے تے جارا انداب اور پانی ابل پڑے تو سرے

کے رئیس اپنے عوام کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرتے کہ یہ تو انسان ہے، یہ تو تمہاری طرح بشر ہے۔ لوگ خود بخود اس نبی کی دعوت کو حقارت سے ٹھکرا دیتے اس زمانہ کے لوگ اس گمراہی میں مبتلا تھے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ اور آج کل کے بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ نبی ہماری طرح کا ہی بشر تو رہے اور بس۔ یہ فکری لغزش اپنے نتائج کے لحاظ سے کچھ کم خطرناک نہیں نعوذ باللہ من العنات کلمہ جلیلہا وضئیلہا۔

۱۹ کلمہ دو سرا ہتیار جو اہل غرض اور دنیا پرست سرداران بنے غرض اور خدا پرست ہستیوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں، یہ ہے کہ یہ خود بڑا بننا چاہتے ہیں، انھیں اقتدار کی ہوس ہے۔ اصلاح و ہدایت کی یہ تحریکیں محض کھینچتے ہیں۔ لیکن وہ انبیاء اور دیگر مصلحین کی نیکی اور تقویٰ کے دل سے قائل ہوں، لیکن اپنی دنیاوی جاہ و حشمت کے تحفظ کے لیے وہ ایسے دنیا والا زام ٹھکتے ہوں۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ وہ انھیں اپنے آپ پر قیاس کر کے اپنے بیسافروغرض اور اقتدار و حکومت کا جھوکا پتھن کرتے ہوں۔ وجہ کوئی بھی ہو، اہل غرض کا یہ دیرینہ حربہ ہے جو وہ اہل حق کے خلاف استعمال کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں اور شاید اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک عوام کی وہ آنکھ پوری طرح نہ کھل جائے جو نیک و بد، مصلح و مفسد، بھلے اور خود غرض میں امتیاز کر سکتی ہے۔

نقلہ وہ کہتے ہیں یہ عجیب و غریب باتیں جو آج تک نہ ہم نے سنیں اور نہ ہمارے آبا و اجداد نے سنیں بقینا کسی بتائی تھی کا نتیجہ ہیں ورنہ جس کے ہوش و حواس درست ہوں وہ کبھی ایسی بے بنیاد باتیں کرتا ہے، ساتھ ہی وہ اپنے عوام کو کہتے کہ تم ان کی چکنی پیٹری باتوں میں نہ آجانا، کچھ دیر انتظار کرو حقیقت حال خود بخود واضح ہو جائے گی۔

فَأَسْلُكُ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

تو داخل کرو اس میں ہر جوڑے میں سے دو دو اور اپنے گھر والوں کو بجز ان کے جن

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ

کے بارے میں پہلے فیصلہ ہو چکا ہے ان میں سے، اور گنگو نہ کرنا میرے ساتھ ان کے متعلق جنہوں نے ظلم کیا، وہ تو ضرور

مُغْرَقُونَ ﴿۱۷﴾ فَاذِ اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلِكِ فَقُلْ

غرق کیے جائیں گے۔ پھر جب اچھی طرح بیٹھ جائیں آپ اور آپ کے ساتھی کشتی کے عشرہ پر اللہ تو کہتا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾ وَقُلْ رَبِّ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں نے ہمیں نجات دی ظالم قوم (کے جو دستم) سے۔ اور یہ بھی عرض کرنا کہ

أَنْزَلْنِي مِنْزَلًا مُبْرَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿۱۹﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ

میرے رب! اتار مجھے بابرکت نازل پرا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے بیشک اس قصہ میں ہماری قدرت

اللہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی دلآزاریوں سے تنگ آکر بارگاہِ الہی میں فریاد کی تو آپ کو حکم ملا کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری ہدایت کے مطابق کشتی بناؤ۔ اور جب تہذیب سے پانی اٹھنے لگے تو سمجھ لیا کہ عذابِ الہی آن پہنچا ہے۔ اُس وقت خود بھی اُس میں سوار ہو جانا اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لینا اور ہر جانور کا جوڑا جوڑا بھی اس کشتی میں داخل کر لینا لیکن خاندان کے اُن لوگوں کے متعلق میری جناب میں عرض نہ کرنا جن کے متعلق قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا جب تم اور تمہارے ساتھی آرام سے کشتی میں بیٹھ جاؤ اور طوفان کا پانی ہر طرف پھیلنے لگے اور اس کی سطح ہر لمحہ بلند ہوتی جائے جس میں ان کی آبادی ڈوبنے لگے تو اس وقت تم اپنے رب کریم کی حمد و ثنا شروع کر دینا جس نے اُس ظالم قوم سے ہمیں نجات دی جو صبح و شام تمہیں اذیتیں پہنچاتی اور مذاق کیا کرتی تھی۔

اللہ کشتی پیاری دُعا ہے۔ پہلا حکم کشتی میں بیٹھنے کا تھا اور یہ حکم کشتی سے اترنے کے وقت کے لیے ہے کہ جب صبح و سلامت اترنے لگو تو یہ دُعا لگو: مُبَارَكًا... یعنی دونوں جہانوں میں خیر و برکت کا باعث ہو گھر میں داخل ہوتے وقت بھی اور برسی جگہ اترتے وقت بھی یہ دُعا پڑھنی چاہیے حضرت سیدنا علی کریم اللہ وجہہ جب مسجد میں

وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ۝ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

کی نشانیاں ہیں اور ہم ضرور اپنے نبیوں کو آنا بولیں پھر ہم نے پیدا فرمادی ان کے ذوق ہونے کے بعد کلمہ ایک سری جہاں

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ

پھر ہم نے کلمہ بھیجا ان میں ایک رسول ان میں سے اس نے انہیں کہا، کہ عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے تمہارا کوئی خدا

غَيْرُهُ ۗ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ وَقَالَ الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ

اس کے سوا کیا تم ڈر کر کے انجام سے انہیں ہوتے ہو۔ تو بولے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے

كَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا

جھٹلایا تھا قیامت کی حاضری کو اور ہم نے خوشحال بنا دیا تھا انہیں دُنویسی زندگی میں۔ دل سے لوگو! انہیں ہے یہ مگر

بَشَرًا مِثْلَكُمْ لَا يُكَلِّمُ اللَّهُ الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝

ایک بشر تمہاری مانند، یہ کھاتا ہے وہی تمہارا کھاتے ہو اور پیتا ہے اس سے جو تم پیتے ہو۔

وَلَكِنْ اطَّعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَسِرُونَ ۝ اِيعِدْكُمْ أَنْكُمْ

اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تو تم تب نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے

إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنْكُمْ تُخْرَجُونَ ۝ هِيَ بَاتِهَا

کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تمہیں (پھر قبروں سے نکالا جائیگا۔ یہ بات عمل سے بسید باکل امید

تشریح لے جاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔

۱۳ اس سے مراد قوم عادیہ قوم ثمود ہے۔

۱۴ کلمہ باکل وہی دعوت ہے۔ قوم کے رئیسوں کا وہی رد عمل ہے اور وہی اعمت انسانات و شہادت

ہیں جن کا ذکر ابھی گزرا۔

لِمَا تُوْعَدُونَ ﴿۲۵۵﴾ إِنَّ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا

جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ نہیں ہے کوئی اور زندگی سوائے ۲۵۵ تمہاری اس ذمہ داری کے یہی ہمارا مہلک اور ہی

نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۲۵۶﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ ۖ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ

ہمارا مہینا اور ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائیگا۔ وہ نہیں مگر ایسا شخص جس نے بہتان لگایا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اور

۲۵۵ انسانی زندگی کے متعلق یہ عقیدہ ان کے ذہنوں میں راسخ ہو چکا تھا کہ بس یہی دنیاوی زندگی ہے جو ہم نے اس جہان میں بسر کرنی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں۔ اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کے باعث وہ اپنی ساری مدت جبکہ اس زندگی کو آرام وہ لوٹا وقت گزارنے کے لیے اور زیادہ سے زیادہ مال و باہ حاصل کرنے کے لیے صرف کر دیتے تھے لیکن انسانی زندگی کے متعلق ان کا یہ تصور سراسر غلط تھا۔ یہ دنیا دارا عمل ہے۔ دارالآخرت نہیں۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بدکار ہوتے ہوئے عزت و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرا آدمی نیک، جمہل اور اپنی قوم کا بلکہ نفع انسانی کا سچا ہی نوالہ ہونے کے باوجود عمر بھر طرح طرح کی مصیبتوں اور آزاروں میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر موت ہی انسانی زندگی کے تقاضا کی آفریں منزل ہوتی تو اس سے بڑی بے انصافی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسان جو نیک اور مخلص ہے، وہ عمر بھر کا نمونہ پر لوتا رہے اور جو بدعاش اور سفاک ہے، وہ وار و پیش دیتا رہے۔ اس صورت میں ان اخلاقی قدروں کو جن سے انسانی عظمت وابستہ ہے کون اپنے گناہوں کو ناپاکی سے لے کر اپنی اچھائی سے لے کر اپنی قوم اور وطن کی آزادی پر قربان کر دیتا ہے اس سے تو وہ تقاریر اچھا جاننے لگا؛ وہ جاننا بجز اپنی جوانی اور شباب کی رنگینیوں کو اپنی قوم اور وطن کی آزادی پر قربان کر دیتا ہے اس سے تو وہ تقاریر اچھا جاننے لگا؛ وہ جاننا بجز اپنی قوم کا سودا دشمن سے کیا لیکن اپنی زندگی ان بان سے گزاری، اور اپنی اولاد کے لیے ڈھیروں سونا چھوڑ گیا محض یہ کہہ دینا کہ نیک کام کرنے والے کا نیک نام باقی رہ جاتا ہے اور اس کے ذکر سے تاریخ کے صفحات مزین ہوتے ہیں۔ اور یہی اس کی جاننا بجز کا صلہ ہے، یہ کہنا بھی بہت بڑی زیادتی ہے اللہ تعالیٰ جو عادل اور حکیم ہے، کم از کم اس کی فرمانروائی میں ایسی دھاندلی قطعاً قابل برداشت نہیں۔ اس لیے اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو۔ جہاں عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کیے جاتیں۔ نیک اور مخلص لوگوں کو ان کی مخلصانہ جدوجہد کا پورا پورا صلہ دیا جائے۔ اور بدکاروں کو ان کے کرتوتوں کی پوری سزا ملے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے تو اس دنیا میں ہی عدل کا ظہور کیوں نہیں ہوتا؛ تو اس کے متعلق مختصر اعرض یہ ہے کہ ہماری اس ذمہ داری زندگی کا دائرہ اتنا محدود ہے کہ اس میں عدل کے سارے تقاضے پوری صورت میں نمودار نہیں ہو سکتے اور ایسے گراں بہا اعمال ایسے بھی ہیں جن کا معاوضہ اس دنیا میں نہیں دیا جاسکتا۔ آپ اس نوجوان کو کیا معاوضہ دے سکتے ہیں جس نے اپنی جان حق کو قربان کرنے کے لیے قربان کر دی ہو؛ انسان اس مسئلہ میں متبنا غور کرتا چلا جائے۔ اس کا عقیدہ

مَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونَ ۝ قَالَ عَمَّا

ہم تو قطعاً اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس پر غصہ کرنے کہا میرے رب! اب تو میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا

قَلِيلٍ لَّيُصْبِحَنَّ نَادِمِينَ ۝ فَاخَذَتْهُمْ الصَّبِيحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلَهُمُ

دیابے اللہ تعالیٰ نے فرمایا منقریب ہی یہ لوگ اپنے کیسے پر لادم ہو جائیں گے تو آپ کو انہیں جیسی سچائی سچائی کے لئے تو ہم نے انہیں محض نشانہ

عُثَاءً فَبَعْدَ اللَّقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا

بنادیا تو برباد ہو جاتے وہ قوم جو ستم شمار ہے پھر ہم نے پیدا فرمائیں ان کی بربادی کے بعد کئی قومیں۔

اٰخِرِيْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اٰجِلَهَا وَمَا يَسْتَاخِرُونَ ۝ ثُمَّ

آگے نہیں بڑھ سکتی کوئی قوم اپنی مقررہ میعاد سے اور نہ وہ لوگ پیچھے رہ سکتے ہیں۔ پھر

اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا ۝ كُلَّمَا جَاءَ اُمَّةٌ رَّسُولَهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا

ہم بھیجتے رہے اپنے رسول بھیجے بعد دیگرے جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس

آخرت کی زندگی پر زیادہ مستحکم اور استوار ہوتا چلا جائے گا۔

۱۸۔ جب اس قوم کی بدکاریاں حد سے تجاوز کر گئیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ان کی ہدایت کی کوئی امید نہ رہی تو نبیؐ کے لیے ہاتھ اٹھائیں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لیے برباد کر دیئے گئے۔ غنائم اس شخص و خاتون کو کہتے ہیں جو پانی کی سطح پر تیرتی جاتی ہے۔ تشاد السیل و هو حمیلة (منظہری) علامہ قرطبی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: هو ما یحملہ من بالی الحجیر من الخیش و القصب مساہب و نفقت یعنی بوسیدہ ٹہنیاں خشک گھاس اور سرکندہ سے وغیرہ۔

۱۹۔ اس قوم کے تباہ و برباد ہونے کے بعد نبرم جی کو آباد کرنے کے لیے دوسری قوموں کو موقع دیا گیا۔ انہیں زندگی کی بنیادیں اور وسائل بہم پہنچاتے گئے، انہیں گراہی سے بچانے اور راہ راست پر ثبات قدم رکھنے کے لیے انہیں کرام کی تشریح آوری کا سلسلہ جاری رہا لیکن بعد میں آنے والی قوموں نے بھی اپنے رسولوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ان کے پیش روؤں نے کیا تھا۔ انہوں نے نہ اپنے نفس انہی کی نصیحت کو گوشِ حیرش سے سنا اور نہ سابقہ امتوں کے ہونا ک انجام سے عبرت حاصل کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی مکافاتہ عمل کے قانون کی زد میں آگئے اور صفحہ ہستی سے نیت و نابود کر دیئے گئے۔ چند الفاظ کی تشریح: یتبع بعضہم بعضاً (یکے بعد دیگرے)۔ احادیث: جمع ہے۔ اس کا واحد اخذ و ثقیہ ہے۔

بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ آحَادِيثًا فَبُعَدَ الْقَوْمِ لَأَيُّونُونَ ﴿۱۱﴾

ہم بھی ایک کے بعد دوسرے کو ہلاک کرتے گئے اور ہم نے ان مابین قوموں کو افسانے بنا دیا ہیں نہ کہ ان کی بچکانہ جہاں پر جو

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۱۲﴾

ایمان نہیں لاتی پھر ہم نے بیجا موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل دے کر

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿۱۳﴾ فَقَالُوا

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے بھی غرور و تکبر کیا اور وہ لوگ بڑے سرکش تھے۔ تو انہوں نے کہا تھے

أَنُؤْمِنُ بِبَشَرٍ مِّثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عِبَادُونَ ﴿۱۴﴾ فَكَذَّبُوهُمَا

کیا ہم ایمان لے آئیں ان دو آدمیوں پر جو ہماری مانند ہیں، حالانکہ ان کی قوم ہماری غلام ہے پس انہوں نے ان دونوں کو

فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ

جسٹایا میجر یہ نکلا کہ وہ بھی برباد ہونے والوں میں شامل ہو گئے۔ اور بیشک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب تاکہ ان کی قوم،

يَهْتَدُونَ ﴿۱۶﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ

ہدایت یافتہ ہو جائے۔ اور ہم نے بنا دیا ایلہ مریم کے فسرزندا اور اس کی ماں مریم کو اپنی قدرت کی نشانی اور انہیں

اور اس کا معنی ہے قصے کہانیاں۔ مایتحدت بہ۔

۱۱۔ جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون اور اس کے درباریوں کو دعوت ایمان دینے کے لیے تشریف لے

گئے تو انہوں نے ان کے خلاف دو تھیاری استعمال کیے جو پہلے تکبیروں نے استعمال کیے تھے۔ جن کے بارے میں ابھی

آپ پڑھ آتے ہیں۔

یعنی یہ دونوں ہماری طرح بشر ہیں، ان کی قوم ہماری غلام ہے۔ ان کو اگر ہم نبی مانیں تو انہیں اپنا سردار اور حاکم

تسلیم کرنا پڑے گا۔

۱۲۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ چاہیے یہ تھا کہ عبارت یوں ہوتی "وجعلنا ابن مریم و امته آیتین"۔ لیکن تشبیہ کے

بجائے واحد استعمال کر کے آپ کی بن باپ ولادت کی طرف اشارہ کر دیا۔

رَبُّوۃِ ذَاتِ قُرَارٍ وَمَعِينٍ ۝۵۱ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوۡمِنَ الطَّيِّبٰتِ

بسیا ایک بلند مقام پر جو رہائش کے قابل تھا اور جہاں چھپے جا رہی تھے۔ اسے (میرے) پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

وَاعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّیۡ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۲ وَاِنَّ هٰذِهِۦٓ اُمَّتُكُمْ

اور اچھے کام کرو۔ بیشک میں جو اعمال تم کر رہے ہو ان سے خوب واقف ہوں۔ اور یہی تمہارا دین ہے اور وہ

اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوۡنَ ۝۵۳ فَتَقَطُّوۡا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

ایک ہی ہے اسلئے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں سو تم ڈرا کر مجھ سے لیکن کاٹ کر بنا دیا اصول نئے اپنی دینی وحدت کو اپنی اسلئے

زُبْرًا طَلُّوا۟ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوۡنَ ۝۵۴ فَاذْرَهُمْ فِیۡ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰی

اشکاف سے پارہ پارہ۔ ہر گروہ اپنے نظریات پر مسرور ہے۔ پس (اُسے مجبوراً) رہنے دو انہیں اپنی مڑبڑی

اسلئے ایک روز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی پسند فرماتا ہے نیز اللہ تعالیٰ

نے مؤمنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم اُس نے اپنے رسولوں کو دیا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی یٰۤاَيُّهَا الَّذِیۡنَ

اٰمَنُوۡا کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ ۝۵۱ اے ایمان والو! پاکیزہ طیبہ چیزیں کھاؤ جو تم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں پھر ارشاد فرمایا

ایک آدمی دُور دراز کا سفر کرتا ہے، اُس کے بال پر لگندہ اور غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتا ہے۔ یا رب! یا رب!

یا رب کہتا ہے۔ حالانکہ اُس نے جو کھا یا ہے وہ بھی حرام ہے، جو اُس نے پیلے ہے وہ بھی حرام، جو اُس نے پینا ہے وہ بھی حرام اور اس کی خوراک بھی حرام مال سے ہے۔ فَاِنِّیۡ یَسْتَجَابُ ذٰلِکَ؛ (تو ایسے حرام خوراک کی دعا کیسے قبول ہوگی؟) رواہ البخاری

عن ابی ہریرۃ۔ اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ قبولیت دعا کے لیے رزقِ حلال ایک بنیادی شرط ہے کاملین آیت نے فرمایا ہے کہ اٰہلِ حِلَالٍ (حلال روزی)، اور صدق مقال (سچی بات)، کا نام ہی ولایت ہے۔

اسلئے اُمت کا لفظ آیت میں دین اور سنت کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اَلْاُمَّةُ هٰذَا الَّذِیۡنَ (قرطبی)، بتایا یہ جا رہا ہے کہ

ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں ایک ہی دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اور اسی دین کا دائمی اکمل بن کر میرا یہ برگزیدہ بندہ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لایا ہے۔ اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی دعوت کو صدق دل سے قبول کر لو۔

اور سارے اختلافات کو ختم کر کے اس دینِ توحید کے پرچم تلے متحد ہو جاؤ۔ اپنے رب کی معرفت حاصل کرو اور اُس کی ناراضگی سے ڈرتے رہو۔

اسلئے انسانی اتحاد کی اس مخلصانہ دعوت کی طرف اُن لوگوں نے توجہ نہ دی اور اپنی ذاتی، قبائلی، قومی اور ملکی حدود

حِينَ ۱۰۰ اِيْحْسِبُونَ اَنْبَاِنُدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَبَيْنِيْنَ ۱۰۱ سَارِعًا ۱۰۲

میں آگے کچھ وقت تک کیا یہ تفرقہ باز خیال کرتے ہیں کہ ہم جہان کی مدد کر رہے ہیں تاکہ مال و اولاد کی کثرت تو ہم جلدی کر

لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۱۰۳ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۱۰۴ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِنْ

رہے ہیں انھیں بھلائیوں پہنچانے میں (بڑوں نہیں) بلکہ وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔ بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے

مصطفیوں اور منادات پر انسانی اتحاد کو قربان کر دیا۔ اس طرح ایک آدمی کی اولاد ایک دین کے پیروکار مختلف صحابہ

گروہوں میں بٹ کر رہ گئے۔ اور ہر گروہ نے اپنے نظریات کو ہی حق یقین کر لیا۔

۱۰۱ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ دے رہے ہیں کہ ان کو تباہ اندیش اور خود غرض لوگوں کو

کچھ عرصہ اسی غفلت میں رہنے دو۔ آپ نے انہیں سمجھانے کا حق ادا کر دیا لیکن ان کے غنا اور تعصب میں ذرا فرق نہیں

ہوا۔ جب عذاب انھیں چاروں طرف سے گھیرے گا تب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ لفظ غسرسہ کی تفسیر کرتے ہوئے

علامہ طبری لکھتے ہیں وَالغمرۃ فی اللغة ما یغمرک و یعلوک ومنه الغمر الحسد لانه یغطفی القلب والغمر

الماء الکثیر لانه یغطفی الارض المراد هنا الحیرة والغفلة والعتلا لہ یعنی لغت میں غمرہ اس چیز کو کہتے ہیں

جو بچے ڈھانپ لے اور تیرے سر سے بھی بند ہو جائے۔ اسی لیے حسد کو غمزہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دل کو ڈھانپ لیتا

ہے اور کثیر پانی کو بھی غمزہ کہتے ہیں کیونکہ وہ سطح زمین پر پھیل کر اس کو چھپا دیتا ہے۔ یہاں اس لفظ سے مراد حیرت،

غفلت اور ضلالت ہے جس میں وہ لوگ مبتلا تھے۔

۱۰۲ ۱۰۳ کئی دفعہ بعض حکمتوں کے پیش نظر گمراہ اور بدکردار لوگوں کی باگ ڈوسیلی چھوڑ دی جاتی ہے۔ گمراہی اور بدکاری

کے باوجود ان کا کاروبار خوب چمکتا ہے۔ جاہ و مال میں اضافہ ہوتا ہے، رہنے کے لیے خوشنما شنگے، سواری کے لیے بہترین

کاریں میسر آ جاتی ہیں تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شاید وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں اسی لیے تو اللہ تعالیٰ

ان پر اتنا مہربان ہے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔ یہ

دولت کی کثرت، اور جاہ و جلال میں ترقی محض اس لیے ہے کہ ان کو ایک طویل اور دشمن آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے۔ اگر

انہیں کچھ عقل ہوتی تو وہ اپنے دامن پر لٹا ہوں کے بد نما داغ دیکھ کر شرمایا جاتے، ان کے وہ ہاتھ جو بے گناہوں کے خون سے

نیکمیں ہیں کیا انھیں بتائیں رہے کہ تم مجرم ہو تم ظالم اور ظناک ہو۔ تم اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی چشم نکت و احسان

تصاری طرح مال ہو۔ دولت کی غفلت جس طرح خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی دلیل نہیں اسی طرح دولت کی کثرت اس کی رضامندی

کی دلیل نہیں۔ اصل چیز عقیدہ اور عمل کی صحت ہے۔ علماء کرام نے یہ تفسیر کی ہے کہ اگر کسی نیک آدمی پر اللہ تعالیٰ انعامات کے

دروازے کھول دے اور اس سے خرق عادت چیزیں ظہور پذیر ہوں تو اسے کراہت کہا جاتا ہے اور اگر کسی بد عقیدہ اور

يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَآكْثَرُ هُمْ لِلْحَقِّ

رہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اسے سودا کا مرض ہے بلکہ وہ تشریف لایا ان کے پاس حق کے ساتھ اور سچے لوگ

كَرِهُونَ ۷۰ وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ

ان میں سے حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اگر پیروی کرتا حق ان کی خواہشات (منسانی) کی بلکہ تو درہم برہم ہو جاتے آسمان اور زمین

تعارف ان الفاظ میں کر لیا تھا: يَا أَيُّهَا الْمَلَأَئِكَةُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى بَعَثَ فِيْنَا رَسُولًا نَعْرَفُ نَسَبَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ لَنْتَعْرِفَ
بارشاد! اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول مبعوث فرمایا جس کے نسب کو جس کی راست گفتاری کو اور جس کی دیانتداری کو
ہم خوب جانتے ہیں۔

۷۰۔ بلکہ جس کی صداقت و امانت کا تم کل تک انقرا ت کرتے رہے ہو آج ایک نکتہ اس کے متعلق تمہاری ریلے
کیوں بدل گئی ہے۔ یہ انقلاب اچانک کیسے رونما ہو گیا کہ اب تم اس کے متعلق یہ خیال کرنے لگے ہو کہ انھیں سودا ہو گیا ہے
انھیں جنون کا دورہ پڑنے لگا ہے نہیں یہ کچھ بھی نہیں البتہ وہ ایک ایسا دین ہدایت لے کر تشریف فرما ہوا ہے جو تمہاری
خواہشات اور آباؤ اجداد کے عقائد کے خلاف ہے اور تم اسے پسند نہیں کرتے اس لیے تم نے آواز سے کئے شروع کر دیئے
ہیں لیکن یہ تمہاری ناپسندیدگی کسی علمی دلیل پر موقوف نہیں بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم یہ خیال کرنے لگے ہو کہ اگر ہم نے
اس کا دین قبول کر لیا تو جاری چودھرا سٹ فتم ہو جائے گی ہم وادیش دینے سے روک دیتے جاتیں گے۔ اسی عناد و
ظلماً حسب الویاسۃ واتباع الشہوات و تقلید الجہال۔ (منظہری)

بلکہ پہلے بتایا کہ یہ لوگ ہمارے نبی کو تم کو خوب جانتے ہیں۔ ان کی عفت و پاکدامنی، ان کی حق گوئی و دیانتداری اور سچائی
ان کی معاملہ فہمی اور سخن تدبیر کا بھی کئی بار انھوں نے مشاہدہ کیا ہے اور اس کا انھیں آج تک انقرا ت بھی رہا ہے۔ آج جو ایک
ان کے تیور بدل گئے ہیں اور ان کی ریلے میں انقلاب آ گیا ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان لوگوں
کے عقائد و رسم و رواج اور ان کے ذوقی مفاد سے ٹکراتی ہیں اور اس لیے میرے حبیب سے خطا ہیں کہ وہ بے شمار عقائدوں کی جگہ
ایک اور صفت ایک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ انھیں غریب اور ضعیف کے ساتھ عدل و انصاف کا حکم
دیتا ہے۔ وہ انھیں انسانی آوارگی سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ انھیں سود خوری، شراب نوشی، قمار بازی، راز بینی،
اور قرآنی سے سختی سے روکتا ہے۔ وہ خصوصی مراعات اور امتیازات جو ان کے سرداروں اور رئیسوں کو حاصل ہیں وہ انھیں
ان مراعات سے دستبردار ہونے کی ہدایت کرتا ہے، وہ غریب و امیر، قرشی و غیر قرشی، عربی و عجمی کے سارے امتیازات
یک فلم ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ لوگ آج بھی اس کو اپنی آنکھوں پر چھانکے کے لیے تیار ہیں۔ وہ اسے آج
بھی اپنا فرسوا اور بارشاد ماننے کے لیے مستعد ہیں۔ اس آیت میں بڑی وضاحت سے ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے

وَمَنْ فِيهِنَّ بَلُ اتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرَضُونَ ﴿۷۱﴾

اور جو کچھ ان میں ہے۔ بلکہ ہم ان کے پاس لے آئے ان کی نصیحت شکستہ تو وہ اپنی نصیحت سے ہی روگردانی کرتے ہیں۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَجَ رِبِّكَ خَيْرٌ وَهُوَ خَيْرُ الرِّزْقِينَ ﴿۷۲﴾ وَ

کیا آپ طلب کرتے ہیں ان سے کچھ معاوضہ؟ آپ کے لیے تو آپ کے رب کی عطا بہتر ہے اور وہ سب بہتر رزق دینے والا ہے۔

إِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۷۳﴾ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اور بے شک آپ تو انہیں بلاتے ہیں سیدھی راہ کی طرف لے لے۔ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے۔

بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَّا كِبُورٌ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِم

آخرت پر وہ راہِ راست سے منحرف ہونے والے ہیں۔ اور اگر ہم ان پر مہربانی بھی فرمائیں اور دور لے لے۔

انہیں بتایا کہ میرا محبوب جو کچھ تمہیں کہتا ہے وہ حق اور سہرا پاتی ہے۔ اگر وہ تمہاری خواہشات کا احترام کرنے لگے اور تمہارے تہوں کی غدائی کا بھی نمود با اللہ اعتراف کر لے، تو ان کے لاتے جو تے نظام حیات میں تمہاری راستے کے مطابق ترمیمیں کرنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حق رہنمائی اور قیادت کے منصب سے دستبردار ہو کر باطل کی طاقت اختیار کر لے۔ اگر ایسا ہو جائے تو حق حق نہ رہے بلکہ باطل ہو جائے، اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر دنیا کے بقالی کوئی وجہ نہیں رہے گی، اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی اور ہر چیز تیس تیس کر کے رکھ دی جائے گی۔

۷۲ شکستہ ذکر کہ معنی نصیحت اور یاد دہانی ہے۔ لیکن منسخرین نے اس کا ایک اور معنی بھی نکالنا ہے جو نہایت مناسب ہے۔ یعنی ذکر سے مراد وہ چیز ہے جو ان کے لیے عز و شرف کا باعث ہو۔ یعنی ہم نے ان کو ایسی کتاب بخشی جو ان کے لیے موجب صد عز و افتخار ہے اگر وہ اس پر ایمان لائیں اور اس پر عمل کریں تو یہ کتاب ان کی کشت بہت و ناموری کو پامال چاند لگا دے۔ ان کی کوتاہ فہمی اور شور و جھجکتی ملاحظہ ہو کہ وہ اپنے نجات کو دیکھنے سے بے ہیں۔ ان کا آفتاب اقبال طلوع ہو رہا ہے اور یہ برجم ہو رہے ہیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

۷۳ شکستہ آئے میرے نبی کرم آپ تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے سامنے ایک ایسا عظیم النظر لائحہ عمل پیش کرتے ہیں جس سے ان کی ساری خواہیاں دور ہو جائیں، لیکن یہ انکار پر مبنی ہے جب ان کا روزِ آخرت پر ایمان ہی نہیں تو یہ ان پابندیوں کو کیوں قبول کریں جو آپ پر ایمان لانے کے بعد ان پر عائد ہو جاتی ہیں۔

۷۴ شکستہ ارشاد ہے یہ لوگ باطل پرستی میں اتنے پختہ ہو گئے ہیں کہ اب ان کو نکلنے سے نکالنے کی کوئی کوشش

مَنْ ضَرَّ لَدَجُؤًا فِي طُعْيَانِهِمْ يَعْصَهُونَ ۖ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ

بھی کر دیں اس مصیبت کو جس میں بتلا میں پھر بھی وہ بڑھتے جائیں گے اپنی سرکشی میں اندھے بنے جاتے۔ اور ہم نے کڑا لیا انہیں

بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

عذاب سے، پھر بھی وہ نہ بچ سکے اپنے رب کی بارگاہ میں اور نہ وہ اب گرا گرا کر توبہ کرتے ہیں یہاں تک کہ جب

فَتَحْنًا عَلَيْهِمْ بِأَبْدَانِهِمْ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۖ

ہم کھول دیں گے ان پر دروازہ سخت عذاب والا۔ ۱۷۷ وہ اس وقت باطل پائیں ہو جائیں گے،

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۗ قَلِيلًا

اور وہ وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل لیکن ان عظیم نعمتوں پر بھی تم بہت کم

مَا تَشْكُرُونَ ۖ ۱۷۸ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۖ

شکر ادا کرتے ہو ۱۷۸ اور وہ وہی ہے جس نے پھیلا دیا تمہیں زمین کے اطراف میں اور انجام کارسی کی جناب میں رکھے

کامیاب نہیں ہو سکتی ان کا فہم منہ ہو گیا ہے۔ نور حق کو دیکھنے اور دیکھ کر پہچاننے والی آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ ان پر رحم و کرم کیا جاتے یا انہیں آرام و مصائب میں مبتلا کر دیا جاتے یہ اب کسی صورت میں ہدایت قبول نہیں کریں گے لہذا اللعاج التملادی فی العناد و تعاطی الفعل المزجور منہ یعنی عناد و مخالفت میں بڑھے چلے بانا اور جس فعل سے روکا جائے اس کا ارتکاب کرنا۔
یعہون: العنہ، التردد فی الامور حیرت سے کسی کام میں متردد ہونا۔

۱۷۷ وہ غلط روی سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک ان پر آخری عذاب کا دروازہ نہ کھل جائے

اور انہیں اپنے ہر ناک انجام سے وہ چار نہ کر دیا جائے اس وقت وہ حیرت اور یائوسی کا شکار ہو جائیں گے اور انہیں کچھ سمجھ نہ آئے گا کہ اب وہ کیا کریں۔ مُبْلِسُونَ حیرت اور یائوسی کے مجموعہ کو کہتے ہیں، جب انسان حواسِ باطنہ ہو جائے اور اسے اپنی نجات کے سارے راستے مسدود نظر آئے ہوں گے۔ مُبْلِسُونَ ای یاسون متعینون لایبلدون ما یصنعون۔ (قرآنی)

۱۷۸ شکر کی بہترین صورت یہ ہے کہ دولت جس مقصد کے لیے دی گئی ہے اسے اسی مقصد کے حصول کے لیے صرف کرنا اور جس نے وہ نعمت عطا فرمائی ہے اس کی عطا کو اسی کی طرف منسوب کرنا شکر کا یہ مفہوم ذہن نشین کرنے کے بعد

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

کیسے جاؤ گے اور وہ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے احست میں ہے گردشِ یل و نہار۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ۝ قَالُوا إِذَا

کیا رات آئی تم نہیں کہتے؟ شہ جگہ انمول کے بھی وہی باہمی چہ پہلے گفتار کہا کرتے تھے اے انمول نے کہا، کیا

مِثْنًا وَكُنَّا ثَرَابًا وَعِظَامًا إِنْ الْبَعُوثُونَ ۝ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ

جب ہم مر جائیں گے اور بن جائیں گے خاک اور ہڈیاں تو کیا ہمیں پھر اکٹھا یا جائیگا؟ بلاشبہ یہ وعدہ کیا گیا ہم سے اور

اب اس میں غور فرمائیے، آپ کو گفتار کی ہمشکری کا صحیح اندازہ ہو گا۔ کان سننے کے لیے، آنکھیں دیکھنے کے لیے، اور دل غور و فکر کرنے کے لیے مرمت ہوتا۔ اگر کوئی شخص کانوں سے صرف وہی بات سنے اور آنکھوں سے صرف وہی چیز دیکھے جس سے اس کی سمجائی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہو اور دل سے صرف ان وسائل اور ذرائع پر غور و فکر کرتا رہے جن سے دل کی یہ فانی زندگی عزت و آرام سے بسر ہو لیکن اس کے کان حد اسے حق سننے سے بہرے، اور اس کی آنکھیں نور حق دیکھنے سے اندھی ہوں، اور اس نے اپنی فکری قوتوں کو اپنی ابدی زندگی کو عزت اور آرام دہ بنانے کے لیے کبھی استعمال نہ کیا ہو تو اس سے بڑھ کر اور ناشکر ا کون ہو گا۔

شہ اپنی قدرت و حکمت کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے احسانات و انعامات کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے حیران کن مناظر جو ہمیں نظر آرہے ہیں کبھی صبح ہو رہی ہے، کبھی شام ہو رہی ہے کبھی سورج طلوع ہو رہا ہے کبھی غروب ہو رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں حکمت یہ ہے کہ تمہاری بقا، نشوونما اور آرام و آسائش کے تمام وسائل بڑی فیاضی سے تمہارا کر دیتے جاتیں۔

اے کائنات کے اس دقیق اور حکیمانہ نظم و نسق کو دیکھ کر چاہیے تو یہ تھا کہ وہ کہتے کہ یہ ایسے خالق کی قدرت کا شاہکار ہے جو تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ اور تمام عاجزیوں اور کمزوریوں سے پاک اور متبرک ہے۔ اس کی قدرت کا عالم کے سامنے مڑوں کر زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن عقل و فہم کے ان دشمنوں نے وہی رٹ لگا رکھی ہے جو ان کے اولیاء و اولاد نے لگا رکھی تھی کہ یہ ناممکن ہے کہ مرنے کے بعد جب ہم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈی پسی بکھر جائے گی تو پھر ہمیں زندہ کیا جاسکے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس چیز کی دھکی آج ہمیں دی جا رہی ہے کہ قیامت آئے گی، گناہوں سے کنارہ کش ہو جلاؤ اور مشقی و پرہیزگار بن جاؤ، بعینہ یہی دھکی پہلے آباؤ اجداد کو بھی دی گئی تھی لیکن صدیاں گز گئیں وہ قیامت جس سے پس ڈرایا جاتا تھا وہ قائم نہیں ہوئی اور یہیں یقین ہے کہ وہ آئندہ بھی قائم نہیں ہوگی۔ یہ محض قصے کہانیاں ہیں جو ان لوگوں نے

وَابَاؤُنَا هَذَا مِنْ قَبْلُ إِنَّ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸﴾ قُلْ

ہمارے باپ دادا کے ساتھ ہی آج سے پہلے زمین آج تک پرانا بھرا نہیں ہیں یہ باپیں مگرین گھڑتے انسانے پہلے لوگوں کے تھے

لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ سَيَقُولُونَ

(لئے جیسا) آپ پڑھیے کس کی ملکیت ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے (تباہی اگر تم جانتے ہو سلاطین وہ کہیں گے (یہ سب)

گھڑی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

سلاطین خود ادب کے امام مہر و نئے اساطیر کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اساطیر اسطورہ کی جمع ہے جس طرح احادیث احد و ثقیف کی اور اعاجیب اعجوبہ کی، اور اس کا اطلاق ایسی تحریر پر ہوتا ہے جو محض دل بہلانے کے لیے لکھی گئی ہو، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اسی استعمالہ فیما یکتب کذابا یتلہنہا بہ و لہذا استوردہ بالا کاذیب (منظہری)۔ اسی لیے جمہوری اور بے سرو پا باتوں کو اساطیر کہتے ہیں۔

سلاطین کفار کہہ کر کفار عرب کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر دو دنیاوی اور شدید نوعیت کے اعتراض تھے ایک تو یہ کہ آپ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ، کہ صرف اللہ تعالیٰ مجبور و برحق ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مجبور نہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کہتے ہیں کہ قیامت آئے گی اور تمہیں مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا۔ وہ ان دو باتوں کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے، ان کی عقلیں ان چیزوں کو سمجھنے اور ان پر ایمان لانے سے بالکل عاجز تھیں جس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار ہوا ہے۔ انہم کانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يستكبرون و يقولون انا لنبأ رسولنا لاشعرا مجنون۔ جب انہیں یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے تو وہ کھجور کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم اس شاعر اور مجنون کے کہنے پر اپنے خداؤں کو چھوڑیں گے ہرگز نہیں۔ دوسرے مقام پر ان کے رد عمل کو کورن بیان کیا گیا ہے اجعل الالهة الها واحدا ان هذا الشئ عجائب بہت سے خداؤں کی جگہ اس نے صرف ایک خدا بنا دیا ہے کہنی حیرت اور اچھے کی بات ہے۔ آخر کار ان کا یہ ابتدائی عجب و انکار خدا اور عباد کی انتہا کو پہنچ گیا اور انہوں نے صاف صاف منہ کھریا و مانع ہتار کی الہتنا و مانعہنک بسؤمنین۔ آپ ہیں لاکھ بھائیں اور دہلیں پیش کریں ہم ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑیں گے اور نہ ہی آپ پر ایمان لائیں گے۔

اب آپ کو ان آیات کے مخاطبہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ ان کا اپنے بتوں کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ وہ انہیں الٰہ اور مجبور و قہرین کرتے تھے اور اس میں وہ بڑے سخت اور متصہب تھے۔

اسی طرح قیامت کے ذکر سے بھی وہ ہرگز فرقتہ ہو جایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے ایسا ہونا ناممکن ہے بالکل ناممکن ہیات ہیات لمانا توعدون۔ اور اس آیت سے ذرا پہلے آپ قیامت کے متعلق ان کا نظریہ پڑھ آتے ہیں،

لِلّٰهِ قُلُّ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ

اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے۔ آپ فرمائیے پھر کیا تم غور نہیں کرتے ۵۵۔ پوچھیے کون ہے مالک سات آسمانوں کا اور کون

رَّبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۵۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلُّ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

سے مالک عرش عظیم کا ؟ ۵۶۔ وہ کہیں گے (یہ سب) اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے۔ آپ فرمائیے تم اس سے کیوں نہیں

قُلْ مَنْ مِّنْ يَّيْدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ

ڈرتے ۵۷۔ آپ پوچھیے وہ کون ہے جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی کال عظمت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے (بے پناہ ہے)

اِذَا اٰمَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا... الخ چنانچہ آگے آنے والی آیتوں میں ان کی انہی دو گمراہیوں کا پروردگار چاک کیا گیا ہے اور ان کے انہی دو اہم اصولوں کا جواب دیا جا رہا ہے، اور اسلوب بیان اور انداز پر استدلال آنا وندان ممکن اور حکمت کو بظہر تسلیم و اقرار کے انہیں کوئی چارہ نہیں رہا۔ فرمایا اسے میرے رسول مكرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یہ لوگ جو میری توحید کے منکر ہیں اور قیامت کو خلاف عقل کہتے ہیں انہی سے پوچھو کہ زمین، اس میں بلند کر مبارک وسیع و عرض صحرا، یہ آبادیاں یہ بستیاں، یہ نद्याب اور دریا، یہ حکمت اور باغات، اور اس زمین پر بسنے والی ان گنت اقسام و انواع کی بے شمار مخلوقات کا مالک کون ہے بتاؤ اگر تمہیں کچھ واقفیت اور علم ہے۔ خود ہی فرمایا کہ وہ مجبور ہو کر یہی کہیں گے اللہ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

۵۵۔ جب تمہیں بھی اس واضح حقیقت کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو پھر تم اس کے سوا دوسروں کو خدا اور اللہ کیوں کہتے ہو، نیز جو اتنی قدرت کا مالک ہے اس کے لیے کیا شکل ہے کہ وہ مارنے کے بعد پھر تمہیں زندہ کر دے منتظر ذوق کو جمع کرنا واقعی مشکل ہے لیکن کس کے لیے! ہمارے اور تمہارے لیے، نہ اس ذات اعلیٰ و ارفع کے لیے جس کی قدرت کی اعجاز آفرینیوں کا قدم قدم پر تم مشاہدہ کر رہے ہو۔

۵۶۔ پھر فرمایا اسے عجیب! ان منکرین توحید اور منکرین قیامت سے ایک اور سوال پوچھو کہ زمین اور مافیہا کے متعلق تو تم نے تسلیم کر لیا اب یہ بتاؤ کہ سات آسمان جن کی وسعت اور بلندی کا اندازہ کانٹے سے بھی تم قاصر ہو جاؤ اور عرش عظیم جو ان سات آسمانوں سے بھی وسیع تر ہے اور انہیں گھیرے ہوئے ہے ان کا رب کون ہے۔ اس کا جواب بھی خود ہی فرمایا کہ وہ ناچار ہو کر کہیں گے کہ یہ سب کچھ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔

۵۷۔ اب آپ انہیں فرمائیے کہ جب تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ آسمانوں اور عرش کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس کے بغیر اور کون ہے جو ندراتی میں اس کا شریک ہو سکے اور ایسے قادر و توانا کے لیے تمہیں قیامت کے روز زندہ کر کے قبروں سے

۱۸۰) اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ فَاِنِّي تَسْحَرُونَ

اور نہ تو میں جیسا کہ تمہاری مشی کے خلاف بتاؤ اگر تم کو علم ہے کہ تمہارے وہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ہی شان ہے۔ فرمائیے پھر کیسے تم دھوکہ میں مبتلا ہو گے۔

اٹھانا کیا مشکل ہے۔ ان کھلی صدقہوں کے انکار پر جو خطرناک نتائج مترتب ہوتے ہیں کیا تمہیں ان کا خوف نہیں؟
 عہدہ زمین و آسمان اور عرش کے متعلق تو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ اسے نبی مکرمؐ اب ان سے یہ پوچھو کہ زمین و آسمان میں کوئی بڑی سے بڑی چیز جس کا تم تصور کر سکتے ہو ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ملک میں نہ ہو اور جس پر اس کا حکم نہ چل سکے۔ وہ قادر مطلق تو جس کو پناہ دے کسی کی مجال نہیں کہ اُفت کر سکے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ دے سکے۔ اب تم کسی ایسی ہستی کی نشاندہی کرو جو اس صفت سے متعصفت ہو۔ اس سوال کے جواب میں بھی وہ حسب سابق یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اللہ، ہر چیز پر کسی کی ملک ہے، اسی کے زیر نگیں ہے۔ کسی ہستی میں یہ قوت نہیں کہ زبردستی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ دے سکے تو اب بتاؤ یہ ماننے کے باوجود کیا تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اس کے بغیر کسی کو اللہ کو اور اس کو خدا مانو، اس کی پوجا پاٹ کرو، یا قیامت کا انکار کرو۔

۱۸۱) تم پر کیسے جاؤ کہ دیا گیا ہے کہ تم ہر چیز کو اس کی اصلیت کے خلاف دیکھتے ہو۔ تَسْحَرُونَ صحو سے ہے اور جس طرح پہلے بیان ہوا کہ سحر سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدلتی بلکہ دیکھنے والے کو دھوکا ہوتا ہے چیز ہوتی کچھ ہے اور اسے دکھائی کچھ دیتی ہے۔ یہاں ان مشرکین سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم پر کس نے جاؤ کہ دیا ہے کہ بے جان اور بے اختیار بتوں کو تم نے خدا کی سند پر بٹھا دیا ہے۔ انہیں اللہ اور موجود بناتے ہو میرا نبی مکرمؐ تمہیں اس کھلی حماقت سے باز آنے کے لیے کہتا ہے تو تم اس کی سچی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہو۔ اور وہاں جن بناؤں کی الفتنا و ماخن لک بمؤمنین کی رٹ لگانا شروع کر دیتے ہو۔ امام فخر الدین رازنی تحریر فرماتے ہیں :-

۱۸۲) اَعْلَمُ اِنَّهُ يَسْئَلُ اِنْ يَكُوْنُ الْمَقْصُوْدُ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيٰتِ الرَّدُّ عَلٰى مَنْكُرِي الْاِعَادَةِ وَاِنْ يَكُوْنُ الْمَقْصُوْدُ عَلٰى عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْقَوْمَ كَانُوْا مَقْرُوْبِيْنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالُوْا نَعْبُدُ الْاَصْنَامَ لِيَقْرَبُوْنَا اِلٰهَ رَبِّنَا
 یعنی جان لو کہ ان آیات سے مقصود ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو حیات بعد الممات کے منکر تھے نیز بتوں کے بجا رہنا کا رد ہے جو اللہ کا اقرار تو کرتے تھے لیکن ساتھ ہی بتوں کی عبادت بھی کیا کرتے تھے۔ اور کہتے کہ ان کی عبادت سے ہمیں قریب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

اس تشریح سے آپ پر ان لوگوں کی غلطی بھی آشکارا ہو گئی جو اہل اشدت و الجماعت پر شرک کی تہمت لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مشرکین مکہ اپنے بتوں کے ساتھ معاملہ کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ رسول کے ساتھ اور پیروں کے ساتھ کرتے ہیں ان میں اور مشرکین مکہ میں کوئی فرق نہیں۔ آپ خود انصاف فرمائیے کہ یہ لوگ یہ تہمت لگانے میں کہاں تک سچے ہیں۔ کفار اپنے بتوں کو اللہ اور خدا سمجھتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے جس طرح متعدد آیات سے واضح ہے۔

اور ہم اہل سنت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خدا اور الزہب نہیں مانتے۔ اور تو اور ذات پاک مصطفیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ بھی یہ ہے جس کا ہم ہر روز سینکڑوں بار اعلان بھی کرتے ہیں کہ اَشْفَقْنَا اَنْ مُحَمَّدًا اَعْبَدَا وَرَسُولَهُ كَرِهْنَا كَمَا حَبَّوْنَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ مَا كَانَ لِشَرِكٍ مِنْ شَيْءٍ فَسُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضور کی ذات پاک کے ساتھ جاری یہ ساری عقیدت و محبت اور دوستی ہے ہی اس وجہ سے کہ اس ضمن انسانیت نے ہمیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی تک پہنچایا۔ ہمیں اس بات پر یقین محکم ہے کہ توحید کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اگر عقیدہ توحید میں خدا نامی ہوگی تو عمر بھر کی ریاضتیں اور پرہیزگاریاں ضائع ہو جاتی ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدا و اولیاء کمالات کا اعتراف شرک نہیں ہے بلکہ عین توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ الرباب ربیے انداز بخشنے والا، المعنی ذمینی کر دینے والا کا اصح مفہوم یہ ہے ہی اُس وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ان صفات انعامات اور احسانات پر غور کیا جاتے ہیں جن سے اس نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول کو سرفراز فرمایا ہے اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے محفوظ رکھے اور اس غلط فہمی سے بچائے کہ توحید میں پختگی اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک ان سارے کمالات کا انکار نہ کر دیا جاتے جو اس وحدہ لا شریک نے اپنے مقبول بندوں کو عطا فرمائے ہیں۔

اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ تمہارا شرک یہ ہے کہ تم بارگاہ رسالت میں استغاثہ اور فریاد کرتے ہو تو ہم اپنے ہی خواہوں کی یہی خواہی کا شکر تیرا ادا کرتے ہوئے یہ عرض کریں گے کہ ہم حضور کو متعترف بالذات نہیں سمجھتے یعنی ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف جرجا ہیں کر سکتے ہیں۔ نعموز با اللہ۔ ہاں ہمارا یہ ایمان ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنے رب کریم کی درگاہ میں ہمارے گناہوں کی مغفرت اور ہماری مشکلات کے حل کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو موسیٰ کریم ہمارے گناہ بخش دے گا اور ہماری مشکلیں حل فرما دے گا۔ اُس نے اپنے کلام پاک میں مغفرت گناہ کا یہی طریقہ بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَدَّوْا ظُلْمَهُمْ لَأَكْبَرُوْا لِنَفْسِهِمْ جَاوْكَ فَاَسْتَغْفِرُوْا لِلّٰهِ وَاسْتَغْفِرْ لِحَمٰٓهِمُ الرَّسُوْلُ لَوْ جَدَّ وَاللّٰهُ تَوَّابًا رَّحِيْمًا یعنی اگر تمہارا اپنی جانوں پر ظلم توڑنے والے تیری خدمت میں ملنے ہو جاتیں اور اپنے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں، تو مجھی ان کے گناہوں کی معافی کے لیے عرض کرے تو اللہ کو وہ ضرور تواب اور رحیم پائیں گے تمام گناہاتے رہا تین اور اولیائے کاملین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اگر دوسرے لوگوں میں انہیں شرک کی تو آتی ہے تو کم از کم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے متعلق تو انہیں بھی یقین ہو گا کہ وہ موقد تھے مشرک نہ تھے۔ انہی کے قصیدہ الیسیب انتم کے چند اشعار پڑھیے، شاید آپ کے مزاج کی برہمی اور برا فروختگی کی کچھ اصلاح ہو جاتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ سمجھتے ہیں،

اِذَا مَا اَنْتَبٰٓی اَزْمَةً مَّذٰلِبِہٖۃٌ شَحِيْطٌ یَّبْعَثُنِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْمَوٰجِبِ

جب مجھ پر مصیبت کی کالی گھسائیں چھا جاتی ہیں اور مجھے برطوت سے گھیر لیتی ہیں۔

تَطَلَّبْتُ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ وَمَسَاہِدِ الْوٰثِقِہِ مِنْ خَوْفِ سُوءِ الْعَوٰقِبِ

اُس وقت میں ڈھونڈتا ہوں کہ کوئی میرا مدد کرنے والا اور میری دستگیری کرنے والا ہے تاکران صاحب

بَلْ آتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۵۹﴾ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ

ہر جہت سے ہر حقیقت یہ ہے کہ ہم نے سچا دیا انھیں حق اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں ۵۹۔ نہیں بنایا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا نہ

کے ہر لڑکے انجام سے میں اس کی پناہ لے سکوں :-

فَلَسْتُ أَرَى الْآلَ حَبِيبٌ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ الْخَلْقُ حَقَّةُ الْمَنَاقِبِ
 ترجمہ نصیبت کی ہر لڑکے گھڑیوں میں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کے بغیر اور کوئی نظر نہیں آتا وہ میرا حبیب ہے
 اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور علم اشان کلمات کا مالک ہے اور قصیدہ کو ختم کرنے سے پہلے عرض کرتے ہیں :-
 وَأَنْتَ يُخْتَارِي فِي هُجُومِ مِلَّةٍ إِذَا انْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ سَهْرُ الْخَالِبِ
 "یا رسول اللہ! آپ ہی مجھے پناہ دینے والے ہیں جب نصیبتیں مجھ پر ٹوٹ پڑیں اور اپنے ظالم نچلے دل میں گاڑیں
 مولانا تھانوی کی یہ مناجات تو شاید آپ کی نظر سے بھی گزری ہو۔ آپ عرض کرتے ہیں :-

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِي أَنْتَ فِي الْإِحْطَارِ مُعْتَمِدِي
 دستگیری کیجیے میری نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
 نَيْسَ لِي مَلَجًا سِوَاكَ أَعِثْ مَسْنِي الصَّرَّ سَيِّدِي سُنْدِي
 جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فرج کلفت مجھ پہ آغالب ہوتی

عربی کے اشعار کا اردو شعروں میں ترجمہ بھی مولانا موصوف نے خود کیا ہے۔
 آپ اُمت کے کس کس فرد کو کفر و شرک کے تیروں سے گھائل کرتے رہیں گے۔ شان رسالت کے انکار کا نام توحید
 نہیں ہے بلکہ تمام توحید پر رسانی صرف اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب شانِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 سب مقدور آگاہی حاصل ہو۔

اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك . لك الملك و لك الحمد و انت على كل شيء قدير
 و اشهد ان سيدى و مولاي و حبيبى محمدًا عبدك و رسؤلوك . اللهم ات سيدنا و مولانا محمد
 الوسيلة و الفضيلة و الدرجة العالیه الرفیعة و البعثه مقامًا محمودًا يعطيه فيه الاولون و الاخرون
 انك لا تخلف الميعاد -

۵۹۔ یہ کافر جھوٹے ہیں۔ کہتے کچھ نہیں اور ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے۔
 ۶۰۔ جب وہ مالک الملکوت ہے تو اسے بیٹے بیٹی کی حاجت ہی کیا ہے۔

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذْ أَذْهَبَ كُلَّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَ

اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اللہ ورنہ لے جاتا ہر خدا ہر اس چیز کو جو اس نے پیدا کی ہوئی اور

لَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۱

غیر حاصل کرنے کی کوشش کرتے وہ خدا ایک دوسرے پر۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ ان تمام ذاتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں

عَلِيمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۲ قُلْ رَبِّ اِنَّا

وہ جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو پس وہ بلند ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔ آپ یہ دُعا مانگیے اے میرے

تُرِيْبِيْٓ يَا يُوعَدُوْنَ ۝۱۳ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۴

پروردگار! اگر تو ضرور مجھے دکھانا چاہتا ہے وہ (عذاب) جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو میرے رب! ازراہ عنایت! مجھے ان

وَ اِنَّا عَلٰی اَنْ تُرِيْكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدَرُوْنَ ۝۱۵ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ

ظالموں کے ساتھ نہ کرنا سزا اور ہم اس سے بچاؤں گے وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو ادا نہیں۔ دُعا کرو اس چیز سے جو بہت

اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ۝۱۶ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝۱۷ وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ

بہتر سے بُرائی کو سزا ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں وہ بیان کرتے ہیں۔ اور مجھے میرے رب! میں پناہ طلب کرتا ہوں تجھ

۱۱۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو یہ نظام درہم برہم ہوجاتا۔ اس کی تفصیل لوکان فیہما آیۃ اللہ الا

اللہ لَفَسَدَتَا کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۱۲۔ ملامت و طعن فرماتے ہیں کہ حضور جانتے تھے کہ اگر عذاب آتا تو حضور ان میں نہیں ہونگے اس کے باوجود آپ کو

یہ دُعا مانگنے کی تلقین اس لیے کی گئی تاکہ حضور کا اجر بڑھے اور حضور برآن اپنے رب کریم کے ذکر سے شاکام ہوتے رہیں

کان علیہ السلام یعلم ان اللہ تعالیٰ لا یجعلہ فی القوم الظالمین اذا انزل لیسہ العذاب ومعہ ہذا امروہ الوبت

بفذا الدعاء والسوال لبعظہ اجردہ ولیکون فی کل الاوقات ذاکراً لوبتہ تعالیٰ۔

۱۳۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے اذینہ ربی فاحسن تأدیبی، میرے لیے تو مجھے ارب سکھایا ہے اور اب سکھانے میں مکمل کر دیا

ہے۔ یہ آیت اوستا میں خداوندی کا ایک درس ہے اور حضور کی ساری حیاتِ طیبہ اس کی عملی تصویر ہے غلامانِ مصطفیٰ

مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ۱۷) وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ ۱۸)

شیطانوں کے دوسروں سے غلغلاہ اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب اس سے کہ وہ میرے پاس

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۱۹) لَعَلِّي

آؤں ۱۹) یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی کو موت تو وہ (بصاحت کہے گا) میرے مالک! مجھے واپس لے

کہی اس ارشادِ عالی پر عمل پیرا ہو کر اپنے سچے غلام ہونے کی شہادت دینی چاہیے۔

غلغلاہ اپنے صیبِ مکرم کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر قسم کے شیطانوں کے شر سے پناہ مانگنے کا طریقہ تعلیم فرما رہا ہے۔ غمناک ہمزہ کی جگہ ہے۔ اس کا معنی ہے الدفع والصدیق الشدید۔ زبردست جھٹکا شیاطین کی دوسرے اندازی اتنی شدید اور سخت ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری شامل حال نہ ہو تو تقدسِ بانی کے غلغلاہ برسرِ بازار گرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دامنِ پارہائی کے تار مار ہونے میں ذرا دیر نہیں لگتی۔ کبھی تو یہ شیطان مومن کے دل میں تشویش اور دوسرا پیدا کر دیتا ہے، اور اس کی متاعِ ایمان کو لوٹ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر مومن اس کے اس دامنِ تزویر میں نہیں پھنستا تو پھر وہ اپنے چیلے چانٹوں کو اس کے پیچھے لگا دیتا ہے۔ وہ آستینیں چڑھا کر اس کی مخالفت میں نکل آتے ہیں اور اسے طرح طرح سے دق کرنے لگتے ہیں۔ دونوں طرح کے ہمزات سے پناہ مانگنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

۱۹) الہی! وہ میرے قریب ہی نہ آنے پاتیں، دُعا ہی رہیں تاکہ میں اُن کے شر اور فتنہ انگیزی سے دُور رہ کر تیری یاد اور تیرے دین کی خدمت میں منہمک رہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام دانشمندی اور زہد و تقویٰ کے باوجود اس دشمنِ جان و ایمان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس کی فقط ایک ہی صورت ہے کہ مولا کریم اپنے دامنِ رحمت میں چھپالے اور اس کے شر سے محفوظ کر لے۔

ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ مجھے رات کو نیند نہیں آتی حضور نے فرمایا جب سونے کا ارادہ کرو تو یہ دُعا پڑھ لیا کرو أَعُوذُ بِاللَّهِ وَبِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ مَنَازِلِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَخْضَعُونَ لِذُلِّهِ (تفسیر کبیر)۔ علامہ ابن کثیر امام احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے سانسے باغ و لکڑی کر کے کلمات سکھایا کرتے اور سوتے وقت پڑھنے کا حکم دیتے اور جو باغ بچتے ہوتے اُن کے گھسے گھسے لکھ کر ڈال دیتے۔ ائمہ امام احمدؒ

۲۰) گفتار کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب موت کا فرشتہ پیغامِ اجل لے کر آجاتا ہے۔ اُس وقت وہ کہتے افسوس مٹتے ہیں لیکن بے حاصل حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ يَعْنِي جِوَالَهُ تَعَالَىٰ كَيْ لَا تَقَاتُكَ كُفْرًا كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ

اعْمَلْ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمَنْ

بھیج دے، شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں دوبارہ جا کر جسے میں ایکٹر حضور آیا ہوں ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک (مفہوم) بات ہے جو

وَرَأَيْهِمْ بَرَزَخُ إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝۱۰۰ فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا

کہہ رہا ہے۔ اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ توجیب صور پھونکا جائے گا تو کوئی

أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝۱۰۱ فَمَنْ ثَقَلَتْ مَوَازِينُ

رشتہ داریاں نہ رہیں گی ان کے درمیان اس روز شلہ اور نہ وہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھ سکیں گے القبر جن کے پڑے ہماری ہونے

بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند فرماتے ہیں اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند نہیں فرماتے۔

حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم تو موت کو پسند نہیں کرتے حضور نے فرمایا یہ مقصد نہیں بلکہ جب مومن کو موت آتی

ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر راضی ہے اور تیری عزت افزائی ہوگی۔ وہ آگے جانے کو بہت پسند کرتا

ہے اور خداوند کریم بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ اور کافر کو اس وقت عذاب کی فریاد سنائی جاتی ہے، وہ آگے جانا پسند

نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا (مصحفین)۔ علامہ رشاد اللہ پانی پتی یہ حدیث نقل کرتے ہیں اِذَا

عَابَتِ الْمُؤْمِنُ الْمَلَائِكَةَ قَالُوا أَنْ نُرْجِعَكَ إِلَى الدُّنْيَا قِيَعُولُ إِلَى دَابِرِ السُّمُومِ وَالْأَحْزَانِ بَلْ قَدْ مَرَّ بِاللَّهِ تَعَالَى ذِكْرُ

أَمَّا أَنْكَافُ قِيَعُولُ رَبِّ الرَّجْعُونِ يَمِينِي حُضْرَةَ فرمایا کہ جب مومن ملائم کو دیکھتا ہے تو ملائم اسے کہتے ہیں ہم تمہیں دنیا کی

طرف لوٹا دیں؛ مومن کہتا ہے اس دنیا کی طرف جو آرام و مصائب کی دنیا ہے، میں ادھر نہیں جانا چاہتا، بلکہ مجھے اللہ کی طرف

لے چلو۔ لیکن کافر ایسے وقت میں چلا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب مجھے دنیا میں لوٹا دے (منظہری)

۱۰۰ دو چیزوں کے درمیان جو آڑ اور رکاوٹ ہو اسے برزخ کہتے ہیں۔ یہاں برزخ سے مراد موت اور قیامت کا

درمیانی عرصہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قبر ہے۔

۱۰۱ شلہ قیامت کے دن سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے، سارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ ماں بیٹیوں سے اور بیٹے

ماں سے بھاگ جائیں گے۔ یَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ۔ قیامت کے دن انسان اپنے

بھائی اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور اپنے بچوں سے بھاگ جائے گا، لیکن ایک نسبت اور ایک رشتہ داری اس روز

بھی باقی رہے گی۔ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ

فرماتے سنا۔ مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ لَا يَنْفَعُ قَوْمَهُ بَلَى وَاللَّهِ إِنَّ رِجْسِي مَوْصُولَةٌ فِي الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةِ وَإِنِّي أَبْهَأُ النَّاسَ فَوْضًا كَكُفْرًا إِذَا جَشَعُوا لَنْ لَوْ كُنْ كَأَيِّ حَالٍ هُوَ كَأَجْرِي كَقَبْتِي هُنَّ كَحُضْرَتِي رِشْتَةُ دَارِي حُضْرَتِي

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ

تو وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اور جن کے پڑے پکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے

خَيْرُوا وَأَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۲۱﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمْ

نقصان پہنچایا اپنے آپ کو وہ جہنم میں ہمیشہ (جیتے) رہیں گے۔ بُری طرح مجلس سے لے اٹھے چہرے کو اٹھتے

النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالْحِوْنِ ﴿۲۲﴾ أَلَمْ تَكُنْ أَيْتِي تَتْلُوَ عَلَيْهِمْ فَكُنْتُمْ

اور وہ اس میں دانت نکالے ہونگے (اب منہ کیوں بسورتے ہو؟) کیا ہماری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں تمہارے سامنے اور تم

بِهَاتِكُمُ يُؤْنُونَ ﴿۲۳﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿۲۴﴾

آئیں جھٹلایا کرتے تھے۔ و مذرت کرتے ہوئے کہیں گے نے ہمارے رب انجاب لگتی تھی ہم پر چہاڑی بچتی اور ہم کم کڑہ لوگوں کی

خاندان کو نفع نہیں دے گی۔ ایسا نہیں ہوگا میرا رشتہ دنیا اور آخرت میں پیوستہ ہے اور اُسے لوگوں کو جب تم وہاں پہنچو گے تو تمہارا
پیشرو ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة بضعة مني يغضبني ما يغضبها
ويشغطني ما يشغبطها وان الانساب تنقطع يوم القيامة الانسابي وسببي وصهرى جسر صلي الله عليه وآله وسلم
نے ارشاد فرمایا، فاطمہ میری نعت جگہ ہے جو چیز اسے ناراض کرتی ہے وہ مجھے ناراض کرتی ہے جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ
مجھے خوش کرتی ہے۔ ساری رشتہ داریاں قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گی سوا میرے نبی تعلق کے اور سسرال کے تعلق
کی رشتہ داری کے۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ربانی تہی لکھتے ہیں کہ آیت میں نَبِيَّتُهُمْ کی ضمیر کا مرجع کفار ہیں کیونکہ انہی کا ذکر
ہو رہا ہے۔ اہل ایمان کا یہ حال نہ ہوگا۔ مومنوں کے لیے ارشاد باری ہے الحقنا بعد ذلک آیتہم، ہم ان کی اولاد کو ان کے
ساتھ ملا دیں گے پھر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ میرے نسب کے نبی ساری نہیں منقطع ہو
جائیں گی، اس حدیث سے تو مومنوں کی نسبتیں ہی منقطع ہونا ثابت ہوا ہے۔ قلت نسب المؤمنین داخل فی نسب النبی
صلى الله عليه وآله وسلم فانتہ اب المؤمنین وازواجه اقبا تھہ (ظہری) تو اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ مومنوں
کا نسب حضور کے نسب میں داخل ہے کیونکہ حضور سب مومنوں کے باپ ہیں اور ان کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔

۱۹ اس آیت میں کفار کا حال بیان ہو رہا ہے، لفتح: احق جانا، الکالم الذی تشتتت شفتنا ویدت اسنانہ
کالج اس کہتے ہیں جس کے ہونٹ سکڑ جائیں اور اس کے دانت باہر نکل آئیں۔ شکہ کفار اُس وقت اپنے جرم کا اقرار

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْسَوْا مِنِّي

اُسے ہمارے مالک و ایک بار ہمیں نکال اس سے پھر اگر وہم نافرمانی کی طرت جمع کریں تو یقیناً پھر ہم ظالم ہونگے۔ جو اب اسے گناہ کا پتلا لگائے ہوئے

وَلَا تُكَلِّمُونَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا

پڑھے۔ جو اس میں ایک اور دستہ ہوں میرے ساتھ۔ (تھیں یا رہے) ایک گروہ میرے بندوں میں سے ایسا تھا جو عرض کیا کہ اتنا ملے بہار

أَمَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ

رب! ہم ایمان لے آئے ہیں سزا تو بخش دے میں اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے تم نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا،

سَخِرِيَا حَتَّىٰ أَنْسَوَكُمُ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿۲۰﴾ إِنِّي

حتیٰ کہ اس مشغلہ نے غافل کر دیا تمہیں میری یاد سے اور تم ان پر ہنسنے لگا یا کرتے تھے۔ میں نے بدلہ دے

جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا وَأَنْتُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۱﴾ قُلْ كَمْ لَبِئْتُمْ

دیا انہیں آج مجھ کے صبر کا دوزا دیکھو، وہی ہیں مراد کو پانے والے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دوزا بتاؤ، کہتے

فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿۲۲﴾ قَالُوا الْبَيْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ

سال تم زمین میں ٹھیرے رہے؟ کہیں گے ہم ٹھیرے تھے بس ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ آپ پوچھ

الْعَادِينَ ﴿۲۳﴾ قُلْ إِنْ لَبِئْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۴﴾

میں سال گئے والوں کے ارشاد ہو گا تم نہیں ٹھیرے مگر تھوڑا عرصہ۔ کاش! تم اس حقیقت کو دیکھتے ہی، جان لیتے۔

کریں گے اور اپنی شقاوت و بد بختی کا روزا روئیں گے۔

انہ انہیں یہ ہوشیار جو اب اسے گا جس سے ان کی رہی ہسی آئیں بھی ختم ہو جائیں گی سارا جواب غور طلب ہے۔
 ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنْكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾

کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

فَتَعَلَى اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿۱۶﴾

پس بہت بلند ہے اللہ جو بارشادہ حقیقی ہے (بے مقصد تخلیق سے) ہے نہیں کوئی معبود سوا اس کے، وہ مالک عزت والے عرش کا۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ الْاٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهِ فَاِنَّمَا حِسَابُهُ

اور جو دوسرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو، جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے

عِنْدَ رَبِّهِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ﴿۱۷﴾ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ

رب کے پاس ہے۔ بلاشبہ نہیں کامیاب ہونگے حق کا انکار کرنے والے۔ اور اے محبوب! آپ (رسول) عرض کرو میرے رب!

وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

جس میں سے (میری) گنہگار امت کو اور رحیم فرماؤ مجھ پر اور تو سب سے بہتر رحم فرمائے اللہ ہے

اللہ تمہیں تمہیں نادان تھے کہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچان سکے اور بار بار کی یاد و بانی کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تم یہ سمجھتے رہے کہ حیوانوں اور جانوروں کی طرح تمہیں ذلیل ہی پیدا کیا گیا اور تم سے تمہارے اعمال نیک و بد کا کوئی محاسبہ ہو گا۔ تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ تم مختلف اعتبار سے ان حیوانات سے ممتاز ہو۔ عقل و فہم، اختیار و ارادہ، کائنات کی تسخیر کی قوت اور ان سے ہر طرح سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت۔ تمہارے سوا یہ نعمتیں کسی اور جاندار کو نہیں دی گئیں۔ اتنے عظمت و انعامات کے باوجود تم نادان بچوں کی طرح ہی سمجھتے رہے کہ تمہاری تخلیق محض کھانے پینے اور عیش اڑانے کے لیے کی گئی ہے۔ آج اپنی اس نادانی کی سزا بھگتو۔

اللہ تمہیں تمہیں محذوہ فہم کے باوجود کوئی عبث اور فضول کام نہیں کرتے۔ تم نے آخر یہ کیسے خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے مقصد اور عبث پیدا کر دیا ہو۔ وہ عبث کام کرنے سے بھی پاک ہے اور وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس کا کوئی بیانیہ جی ہو۔ یہ تمہیں سمجھ سکتا ہے۔

اللہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی عبادت کرتا ہے یعنی یعبد غیر اللہ (منظہری) تو وہ ایک ایسا لچر کام کر رہا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

۲۷۷

عے یا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو استغفار کا حکم دیا تاکہ اُمت اپنے نبی کی اقتدا میں استغفار کیا کرے یا حکم ہی یہ ملا کہ اُسے میرے پیارے رسول اپنی اُمت کے لیے مغفرت طلب کرو۔ وقیل اصفوا بالاستغفار لا مقبہ اغنیٰ اور اِسما حنف کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا؛ تاکہ کسی خاص چپین کی تخصیص نہ سمجھی جاسے، بلکہ یہ دُعا اپنی جامعیت کی وجہ سے ہر چیز کو شامل ہو۔ اغنیٰ سے مراد یہ ہو کہ اُسے مولا کریم! میرا ہر قول اور ہر فعل جو میرے لیے اِس دُنیا میں یا آخرت میں مُضر ہے، میرے کریم اسے معاف فرما دے۔ اور اِس ختم کا معنی یہ ہو گا کہ ہر وہ عمل جو میرے لیے یہاں بھی اور وہاں بھی مُضید اور نفع مند ہو اس سے مجھے سرفراز فرما، کیونکہ تُو خیر المرحمین ہے۔ گناہوں کا بخش دینا بھی تیرے لیے آسان ہے اور نعمتوں کا عطا فرمانا تو تیرا شیوہ کرم ہے۔



تَعَارُفُ سُورَةِ التَّوْبَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام: اس سورۃ پاک کا نام: التَّوْبَةُ ہے جس اس سورت کی آیت ۲۵ اِنَّهُ فُوَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ماخوذ ہے۔ اس کی آیات کی تعداد ۲۴ ہے۔

زمانہ نزول: اس بات پر ترسب کا اتفاق ہے کہ سناخدا انک غزوة بنی مصلط کے بعد پیش آیا، اور اس سورۃ کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ غزوة بنی مصلط کس سن میں ہوا نیز اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ غزوة بنی مصلط غزوة خندق سے پہلے ہوا یا بعد میں۔ مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن اکثریت کی رائے یہ ہے کہ غزوة خندق سوال ۳۳ میں ہوا۔ اور غزوة بنی مصلط شعبان ۳ میں ہوا۔ اگرچہ غزوة خندق کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ ۳ میں ہوا۔ اور ابن خلدون نے اسی کو راجح کہا ہے لیکن ابن اثیر اور ابن کثیر اور ابن تیمیہ نے سوال ۳ میں ہی غزوة خندق کے واقع ہونے کو ترجیح دی ہے۔ ابن خلدون، ابن اثیر ابن کثیر کے نزدیک غزوة بنی مصلط شعبان ۳ میں ہوا۔ ابن تیمیہ نے اس کی تاریخ شعبان ۳ ذکر کی ہے۔ ابن کثیر نے بھی ایک قول نقل کیا ہے۔ لیکن اکثر مؤرخین کی وہی تحقیق ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ ابن خلدون نے اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے کہ اگر غزوة بنی مصلط غزوة خندق کے بعد ہو تو پھر حدیث انک میں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے درمیان جو گفتگو روایات میں مذکور ہے وہ درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ سعد بن معاذ کا انتقال غزوة خندق کے فوراً بعد ہو گیا تھا۔ اس شعبہ کا انزال ابن خلدون نے یہ کہہ کر دیا کہ سعد بن عبادہ کی سعد بن معاذ سے گفتگو نہیں ہوئی تھی بلکہ اس سعد بن حصین سے گفتگو ہوئی تھی اور جن روایات میں سعد بن معاذ کا نام ہے یہ راوی کا وہم ہے۔ وهو وهه بندي التبييه عليه انما المقاطل لسعد بن عبادة انما هو اسيد بن حصين مضامين: اگر معاشرہ کی خشیت اول ہے، گھر کے ماحول کو پاکیزہ اور مسترت بخش بنائے، بغیر ایک پاکیزہ اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

اسلام جس کا مقصد ہی انسان کے سر پر تاج کرامت رکھنا اور اس کے دامن کو سچی مسرتوں کے گلہائے

رنگ رنگ سے بھر دینا ہے، وہ معاشرہ کی اس بنیادی وحدت کو کیونکر نظر انداز کر سکتا ہے۔
 ذاتی راحت و آرام، انفرادی منفعتوں اور ذاتی مصلحتوں کی سہری زنجیریں انسانی عقل و فہم کو جس آسانی سے اپنا
 صید زنجیوں بنا لیا کرتی ہیں، یہ تاریخ انسانی کا ایک خوشگیاں المیہ ہے۔ ان کی قرآن کا ہوں پر ہی مضمون جابین ہمارا ذہن
 قابلیتیں اور زندگی سے بھر پور جو انیالیں بڑی سرد مہری اور انتہائی بے دردی سے ذبح کی جاتی رہیں۔ اس لیے گھر گھر حکم
 بنیادوں پر قائم کرنے کی ذمہ داری صرف عقل کے سپرد نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے ضروری تھا کہ قرآن کی فروزاں کی
 جوتی قبیل سے ہی زندگی کے اس اہم گوشہ کو منور کیا جاتا۔ ایک اچھی چیز کی خواہش بڑی قابل تعریف بات ہے۔
 لیکن جب تک اس کے حصول کے لیے ٹھوس عملی تدابیر نخت میار نہ کی جائیں وہ اچھی چیز معرض وجود میں نہیں آسکتی۔
 اسلام اپنے ماننے والوں کے گھروں کو زہار اور مرست بخش دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس نے اشدادات و ہدایات
 کے ساتھ ساتھ اوامر و نواہی کا ایک ایسا مربوط نظام پیش فرمایا جس کی بدولت یہ مقصد اپنی جملہ زیادتوں اور برکتوں
 کے ساتھ ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ یہ سورہ جبر انسان کی خانگی زندگی کے متعلق واضح ہدایات اور احکامات پر مشتمل ہے جس
 کا نام اللہ تعالیٰ نے التورہ پند فرمایا جو اس بات کی طرف رہنمائی کر رہا ہے کہ جس معاشرہ میں یہ نظام پوری طرح نافذ
 کیا جائے گا وہاں کا ہر گھر سچی مسترتوں کے انوار سے جگمگا رہے گا۔

اس میں دربرکت والی سورہ کا اکثر حصہ خانگی زندگی کے متعلق واضح ہدایات اور احکامات پر مشتمل ہے جس
 میں ہر مومن مرد اور مومن عورت کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے دامن عصمت کو برآوردگی سے
 پاک و صاف رکھیں، اور اس کا طریقہ یہ بتایا کہ ہر مومن مرد اور مومن عورت اپنی نگاہیں سچی رکھے اور یہ ایک حقیقت
 ہے کہ آنکھوں میں جب تک شرم و حیا ہوتی ہے انسان کے دل کی دنیا فاسد خیالات اور ناپاک نظریات کی پریش
 سے محفوظ رہتی ہے، جذبات میں سکون و اعتدال پایا جاتا ہے۔ کسی کی آبرو کی طرف ہاتھ بڑھانا تو گناہ اکھ اٹھانے
 کی سکت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن جب آنکھیں توڑ حیا سے محروم ہو جاتی ہیں، جب شرم کا پردہ چاک ہو جاتا ہے
 تو پھر پر سکون جذبات میں ایک آگ سی لگ جاتی ہے، ہمیشہ خیالات کا ایک سلاب اُمتد کر آ جاتا ہے جو
 بڑے بڑے انسانوں کو نکلوں کی طرح ببا کر لے جاتا ہے، حتیٰ کہ انھیں اپنے ظاہری تقدس کی پروا بھی نہیں رہتی۔
 بے حیا شخص صرف دوسروں کو ہی اپنے تیر ہوس کا نشانہ نہیں بناتا بلکہ وہ اپنے گھر کی فیصل میں خود شگفتاں
 لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی اگر اس کی آبرو کو خاک میں ملائیں۔

۲۔ پردہ کے ابتدائی احکام سورہ الاحزاب میں مذکور ہیں۔ یہاں اسلامی پردہ کے قواعد و ضوابط کو
 بڑی شرح و بسط سے ذکر فرمایا گیا تاکہ گھر عصمت کی آب و تاب کو ماند کرنے کی کوئی کوشش اسلامی معاشرہ میں
 پروان نہ چڑھ سکے۔ اس کی تفصیل متعلقہ آیات کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ حدیثاً یہ مسئلہ اتنا اہم اور نازک ہے کہ صرف ہدایات و ارشادات پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا بلکہ جو بے حیا

عدا و اعتدال سے تجاوز کرے گا اس کے لیے عبرتناک سزا کا قانون نافذ کیا کہ اس نابھار کو برسر عام کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ زانی کے لیے نسبت نبوی میں سنگسار کرنے کی سزا تجویز نمونی قتل کی سزا قصاص ہے لیکن اگر مقتول کے وارث چاہیں تو وہ دیت لے کر قاتل کو موت سے بچا سکتے ہیں۔ قرآن کی نظر میں ناکاہنم آنا سنگین ہے کہ اس میں نہ تو فریقین ضلع کر سکتے ہیں اور نہ صاف کر سکتے ہیں بلکہ مجرموں کو سزا دی جائے گی اور برسر عام دی جائے گی تاکہ ساری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ قرآن عصمت و ناموس کو انسانی زندگی سے بھی زیادہ اہمیت دیتا ہے جو شخص کسی کی عصمت پر حملہ آور ہو گا وہ خداوند عالم کا مجرم ہے اور خلافت الہیہ کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ اس مجرم کو سزا دے اور اس میں کسی شفقت اور نرمی کو روا نہ رکھے۔

اسی مقصد کے لیے یہ حکم بھی دیا کہ اسلامی معاشرہ میں جو غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی عورتیں ہیں، ان کی شادی کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ اگر ایسے لوگ کسی سوسائٹی میں کافی تعداد میں پائے جاتیں گے تو ان کا وجود بہت اخلاقی نظام کے لیے ایک خطرہ ہو گا کسی وقت بھی ضبط و احتیاط کا بند ٹوٹ سکتا ہے۔ اُس کے ٹوٹنے جذبات جب بے قابو ہوں گے تو کوئی پند و نصیحت کام نہیں آئے گی۔ اس لیے اسلامی معاشرہ میں ایسے عنصر کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی جو کسی وقت بھی بلا تے بے درماں ثابت ہو سکے۔

۴- اس کے علاوہ اسلام نے گھر کی چار دیواری کا بڑا احترام ملحوظ رکھا ہے۔ گھر میں بسنے والوں کے رخصت آرام کو بڑی اہمیت دی ہے بغیر اطلاع دیتے اور اجازت حاصل کیے کسی کے گھر کے اندر قدم رکھنا بلکہ اندر جھانکنا بھی ممنوع قرار دے دیا گیا ہے اور کسی کے ہاں جانے کے پورے پورے آداب سکھائے گئے ہیں تاکہ ہر شخص اپنے گھر میں آرام کر سکے اور اپنے پروگرام کے مطابق کام کر سکے۔

مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ صاحب خانہ تھیں اجازت نہ دے تو غصہ سے لال پیلے نہ ہو جاؤ اور اُس شخص پر برسر شروع نہ کرو بلکہ بڑی کشادہ دلی سے اس کی معذوری کو تسلیم کرو اور خوشی خوشی واپس چلے آؤ۔

۵- اس سورۃ میں عہد رسالت کے ایک انتہائی المناک اور رنج فرسا المیہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو تاریخ میں واقعہ انک کے نام سے مشہور ہے۔ اسلام کے دشمن اسلام کی روز افزوں ترقی اور شاندار فتوحات اور کامیابیاں دیکھ کر آتش زیر پا ہو رہے تھے۔ کھل کر مقابلہ کرنے کی جہت سلب ہو چکی تھی ان کی باطنی ثنات ہر روز نئے نئے جگا کر مسلمانوں کو پریشان کرتی رہتی تھی۔ ان کے سرغنہ عبداللہ بن ابی نے اب ایسی چال چلی جس نے قیامت برپا کر دی۔ اسلامی معاشرہ کا عضو عضو دروسے ہیچ اٹھا۔ ساری فضا میں ٹکوک و شہادت کا ایک اندھیرا چھا گیا۔ ان ظالموں نے اُس پاک ہستی کو اپنی بہیمانہ تراشی کا ہدف بنایا جس کا براہ راست تعلق پیغمبر اسلام سرور عالم رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے تھا جس کی گرواؤں بھی ہر وہاں جاؤ ہدایت کے لیے نور افشاں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خانوادہ رسالت کی عصمت و طہارت کی شہادت اپنی

زبانِ قدرت سے دی اور اس سورۃ پاک میں وہ آیتیں نازل فرمائیں جن سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور منافقین کو یقین ہو گیا کہ ان کا کوئی منصوبہ اور ان کی کوئی سازش اسلام کے شجرہ طیبہ کو اب الکی نہیں سکتی اس واقعہ کی تفصیل بھی متعلقہ آیات کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔

۶۔ آیت **اللَّهُ فَتَوَّاسَلُوا** وَالْآسَفِينَ الْآيَةَ جس سے اس سورۃ کا نام ماخوذ ہے وہ اپنی منیت اور جلالتِ شان کے باعث بڑی اہمیت کی حامل ہے اور آپ کی خصوصی توجہ اور ملاحظہ کی مستحق ہے۔
۷۔ آخر میں اس وعدہ کا ذکر فرمایا گیا جو عرش و فرش کے پروردگار نے ہر اُس قوم سے کیا ہے جو اس شانِ اعلیٰ حیات کو اپناتے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل کرے جس کا تفصیلی خاکہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ اور تاریخِ عالم گواہ ہے کہ جب غلامانِ مصطفیٰ نے اس نظام کو اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا۔ وعدہ خداوندی آج بھی جوں کا توں موجود ہے۔ اگر ہم آج بھی صدقِ دل اور حسنِ نیت سے اس کو پورا کریں گے جس طرح ہمارے اسلاف نے اسے پورا کیا تھا تو خداوند بے قدوس بھی اپنا وعدہ یقیناً پورا فرمائے گا۔ اس کا تو صاف صاف اعلان ہے، **أَوْفُوا بَعْدِي أَوْفٍ بَعْدَ كَثْرٍ** تم نے جو میرے ساتھ وعدہ کیا ہے تم اس کو پورا کرو جو میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ میں پورا کروں گا۔

اس مختصر تعارف میں اتنی گنجائش نہیں کہ سورۃ کے تمام مضامین کو اشارۃً بھی ذکر کیا جا سکے۔ چند اہم مطالب پیش خدمت ہیں۔ اگر قاری کے دل میں نوعی و شوق ہے تو آگے بڑھے اور توراہی کے اس بحر بیکراں سے اپنے دل کے جام بھر لے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ وَكَرِهُوا الْجَاهِلِيَّةَ السَّيِّئَةَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهُ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ إِنَّهُ زَكِيٌّ غَفُورٌ

سورۃ التورہ مدنی ہے اور اس کی ۶۴ آیات اور ۹ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَعَلَّكُمْ

یہ (ایک عظیم الشان) سورۃ ہے جو تمہارے لئے نازل فرمائی ہے لہذا اور تمہارے لئے فرض کیا ہے اس کے احکام کو اور تمہارے لئے آئی ہیں اس میں روشن

تَذَكُّرُونَ ۝ الْزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً

کرتیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو گے جو عورت بیکار ہو اور جو مرد بیکار ہو تو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو (سو) ڈرتے ہو

لَهُ اس سورت کا آغاز جس جلال اور تکنت سے کیا جا رہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورت اپنے مضامین اور مطالب کے لحاظ

سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آیت کے ہر لفظ سے اللہ تعالیٰ کی جلالت شان اور کبریا ئی نمایاں ہو رہی ہے۔ اس کے پڑھنے اور

سننے سے دل و دماغ پر ایک بہت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ اس کے ترجمہ پر ہی غور کریں، ارشاد ہے یہ ایسی سورت ہے جس

نے آمارا ہے منکلم اور پھر جس منکلم کے صیغہ میں جو بدبیر اور عظمت ہے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر ارشاد ہے وَ

فَرَضْنَا بَيْنَهُنَّ لِمِثْلِ مَا يَفْعَلُ ابْنُ السَّبْأِ إِذْ سَمِعَ بِأَنَّ ابْنَةَ ابْنِ مَرْثَدَةَ لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا لَمْ يُكْرَمُوا

نمائے یہ مشورہ نہیں بلکہ حکم ہے اور حکم بھی اکمل الحاکمین کا، رب العالمین کا نیز یہ حکم سب کے لیے ہے پھر فرمایا کہ تم نے ان احکام

کو قبول کر لیا ہے۔ ان میں کسی قسم کا اہتمام اور اتساع نہیں کر عمل کرنے میں دقت ہو۔

تہ آیت کے آخر میں ان احکام کے نازل کرنے کی حکمت بیان فرمادی کہ اس میں سراسر تمہارا جلا ہے تم بلکہ راست پر گامزن

ہو کر اپنی منزل کو پا لو گے۔

تہ شریعت اسلامیہ کے تعزیری قوانین میں سے ایک اہم قانون کا ذکر ہو رہا ہے۔ انسان کی جان، مال، ناموس کی حفاظت

اسلامی قوانین کا مقصد اور مقصد ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی جان کو تلف کرے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر کسی کے مال پر

دست اندازی کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی کی عزت و ناموس کو داغدار کرے تو اس کو

دو سال اور زچہ کی سزا دی جائے گی۔ اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں ان میں دو باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ مجرم کو

اس کے کیے کی سزا دی جائے۔ دوسری یہ کہ وہ لوگ جن میں جرائم کے ارتکاب کا میلان پایا جاتا ہے وہ اس خوفناک سزا سے ڈر کر

جرائم کا ارتکاب نہ کریں اور چاہیے بھی ایسا، اگر کسی سزا میں یہ دو عنصر مفقود ہیں تو اسے سزا کو ناجائز سمجھنا ہے۔ گناہ کے ارتکاب سے جلدت اور فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کے مقابلے میں اگر سزا ملے گی تو لوگ اس سزا کو خاطر میں نہیں لائیں گے اور حصول لذت کے لیے وہ جرم کا ارتکاب کرتے رہیں گے۔ اور اگر سزا میں دوسروں کے لیے عبرت کا پہلو نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ چاہتے ہی نہیں کہ اس جرم کا سدباب ہو اور کوئی اس کے نزدیک بھی نہ پھلے۔ آپ صرف خطائے کی کارروائی پوری کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اس سے سروکار نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ تو ایک تجویز کا کھیل ہوا۔ اس کے پیش نظر معاشرہ کو گناہوں سے پاک کرنا اور ان کے خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنا نہ ہوا۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ جس ملک میں اس کا پرچم لہرا رہا ہے وہاں امن ہو سکون ہو، محبت ہو، پیار ہو تاکہ وہاں کے لوگ اپنی صلاحیتوں کو بروی کار لیاں اور اصلاحی سرگرمیوں میں خراب کر سکیں، تعمیری کاموں کے لیے ان کے پاس وقت کی قلت نہ ہو، عدولت، جنڈ منافرت کے شعلے ان کے خون عافیت کو جلا کر خاکستر نہ کرتے رہیں اس لیے اس نے انسان کو جرم کی اوجھری اور غیر موثر کوششوں سے بچانے کی بجائے ایک جامع منصوبہ بنایا ہے جس پر عمل کرنے سے سوائی ان جرائم سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ سب سے پہلے اس نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں خداوند خداوجل پرایمان اور روزِ مشرکے محاسبہ کا خوف پیدا کیا اور یہ حقیقت ان کے سامنے واضح کر دی کہ جس خدا کو تم اپنا مبروہتے ہو، جو تمہارا اور سارے عالم کا خالق و مالک ہے اس نے ان اعمال کو جرم قرار دیا ہے۔ اگر تم ان کا ارتکاب کرو گے تو اس کے مجرم ہو گے اور وہ جہنم میں بھی ہے، تم اس سے اپنا کوئی عمل چھپا نہیں سکتے۔ تصنع اور بناوٹ کے گھٹیں غلاموں میں بیٹھنے کی کوئی کوشش وہاں کامیاب نہیں ہو سکتی، تم اپنے خونِ نیت یا مجبوری کو کہتے ہو مگر میرا یہ بیان کہ تم اسے فریب نہیں دے سکتے، وہ تمہارے اعمال، ان اعمال کے محرکات اور عوامل سے خوب آگاہ ہے اور قیامت کے دن تم اپنے ان اعمال کی جواب دہی کے لیے اس کی بارگاہ میں ضرور پیش کیے جاؤ گے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کا نظامِ شریعت ایسا نہیں جو انسان کے فطری تقاضوں سے ہر وقت بدتر ہو بلکہ جو انسانی فطرت کے تقاضوں کا خالق ہے اور ان تقاضوں کی تکمیل میں بڑی بڑی محنتیں ہیں اس لیے اس نے ان کی تکمیل کے تمام جائز و مناسب اور خوبصورت طریقوں کو جائز قرار دیا ہے۔ فطری تقاضوں کی تکمیل کے جائز طریقوں کے ہوتے ہوئے جو شخص غلط راستہ اختیار کرتا ہے اسے وہ سزا دیتا ہے اور سزا بھی ایسی ہی جس سے اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کر کے اس نے اپنے ساتھ سزا زیادتی کی ہے بلکہ دیکھنے اور سننے والوں کو بھی ایسی عبرت ہوتی ہے کہ وہ اس کے ارتکاب کی جسارت نہ فرمادہ ہی کیا کہتے ہیں وہ متعدد اعمال جن کے ارتکاب کو اسلام نے جرم قرار دیا ہے ان میں زنا بھی ہے۔ قرآن کریم نے ایک دوسری آیت میں اس کی ممانعت کی حکمت بڑے طبع انداز میں صرف دو لفظوں میں بیان کر دی "لا تقربوا الزانی اِنَّہ کان فاحشاً و مآء سبیلاً" یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ بڑی بے حیائی ہے اور یہ راستہ بہت بُرا ہے یعنی تمہیں اس فعل بد سے ہم اس لیے نہیں روک رہے کہ تم لطف نہ اٹھاؤ، تمہاری زندگی کا دامن سترتوں سے خالی رہے بلکہ اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے یہ فعل مجتہم ہے حیاتی ہے، اگر تم اس کا ارتکاب کرو گے تو شرم و حیا کی قوت جو تمہیں ہر بُرے کام سے، ہر ذلیل حرکت سے ہر

غلاب مرزوق اقدام سے روکتی ہے بلکہ گناہوں اور بدکاریوں کے سیلاب کے سامنے سدکنڈری بن کر کھڑی ہو جاتی ہے وہ کمزور پڑ جائے گی، وہ بیمار ہو جائے گی حتیٰ کہ وہ دم توڑ دے گی۔ اور جب یہ قوت فنا ہو جائے گی تو غربت و محنت کا جنازہ نکل جائے گا پھر اگر کوئی یہ فعل شیع جس کے لٹوڑے سے ہی تم کا پٹ اٹھتے ہو تمہاری موی بہن، بلکہ مٹی کے ساتھ بھی کوسے کا تو تم اسے کوئی اہمیت نہ دو گے۔ یورپ، امریکہ اور ان سے متاثر ہونے والے ملکوں میں کیا ہو رہا ہے، ترس گاہوں میں لوگ اپنی آنکھوں سے اپنی بیہوشیوں کو دوسروں کے آغوش میں دیکھتے ہیں اور شس سے مس نہیں ہوتے بلکہ وہ دیورٹ فخر سے اترا رہے ہوتے ہیں اور داد دے رہے ہوتے ہیں۔

ممکن ہے کسی مسخ شدہ ذہن والے آدمی کے نزدیک اخلاق عالیہ کی یہ گراں بہا قدیں کوئی اہمیت نہ رکھتی ہوں وہ محض انھیں قدامت پرستی اور جنت پسندی کی علامت قرار دیتا ہو لیکن تسلو سبیلو ذمینی بہت برار استہ افکار ایسے کند ذہن کو بھی حقائق کی نمینوں، اعمال کی بے رحمیوں اور واقعات کی سنگینیوں کے زور پر کھڑا کر دیا یعنی یہ راستہ ہی بہت برار استہ ہے چند نموں کی غالی اور جوئی مرست کے لیے انسان اپنی صحت کو کن خطرات سے دوچار کر دیتا ہے۔ آتشک، سوزاک وغیرہ مرزوقی امراض کس کا کرشمہ ہیں۔ یہ تحائف کون دیتا ہے اور کسے دیتا ہے۔ وہ عورت جو مرد کی شہرت رانی کا شکار ہوتی ہے اسے اگر حمل ٹھہر گیا تو وہ کہاں سر چھپائے گی حمل گرانے کی صورت میں وہ اپنی جان بھی کھو سکتی ہے۔ جہنمے مانا کہ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں ایسے ہسپتال اور کلینک موجود ہیں جو استفاہ عمل کی خدمت انجام دیتے ہیں اور ایسی پناہ گاہیں بھی موجود ہیں جہاں غیر شادی شدہ ماؤں کو پناہ مل جاتی ہے لیکن کیا سراسٹی میں انھیں کوئی قابل احترام مقام نصیب ہو سکتا ہے۔ جہنمے مانا کہ ان دونوں نے اپنے کیے کی سزا پائی لیکن وہ بچے جو اس طرح پیدا ہوتے ہیں ان کا کیا قصور؟ اس ہوس کار باپ نے بھی ان سے انھیں پھیر لیں۔ ماں بھی ایسے کسی محتاج خانے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ نہ ان کو ماں کا آغوش محبت نصیب ہوا نہ باپ کا نکل مالمفت۔ یہ محرومیاں ان کو روز میں کیوں ملیں۔ یہ سزا انھیں کس گناہ کی مل رہی ہے، کیا ان بچوں کے اذہان متاثر نہیں ہوتے۔

چند ماہ ہوئے امریکہ کی ایک خاتون کو ریگنی ویاں اس نے بے شمار ایسے مصوم بچے دیکھے جن کی مائیں تو کوریا کی تھیں لیکن ان کے باپ امریکہ کے وہ سپاہی تھے جو کوریا کی جنگ میں اہل کوریا کی مدد کے لیے تشریف لائے تھے۔ وہ کوریا والوں کو کیڑوں کی غلامی سے چھڑانے آئے تھے وہ انھیں ہمووریت کی بالادستی کا سبق ازبر کرانے آئے تھے۔ وہ سبق تو انھیں ازبر ہوا یا نہیں البتہ یہ ضرور ہو گا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کورین دشمنز امین ان کے ڈالروں کی جھنکار سے سوز ہو کر یا جنگ کی لانی ہوئی محرومیوں اور فاقوں سے مجبور ہو کر اپنی صحت کی دولت کٹا میٹھیں اور ان کے مہربان امریکی طبیعت انھیں حرامی بچوں کا ایک لشکر بجا رہے گئے۔ خود تو وہ اپنے وطن واپس چلے گئے اور وہ مصوم بچے اپنے ظالم، جفا کار اور مظلوم چشم پاروں اور غربت زدہ ماؤں کی منقارست کے صدمے برداشت کرنے کے لیے کوریا میں رہ گئے اور وہ اب تک وہاں کے گلی کوچوں میں دھکے کھا رہے ہیں، ان کا کوئی پڑبان حال نہیں۔ امریکہ کی اس خاتون نے جب یہ حال دیکھا تو رحم کی ایک زونے اسے اپنی پیٹ میں لے لیا اور اس نے تلہ کر کے اخبارات میں ایک اپیل شائع کی کہ ان بچوں کی سرپرستی کے لیے امریکہ کے دولت مند چندہ دیں، لاکھوں ڈالر چندہ ہوا انبیا

میں امریکہ کی غریب پروری اور انسانیت نوازی کی تشبیہ ہوئی اور خوب تشبیہ ثبوتی لیکن ذرا سوچیے ان لاکھوں بچوں میں سے اگر ہزار دو ہزار بچے کفالت میں لے بھی لیے گئے تو کیا یہ مسئلہ حل ہو گیا؟ باقی رہ جانے والے بچوں کے دکھ کا مداوا اور روز و کا درماں ہو گیا؟ ان کفالت میں لیے جانے والے بچوں کو ماں کا پیار اور باپ کی محبت بھی مل گئی؟ وہ عمر مر اس جنگ مر آرائی کے بجائے اگر اپنے پیوتوں کو شرم و حیا کا درس دیتی اور اس فعل شنیع سے باز آنے کی تلقین کرتی تو کیا یہ اچھا نہ ہوتا۔ آگ لگا کر اسے بجھانے کی ناکام کوشش سے کیا یہ بہتر نہیں کہ آگ لگانے کی حماقت ہی نہ کی جائے۔ وصالہً سنیڈا کے الفاظ کتنے جامع ہیں۔ آپ ان افراد ان فنانوں اور قوموں کا جتنی گہری نظر سے تجزیہ کریں گے آپ کے سامنے ہر ناک حقائق بے نقاب ہوتے چلے جائیں گے۔

آپ بڑے فراخ دل، مغربیت زدہ اور قدرت پسند ہونے کے باوجود کانپ جاتیں گے لڑ جائیں گے۔ دوسری جنگ عظیم میں امریکہ کے سپاہی اپنے دوست ملک برطانیہ کی مدد کے لیے تشریف لائے تھے وہ چند سال برطانیہ میں ٹھہرے اور جب گئے تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ستر ہزار ۶۰۰۰۰۰ حرامی بچے چھوڑ کر گئے۔ اس کے علاوہ جو بیسی اصلاح بیماریاں انھوں نے ایک دوسرے کو بطور تحفہ دی ہوں گی ان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

یہ درست ہے کہ آپ اپنے قانون ساز اداروں کے ذریعہ ایک فعل کو جرائم کی فہرست سے نکال سکتے ہیں مگر آج تک وہ حرام اور ممنوع رہا ہے تو آپ ایک بل پاس کر کے اسے جائز قرار دے سکتے ہیں لیکن کیا کسی قانون ساز ادارہ میں یہ طاقت ہے کہ ان جرائم کو جن میں اب قانون کی سند مل گئی ہے ان کے بڑے نتائج اور حواقب سے لگا کر سکے منرب کے بیشتر ممالک میں اگر کوئی غیر شادی شدہ مرد یا عورت اپنی مرضی سے اس فعل شنیع کا ارتکاب کرے تو وہاں کے ملکی قانون کی رو سے یہ مجرم نہیں۔ آپ انہیں کوئی سزا نہیں دیں گے لیکن کیا قدرت کی گرفت سے بھی کوئی انہیں بچا سکتا ہے؟ قدرت کی گرفت کے مختلف انداز میں جن میں سے بعض کا ذکر اوپر ہوا۔ کیا قدرت کا بے لاگ قانون انہیں مختلف قسم کے گنجلوں میں کس نہیں رہا؟ یورپ کے بعض ملکوں میں حرامی بچوں کی شرح پیدائش ساٹھ فی صد سے بھی متجاوز ہو گئی ہے اور کنواری ماؤں میں ہر شہر یا اضلاع ہو رہا ہے۔ علاقوں کی کثرت ہے، گھروں میں سکون کی دولت نہیں ملتی، میاں بیوی میں اعتماد و نفوذ ہے، میاں بیوی میں وہ سچی محبت جس کے ہم یہاں ٹھوگر ہیں جس کی وجہ سے میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے قربانی اور ایثار کی حیران کن مثالیں قائم کرتے ہیں اس کا وہاں نام و نشان تک نہیں۔ برداشت اور ایثار کا جذبہ ختم ہو چکا ہے۔ کوئی بات کسی کی مرضی کے خلاف ہو گئی جسے طلاق حاصل کرنی خود بخود فرماتی ہے مگر معاشرہ کی خشت اول ہے۔ یہ وہ محکم اساس ہے جس پر معاشرہ کا عمل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ بنیاد ہی کمزور ہوگی تو صحت مند معاشرہ کیسے تعمیر ہوگا۔

اس لیے جب آپ شریعت اسلامی کا مطالعہ فرمائیں تو ازراہ خدا بھوکے ہوئے جذبات کی زد میں بیٹے ہوئے مرحوبیت کے احساس کے زیر اثر ہو کر نہ کیا کریں بلکہ ان تمام چیزوں سے بلند ہو کر کیا کریں۔ بیشک آپ جذبہ عقیدت کو بالائے طاق رکھیں لیکن حقیقت کا دامن تو کسی کے کہنے یا بھانسنے سے نہ چھوڑ دیا کریں۔ اسلام دین فطرت ہے، اس کی حقیقت پسندی جب آپ کے سامنے عیاں ہوگی تو اس کا خشن خود ہی آپ کو مسحور کرے گا۔

اسلام نے جن چیزوں کے بحال لانے کا حکم دیا ہے ان میں ہمارا، ہماری قوم کا بلکہ ساری انسانیت کا بھلا ہے اور جن چیزوں سے رکھا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس میں ہمارا، ہماری قوم کا اور ساری انسانیت کا نقصان ہے کیونکہ یہ زمین ابدان کے لیے ہے اس لیے کہی ایسا وقت نہیں آسکتا کہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو جائیں یا ان پر ترتیب بنو جائے۔ تصانیف تمام ہو جائیں۔ یورپ کے کئی ممالک میں شراب پینا اور خراکین کا قانوناً جائز ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہاں شراب پینے اور خراکین لینے سے وہ مضرتیں ٹرے وہ پیر نہیں ہوتیں جن کے باعث شراب و خراکین کو ممنوع قرار دیا گیا تھا بلکہ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے حکومت کو بہت بڑی آمدنی ہوتی ہے۔ اور اگر ان چیزوں کو ممنوع قرار دیا جائے تو حکومت اس آمدنی سے محروم ہو جائے گی۔

جب جرائم اور قبائح کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر ہی الگ ہے تو ان کے انہاد کے لیے اسلام کا طریقہ کار اگر دیگر اقوام سے الگ ہو تو اس میں قطعاً کوئی حیرت نہیں، مجرم کے ساتھ ایسی مہربانی اور شفقت جو دوسرے بے شمار لوگوں کو مجرم کے ارتکاب پر جبری کر دے اس سے وہ سختی بہتر ہے جو مجرم سے وہ ہمت چھین لے کہ وہ دوبارہ اس کا ارتکاب کر سکے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ایسی دہشت اور خوف پیدا کر دے کہ کسی کے دل میں اس جرم کے ارتکاب کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ زنا کا فعل قبیح چونکہ گونا گوں ایسی ہی لازمی اور معتدی خرابیوں کا سرچشمہ تھا۔ اس لیے اسلام نے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ اگرچہ قانون اسلام کو معتدل ہونے سے عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ شرم و حیا کی اس پاد رکھنا کرنا کر کے کی بڑی مشکل کوششیں بھی شروع ہیں۔ لیکن اپنے منہ سے والوں کے دلوں میں اسلام نے جو نفرت اس سے پیدا کر دی ہے اس کے باعث اس فعل شین کا ارتکاب نسبتاً بہت ہی کم ہے۔ چند منہ شدہ گروں کے علاوہ سارے ملک میں عصمت و عفت کا مقام بہت ہی بلند ہے۔

یہ عرض کرنے کے بعد اب بدکار عورت اور بدکار مرد کے لیے اسلام نے جو سزا تجویز کی ہے اس کو مختصر آپشن کرتا ہوں انہیں آپ ابتدائی معلومات ہی خیال فرمائیں تفصیلات کے لیے کتب نفسی کی طرف رجوع کریں۔ یہاں اتنی گفتگو نہیں کہ اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کو بالتفصیل پیش کیا جاسکے۔

زانی مرد اور زانیہ عورت کو شریعت نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے اور اسی تقسیم کے پیش نظر ان کی سزائوں میں تفاوت ہے۔

۱۔ غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی شدہ عورت۔

۲۔ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت۔

زانیہ جاہلیت میں دیگر قباحتوں کے ساتھ ساتھ زنا کا رواج بھی عام تھا اور اس کا ارتکاب بے دھڑک کیا جاتا تھا۔ پیشہ و عورتیں بڑے شٹاٹھ سے اپنی دکانیں سجاتی تھیں، اونچے اونچے جھنڈے ان کے مکانوں پر لہرایا کرتے تھے۔ انہیں اور ان کے پاس آنے والوں کو قطعاً حجاب معلوم نہ ہوتا تھا۔ کان فی ذالک الزمان نہ فی النساء و ناس و کان لاهام العروب و بغایا الوقت، آیات و کن مجاہدات بذالک (قطبی)

اسلام جو انسان کو زنا سے نکالنے کے لیے آیا تھا وہ اس کو کیسے گوارا کرتا۔ چنانچہ

سورة الفرقان جو کہ کتر میں نازل ہوئی اس میں اہل ایمان کی دیگر صفات کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا گیا کہ وہ ننا کا ارتکاب نہیں کرتے۔
 "ولا یذنبون" اور سورة المتسننہ میں جہاں عورتوں کے مشرت باسلام ہونے اور سعیت کرنے کا ذکر ہے وہاں ان سے یہ وعدہ بھی
 لیا جاتا ہے کہ وہ لا یذنبین کہ وہ آئندہ زنا نہیں کریں گی۔ یاد رہے کہ سورة المتسننہ بھی مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ یہ تو روحانی اور اخلاقی
 تربیت تھی جس کی امتین ہر اسلام قبول کرنے والے کو پہلے دن ہی کی جاتی اور اس سے یہ وعدہ لیا جاتا جس کی پابندی اس پر
 ضروری ہوتی۔

اس جرمِ شنیع کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق جو حکم نازل ہوا وہ سورة نسا کی آیت ۳۵ میں مذکور ہے کہ شادی
 شدہ عورت اگر اس جرم کا ارتکاب کرے تو اسے گھر میں جموں کر دو، یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا حکم نازل
 کرے۔ "فاما سکون فی البیوت حتی یتوفعن الموت اذ یجعل اللہ لہن سبیلاً" اور غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے
 لیے ابتدا میں یہ سنرا تجویز کی گئی کہ انھیں لعنت ملامت کی جائے اور نوب ازیت دی جائے۔ "واللذان یاتاننا منکم
 فاذ وہما" کچھ عرصہ اسی حکم کے مطابق عمل ہوتا رہا پھر پانچ یا چھ ہجری میں جب سورة النور نازل ہوئی تو یہ حکم نافذ ہوا کہ
 زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو کوڑے لگاتے جاتیں ساری امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوة و سلام کا اس پر
 اتفاق ہے کہ یہ سنرا غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے ہے۔ شادی شدہ مرد اور عورت کی سنرا یہ ہے کہ اسے رجم کر دیا
 جائے یعنی اس پر اتنے پتھر برسائے جاتیں کہ وہ مر جائے۔ صرف خوارج کا یہ قول ہے کہ سو کوڑوں کی سنرا ہر زانی اور زانیہ
 کے لیے ہے۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ انھوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہاں
 مطلق زانی اور زانیہ کی یہ سنرا مقرر کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں جن روایات سے رجم کی سنرا کا ثبوت ہوتا ہے وہ قرآن کریم کی
 مختص یا ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ قدیم خوارج کے علاوہ اس زمانہ کے جدید خوارج کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی خدمت میں مختصراً
 اتنی گزارش ہے کہ رجم اخبار امارت سے نہیں بلکہ اماریت متواترہ سے ثابت ہے۔ حضور سرور عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
 آلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد بھی متعدد بار رجم کی سنرا دی جن کی تفصیل کتب اماریت میں مذکور ہے۔ حضرت
 ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سب نے اپنے اپنے عہد خلافت میں شادی شدہ زانی
 اور زانیہ کو رجم کیا۔ ایک معمولی کچھ کا انسان بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کا مفہوم قدیم و جدید خوارج
 سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر حال بہتر سمجھتے تھے اور حضور کے خلفاء راشدین جن کی زندگی کا ہر لمحہ امانت دین میں صرف
 ہوا وہ قطعاً کوئی ایسا کام کرنے کے لیے تیار نہ تھے جس سے فرمان الہی کی خلاف ورزی ہو۔ اس واضح تعامل کے باوجود شادی
 شدہ کے لیے رجم کا انکار کرنا کھلی ہوئی نیا دہی ہے اور اس کا ارتکاب صرف خارجی ہی کر سکتے ہیں۔

۲۔ ثبوت زنا: اس کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ اقرار، ۲۔ شہادت

کیونکہ یہ بہت گھناؤنا جرم ہے، اس سے انسان کی عزت و آبرو جو اس کی متاع گراں بہا ہے، متاثر ہوتی ہے نیز

اس کی سزا بھی از حد سنگین ہے اس لیے اس جرم کو ثابت کرنے کے لیے بڑی امتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے جس اقرار سے یہ جرم ثابت ہوتا ہے اس کی ضرورت یہ ہے کہ اس فعل کا ارتکاب کرنے والا امام یا نائب امام کے سامنے چار مرتبہ صاف الفاظ میں اقرار کرے کہ اس نے یہ فعل شنید کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب ماعز بن مالک اسلی نے آکر یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک فرمائیے، میں نے نہ کیا ہے تو حضور نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: **وَجِئكَ اِنْجَعًا فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُغْفَبُ لِيْهِ**۔ اے جوان واپس چلا جا اور توبہ و استغفار کر۔ اُس نے پھر سامنے ہو کر یہی کہا حضور نے پھر منہ پھیر لیا۔ تیسری مرتبہ بھی اس نے اقرار کیا۔ حضرت صدیق ثانی نے اُسے متنبہ کیا کہ اب اگر چوتھی بار تو نے ایسا ہی کیا تو مجھے رجم کر دیا جائیگا لیکن وہ باز نہ آیا اور چوتھی مرتبہ بھی وہی الفاظ کہہ دیتے۔ اب حضور اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: **لَعَلَّكَ قَبْلَتْ اَذْ غَمَزَتْ اَوْ نَطَوَتْ**۔ شاید تو نے فقط بوسہ لیا جو یا نظر بازی کی ہو لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ حضور نے فرمایا: **اَبِكْ جَنَدِيْنَ** قال لا کیا تو جنوں تو نہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تو شادی شدہ ہے؟ اُس نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آخر میں حضور نے فرمایا: **اِذْ هَبْكَ اِبْدَ فَاَسْجَمُوْا**۔ اسے لے جاؤ اور جسم کرو۔

شہادت: شہادت میں بھی مددِ جہ کی امتیاط رکھی گئی ہے۔ چار ایسے مرد گواہ ہونے چاہئیں جو مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد اور عادل ہوں جن کی صداقت اور دیانت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو اور گواہی بھی اس طرح دیں کہ انھوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالتِ مباشرت میں دیکھا ہے کالسبیل فی المکاحلۃ والرشاد فی البیوڑ یعنی جس طرح سرمد دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی، اگر گواہوں کی گواہی میں جگہ، وقت، مزنیہ وغیرہ امور کے متعلق اختلاف پایا جائے تو گواہی مرد و عورت کی اور مرد نہ لگائی جاسکتی گی۔

اثباتِ زنا کے لیے اتنی سختی اور امتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت کو لوگوں کو سزا دینے کا شوق نہیں تاکہ جہاں کہیں کسی نے سخت نمائی کر دی وہاں کوڑے برسے گئے اور لہو پھینے لگا۔ یاد رکھنا کہ یہاں پتے ہی پتہ ہمارا مار کر ہٹا کر دیا۔ یہ سزا ایک انتہائی اقدام ہے جو صرف ایسے شخص کے خلاف ہی کیا جائے گا جس کے دل میں نہ خدا کا خوف ہے نہ قیامت کا ڈر ہے، نہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کا پاس ہے، اور نہ اسے سوسائٹی میں رسوا اور ذلیل ہونے کا کوئی اندیشہ ہے۔ اس نے یہ کام اس طرح کیا کہ چار آدمیوں نے اُسے عین حالتِ مباشرت میں دیکھ لیا نیز شریعت نے یہ بھی ضروری قرار نہیں دیا کہ جو شخص تنہائی میں چھپ کر یہ کام کر بیٹھے وہ ضرور عدالت میں حاضر ہو کر اس کا اعتراف کرے۔ گواہوں پر بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے خلاف ضرور جا کر گواہی دیں بلکہ اسے چاہیے کہ خود بھی اپنا پروردہ فاش نہ کرے اور گواہوں کے لیے بھی یہ بہتر ہے کہ وہ اس کی پروردہ ہی نہ کریں۔ حدیثِ پاک میں ہے: **مَنْ اَتَى شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْقَاذِرَاتِ فَلَيْسَتْ رِسْوَةً لِّلّٰهِ فَاِنْ اَبْدَى لَنَا صَفْحَتَهُ اَقْبَمْنَا عَلَيْهِ كِتَابَ اللّٰهِ رَا حُكَامَ الْقُرْآنِ** یعنی جس کسی سے اس قسم کا گندہ فعل صادر ہو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پروردے کو فاش نہ کرے اور جو شخص چار سے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا ہم اس پر حکم الہی ضرور جاری کریں گے۔ ہزال بن معین جس نے ماعز کو بارگاہِ رسالت میں اس جرم کا اقرار

جَلَدَةٌ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

اور نہ آتے تھیں ان دونوں پر (ذرا) نرم سے اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں اگر تم ایمان

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَهِدْ عَدَاِبَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ

رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر اور چاہیے کہ شاہدہ کرے دونوں کی سزا کو اہل ایمان کا ایک

کرنے کے لیے بھیجتا۔ حضور نے فرمایا لو مستترہ بشو بک کان خیرا لک اگر تو اسے اپنے کپڑے میں ڈھانپ لیتا تو تیرے لیے بہتر ہوتا لیکن اگر یہ چیز ہلکے وقت کے سامنے پیش کر دی جاوے اور اقرار یا شہادت سے پائیے شہادت کو پہنچ جائے تو پھر حاکم کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مدعا قائم نہ کرے۔ تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد قد وجب (ابو داؤد نسائی، آپس میں عدول سے دو گزر کرتے رہو لیکن جب وہ حد مجھ تک پہنچ جائے گی تو پھر اس کا نفاذ ضروری ہو جائے گا۔

نیز یہ جرم قابلِ مصالحت نہیں کہ کچھ مصادفہ دے کر قصہ ختم کر دیا جائے۔ ایک لڑکا کسی آدمی کے ہاں کام کرتا تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی۔ لڑکے کے باپ نے سوکھریاں اور ایک لونڈی اس کے خاوند کو دے کر راضی کر لیا لیکن جب مقدمہ بارگاہِ نبوت میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا امانکم وجارتکم فودع علیک۔ وہ تیری بکریاں اور تیری لونڈی تجھے واپس کر دی جائے گی اور تیرے لڑکے پر حد لگے گی۔

جس کوئی کے ساتھ مارا جائے وہ مزید نعت جو مزید اور دم اور حد جسم کے ایک حصہ پر ہی نہ لگائی جائے بلکہ منہ، سر اور شرمگاہ کے علاوہ جسم کے مختلف حصوں پر لگائی جائے۔

سے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جس نے حد میں کمی کی ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا لے فعلت ذالک، تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا رحمة لعلبادک تیرے بندوں پر رحمت اور شفقت کے لیے۔ اسے کہا جائے گا ائت اسرحم بھرمعنی کیا تو مجھ سے زیادہ ان پر رحم کرنے والا ہے؟ فیومریبہ الی النار۔ اسے دوزخ میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے گا پھر ایسے حاکم کو بارگاہِ الہی میں پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے ایک کوڑا زیادہ مارا ہوگا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ائت احکم بہ منی فیومریبہ الی النار کیا تو مجھ سے زیادہ حکم کرنے والا ہے۔ پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم صادر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ احکامِ خداوندی کی صحیح طور پر تعمیل میں ہی ہماری فلاح ہے۔ اپنی خود ساختہ مصلحتوں کے پیش نظر ان میں کمی یا زیادتی کرنا خطرناک نتائج کا باعث ہوتا ہے۔ جہاں بھی حد و حد کے قیام میں تساہل کیا گیا، جرائم میں ہوشربا اضافہ ہوا، قتل کی وارداتوں میں آتے دن جو زیادتی ہو رہی ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہی فعلِ مذموم ہے۔ جب اس کی دادرسی

المؤمنين ۵ الذانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة و الزانیة

گروہ ۵ زانی شادی نہیں کرتا مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرک کے ساتھ اور زانیہ

لا ینکحها الا زان او مشرک و حرّم ذلک علی المؤمنین ۶

نہیں نکاح کرتا اس کے ساتھ مگر زانی یا مشرک ۵ اور حرام کر دیا گیا ہے یہ اہل ایمان پر ۶

نہیں ہوتی جس کی عصمت لوٹ لی گئی ہو تو خوش غرض سے مغلوب ہو کر خود اتقام لینے کے لیے آگے بڑھتا ہے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دیتا ہے اس لیے رافت اور مہربانی یہ نہیں کہ ایک جان بچانے کے لیے بیسیوں جانیں تلف کرنے کا روزانہ کھول دیا جائے۔

۵ کبیر تک اس سزا کا ایک اہم مقصد دوسروں کو عبرت دلانا ہے اس لیے حکم دیا کہ یہ مذموم عام میں قائم کی جائے تاکہ عام لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور محنت رہیں جب کوئی شخص مذموم کرنے کے باعث مر جائے تو اس کی آتش کی تبدیل اور ترمیم نہیں کی جائے گی بلکہ عام مسلمانوں کی طرف سے غسل دیا جائے گا کفن پھنایا جائے گا، نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اذامات فی الحدیث و یکتف و ینکف و یدفن فی مقابر المسلمین (تفسیر کبیر)

۵ اس آیت کا منہم سمیعے میں لوگوں کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر اس کے شان نزول کو پیش نظر رکھا جائے تو مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت مرثد کا یہ دستور تھا کہ مشرکین تک کے پاس جو مسلمان قیدی ہوتے یہ رات کی تاریکی میں وہاں جاتے اور کسی نہ کسی طرح سے انہیں کفار کی اسیری سے نکال لاتے اسی سلسلے میں وہ ایک دفعہ نکل گئے، چاندنی رات تھی ایک مکان کے سایہ میں کٹے بیٹھے تھے کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اتفاقاً عناق نامی ایک عورت جس سے زمانہ جاہلیت میں ان کے بڑے تعلقات تھے وہ ادھر آنکلی اس نے جب ایک منجھک سایہ دیکھا تو اور نزدیک آگئی اور انہیں پہچان لیا پوچھا شہ ہوا انہوں نے کہا ہاں اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اہلاً و عرحاً خوش آمدید کہتی ہوئی آگے بڑھی کہنے لگی ہلقتہ فبت عندنا اللیل، آؤ آج رات ہمارے پاس گزارو۔ میں نے کہا یا عناق حرم اللہ تعالیٰ الزنا: اسے عناق اللہ نے ناکو حرام کر دیا ہے میں اب تمہارے پاس شب باشی کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس نے اسی وقت شور مچانا شروع کر دیا لوگوں کو جاگو یہ ہے وہ شخص جو تمہارے قیدیوں کو چوری چھپے اٹھا کر لے جاتا ہے، اسے پکڑو۔ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ آؤ آؤ میوں نے میرا تعاقب شروع کیا میں ایک غار میں جا کر چھپ گیا۔ وہ اس غار کے دہانہ تک آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ واپس لوٹ گئے جب وہ چلے گئے تو میں پھر اپنے کام کے لیے نکل واپس آیا اور جس آدمی کو رہا کرنے کے لیے میں آیا تھا اسے کسی نہ کسی طرح میں نکالنے میں کامیاب ہو گیا اور اسے اپنے ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ ہجرت کیا۔ باگاہ رسالت میں حاضر ہو کر میں نے سارا ماجرا بیان کیا پھر عرض کی یا رسول اللہ انک عناق اجازت ہو تو عناق سے نکاح کر لوں، حضور خاموش رہے۔ کچھ دیر بعد یہ آیت نازل ہوئی حضور

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءِ

اور وہ لوگ جو عورتوں پر ، پھر وہ نہ پیش کر سکیں چار گواہ

نے مجھے بلایا اور حکم الہی پڑھ کر سنایا۔

اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ زانیہ سے مراد پیشہ ور عورت ہے کوئی غیرت مند انسان ایسی عورت کو اپنے نکاح میں لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور زانیہ سے مراد بھی وہی مرد ہے جو اس فعل کے ارتکاب میں شہرت رکھتا ہو اور شرم و حیا کی بنا پر اس نے آثار کریمینک دی ہو۔ ایسے شخص کو بھی کوئی مومن عورت اپنا خاندان بنانے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی۔ یہاں صیغہ نفی کا ہے لیکن معنی نہی کا۔ فلا ینکح کا معنی یہ ہو گا لا ینکح بدہ ان ینکح یعنی پیشہ ور زانیہ کے ساتھ نکاح کرنا مومن کی شان کے لائق نہیں جس طرح کہا جاتا ہے السلطان لا ینکذب ای لا ینکذب بدہ ان ینکذب یعنی بادشاہ کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مجھوٹ بولے۔ ایک شاعر کہتا ہے ۔

وتجتنب الاسود ورو دماء اذا کان الکلاب یلغ فیہ

یعنی شیروں کے لیے ایسی جگہ سے پانی پینا مناسب نہیں جہاں گتے آکر منہ ڈالتے ہوں۔

اس آیت کا ایک مفہوم حضرت علامہ پانی پتی نے ذکر کیا فرماتے ہیں ۔

السعی ان الزانی لاجل فسقہ لا یوغب غالباً فی نکاح الصالحات والزانیۃ لا یوغب فیہا الصالحاء فان

المشاکلۃ علۃ الالفۃ (منظہری)۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ زانیہ اپنے فسق و فجور کے باعث صالحہ عورت سے نکاح کرنے کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ اسی طرح نیک مرد بھی زانیہ سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ طبیعتوں کی مناسبت باہمی آفت و محبت کی علت ہے جہاں طبیعتوں میں تضاد ہوگا وہاں باہمی آفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نفی اپنے حقیقی معنی پر ہی محمول ہوگی

یعنی بدکار پیشہ ور عورت سے نکاح اس کے توبہ کرنے سے پہلے جائز نہیں۔ اسی طرح جو مرد اس قماش کا ہو اس

کی اصلاح احوال سے پہلے کسی عقیقہ کو اس کے رشتہ نکاح میں باندھ دینا سراسر ظلم اور بے انصافی ہے۔

شہ زنا کا جرم اسلامی معاشرہ میں ناقابل برداشت ہے۔ جو شخص اس کا مرتکب ہوگا اس کے لیے ایسی عبرتناک سزا مقرر کی گئی ہے جو کسی دوسرے گناہ پر نہیں دی جاتی۔ اسی طرح زنا کا غلط بہتان لگانا بھی انتہائی سنگین جرم ہے۔ جو شخص کسی پاکدامن اور عقیق عورت پر ایسی پاکباز عصمت شمار مرد پر یہ الزام لگانے کا اسے معمولی بات خیال کر کے نظر انداز نہیں کر دیا جائیگا بلکہ اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ پیش کرے اور اگر وہ چار گواہ پیش نہیں کرے گا تو اسے اتنی دوسے لگانے جائیں گے تا کہ ہر شخص کو پتہ چل جائے کہ کسی کی عزت و ناموس پر غلط الزام لگانا مذاق نہیں ہے۔

آیت کے کلمات میں ایک مرتبہ پھر غور فرمائیے۔ یرمؤن کا معنی توہمت لگانا ہے لیکن یہاں اس سے مراد خاص زنا

فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا

ترجمہ: ان کو تہمت لگانے والوں کو اتنی دت سے اور نہ قبول کرنا ان کی کوئی گواہی ہمیشہ کے لیے ہے۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَ

اور وہی لوگ فاسق ہیں مگر ان میں سے وہ لوگ جو توبہ کر لیں ایسا بہتان لگانے کے بعد اور

اصْدَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ

اپنی اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ سزا اور وہ (خاوند) جو تہمت لگائے ہیں اپنی بیویوں

کی تہمت ہے وہ بھی صریح الفاظ میں جیسے کہے زینب یا یازانی۔ المصنعات سے مراد پاکدامن عورتیں ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کسی مرد پر یہ بہتان لگایا جائے گا تو بائز پیش ہوگی بلکہ مرد اور عورت کا مکمل یکساں ہے۔ یہاں فقط مصنعات کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اس میں الزام ایک عورت پر ہی لگایا گیا تھا۔ لیکن مرد پر بہتان لگانے کا حکم جماعاً آخرت سے ثابت ہے۔ لفظ مصنعات کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ربانی جی لکھتے ہیں: المراد بالاحصان باجماع العلماء ان یکون حراً عاقلاً بالغاً مسلماً عقیفاً غیر متہماً بالزنا؛ یعنی اس بلکہ احصان کا معنی یہ ہے کہ جس پر الزام لگایا جا رہا ہے وہ آزاد، عاقل، بالغ، مسلم، عقیف ہو اور اس پر زنا کی تہمت کبھی نہ لگائی گئی ہو۔

۱۔ ایسے لوگوں کو تین سزاؤں دی جائیں گی:

۱۔ انہیں اتنی کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲۔ آٹھ ماہ مالی حقوق میں ان کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی۔

۳۔ انہیں فاسق قرار دیا جائے گا۔

سزا اگر کوئی شخص بہتان لگانے کے بعد توبہ کرے گا تو خدا تعالیٰ اس سے ساقط نہیں ہوگی۔ البتہ اس کے فسق سے جو عذاب اسے روز قیامت دیا جائے والا تھوڑا سا مٹا کر دیا جائے گا۔ توبہ کے بعد کیا اس کی گواہی منظور ہوگی یا نہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ توبہ کے بعد بھی وہ مردود الشہادۃ رہے گا۔ حضرت امام اعظم کے علاوہ اسلاف میں سے مندرجہ ذیل حضرات کی یہی رائے ہے:

قاضی شریح، ابراہیم حنفی، سعید بن جبیر، کھول اور عبدالرحمن بن زید بن جابر۔ لیکن امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول ہے کہ توبہ کے بعد اس کی شہادت مقبول ہوگی۔ سعید بن المسیب اور کئی دیگر ابراہیم کا یہی مسلک ہے۔ شعبی سے قول منقول ہے کہ توبہ سے مدد بھی ساقط ہو جائے گی۔ وقال الشعبي ان الاستثناء يرجع الى اهل ومحلہ النصب فيسقط

وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ

پر اللہ اور نہ ہوں ان کے پاس کوئی گواہ مجھ اپنے قرآن کی شہادت کا یہ طریقہ ہے کہ وہ خداوند چار مرتبہ گواہی

شَهِدَتْ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ

وہ کہ بخدا وہ (یہ تہمت لگانے میں) سچا ہے۔ اور پانچویں بار یہ کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ

عندہ حد القذف بالتوبة (منظہری)

اللہ جب سابقہ آیت نازل ہوئی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اھکذا انزلت۔ کیا یہ آیت
یوں ہی نازل ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا اے انصار! سنتے ہو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔ سعد بولے یا رسول اللہ! اللہ کی
قسم میں جانتا ہوں کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے لیکن میں یہ خیال کر کے حیران ہو رہا ہوں کہ اگر میں
کسی بد بخت کو اپنی بیوی پر سوار دیکھوں تو جب تک میں چار گواہ تلاش کر کے نہ لاؤں اس کے خلاف زبان نہیں بلا سکتا اور
اگر گواہوں کو بلانے جاؤں گا تو وہ اپنا کام تمام کر کے روفیکر ہو چکا ہوگا۔ اس گفتگو کو قلیل عرصہ ہی گزرا تھا کہ ایک رات بلال
بن اُمیہ اپنے کمپتوں سے جب گھر آئے تو اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک آدمی دیکھا۔ انھوں نے سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا
اور کانوں سے سنا سچ باگاہ تہمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ کر سنایا۔ حضور کو یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی صحابہ آپس میں
کہنے لگے کہ ابھی بلال پر حد قذف لگائی جاتے گی۔ بلال نے کہا میرے دوست گھر آتے کیوں ہو۔ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت
پیدا فرمائے گا۔ اسی آثار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزول وحی کے آثار نمودار ہوئے اور سب خاموش ہو گئے۔ جب یہ
کیفیت ختم ہوئی تو حضور نے فرمایا اے بلال مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیری نجات کی صورت پیدا فرمادی ہے پھر آیت
پڑھ کر سنائی اور اس کی بیوی کو بلا بھیجا۔ وہ آئی تو یہ آیت اسے بھی پڑھ کر سنائی پھر دونوں کو تنبیہ کی کہ دنیا کے عذاب سے
قیامت کا عذاب بہت سخت ہے۔ بلال نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے جو عرض کی ہے بخدا وہ سچ ہے۔ عورت نے
کہا یہ جھوٹا برقع ہے۔ چنانچہ پہلے بلال نے چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہا کہ میں سچا ہوں۔ پانچویں مرتبہ کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر
اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر عورت کو کہا گیا کہ اسی طرح تو چار مرتبہ لعنت کے ساتھ گواہی دے کہ وہ جھوٹا ہے جب وہ کہہ چکی تو حضور نے
اسے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے۔ اگر تو نے پانچویں بار بھی کہہ دیا تو عذاب آخرت تجھ
پر لازم ہو جائے گا چنانچہ کچھ دیر وہ خاموش رہی۔ اس نے اپنے حضور کے اقرار کا ارادہ کیا۔ پھر کہنے لگی میں اپنی قوم کو رسوا نہیں
چاہتی چنانچہ پانچویں دفعہ بھی اس نے کہہ دیا ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین کہ اگر بلال سچا ہو تو مجھ پر عذاب کا غضب نازل
ہو۔ چنانچہ اس طرح قسم اٹھانے سے بلال حد قذف سے بچ گئے اور وہ عورت حد زنا سے بچ گئی۔ لیکن ان کے درمیان ہمیشہ کے
لیے بددلی کر دی گئی حضور نے فرمایا کہ اب جو پتہ پیدا ہو اس کی نسبت بلال کی طرف نہ کی جائے بلکہ اس کی ماں کی طرف کی جائے

اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ۝ وَيَدْرُؤُاٰعَنْهَا الْعَذَابَ

جو اگر وہ کذب بیانی کرنے والوں میں سے ہو اور مل سکتی ہے اس عورت سے حد اللہ

أَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَةً شَهِدَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِينَ ۝

کہ وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہ وہ (خاوند) جھوٹا ہے۔

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ خدا کا غضب ہو اس پر اگر وہ (خاوند) سچا ہو۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَاِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی (تو تم بُری الجھنوں میں پڑ جاتے) اور بیشک اللہ بہت توبہ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ

قبول کریں اور انہیں اللہ بیشک جنھوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے اللہ لگائی ہے اللہ وہ ایک گروہ ہے جن میں سے تم اسے اپنے لیے برائیوں

اور ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا کہ اگر اس کے بعد کسی نے اس عورت کو زنا سے متہم کیا یا اس کے بچے کو زنا ہی کہا تو اس پر حد قدرت لگائی جاتے گی اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ جس کو شریعت کسی الزام سے بری کر دے پھر اس پر کسی کو زباں درازی کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اس طریقہ کار کو لعان کہتے ہیں۔ لعان کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور پھر وہ عورت زندگی بھر اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

اللہ اگر وہ اس طرح قسم کھائے اور عورت خاموش ہو جائے تو اس پر زنا کی حد لگے گی لیکن اگر عورت بھی اس طرح قسم کھائے تو وہ بھی زنا کی حد سے بچ جائے گی۔

اللہ یعنی اگر حد قدرت کے حکم کے بعد لعان کا قانون جاری نہ کیا جاتا اور مرد اپنی بیوی کو ناشائستہ حالت میں کہتا اور خاموش رہتا تو مردی ٹرخون کے گھونٹ پتیا رہتا اور اگر اظہار کرتا تو آہی کوڑے کھاتا۔ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ان پیچیدگیوں سے نجات کا راستہ تمہارے لیے بنا دیا ہے مزید تفصیلات کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ کیا جائے۔

اللہ یہاں سے اس سازش کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو دشمنان اسلام نے اسلام کی برصغیر میں طاعت اور ہادی اسلام کی روز افزوں عزت و شوکت کو دیکھ کر کی اور جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی عزت پر حملہ کر کے

کینگی اور ذمہ داری کی مدد کر دی۔ ان آیات میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے پہلے صحیحین کی روایت کے مطابق اسے تفصیلاً پیش کرتا ہوں اس کے بعد حسب ضرورت تشریحات کی جائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ خود روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی انوراج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو ہر کانی کا شرف بخشے۔ جب حضور غزوة بنی مصلح پر روانہ ہوئے تو حسب معمول قرعہ ڈالا گیا تو میرا نام نکلا چنانچہ میں حضور کے ہمراہ گئی۔ اس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ میں ہجرت میں مٹی تھی۔ اور جب لشکر روانہ ہوا تو میرا ہجرت کا وقت آٹھ بج رہا تھا اور وہاں قیام کیا جاتا تھا اور ہجرت آتا دیا جاتا۔ جب جاوے فراغت ہوئی تو حضور نے واپسی کا قصد فرمایا۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور رات بسر کی۔ رات کے پچھلے حصہ میں کوچ کی تیاری شروع ہو گئی۔ میں قضا کے حاجت کے لیے باہر گئی۔ جب وہاں آئی تو میرے گلے کا پارٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ میں اس کی تلاش میں پھر لوٹ گئی۔ ہاتھ مل گیا، لیکن جب واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔ جو لوگ میرے ہجرت کو رکھنے اور پھر آتارنے پر مامور تھے انھوں نے حسب عادت میرا ہجرت آٹھ بج رہا تھا اور آٹھ بج کر گیا۔ انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں ہجرت میں نہیں ہوں کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی چھلکی ہوا کرتی تھیں کیونکہ غذا مرغن نہیں ہوتی تھی اور میں تو کم عمر تھی اس لیے ہجرت میں میرے نہ ہونے کا انھیں احساس تک نہ ہوا۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ یہ خیال کر کے کہ جب وہ مجھے نہیں پاتیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے میں وہاں ٹھہر گئی۔ منقول بن مصلح کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے۔ جب لشکر کوچ کرتا تو وہاں پہنچتے، اگر کسی کی کوئی چیز پڑی ہوتی تھی تو اسے اٹھا کر اس کے مالک تک پہنچا دیتے۔ میں چادر لمپیٹ کر لیٹ گئی۔ اتنے میں صفوان آ پہنچے۔ ابھی سح کا اندھیرا تھا انھوں نے کسی کو ڈور سے سوسا ہوا دیکھا تو قریب آئے۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا اس لیے مجھے پہچان گئے اور بلند آواز سے ان اللہ وانا للہ وارجعون پڑھا۔ ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ انھوں نے اپنا اونٹ میرے قریب لاکر بٹھایا اور مجھے سوار کر کے چل دیتے۔ ہم دوپہر کے وقت لشکر سے آٹھ بج کر عبداللہ بن ابی تریس النافعین نے جب یہ دیکھا تو اس نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہو گئی اور ایک ماہ تک بیمار پڑی رہی۔ لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا لیکن مجھے قلعنا اس کا کوئی علم نہ تھا۔ البتہ ایک بات مجھے کٹنگ رہی تھی کہ میری عیال کے وقت جو لطف و عنایت حضور پہلے مجھ پر فرمایا کرتے تھے وہ منقود تھی۔ حضور جب مزاج پرسی کے لیے تشریف لاتے تو صورت اتنا دریافت کرتے کہ یہ کیا حال ہے اس سے مجھے شک گزرتا تھا مجھے اس شراذخ پر ویگنڈے کی خبر تک نہ تھی۔ بیماری کے بعد میں بہت تھکا ہوا اور کمزوری محسوس کرنے لگی۔ ایک رات میں اہم مسلح کے ساتھ قضا کے حاجت کے لیے مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت اللہ نہ لانے کا رواج نہ تھا اور ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں ہی جایا کرتی تھیں۔ اہم مسلح حضرت ابو بکرؓ کی خالد زاہد بن تھیں۔ ہم دونوں جب فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں تو اہم مسلح کا پاؤں چادر میں آجھا اور وہ گر پڑیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا

”قصہ مسطحہ کہ مسطح ہلاک ہو۔ یہ اس کا بیٹا تھا میں نے کہا تم ایک بدی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو بہت بڑی بات ہے۔ اس نے کہا کیا تم نے نہیں سنا جو طوفان اس نے برپا کر رکھا ہے۔ میرے استفسار پر اس نے سارا واقعہ مجھے سنا دیا۔ میں نے کہا میرا مرض پھر عود کر آیا حضور تشریف لائے تو پوچھا کیف تیکہ۔ میں نے عرض کی مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جاتے۔ مقصد یہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کروں حضور نے اجازت دے دی، میں کیے چلی آئی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا یا انا اللہ العزیز انما سمعنا بہ؛ اتمی جان لوگ یہ کیا باتیں بنا رہے ہیں انھوں نے کہا بیٹی زیادہ غلغلین ہونے کی ضرورت نہیں جب کوئی بیوی پاکیزہ صورت ہو اور اس کا شوہر اسے محبوب رکھے اور اس کی سوتیلی بھی ہوں تو اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں رات بھر جاگتی رہی اور سوتی رہی۔ صبح ہوئی تب بھی اسوجاری تھے اور عیند کا نام و نشان تک نہ تھا جب نزل وحی میں تاثیر ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ اور اسماؓ میں زیدؓ کو بلا دیا۔ اسماؓ نے تو میری برادرت کی، ان کے دل میں حضور کے اہل کی جو محبت تھی اس کو ظاہر کیا حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور اتنے زنجیدہ خاطر کریں ہیں، اس کے علاوہ عورتوں کی کیا کمی ہے۔ اگر حضور تصدیق فرماتا چاہتے ہیں تو بریرہؓ کو لٹکی کر دیکھا کرو یا فت فرمائیے وہ حقیقت حال سے آگاہ کرے گی۔ چنانچہ بریرہؓ سے حضور نے پوچھا اے بریرہؓ حل رأیت من شیء یؤیبت من عائشہ کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں عائشہ کے بارے میں کوئی شک ہو؟ اس نے عرض کی مجھے اس خدا کی قسم جس نے حضور کو تجارتوں بنا کر بھیجا ہے اس کے سوا میں نے عائشہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آنا گوندا ہوا رکھا جاتا ہے۔ یہ اپنی کسب کی وجہ سے سوجاتی ہیں اور کبریٰ اگر آگیا جاتی ہے کسی نے بریرہؓ کو جھڑکا کہ تو پرچ کیوں نہیں بتاتی تو اس نے کہا سبحان اللہ واللہ ما علمت علیہا الا ما یعلم الصالح علی نبیر الذہب الاحمر خدا کی قسم میں ان کے متعلق اس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی جس طرح ایک زرگر ناسخ سرنج سونے کے متعلق جانتا ہے پھر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

یا معشر المسلمین من بعدہانی من رجل قد بلغنی اذا فی اہلی فواللہ ما علمت علی اہلی الا خیرا
وما علمت علی اہلی من سوء۔

اے گروہ مسلمانان! اس شخص کے بارے میں مجھے کون مندر رکھتا ہے جس کی ازیت رسائی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل کے لیے غیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا اور مجھے ان سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں ہے۔ سعد بن مساذ انصاری کھڑے ہو گئے۔ عرض کی میں حاضر ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے ضرور باعقدہ ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر وہ نئی خنزج سے ہے اور حضور میں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ سعد بن عبادہ اٹھے جو خنزج کے سردار تھے اور بڑے صالح آدمی تھے۔ لیکن ان کی قبائلی عصیت بیدار ہو گئی۔ انھوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ تمہیں علم ہے وہ شخص خنزجی ہے اس لیے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ اوس قبیلے کا فرد ہوتا

تو تم ایسا نہ کہتے، غرضیکہ تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں لڑائی پھڑپھڑ جائے، حضور نے دونوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور معاملہ رنج و رنج ہو گیا میرے شب و روز گریہ و زاری میں گزرتے لمبھرنے کے لیے بھی غیہ نہ آتی میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اس طرح رونے سے اس کا دل بچھٹ جائے گا۔ ایک دن میں رو رہی تھی میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک انصاری عورت نے کہنے کے لیے آئی وہ بھی میچہ کر رونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ سلام فرمایا اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے کبھی بیٹھے نہ تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ میرے باپ میں کوئی وحی نہیں آتری تھی حضور نے تشہد کے بعد فرمایا اے عائشہ تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی اطلاع ملی ہے۔ اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری برادرت کرے گا۔ اگر تجھ سے قصور سرزد ہو گیا ہے تو توبہ کرے۔ کیونکہ بندہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کرے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ میرے آنسو کیم خشک ہو گئے تھے میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ حضور کو اس بات کا جواب دیں۔ انھوں نے فرمایا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے والد سے کہا، انھوں نے بھی مفہوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ نو عمر تھی، زیادہ قرآن مجید پڑھا ہوا نہ تھا لیکن میں نے عرض کی بخدا آپ لوگوں نے ایک بات سنی اور وہ تمہارے دلوں میں جم گئی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانیں گے اور اگر میں ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جس سے خدا جانتا ہے کہ میں سزا پائی ہوں تو آپ فوراً مان لیں گے۔ اب میرے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو برصحت کے باپ نے کہی تھی قصور جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ پھر میں منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ ضرور میری برادرت فرمائے گا لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوں گی۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتی تھی۔ حضور ابھی وہیں تشریف فرما تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور نہیں رہے تھے اور پہلی بات جو حضور نے فرمائی وہ یہ تھی: انبشوی یا عائشہ اما اللہ عزوجل فخذ برونك۔ اے عائشہ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیری برادرت فرمادی ہے۔ میری والدہ نے مجھے کہا اے عائشہ اٹھ اور حضور کا شکر تیرا ادا کر۔ میں نے کہا بخدا میں نہیں اٹھوں گی اور نہ کسی کا شکر تیرا ادا کروں گی صرف اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی جس نے میری برادرت فرمائی۔

اس وقت یہ دس آیات ان الذین جاؤوا بالافک... الآية نازل ہوئیں۔

اس طرح منافقین کا اٹھا یا ہوا یہ طوفان تھا۔ اگرچہ اس کا سرخند رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا لیکن اس نے اس شد و حد سے بات کا تکرار کیا کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی پیٹھ میں آگئے۔ چنانچہ حضرت حسان، مسطح اور جند بنت جحش کا نام اسی زمرہ میں دیا جاتا ہے۔ انہیں حد مقدفہ لگائی گئی اور عبداللہ مذکور کو بعض اقوال کے مطابق حد لگائی گئی لیکن اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اسے خدا کی آتش انتقام میں ہمیشہ جلتے رہنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

باقی امور کا ذکر آیات کی تشریح کے ضمن میں کیا جائے گا۔

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِسْمِ

نکر و اللہ جگہ یہ بہتر ہے تمہارے لیے۔ ہر شخص کے لیے اس گروہ میں سے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کیا۔

وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا ان میں سے تو، اُس کے لیے عذابِ عظیم ہوگا۔ ۱۱۔ لولا اگر اذ سماعتموہ یہ

ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا

دعاؤہ (سنی تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں کے اپنےوں کے بارے میں نیک گمان ملے اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو

۱۱۔ کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہا کو انکس کہتے ہیں۔ اَلَا فَكْ اَبْلَغُ مَا يَكُونُ مِنَ الْكُذْبِ وَالْاِفْتِرَاءِ۔

اس ایک لفظ سے ہی منافقین کی سازش کو بے نقاب کر دیا کہ اس کا صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ نہ

جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے جس واقعہ کو زبانِ قدرت جھوٹ کا پلندہ کہہ دے اس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں

رہتی۔ لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر اور مسلمانوں کی تربیت کے لیے اس کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔

۱۲۔ خطاب تمام مسلمانوں کو ہے۔ خصوصاً حضرت صدیق اور ان کے خاندانہ کو، یعنی اس بہتان تراشی سے جو

قلبی اور روحانی تکلیف تمہیں پہنچی ہے اسے شرمِ خیال نہ کرو، اس میں تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اس جھوٹے الزام

سے تمہیں دکھ ہوا۔ رضوان اللہ علیہ کے لیے تم نے صبر کیا اس پر تمہیں اجرِ عظیم ملے گا۔ اسے صدیق! تمہیں چند دن تکلیف

ضرور ہوئی لیکن اب قیامت تک تیری نورِ نظر کی پاک دامن کی شہادت قرآن دیتا رہے گا۔ تیری نعت جس کی

عفت اور پاک دامن کو ماننا ایمان اور اسلام ہوگا۔ جو اس کا انکار کرے گا بلکہ جو اس میں ذرا شک کرے گا وہ

بھی دائرہ اسلام سے خارج اور نعمتِ ایمان سے محروم کر دیا جائے گا۔

۱۳۔ جس نے اس جھوٹ گھڑنے اور اس کی تشہیر میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس سے مراد عبداللہ بن ابی سہبہ۔

۱۴۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں:-

« هَذَا عِتَابٌ مِنَ اللَّهِ بِصِحَابِهِ وَتَعَالَى لِلْمُؤْمِنِينَ -

یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو عتاب اور سزاؤں فرما رہے ہیں کہ تم نے سُننے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کر دی۔

اس میں تردید کی غلطی کیوں کی۔ تمہیں تو فرما کہہ دینا چاہیے تھا هَذَا اِفْكٌ مَّبِينٌ۔ یہ کھلا جھوٹ ہے۔

إِنَّكَ مُبِينٌ ۝ لَوْ لَاجَأُوا وَعَلَيْكَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا

گدا ہوا بہتان ہے، اگر وہ چھٹے تھے تو کیوں نہ پیش کر سکے اس پر چار گواہ ۱۹۔ پس جب وہ پیش نہیں

بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ وَلَوْ لَافْضَلُ

کر سکے گواہ تو معلوم ہو گیا کہ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ

اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا

کا فضل تم پر اور اس کی رحمت نکلے دنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمہیں اس سخن سازی کی وجہ

أَفْضَتْكُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ

سے سخت عذاب (جب تم ایک دوسرے سے منسلک کرتے تھے اس بہتان کو اپنی زبانوں سے

يَا فَوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ

اور کہا کرتے تھے اپنے منہوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا۔ نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ

اللَّهُ عَظِيمٌ ۝ وَلَوْ لَإِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ

بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ واقعات سنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا

۱۹۔ اگر ان کے اس دعویٰ میں دلیلی کے برابر بھی صداقت ہوتی تو وہ گواہ پیش کرتے لیکن ان کا گواہ پیش کرنے سے قاصر رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الزام بالکل من گھڑت ہے اور محض حسد کا نتیجہ ہے۔

نقلہ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کر دیا ورنہ بے پرکی آڑا نے والوں نے تو قبر الہی کو دعوت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انھوں نے تو یہ خیال کیا کہ یہ ایک معمولی سی بات ہے۔ انھیں کیا خبر کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دل رنجیدہ ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی آتش غضب جھگڑا اٹھتی ہے جس ذات پاک کو پاک و امنی و پاک بازاری کا درس دینے کے لیے منتخب فرمایا گیا ہو اس کے دامن تقدس کو دروغ دار کرنے کی کوشش اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی مذموم اور ناپاک ہے۔

تَكَلَّمْ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمْ اللَّهُ

کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق۔ اے اللہ! تو پاک ہے سلسلہ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ نصیحت کرتا ہے تھیں اللہ تعالیٰ

سلسلہ بیان سُبْحَانَكَ ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور شرف ہے کہ اس کے رسول کی زود بخترہ کا دامن ایسے الزام سے آلودہ ہو رہا۔ گویا نبی مکرم کی رفیقہ حیات پر الزام لگانا، نبی مکرم پر الزام لگانا اور نبی مکرم پر ایسا الزام آپ پر نہیں بلکہ رب کریم پر ہے جس نے ایسا نبی بنایا۔ یاد رہے کہ حضرت صدیقہؓ کی پاکدامنی کو ثابت کرنے کے لیے زبان قدرت نے وہی اسلوب اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی تردید کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کا علم تھا، کیونکہ نبی کا ایسے عیوب سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریات تھیں۔ اس سے جیسے اس کا جھوٹا ہونا کمینہ ٹانہ ان کا فرد تھا اس کے والدین کا تہمت زنا سے متہم ہونا، اس طرح اس کی اہلیہ کی عصمت کا مشکوک ہونا اگر نبی میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی پایا جاتے گا تو لوگ اس سے متنفر ہو جائیں گے اور اس کی بعثت کا مقصد ہی فرت ہو جائے گا۔ ان کو نبی زوجۃ للرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المعصوم یعنی من ذلک لان الانبیاء مبعوثون الی الکفار سید عوہم ویستعطفوہم فوجب ان لا یكون معہم ما ینفرہم عنہم و کون الانسان یحیث تکون زوجتہ مسافحہ من اعظم المنفرات، (تفسیر کبیر)

امام موصوف نے اپنے اس کلام پر دو شبہ پیش کیے ہیں اور جو یہ ان کا جواب دیا ہے۔
انبی کی بیوی کا کافر ہونا قرآن سے ثابت ہے اور کفر زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ اگر نبی کی اہلیہ سے کفر بیعتین جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے تو اس سے کم درجہ کے گناہ کا صدور بھی ممکن ہے۔ اس کا جواب فرمایا کہ بیوی کا کفر لوگوں کو متنفر نہیں کرتا، البتہ اس کے دامن عصمت کا داغدار ہونا لوگوں کو بلاشبہ متنفر کر دیتا ہے۔

۲۔ دوسرا شبہ یہ ذکر کیا ہے کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو حضور آنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس تھا وہ سن کر بھی حضور پریشان ہوتے۔ ولقد فعلنا انک یسئیر صدرک بما یتقولون نیز حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق کسی کو کوئی شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے اور ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہ تھا۔ ان قرآن کے ہوتے ہوتے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور کو بخوبی معلوم تھا فلسجموع ہذہ القرائن کان ذلک القول معلوم الضاد قبل نزول الوحی (کبیر)

اس کے علاوہ جو خطبہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر پکڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا اس کا یہ جملہ ہے

أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۗ وَيَكْفُرُوا بِاللَّهِ لَكُمْ

کہ دوبارہ اس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایمان دار ہو۔ اور کھول کر بیان کرنا ہے اللہ تعالیٰ

الآيَاتِ وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ۝۱۸ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ

تھامے ایسے (اپنی) آیتیں اور اللہ سب کچھ جانتے والا بڑا دانہ ہے بیشک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے

الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

بے حیائی مثلاً ان لوگوں میں جو ایمان لاتے ہیں (مگر ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں

شک و شبہ کو دور کر دینے کے لیے کافی ہے۔ یعنی علماء المسلمین من بعد رنی من رجل قد بلغنى اذا في اهل بيتي فوالله ما علمت على اهل البيت الا خيرا۔ اے گروہ مسلمانان مجھے اس شخص کے معاملوں میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھے ازیت پہنچائی میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔

بالاتفاق حضور کا یہ نظریہ نزول آیات سے پہلے کھلے۔ اپنے اہل بیت کی برادرت علف اٹھا کر بیان فرمائی اور مقررہ انتقام لینے کا حکم دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علف اٹھانا اور مقررہ سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جا سکتا ہے جب حضور کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی اور الزام ٹکانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور کو ذرا بھی تردد ہو تا تو حضور قطعاً و صحت اٹھاتے اور نہ مقررہ کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

آجکل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام مجلسوں میں بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے عجیب و غریب موثر گافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر علم ہوتا تو مناسبتاً اذکار میں حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان کیوں نہ کر دیتے، وغیرہ جنہیں شک و دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلچر خیرتی ہونے لگتا ہے اور یہ سچ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زہر بیان اور تورات استمدال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے صرف کر رہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ وہ خود سوچیں اگر ان کی بہرہ منی پر ایسا بہتان لگایا جاسے یا خود ان کی اپنی ذات کو بدت بنایا جاسے، اگرچہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق یقینی بھی ہو تو کیا ان کا جگر چھپنی نہیں ہو جائے گا۔ نزول وحی میں تانیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں بتلا میں سنت اس کی بدت میں ولولت باں بربرہر استقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں بھی اظہار ہے اس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں ۱۸۸۸ کسی پر لگائے ہوئے الزام کی بلا تحقیق تشہیر کرنا ہر امتیوں اور فواحش کے خلاف نفرت کی جو دیوار اسلام نے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾ وَكُلُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتِهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اور اللہ تعالیٰ رحمت کی بات ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ اور اگر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی

رحمت اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور رحیم ہے) تو تم بھی نہ جانتے، اے ایمان والو!

لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ ۗ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ

نہ چلو شیطان کے نقش قدم پر ۗ اور جو چلتا ہے شیطان کے نقش قدم پر تو

فَاِنَّهٗ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَوَعْدُ اللّٰهِ لَآسَفْتُمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبَسُوا

وہ حکم دیتا ہے اپنے پیروں کو بیچاری کا اور برے کام کا۔ اور اگر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور

قائم کر دی ہے اس میں رخصت اندازی کی قولاً فعلاً کرشمہ کرنا ایسی کتابیں بکھانا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہو ایسے گانے

ایسی تصاویر ایسے ڈرامے ایسی فلمیں جن سے فوجوں میں شرم و حیا کا جذبہ کمزور ہوتا جائے، سب اس میں شامل ہیں۔ وہ لوگ جو محض دولت کمانے کے لیے ایسی فلمیں بناتے ہیں بڑھ چڑھ کر حیا سوزناظر پیش کرتے ہیں، ایسے اشتہارات جن میں

جنسی عریانیت سے جاڑویت اور کشش پیدا کی جاتی ہے۔ ایسا لٹریچر جس کی مقبولیت کا انحصار ہی شہوانی محرکات پر ہے۔

مانا کہ وقتی طور پر اس کی آمدنی میں بے پایاں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو نقصان ہوگا اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہیگا

جب قوم کا اخلاق بگڑ جائے گا، جب شرم و حیا کی چادر تار تار ہو جائے گی، بے حیا اور ہر سناک نگاہیں اس کی دولت

عصمت لوٹنے میں بھی کوئی تامل محسوس نہیں کریں گی۔ قوم کے اصلاح یافتہ ہونے کی برکات سے جس طرح ہر فرد مستفید ہوتا

ہے اسی طرح اس کے اخلاق باختہ ہونے سے ہر فرد کو حصہ رسد ملی کر رہتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دروازہ کو

بند کر دیا جس سے فسق و فجور کا سیلاب اُمنڈ سکتا ہے۔

۱۸۔ دو قدموں کے درمیان جو جگہ ہوتی ہے ان کو عربی میں خُطُوَةٌ کہتے ہیں۔ جس کی جمع خُطُوَاتٌ ہے۔ یہ مصدر نہیں

اسم ہے۔ خَطًا يَخْطُوْنَ کا مصدر خَطُوْنَا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شیطان کی پیروی مت کرو، اس کے نقش قدم پر مت

چلو کیونکہ وہ اپنے ماننے والوں کو نیکی اور ہدایت کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اس کا یہ شیعوہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ماننے

والوں کو بے حیائی اور بدکاری کی تمہین کرتا ہے اور برے کاموں کو اس حسین انداز میں پیش کرتا ہے کہ ان کے برے

نتائج لگا ہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ انسان یہی سمجھنے لگتا ہے کہ ساری ستر میں، ساری عزتیں انہی برے کاموں میں

تھیں۔

۱۹۔

۲۰۔

۲۱۔

۲۲۔

۲۳۔

۲۴۔

۲۵۔

۲۶۔

۲۷۔

۲۸۔

۲۹۔

۳۰۔

۳۱۔

۳۲۔

۳۳۔

۳۴۔

۳۵۔

۳۶۔

۳۷۔

۳۸۔

۳۹۔

۴۰۔

۴۱۔

۴۲۔

۴۳۔

۴۴۔

۴۵۔

۴۶۔

۴۷۔

۴۸۔

۴۹۔

۵۰۔

۵۱۔

۵۲۔

۵۳۔

۵۴۔

۵۵۔

۵۶۔

۵۷۔

۵۸۔

۵۹۔

۶۰۔

۶۱۔

۶۲۔

۶۳۔

۶۴۔

۶۵۔

۶۶۔

۶۷۔

۶۸۔

۶۹۔

۷۰۔

۷۱۔

۷۲۔

۷۳۔

۷۴۔

۷۵۔

۷۶۔

۷۷۔

۷۸۔

۷۹۔

۸۰۔

۸۱۔

۸۲۔

۸۳۔

۸۴۔

۸۵۔

۸۶۔

۸۷۔

۸۸۔

۸۹۔

۹۰۔

۹۱۔

۹۲۔

۹۳۔

۹۴۔

۹۵۔

۹۶۔

۹۷۔

۹۸۔

۹۹۔

۱۰۰۔

۱۰۱۔

۱۰۲۔

۱۰۳۔

۱۰۴۔

۱۰۵۔

۱۰۶۔

۱۰۷۔

۱۰۸۔

۱۰۹۔

۱۱۰۔

۱۱۱۔

۱۱۲۔

۱۱۳۔

۱۱۴۔

۱۱۵۔

۱۱۶۔

۱۱۷۔

۱۱۸۔

۱۱۹۔

۱۲۰۔

۱۲۱۔

۱۲۲۔

۱۲۳۔

۱۲۴۔

۱۲۵۔

۱۲۶۔

۱۲۷۔

۱۲۸۔

۱۲۹۔

۱۳۰۔

۱۳۱۔

۱۳۲۔

۱۳۳۔

۱۳۴۔

۱۳۵۔

۱۳۶۔

۱۳۷۔

۱۳۸۔

۱۳۹۔

۱۴۰۔

۱۴۱۔

۱۴۲۔

۱۴۳۔

۱۴۴۔

۱۴۵۔

۱۴۶۔

۱۴۷۔

۱۴۸۔

۱۴۹۔

۱۵۰۔

۱۵۱۔

۱۵۲۔

۱۵۳۔

۱۵۴۔

۱۵۵۔

۱۵۶۔

۱۵۷۔

۱۵۸۔

۱۵۹۔

۱۶۰۔

۱۶۱۔

۱۶۲۔

۱۶۳۔

۱۶۴۔

۱۶۵۔

۱۶۶۔

۱۶۷۔

۱۶۸۔

۱۶۹۔

۱۷۰۔

۱۷۱۔

۱۷۲۔

۱۷۳۔

۱۷۴۔

۱۷۵۔

۱۷۶۔

۱۷۷۔

۱۷۸۔

۱۷۹۔

۱۸۰۔

۱۸۱۔

۱۸۲۔

۱۸۳۔

۱۸۴۔

۱۸۵۔

۱۸۶۔

۱۸۷۔

۱۸۸۔

۱۸۹۔

۱۹۰۔

۱۹۱۔

۱۹۲۔

۱۹۳۔

۱۹۴۔

۱۹۵۔

۱۹۶۔

۱۹۷۔

۱۹۸۔

۱۹۹۔

۲۰۰۔

۲۰۱۔

۲۰۲۔

۲۰۳۔

۲۰۴۔

۲۰۵۔

۲۰۶۔

۲۰۷۔

۲۰۸۔

۲۰۹۔

۲۱۰۔

۲۱۱۔

۲۱۲۔

۲۱۳۔

۲۱۴۔

۲۱۵۔

۲۱۶۔

۲۱۷۔

۲۱۸۔

۲۱۹۔

۲۲۰۔

۲۲۱۔

۲۲۲۔

۲۲۳۔

۲۲۴۔

۲۲۵۔

۲۲۶۔

۲۲۷۔

۲۲۸۔

۲۲۹۔

۲۳۰۔

۲۳۱۔

۲۳۲۔

۲۳۳۔

۲۳۴۔

۲۳۵۔

۲۳۶۔

۲۳۷۔

۲۳۸۔

۲۳۹۔

۲۴۰۔

۲۴۱۔

۲۴۲۔

۲۴۳۔

۲۴۴۔

۲۴۵۔

۲۴۶۔

۲۴۷۔

۲۴۸۔

۲۴۹۔

۲۵۰۔

۲۵۱۔

۲۵۲۔

۲۵۳۔

۲۵۴۔

۲۵۵۔

۲۵۶۔

رَحْمَتُهُ نَزَلَتْ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنِ يَشَاءُ

اس کی رحمت تو نہ ہی سکتا تم میں سے کوئی بھی جبرگزر سکتا ہے۔ اِن اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَلَا يَأْتِلُ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے والا جاننے والا ہے فضلے اور نہ قسم کھائیں جو بزرگزیادہ ہیں تم میں سے سکتا ہے اور غرض مال

سمٹ کر رہ گئی ہیں شیطان کے اُکسانے سے وہ ایسی ایسی کمپنی اور حیا سوز حرکتیں کرتا ہے کہ دیکھنے والے آنکشت بندھاں ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب اپنی بدکاریوں کے نتائج سے وہ دوچار ہوتا ہے، جب بے حیائی کی بلاتی ہوئی آگ خود اس کے اپنے گھر کو لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس کی اپنی ناموس اور عصمت کُتے لگتی ہے اس وقت وہ شیطان کو اپنی مدد کے لیے پکارتا ہے لیکن وہ بے مروت ہنس کر ٹال دیتا ہے اور اُن اس کا مذاق اُڑاتا ہے۔

سکتا ہے آخر میں اس حقیقت کو بیان فرما دیا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں شیطان کی وسوسہ اندازوں سے اور اس کے دام فریب سے بچالے ورنہ تم میں یہ طاقت نہیں کہ تم اس گریب بارال دیدہ کی فریب کاریوں سے اپنے آپ کو بچا سکو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ پر اپنی نظر لگتے و کرم فرماتا ہے تو گرتے ہوئے سنبھل جلتے ہیں اور ڈوبتے ہوئے بڑوں کو بہا کر اُٹھاتا ہے۔ اپنے علم اور فہم پر نازاں نہ ہوا کرو۔ بہر وقت اس کے فضل و کرم کے امیدوار رہا کرو اور اسی کی بارگاہ آغوش میں بسد مجز و نیاز عرض کیا کرو کہ اے اللہ تعالیٰ ہم کمزور ہیں شیطان کی چالیں بڑی خطرناک ہیں، ہم تمہارا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ہماری مدد فرما اور ہمیں اس کے شر سے بچالے۔

۵۷۵ وہ تمہاری سب باتوں کو سنتا ہے۔ اور تمہارے ارادوں سے بھی واقف ہے۔ اگر تم چتے دل سے توبہ کرو گے اور اس کی رضا کے طلبگار بنو گے تو وہ ضرور تمہاری مدد فرماتے گا۔

سکتا ہے جس طرح پہلے بیان ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ پر بہتان لگانے والوں میں سے مسطح بن اثامہ بھی تھے جو آپ کی مخالفت میں گئے بیٹھے تھے۔ ان کی مالی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ ہمیشہ ان کی اعانت فرمایا کرتے تھے اور ان کی ضرورت پوری کرنے میں خصوصی توجہ کرتے۔ جب مسطح اس غلط الزام کو چھیلنے میں پیش پیش ہوئے تو آپ کو سخت مدد پہنچا۔ جب اللہ تعالیٰ نے برادرت فرمادی تو آپ نے قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ مسطح کی اعانت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو اس آیت میں قسم توڑنے کا حکم دیا اور بڑے دکھل اور شہر انداز میں مسطح کا قصور معاف کر دینے کی تلقین کی۔ فرمایا: **فَلْيَغْفِرُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا يُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا**۔ جلی واللہ یا ربنا انا نغفب ان تغفربنا (روح المعانی)۔ اُسے پروردگار مجھے تیری قسم ہم تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تو ہمیں معاف فرما دے اور آپ نے پہلے سے بھی زیادہ مسطح کی امداد اور دلداری شروع کر دی۔

أَنْ يُؤْتُوا أَوْلِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ہیں غلٹ اس بات پر کہ وہ نہ دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو۔

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اور چاہیے کہ (یہ لوگ) معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہیں اور اللہ غفور

ذرا غور فرمائیے قرآن کریم اپنے منہ والوں کو اخلاق کی کن بندریوں پر پہنچانا چاہتا ہے۔ مسلط نے اپنے خاندان کے بزرگ اور اپنے ذاتی شخص کی ناموس پر حملہ کیا تھا اور ایسا چرکا لگایا تھا کہ یہ نرم بھی مندمل نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ نے اس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی بھی نہیں کی تھی، صرف مالی اعانت سے ہاتھ بچھینے لگے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہ آیا اس سے بھی باز آنے کا حکم دیا کہ تم جس نبی مکرم کے فیض یا نفع سے محروم نہ رہو، تو ہمیشہ پتھر مارنے والوں اور راستے میں کھٹنے چھانٹنے والوں کے لیے بھی ہدایت کی نوا میں ہانگی ہیں۔ تمہیں یہ نریب دیتا ہے کہ جس شخص نے تمہاری آبرو کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے اس کے اس کتوت کو خاطر میں نہ لاؤ اور حسب دستور اس کی مالی اعانت کرتے رہو۔ وَفِي الْآيَةِ مِنَ الْحَقِّ عَلَىٰ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ مَا فِيهَا (رُوحِ الْعَالِي)

یہاں ایک مسئلہ کا ذکر کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم اٹھالے اور اس سے کوئی دوسری چیز بہتر ہو تو وہ اپنی قسم کو توڑ دے، اس کا تقارہ ادا کر دے اور وہ کام کرے جو زیادہ بہتر اور مفید ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَلَفَ عَلَىٰ يَمِينٍ فَأَرَادَ مِنْهَا خَيْرًا غَيْرَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ فَاذْهَبْ بِهَا حَتَّىٰ تَلْقَىٰ خَيْرًا وَلَا يَكْفُرُ عَنْ يَمِينِهِ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۰)

یعنی اگر کوئی شخص کوئی کام کرنے کی قسم اٹھالے، پھر اس سے کوئی بہتر کام معلوم ہو تو وہ بہتر کام کرے اور اپنی قسم کا تقارہ ادا کر دے۔

۱۱۔ فضل سے مراد بزرگی ہے اور السعة سے مراد دولت مندی اور کشادہ دستی ہے۔ اس میں تو کوئی مشبہ نہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق ہکے حق میں نازل ہوئی۔ رب العالمین ابو بکر صدیق کو ان معزز القاب سے سرفراز فرمایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ سے یاد فرماتے اور جس کے اخلاق عالیہ کی بندگی کا یہ عالم ہو تو ایسی ہستی کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا نامتقولیت کی انتہا ہے۔ بعض لوگوں نے اولو الفضل کا معنی دولت مند اور مالدار کیا ہے یہ درست نہیں ورنہ کلام الہی میں تکرار آئے گا۔ السعة سے مراد تقینا دولت مندی اور فراخ دستی ہے اور الفضل کا معنی بھی اگر یہی لیا جائے تو یہ قرآن کی فصاحت کے خلاف ہوگا۔ اس لیے فضل کا معنی اخلاقی اور روحانی بزرگی اور برتری ہے۔ اور السعة کا معنی دولت کی فراوانی ہے۔ اور حضرت صدیق ان دونوں نعمتوں سے سرفراز تھے۔

رَحِيمٌ ۱۷۰) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ لَأُوذْنَ لَعْنًا

رحیم ہے۔ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں پر جو انجان ہیں۔ ایمان و ایماں ہیں نہ تہمت ان پر

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۱۷۱) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

پشکار ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔ وہ یاد کریں اس دن کو جب گواہی دینی ان کے

۱۷۰ سے پہلے تو حضرت صدیقہ کی ذات گرامی پر الزام لگانے والوں کی کمینگی اور سنگلی کا ذکر ہوا اور وہ سزا بیان کی گئی جو ایسے نابکاروں کو دی جانی چاہیے۔ اب حضرت صدیقہ کی قیامت تک آنے والی خاموشی اور کینیزوں کی آبروریزی کے لئے والوں کے متعلق اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔ غافلات سے مراد وہ پاک طبیعت خواتین ہیں جو طبعاً اتنی نیک ہوتی ہیں کہ ان کے دلوں میں ان فضول حرکتوں کا کبھی خیال تک بھی نہیں آتا۔ وہ اپنی فطری عفت کے باعث کمینہ خصلت لوگوں کے طور اطوار سے بالکل ناواقف اور انجان ہوا کرتی ہیں۔ نیز انھیں بھولے سے بھی کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ان پر بھی کوئی انگشت نمائی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسی نیک فطرت، عفت شعار مسلمان عورتوں پر اس قسم کا گھناؤنا الزام لگاتا ہے تو دنیا اور آخرت میں اس پر خدا کی لعنت ہوگی اور انھیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ بعض حضرات نے اس آیت کو آفتاب المؤمنین کے لیے مخصوص کیا ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک پہلا قول ہی راجح ہے۔ اور آفتاب المؤمنین بطریقہ اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اجتنبوا السبع الموقبات۔ سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ قبل ماہن یا رسول اللہ۔ عرض کی گئی وہ کونسی چیزیں ہیں حضور نے فرمایا الشوک باللہ والسحر وقتل النفس التي حرم الله اتق بالحق واکل الربو واکل مال الیتیم وتولی یوم النحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات (صحیحین)

حضور نے فرمایا، وہ سات چیزیں یہ ہیں :-

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا،

۲۔ ہاؤ و کرنا،

۳۔ کسی بے گناہ کو قتل کرنا،

۴۔ سو دیکھنا،

۵۔ یتیم کا مال کھانا،

۶۔ میدان جنگ سے بھاگ آنا،

۷۔ پاک دامن، انجان ایما دار خواتین پر چھوٹی تہمت لگانا۔

السِّنِّهِمْ وَأَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ يَوْمَئِذٍ

خلافت ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان اعمال پر جو وہ کیا کرتے تھے ۱۹ اُس روز سنہ پورا

يُوقَفِيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿۲۰﴾

پورا دے گا انھیں اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ جس کے وہ تھماریں اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ٹھیک ہے اور کفریہ لہر بہت واضح

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ

کفریہ لہر ہے ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد لہر ہے ناپاک عورتوں کے لیے ہیں۔ اور پاک (دامن) عورتیں پاک

وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ﴿۲۱﴾

(دامن) مردوں کے لیے اور پاک (دامن) مردوں کے لیے ہیں۔ یہ سب لہر ہیں ان (دہنتوں) سے جو وہ (ناپاک) نکلتے ہیں۔

حضرت مولانا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا فذات المحصنة يعدم عمل مائة سنة وطبراني کسی پاک
دامن عورت پر بہتان لگانا سو سال کی نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔

۱۹ یہ لوگ آج تو اپنی چرب زبانی سے اپنی غلط باتوں کی تاویل کر لیتے ہیں اور سادہ لوح انسانوں کو بہکانے کے
لیے دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ ذرا وہ اس دن کو بھی یاد کریں جب ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے
خلافت گواہی دیں گے اور وہ انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔

سنہ دین سے مراد وہ بدلہ اور جزا ہے جو ان کے کرتوتوں کے باعث ان پر لازم ہو چکی ہے اور اس کا معنی حسد
بھی کیا گیا ہے۔ اسی جزا ہمہ العاجب وقیل حسابہم العادل۔

سنہ دوستی اور سنگت ہر شخص سے نہیں ہو جایا کرتی بلکہ طبیعتی مناسبت کو اس میں اثر داخل ہے۔ بڑے لوگ اپنے
ہم منصبوں کے پاس بیٹھ کر ہی راحت محسوس کرتے ہیں۔ اگر انھیں مختصر مدت کے لیے ہی نیک لوگوں کی محفل میں بیٹھنا پڑے
تو وہ اکتا جاتے ہیں اور وہاں سے بھاگ نکلنے کی تدبیریں کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح اگر نیک فطرت لوگ اپنے ہم مذاق
لوگوں کے پاس بیٹھیں گے تو انھیں کوئی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوگی بلکہ وہ بڑی فرحت اور افسانہ محسوس کریں گے اور اگر
انھیں بد اطوار لوگوں کے پاس لہو بھگر کے لیے بیٹھنا پڑے تو وہ آداس ہو جاتیں گے۔ اسی قاعدہ کے مطابق اکثر اور اغلب ایسا
ہوتا ہے کہ تعیث عورتیں تعیث مردوں کے لیے اور تعیث مرد تعیث عورتوں کے لیے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے
لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔ جب قدرت کا عام اصول یہ ہے تو خود غور کرو جو تعیث لایہ بین ہے

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ

ان کے لیے ہی اللہ کی بخشش ہے اور عزت الی روزی ہے اسے ایمان والا اللہ نہ داخل ہو کر اور (دوسرے گھروں میں اپنے گھر کے

جو خیر الاولیٰ و الاخرین ہے تو اس کی اہلیہ کٹر مہجی اُنغیب الطیبات ہوگی۔ ان نابکاول کا جھوٹ اسی ایک بات سے عیاں ہو جاتا ہے۔ مزید دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:-

قال بعض اهل التحقيق ان يوسف عليه السلام لما سرى بالفاحشة بقره الله على لسان صبي في المهد وان مريم لما رويت بالفاحشة بقره الله على لسان ابنها عيسى صلوة الله عليه وان عائشة لما سرى بها بالفاحشة بقره الله بالقرآن۔ (قرطبی)

یعنی اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی برادرت کی جب حضرت مرثد پر الزام لگایا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انھوں نے برادرت کی۔ لیکن جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا تو خود زبان قدرت نے قرآن مجید میں آپ کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ ع

بہیں تفاقوت راہ از کجاست تا کجا

۱۲۵ یہاں سے اسلامی طرز معاشرت کے چند اہم قاعدے سکھاتے جا رہے ہیں۔ انصاف کی ایک خاتون بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی، یا رسول اللہ! بسا اوقات میں گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے کبھی میرے والد آجاتے ہیں اور کبھی اہل خانہ سے کوئی اور مرد آجاتا ہے۔ مجھے کیا ارشاد ہے و کیفیت اصنع اور میں کیا کروں؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ خود غور فرمائیے کہ انسان کا گھر اس کا خلوت خانہ ہے جہاں وہ بے تکلفی سے وقت بسر کر سکتا ہے۔ اگر یہاں بھی بر شخص کو بلا اجازت، بے دھڑک آگھنے کی آزادی ہو تو انسان گھر میں وہ راحت و آرام نہیں پاسکے گا جس کی تلاش میں وہ باہر سے تھکا ماندہ آتا ہے۔ نیز گھر کی مستورات ہر وقت اپنے کپڑوں کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتیں۔ کبھی اور عینی سر سے اترا جاتی ہے کبھی کوئی کام کرنے کے لیے آستینیں پڑھانی پڑتی ہیں۔ ہنہانا دھونا بھی ہوتا ہے۔ ان حالات میں اگر آنے والے پر کوئی پابندی نہ ہو تو عورتیں یا تو ہر وقت سر پر چادر ڈالنے میں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہیں یا نامحرم کے سامنے بے حجاب ہونے کا اندیشہ، ٹول میں۔ نیز یہ ویسے بھی بڑی سخت زیادتیاں ہیں کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت گھس آتے۔ اس طرح گونا گوں خرابیوں کا دروازہ کھل جاتے گا۔ نظر بازی، کسی کی دانگی باتوں کو سننا وغیرہ قباحتیں رونما ہو جائیں گی۔ گھر کا امن سکون برباد ہونے کے ساتھ ساتھ عصمت و آبرو بھی محفوظ نہیں رہے گی۔ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اس قسم کے آداب کے عادی نہ تھے۔ حیثیت صباحا و بصر خیر یا حیثیت مسامحہ (شب خیر) کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر گھر میں

آگئے۔ اسلام نے اس طریق کار کو سختی سے روک دیا اور حکم دیا کہ اگر کسی کے ہاں جانا پڑے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ باہر کھڑے ہو کر اذن طلب کرو اور اگر اذن مل جاتے تو اہل خانہ کو سلام کہتے ہوئے اندر جاؤ۔ فرمایا ذالک خیر لکم یہی طریقہ تمہارے لیے عمدہ اور پسندیدہ ہے۔

اذن کس طرح لینا چاہیے، کہاں کھڑے ہو کر لینا چاہیے، کتنی بار لینا چاہیے۔ اس کی تفصیل احادیث نبوی میں مذکور ہے جو درج ذیل ہے تاکہ اسلامی تمدن کا یہ قاعدہ اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ خوب ذہن نشین ہو جائے۔

اذن لینے کا طریقہ یہ ہے کہ سلام بھی کہے، داخل ہونے کی اجازت بھی طلب کرے اور اپنا نام بھی بتائے حضرت فاروق اعظم جب شرف باریابی حاصل کرنا چاہتے تو یوں عرض کرتے:

السلام علیک یا رسول اللہ آید دخل عس؛ یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو کیا عمر حاضر ہو سکتا ہے؟ ایک شخص دروازہ پر آیا اور کہا آدخل، کیا میں گس آؤں؟ حضور کی روضہ نامی باندی حاضر تھی حضور نے فرمایا اسے روضہ جا اور اسے اذن مانگنے کا طریقہ سکھا کہ اسے یوں کہنا چاہیے تھا السلام علیکھا آدخل۔

اگر صاحب خانہ اذن طلب کرنے والے سے پوچھے کہ تم کون ہو تو اسے اپنا نام بتانا چاہیے صرف یہ کہنا کہ میں بی بی درست نہیں۔ حضور نے اس کو ناپسند فرمایا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ جب اذن طلب فرماتے تو دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ وہاں یا بائیں کھڑے ہوتے کیونکہ اس وقت دروازوں پر پرچے لٹکانے کا رواج نہ تھا۔ و ذالک ان الدود لم یکن علیہا یومئذ مستور (قرطبی)

نیز دروازے کو کھٹکھٹانا بھی اذن طلب کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اہل کئی گھروں میں گھنٹی لگی ہوتی ہے اسے بجاکر بھی اذن طلب کیا جا سکتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ تین بار اذن طلب کرنا چاہیے۔ اگر تیسری بار جواب نہ آئے تو واپس چلا آئے کیونکہ اس سے زیادہ اذن طلب کرنا صاحب خانہ کو اذیت دینا اور پریشان کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت ایسے کام میں مشغول ہو جسے وہ منقطع نہ کر سکتا ہو۔ لان الزیادۃ علی ذالک قد تعلق رب المنزل وربما یضروہ الا لحد (قرطبی)

جس گھر میں ماں یا بہن رہائش پذیر ہو وہاں جاتے ہوئے بھی اذن طلب کرنا چاہیے۔ احتیاطاً کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے گھر جہاں اس کی اہلیہ جو اطلاع دیتے بغیر داخل نہ ہو، بلکہ پاؤں کی آہٹ کرنے سے یا کھٹکھٹانے سے اپنی آمد کی اطلاع دے دے۔ جو سکتا ہے کوئی اجنبیہ عورت گھر میں اس کی بیوی سے ملنے آتی ہوتی ہو۔

اسلام نے صرف بلا اجازت داخل ہونے پر ہی پابندی نہیں لگائی بلکہ بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: من اطلع فی بیت قوم من غیر اذنہم حل لہم ان یفقدوا عینہ۔ ترجمہ: جو درمشل کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے ان کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی آنکھ

حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

سوا، جب تک تم اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو ان گھروں میں بسنے والوں پر۔ یہی بہتر ہے تمہارے لیے شاید تم اس کی محنتوں

تَذَكَّرُونَ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ

میں (غور و فکر کرو پھر اگر نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو (جو تمہیں اجازت دے) تو نہ داخل ہو ان میں سلسلہ یہاں تک کہ اجازت ہی

لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارجعوا فارجعوا هو اذنی لكم والله بما

جانے تمہیں سزا اور اگر کہا جائے تمہیں سلسلہ کرواپس چلے جاؤ تو لوپس چلے جاؤ۔ یہ دراز معاشرت بہت پاکیزہ تمہارے لیے واللہ تعالیٰ

نکال دیں صلیح مسلم۔ اس طرح شریعت نے گھر کو انسان کے لیے ایسا محکم حصار بنا دیا ہے جس میں اس کی اجازت کے بغیر نہ
کوئی بھانگ سکتا ہے نہ قدم رکھ سکتا ہے تاکہ صاحب خانہ بڑی تہ تکلفی اور آرام و راحت سے اپنا وقت بسر کر سکے۔

صفحہ اگر تم آکر اذن طلب کرو، اندر سے کوئی جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ کیونکہ محاسن اذن کے جواب پر خاموشی کی وجہ
یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ گھر میں کوئی شخص موجود ہی نہیں، اس صورت میں تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ اہل خانہ کی عدم موجودگی میں تم ان کے

گھر میں داخل ہو جاؤ، یا عدم جواب عدم اذن کی دلیل ہے۔ اس صورت میں بھی تمہیں اندر جانے پر اصرار نہ کرنا چاہیے۔ ایک روز
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور طلب اذن کے لیے فرمایا السلام علیکم

ورحمۃ اللہ بعد نے سن لیا اور آہستہ سے علیکم السلام ورحمۃ اللہ عرض کیا حضور نے دوسری بار سلام فرمایا بعد نے
پھر بھی چپکے سے جواب دیا تیسری بار بھی حضور کے سلام کے جواب میں سعد نے آہستہ سے علیکم السلام کہہ دیا حضور واپس

تشریف لے جانے لگے تو سعد دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضور نے جتنی بار سلام
فرمایا میں نے سنا اور جواب دیا۔ میری خاموشی کا مقصد یہ تھا کہ حضور مجھے بار بار سلام فرمائیں اور مجھے اس کی برکت حاصل ہو۔

سلسلہ اگر تم نے اذن طلب کیا اور مالک مکان نے اجازت نہ دی تو کبیدہ خاطر اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔
بلکہ اور ناراضگی محسوس کیے بغیر واپس چلے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ اہل خانہ کسی ایسے کام میں مشغول ہوں کہ اسے ترک کرنا ان کے لیے
تکلیف دہ ہو۔

جو لوگ کوئی تحقیقی کام کرنے میں مشغول ہوتے ہیں انہیں اپنے احباب کا شکوہ کرتے ہوئے اکثر ٹانگا گیا ہے وہ سچا
اپنا کام چھوڑ کر اکثر دوستوں کی خاطر عداوت میں مشغول ہوتے ہیں تو پہروں کی جگہ کا وہی اور جانکابھی خاک میں مل جاتی ہے مگر

اپنے کام میں لگے رہتے ہیں قرآن کے احباب اور کلام فرمایا گئے ہیں اور ان پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے
ہیں۔ اسلام نے کیا عمدہ آداب سکھائے ہیں کہ اگر کسی وقت تمہیں ملاقات کی اجازت نہیں ملتی تو خوشی خوشی واپس چلے جاؤ

تَعْمَلُونَ عَلَيْهِمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

جو کچھ تم کرتے ہو خوب جاننے والا ہے۔ کوئی مسرج نہیں تم پر اگر تم داخل ہو ایسے گھروں میں جن میں کوئی

مَسْكُونَةٌ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۹﴾

آباد نہیں، جن میں تمہارا سامان رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ أَبْصَارَهُمْ وَيَحْفَظُونَ أَرْوَاحَهُمْ ذَٰلِكَ

آپ حکم دیکھیے مومنوں کو کہ وہ نیچے رکھیں اپنی نگاہیں ۱۹ اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی شکل یہ طریقہ

اس کو اپنے کام میں منہمک رہنے دو، تمہارے لیے یہی کام بہتر ہے۔ یہاں گھر کی تقدیس کے ساتھ ساتھ وقت کی قدر و منزلت کا سبق دیا جا رہا ہے یعنی مومن کی زندگی اتنی بے کار اور بے مصرت تو نہیں ہوتی کہ جس وقت کوئی چاہے اس کے اوقات میں ذلیل ہو جائے نہ اس کے پاس اتنا فالتو وقت ہو تاکہ اسے کہہ وقت آپ کے لیے گوش برآواز رہے جو وقت اس نے مطالعہ یا کسی مخصوص کام کے لیے مقرر کر رکھا ہے اس میں اس کو کام کرنے دو۔ اس کی مصروفیتوں کا احترام کرو، اگر اس نے اپنی کسی مجبوری کے باعث معذرت کی ہے تو خندہ پیشانی سے اس کی معذرت خواہی کو قبول کر لو۔

اگر کوئی اجازت طلب کرے اور اس وقت اسے اجازت نہ ملے تو اسے یہ اختیار ہے کہ دروازہ سے ہٹ کر بیٹھ جائے اور اس شخص کا انتظار کرے، حضرت ابن عباسؓ کوئی حدیث سننے کے لیے کسی انصاری کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہ آرام کر رہے ہوتے تو آپ اس کے انتظار میں باہر بیٹھ جاتے۔ وہ جب اپنے معمول کے مطابق باہر آتے اور حضرت ابن عباسؓ کو متظر پاتے تو کہتے آے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چپکے صاحبزادے! آپ نے اپنی آمد سے ہمیں مطلع کیوں نہ کیا، تاکہ ہم اسی وقت حاضر ہو جاتے۔ تو آپ فرماتے: لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ان نطلب العلم من ظہری ہیں علم حاصل کرنے کا یہی طریقہ سکھایا گیا ہے۔

۱۹ اس سے مراد سرائے، ہمان خانہ اور بیٹھل وغیرہ ہیں، جہاں بہر وقت آنے جانے کی عام اجازت ہوتی ہے۔ ۱۹ شریعت اسلامیہ فقط گناہوں سے نہیں روکتی اور ان کے ارتکاب پر سزا نہیں دیتی، بلکہ ان تمام وسائل اور ذرائع پر پابندی عائد کرتی ہے اور انھیں ممنوع قرار دیتی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں تاکہ جگہ جگہ کی طرف لے جانے والا راستہ ہی بند ہوگا تو گناہوں کا ارتکاب آسان نہیں ہوگا طبیعت میں یہ جان پیدا کرنے والے اور جذبات شہوت کو مشغول کرنے والے اسباب سے نہ روکنا اور ان کو کھلی چھٹی دے دینا، اور پھر یہ توقع رکھنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچائیں گے، بڑی نادانی اور لہمی ہے۔ اگر کوئی نظام ان عوامل اور محرکات کا قلع و قمع

نہیں کرتا جو انسان کو بیکاری کی طرف دھکیل کرے جاتے ہیں۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس بڑائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ اس سے لوگوں کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ اس کی زبان پر جو کچھ ہے وہ اس کے دل کی صدا نہیں، بلکہ محض ریاکاری اور طمع سازی ہے۔

سے درمیان تھیر دیا تختہ بندم کردہ بازی گوئی کہ دامن ترسکن ہشت یار باش
کسی کو بیٹے بھرتے دریا میں دھکا دے کر گرا دینا اور پھر اس کو یہ کہنا کہ خبردار! اپنے دامن کو پانی کی موجوں سے
گیلا نہ ہونے دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔

اس سورت کا آغاز نسا کا رول کی سزا کے ذکر سے ہوا۔ یہاں ان راستوں کو ہی بند کیا جا رہا ہے جو انسان کو اس
جرمِ شیع کی طرف لے جاتے ہیں۔ بیکاری کا سب سے خطرناک راستہ نظر بازی ہے اس لیے سب سے پہلے اس کو بند کیا جا
رہا ہے۔ مردوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ جب نگاہ کسی نامحرم کی طرف
نہیں اٹھے گی تو دل میں اس کی طرف کشش پیدا نہ ہوگی جب کشش ہی پید ہوگی تو فعلی کا ارتکاب ہی بعید از قیاس ہوگا۔
آیت میں آنکھوں کو مطلقاً بند رکھنے کا حکم نہیں دیا جا رہا، بلکہ اس کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنے سے روکا جا رہا ہے جس کی طرف
دیکھنا حرام ہے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی سختی سے نامحرم کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ چند
ارشادِ نبوی ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی امامۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکفلوا لی بسب اکفل لکم بالجنة
اذا حدث احدکم فلا یکذب واذا اذتمن فلا یخفن واذا وعد فلا یخلف وغضوا ابصارکم وکفوا ایدکم
واحفظوا افرو وجکم۔ (ابن کثیر)

ترجمہ: اگر تم میرے ساتھ ان چھ باتوں کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں:

۱۔ جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے۔

۲۔ جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرے۔

۳۔ جب وعدہ کرے تو وعدہ نفلانی نہ کرے۔

۴۔ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو۔

۵۔ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔

۶۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

”من یکفل لی ما بین لمحیہ و بین رجلیہ اکفل لہ الجنة“ جو شخص مجھے دو باتوں کی ضمانت دے کہ
جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان یعنی زبان اور جو اس کے دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اسے جنت کی

اَزْكِ لَهْمُ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ مَّا يَصْنَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقُلْ لِلّٰهِ الْوَيْبُتُ يَغْضُضُنَّ

بہت پاکیزہ ہے اُن کیلئے بیشک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے ان کاموں پر جو وہ کیا کرتے ہیں شکہ اور آپ حکم کیے ایمانداروں کو کہ

ضمانت دیتا ہوں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان النظر سهو من سهام ابليس مسموم من توكة مخافق
ابدلته ايماناً يجد حلا وتغافل قلبه. نظر شيطان کے تیروں میں سے ایک زہر بلا تیر ہے جو اس کو میرے خوف
سے ترک کرتا ہے میں اُسے ایمان کی نعمت بخشوں گا جس کی محاس وہ اپنے دل میں پسے گا حضرت جریر بن عبداللہ الجلی فرماتے
ہیں کہ میں نے حضور کریم سے دریافت کیا کہ اگر ایسا تک کسی اجنبیہ پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فاصولنی ان اصروف
بصری حضور نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنی نظر کو پھیر لوں۔ ایسا تک کسی نامحرم پر اگر نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے لیکن اگر دوبارہ
دہستہ اس کی طرف دیکھے گا تو گنہگار ہوگا خان لك الادنى وليس لك الاخذة یہ اعاویش علیہ تفسیر ابن کثیر سے منقول ہیں۔
حکمت یعنی اپنی ستر کی گھبروں کو دھانپنے رکھیں اور انھیں برہنہ نہ ہونے دیں۔

ابوالعالمیہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں بھی حفظ فروغ کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد زنا سے بچنا ہے لیکن یہاں اس سے
مراد ستر پوشی ہے تاکہ ان پر نظر نہ پڑے۔ مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے۔ اتنی جگہ کو اسے ننگا نہ ہونے دینا چاہیے اور
اگر کوئی برہنہ ہو تو اس کی طرف دیکھنا نہ چاہیے۔ تنہائی میں بھی بے پردہ ہونے کی اجازت نہیں حضور نے اپنے ایک صحابی کو
فرمایا احفظ عورتك الا من زوجتك او ما ملكت يمينك۔ اپنی ستر نگاہوں کی حفاظت کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ
افرا آیت اذا كان الرجل خالياً۔ اگر انسان تنہا ہو تو پھر اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا فالله احق ان يستحي منه۔
حضور نے فرمایا اس وقت بھی ستر نہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

شکہ نگاہیں بھی رکھنے کی حکمت بیان فرمائی جا رہی ہے کہ اس طرح ہی تمہارا دامنِ محنت پاک رہ سکتا ہے اگر نگاہیں
برسناگ ہوں۔ مرد و زن کا آزادانہ اختلاط ہو، خلوت میں نامحرموں کے ساتھ سلسلہ گفتگو بھی جاری رہے، اور پھر
انسان یہ خیال کرے کہ وہ اپنے دامن کو داغدار نہیں ہونے دے گا تو یہ اس کی حماقت کی انتہا ہے۔ اگر جم چاہتے ہیں
کہ ہمارے بچے اور چھیاں عنیف اور عصمت شعار رہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم انھیں قرآن کریم کی ان آیات کی تعلیم
دیں۔ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ حکیمانہ ارشادات ازبر کر لیں تاکہ وہ ہلاکت کے اس گرداب کے نزدیک ہی نہ آئے
پاؤں سے غلامِ قرطبی تھے ہیں، البصر هو الباب الاكبر الى القلب... و يجب ذاك اكثر السقوط من جهته و يجب
التحذير منه وغضه و اجب من جميع المحرمات و قل ما يخشى الفتنه من اجله تطول کی طرف کھلنے والا
سب سے بڑا دروازہ ہے نگاہ کی بے راہ روی کے باعث ہی اکثر فتنہاں ہوتی ہیں، اس لیے اس سے بچنا چاہیے اور تمام
محرمات سے انھیں روکنا چاہیے۔

مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا

دو عجمی رکھا کریں اپنی نگاہیں ۱۵۷ اور حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی شکلہ اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا

۱۵۷ پہلے مردوں کو نگاہیں سچی رکھنے اور شر نگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب مومن عورتوں کو ان آداب و احکام کی پابندی کا حکم فرمایا جا رہا ہے جن سے وہ اپنی ناموس اور آبرو کو محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرما رہے ہیں کہ آپ مومن عورتوں کو حکم دیجیے کہ:

- ۱۔ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔
 - ۲۔ اپنے ستر کی جگہوں کی حفاظت کیا کریں۔
 - ۳۔ اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں بجز اس کے جس کے ظاہر کیے بغیر چارہ نہیں۔
 - ۴۔ اپنی اڈر حینوں سے اپنے سینوں کو ڈھانپ لیا کریں۔
 - ۵۔ زمین پر پاؤں اس طرح نہ ماریں جن سے ان کی معنی زینت و آرائش ظاہر ہو۔
 - ۶۔ درمیان میں ان لوگوں کا ذکر نہ دیا گیا جن کے سامنے زینت کا اظہار ممنوع نہیں۔
- یہ چھ ارشادات ربانی ہیں جو اس ایک آیت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اب ذرا ان کا تفصیلی تذکرہ سماعت فرمائیے تاکہ وہ قواعد و ضوابط آپ کے سامنے واضح ہو جائیں جن پر کاربند ہونا اسلامی معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے کے لیے ہر مرد اور عورت پر لازمی ہے۔ عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ ان چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں جن کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔

اس مسئلہ کو امام فخر الدین رازی نے خاص ترتیب سے لکھا ہے جس سے مسئلہ کے سارے گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میں انھیں کا اتباع کرتے ہوئے اس مسئلہ کو پیش خدمت کرتا ہوں:

آپ فرماتے ہیں جسم کا وہ حصہ جس کو ظاہر کرنا یا جس کو دیکھنا ممنوع ہے چار طرح سے ہے۔

- ۱۔ مرد کے جسم کا وہ حصہ جو دوسرے مرد کو دیکھنا ممنوع ہے۔
 - ۲۔ عورت کے جسم کا وہ حصہ جو دوسری عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔
 - ۳۔ عورت کے جسم کا وہ حصہ جو مرد کو دیکھنا ممنوع ہے۔
 - ۴۔ مرد کے جسم کا وہ حصہ جس کی طرف عورت کو دیکھنا جائز نہیں۔
- مرد کے جسم کا وہ حصہ جس کی طرف دوسرا مرد نہیں دیکھ سکتا، ناپ سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ امام صاحب کے نزدیک گھٹنوں کو دیکھنا جائز نہیں اور ان کو دیکھنا بطلان اولیٰ ممنوع ہوگا۔

حضرت مدنیہؓ ایک دن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ران سے کپڑا سرک گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غلط فحذک

فانها من العورة اپنی ران کو دھانپ کر کیونکہ یہ بھی ستر ہے حضرت سیدنا علیؑ کو بھی ارشاد فرمایا "لا تبزوفخذک ولا تنظروالی فخذحی ولامتیت" اپنی رانوں کو ظاہر نہ کرو اور کسی مردہ یا زندہ کی ران کی طرف مت دیکھو۔

۲۔ عورت کے جسم کا وہ حصہ جو کسی عورت کو دیکھنا بھی جائز نہیں وہ بھی یہی ہے یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک نہیں دیکھ سکتی، باقی جسم کا دیکھنا جائز ہے لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو یہ بھی ممنوع ہے غیر مسلم عورت مسلمان عورت کے صرف اُن حصوں کو دیکھ سکتی ہے جو مرد دیکھ سکتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے سالار لشکر کی طرف لکھا "انہ بلغنی ان نساء اهل الذمّة یدخلن الحمامات مع نساء المسلمین فامنع من ذالک وحل دونہ فاند لا یجوزنا ان تدری الذمّۃ عربیۃ المسلمۃ۔"

یعنی مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ذمی عورتیں مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں جاتی ہیں اس سے روک دو کیونکہ کسی ذمیہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مومن عورت کے ستر کو دیکھے۔

۳۔ عورت کے بدن کا وہ حصہ جو مرد کو دیکھنا ممنوع ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام موصوفؒ لکھتے ہیں: "وہ عورت انہی ہونگی، عرم ہونگی یا بیوی ہونگی۔ اگر وہ آزاد نامحرم عورت ہے تو اس کا سارا بدن ہاتھ اور چہرہ کے سوا ستر ہے، کیونکہ وہ بیچ شرم اور رین دین کے وقت چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنے پر مجبور ہوتی ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) چہرہ دیکھنے کی کوئی غرض نہ ہو، فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے، دیکھنے کی غرض کوئی نہیں لیکن فتنہ کا اندیشہ ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ غرض بھی ہے اور فتنہ کا اندیشہ بھی ہے۔

پہلی صورت میں اجنبیہ کی طرف بلا مقصد قصد و ارادہ سے دیکھنا جائز نہیں۔ اگر ایک دفعہ نگاہ پڑ جائے تو دوسری مرتبہ آنکھیں پھیر لے نکالیں یہی کر لے حضرت امام صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو ایک مرتبہ جائز ہے اور باقی دیکھنا منع ہے۔ وقیل یجوز موتاً واحداً اذا لم یکن محل فتنۃ ویدہ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ ولا یجوز ان یکتوز النظر الیہا۔ اس کی تفسیل ان احادیث میں گزر چکی ہے جو پہلی آیت کے ضمن میں فقہ کی گئی ہیں۔ دوسری صورت جبکہ اجنبیہ کے دیکھنے کا مقصد ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس عورت کے چہرہ اور جھیلوں کو دیکھنا جائز ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے "اذا خطب احدکم المرأة فلا جناح علیہ ان ینظر الیہا" یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے منگنی کرنا چاہے تو اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں مگر وہ منگنی کے لیے ایک عورت سے منگنی کی صورت میں پوچھا کرتا ہے اسے دیکھا ہے انہوں نے عرض کی نہیں "قال فانظر فانہ احوی ان یدوم بینکما" فرمایا ہے دیکھ لو اس طرح تمہارے رشتہ کی بقا کا زیادہ امکان ہے۔ تیسری صورت میں جبکہ اجنبیہ کی طرف محض شہوت کے خیال سے دیکھے تو اس وقت اس کے کسی حصہ جسم کو دیکھنا بھی ممنوع ہے البتہ ڈاکٹر اور طبیب مراضیہ کے جسم کے کسی حصہ کو بھی

ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبَنَّ بِخُرْهُنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُدْرِنَ

خود بخود نمایاں ہو اس سے لگے اور ڈالے رہیں اپنی اور ٹخنیاں اپنے گریبانوں پر لگے اور نہ ظاہر ہو جائیں

دیکھ سکتا ہے جبکہ اس کا دیکھنا علاج کے لیے ضروری ہو لیکن مستورات کے علاج کے لیے ایسے طبیب اور ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے جو امین ہو۔ اسی لیے امام رازی فرماتے ہیں۔ يجوز للطبيب الامين ان ينظر اليها للمعالجة۔ اگر عورت ڈوب رہی ہو یا اسے آگ لگ گئی ہو تو اسے بچانے کے لیے اس کے جسم کے کسی حصہ کو ہاتھ لگانا یا اس کی طرف دیکھنا ممنوع نہیں کیونکہ اس وقت اس کی جان بچانا فرض ہے۔ یہ احکام اس عورت کے تھے جو اجنبیہ اور نامحرم ہو۔ محرم عورت کے متعلق امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ جسم کے وہ حصے جو کام کاج کرتے وقت عام طور پر کھل جاتے ہیں فقط ان کی طرف دیکھنا جائز ہے وعودتها ما يبدو وعند المنة وهو قول ابى حنيفة وحملة الله عليه اور اپنی بیوی کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس کی طرف دیکھنا فائدہ کے لیے ممنوع ہو۔

۴۔ عورت نامحرم مرد کے نات اور گھٹنوں کے درمیان نہیں دیکھ سکتی بعض نے یہ کہا ہے کہ عورت مرد کا صرف چہرہ اور ہاتھ دیکھ سکتی ہے۔ اس کے جسم کے باقی حصوں کی طرف نہیں دیکھ سکتی لیکن الاول اصح ہے بقول صحیح ہے۔ یہ اس وقت کا حکم ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو مرد کے کسی حصہ کی طرف نہ دیکھے۔ حتیٰ کہ مرد کے چہرہ کی طرف بار بار دیکھنا بھی جائز نہیں۔ ولا يجوز لها قصد النظر عند خواتم الفتنه ولا تكبير النظر الى وجهه (تفسیر کبیر) لکن ابرو العالیہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ یہاں ان الفاظ سے تشریح کر دینا چاہئے لیکن امام رازی اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص ضعیف ہے لانه تخصیص من غیور دلالة ظاہر آیت کا مقتضایہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے مخافت کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اس میں بدکاری، ہنس کرنا اور دیکھنا سب داخل ہیں۔

لکن وہ زینت جو ظاہر ہے جس کے اظہار کی ممانعت نہیں۔ اس کے متعلق حضرات ابن عباس، مجاہد، عطاء بن یربوع اور انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے ما كان في الوجه والكف الخضاب والكحل یعنی وہ زینت جو چہرہ اور ہتھیلیوں میں مرقی ہے جیسے خضاب اور سرمہ۔

حسن ابصری کہتے ہیں وجہها وما ظهر من ثيابها۔ چہرہ اور وہ کپڑے جو ظاہر ہوں۔ سعید بن مسیب نے فرمایا وجہها متاظر من جہرے کا وہ حصہ جو ظاہر ہو۔ قال ابراهيم الزينة الظاهرة الثياب اس سے مراد لباس ہے۔ یہ مختلف اقوال کھنڈے کے بعد امام ابو بکر الجصاص لکھتے ہیں: قال اصحابنا المراد الوجه والكفان لان الكحل زينة الوجه والخضاب والمخاط زينة الكف یعنی ملاء اخفاف کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں کیونکہ سرمہ چہرے کی اور خضاب اور گھومٹی ہتھیلیوں کی زینت ہیں۔ (احکام القرآن) لیکن خیال رہے کہ یہ اباحت اس وقت ہے جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو ورنہ چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

علامہ ابن حبان الاندلسی لکھتے ہیں قال ابن خویزمنداد اذا كانت جميلة و خيفة من وجهها و كعبها الفتننة فعديسا مسترذالك اور اگر عورت خوب رو ہو ، اور اس کے چہرے اور ہاتھوں کی لطافت دیکھنا کتنے کا باعث ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر نہ کرے (محرر محیط)

آج جبکہ لوگوں کی آنکھوں میں حیا نہیں رہی ہر طرف آوارگی اور بیوگی کا دور دورہ ہے ہر اس شخص پر جس کی نگاہوں میں عفت و عصمت کی کوئی قدر و قیمت ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی جوان بہو بیٹیوں کو بے پردہ باہر نکلنے سے روکے اور انہیں نامحرموں کے سامنے بے تحاشی سے آنے کی اجازت نہ دے۔

۴۲؎ پہلے عرب میں سر پر جو کپڑا ڈالتی تھیں ان کے پورا اپنی نچشت پر لٹکا دیا کرتی تھیں۔ اس طرح ان کی گردن، کان، سینہ وغیرہ ظاہر ہوتے تھے۔ اس آیت نے یہ حکم دیا کہ سر پر جو اڑھواں کے پلوں کو نچشت پر چھپے نہ چھینک دو بلکہ انہیں اپنے گریبانوں پر ڈال دو تاکہ تمہارے سینے، گردن وغیرہ لوگوں کی نظروں سے چھپ جائیں جب یہ آیت نازل ہوئی اور مردوں نے جا کر اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو سناٹی تو اسی وقت انہوں نے اس کی تعمیل کی اور اپنی ایک پرانی عادت کو ختم کر دیا۔ اس وقت انہوں نے اس وقت اور بھی سر پر ڈالی ہوئی تھی۔ آپ کو یہ چیز سخت ناگوار گزری اور فرمایا انما یضرب بالکعبین الذی یستتر۔ اسے طہی ایسی اڑھنی اور سننے کا حکم ہے جو موٹی ہو اور جس سے پردہ کا مقصد پورا ہو۔ دختران اسلام ذرا خود ہی انصاف کریں کہ جو باریک دوپٹے وہ اڑھنی ہیں اور جس طرح انہیں سر کے بجائے اپنے گریبانوں پر ڈال لیتی ہیں اور سینہ تان کر سر بازاں ملتی ہیں ان کا یہ طریقہ کار اسلام کی تعلیمات کے کتنا منافی ہے۔ علامہ اقبال نے کتنے درد بھرے انداز میں دخترانِ عفت کو غمگینی اور بے پردگی سے باز رکھنے کی تلقین کی ہے۔

بہل لے دختر کسایں دلبری با
مسلمان را نہ زبید کافری با
مہنہ دل برب حال خانہ پرورد
بیاموز از نگاہ غارتگری با

پھر فرماتے ہیں :-

اگر پندے زردویشے پذیری
بہر اہمت لبر و تو نہ میری
بٹوے باش و نہ پاں شوازیں صبر
کہ در آغوش شتیرے بگیری

یعنی اگر تو ایک درویش کی نصیحت کو قبول کرے تو بہر اہم اول اتھیں فنا ہو سکتی ہیں لیکن تو ہمیشہ زندہ رہے گی۔ حضرت فاطمہ زہرا بتولِ جنت کا شیوہ اختیار کر اور زمانہ کی نگاہوں سے چھپ جانا کہ تیری آغوش میں شتیر جیسا فرزند پرورش پائے۔

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ سر، گردن اور سینہ کا چھپانا فرض ہے۔

زَيْنَتُهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ

اپنی آرائش کو سیکھ کر اپنے شوہروں کے لیے یا اپنے باپوں کے لیے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لیے یا اپنے بیٹوں کے لیے

أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ

یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں کے لیے یا اپنے بھتیجیوں کے لیے اور اپنے بھانجروں کے لیے

أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَمْلُوكَاتِكُنَّ الَّتِي لَمْ يَمْسَسْ بِهِنَّ فَرْسٌ وَلَا بَدَنٌ أَوْ أَوْلِيَّ الْأَرْبَابِ

یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر سیکھ یا اپنی باندھیوں پر سیکھ یا اپنے ایسے لوگوں پر جو عورت کے خواہشمند نہ ہوں لاکھ

سیکھ پہلے مومن عورتوں کو زینت کی نمائش سے منع فرمایا، اب ان لوگوں کی فہرست بیان کر دی جن کے ساتھ نہایت قری

تعلق ہوتا ہے اور جن کے ہاں آمدورفت عام ہوتی ہے۔ اگر ایسے قریبی رشتہ داروں پر بھی اس قسم کی پابندی لگادی جاتی تو

لوگ طرح طرح کی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتے اور زندگی کی بہت سی ہولناکیوں سے محروم ہو جاتے۔ اس لیے بتا دیا کہ سیکھ

کو عام مردوں سے اپنی آرائش چھپانی چاہیے۔ لیکن ان رشتہ داروں سے جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اپنی آرائش کو

چھپانے کی ضرورت نہیں۔ اس فہرست میں جن اقربا کا ذکر ہے (خاوند کے سوا) وہ محرم ابدی ہونے میں سب یکساں ہیں،

لیکن قرابت میں واضح فرق ہے اس لیے علماء اسلام نے انھیں تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ سب سے پہلا درجہ خاوند کا ہے

میں جو اس کا مقام ہے وہ کسی کا نہیں بلکہ حرمہ لیست لغیرہ جعل لہ کل شیء منشا یعنی اس سے کسی قسم کا پردہ اور

حجاب نہیں۔ اس کے بعد باپ، بیٹا اور بھائی ہیں۔ اس کے بعد خاوند کا بیٹا ہے۔ جو چیز اول الذکر کے سامنے ظاہر کی جاسکتی

ہے وہ آخر الذکر افراد کے سامنے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں۔ وابدأ تعالیٰ بالازواج لان اطلاعیہم رقیعہ علی اعظم

من الذینۃ ثم نثی بالحداد و سوتی بدینہم فی ابدان الذینۃ وکن تختلعت مراتبہم فی الحرمۃ بحسب

ما فی النفوس البشر فالاب والابن لیس کا بن الزوج قد یددی للاب ما لا یددی لابن النزوج (محر)

یعنی جن لوگوں کے سامنے اظہار زینت ممنوع نہیں ان میں سرفہرست خاوند ہے۔ کیونکہ اس سے کسی طرح کا بھی تباہ

ہیں۔ اس کے بعد محرم لوگ ہیں لیکن ان کے مراتب مختلف ہیں۔ جو مرتبہ باپ اور بھائی کا ہے وہ خاوند کے بیٹے کا نہیں

اس لیے اظہار زینت میں بھی فرق ہوگا۔

سیکھ جس طرح پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عورتوں سے مراد مسلمان عورتیں ہیں غیر مسلم عورتوں کے سامنے اپنی پوشیدہ

زینت کی جگہوں کو کھولنا ممنوع ہے۔

سیکھ اس سے مراد کنیزیں ہیں اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوں تب بھی ان کے سامنے اظہار زینت کی اجازت ہے

مِنَ الرِّجَالِ أَوْ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ

یا ان پتھروں پر جو (مجھی تک) آگاہ نہیں عورتوں کی شرم والی چھینروں پر محکمہ

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا

اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں شکہ زمین پر تاکہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگار جو وہ چھپائے ہوئے ہیں اور توبہ

حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا لا تغزتک هذه الايات او ما ملکک ایما نهن النساء یعنی بھا الاماء کہ تمہیں یہ آیت دھوکہ نہ دے یہاں ما ملکک سے مراد لوتھڑیاں ہیں۔

شکہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں عورتوں کی خواہش نہیں ہوتی جیسے عین نامرد و خستی وغیرہ۔ لا حاجة لله فی النساء (جناس) و یجتمع فیمن لا فھم کہ ولاھمة یتنبہ بھاالی امر النساء۔

شکہ وہ بچے جو عورتوں کے خفیہ معاملات سے بے خبر ہوں۔ جب کوئی لڑکا اگرچہ وہ نابالغ بھی ہو ان معاملات سے آگاہ ہو جائے تو ان سے اجنبیوں والا سلوک کیا جائے گا۔

شکہ کئی عورتیں پازیب وغیرہ پہن کر نکلتیں اور مردوں کے مجمع سے جب ان کا گزر ہوتا تو وہ دانستہ اپنے پاؤں زمین پر مارتیں تاکہ مرد پازیب کی جھنکار سن کر ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اس آیت میں اس حرکت سے باز آنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان تمام احکام کا مقصد تو یہ ہے کہ ایسے تمام افعال و اعمال پر قدغن لگا دی جائے جن کی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں بدکاری اور بے حیائی کی راہیں کھل سکتی ہیں اور جن کی موجودگی میں وعظ و نصیحت بلکہ قانون کی شدت بھی گناہوں کا انسداد کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس آیت میں صرف پاؤں مار کر مردوں کی مجلس سے گزرنے کا ممنوع قرار نہیں دیا جا رہا بلکہ ہر ایسی چیز جو ان کو ناخوشیوں کی توجہ کا مرکز بنا دے اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ بجز کھیلے لباس پہن کر، یا تیز خوشبو لگا کر مجمع عام میں جانا بھی عورت کے لیے جائز نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو کتے بڑے دکھیا اس سے خوشبو کی پٹیس اٹھ رہی تھیں۔ آپ نے اُسے فرمایا یا امۃ الجبار اے خداوند جبار کی بندی کیا تو مسجد سے آرہی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں آپ نے پوچھا کیا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا سمعت حتی ابوالقاسم سلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یقبل اللہ صلوة امرأۃ طہبت لھذا المسجد حتی ترجع فتغسل غسلھا من الجنابۃ یعنی اپنے محبوب ابوالقاسم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد میں تیز خوشبو لگا کر چلے جب تک کہ وہ گھلوت کر غسل جنابت نہ کرے۔

وہ عورتیں جو زینق برق بجز کھیلے لباس پہن کر خواہاں خواہاں نکلتی ہوئی اجنبی مردوں کے پاس آتی جاتی ہیں۔ نہ قرآن اسلام

إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا إِنَّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَنْكِحُوا الْيَتَامَىٰ

کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سب کے لئے ایمان والو! تاکہ تم (دو نوروں جہانوں میں) باہم راہرو جانو۔ لعلہ اور نکاح کرو یا کرو جو

مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ

بے نکاح ہیں تم میں سے شہہ اور جو نیک میں اعلیٰ تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے اگر وہ تنگ دست ہوں (تو فلاح کن

ان کے متعلق اپنے پیارے رسول کریم کا یہ ارشاد گرامی بھی سن لیں۔ میوہِ نبوت سعد کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ افلحہ فی النبیۃ فی غیر اہلہا کمثل ظلمۃ یوم القیامۃ لا نور لہا۔ وہ عورت جو آراستہ پیراستہ ہو کر نامحرموں میں اترا اترا کر چلتی ہے قیامت کے دن وہ مجتہم تاریکی ہوگی جہاں نور کی کرن تک نہ ہو (ترندی)۔

لعلہ یعنی بلا چون و چرا احکام الہی اور ارشادات نبوی کی تعمیل کے لیے جبک جاؤ۔ اسی میں تمہارے دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد اب اہل جاہلیت کے رسم و رواج کو اور اخلاق و عادات کو نہ چھوڑنا بڑی بے انسانی ہے۔ فان الفلاح کل الفلاح فی فعل ما امر اللہ بہ ورسولہ وتوکل ما نہی اللہ عنہ واللہ تعالیٰ هو المستعان (ابن کثیر)

شہہ ایامی جمع ہے۔ اس کا واحد آیتھ ہے۔ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ اصل میں اس کا اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے جس کا خاوند نہ ہو، خواہ وہ کنزاری ہو یا بیوہ یا مطلقہ، بطور استعارہ اب اس کا اطلاق ایسے مرد پر ہونے لگا ہے جس کی بیوی نہ ہو، قال ابو عبیدہ رجل آیتھ وامرأۃ ایتھ وھو کالمستعان فی الرجال (قرظی)۔

اسلام جو دینِ فطرت ہے وہ معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے اور بے حیاتی سے بچانے کے متعلق صرف و غلطی نہیں کرتا بلکہ وہ عملی تجاویز اور مشکلات کا صحیح حل بھی پیش کرتا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں جس معاشرہ میں بن بیابی عورتیں بکثرت ہوں گی وہاں جذبات کو کب تک قابو میں رکھا جاسکتا ہے۔ بڑے تحفظ اور احتیاط کے باوجود شدتِ جذبات سے مجبور ہو کر وہ غلط قدم اٹھا سکتی ہیں شیطان بڑی آسانی سے انھیں دغلا کر گراہ کر سکتا ہے۔ بیکاری کا یہ بھی ایک دروازہ تھا جس کی طرف سے اسلام اگر انماض کرتا تو اسے حقیقت پسندی نہ سمجھا جاتا، چنانچہ اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمان ایسے مردوں اور ایسی عورتوں کی طرف سے غفلت اور بے پروائی نہ کریں بلکہ ان کا نکاح کر کے ان کو گھروں میں بسانا اپنا اخلاقی فرض سمجھیں۔ اس طرح ایک تو ان کی حالت زار بدل جائے گی اور ان کی حیاں نصیبیاں ختم ہو جائیں گی۔ وہ مایوسی کے گوشے سے نکل کر عملی دنیا میں اپنی تلواریں صلاحیتوں کا نفع بخش مظاہرہ کر سکیں گی۔ دوسرا معاشرہ ان کی لغزش کے نتائج سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس حقیقت کو حضور نبی اکرم نے اس طرح واضح فرمایا ہے: یا معشر! شباب من استطاع منکم الاباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احسن للفرج ومن لم یستطع فلیدہ بالصوم فانہ لله وجاهد لہمین، اُسے جو انوں کے گروہ جو تم میں طاقت رکھتا ہو

يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ وَلِيَسْتَعْفِفَ

مغنی کر دیگا انھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ۲۳۵ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا حمد دان ہے۔ اور چاہیے کہ پاکدامن بنے ہیں

الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ

وہ لوگ جو نہیں پاتے شادی کرنے کی قدرت ۲۳۵ یہاں تک کہ کئی کر دے انھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔ اور جو

وہ ضرور شادی کرے کیونکہ شادی کرنا اس کی نظر کو پاک کر دے گا اور اس کو گناہ سے بچائے گا اور جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔

۲۳۵ یہ حکم صرف آزاد مردوں اور عورتوں کے لیے نہیں بلکہ غلام مرد اور کنیز بھی اس میں شامل ہیں۔ آخر وہ بھی انسان ہیں ان کے بھی فطری جذبات ہیں۔ اگر تم ان کی اس معاملہ میں اعانت نہیں کرو گے تو اور کون کرے گا لیکن غلام اور کنیز کے ساتھ صلح کی قید لگا دی مطلب یہ ہے کہ ایسا غلام اور ایسی لڑکی جن میں خاندان داری کا بوجھ اٹھانے اور ذمہ داریاں نبھانے کی صلاحیت ہو۔ اگر کسی نابالغ غلام کے ساتھ کسی کنیز کو تم بیکڑو گے تو وہ ساری عمر تمہیں کوستی رہے گی۔ اسی طرح کسی غلام کو کسی ایسی لڑکی کے ساتھ باندھ دیا گیا تو وہ اپنی قسمت کو روتا رہے گا۔ اس لیے ان کا نکاح کرنے سے پہلے تسلی کر لو کہ یہ زندگی کی ذمہ داریوں سے ہمہ برا ہو سکتے ہیں۔ انکھو امر کا یہی مذہب ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ وجوب شرعی اور قانونی ہے لیکن اکثر علماء کی رستے میں یہ اخلاقی وجوب ہے یعنی اخلاقی طور پر تمہارا اس طرح کرنا لازمی ہے۔ ۲۳۵ اکثر لوگ افلاس اور غربت کو شادی نہ کرنے کا سبب بناتے جتے ہیں۔ لڑکی والے چاہتے ہیں کہ لڑکا لڑکی ہوتی ہو۔ لڑکے والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکی کے والدین بڑے امیر ہوں تاکہ خوب جہیز ملے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقیر تو لنگری عاضی چیزیں ہیں۔ اگر شریف قابل اور نیک رشتہ مل رہا ہے تو قبول کر لو۔ باقی رہا افلاس تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو وہ اس افلاس کو چاہے تو ان واسطوں سے دور بھی کر سکتا ہے۔ حضرت صدیق کا ارشاد ہے اطیعوا اللہ فیما امرکم بہ من النکاح یجنز لکم ما وعدکم من الغنا۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا جو حکم دیا ہے تم اس کی اطاعت کرو۔ اس نے تمہیں غنی کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اسے پورا کرے گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کر لی ہے۔

۱۔ وہ نکاح کرنے والا جس کی غرض پاکدامن ہونا ہو۔

۲۔ وہ مکاتبہ جو زبرد کا تبت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ابن کثیر)

۲۳۵ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو اس کی پسند کا رشتہ مل جائے یا وہ اتنا خوشحال ہو کہ شادی کے اخراجات برداشت

يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ

مکاتب بنانا چاہیں تمہارے غلاموں سے تو مکاتب بنا لو انہیں اگر تم جانو ان میں

خَيْرًا وَأَتَوْهُم مِّنْ ثَمَالِ اللَّهِ الَّذِي أَتَاكُمْ وَلَا تُكْرَهُوَ افْتِيَتِكُمْ

کوئی بھلائی تمہارے اور زبردستی اور اگر تمہیں میں امداد کروان کی اللہ تعالیٰ کے مال سے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے اور نہ مجبور کر دینی

عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا وَ

لو نڈیوں کو بدکاری پر چھ اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں ۱۵۵ تاکہ تم حاصل کرو (اس بدکاری سے) تو نبوی زندگی کا کچھ

کر سکتے۔ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ اس کی یہ مذہوری اسے اس کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ شادی نہ کر سکنے کے باعث بدکاری کرتا رہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ کفنی سے عقبت کا دامن پکڑے رہیں اور انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس مشکل کو آسان کر دے۔

۱۵۵ شریعت میں غلاموں کو آزاد کرنے کا ایک یہ طریقہ بھی ہے کہ غلام اپنے مالک سے کہے کہ میں اتنی مدت میں اتنی رقم تمہیں ادا کروں گا تم مجھے آزاد کرو، یا میں فلاں مدت انجام دے دوں گا اس کے بدلے تم مجھے آزاد کرو۔ اس معاہدہ کو شریعت میں مکاتبت کہتے ہیں اور معاہدہ کرنے والا غلام مکاتب کہلاتا ہے۔ جب وہ اپنی مقررہ رقم ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جاتے گا۔ یہاں مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ اگر تمہارا غلام مکاتبت کے لیے تمہارے پاس آئے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس معاہدہ کو پورا کر سکتا ہے یا آزاد ہونے کے بعد وہ دوسروں کے لیے تعلیمت کا باعث نہ ہوگا تو تم اس کے ساتھ مکاتبت کا معاہدہ کر لو۔

۱۵۵ کفر اپنے ساتھ صرف عقیدہ کی گمراہی نہیں لانا بلکہ اخلاقی انحطاط اور مروت کا فقدان بھی اپنے جلو میں لانا ہے۔ معمولی عقل و فہم کا انسان جس کام کو کرتے چکے پاتا ہے، جہاں کفر کی تاریکی چھا جاتی ہے وہاں بڑے بڑے جیسا سونکا کھلے بندوں کیسے جلتے ہیں۔ بڑے بڑے رئیس کرتے ہیں اور خدا نہیں شہرتے۔ عرب کے قبائل اپنی نخوت اور تکبر کی وجہ سے مشہور ہیں لیکن کفر کی گمراہی ان کے رگ و پے میں سما گئی تھی۔ اس لیے ایسی گستاخی حرکتیں دن کے اُجالے میں ان کی آنکھوں کے سامنے برتیں بلکہ وہ خود ان کا ارتکاب کیا کرتے اور قطعاً نہ شہرتے۔ زمانہ جاہلیت میں لوڈیاں تجھ گری کا پیشہ عام طور پر اختیار کرتی تھیں۔ بڑے بڑے رئیس خاندان اپنی جوان اور خوبصورت لڑکیوں کو اس مقصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ انہیں الگ مکان مہیا کیے جاتے جنہیں "مواخیر" کہا جاتا تھا۔ ہر ایک پر جھنڈا جمبول ربا ہوتا اور اس لڑکی کا قبضہ نانہ اس کے مالک قبیلہ کے نام سے مشہور ہوتا۔ امام ابن جریر عطاسے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہر قبیلہ اور خاندان کی لڑکیاں

ہوا کرتی تھیں جو ان کی طرف منسوب ہوتیں کہا جاتا یعنی اہل فلان و بعضی اہل فلان۔ یہ فلاں قبیلہ کی زبڈی ہے۔ ان کے دروازوں پر جھنڈے گڑے ہوتے۔ امام ابن جریر نے ان متعدد جھنڈے والیوں میں سے نوکے نام تک لکھے ہیں اور ان کے قبیلہ کا ذکر بھی کیا ہے نہ یہ بات منسوب تھی۔ نہ ان کے پاس کسی کا آنا جانا باعث عار و بزدلی تھا۔

ان کے علاوہ متعدد دوسری قومیں بھی تھیں جو یہ پیشہ کھٹے بندوں کیا کرتیں کئی لوگ ان کے ساتھ شادی کر لیتے تاکہ ان کی حرام کمائی سے عیش کریں۔ عن سعید بن جبیر ان نسائی الجاہلیۃ کن یواجون انفسہن وکان الرجل انما یسکر احد لھن یرید ان یصیب منہا عرضا و ابن جریر

شیرب کے حالات بھی کتر سے کچھ مختلف نہ تھے وہاں اس کا سب سے بڑا کاروبار کرنے والا خود عبداللہ بن ابی تھا جسے اوس و خزرج کے قبیلے اپنا بادشاہ مقرر کرنے والے تھے۔ اور جب حضور مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے اس کے لیے سونے کا تاج سنار کے پاس تیار ہو رہا تھا اس حیثیت کا انسان وہاں سب سے بڑا حرام کار تھا۔ اس نے اپنے پگلے میں چھ نو جوان اور خوبورت لڑکیاں رکھی ہوتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک مقررہ رقم کا ماہر روز ضروری تھا۔ اگر کوئی لڑکی مقررہ رقم پیش نہ کرتی تو اسے زرد کوہ کی بانی اور مقررہ رقم پوری کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ یہ صاحب ان لڑکیوں سے صرف دولت ہی نہ کیا کرتے بلکہ سیاسی فائدے بھی حاصل کرتے۔ عرب قبائل کا کوئی رئیس اگر شیرب آتا تو یہ اپنی ایک لڑکی معاذہ کو شب ہاشمی کے لیے اس کے پاس بھیج دیتا تاکہ وہ ابن ابی کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھے اور ضرورت کے وقت وہ اسے اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے استعمال کر سکے۔ علامہ ابن کثیر و علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے تصریح کی ہے کہ کانت لفظ جاریۃ تدعی معاذۃ وکان اذا نزل بہ ضیعت ارسلبھا الیہ لیواقعہا ارادۃ الشواب منہ والکرامۃ لہ چنانچہ یہی لڑکی معاذہ ایک روز تنگ آ کر حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئی اور اپنی داستان غم بیان کی۔ آپ نے بارگاہ رسالت میں اس کی گزارش پیش کر دی حضور نے فرمایا اسے اپنے قبضہ میں لے لو۔ فامس بہ قبضہا۔ عبداللہ بن ابی نجار کو تپہ پلا تو اس نے بڑا شور و شغب مچایا کہ دیکھو اب وصلی اللہ علیہ و سلم ندادہ ابی دمی ہمارے لڑکیوں کو بھی اپنے قبضہ میں لے سبے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس طرح قانونی طور پر تجہرگی کی قباحت اسلامی معاشرہ سے ختم کر دی گئی جسے یورپ میں آج بھی قانون کی پشت پناہی حاصل ہے۔

۱۵۵۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ پاکہ را من ہونے کا ارادہ نہ کریں تو پھر ان سے یہ پیشہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ مالک کی طرف سے اگر وہ کیسی صورت ہے کہ لڑکی کی مرضی نہ ہو وہ اس سے دور بھاگے لیکن بے غیرت مالک اسے پیشہ کرنے پر مجبور کرے۔ اس صورت میں ساری ذمہ داری اور سارا گناہ اس مالک پر ہو گا لیکن اگر وہ اپنی مرضی سے اس فعل قبیح کا ارتکاب کرے تو اب جرم اس کا ہو گا اور اس کا گناہ اور اس کی سزا بھی اُسے ہی ملے گی یا اس آیت سے ان مالکوں کو غیرت دلانا مقصود ہے کہ تم سے بڑھ کر بھی کوئی دیرت ہو گا کہ تمہاری لڑکی تو عنقت شعار رہنا چاہتی ہے اور تم اسے فلاطت کے اس گڑھے میں پھینکنے پر زہر موم خود ہی فیصلہ کرو کیا یہ بات تمہیں زیب دیتی ہے؟

مَنْ يَكْرِهُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ الْكَرَاهِيَةِ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَدْ

سائنس اور جرم کی یہ حقیقت پروردگار کے پاس ہی ہے۔ حضرت فرشتے اور فرشتہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے جرم کیسے جانے کے بعد انہی فرشتوں کو بخشے

أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا لِّلَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

واللہ اولاد ان پر رحم فرمائے گا اور ہم نے تمہاری قوم میں ہماری طرف روشن آیتیں بھی بھیجیں گے اور تمہارے لئے ایسی مثالیں بھی بھیجیں گی جو تم سے پہلے

وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِ

سے پہلے نیز تمہاری قوم میں بھیجتے ہیں۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا ستارہ اس کے نور کی مثال ایسی ہے

۱۵۵ علامہ ترمذی لکھتے ہیں کہ ایک تو وہ زمانہ کی اجرت وصول کرتے تھے، وہ سزا گراں لوندی سے اولاد جتنی تڑاس کو اپنا غلام بنا لیتے اور اسے فروخت کر کے قیمت وصول کرتے۔ اور اگر زانی قبیلہ کا کوئی نہیں ہوتا اور اس کے عمل سے کوئی نتیجہ پیدا ہوتا تو وہ اس لوندی کو ایک سزاؤٹ بطور نذر یا ادا کر کے اپنا نتیجہ لے جاتا اور لوندی وہ سزاؤٹ اپنے مالک کو دیتی۔ اس طرح انتہائی بے غیرتی سے وہ دولت کمانے میں لگے رہتے۔ اس آیت میں بھی ایسی کمانی کو حرام قرار دیا گیا جنہو رسرورہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صاف الفاظ میں فرمایا مہر البغی حیدث کہ زانیہ کی کمانی ناپاک ہے۔

۱۵۶ اگر کوئی شخص اپنی لوندی کو یہ پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کرے تو وہ مالک گنہگار ہوگا۔ وہ لوندی منذرہ قصور کی جانے لگی۔ نہ اس کے نامہ عمل میں یہ گناہ کھجا جاتے گا اور نہ اسے اس کی سزا ملے گی۔

۱۵۷ اب تک مختلف اور متعدد احکامات بڑی وضاحت سے بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ مقصد معاشرہ کو بہتر بنانے کی بے حیا تہوں، بدکاریوں سے پاک کرنا اور پاک رکھنا ہے۔ یہ احکامات اتنے واضح ہیں کہ ان کے متعلق کہنے کی جسارت کوئی بھی نہیں کر سکتا کہ وہ انہیں سمجھ نہیں سکا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں ان قوموں کے حالات بھی پوری تفصیل سے متعقد و بار بار بیان کیے گئے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے احکام سنائے گئے، سمجھائے گئے لیکن وہ باز نہ آئے۔ جتنی کہ وہ غضب الہی کا شکار ہو گئے اور ان کا نام نشان تک مٹا دیا گیا۔

اسے فرزند ان اسلام اگر اب بھی تم نے اصلاح احوال کی کوشش نہ کی اور قدیم و جدید جاہلیتوں کے پھوسے بتلاؤ کر اپنا ستیا پنا کر ڈالا اور دوسری بے حیا قوموں کی تقلید میں اپنی شرم و حیا کی پیاد کو تاجھینکا تو پھر تم سے بڑا زیاں کار اور کوئی ہو سکتا ہے پھر مکانات عمل کے قانون کے مطابق اگر تم غضب الہی کی جھیلیاں گریں تو تمہارا اپنا قصور ہوگا تمہارے کریم پروردگار نے تو تمہیں بڑے کاموں سے بڑی وضاحت سے آگاہ کر دیا اور ان پر تشریح ہونے والے نتائج کو کھول کر بیان کر دیا۔

۱۵۸ علامہ ابوالفضل جمال الدین ابن منظور اپنی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب میں النور کی وضاحت کرتے

كَمْشُكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْبُصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا

جیسے ایک ملاق ہو اس میں چراغ ہو لالہ وہ چراغ شیشہ کے ایک فانوس میں ہو۔ وہ فانوس گویا ایک

ہوتے تھے ہیں کہ النور اللہ تعالیٰ کے آسمانِ حُسنی سے ہے۔ کیونکہ اندھا اللہ تعالیٰ کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہ اسی کی ہدایت سے راہِ راست پر گامزن ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے۔ نور کا لفظی معنی بیان کرتے ہوئے علماء موصوف تھے ہیں: الظاهر في نفسه المظهر لغیره بيمتقى نوراً (لسان العرب)۔ جو خود ظاہر ہو اور اپنی روشنی سے دوسروں کو آشکارا کر دے اُسے نور کہا جاتا ہے (مجتہد الاسلام) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ حُسنی کی تشریح کرتے ہوئے النور کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ کسی چیز کے ظاہر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ موجود ہو، جو چیز موجود نہیں ہوگی اس کا ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ وہ ازل سے موجود ہے اور اب تک موجود رہے گی۔ نیز وہ اپنے موجود ہونے میں کسی سبب کی قلت اور کسی فاعل کا محتاج بھی نہیں۔ اس لیے وہی ہے جو صفت نور و ظہور سے مستصفا ہونے کا مستحق ہے۔ وہ خود بھی موجود ہے اور اس کے امر کن سے ہر چیز کو خلعت و جود ارزانی ہوتی ہے اس لیے وہ ہر چیز کے لیے نور ہے یعنی مظہر ہے اس لیے اکثر علماء تفسیر نے اس آیت میں نور کا معنی موجد اور مبدع کیا ہے، یعنی عدم سے وجود میں لانے والا، اس کے علاوہ آیت میں نور سے مراد برہمی لیا گیا ہے۔ کیونکہ قوم کا وہ درجہ جس جو ان کے تمام کاموں کے متعلق صیح سوج بجا کرتا ہے اور انہیں صیح راستہ پر چلاتا ہے اسے نور القوم کہا جاتا ہے یعنی سب اسی کی راستے کی روشنی میں اپنے عمل اُمور کرتے ہیں حضرت ابن عباس اور حضرت انس سے نور کا معنی ہادی بھی منقول ہے۔ آیت کا مطلب ہو گا ہادی اهل السموات والارض فعم بنور یعنی بعد ایتہ الی الحق یهتدون و بعد اذ من حیوۃ الضلالة ینجون۔ یعنی آسمان اور زمین والوں کا وہی ہادی ہے پس وہ اسی کے نور ہدایت سے حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور گمراہی کی حیرانی سے نجات پاتے ہیں۔ قیل فی تفسیر ہادی اهل السموات والارض (لسان العرب)

یہ تمام تفسیریں اجتہاد سے منقول ہیں۔ ان میں سے ہر ایک درست ہے اور ہر ایک کی اپنی شان ہے امام ابن جریر نے ابن عباس کے قول کو زیادہ پسند فرمایا ہے اور مجتہد الاسلام کے نزدیک پہلی ترجیح زیادہ پسندیدہ ہے۔

لالہ بہتر یہ ہے کہ پہلے اس آیت کے مشکل الفاظ کی تشریح کر دی جائے جب ان کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے گا تو پھر علماء کرام کے متعدد اقوال کی روشنی میں اس کا مصداق متعین کرنا آسان ہو گا۔ مثلاً کا معنی ہے صفت و المواد بالمثل الصفة العجیبة ای صفة نوره العجیبة (روح البیان) یعنی اس کے نور کی عجیب و غریب صفت یوں بیان کی جاتی ہے۔ مشکوٰۃ اس مخصوص جگہ کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لیے بنائی جاتی ہے جو صرف ایک طرف سے کھلی اور باقی اطراف سے بند ہوتی ہے۔ کتوۃ غیر نافذۃ فی الجدار: چراغ دان۔ مِصْبَاح: بڑے چراغ کو کہتے ہیں جو

كُوكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا

ستارہ ہے جو مونی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے علاہ جو نہ شرقی ہے نہ

خوب روشنی دے۔ سراج منقطعہ حاجت: شیشے سے بنا ہوا فانوس جس میں چراغ رکھا جاتا ہے شفاف شیشے سے بنے ہوئے فانوس میں اگر بڑا چراغ لکھا جیڑا ہو اور اس چراغ کو مشکوٰۃ (چراغ دان) میں رکھ دیا جائے جس کی روشنی ہر سمت سے بند ہو کر ایک ہی سمت میں پھیل رہی ہو تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ روشنی کتنی تیز ہوگی۔ اگر چراغ روشن کر دیا جائے اور اُسے فانوس میں نہ لکھا جائے، ایک تو ہر وقت ہوا کے کسی جھونکے سے اُس کے بجھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے نیز اس کی لُجبی مدھم ہوتی ہے۔ اور اگر اس چراغ کو شیشے کے فانوس میں رکھ دیا جائے تو بجھنے کا خطرہ بھی نہ رہے گا اور جب لُجبی کے شفاف فانوس سے اس کی روشنی چھین چھین کر آئے گی تو اس میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور اگر وہ فانوس کھلے میدان میں رکھا جیڑا ہو اور اس کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہو تو لُجبی اس کی چمک ہر طرف پھیل جانے کی وجہ سے کم ہو جائے گی۔ اور اگر اس فانوس کو اٹھا کر کسی ایسے چراغ دان میں رکھ دیا جائے جو صرف ایک طرف کھلتا ہو تو ساری روشنی ایک سمت میں پھینے کی وجہ سے کئی گنا تیز ہو جائے گی۔ وہ چراغ بالکل اس طرح دکھائی دے گا جیسے تاریک رات میں آسمان پر کوئی دکھتا جیڑا ستارہ ہو جو روشن بھی ہو اور حسین بھی۔

علاہ اُس زمانہ میں چراغ جلانے کے لیے مختلف قسم کے تیل استعمال کیے جاتے تھے۔ ان تیلوں میں سے زیتون کے تیل کی روشنی تیز و صاف اور دھوئیں سے پاک ہوتی جس چراغ میں زیتون کا تیل ڈالا جاتا اس کی چمک دیکھ کا مقابلہ کوئی اور چراغ نہ کر سکتا۔ پھر زیتون کے درخت اور ان سے نکالا جیڑا تیل ایک قسم کا نہیں ہوتا۔ بعض زیتون کے درخت اپنے علاقہ اور آب و ہوا کی وجہ سے دوسرے زیتون کے درختوں سے زیادہ عمدہ ہوتے ہیں اور ان سے نکالا جیڑا تیل کہیں صاف اور روشن ہوتا ہے خصوصاً زیتون کا وہ درخت جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کھلے میدان میں آگاہ جیڑا ہو۔ طلوع آفتاب کے وقت بھی اس کی منابی کر نہیں اسے زندگی بخش اثرات سے سزنا کر دیں اور صیب سورج غروب ہو رہا ہو تب بھی۔ ہوا ہر طرف سے اسے گھتی ہو۔ اس قسم کا درخت اپنے قد و قامت میں بھی نمایاں ہوتا ہے اور اس کا تیل بھی بڑا نفیس ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی لگائی جائے تو از خود روشنی کے شعلے جھڑک اٹھیں گے۔ آیت کے پہلے حصہ میں چراغ کا ذکر جیڑا۔ پھر پوری فانوس کا اور اس جگہ کا جہاں اسے رکھا جاتا ہے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ جو تیل اس میں مل رہا ہے وہ سرسوں یا تارامیر کا معمولی تیل نہیں بلکہ زیتون کے ایک خاص درخت کا ہے۔ اب اس مثال کی عظمت کا اندازہ لگائیے کہ ایسے چراغ کی روشنی کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کی چمک دیکھ دوسرے چراغوں کو مات کر رہی ہوگی اور اپنی صفائی اور لطافت کے باعث دل و نگاہ کو مسحور کر رہی ہوگی۔ ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب علمائے کرام نے اس تیل کے جو مختلف مطالب بیان فرمائے ہیں انھیں ملاحظہ فرمائیے:

۱) حضرت ابن عباس نے کعب اُجبار سے کہا اخبرنی عن قوله تعالى مثل نوره كمشكاة... الآية بے اس آیت کا مطلب بتاؤ قال کعب لهذا مثل ضربه الله لتبته صلى الله تعالى عليه وسلم فالمشكاة صدره و النجاجة قلبه والمصباح فيها النبوة يكاد نور محمد صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وامرؤ يتبين للناس ولولم يتكلم انه نبي كما كان يكاد ذلك الزيت يضيئ ولو لم تمسسه ناس نور على نور (مطهری) ترجمہ: حضرت کعب نے کہا یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کے متعلق بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد سینہ مبارک ہے۔ زجاجہ سے مراد قلب انور ہے۔ مصباح سے مراد نبوت ہے۔ یعنی حضور کا نور اور حضور کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود نمایاں ہو رہی ہے اگرچہ حضور اپنی نبوت کا اعلان نہ بھی کرتے۔ عارف باللہ علامہ شہناز اللہ پانی تپی یہ کھٹنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ولنعم ما قال کعب ها انذا اذ كرفصلا في ظهروا امرؤ نبوته قبل ان يبعث وقبل ان يتكلم انه نبي یعنی کعب نے بہت عمدہ بات کہی ہے اور میں یہاں ایک فصل تحریر کرتا ہوں جس سے پتہ چل جائے کہ حضور کی نبوت اور نعمت شان اعلان نبوت سے پہلے ہی ظاہر باہر تھی۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک طویل فصل لکھی ہے جس میں حضور نبی کریم فخر آدم و نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات کا ذکر کیا جو اعلان نبوت سے قبل ظہور فرماتے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اہل محبت کی تسکین خاطر کے لیے اس کا ترجمہ پیش کر دوں لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں اور یا مکمل محروم رہنا بھی گوارا نہیں، صرف ایک واقعہ ذکر کرنے کی اجازت پاتا ہوں۔ حضور بھی کس نہی تھے کہ تمام علاقہ میں سخت قحط پڑ گیا حضرت ابوطالب بارش کی دعا کرنے کے لیے حرم میں آئے اور حضور اقدس کو بھی ہمراہ لائے۔ حضور کی طرف اٹلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ دعا مانگنے کی دیر تھی فاقبل السحاب من ههنا وههنا واغلق وانفجرت له الوادي وفي ذلك قال ابو طالب

وابيض يستسقى الغمام بوجهه شمال اليتامى عصمة للارامل

یعنی اسی وقت بادل اُدر اُدھر سے جھوم کر آئے، خوب موسلا دھار بارش برسی، یہاں تک کہ وادیاں بھینے لگیں اور اس وقت ابوطالب نے یہ شعر کہا کہ وہ سفید من مومنی رنگت والا جس کے روستے تاباں کے صحتے بادل کی التما کی جاتی ہے وہ تیروں کا آسرا اور حیرت خیزوں کی ناموس کا محافظ ہے لا شرقیہ ولا غربیہ فرما کر یہ بتا دیا کہ نبوت مصطفوی کا فیض عام ہے جس طرح زمانہ کی پابندی نہیں اسی طرح مکان کی قید بھی نہیں۔ اہل مشرق و مغرب سب کے لیے در رحمت کھلا ہے اور درین کلمتہ کریم کشا وہ ہے۔

۲۔ ابراہیم نے اپنی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ یہ مومن کی مثال ہے مشکوٰۃ اس کا نفس ہے زجاجہ اس کا سینہ مصباح نور ایمان اور نور مقرر آن ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں پیدا فرماتا ہے اور شجر مبارک سے مراد افاضل ہے۔
 ۳۔ حسن بصری اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی مثال ہے۔ مصباح سے مراد قرآن کریم ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ زجاجہ سے مراد قلب مومن ہے۔ مشکوٰۃ سے

عَرْبِيَّةٌ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ ط

عربی ہے۔ قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ وہ نور ہی نور ہے۔

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط

پہنچا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے سزا اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ طرح طرح کی مثالیں لوگوں کی ہوتا ہے

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ فِي بُيُوتِ الَّذِينَ اللَّهُ أَنْ تَرْفَعَهُ وَيُذَكِّرَ ط

کے لیے سزا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے۔ ان گھروں میں (جسے متعلق) حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں سزا اور یاد دلاتے

مرا وہ اس کا منہ اور اس کی زبان ہے شجرہ مبارکہ سے مراد اس کی وحی ہے علامہ ابی حیان اندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں یہ قول درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان صورتوں میں مثل نورہ کی ضمیر کا مرجع ایسی چیزیں ہونگی جو پہلے مذکور نہیں ہیں۔ اسی لیے کئی نے اللہ نور السموات والارض پر وقت کیا ہے۔ اور آیت کے پچھلے حصہ کو کلام متانف قرار دیا ہے خذہ الاقوال الثلاثة ماد فیہا ضمیر علی غیر مذکور۔۔۔۔۔ ولذالك قال مکی یوقف علی الارض فی تملک الاقوال الثلاثة (بحر محیط)۔

۴ یا نورہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہوگا اس صورت میں مضارع سے مراد ذات خداوندی ہوگی مشکوٰۃ سے مراد ساری کائنات ہونگی اور ناقوس (زباجہ) اس کا وہ نور ہے پردہ ہوگا جس کے باعث وہ عیاں اور آشکارا ہونے کے باوجود اپنی مخلوقات کی نگاہوں سے مخفی اور پنہاں ہے یہ خفا اس لیے نہیں کہ اس کے ظہور میں کچھ کمی ہے بلکہ تجلیات کی فراوانی اور نور کی کثرت اس بات سے مانع ہے کہ کوئی آنکھ کھول کر دیکھنے کی جرأت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ در رسولہ المسکوتہ مراعہ باسرار الکتاب در صوزہ۔

۵ انسان محض اپنی کوشش اور علم و فضل سے اس نور محض تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس پر چاہتا ہے بتنا چاہتا ہے فرما دیتا ہے۔

۶ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندہ پروردی ہے کہ وہ ان حقائق و معارف کو محسوس مثالوں کے ذریعہ ہمیں سمجھا دیتا ہے ورنہ ان کو سمجھنا کسی انسان کے بس کا روک نہ تھا۔

۷ جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ اپنے نور ہدایت و معرفت سے مالا مال فرما دیتا ہے۔ ان کے چند ظاہری اور باطنی احوال بیان کیے جا رہے ہیں۔ فی بیوت کا متعلق نسبت ہے یعنی یہ لوگ ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کے بلند کرنے کا اس نے حکم فرمایا ہے۔ فیہا کا مرجع بیوت ہے اور اسے جملہ کے آخر میں اس لیے ذکر کیا

گیاتے تاکہ تکرار اور تکریم کا فائدہ دے جس طرح فنی رحمۃ اللہ علیہ فیما خالدون میں فیبا مذکور ہے ترفع سے مراد مساجد کا بلند کرنا ہے یعنی ان کی عمارت بھی شاندار ہو اور وہ نہایت پاک اور تھری بھی ہوں۔ کورے کرکٹ کا نام نشان تک نہ ہو۔ دیواروں اور فرش پر بدنامی ہے اور داغ طبع سلیم پر گراں نگر رہے ہوں۔ چھتوں پر مکڑی نے چلے نتن دیتے ہوں۔ ترفع معناء شعبی و نعلی (قرطبی)۔

حدیث پاک میں ہے من بنیٰ للہ مسجداً، بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنة۔ جو شخص رضاء الہی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر تعمیر فرماتا ہے حضرت حسن بصریؒ نے ترفع کا معنی کیا ہے تعظم و ترفع شانہا و تقطسہ من الافجاس والاقدار یعنی مسجدوں کی تعظیم و تکریم کی جائے انھیں بہتر قسم کی غفلت اور آلودگی سے پاک رکھا جائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد نبویؐ کو ساگوان کی لکڑی سے مزیں کیا اور اسے خوبصورت بنایا حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ لا باس بنقش المساجد بعماء الذہب یعنی اگر مسجدوں میں سونے کے پانی کے ساتھ نقش و نگار بنائے جائیں تو کوئی حرج نہیں حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے زمانہ میں مسجد نبویؐ کی تعمیر پر زبردستی صرف کیا۔ اسے نقش و نگار سے مزیں و آراستہ کیا اور کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا و لہذا لہذا احد ذاک جس طرح مسجد کو عسوس نہایتوں اور آلودگیوں سے پاک رکھنے کا حکم ہے اسی طرح ان اعمال ستیہ کا ارتکاب بھی مسجد میں ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کی بدبو اور شرانندہ فرشتوں کو ازیت ہوتی ہے۔ ان رجل لیکذب الذکبۃ فیئنا عند عند الملک من نتن و ریحہ یعنی انسان جو نتن اور اس کی بدبو سے فرشتہ بھاگ جاتا ہے۔ اسی لیے اسی آدمی کا مسجد سے نکال دینا ضروری ہے جو مسجد میں جھوٹی باتیں کہے فعلی هذا ینحرج من عورت منہ الذکب والتقول بالباطل فاذک یؤذی صعباً بکرام مسجد نبویؐ کو صاف ستھرا رکھنے، اس کو منور کرنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے ایک دفعہ حضرت تمیم الداریؒ شام سے مدینہ طیبہ آئے تھیں، زیتون کا تیل اور عمدہ مٹی ہمٹی رسیاں لے آئے۔ اتفاق سے جس روز وہ پہنچے وہ خمیس کا دن تھا۔ آئے والی رات جمعہ کی تھی عصر کے بعد انھوں نے اپنے غلام ابوالبراد کو حکم دیا کہ ان رسیوں سے قندیلوں کو باندھ کر لٹکاتے۔ قندیلوں میں زیتون کا تیل ڈالے اور رسیاں درست کر دے اس نے حکم کی تعمیل کی جب شمس غروب ہوا انھیں جلا دیا۔ مسجد بقیعہ نور بن گنی۔ حضورؐ تشریف لائے۔ پوچھا یہ کس نے کیا ہے عرض کی گئی تمیم الداریؒ نے حضورؐ نے خوش ہو کر دعا دی۔ فرمایا قوت الاسلام نور اللہ علیک فی الدنیا والاخرۃ۔ تو نے آج اسلام کو روشن کیا، اللہ تعالیٰ تمہاری آخرت اور دنیا کو منور فرمائے۔ اسی لیے علماء نے اس بات کو مستحب جاننا شروع کیا جس میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، اس میں قندیلیں آویزاں کی جائیں۔ شمعیں رکھی جائیں اور ماہ رمضان میں مسجدوں کی روشنی میں اضافہ کیا جائے۔

ان ینور البیت الذی یقوا فیہ القوان بتعلیق القنادیل ونصب الشموع فیہ ویزاد فی شہر رمضان فی انوار المساجد۔ (قرطبی)

فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۗ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ

ان میں اللہ تعالیٰ کا نام۔ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان گھروں میں صبح اور شام۔ وہ (رجال) مرد جنہیں غافل نہیں

تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۗ

کرتی تجارت اور نہ خرید و فروخت یا دہائی سے صلہ اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے۔

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۗ لِيَجْزِيَ اللَّهُ

وہ ڈرتے بہتے ہیں اُس دن سے، گھبرا جائیں گے جس میں دل۔ اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی غلٹہ مگر جزائے سے نہیں

أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ

اللہ تعالیٰ ان کے بہترین اعمال کی صلہ اور اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے انہیں اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ رزق پسندے جس کو

یہاں مسجد میں داخل ہونے کے آداب کا ذکر کر دینا موزوں معلوم ہوتا ہے حضرت سیدہ زہراؓ خاتونِ جنت علیؑ ایسا و علیہا افضل الصلوات والتسلیبات سے ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور جب حضور مسجد سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے بسم اللہ والصلوة علی رسول اللہ اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک۔

اور جب مسجد میں داخل ہو تو یوں ہی ٹیڈ نہ جلتے۔ مستحب یہ ہے کہ اگر نفل پڑھنے کا وقت ہو تو دو رکعت نفل پڑھے۔ اذ داخل احدکم المسجد فلیدبرکع رکعتین قبل ان یجلس (قرطبی)

صلہ یعنی یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا کے مشاغل کی کثرت کے باوجود نہ ذکر الہی سے غافل ہوتے ہیں نہ نماز و زکوٰۃ کی اور انکی میں مستی کرتے ہیں۔ ہر وقت قیامت کے خوف سے لرزہ برآمد رہتے ہیں۔

صلہ روزِ حشر کی ہولناکی اور وحشت کا بیان ہے یعنی اس میں دل شدتِ خوف سے گھبرا جائیں گے۔ آنکھیں منظر کی ہولناکی کو دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ای تنقلب القلوب من الخوف فترجع الی الحنجرة فلا تنزل ولا تخروج وتنقلب الابصار ای تشخص من هول الامرو شدتہ یعنی دل ڈر کے مارے لگے ہیں انکا جائیں گے اور آنکھیں تارے لگ جائیں گی۔

صلہ اس کا متعلق یسبج، لا تلهیہم، یخافون سارے ہو سکتے ہیں لیکن علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ بہتر ہے

بَغِيرِ حِسَابٍ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيَعَةٍ يُحْسِبُ

پا بتا ہے بے حساب - اور جن لوگوں نے کفر کیا ۱۹۹ ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے پھٹی ہوئی ریت ہوئی ہوگی میدان میں

الظَّمَانُ مَاءٌ حَاشٍ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ

خیال کرتا ہے اسے پیرا کہ وہ پانی ہے حتیٰ کہ جب (پینے کے لیے) اس کے قریب آتا ہے تو اسے کچھ نہیں پاتا اور پا ہے اللہ تعالیٰ کو

فَوْقَهُ حِسَابُهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ

اپنے قریب توڑ پھاڑا یا اس نے اس کا حساب اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یا (اعمال کفار) ایسے اندھیروں کی طرح ہیں جو

لِيَحِيَّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظَلَمَاتٍ

گہرے اندھیرے جتنے میں بھاری ہوئی ہے اس پر موج، اس کے اوپر اک اور موج (اور) اس کے اوپر بادل شہ (توڑتے) اندھیرے

کہ اس کا متعلق محذوف مانا جائے جو ان تمام معانی کو شامل ہو، مثلاً يفعلون ما يفعلون لیجزیہم یعنی وہ جو کچھ کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزا سے غیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کی جزا بھی دے گا۔ صرف جزا ہی نہیں بلکہ اپنے فضل و کرم کے غیر تنہا ہی خزانوں سے انہیں وہ نعمتیں دے گا جن کا یہ ابھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد الہی ہے اعددت لعبادی الصالحین ما لایعین مرأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر یعنی میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا تک نہیں، جن کے بارے میں کسی کان کو خبر نہیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ آیت کے آخر میں واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب فرما کر اپنی بندہ نرانی کی مدد کر دی۔

۱۹۹ اب کفار کے اعمال کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اعمال جنہیں وہ اچھا سمجھ کر کرتے ہیں اور بظہیر کی امید رکھتے ہیں ان کی مثال سراب کی سی ہے جو دور سے نظر آتا ہے۔ اور پیرا سا دور کر اس کی طرف چلتا ہے تاکہ پانی کی کراچی پائیں بھلائے۔ وہاں پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ پانی کا کوئی نیا تو محض نگاہ کا فریب ہے۔ یہاں تو خدا کا قہر اور غضب ہے جس میں اسے جتلا کر دیا گیا ہے۔ سراب وہ چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی نظر آتی ہے۔ قیعة اس کی جمع قیعان ہے کشتا وہ اور ہمارے زمین کو کہتے ہیں۔

ہی الارض المنبسطة المسقوية۔
شہ کفار کے اعمال کی ایک دوسری مثال بیان کی جا رہی ہے حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب
مراود آبادی تحریر فرماتے ہیں:-

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجِيدَهُ لَمْ يَكْدِرْهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ

ہیں ایک دوسرے کے اوپر۔ جب وہ نکالتا ہے اپنا ہاتھ تو نہیں دیکھ پاتا اسے اور کچھ تو یہ ہے کہ جس کے لیے

اللَّهُ لَهُ نُورٌ فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ ۝ الْمُرَّانَ اللَّهُ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي

اللہ تعالیٰ نور بنا تے مسے تو اس کے لیے کہیں نور نہیں۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ بلاشبہ اللہ ہی ہے جسے جس کی تسبیح بیان کرتے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالظَّيْرُ صَفِيٌّ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَ

ہیں سارے آسمانوں والے اور زمین والے اور پرندے پر پھیلاتے ہوئے۔ ہر ایک جانتا ہے اپنی (مخصوص) دعا اور اپنی

۱۰ ایک اندھیرا دریا کی گہرائی کا، اس پر ایک اور اندھیرا موجوں کے تراکم کا، اس پر اور اندھیرا بادلوں کی گہری ہموئی لگتا کا۔ ان اندھیروں کی شدت کا یہ عالم کہ جو اس میں ہو وہ باوجودیکہ اپنا ہاتھ نہایت ہی قریب اور اپنے جسم کا جزو ہے، جب وہ بھی نظر نہ آسکے تو اور دوسری چیز کیا نظر آسکتی گی۔ ایسا ہی حال کافر کا ہے کہ وہ اعتقاد باطل اور قول ناسخ اور عمل فحش کی تار بکریوں میں گرفتار ہے، بعض منترین نے فرمایا کہ دریا کے کنارے اور اس کی گہرائی سے کافر کے دل کو اور موجوں سے جبل و شک و حیرت کو جو کافر کے دل پر چھاتے ہوئے ہیں اور بادلوں سے فہر کو جو ان کے دلوں پر ہے تشبیہ دی گئی (فزان المعرفان) بحر محیی۔ یعنی کجی کی طوت مسویک گہرا سمندر جس کی تہ معلوم نہ ہو سکے۔ منسوب الی اللجة والذی لا یدرک قعرہ۔

۱۱ عبادت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جس کی دستگیری توفیق الہی کے عقل، علم، کوشش اس کی توفیق کے بغیر سب بے سود اور بے حاصل ہیں۔

۱۲ جب اللہ تعالیٰ کا نور تحت و فوق ہستی و بطنی ہر جگہ منور نشانی کر رہا ہے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کا انکار کرے اور اس کی بارگاہِ وحدانیت کے علاوہ کسی اور جگہ جہین عبادت بھکائے اور جو لوگ اس نور کی تجلیوں سے روشنی حاصل نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جس کا ذکر اور پرگزرا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں کہ تمہیں تو اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے ہر جگہ نظر آ رہے ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کے دربار میں قائلہ یا معالہ، موعود یا کرنا سر نیاز نہ بھکا رہی ہو یا اس کی تسبیح و تہلیل میں زبردست سنج نہ ہو۔ فشتائے بیط میں بحر پرواز پرندوں کی طوت دیکھو، وہ کسی کی عظمت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ صافات ای باسطات اجضتہم فی الهواء۔ ہوا میں پرول کو پھیلاتے ہوئے۔

الْبَيْتِ وَالنَّهَارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَ

رات اور دن کی عکس بیشک اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا

كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّن مَّاءٍ فَمِنْهُمْ مَّن يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَّن

فرمایا ہے ہر جانور کو پانی سے عکس تو ان میں کچھ تو ریختے ہیں پیٹ کے بل۔ اور ان میں سے بعض

يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّن يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللَّهُ

چلتے ہیں دو ٹانگوں پر۔ اور ان میں سے بعض چلتے ہیں چار ٹانگوں پر پیدا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ

مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ

جو چاہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ہم نے آسمان میں ایسی آیتیں جو (حق کی صاف نشانی

وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَيَقُولُونَ آمَنَّا

بیان کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ تک۔ اور وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں

کثرت سے کہ معلوم ہوتا ہے برف کے پہاڑ ہیں جو آسمان سے اتر رہے ہیں۔

۱۷۷۰ بادلوں کے مختلف ٹکڑے جو آسمان پر ادھر ادھر کھیرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کو جوا میں دیکھ کر کہا کر

دیتی ہیں یہاں تک کہ گہری گھٹائیں گھر کر آجاتی ہیں۔ ان سے بارش بھی برتی ہے اور برف باری بھی ہوتی ہے ضروری نہیں

کہ جو بادل آتے وہ برسے اور جہاں آتے وہاں برسے بلکہ یہ سب جہاں کے حکم کے منتظر ہیں جب اور جہاں ہمارا حکم ہوتا ہے وہاں

برستے ہیں ورنہ تو ان ہی نگاہوں کو ترساتے ہوئے ناپید ہو جاتے ہیں۔ سنا، ضیا، روشنی جب بجلی چمکتی ہے تو دروغنا آتی

تیز روشنی ہوتی ہے کہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ آنکھوں کی مینائی کو سلب کر لے گی۔

۱۷۷۱ عکس گردش میل و نہار بھی اسی کے حکم سے رونما ہوتی ہیں۔

۱۷۷۲ عکس یہ گونا گوں مخلوق جو ہمیں دکھائی دے رہی ہے یہ سب ایک قطرہ آب سے پیدا کی گئی ہے ان میں سے کچھ ایسے

ہیں جو پیٹ کے بل زمین پر ریختے ہیں بعض دو ٹانگوں (انسان اور پرندے) اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ ہر ایک اپنی

بیت اور خصوصیات سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی پاکی کی گواہی دے رہا ہے۔

بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ

اللہ تعالیٰ پر اور (اس کے) رسول پر اور ہم فرمانبردار ہیں پھر منہ پھیر لیتا ہے ایک فریق ان سے (ایمانِ اطاعت کے) اس دعویٰ

وَمَا أَوْلِيكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۖ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ

کے بعد اور یہ لوگ ایماندار نہیں ہیں ۹۷ اور جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ

بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرَضُونَ ۖ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا

فیصلہ کرے ان کے درمیان تو اس وقت ایک جماعت ان میں سے روگردانی کرنے لگتی ہے اور اگر فیصلہ کئے جس میں جہنا ہو تو وہ جگہ پہنچتے

۹۷ یہ آیات ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا ایک یہودی سے تنازعہ ہو گیا

اس یہودی نے بشر کو کہا کہ چلو رسول اللہ کے پاس جو آپ فیصلہ فرما دیں اس پر عمل کریں بشر کے دل میں چور تھا وہ یہودی سے

ناحق الجھڑتا تھا اسے معلوم تھا کہ بارگاہ رسالت میں گئے تو وہاں کوئی سفارش نہیں چلے گی اور نہ ہی طرفداری کی امید کی جاسکتی تھی

اس لیے اس نے کہا ان محمدنا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یحییف علینا۔ آپ تو ہم پر ظلم کرتے ہیں، چلو کعب بن اشرف کے پاس

چلیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ معرفت بشر کو یہی نہیں بلکہ اس فتنش کے بٹنے لوگ ہیں اس کے ہم عصر یا اس کے بعد

آنے والے سب کو بتا دیا کہ جب کسی کو خدا اور رسول کے فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے اور وہ نہ آتے تو وہ مجھ لے کر اس کا اسلام

سے کوئی تعلق نہیں۔ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود خدا اور رسول کے حکم سے سرتانی ناممکن ہے۔ اپنے آپ کو مؤمن کہلانا اور پھر

بارگاہ رسالت میں فیصلہ کے لیے حاضر نہ جانا، اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کے دل میں ابھی کفر والحادی کی بیاری ہے محض

دکھلاوے کے لیے اس نے اسلام کا جامہ پہن رکھا ہے یا ابھی تک اس کے ذہن سے شک دور نہیں جڑا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ

اسلام کے احکام پر کاربند ہونے سے شاید اس کو نقصان پہنچے گا یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کسی وجہ سے اس کے ساتھ

بے انصافی کرے گا۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر کسی کے دل میں ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔

ان آیات سے فقہاء اسلام نے چند مسائل اخذ کیے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اگر دونوں فریق مسلمان ہوں یا ایک

فریق مسلمان ہو تو ان کا فیصلہ مسلمان قاضی کرے گا۔ اور اگر دونوں ذمی کافر ہیں تو ان کا فیصلہ ان کا ہم مذہب قاضی کرے گا

اگر وہ دونوں کسی مسلمان قاضی کے پاس تصفیہ کے لیے جائیں تو قاضی کو اختیار ہے چاہے تو فیصلہ کرے اور چاہے تو نہیں

ان کے ہم مذہب قاضی کی طرف بھیج دے نیز اگر کوئی شخص کسی کو باہمی تنازعہ کے تصفیہ کے لیے کسی عادل قاضی کے پاس

جانے کے لیے کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ضرور اس کے ساتھ قاضی کے پاس جائے۔ قال ابن خویندہ ادا واجب علی کل

من دعی الی مجلس المحاکم ان یتحییب۔ (قرظی)

إِلَيْهِ نُذْعِنِينَ ۖ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ

ہیں اس کی طرف تسلیم کرتے ہوئے کیا ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا وہ (اسلام کے متعلق) شک میں مبتلا ہیں یا نہیں

أَنْ يَحْيِفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۗ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾

یہ اندیشہ ہے کہ ظلم کرے گا اللہ تعالیٰ ان پر اور اس کا رسول۔ بلکہ (درحقیقت) وہ خود ظالم ہیں۔ ایمانداروں

كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

کی بات تو صرف اتنی ہے سنہ کہ جب انہیں بلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ فرمائے

أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۴﴾ وَمَنْ يُطِيعِ

در بیان۔ تو وہ کہتے ہیں ہم نے فیصلہ سن لیا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ دونوں جہانوں میں باہرلو ہیں اور جو شخص اطاعت کر لے

اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقَهُ ۗ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۵﴾

اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ سے اور ڈرتا رہتا ہے اس کی نافرمانی سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

سنہ مزمن کا تو یہ شیوہ ہرنا چاہیے جب اسے خدا اور رسول کی طرف فیصلہ کے لیے بلایا جاتے تو بلا چون چر اما حاضر ہو جائے۔

سنہ فزوکا مرانی سے وہی مشرت ہوگا جس کا طریقہ کار وہ ہوگا جو اس آیت میں بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک روز حضرت

فاروق اعظم مسجد نبوی میں کھڑے تھے تو روم کے دو بھائیوں میں سے ایک وجہان حاضر ہوا اور آکر پڑھا اشہدان لا اله الا

اللہ واشہدان محمد امر رسول اللہ۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا بات ہے اس نے عرض کی میں مشرت باسلام ہو گیا ہوں۔

آپ نے کہا تم نے اپنا آباتی مذہب چھوڑ کر دین اسلام کو قبول کیا ہے اس نے کہا میں نے تورات، انجیل، زبور اور

دیگر کتب انبیاء کا مطالعہ کیا میں نے ایک مسلمان قیدی کو ایک ایسی آیت پڑھتے ہوئے سنا جس میں وہ تمام چیزیں جمع کر لی

گئی ہیں جو سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے۔ اس لیے میں مسلمان ہو گیا ہوں

آپ نے دریافت فرمایا وہ کون سی آیت ہے اس نے یہی آیت بھی پڑھی اور ساتھ ساتھ اس کا مطلب بھی بیان کرتا گیا۔

قال قوله تعالى (ومن يطع الله) في الفرائض (ورسوله) في السنن (ويخشى الله) فيما مضى من عمره (ويتقاه)

فيما بقى من عمره (فأولئك هم الفائزون) الفائزون نجا من النار وادخل الجنة يومئذ من حضرته عمره ثم فرما

قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم أوتيت جوامع الكلمه يعني جوامع الفرائض من الله تعالى في الامت كرتا ہے

۱۲

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ

اور تمہیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بڑے زور شور سے عہدہ کہ اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ (گھروں سے بھی) نکل

لَا تَقْسِمُوا طَاعَةً مَّعْرُوفَةً إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ قُلْ

جائیں گے۔ فرمائیے تمہیں نہ کہاؤ تمہاری فرمانبرداری خوب معلوم ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اپنے لیے

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول و مکرّم کی۔ پھر اگر تم نے نہ گردانی کی تو درجہ ان لوگوں کے ذمہ آنا ہے جو

وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا

ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پانا ہو گے اور نہ ہیچ جہل سے

الْبَلْغُ الْمُبِينُ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کے ذمہ بجز اس کے کہ وہ مسلمان بن جائیں۔ وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کیے لکھے

اور سنتوں میں اس کے رسول کی پیروی کرتا ہے اور گزری ہوئی زندگی میں جو غلطیاں اس سے ہوئیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے

ڈرتا ہے اور آئے والی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے یہی لوگ کامیاب ہیں اور کامیاب وہ شخص ہے جسے آتش جہنم

سے نجات مل گئی اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔

عہدہ ماقول کے طریقہ کار کو پھر بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ زبانی دعویٰ کرنے میں بڑے تیز نظر ہیں تمہیں اٹھا اٹھا

کہتے ہیں کہ حضور آپ ہمیں حکم دیں تو ہم اپنا گھبراہٹ بال بچہ مال و متاع چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہیں جہاد پر جانے کا اشارہ

پاتے ہی سرکبت کھن بدوش میدان جہاد کی طرف چل پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں کہہ

دو زیادہ تمہیں اٹھانے کی ضرورت نہیں، تمہاری اطاعت کا حال خوب معلوم ہے جب قرآنی دینے کا وقت آئے گا

تو تم اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہو گے۔

طاعة معروفة کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ زیادہ مبالغہ آمیزی کی ضرورت نہیں۔ عام معمول کے مطابق حکم الہی

بجالاتے رہو تمہارے لیے آنا ہی کافی ہے لیکن پہلا مفہوم موقع سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

عہدہ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو کفار و مشرکین کے ظلم و ستم سہتہ عرصہ دراز گزر چکا تھا۔

انہوں نے اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر اٹھائی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں آکر پناہ لی تھی۔ مکہ کو الوداع کہتے وقت وہ دولت ایمان تو ساتھ لاتے تھے لیکن اپنی منقولہ اور غیر منقولہ مالداریں اور عمر بھر کا اندختہ وہیں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ کفار کی آتش غضب اب بھی بھڑک رہی تھی۔ میدان بدر میں مسواک جنگست کے بعد ان کا جذبہ انتقام تیز تر ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام ہر وقت مسلح رہتے۔ رات دن دشمن کی یلغار کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ ایک روز ایک صحابی نے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! امایاتی عینا یوم فانیہ و نضع السلاح یا رسول اللہ! کیا ایسا دن نہیں آئے گا جب ہمیں امن نصیب ہو گا اور ہتھیار رکھ دینے کی نوبت آئے گی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: لا تلبثون الا یسیرا حتی یجلس الرجل منکم فی السلاۃ العظیمہ محتبیا لیس علیہ حدیدۃ۔ (بحر محیط)

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم آرام سے بے خوف ہو کر مجمع عام میں بیٹھو گے اور تمہارے جسم پر کوئی ہتھیار نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس ارشاد کی تائید فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔

تاریخ کی ناقابل تردید شہادت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ عہد رسالت میں ہی مکہ مکرمہ، حجاز خیمہ، بحرین، یمن اور جزیرہ عرب کے سارے علاقے لڑائی قلمرو میں شامل ہو گئے۔ قیصر روم متوقف مصر اور کئی دیگر بادشاہوں نے بارگاہ رسالت میں تہافت اور زندانے ارسال کیے۔ حضور کریم کی رحلت کے بعد عہد صدیقی میں فتنہ ارتداد اور دیگر مجبوتوں نے نبیوں کی لگائی ہوئی آگ بجھی اور ہر طرف امن و امان برپا کیا۔ اسی عہد جاہلیوں میں اسلام کی عالمی فتوحات کا آغاز ہوا۔ مشرق میں حضرت خالد اور مغرب میں حضرت ابو سعید کی قیادت میں افواج اسلامیہ نے فتح و نصرت کے علم کاڑھنے شروع کر دیئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بابرکت و باہمن زمانہ خلافت میں تو فتوحات کی انتہا ہو گئی۔ قیصر اپنی ایشیائی مملکت سے دست بردار ہو کر قسطنطنیہ میں جا کر مقیم ہوا۔ اور رومی مملکت کے ایشیائی حصہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ مصر بھی فتح ہوا۔ کسرنی کی چار ہزار سالہ شان و شوکت خاک میں ملی گئی جہاں ملک کے گوشہ گوشہ میں آتش کوہ سے روشن تھے اور آگ کی پوچھا جو رہی تھی وہاں اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کی ولنگاز صدا میں بلند ہونے لگیں۔ حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں شمالی افریقیہ کے ممالک فتح ہوئے۔ بحر روم میں جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ مشرق میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔ سندھ کے ریگزاروں میں بھی نور اسلام سے آجالا ہونے لگا۔ ہر علاقہ میں امن و سکون قائم ہوا۔ ہر جگہ اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ مسلمان جو ہر وقت کفار کی یلغار سے سب سے پہلے رہتے تھے اور انھیں دن رات یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کفر کا سیلاب آئندے گا اور انھیں بہا کر لے جائے گا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ ہیبت اور سلطوت بخشی کہ جس راستہ سے گزر جاتے تھے اسے سرفرازوں کی گردنیں جھک جاتیں۔ کوئی صنعت اور حق پسند انسان تاریخ کے یہ ان میٹھ متعلق دیکھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔

حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا کہ ایک صحابی حاضر ہوا اور اس نے فقر و فاقہ

کی شکایت کی۔ دوسرا آیا اس نے رابز نزل کی دست دراز یوں کا شکوہ کیا حضور نے فرمایا اے عدی، کیا تو نے حیرہ کا شہر دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے دیکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں سنا ہے حضور نے فرمایا اگر تیری زندگی دوازہ ہوتی تو تو دیکھے گا ایک عورت اونٹنی پر سوار ہو کر حیرہ سے روانہ ہوئی اور آ کر کعبہ کا طواف کر سکی اور خدا کے بغیر اسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا میں دل میں خیال کرنے لگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانے اور راہ زن کہاں چلے جائیں گے پھر حضور نے فرمایا اے عدی تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے میں نے عرض کی کیا کسریٰ بن ہرمز یعنی شہنشاہ ایران حضور نے فرمایا وہی کسریٰ بن ہرمز ہے پھر حضور نے فرمایا تم دیکھو گے لوگ ہاتھوں میں سونا اور چاندی ایسے بڑے کسی غریب کی تلاش میں پھر رہے ہوں گے لیکن مملکت اسلامیہ میں انھیں کوئی غریب نہیں ملے گا۔ عدی کہتے ہیں میں نے حیرہ سے اونٹنی پر سوار ہو کر آنے والی عورت کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور میں خود ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے تھے بعض لوگ جو صحابہ کرام کی عظمت شان کا انکار کرنا ہی اپنے ایمان کا کمال سمجھتے ہیں وہ اگر اپنی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی گوارا کرتے تو اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے۔ انھیں یقین ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اور حضور نے جو وعدے فرمائے ہیں جن کا ذکر خود ان لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے وہ وعدے غلط و راہنہ ہیں عہد و عہد آثار میں پورے بڑھتے ہیں۔ ان کے امام کلینی جن کی کتاب کافی ان کے ہاں حدیث کی معتبر ترین کتاب ہے ان کی روایت ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حضر رسول اللہ الخندق صو ابکدیتہ فقتل رسول اللہ البقی من ید امیر المؤمنین او من ید سلمان فضرب بها ضربہ تنفرقت بثلاث فرق وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقد فطعت علی فی ضروبی ہذا کمنوز کسوی و قیصر و فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۰۰ ترجمہ: حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راستے میں ایک چٹان حائل ہو گئی حضور نے گینتی حضرت علیؑ کی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک سے یا حضرت سلمان فارسی سے لے لی اور اس چٹان پر ایک ضرب لگائی اور اس کے تین ٹکڑے ہو گئے حضور نے فرمایا لقد فطعت علی فی ضربتی ہذا کمنوز کسوی و قیصر و میری اس ضرب سے میرے لیے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح کروائے گئے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ خزانے حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ روایت میں فطعت علی کے الفاظ ایک حق بن کے ایسے روشنی کا وہ مینار ہیں جس سے شک و شبہ کا ادنیٰ احتمال بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی واقعہ کو صاحب حملہ حیدری نے ان اشاروں میں ذکر کیا ہے، یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

بپانچ چنیں گفت خیمہ البشر
نمودند ایران کسریٰ بن
سبب را پنہیں گفت روح الامین
کہ چوں جست برق نخت از مگر
دوم قصر روم، سوم ازین
کہ بعد از من اعران و انصارین

بریں مملکت با مسط شوئند
بریں مژدہ و مشکرو لطف خدا
بائین من اجل آں بگردند
کشیدند تجیر شادی کتابا

ترجمہ :-

۱- حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا کہ جب اس شان کو ضرب گلانے سے پہلی مرتبہ آگ کا شعلہ نکلا۔

۲- توجہ کسرتی کا محل دکھایا گیا۔ دوسری مرتبہ قیصر روم کا محل اور تیسری مرتبہ بین۔

۳- اس کی وجہ جبرئیل امین نے یوں بیان کی کہ میرے بعد دین کے مددگار اور انصار

۴- ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں کے باشندوں کو میری شریعت کا پابند کریں گے۔

۵- اس خوشخبری کو سن کر اور اس کا شکر تہ ادا کرنے کے لیے میں نے تین بار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

۶- جب اہل ایمان نے حضور کی زبان پاک سے یہ خوشخبری سنی تو سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

یہ چیز غور طلب ہے کہ حضور نے ان ملکوں کی فتوحات کو اپنی فتوحات قرار دیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا لطف

اور احسان فرمایا ہے اور انہما شکر کے لیے حضور نے اور حضور کے غلاموں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ اگر خدا نخواستہ حضرت

صدیق و فاروق علیہما السلام نہ ہوتے بلکہ دعویٰ اللہ جاہل اور فاسق ہوتے تو کیا ان کے زمانہ خلافت میں جو فتوحات ہوئیں

انہیں حضور کی فتوحات کہنا درست ہوتا؟ اور ایسی فتوحات پر حضور فرحت و شادمانی کا اظہار فرماتے؟ کوئی ادنیٰ

عقل و فہم کہنے والا انسان بھی ان واقعات کی روشنی میں شیخین کی خلافت پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

مزید تکمیل خاطر کے لیے خود حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا وہ ارشاد گرامی پیش کرتا ہوں جو آپ نے حضرت

فاروق اعظم کے متعلق فرمایا۔ مسلمانوں کی فوجیں ایران میں کسرن کی افواج سے برسبر پکار تھیں۔ مجناؤ جنگ سے اطلاع آئی

کہ کسرتی خود ایک لشکر عظیم لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے ارادہ کیا کہ کسرتی کے

مقابلہ میں وہ لشکر اسلام کی قیادت خود فرمائیں۔ مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور اس موضوع کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کی تائید نہ کی کہ حضرت عمرؓ خود جنگ میں شرکت کریں اور اپنی رائے کا اظہار

ان الفاظ میں کیا، آپ خود انہیں لڑیں۔ اگر حق کی طلب صادق آپ کے دل میں ہوگی تو یقیناً آپ پر حق واضح ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا، ان هذا الا مراء لیکن نصرہ ولاخذ لانه بکثرة ولاقلته وهو دین اللہ الذی اظہرہ وجندہ
الذی اعدہ و امدہ حتی بلغه وطلعہ حیث ما طلعہ و نحن مل موعود من اللہ و اللہ منجز وعدہ و ناصر
جندہ و مکان القیمہ بالا مومکان النظام من الغرض یجمعہ ویضمہ فاذا انقطع النظام تفرق الخرز و
ذهب ثمرہ یحتمل بحد اخیارہ ابد او العوب الیوم و ان کا نواقلیلا فصع کثیر و یوم بالاسلام عزیز و ن

لَيْسْتَ خَلْفَتَهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اُس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور مستحکم

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ

کر دے گا ان کے لیے ان کے دین کو جسے اس نے پسند فرمایا ہے ان کے لیے اور وہ ضرور بدل دیگا انہیں ان

بَعْدُ خَوْفَهُمْ أَمْناً يَعْْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ

کی حالت خوف کو امن سے - وہ میری عبادت کرتے ہیں، کسی کو میرا شریک نہیں بنائے اور جس نے ناشکری کی

بالاتحاد الخ ذریعہ البلاغ جلد ۱ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ مصر۔

توجہ سے، اس کام کی فتح کثرت تعداد کی وجہ سے اور اس کی ناکامی تعداد کی قلت کی وجہ سے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اس نے غلبہ عطا فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے جس کو اس نے خود تیار کیا ہے اور جس کی مدد اس نے خود فرمائی ہے یہاں تک کہ وہ ترقی و کامیابی کی اس منزل تک پہنچا۔ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہاں آپ نے اس آیت کی طوط اشارہ فرمایا وعد اللہ الذین اصنوا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائے گا خلیفہ اسلام کی حیثیت اس دھاگے کی ہے جس میں دل نہ پروتے ہوتے ہیں اگر دھاگہ ٹوٹ جائے تو دل نہ بکھر جاتے ہیں اور پھر ان سب کو جمع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عرب اگرچہ تعداد میں آج کم ہیں لیکن اسلام کی برکت سے وہ کثیر ہیں اور باہمی اتفاق و اتحاد کی وجہ سے وہ ہر میدان میں غالب ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ باب مدینہ معظمہ نے حضرت عمرؓ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر کہا اور وضاحت سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اس آیت میں مسلمانوں سے کیا ہے وہ آپ کے زمانہ میں پورا ہو گا۔ اب بھی اگر کوئی شخص خلف راشدین کی خلافت کو برحق نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق کسی قسم کی بدزبانی کرتا ہے تو وہ بیک وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم اور امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب کے ارشادات پر ایمان نہ رکھنے کا جرم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچائے اور اسلام کے جان نثار سپاہیوں کی عزت و تکریم کرنے اور ان کے نقش قدم پر چل کر دین کو سر بلند کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا جب امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو اس وقت یہ وعدہ پورا ہو گا۔ خدا تو حسب کا کوئی علاج نہیں کہیں تھی کی خبر کرنے والے کے لیے آیت میں منکھ کا ایک منظر ہی کافی ہے یعنی صحابہ کرام جو اس آیت کے مخاطب تھے وہی منکھ کا مرجع ہیں اور اولین وعدہ ان سے ہے۔ نیز اگر ان کی اس بات کو صحیح مان لیا جائے تو ثابت ہو گا کہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ کے بعد خلافت میں بھی یہ وعدہ ایسا نہ ہوا کہ ہم ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ وَأَقِمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ

اس کے بعد تو وہی لوگ ناسرمان ہیں اور صحیح صبح ادا کیا کرو نماز ادا دیا کرو زکوٰۃ

وَاطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور اطاعت کرو رسولِ دہاک، کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ خیال ہرگز نہ کیجئے کہ کفار عاجز

مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمُ النَّارُ وَلَيْسَ الْمَصِيرُ ۝

کرنے والے ہیں زمین میں اور ان کا ٹھکانا آتشِ دہم ہے اور یہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ آئے

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ

ایمان والو! اذن طلب کیا کریں تم سے (گھروں میں داخل ہوتے وقت) تمہارے غلام اور وہ (لڑکے)

لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

جوابی جراتی کر نہیں بیٹھے، تم میں سے تین مرتبہ، نمازِ فجر سے پہلے،

وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ

اور جب تم اپنے کپڑے اتارتے ہو دوپہر کو اور نمازِ عشاء کے

الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ

بعد۔ یہ تین پردے کے وقت ہیں تمہارے لیے۔ نہ تم پر اور نہ ان پر عہہ کوئی حرج ہے

۵۵ اسلامی طرز معاشرت کا ایک اور اصول بیان کیا جا رہا ہے۔ پیدل حکم دیا گیا تھا کہ جب تم کسی کے گھر داخل

ہونے لگو تو اجازت طلب کرو مگر اگر اپنے پتھول کو اور گھر کے قدام کو جن کا ہر وقت گھر میں آنا جانا ہوتا ہے ان پر بھی

یہ لازم کر دیا جاتا کہ وہ اذن کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے تو بڑے تکلف اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا اس لیے ان کے

متعلق اس آیت میں وضاحت فرمادی کہ چہ اور قدام اگر ان تین اوقات میں گھر میں داخل ہوں جن کا ذکر آیت میں

کیا گیا ہے تو وہ بھی اجازت لے کر داخل ہوں کیونکہ ان اوقات میں انسان شہرِ عورت میں سستی کرتا ہے۔ ہر کتابت کے

بَعْدَهُنَّ طَوَافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ

ان اوقات کے علاوہ۔ کثرت سے آنا جانا رہتا ہے تمہارا ایک دوسرے کے پاس ہشہ کیل صاف صاف بیان فرماتا

اللَّهُ لَكُمْ آيَاتٌ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ

بنے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے (اپنے) احکام اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے۔ اور جب پختہ جائیں تمہارے بچے

الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ

مذہب کو ہشہ تو وہ بھی اذن طلب کیا کریں جس طرح اذن طلب کیا کرتے ہیں وہ لوگ دین کا ذکر پہلے ہوا ہے

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ

صاف صاف بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام کو اور اللہ تعالیٰ علیم ہے حکیم ہے۔ اور پورے خانہ نشین عورتیں ہشہ

الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ

جنہیں آرزو نہ ہو نکاح کی تو ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ رکھ دیں اپنے بالائی کپڑے

اس کے جسم کا کوئی حصہ نہ لگا ہو یا وہ ایسی حالت میں ہو جبکہ بلا اجازت اپنے پتوں اور قدام کا گھر میں آدھکنا بھی لے سکتا ہے

نہ ہو سکتی ان اوقات کے علاوہ بغیر اجازت گھر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ہشہ آیت کے اس جملہ کا ترجمہ علامہ ابن حبان نے اس طرح کیا ہے ہم طوافون علیکم دیطوفت بضعکم علی

بعض یعنی وہ کثرت سے آتے جاتے ہیں تمہارے ہاں۔ تم ہی ایک دوسرے کے پاس کثرت سے آتے جاتے ہو۔ ہشہ پہلی آیت میں نابالغ بچوں کی گھر میں آمد و رفت کے قواعد بتائے۔ اس آیت میں جب وہ بچے بالغ ہو جائیں تو ان کے گھر میں آتے جانے کا طریقہ ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

ہشہ قواعد جمع ہے، اس کا واحد قاعدہ ہے قاعدہ نہیں۔ تاء تائید کی اس لیے حذف کی گئی تاکہ تپہ سے کہہ

بیٹنا بڑھاپے کی وجہ سے ہے جس طرح امواتہ حامل کہتے ہیں حاملہ نہیں کہتے۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ عورت اپنے شکم میں بچے کو اٹھاتے ہوئے ہے۔ قواعد سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بچہ ہشہ سے عاجز ہو جائیں اور جنہیں حیض

آنا بند ہو جائے۔ رہتے کہتے ہیں ہی التی اذا رايتهما تستقدراھا من کہوھا یعنی وہ عورت کہ جب تو اسے دیکھے تو اس کی پیرا نہ سالی کی وجہ سے اس سے نفرت کرنے لگے۔ ایسی عورت کو اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ اوپر اڑھنے والی

غَيْرُ مُتَّبِعَةٍ بِنُزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهِنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

بشریکہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں (اپنی) آرائش۔ اور ان کا اس سے بھی استغناء کرنا ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ رب

عَلَيْهِنَّ ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا

کھونسنے والا سب کچھ جانتے والا ہے۔ نہ اندھے پر کوئی حرج ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے ۵۵ اور نہ

عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَنْفُسِ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ تم پر اس بات میں کہ تم کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ

أَبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے

أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا

بچھانوں کے گھروں سے یا اپنی بھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا جن

چادر اگر استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ اجازت اس وقت ہے جبکہ اس چادر کو استعمال نہ کرنے سے اس کے
پیش نظر اپنی آرائش اور زینت کی نمود نہ ہو۔

۵۵ اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں لیکن سب سے پسندیدہ وہ قول ہے جسے علامہ قرطبی نے ترجیح دی ہے۔

آپ فرماتے ہیں اس آیت کا ایک حصہ ولا علی المریض حرج پر ختم ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص نابینا، لنگڑا اور بیمار

ہو تو اس پر ایسے افعال کا ادا کرنا ضروری نہیں جس سے اسے تکلیف ہوتی ہو۔ اسی لیے بعد، جہاد وغیرہ سے یہ لوگ

مستثنیٰ قرار دیے گئے ہیں۔ آیت کا دوسرا حصہ ولا علی انفسکم سے شروع ہوتا ہے جس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ

رشتہ دار یا اہباب جن سے بے تکلفی ہو اور اگر ان کے ہاں سے کھایا جائے تو ان کے لیے فرحت اور عزت کا موجب ہو تو ایسے

قریبی رشتہ داروں اور بے تکلف دوستوں کے ہاں سے کوئی چیز کھانا مباح ہے لیکن اگر وہ رشتہ دار یا دوست اس

چیز کو پسند کریں تو پھر بلا اجازت ان کے ہاں سے کچھ کھانا درست نہیں جیسے متعدد امام دین سے واضح ہے۔ یہ رکھنے

کے بعد علامہ قرطبی فرماتے ہیں فهذا المعنى صحيحه وتفسيره بين مفيد يعصده الشرع والعقل والقرطبي يعني آیت کا

یہی معنی صحیح ہے اور آیت کی یہ تفسیر واضح اور مفید ہے۔ شریعت اور عقل دونوں اس کی تائید کرتے ہیں۔

مَلِكْتُمْ مَفَاتِحًا أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا

گھروں کی کھینوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے۔ نہیں ہے تم پر کوئی حرج اگر تم کھاؤ سب مل کر

أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ

یا الگ الگ۔ پھر جب تم داخل ہو گھروں میں تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو۔ وہ دعا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اللَّهِ بُرْكَاتٌ طَيِّبَةٌ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۷﴾

مقرر ہے جو بڑی بابرکت (اور پاکیزہ ہے) یہ نبی کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے (اپنے) احکام کو تاکہ تم سمجھ لو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعًا عَلَىٰ

بس تھے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی

أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

اجتماعی کام کے لیے تو وہاں سے چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں لہذا شبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ

ہیں آپ کے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہیں جب وہ اجازت مانگیں آپ کے پاس کسی

۱۷ جب انسان کسی گھر میں داخل ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہاں پہلے سے کوئی مسلمان موجود ہے تو کہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور اگر وہاں کوئی شخص موجود نہ ہو تو کہے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔

اور اگر کوئی غیر مسلم وہاں رہائش پذیر ہو تو کہے السلام علی من اتبع الهدی۔

۱۸ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب ابوسیان قریش متحد اور دیگر قبائل عرب کو لے کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور

ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ بلائی سردی تھی مسلمانوں کے پاس

مخزاک کے ذخیرے بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے فلام تو عمیل ارشاد میں ہمت تن مصروف تھے لیکن منافق چپکے چپکے گئے یا جھوٹے مدد پیش کر کے گھر جانے کی اجازت طلب

کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی اہل ایمان کا یہ شیورہ نہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر بغیر اجازت حاصل کیے ہونے کھنسنے

شَانِهِمْ فَأَذِنَ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ

کام کے لیے تراہزت دیکھے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجیے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ

عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

تعالیٰ عفوور رحیم ہے۔ نہ بناو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو لہ

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْتَلُونَ مِنْكُمْ لَوْ آذَأ فليحذر الذين يخالفون

اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑے کر لیں نہ بنا پابھی انہیں جو

عَنْ أَمْرَةٍ أَنْ تَصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَلَا إِنَّ اللَّهَ

غلات و زری کرتے ہیں رسول کریم کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے لہٰذا لو ابلاہم

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ

اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ خوب جانتا ہے جن حالت پر تم ہو اور اس دن جب وہ لوٹائے

إِلَيْهِ فَيَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

جائیں گے اس کی بارگاہ کی طرف تو وہ انہیں آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیا تھا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے۔

گئیں یا تجھوٹے بہانے بنا کر واپس لوٹنے کی اجازت حاصل کریں۔

۱۹ بارگاہ رسالت کا ادب و احترام محفوظ رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس طرح خطاب کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔

جس طرح عام لوگ آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہیں۔ بارگاہ رسالت میں شور مچانے، بلند آواز اور رنکے پھینکے

انماز سے ندا کرنے کی ممانعت ہے۔ المعنی قولوا یا رسول اللہ فی رفق ولین ولا تقولوا یا محمد بتجھم۔

یعنی نرمی اور ملاحظت کے ساتھ یا رسول اللہ کہو اور گستاخانہ انداز سے یا محمد مت کہو۔ وقال قتادة : امرهم

ان یشرفوا و یفصموا۔

۱۹ حضور کی نافرمانی پر مرتب ہونے والے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔

تعارف سُورۃ الفرقان

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام: اس کا نام سُورۃ الفرقان ہے جو پہلی آیت سے مانور ہے۔
نزول: یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چھ رکوع ہستہ آیتیں اور آٹھ سو بانو سے کلمات تین ہزار سات سو تین حروف ہیں۔

مضامین: ابتدائی آیتوں میں اس سُورۃ کا ماحصل بُری جاہلیت سے بیان فرما دیا۔ قرآن، رسالت اور توحید اس کے بعد ان میں سے ہر ایک موضوع پر مشرکین کے جو اعتراضات و شبہات تھے ان کو ذکر کیا اور اپنے مؤثر انداز بیان اور مخصوص طرز خطاب سے ان کے جوابات دیتے اور ان کے شکوک کا ازالہ کیا۔ ساری سُورۃ میں اگر آپ غور فرمائیں گے تو دیگر ضمنی مسائل کے علاوہ یہی تین بنیادی چیزیں آپ کو نظر آئیں گی۔



سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

سورة الفرقان مکی ہے اور اس کی ۲۵ آیتیں اور ۲۵ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

بڑی (خیر و) برکت والا ہے سہ تو جس نے اُناراجے الفرقان اپنے (محبوب) بندہ پر نازل کیا کہ وہ جن جانتے رہے جہاں الہی (مغسلی) ہے

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَوَلَّهُ يَكْفُرُ

وہی ہے والا وہ جس کے لیے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی سہ اور نہیں بنایا ہے اس کے کسی کو بیٹا اور نہیں اس کا

سہ کیونکہ اس سورۃ میں معاندین سے خطاب ہو رہا ہے اور انہی کی اصلاح کی کوشش کی جا رہی ہے اس لیے اس سورۃ کا آغاز بڑے پرجلال انداز میں فرمایا گیا۔

”تبارک“ ایسا فعل ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے نیز فعل ہونے کے باوجود اس سے دیگر مشتقات مضارع، اسم فاعل وغیر وہ نہیں بنتے۔ یہ جو کلمہ سے منحوس ہے جس کا معنی ہے خیر و نفع رسانی میں زیادتی۔ اس لیے تبارک کا معنی ہوگا زاد خیر و عطا کا کثرت و کثرت اس کی خیر اور اس کی جو وہ عطا بہت زیادہ ہے عقل سلیم کو اس روشن حقیقت کے تسلیم کرنے میں کیا تاثر ہو سکتا ہے۔ اگر اس کی خیر اور نفع رسانی بے اندازہ ہوتی، اگر اس کے جو وہ عطا کا دسترخوان ہر وقت بچھا ہوا نہ ہوتا تو نہ یہ عالم رنگ و بو ہوتا اور نہ اس کی یہ رونقیں اور گنجینیاں ہوتیں۔ اس کے فیوض سرمدی اور برکات لا انتہائی کا سرچرچہ یہ صحیفہ ہدایت ہے جس کی حیات آفریں مریں جہاں سے گزرتی ہیں وہاں خیر و صلاح کے پھول پھلنے لگتے ہیں پس آفتاب کی روشنی سے عرصہ حیات کے سارے گوشے جگمگا رہے ہیں۔ اس کے نزول سے حق و باطل میں اختلاف و التباس کا دور ختم ہو گیا۔ اس لیے یہاں قرآن کی ہی صفت کہ یہ الفرقان ہے بیان کی گئی۔ اس کا نزول اس عبد کامل پر ہوا جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے۔ عبودیت کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسانی ہے۔ اور اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ محبوب ترین اور اکمل ترین بندہ سارے جہانوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کے خوفناک انجام سے بروقت متنبہ کر دے کیونکہ یہاں نوسے سخن سرکشوں اور معاندین کی طرف ہے اس لیے یہاں صحت نذیری کا بیان ہی مناسب تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ حضور کی نبوت و رسالت، مکان و زمان کی حدود سے آشتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سرا

لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمَلِكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ۝

کوئی شریک سلطنت میں اور اس نے پیدا فرمایا ہے ہر چیز کو پس اس نے مقرر کیا ہے ہر چیز کا ایک اندازہ سہ

وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَ

اور بنا رکھے ہیں انھوں نے خدا سے برحق کو چھوڑ کر ایسے خدا جو پیدا نہیں کر سکتے کسی چیز کو سہ اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں

کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب کے لیے آپ رسول ہیں اور جب تک یہ عالم برقرار رہے گا حضور کی رسالت کا پرچم لہراتا رہے گا۔

سہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کو بیان فرمایا جا رہا ہے، بتایا کہ قرآن نازل کرنے والا وہ پروردگار ہے جس کی حکومت و بادشاہی کا ڈنکا آسمانوں اور زمینوں میں بر جگہ بج رہا ہے۔ اس نے کسی کو اپنا فرزند نہیں بنایا نہ اسے اس کی کوئی ضرورت ہے۔ کوئی شخص اس کی حکومت و سلطانی میں حصہ دار نہیں ہے کہ کچھ اس کا ہو اور کچھ اس کے شریک کا ہر چھوٹی بڑی چیز کا وہی خالق ہے اور وہی مالک ہے۔

سہ اس کی حکمت و علم کا یہ عالم ہے کہ اس جہان میں ان گنت قسموں کی بے شمار چیزیں ہیں لیکن کیا مجال کہ کوئی چیز اپنے اندازے سے کم یا زیادہ ہو چو نہی سے لے کر یا تھی تک، ریت کے ذرّوں سے لے کر پہاڑوں تک ہر چیز اس حقیقت کی شہادت دے رہی ہے کہ بنانے والے نے ہر چیز کو پورے اندازے سے بنایا ہے۔ انسان اپنے آپ میں ہی غور کرے۔ اگر آٹھیں آگے کے بجائے سر کے پیچھے ہوتیں، آنکھوں پر پروںوں کا غلاف نہ ہوتا یا اس پر ٹیکیں نہ ہوتیں تو کیا اس نازک ترین چیز کی حفاظت ممکن تھی! اگر دل جہاں ہے وہاں سے ایک اونچ اور نیچے ہوتا یا بائیں طرف کی بجائے دائیں طرف ہوتا تو یہ آنا و لاخیری کا دم بھرنے والا انسان لمحہ بھر بھی زندہ نہ سکتا! غرضیکہ سارا نظام عالم اس دانائی اور کمال مہارت سے ترتیب دیا گیا ہے، ہر چیز کی وضع و قطع اور محل و مکان ایسی عمدگی سے مقرر کیا گیا ہے کہ اگر اس میں بال برابر بھی رد و بدل کیا جلتے تو ہر چیز پاش پاش ہو جاتے۔ خود سوچو جس کی سلطانی کا یہ عالم ہے کہ ساری بلندیاں اور پستیاں اس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ہیں، جو ہر چیز کا خالق ہے، جس کے علم و حکمت کی گواہی ہر چیز دے رہی ہے۔ سوچو اور انصاف کرو کہ ایسے خداوند عالم و عالیاں کو بے نیکی کوئی ضرورت ہے اور اس کا کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ اسے غافل و احمق کس پکڑ میں پھنسے ہوئے ہر دم کیوں اس روشن حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

سہ مقام حیرت ہے کہ ان مشرکین نے جنہیں اپنی دانشمندی پر بڑا ناز ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لیے ایسے سمجھو بنا رکھے ہیں جو ہر قسم کے عیوب و نقائص کا مجموعہ اور تمام خوبیوں سے کيسر معتر ہیں۔

لَا يَمْلِكُونَ لِنَفْسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيٰوةً

اور نہیں قدرت رکھتے اپنے آپ کو نقصان (سے بچانے) کی اور نفع پہنچانے کی اور نہیں طاقت رکھتے کسی کو مارنے کی اور زندہ کرنے

وَلَا نُشۡوِرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَفْكٌۭ بِاٰفْتِرٰٓءِهٖ

کی اور نہ مرنے کے بعد جانے کی۔ اور کہنے لگے کھٹکار کہ نہیں یہ (دستِ آں) مگر محض بہتان جو کھڑکیا ہے اس نے

وَاعٰنٰهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌۭ اٰخَرُوۡنَ ۙ فَقَدْ جَآءُوۡا ظُلْمًا وَّ زُورًا ۝ و

اور مدد کی ہے اس کی اس معاملہ میں ایک دوسری قوم نے، سو یہ دیکھ کر انھوں نے بڑا ظلم کیا ہے اور سفید جھوٹ بولا ہے اور

ہے کفار کفار کا توجیہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی بڑے شد و مد سے انکار کیا کرتے۔ انھوں نے یہ بات کہ بہتان تراشی کی کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے بلکہ انھوں نے خود اسے تصنیف کیا ہے۔ یہ بات جو جس غضب میں زبان سے تو نکل گئی لیکن خود ہی خیال آیا کہ وہ شخص جو آتی ہے جس کے کسی انسان کے سامنے زانے تہمت نہ نہیں کیا، جو آج تک کسی ادیب اور فلسفی کی صحبت میں نہیں بیٹھا وہ ایسی عظیم کتاب کا مصنف کیسے ہو سکتا ہے جس کی ہر سطر سے اسرار و معانی کے دریا بہتے ہیں چنانچہ وہ کہنے لگے کہ وہ تھا اس کتاب کے مصنف نہیں ہیں بلکہ چند اور لوگ بھی اس کی تصنیف میں شریک ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ بناؤ وہ نابالغ روزگار لوگ کون ہیں جن کی زبان سے علم و حکمت کے ایسے پھول جھڑبے ہیں جن کی رنگت سے چشم دل تازہ اور جن کی بہک سے مشامِ روح معطر ہو رہا ہے تو غلط گوروگوں کی طرح کبھی کسی کا نام لیتے ہیں اور کبھی کسی کا کہیں قدم نہیں جھٹکتے کبھی عبید بن المحرر حبشی کا، اس کا نام لیتے ہیں اور کبھی ابو لکھیم، یسار، عداس اور جبر کا نام لیتے ہیں جو انہی مشرکین معاندین کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آخر ایسے لوگ جن کی مادری زبان عربی نہیں، جن کی ساری زندگی اپنے بے مہر آقاؤں کی خدمت میں بسر ہوئی، جن کے اعمال و اطوار یا گفتگو سے کبھی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کی بڑکھی کو نہیں آئی وہ اس کتاب کے مصنف کیسے بن گئے جس کی فصاحت و بلاغت، جس کے حسن بیان اور زورِ استدلال نے عرب بھر کے ادیبوں اور دانشوروں کے چمکے چمکا دیئے اور بار بار چیلنج دینے کے باوجود انھیں یہ ہمت نہ ہوئی کہ سارے عرب کے تمام فصحاء و بلغاء اپنی ساری قوتوں کو بروئے کار لا کر اس سببی ایک کتاب یا کم از کم ایک چھوٹی سی سورت ہی پیش کر سکتے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے شور و شر کے جواب میں آنا کہہ کر ہی بات ختم کر دی کہ وہ ظالم ہیں اور سفید جھوٹ بول رہے ہیں۔ مگر یا ان کا یہ اعتراض اس قابل ہی نہیں کہ اس کا جواب دیا جاسے یا اس کی طرف توجہ کی جاسے۔

۳۵۱ - عبدالمطلب

قَالُوا سَاطِرُ الْأَوَّلِينَ اِكْتَبَهَا فِي تَمَلُّ عَلَيْهِ بَكْرَةً وَ

کفار نے کہا یہ تو فسانے میں پہلے لوگوں کے سہ اس شخص نے کھوا لیا ہے انہیں پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اسے سرج

اصِيلًا ۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ

و شام تک ازبر جو جائیں آپ فرمائیے انا ہے اس کو اس (ضمانے جو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سامنے رازوں کو

اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۶ وَقَالُوا مَا لَ هَذَا الرَّسُوْلُ يَأْكُلُ

واقعی وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے شہ اور کفار دہلے کیا جڑا ہے اس رسول کو شہ کہ کھانا کھاتا ہے

الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنُ

اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں - ایسا کیوں نہ ہوا کہ انا جانا اس کی طرف کوئی فرشتہ اور وہ اس کے

سہ پھر کہتے اس میں رکھا ہی کیا ہے یہی چند من گھرت قسطے اور پڑنے لوگوں کی داستانیں قسطے گوڑوں سے صبح و شام
نہیں انہیں نمک مرچ نکایا اور میں اگر سنا دیا کیا ایسی کتاب بھی اس قابل ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے
اکتبہا استکتبہا کسی سے کھرانا تملی تقو

شہ اس کے جواب میں اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تم فرماؤ کہ یہ سنے سناتے قسطے نہیں ہیں بلکہ اس عظیم و
جبر کا کلام ہے جو زمین و آسمان کے ہزاروں سے باخبر ہے۔ اگر تم اب بھی اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دو اور حق کو قبول کر لو تو
وہ اپنی منفرت کی چادر سے تم کو ڈھانپ لے گا اور اپنی رحمت کا دروازہ تمہارے لیے کھول دے گا۔ تمہاری سابقہ خطا میں
سب معاف کر دی جائیں گی۔ یہاں غفوراً رحیماً کا ذکر کتنا دلکش اور معنی نیر ہے۔

شہ اپنی باتوں کی بے سرو پائی ان پر بھی عیاں تھی وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں خوب جانتے تھے کہ ان کی یہ بہتان
تراشیاں کسی خرد مند کو متاثر نہیں کر سکیں گی اور ان کی اس غوغا آرائی سے لوگ اس دین حق سے متنفر نہیں ہوں گے اس لیے
انہوں نے پزیرا بدلا اور کہنے لگے یہ عجیب رسول ہے۔ ہماری طرح کھانا پیتا ہے۔ بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ نہ اس کے
ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا ہے جو لوگوں کو بتائے کہ یہ خدا کا رسول ہے اور اگر تم نے اس کی پیروی نہ کی تو ہلاک کر دیے جاؤ گے
انہیں بند کر کے ہم ایسے شخص کو کیسے رسول تسلیم کریں۔

مَعَهُ نَذِيرًا ۝ اَوْ يُلْقَىٰ اِلَيْهِ كَنزًا وَاَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاكُلُ مِنْهَا وَاَوْ

ساتھ مل کر لوگوں کو ڈرانا یا دایا کیوں نہ ہو! کہ انکارا جانا اس کی طرف خزانہ جسے یا درگم از کم، اس کا ایک بلخ ہی ہوتا تھا یا کرتا

قَالَ الظَّالِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا

اس کی آمدنی ہے اور ان ظالموں کو (وہاں تک) کہہ دیا کہ تم پیروی نہیں کر رہے ہو بلکہ ایک ایسے شخص کی جس پر جادو کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے منہ

۱۹ اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہرگز کہ اس کے پاس زرد و جواہرات کا خزانہ ہوتا نہ ہو جی آرام و راحت سے زندگی بسر کرتا اور اپنے منہ والوں کو بھی فکر و روزگار سے آزاد کر دیتا یا اس کا ایک بلخ ہی ہوتا جس کی آمدنی سے یہ اپنا وقت عزت و آرام سے گزارتا اور عسرت و تنگدستی سے پریشان نہ ہونا پڑتا۔ آخر میں کہتے کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے، اس لیے تو یہ (معاذ اللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے کفار مسلمانوں کو طعن دیتے کہ یہ ہے تمہارا رسول جس کے پاس چھوٹی کوڑی بھی نہیں تم ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے اور اس کی عقل کا توازن برقرار نہیں رہا۔

منہ ان کو باطنوں کے پاس وہ آنکھ کہاں جو نور محمدی کو دیکھ سکے، ان کے بشری حواس بھی کفر و شرک کے تقنی کے باعث ایسے ماؤف ہو چکے ہیں کہ بشریت کا ملکہ کے اس مرتفعہ زریا اور پیکر حسن و جمال کی رعنائیوں کو بھی دیکھنے سے رنگ قاصر ہیں۔ ان کی کوتاہ بینی صرف بازاروں میں اس کا پلٹنا دیکھ سکی لیکن عرش کی بلندوں پر اس کا محو خرام ناز ہونا انہیں دکھائی نہ دے سکا۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی فرشتہ نہیں ہوتا فرشتوں کے سردار قراس کی رکاب تھامنے اور باگ پکڑنے کو اپنے لیے باعث عزا و افتخار سمجھتے ہیں۔ اسے تو ہر وقت میری معیت حاصل ہے جو فرشتوں کا خالق و مالک ہوں فانك باعيتنا (تو ہماری قدرت کی نگاہوں میں بس رہا ہے) کی شان سے وہ بے خبر ہیں۔ وہ یہی دیکھتے رہے کہ یہ پھٹے پڑنے پکڑے زریب تن فرماتا ہے۔ اس کے ہاں اکثر خجکی روٹی پتی ہے بلکہ کئی کئی ماہ تک اس کے ہاں چڑھایا ہی گرم نہیں ہوتا، اس سے انھوں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ مفلس ہے، نادار ہے۔ لیکن انھوں نے انا اعطيناك الكوثر پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ انھوں نے میرے محبوب کی یہ بات سننے سے کان بند کر لیے ا عطيت مفاتيح خزائن الارض (ہماری) مجھے ساری زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ دنیا اور دنیا کی متاع فانی کو اس نے اپنے دامن استغفار سے گرد کی طرح جھاڑ دیا ہے۔ اس کی نگاہ مازع کو تو خوردوں کا خون بخت کی بہا میں، عرش و کرسی کی عظمتیں اپنی طرف منتطفت نہ کر سکیں۔ وہ تو میرے خون حقیقی کے مشابہہ میں نعمت استغراق سے سرشار ہے اور کافر اپنی نادانی اور کم ظرفی کے باعث یہ سمجھنے لگے ہیں کہ مفلس ہے نادار ہے۔ انہیں کیا معلوم۔

۲۰ ووجہاں کی نعمتیں ہیں اس کے خالی ہاتھ میں

وہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی بلخ نہیں کہتے کہ وہ ان میں سے کہنے والے! یہ سارا گلشن عالم اس کا ہے فردوس بریں کے

لَكَ الْأَمْثَالُ فَضَلُوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۖ تَبْرَكَ الَّذِي إِنَّ

کیسے بیان کرتے ہیں آپ کے متعلق طرح طرح کی مثالیں سمودہ اس لیے اپنی کے باعث، گمراہ ہو گئے ہیں ہرگز نہیں ہستے بڑی خیر برکت ۱۱۱

شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتِ بَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو نہائے آپ کے لیے بہتر اس سے لہذا یعنی ایسے باغات رواں ہوں جن کے نیچے نہریں۔

درد و لوار تصور و اشعار پر اسی کا نام نقش ہے۔ اے محبوب تیرے مقام کو نہ پہچان کر تیری عظمت سے بے خبر رہ کر تیری شان کا انکار کر کے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ کاش انہیں عقیدت کی آنکھ اور بلال کا دل نصیب ہوتا تو انہیں تیرے حسن سردی اور تیری محبوبیت کا پتہ چلتا۔ بارگاہ رسالت کا شاعر سید مجذوبی میں منبر پر کھڑا ہوا، کچھ کہہ رہا ہے، خدا سے سنو تو۔

وَاجْمَلْ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ
وَاحْسَنْ مِنْكَ لَمْ تَلِدْهَا الْبَشَاءُ
خَلَقْتَ مِنْزَلًا مِنْ كُلِّ عَيْنٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خَلَقْتَ كَمَا تَشَاءُ

چشم فلک نے اے محبوب کہیں بھی اور کبھی بھی تجھ کو نہ دیکھا اور کسی عورت نے کسی زمانہ میں آپ سے زیادہ حسین و جمیل تجھ نہیں جنا۔ پیدا کرنے والے نے تجھے ہر عیب سے پاک پیدا کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تیری تخلیق اس طرح کی گئی ہے جیسے تیری مرضی تھی۔ اور یہی حسان ایک دوسرے موقع پر یوں حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں:

لَهُ هِمَّتُهُ لَا مِثْلَهُ لَهَا
وَهُمَّتُهُ الصَّغْرَى أَجَلٌ مِنَ الذُّهْرِ

اس کے بڑے بڑے حوصلوں اور ہمتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس کا سب سے چھوٹا حوصلہ زمانے سے بھی بزرگ ہے۔ لیکن نہ وہ عشق و محبت کی راہ پر چلے اور نہ انہیں تیری معرفت نصیب ہوئی وہ بد نصیب اعتراضات اور الزامات کے خارزاروں میں ہی سرخسٹخ کر رہ گئے۔ اسی لیے تو کبھی کہتے ہیں کہ جاؤ گ رہے کبھی کہتے ہیں کہ نہیں اس پر کسی نے جاؤ کر دیا ہے کبھی کہتے ہیں خود کلام گھڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف فسوس کر دیتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں بہت سے لوگ اس کی امداد کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں شاعر ہے غرضیکہ کوئی بات بن نہیں آتی کہیں قدم نہیں جھٹتے۔ یوں ہی واہی تباہی بک رہے ہیں حقیقت کا راستہ گم کر بیٹھے ہیں اور ظن و تخمین کے ریگزاروں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

اللہ اللہ تعالیٰ کی حمد و عطا سے کیا امید ہے کہ وہ آپ کو یہ نظر ہماری بانٹ بھی دے دیتا۔ اس میں نہریں رواں ہوتیں اور آپ کی رہائش کے لیے بڑے بڑے خوبصورت اور شاندار محل ہوتے۔ لیکن جس دین حق کی تبلیغ کی عزت آپ کو بخشی گئی ہے اس کے سامنے یہ ساری نعمتیں بیچ ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ اس آیت کو لے کر (غنازن جنت) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رضوان نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا پھر کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت آپ کو

وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ

اور بنا کے آپ کے لیے بڑے بڑے محلات۔ بلکہ یہ تو جھٹلاتے ہیں قیامت کو سلاہ اور ہم نے تیار کر رکھی ہے ان کے

بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۝ إِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا

لیے جو جھٹلاتے ہیں قیامت کو بھڑکتی ہوئی آگ جب یہ آگ دیکھے گی انھیں دُور سے سلاہ تو وہ تمہیں گے اس کا جوش مارنا

وَزَفِيرًا ۝ وَإِذَا الْقَوْمُ مِنَّامَكَانٍ دَعَوْا هَذَا كَذُورًا ۝ ط

اور چھیڑنا۔ اور جب انھیں پھینکا جائیگا اس آگ میں کستی تنگ جگہ سے زنجیروں میں جکڑ کر تو پکاریں گے وہاں موت کو

سلام فرماتے ہیں اور یہ ایک سند توچی ہے۔ اس سند توچی میں سے نور نیک رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لہذا ہذا مقایعہ خزان
الدنیا۔ اس میں دنیا کے سائے خزانوں کی گنچیاں ہیں۔ آپ یہ سنے، اس کی وجہ سے آپ کے آخرت کے اجر میں ٹھہر کے
پر کے برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل کی طرف دیکھا۔ گویا آپ اس کی دانتے پوچھ رہے ہیں
جبریل نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ آپ تو واضح اختیار کریں حضور نے فرمایا "یا رضوان لا محاجة
لی فیہا الفقرا حب الی وان اکون عبدا صابرا شکورا" اُسے رضوان مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ مجھے فقر زیادہ
پسند ہے اور مجھے یہ چیز زیادہ مرغوب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا عباد اور شکر گزار بندہ بنوں۔ وقال رضوان اصعبت اللہ
لک (قرطبی) آپ کا یہ فیصلہ درست ہے اللہ آپ کا ہے اللہ لک میں جو کھٹت ہے اس سے اہل ذوق ہی کھٹت اندوز ہو
سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے ۔

میں تو مالک ہی ہو گا کہ ہوا لک کے حبیب اور محبوب و محبوب میں نہیں میرا تیرا

حضرت مائتہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عرض علی ربی ان یجعل لی بطحاء
مکة ذہبا وقلت لا یاسرت ولكن اشبعہ یوما و اجوع یوما لا یظہری (میرے رب نے میرے سامنے یہ چیز پیش کی کہ
میرے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کی لا یاسرت نہیں میرے مولا، بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن میر
ہو کر کھائی اور تیرا شکر ادا کروں، اور ایک دن مجھ کو کھانے اور صبر کروں) ۔

گزیدہ فقر کو فرماں دینے مالک ابد ہشت خفاک نثار دو ہوا سے سلطانی

سلاہ ان کی یتیم بندیاں اور یتیمان تیرا شیواں اسی لیے تو ہیں کہ انھیں قیامت پر یقین نہیں اگر انھیں یہ علم ہو جاتا کہ
کل روز عشان ہر روز سر ایوں کے بارے میں ان سے باز پرس ہوگی تو ایسی بے ادبیاں نہ کرتے۔

سلاہ آس روز گرفتار و شرمین پر جو گزرے گی اس کا حال بیان فرمایا تاکہ وہ اب ہی غرابت و ضلالت سے باز آجائیں

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَاَدْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝۱۴ قُلْ اَذَلِكْ خَيْرٌ

(کہا جائیگا بد بختوں! نہ مانگو آج ایک موت سملہ بلکہ مانگو بہت سی موتیں۔ ان سے پوچھیے ذرا بتاؤ یہ بھرتی ہوئی آگ

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۝۱۵ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَّمَصِيدًا ۝۱۶

بہتر ہے یا دائمی جنت سملہ جس کا وعدہ پر مہنگا گاروں سے کیا گیا ہے۔ ہوگی یہ جنت ان کے اعمال کا سلسلہ اور دائمی زندگی کا انجام۔

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ ۝۱۷ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُورًا ۝۱۸

ان کے لیے اس میں ہر وہ نعمت ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے سملہ وہاں ہمیشہ رہیں گے کچھ بگڑے ہوئے جس کا ایسا لانا ہے

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَيَاْعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَاَنْتُمْ

اور جس روز (مشرق میں) اللہ انہیں اکٹھا کرے گا اور ان راطل خداؤں کی جنہیں یہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو اللہ پوچھے گا ان

اَضَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝۱۹ قَالُوا سُبْحٰنَكَ

معبودوں سے، کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا وہ خود ہی سیدھی راہ سے بھٹک گئے تھے؟ تو وہ کہیں گے تو پاک ہے

اور دوزخ کی ان تکلیفوں سے اپنے آپ کو بچائیں جن کے ذکر سے ہی کلیجہ مند کو آجاتا ہے۔ تعظیم: صوت تعظیم ہی صوت غلیظا شہیدا بصوت المنغیض شعلوں کے بھرنے سے ایسی آواز پیدا ہوگی جیسے کوئی غلیظ و غصہ سے بڑبڑا رہا ہو۔ زفر: ترقد النفس حتی تنتفخ الصلوع منه (مفردات)۔ ایسی سانس کے پھولنے کی آواز جس سے پسلیاں پھول جائیں۔ گدھا جب بیٹھتا ہے تو اس کی آواز کے پیلے حصہ کو زفر اور آغزی کو شہیت کہتے ہیں۔ معقونین، زنجیر و سلاسل میں بکڑے ہوئے۔

سملہ انہیں جب زنجیر و سلاسل میں بکڑ کر بکڑتے ہوئے اور غصہ سے جھنجھکتے ہوئے دوزخ میں پھینکا جائے گا تو ہر ایک کہے گا ہستے میں تباہ و برباد ہو گیا، ہلاک ہو گیا۔ سب سے پہلے شیطان و اشیوہ کہہ کر چلائے گا اور اس کے بعد اس کے پیچھے سملہ دوزخ اور اس کی کرنیا کیوں کا ایسا موثر منظر پیش کیا گیا کہ وہ اب ہی اسے آنکھوں سے دیکھنے لگے ہیں اور ان سے یہ پوچھیے کہ حکم دیا جا رہا ہے۔

سملہ اہل جنت کی فرحت افزائیوں کا ذکر فرمایا کہ اس دنیا میں انہوں نے ایسی زندگی گزاری جیسے ہم نے انہیں حکم دیا تھا اس انہوں نے سرسبز مٹی کی ماورجنت میں ہم ان کی ایسی دلداری کر گئے کہ جو وہ چاہیں گے وہ ہتا کر دیا جائیگا یہ اللہ کا نعمت و مدد جس کی تلاش ہی نہیں ہوتی۔ سملہ تمام مشرکین کو بتایا جا رہا ہے کہ جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے اور ہر وقت ان کی پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہو

مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ

(ہر عیب سے) ہمیں یہ بات زیادہ سمجھی کہ ہم بناتے تیرے سوا کسی غیر کو دوست لیکن تو نے

مَتَّعْتَهُمْ وَإِبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الَّذِي كَرَّمُوا بِأَقْوَامًا بُورًا ۝۱۰ فَقَدْ

آرام و آسائش عطا کی انھیں اور ان کے آباء کو یہاں تک کہ انھوں نے بھلا دیا تیری یاد کو اور دیکھیں، وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے، لہذا تم نے

كَذَّبْتُمْ بِمَا تَقُولُونَ لِمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا وَمَنْ

تمہارے معبودوں کے نہیں جھٹلایا جو تم کہتے ہو جس اب نہ تم اپنے سے عذاب کو بچ سکتے ہو اور نہ تمہاری مدد کی جائیگی، اور جس نے

يُظْلِمُ مِّنْكُمْ نُدِقَهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۝۱۱ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ

ظلم کیا تم میں سے تو ہم چھپائیں گے اسے عذاب بڑا۔ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں اپنی بارگاہ میں طلب کرے گا اور تم بھی ان کے ساتھ ہو گے۔ اس وقت ان معبودوں سے پوچھا جائیگا کہ کیا تم نے انہیں کہا تھا کہ ہمیں خدا بناؤ اور ہماری عبادت کرو۔ اسے مشرکین! من لو اس وقت تمہارے سارے معبود دیوی دیوتا سب کہیں گے اسے خداوند عالم تو ہر قسم کے شرک سے پاک اور منقرض ہے۔ ہم یہ جرات کیونکر کر سکتے تھے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیں۔ ان لوگوں کی گمراہی کی وجہ یہ نہیں کہ ہم نے انھیں ایسا کہا تھا بلکہ دولت و عزت کی فراوانی اور مہلت کی طوالت نے انھیں بدست بنا دیا اور وہ تیری یاد سے غافل ہو گئے۔

وہ کون معبود ہیں جن کو قیامت کے روز طلب کیا جائے گا۔ شحاک اور عکرمہ نے کہا ہے کہ وہ بت ہیں جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اُس روز ان کو قوت گویائی بخشی جائے گی اور وہ جواب دیں گے۔ لیکن مجاہد اور ابن جریر نے کہا ہے کہ تمام معبودوں کو بلایا جائے گا۔ فرشتے، جن، انسان، مسیح، عذریہ وغیرہ۔ وہ سب اپنی برادرت کریں گے کہ ہم نے کسی کو اپنی پوجا کرنے کی تلقین نہیں کی۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے تاکہ ساری مشرک قوموں کے معبودوں کا ذکر آجائے۔ ان میں سے جنھوں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا ہوگا بلکہ لوگوں نے ناحق انھیں معبود بنا لیا ہوگا۔ ان کا تو یہ جواب صداقت پر مبنی ہوگا لیکن فرعون و فرود وغیرہ جنھوں نے اپنی الوہیت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ انھیں خدا مانیں، وہ بھی اُس روز مکر جائیں گے۔

نور: ہلکی۔ پاک و برباد۔ یہ اسم مصدر ہے۔ واعد جمع تذکرہ، تانیث سب حالتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ المصن کی کہ ہے کہ یہ بانٹ کی جمع ہے جس طرح عائد کی عوذ اور ہاند کی شوذ۔ (قولی)

اَوْنَرِي رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْعُوا كِبْرًا ۝

یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے تھے اپنے دلوں میں اور انھوں نے حد سے بڑھ کر کبرستی کی

يَوْمَ يَرُوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ

جس روز وہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو کوئی خوشخبری کی بات نہ ہوگی اُس روز مجرموں کے لیے سزا اور فرشتے کہیں گے ہاں

حٰجِرًا فَحٰجِرًا ۝ وَقَدْ مَنَّ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

یہ دہشت کا داخلہ قطعاً حرام ہے اور ہم متوجہ ہو گئے ان کے کاموں کی عزت سزا اور انہیں گرو وغیر

کبھی کہتے اللہ تعالیٰ بے حجاب ہو کر ہمارے سامنے آئے تاکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلی کریں۔ ارشاد ہوتا ہے ان مغروروں نے اپنے آپ کو سمجھ لیا رکھا ہے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کو ان کے ایمان لانے کی بڑی ضرورت ہے اس لیے وہ جو مطالبہ کریں گے خواہ کتنا نامعقول ہی ہو اسے ضرور پورا کیا جائے گا۔ وہ اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دیں۔

سزا اگر ان کی خواہش کے مطابق فرشتے ان کے پاس آ کر آئیں بھی تو وہ دن ان کے لیے فرحت و مسرت کا دن نہیں ہوگا۔ فرشتے ان کے لیے کوئی خوشخبری لے کر نہیں آئیں گے بلکہ انہیں یہ بتانے آئیں گے کہ تو یہ کی مہلت ختم ہو گئی اور تمہارے لیے بہشت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور اس میں تمہارا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ فقول الملائكة حراماً معتمداً

ان میں داخلہ الجنتہ الا من قال لا اله الا الله و اما مشرئعاً و محجوراً صفة تؤكده معنی حجراً اسما قالوا موت مانت و ذیل ذائل۔ یعنی فرشتے کہیں گے کہ جنسوں نے کلید شہادت نہیں پڑھا اور شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کی ان کا عہد میں داخلہ قطعاً حرام اور ممنوع ہے۔ اس صورت میں حجراً موصوف محجوراً صفت برائے تاکید ہوتی جیسے کہتے ہیں موت مانت وغیرہ۔ یہ توجیہ کی جلتے تو یقولون کا فاعل ملائکہ ہوں گے لیکن بعض علماء کے نزدیک اس کا فاعل کفار ہیں۔ ابن جریر کہتے ہیں عرب جب کسی شعیبت میں گھر جاتے ہیں تو کہتے ہیں حجراً محجوراً معناه عوداً

معوذاً۔ ہائے پھاؤ، ہائے پھاؤ (مظہری)۔ علامہ آئوسی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں وہی کلمتہ فقول العرب عند لقاء عدو و موثور و هجوم نازلة هائلة يدعونها موضع الاستعاذة حيث يطلبون من الله تعالی ان يمنح المکروه فلا یلحقهم وکان المعنی فسأل الله تعالی ان یمنع ذلك منعاً و یحجروه حجراً (روح المعانی)

سزا ان کے وہ اعمال جن پر ان کو بڑا بھروسہ تھا وہ سب خاک کے ذروں کی طرح منتشر کر کے اُڑا دیئے جائیں گے کیونکہ عامل میں ایمان اور عمل میں اغلاص منفق و تھا۔ روشندان سے جب دھوپ اندر آ رہی ہو اس میں جو ایک بار یک ذرے سے نظر آئے ہیں ان کو ہباء کہا جاتا ہے۔ آیت میں قد منا بمعنی تصدنا مستعمل ہے۔ یقال قد فلان الى

هَبَاءٌ مَّنْثُورًا ۝۱۵۰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ

بنا کر اڑا دیں گے۔ اہل جنت کا اس دن بہت اچھا ٹھکانا ہوگا اور دوپہر گزارنے کی جگہ بڑی

مَقِيلًا ۝۱۵۱ وَيَوْمَ تَشْتَقُّ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۝۱۵۲

آرام وہ ہوگی جگہ اور یاد کرو جس روز چھٹ جائیگا آسمان اور بادل نمودار ہوگا غمگین اور آسمانے جائیگے فرشتے کر وہ درگاہ۔

الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ يَاقُوتُ لِلرَّحْمَنِ ۝۱۵۳ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝۱۵۴

اس دن سچی باؤنڈی (نداوند) رحمن کی ہوگی جگہ اور وہ دن کافروں کے لیے بڑا مشکل ہوگا جگہ۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ

اور اس روز ظالم (فروغ ندامت سے) کانٹے کا اپنے ہاتھوں کو (اور کہے گا کاش! میں نے آستیاں کیا ہوتا رسول

اسرکذ ای قصدہ وقال مجاهد قد منای عمدنا (قرطبی)

جگہ اب جنتیوں کے ساتھ جو سلوک ہوگا وہ سنیے اور کوشش کیے اس عمرنا پائیدار کو قبول خرچ کرنے کی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کا محبوب خوش ہو جائے تاکہ جنت کی نعمتوں کے علاوہ نعمت دیدار سے بھی لطف اندوز ہونے کا موقع ملے تعقیب: قیلو کہ کرنے کی جگہ۔

جگہ وقرع قیامت کا ہونا ک منظر تباہا جبار ہے۔ منقرین کرام نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے کہ آسمان چھٹ جائے گا اور اس کی جگہ سفید رنگ کا پتلا سا بادل لے لیگا جو کہہ کی مانند ہوگا۔ روی ان السماء تتشقق عن سحاب ابيض رقيق مثل الصبابة (قرطبی)۔

جگہ فانی بادشاہیاں اور جھوٹی حکومتیں اور ان کے وعیدار سب ناپید ہو جائیں گے اور حقیقی شہنشاہی اور سلطانی کے تخت پر اللہ تعالیٰ نزل اہلال فرمائے گا علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور دوسرے ہاتھ میں زمینوں کو لے لیگا، پھر فرمائے گا: انا الملك انا الדיان ابن ملوک الامرض ابن الجبارون ابن المستکبرون؛ میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں زمین کے بادشاہ، کہاں ہیں وہ سرکش اور مستکبر، ہر طرف سناٹا چھا جائے گا کوئی دم نہار کے گا۔

جگہ وہ دن کفار کے لیے تو انتہائی ندامت اور مصیبت کا دن ہوگا۔ لیکن اہل ایمان اس روز خرم و شادان ہوں گے۔ لایعزنهم الفزع الاکبر۔ انھیں وہ دل ہلا دینے والی گھبراہٹ نمانا نہ کرے گی حضرت ابوسید خدریؓ

الرَّسُولِ سَيِّدًا ۝ يُوَيَّلْتِي لِيَتَّبِعُنِي لَمَّا آتَخَذُوا خَلِيلًا ۝

دیکھ کر، کی معیت میں (نجات کا) راستہ ملے ہائے انھوں! کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست۔

فرماتے ہیں کہ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! قیامت کا دن تو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اتنی طویل مدت کیسے کئے گی حضور نے فرمایا والذی نفسی بیدہ: انه لیضعف علی المؤمنین حتی یکون اخف علیہ من صلۃ مکتوبۃ یصلیہا فی الدنیا (مسند امام احمد: ابن کثیر)

مجھے اُس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، یہ طویل مدت مومن کے لیے اتنی ہوگی جتنی فرض نماز جسے وہ دنیا میں ادا کرتا ہے۔

شلہ مفسرین کرام مکتھے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط جب کبھی سفر سے واپس آتا تو دعوت عام کرتا جس میں اہل مکہ شریک ہوتے۔ یہ اکثر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا حضور کی باتیں سُننا اور انھیں پسند کرتا۔ ایک دفعہ وہ سفر سے واپس آیا تو اُس نے حسب دستور دعوت عام کا اہتمام کیا اور حضور کو بھی دعوت دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تو مشرف باسلام نہ ہو میں تیری دعوت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ اُس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ابی بن خلف سے عقبہ کا بڑا باراد تھا اُس نے سُننا تو آکر کہا کہ اُسے عقبہ سنا ہے تم متد جو گئے ہو۔ اُس نے کہا ہرگز نہیں، میں نے محض ایک غرض کے لیے اسلام کا اظہار کیا ہے۔ ابی کہنے لگا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا، جب تک تو اس کے پاس جا کر اسی ایسی گستاخیاں نہ کرے عقبہ اپنے بار کو خوش کرنے کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور وہ ساری گستاخیاں کیں جن کی فرمائش اس کے بارنے کی تھی۔ یہاں تک کہ اُس نے ذبح الزور پر چڑھنے کی جرات بھی کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی تصور کو آگ کا انگار بنا کر لوٹایا اور اس کے منہ پر لے مارا جس سے اُس کا منہ جل گیا اور تھے دم تک گالوں پر داغ رہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب سرزمینِ مکہ سے باہر تیری ملاقات ہوگی تو علوت و اُسلک بالسیف تیرا سر تھوڑے اُڑاؤں گا۔ یہ بات اس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گئی کئی سال بعد جب اہل مکہ بدر کی طرف جانے لگے تو اُس نے پہلو تہی کرنا چاہی اور کہا تمہیں معلوم ہے اس شخص نے مجھے جو دم کی دی تھی اور جو بات اس کے منہ سے نکلتی ہے پوری ہو کر رہتی ہے۔ مجھے یہیں رہنے دو۔ انہوں نے کہا تم بھی مجیب آدمی ہو۔ پہلے تو اس کے غالب آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بغرض محال کوئی ایسی صورت پیش آجی گئی تو تمہارے پاس تیر زنتار سُرُخ اُونٹ ہے اس پر سوار ہو کر صُغُک بانا چنانچہ اسے اپنی بد بختی لے گئی کفر کو شکست ہوئی، یہ اپنے اُونٹ کو لے کر بھاگا۔ لیکن وادیوں کے بیچ و خم میں الجھ کر وہ گھاؤ اسے گرفتار کر لیا گیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ قیامت کے روز جب یہ قبر سے اُٹھے گا تو اس کی حسرت و ندامت کی یہ حالت ہوگی جو ان آیات میں مذکور ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہر اُس بد بخت اور بد نصیب کا یہی حال ہوگا جو اس قسم کی روش اختیار کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تَفْسِيرًا ۝ الَّذِينَ يُحْشِرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۗ أُولَٰئِكَ

اور عمرہ لغیر ہلکے (جو اعتراض کو روک دے گی) جو لوگ ہانکنے بائیں گے اوندھے منہ جہنم کی طرف لٹکے ان کا

شَرُّ مَكَانًا ۗ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ ۖ وَ

بہت بُرّا مکانا ہوگا اور وہ سب سے زیادہ گم کردہ راہ ہونگے۔ اور بیشک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب اور مقرر کیا ان کے

جَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبْ إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ

ساتھ ان کے بھائی ہارون کو (ان کا) وزیر۔ پھر ہم نے حکم دیا دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جنہوں نے جھٹلا بلکہ بھاری

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَذَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ۝ وَقَوْمٌ نُوحٍ لَّهُمَا كَذِبًا

آئینوں کو۔ وہ گئے۔ قوم نے ان کو ٹھکرا دیا، تو ہم نے ان کو بائیں براد کر دیا ۱۱ لکھ اور قوم نوح کو یاد کرو جب انہوں نے جھٹلایا

یہ مقرر فرمایا ہے اس کی نظر عنایت ہر وقت میرے شامل حال ہے۔

۵۔ یکیر تک یہ ایک دستور حیات ہے اس کو تدریجاً نافذ کرنا ہی مناسب ہے تاکہ اس کو اپنانے میں آسانی ہو اگر کسی قوم کو اپنے تمام اطوار و رسوم کو یک بار ہی ترک کر کے بالکل جدید دستور حیات اپنانے کا حکم دیا جائے تو اس کے لیے بڑا مشکل ہو جاتا ہے لیکن اگر آہستہ آہستہ احکام نازل ہوں تو اس طرح ان پر عمل کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔

۱۱۔ نوح کا منیٰ ہے ایسی بات جس میں تعجب اور نڈرت پائی جاتے۔ یہاں اس سے مراد ان کے اوٹ پٹانگ عجیب و غریب اعتراضات ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جب بھی وہ آپ پر کوئی اعتراض کریں گے تو ہم آپ کو اس کا صحیح اور مفہوم جواب سکھادیں گے اور اس کی ایسی وضاحت فرمادیں گے کہ پھر انہیں مجال شک نہ رہے گی۔

۱۲۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن بعض لوگ سوار ہوں گے بعض پہلے چل رہے ہوں گے اور بعض کو منہ کے بل گسیٹا جائے گا۔ عن معاویة حیدہ قال سمعت رسول اللہ یقول انکم تحشرون رجالاً وکلباناً ویتخرون علی وجوہکم (رواہ الترمذی)

۱۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار گویا تمام رسولوں کا انکار ہے اس لیے یہاں الرسل جمع استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان کے برہمنوں کی طرح وہ نفسِ نبوت و رسالت کے ہی منکر ہوں۔ کذبوا فوْحاً وما قبلہ او جعل تکذیبہم لنسوح تکذیبہم للجمیع اولم یروا بعثۃ الرسل

کالبراہمۃ (محر)

الرُّسُلَ اغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ

رسولوں کو تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور بنا دیا انہیں دوسرے لوگوں کے لیے عبرت اور تیار کر رکھا ہے ہم نے ظالموں کے لیے

عَذَابًا أَلِيمًا ۝ وَعَادًا وَثَمُودًا وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ

دردناک عذاب اور یاد کر قوم عاد و ثمود اور اصحاب الرسی کو اور ان کثیر التعداد قوموں کو جو ان کے

ذَلِكَ كَثِيرًا ۝ وَكَلَّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۝ وَكَلَّا تَبَرْنَا تَبِيرًا ۝ وَ

درمیان گزریں۔ حق بھانے کے لیے ہم نے بیان کیں ہر ایک کے لیے مثالیں اور ہم نے سب کو نصیحت دنا اور کر دیا۔ اور

لَقَدْ آتَوْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطِرَتْ سُوءًا أَفَلَمْ يَكُونُوا

کئی بار گزرے ہیں ۱۳۵ یہ مشرک اس قصبہ کے پاس سے جس پر پتھر اڑ گیا تھا بڑی طرح کیا وہاں سے گزرتے تھے

يُرُونَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝ وَإِذَا رَأَوْا كُنُوزًا

وہ اسے نہیں دیکھا کرتے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں دوبارہ جینے کی امید ہی نہیں ہے۔ اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا

۱۳۵ یہ کوئی لوگ تھے اس کے متعلق مفسرین نے متعدد اقوال لکھے ہیں لیکن جزم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا۔ اس سے پہلے

ہے کہ ان کے نزدیک بھی اس سوال کا کوئی یقینی جواب نہیں۔ البتہ التوس کے نقطہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے لوگ تھے

جنہوں نے اپنے نبی کو پراسے کنوئیں میں پھینک دیا اور ان پر عذاب نازل ہوا۔ الرسی البنا المطویہ بالجحارۃ (قاری)

وملخص هذه الاقوال انهم قوم اهدکهم الله بتکذیب من اودى الیہم (محر)

۱۳۶ اہل مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ جب تمہارے تمام کارواں شام کی طرف جاتے ہیں تو تمہارا گزر سدوم اور

اس کی نواحی اُجڑی ہوئی بستیوں پر ہوتا ہے جہاں کبھی ٹوٹ کی قوم آباد تھی۔ اور جب انہوں نے اپنے رسول کی دعوت کو کھلایا

اور اپنی بکاریوں سے باز نہ آئے تو ان پر پتھر برسائے گئے اور ان کے آباؤ اجداد بارونق شہروں کو برباد کر کے رکھ دیا گیا۔

مطر السوم: الحجارة التي امطرت علیہم من السماء (محر)

تک ان اُجڑے ہوئے شہروں کو دیکھ کر ان کے دل خوف سے کیوں نہیں کانپ جاتے یہ کیوں ان سے عبرت

ماسل نہیں کرتے۔ اس کی وجہ بیان فرمادی کہ قیامت پر کیونکہ انہیں یقین نہیں اس لیے اصلاح احوال کی انہیں نکرستی تھی

یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ بھی یہاں اپنی زندگی بسر کر کے چلے گئے اور انہیں بھی ایک روز چلا جانا ہے۔ اس زندگی کے بعد کوئی اور

إِلَّا هُرُؤًا هَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۱۱۱ إِنَّ كَادَ لِيُضِلَّنَا عَنْ

لحاق اثرانا شروع کر دیتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ وہ صاحب ہیں جن کو نولہے رسول بنا کر بھیجا ہے قریب تھا کہ یہ شخص ہمیں ہکا

إِلْهَتَنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۝۱۱۲ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ

دیتا اپنے مذاق سے اگر ہم ثابت نہ رہے ہوتے ان کی پوجا پر پڑے اسے حسیب! یہ جان میں گئے جب دہائے عذاب

الْعَذَابِ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۱۱۳ أَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهًا هُوَ

کو دیکھیں گے کہ کون بھکا ہوا ہے راہِ درست سے۔ کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا اس (داعی) کو جس نے بنالیا اپنا خدا

أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكَيْلًا ۝۱۱۴ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ

اپنی خواہش کو۔ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہیں؟ بلکہ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا رکھتے

زندگی تو بے نہیں اس لیے اس چند روزہ زندگی میں زیادہ سے زیادہ بتنا لطف اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔ ماہرین آثار قدیمہ نے آج

تو اپنی کاوشوں سے ہزار ہا سال سے مدفون بستریوں کو کھود کر نکال لیا ہے۔ وہ ان اسباب کا تجزیہ کرنے میں بھی بڑی جہاد

کا ثبوت دے رہے ہیں کہ کوشی اُفتاد اس بستی پر پڑی جس کی وجہ سے یہ برباد ہو گئی۔ ان تمام علمی کمالات کے باوجود نہیں

اپنے عقائد و اطوار کی اصلاح کا کبھی خیال تک نہیں آیا۔ اس کی بھی یہی وجہ ہے جو اس آیت میں بیان کر دی گئی۔ گویا اصلاح

احوال کے لیے آخرت پر ایمانِ فیادی اہمیت کا عامل ہے۔ اس کے بغیر اصلاح کی کوئی کوشش کامیاب اور دیر پا نہیں ہو سکتی

بلکہ یعنی اگر تم تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیتے تو اس شخص کا زور بیان اور طرزِ راستہ لال میں بہا کر اپنے ساتھ لے لیا

ہو تا ہم اپنے تئوں سے دور ہو چکے ہوتے لیکن ہم اپنی ہٹ پر ڈٹے رہے اور اس کی زد سے محفوظ رہے وہ گویا اپنے سے کم

درجہ کے لوگوں کو تلقین کر رہے ہیں کہ اس شخص کی باتیں بڑی مؤثر ہیں، دل میں گھر کر رہتی ہیں اور دماغ میں جم جاتی ہیں تم نہ دل کی

بات مانو اور نہ اپنی عقل کا فیصلہ تسلیم کرو ورنہ تم اپنے قدیم آباؤی مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اس سے بچنے کی ایک ہی صورت

ہے کہ تمہیں بند رکھو، کانوں میں اگیں ٹھونس واور نہ مانوں نہ مانوں کا سبق ہمیشہ روزِ زبان رکھو۔

بلکہ جن لوگوں نے عقل کا چراغ بجھا دیا ہے جو کسی قوی سے قوی دلیل کو ماننے کے لیے بھی تیار نہیں، جو حق کے نور کو دیکھ

آکھیں بند کر لیتے ہیں، جو محض اپنی خواہشِ نفس کے عبادت گزار ہیں ان کا نفس ہی ان کا خدا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے اُدھر انہیں

بانک کر لے جاتا ہے۔ وہ اسی کی پوجا کرنے میں مگن ہیں۔ اسے حسیبِ کرم کہا ایسے لوگوں کی ہدایت کے لیے آپ نکرند

ہیں۔ یہ تو زندگیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ وہ اپنے مالک کو پہانتے ہیں اور اس کا حکم بجا لاتے ہیں

أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۱۵

کہتے ہیں۔ نہیں ہیں یہ مگر ڈنگروں کی مانند، بلکہ یہ تو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ کیا آپ نے

تَرَىٰ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا

نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف، کیسے پھیلا دیتا ہے سایہ کو لگھم اور اگر چاہتا تو بنا دیتا اسے ٹھیرا ہوا۔ پھر ہم نے بنایا

الشَّمْسِ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝۱۶ ثُمَّ قَبْضُهَا إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝۱۷ وَهُوَ

آفتاب کو اس پر دلیل لگھم پھر ہم سینے جاتے ہیں سایہ کو اپنی طرف آہستہ آہستہ لگھم اور وہی ہے

اور جو خدمت ان کی نمایاں ہے اس کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرتے۔ اور یہ نہ اپنے خالق کو پہناتے ہیں نہ اس کے اسمائے
کا شکر تیرا ادا کرتے ہیں نہ اس کا حکم بجالاتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کی اصلاح کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ باطل پرستوں میں
اور حق کو قبول نہ کریں تو آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوا کریں۔

لگھم ان آیات میں قدرت کا ملکہ کے ان کرشموں کو بیان فرمایا جا رہا ہے جو انسان کے لیے سراپا نطق و رحمت ہیں۔
اگر قدرت فیاضی اور دیوانی سے ان کو آشکارا نہ کرتی تو انسان کی آفاقی فتوحات کا تو ذکر ہی کیا، اس کا وجود تک بھی فنا ہو
جاتا۔ اگر آفتاب کے طلوع و غروب کا موجودہ نظام نہ ہوتا بلکہ ہمیشہ رات ہی رہتی تو انسانی زندگی تو کجا، حیوانی اور نباتاتی زندگی
کے امکانات بھی ختم ہو جاتے۔ اگر سورج کبھی غروب ہی نہ ہوتا تو اس کی کرنوں کی قمارت قوت روئیدگی کو جلا کر رکھ دیتی
بعض علماء نے کہا ہے کہ جو سایہ صبح کے وقت ہوتا ہے اسے نقل کہتے ہیں اور دوپہر کے بعد جو سایہ ہوتا ہے اسے فی
سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ہر چیز سائے میں لپیٹی ہوتی ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ پھیلا ہوا
ہوتا ہے۔ سورج جیسے جیسے بلند ہوتا جاتا ہے وہ سایہ بھی کھٹے کھٹا ہے خوب غور کرو جس طرح یہ سایہ فانی ہے اسی طرح تباہی
زندگی اور اس کا یہ جاہ و جلال بھی فانی ہے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ مانا کفر و شرک کا سایہ بہت پھیلا ہوا ہے اور باطل کی
تاریکیوں نے ہر گہ اپنے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں لیکن اب آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا، تھوڑی دیر انتظار کرو، پھر دیکھو گے کہ
نور ہدایت کیسے پھیلتا ہے۔

لگھم اہل معرفت نے آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ سائے سے مراد فتنہ کا زمانہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور
حضور کی بعثت کا درمیانی زمانہ۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو چکا تھا، یہاں تک کہ آفتاب محمدی انجرا اور ظلمت کا عالم
کو قبضہ کر دیا۔ اور اگر یہ سورج طلوع نہ ہوتا تو ساری مخلوق غفلت کی تاریکی میں غمراہ رہتی اور نور حق کی کوئی جلی نہیں
فیضیاب نہ کرتی۔ یہ آفتاب محمدی کی فیاضیاں ہیں جن کے باعث دل کی آنکھوں کو نور توحید دیکھنا نصیب ہوا۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ

جس نے بنایا ہے تمہارے لیے رات کو لباس لٹکھ اور نیند کو باعثِ راحت اور بنایا ہے دن کو مطلبِ معاش کے

نَشُورًا ۱۹ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۲۰

لیے (دورِ صوب) کا وقت اور وہ وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری لینے کے لیے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے لٹکھ

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۲۱ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا وَنُسَبِّحُ بِهَا

اور ہم اتارتے ہیں آسمان سے پاکھیندہ پانی تاکہ ہم زندہ کریں اس پانی سے کسی غیر آباد شہر کو اور ہم پڑھیں یہ پانی

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْ آسَى كَثِيرًا ۲۲ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيهِمْ

اپنی مخلوق سے کثیر التعداد موشیوں اور انسانوں کو۔ اور ہم بانٹتے رہتے ہیں بارش کو لوگوں کے درمیان

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

لِيَذْكُرُوا أَنبَاءَ آلِ كَثُورٍ إِلَّا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا الْكَافُرًا ۲۳ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

تاکہ وہ غور و فکر کریں پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ وہ ناشکر گزار نہیں گئے۔ اور اگر ہم چاہتے تو جیسے ہر گاہ میں

گر نہ خورشید جمال یار گشتے را ہمنوں از شب تا یک غفلت کس نبردے اہ بڑوں

لٹکھ یہاں اس امر کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ حکمتِ الہی کا تقاضا یہ ہے کہ ساری تبدیلیاں تدریجی طور پر شروع ہوں

ہوں ورنہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا کبھی اپنے موسموں کے تغیر پر غور کیا، کس طرح آہستہ آہستہ سردیاں گرمیوں میں اور

گرمیاں سردیوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ اگر سخت گرمی کے فوراً بعد سخت سردی شروع ہو جائے تو اس کے اثرات کی تباہ

کاریوں کا اندازہ لگانا مشکل نہیں قدرت ہر کام میں تدریج کو پسند کرتی ہے اور اسی میں اس کی حکمت کے سینکڑوں جلوے

نظر آتے ہیں یونہی کفر کی غفلت دھیرے دھیرے چھٹے گی اور ہدایت کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلے گی۔

لٹکھ اٹھ پھروں کو رات دن میں تقسیم کرنے کے جو فراموشیوں ان کا ذکر کر کے لوگوں کو اس احسانِ عظیم پر شکریا ادا کرنے

کی تلقین فرماتی۔

لٹکھ اپنے ایک اور احسانِ عظیم کا ذکر فرمایا اور اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا کہ جس طرح ظاہری قہر سالہ کو ہم رحمت

کا مینہ برسا کر دیتے ہیں اور جہاں خاک اڑ رہی ہوتی ہے وہاں چند دنوں کے بعد شاداب کیت بہلاتے ہوئے نظر آتے دیکھتے

ہیں۔ اسی طرح ہم روحانی خشک سالہ کے بعد رسالت کا ابر رحمت بھیجتے ہیں جو برتا ہے تو گلشنِ انسانیت میں بہاؤ بجاتی ہے

كُلِّ قَرْيَةٍ تَذِيرًا ۝۱۹۱ فَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَثِيرًا ۝

ایک ڈرانے والا لشکرہ پس کافروں کی پیروی نہ کرو اور خوب ڈرٹ کر مقابلہ کرو ان کا قرآن دکی دلیلوں سے

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۝

اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ملا دیا ہے دو دریاؤں کو یہ ایک بہت شیریں ہے اور یہ دوسرا سخت کھاری

کئی پیاسی رو میں اس سے سیراب ہوتی ہیں کتنے آلودہ دامن اس کے چھینٹوں سے وصل کر پاک صاف ہو جاتے ہیں مطہر حیات پر قرآن مائل قرآن کی صورت میں پیروی ابرہمت گھر کر آیا ہے۔ اس کی گنگھو گنگھو میں اب برسا پاتا ہے۔ اسے تشنہ لہرا ہوشیار اسے آلودہ نفس و خیر دار، یہ سیدھے غفلت میں برباد ہو جاتا ہے یہ لیلۃ القدر سوتے میں ہی تربیت جاتے۔

شکرہ اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں علیحدہ علیحدہ نبی بھیجتے۔ لیکن حکمت کا اب یہ تھا نہ انہیں۔ انسانیت کے کچھ بے ہوش شیرازہ کو کبھی کرنے کا موزوں وقت اب آپنا ہے۔ بہت سی آفتوں کی نہیں اب ایک آفت کی ضرورت ہے جو حق کی امین بنائی جائے اور اس کی ہی صورت ہے کہ ساری اقوام عالم کا ایک ہی ہادی ہو۔ اب رات گزر گئی جبکہ ہر گھر میں الگ الگ چراغ جلائے جاتے تھے۔ اب دن طلوع ہو گیا ہے۔ اب آفتاب محمدی مشرق و غرب، شیب فراز و زور و نزدیک سب کو منور کر دے گا۔

شکرہ جہاد کی وضاحت سورۃ حج کی آخری آیت کے ضمن میں ہو چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ پانی تپتے ہیں جہاد اکبیراً ای شد یدباً للقلب واللسان والسعی والسنان یعنی سخت جہاد کرو، دل سے زبان سے ہتھوڑا اور نیزہ سے (ظہری)

شکرہ قدرت خداوندی کے ایک اور حیران کن کرشمے کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ پانی دو قسم کے ہیں، میٹھے، خوش ذائقہ اور تلخ و نمکین، لیکن ہر پانی اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ ان کو الگ الگ رکھنے کے لیے قدرت نے۔ رکاوٹیں قائم کر دی ہیں تاکہ یہ باہم مل نہ سکیں۔ یہ رکاوٹیں کبھی تو اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک جگہ نکل گیا تو پانی میٹھا نکلا پھر چند فٹ کے فاصلہ پر دوسرا نکلا نکلا گیا تو پانی کھارا نکلا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیوار کے اندر والا پانی میٹھا اور باہر والا کھاری۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن یہ بات ہے کہ سمندر میں جب تہ ہوتا ہے تو سمندر کا آب شور و زور تک خشکی کے دریاؤں نندی نالوں میں داخل ہو جاتا ہے لیکن باں بہہ وہ ان کے میٹھے پانی کے ساتھ مخلوط نہیں ہوتا اور بزرگے وقت وہی آب شور واپس ہو جاتا ہے اور ان دریاؤں کا میٹھا پانی حسب سابق روان رہتا ہے اور اس کے ذائقہ میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دریا سے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر میں جوں کا توں چلا جاتا ہے نہ اس کی رنگت بدلتی ہے اور نہ اس کا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ کھارے کڑوسے سمندر کے وسط میں پانی کے ایسے ذخیرے دریافت ہوئے ہیں جن کا پانی بالکل میٹھا ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن المیان اندلسی لکھتے ہیں وتری المیاء قطعاً فی وسط البحر المالح فیتقولون لہذا ماء تلذذ فیسقون منہ من وسط البحر (محرر محیط)

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ

اور بنا دی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے درمیان آڑ اور منہرا رکاوٹ۔ اور وہ وحی ہے جس نے پیدا فرمایا انسان کو

الْمَاءِ بَشْرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۝ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝ وَيَعْبُدُونَ

پانی (کی ٹوند) سے اور بنا دیا اسے ناکھان والا اور نسراں والا۔ اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔ اور وہ پڑھتے ہیں

اس کی تصدیق تنہم القرآن کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے۔

ترکی امیر البحر سعیدی علی رئیس (کاتب رومی) اپنی کتاب مرآة الممالک میں جو سولہویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے، نیلج فارس کے اندر ایسے ہی ایک مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ وہاں آب شور کے نیچے آب شیریں کے چشمے ہیں جن سے میں خود اپنے پیٹھے کے لیے پانی پینے کا حاصل کرتا رہا ہوں۔

موجودہ زمانے میں جب امریکن کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنے کا کام شروع کیا تو ابتداً وہ بھی نیلج فارس کے انہی چشموں سے پانی حاصل کرتی تھی بعد میں گھبران کے پاس کنوئیں کھودیں گئے اور ان سے پانی لیا گیا۔

(تفسیر القرآن، جلد ۲، صفحہ ۴۵۸)

اب غور فرمائیے وہ کس کی طاقت ہے جو زیر زمین میٹھے پانی کے ذخیروں کو کڑوسے پانی سے الگ رکھتی ہے۔ جو حالت میں بند کے کڑوسے پانی کی موجودگی کو میٹھے پانی پر چڑھ آنے کے باوجود مٹے نہیں دیتی۔ وہ کس کی صفت ہے جس نے سمندروں میں میٹھے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ یہ اللہ کی ذات ہے جس کی حکمت کے کرشمے آپ کو مجبوجہ اس کی عظمت و کبریا کی شہادت دیتے ہوتے نظر آئیں گے۔

اس آیت کا یہ منہموم بھی بیان کیا گیا ہے کہ میٹھے پانی سے مراد حق ہے اور کڑوسے کماری پانی سے مراد باطل ہے۔ باطل اپنی ہلکی کثرت اور شرمک کے باوجود حق کو مٹا نہیں سکتا۔ گراہی کے ٹھپ اندھیروں میں بھی ہدایت کے چراغ سرور فروزاں رہیں گے ان صحیح خازن اور اندھیروں کے باوجود حق کا علم ہر تاجی رہے گا۔

لے اب تک توحید کے آفاقی دلائل و قنایات کا ذکر ہوتا رہا جو ایک طرف اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم اور حکمت بالغہ پر دلالت کرتے ہیں تو دوسری طرف انسان کے لیے اس کی رحمت عامر کے ناقابل انکار شواہد ہیں۔ اب انفسی دلائل کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جو انسان کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ پہلے بتایا کہ اسے اپنی عظمت زیاں شمار لگلوں اور قامت بلند پر اترنے والے! ذرا دیکھ جہنے مجھے پانی کی ایک ٹوند سے پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ قطرہ آب اور کہاں یہ تیرا سین و کبیل سراپا، یہ تبدیلی اور تیرا تیرا تعلق کس کی حکمت کا علم کی شہادت و سے رہا ہے۔ ذرا مزید غور کرو، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صفت ہی (مرد یا عورت) پیدا نہیں کی، بلکہ دونوں کو پیدا فرمایا۔ دونوں کے ظاہری اعضاء میں واضح اختلاف ہے، ان کے ذہنی رجحانات اور قلبی احساسات و جذبات

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ

اللہ تعالیٰ کے سوا ان بتوں کو ٹٹھے جو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں انھیں اور نہ نقصان، اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں کہتا ہے

ظَهِيرًا ۲۵ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۲۶ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

شیطان کا مددگار ہوتا ہے۔ اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر شہادت دینے والا اور ڈرانے والا اور فرادیکھیے کہ میں نہیں ہنچتا تم سے اس

مِنْ أَجْرِ الْآمَنُ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۲۷ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ

خیر خواہی، ہر کچھ اجرت مگر میری اجرت یہ ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا رستہ اختیار کرے ۲۷ اور اے صلیبی!

میں بھی زمین و آسمان کا فرق جانتے ہیں اس تین تفاوت کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے لیے جزو الوجود ہیں۔ ہر انسانی ساری تو توحید باوجود ناقص ہے عمرت اپنی تمام طاقتوں کو باوجود احوالی ہے۔ ورنہ ہر ایک مکمل متصف ہوتے ہیں۔ یہ وحدت انجمن نہیں بلکہ کبر الوجود وحدت اولیٰ ہے۔ ان کے ہاں بچیاں بھی ہوں گی اور بچے بھی کسی کے یہ سسرال نہیں گئے اور کوئی ان کے بچوں کے سسرال بننے کا بھی رشتہ ہوں گے۔ تراہیں بڑھیں گی اس طرح ایک انسانی معاشرہ معرض وجود میں آتے گا جس کا ہر فرد دوسرے افراد سے محبت و پیار، شفقت و احترام کے رشتوں سے بندھا ہوا ہو گا۔ وہاں رتبت قدیروا فرما کر اپنے قادر مطلق ہونے کی تصدیق فرمادی۔

۲۵ ان آفاقی و انفسی آیات میںات کے بیان کرنے کے بعد اب ان لوگوں کی حماقت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جو اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔ ظہیرا کا معنی ضعیف اور مددگار بھی لیا گیا ہے ای معینا للشیطان (منظہری)۔ اس کا دوسرا معنی ذلیل بھی لیا گیا ہے یعنی وہ چیز ہے جس پر ٹیپت پھینک دیا جائے۔ ای ذلیلا من ظہروت الشی اذا جعلته خلف ظہرک ولم تدنقت الیہ (منظہری)۔

۲۶ اجر مستثنیٰ مند ہے، مَنْ شَاءَ مَسْتَثْنٰی ہے یعنی میں (اشاعت دین میں جو شب و روز مصروف ہوں، تمہارے طے سن کر خاموش ہو جاتا ہوں، تمہاری اذیت، رمانیوں پر صبر کرتا ہوں، تمہاری گالیاں سن کر دماغ میں دیتا ہوں۔ یہ سب کچھ جو میں کر رہا ہوں اس کے بدلہ میں میں تم سے کوئی عمارت کوئی اجر طلب نہیں کروں گا۔ میرا اجر یہی ہے کہ تم میں سے جو لوگ حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہیں وہ حق قبول کر لیں۔ حویص علیکم بالمومنین رؤف ورحیم کی کیا پیاری دلتوا تفسیر اس آیت کے فرمادی یعنی تمہارا حق قبول کر لینا تمہارا راہ ہدایت پر گامزن ہو جانا، ہر طرف سے منہ موز کرنا اور اطاب مولیٰ بن جانا ہی میری ان ساری جانکا ہیوں، جانفشانیوں، دل گدازوں اور مشقتوں کا بہترین صلہ ہے، صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الرؤف الرحیم وسلم

الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۗ وَكَفَىٰ بِهِ ذُنُوبًا عِבَادَةً

آپ بجز وہ سب کے ہمیشہ زندہ رہنے والے رہتے کسی موت نہیں آئے گی کبھی اور اس کی حمد کے ساتھ باکی بیان کیجیے اور اس کا اپنے بندوں کے

خَيْرًا ۗ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

گناہوں سے باخبر ہونا کافی ہے۔ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ۶ دن اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۗ الرَّحْمَنُ فَسَلِّ بِهٖ خَيْرًا ۗ ۝۱۵۱ ۗ وَإِذَا قِيلَ

پھر وہ مٹھن ہوا عرش پر (جیسے اس کی شان ہے) وہ رحمن ہے، سو پڑھو اس کے بارے میں کسی وقت حال سے اللہ اور حبیب کہا

لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَا سَجِدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَ

جاتا ہے انہیں کہ رحمن (کے حضور) سجدہ کرو۔ وہ پڑھتے ہیں رحمن کون ہے اللہ کیا ہم سجدہ کریں اس کو جس کے متعلق تم ہمیں حکم

زَادَهُمْ نُفُورًا ۗ تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ

دیتے ہوا اور وہ زیادہ نفرت کر لے گئے ہیں۔ بڑی زبردبارت والا جس نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور بنایا ہے اس

۱۵۱ اگر ان کافروں کو اپنی تعداد کی کثرت، اپنے وسائل کی بہتات اور اپنے دوستوں کی امداد پر بھروسہ ہے تو کیا ہوا

یہ سب فانی ہیں۔ ان میں کسی چیز کو بقا نہیں۔ اسے سبب آپ اپنے رب کریم پر بھروسہ کریں جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور

ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جس کا نہیں وہ دیکھا جا رہا ہے نوح و نصرت اسی کے قدم چومتی ہے۔

۱۵۲ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان بیان کی جا رہی ہے تاکہ جو اس پر توکل کرے اسے مخالفت کی قوت و سلطت ہراساں نہ

کر سکے۔ اس آیت کی توضیح پہلے کی بارگزر چکی ہے۔

۱۵۳ علامہ عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی شانوں اور رحمتوں کو کسی جاننے والے سے

پوچھو، یہ جاہل مشرک اسے کیا جانیں۔ و ما قدرنا للفقہ قدرہ۔ اپنی شانوں و کمالات کا پوری طرح جاننے والا تو خدا ہی ہے

انت کما اشدت علی نفسک لیکن مخلوق میں سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جن کی

ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے خدا تعالیٰ کی شانوں کو کوئی ان سے پوچھے وہاں شیشی ٹٹائی ہے۔

۱۵۴ اللہ تعالیٰ کے اسمائے شنی میں سے الرحمن کا اسم مبارک اہل عرب میں معروف نہ تھا۔ اس لیے جب انھیں رحمن

کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ بدکے اور ان کا جذبہ منافرت اور بڑبڑگیا۔ جو سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی کافرانہ کشتی کے لوٹ کیا ہے۔

عبدالرحمن

۱۵۱

يَقُولُونَ رَبَّنَا أَصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ

بارگاہِ الہی میں عرض کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! دُور فرمے ہم سے عذابِ جہنم کیلئے بیشک اس کا عذاب

غَرَامًا ۱۵۱ اِنِّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۱۵۲ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا

بڑا ہلکا ہے۔ بیشک وہ بہت بُرا ٹھکانا اور بہت بُری جگہ ہے۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ

لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۱۵۳ وَالَّذِينَ

فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کجیڑی ۱۵۲ (بلکہ) ان کا خرچ کرنا اسراف اور تحمل کے بین میں اعتدال سے ہوتا ہے اور جو

اس سے الجھ نہیں پڑتے بلکہ سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلوں کے ساتھ الجھنا اور ان کی ہر بات کا ترکیب ترکی جواب دینا قطعاً ضروری نہیں بلکہ اپنا قیمتی تھمت شائع کرنا ہے اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص بد زبانی پر آمرا آیا ہے تو تم بد زبانی کرنے کے بجائے اس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

۱۵۱ سابقہ آیت میں ان کے دنوں کی مصروفیتوں کا ذکر ہوا۔ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ ان کی راتیں کیسے بسر ہوتی ہیں۔ جب دنیا خوابِ راحت کے مزے لوٹ رہی ہوتی ہے تو وہ جاگ کر اپنے پروردگار کو یاد کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے خالق کی نارسنگی کے خوف سے ان کی آنکھیں نمناک ہوتی ہیں کبھی سجدہ ریز ہو کر اس کی پاکی اور کبریا فی بیان کر رہے ہوتے ہیں اور کبھی ارب و قواضیح کی تصویریں کر دست بستہ اس کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی راتیں اسی حالت میں گزر جاتی ہیں۔ کسی کا فر نے صحابہ کرام کے لشکر میں چند راتیں اور چند دن بسر کیے اور جا کر اپنے بادشاہ کو بتایا اہم خدسان بالناہار و درہیان باللیل۔ کہ وہ سارا دن برق رفتار گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر دادِ شجاعت دیتے ہیں اور رات کے وقت راجہوں کی طرح ڈکرا الہی میں مشغول رہتے ہیں۔

۱۵۲ شب و روز احکامِ الہی کے بحال لانے اور یاد خداوندی میں بسر کرنے کے باوجود کبھی اپنی ریاضت و طاعت پر دل میں گھنٹہ پیدا نہیں ہوا۔ انھیں اپنے قصوروں اور کوتاہیوں کا شدید احساس ہر وقت بے چین رکھتا ہے بڑی عاجزی سے اپنی مغفرت اور بخشش کے لیے رور و کر و مائیں مانگتے ہیں۔ غواما اسی لازماً اذنا غیوہ مفارق ہمیشہ رہنے والا جو کبھی پیدا نہ ہو۔ قرض خواہ کو غنیم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ قرضہ لیے بغیر جان نہیں چھوڑتا۔ ابو عبیدہ نے اس کا معنی ہاکت کیا ہے (تقریبی) میں نے اس کا ترجمہ اسی کے قول کے مطابق کیا ہے۔

۱۵۳ ان کی ایک غیبی یہی ہے کہ وہ نہ فضول خرچ ہیں نہ بخل بلکہ درمیانہ روی اور اعتدال کی راہ پر ہمیشہ گامزن رہتے ہیں۔ اسراف کے کہتے ہیں اور اقبال و تحمل کیا ہوتا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے علماء نے متعدد اقوال کئے ہیں لیکن محاسن کا

لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ

نہیں پوجتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو ساتھ اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام

اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضْعَفُ

کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں۔ اور جو یہ کام کرے گا تو وہ پائے گا اس کی سزا۔ دوگنا کر دیا جائیگا

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ

اس کے لیے عذاب روز قیامت اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل و خوار ہو کر۔ مگر وہ جس نے توبہ کی

وَأَمِنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے۔ تو یہ وہ لوگ ہیں بدل دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں

پسندیدہ قول یہ ہے کہ جو روپیہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر خرچ کیا جائے وہ اسراف ہے۔ اور دولت کو اس کی اطاعت میں

خرچ کرنے سے رک جانا بھل ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کیا وہی میانہ رو اور امدال پسند ہے۔ قال

النحاس ومن احسن ما قيل في معناه ان من اففق في غير طاعة الله فهو الاسراف ومن امسك عن طاعة

الله عز وجل فهو الاقتار ومن اففق في طاعة فهو القوام (قطبی)

۱۱۱۱ پہلے وہ صفات حمیدہ بیان کی گئیں جن سے اللہ تعالیٰ کے بندے متصف ہوا کرتے ہیں۔ اب ان صفات ذمیر

کا ذکر ہو رہا ہے جن کی آلائش سے خدا نے زمین کے بندوں کا دامن پاک ہوتا ہے۔ ان میں سرفہرست شرک ہے۔ قتل ناحق

کا دوسرا درجہ ہے اور اس کے بعد زنا ہے۔ دو درجہ باہت میں یہی چیزیں عز و افتخار کا سبب بھی جاتی تھیں وہ اپنی فلاح و نجات

شرک میں سمیٹتے تھے۔ قتل و فحاشی کو شہامت اور بہادری کی علامت سمجھا جاتا تھا اور زنا کا رواج اس قدر عام تھا کہ مشہور

عورتیں اپنے اپنے گوشوں پر جھنڈے لہرا لہرا کر دعوت عام دیا کرتی تھیں اور بے حسی کا یہ عالم تھا کہ اس کھلی بے حیائی پر کسی

کسی کی جبین غیرت پر سپینہ نہیں آتا تھا اور کسی کی رگ حمیت نہیں پھڑکتی تھی۔ اس ماحول میں ان رذائل سے محفوظ رہنا کوئی معمولی

بات نہیں تھی بلکہ بہت بڑا مجاہدہ تھا۔ اسی لیے ان قبائل سے تعلق کو مقام مدح میں ذکر کیا گیا۔

۱۱۱۱ ساری عمر کفر و شرک اور فسق و فجور میں ضائع کرنے کے بعد اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنا چاہے گا تو اللہ کی رحمت کے

دروازے کو وہ بند نہیں پاسے گا۔ اگر اس نے کفر و شرک سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کیا اور عمل صالح سے اس نے

اپنی توبہ کی تصدیق اور اپنے ایمان کی توثیق کر دی تو رحمت الہی کا مینہ برسے گا اور اس کی سیرت کے تمام بدنامیوں کو

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کیے تو اس نے رجوع کیا اللہ تعالیٰ

دھوکہ پاک صاف کر دے گا۔

۳۶۶ بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ توبہ کی وجہ سے ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے بعد جو نیک عمل وہ کریں گے انہیں ان کے نامہ اعمال میں نکل دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نافرمانی اور سزا کی قوت کو اطاعت و انقیاد کی قوت سے بدل دیا جائے گا۔ پہلے وہ ارتکاب گناہ پر اپنے آپ کو مجبور پاتا تھا اب اللہ تعالیٰ نے اس کے بغیر اسے چین نصیب نہیں ہوگا۔ لیکن اس آیت کا صحیح مفہوم اس حدیث پاک سے سمجھیں آتے ہیں جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبئتی بالرجل یومر القیامۃ فیقال اعرضوا صفاتہ ذنوبہ فتعرض عدیہ صفاتہا وتخبأ کبائرہا فیقال أعملت کذا او کذا او هو یقر ولیس ینکر وهو مشفق من الکبائر فیقال اعطوه مکان کل سینۃ حسنة فیقول ان لی ذنوبا لاراها ہبنا ولقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ (رواہ مسلم)۔

حضور نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو۔ اس کے سامنے اس کے صغیر گناہ پیش کیے جائیں گے اور کبیرہ گناہوں کو مخفی رکھا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا وہ اقرار کرے گا اور بڑے گناہوں سے خوفزدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دے دو۔ جب وہ رحمت الہی کا یہ نرا انداز دیکھے گا تو کہے گا میں نے تو اور بہت سے گناہ کیے تھے وہ مجھے آج دکھائی نہیں دے رہے (مجھے ان کے بدلے میں بھی نیکیاں ملتی ہیں) میں نے رسول اکرم کو دیکھا کہ حضور نہیں پڑے یہاں تک کہ وہ ان مبارک ظاہر ہو گئے۔ علماء قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بعید نہیں کہ جب اس کا بندہ صحیح توبہ کرے تو اس کے ہر گناہ کے بدلے نیکی عطا فرمائے۔ علامہ شامی اللہ پانی تہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے خوب لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے بندوں سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو ندامت اور شرم کے باعث وہ پانی پانی ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو از حد تھیر تھینے لگتے ہیں اور بڑی عاجزی سے التجا میں کرتے ہیں۔ خوف عذاب سے کانپنے لگتے ہیں۔ اس کے باوجود مغفرت کے امیدوار بھی ہوتے ہیں۔ فاستغفروہ حتی صاروا مضطربا لکمال الرحمة بحیث لو لم یذنبوا لم یصیروا بفضلة المثابة فعلى هذا اصابر مصیبتہم الذی کان سببا للعقاب سببا للشراب۔ یعنی پھر وہ مغفرت طلب کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مہیٹا بن جاتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ گناہ نہ کیا ہوتا تو دل میں نہ سوز و گداز پیدا ہوتا نہ احساس ندامت بے چین کرتا اور نہ وہ اس مرتبہ پر فائز ہوتے۔ اس طرح ان کی وہ غلطیاں جو عذاب کا سبب تھیں ان کے لیے باعث ثواب ہو گئیں۔ آخر میں کان اللہ غفورا رحیما فرما کر شرک و شبہ کا ازالہ کر دیا۔

إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّبُرَ ۖ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ

کی طرف جیسے رجوع کا حق ہے۔ اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے ۱۹۷ اور جب گزرتے ہیں کسی لغو چیز کے پاس

مَرُّوا كِرَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا

سے تو رُسے باوقار ہو کر گزر جاتے ہیں ۱۹۸ اور وہ جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے ان کے رب کی آیات سے تو نہیں گرتے ۱۹۹

کر اس بات پر اظہارِ حیرت کرنے والو میری شانِ خضران کی طرف دیکھو میری صفتِ رحمت پر نگاہ ڈالو میں غفور رحیم ہوں اور رحیم رحیم ہوں۔ مجھ جیسے رُوسیا ہوں کے لیے اپنی تمام رُوسیا ہیوں اور اپنی تمام غفلتوں کے باوجود اپنے مولا سے قدوس کی یہی صفات کریمانہ وجہِ صبر و قرار ہیں۔ میرے کریم! اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے اس گنہگار، رُوسیاہ اور زبیاں کا رند سے پر اپنی مغفرت کا دامن پھیلا دے اور اپنی رحمت سے نواز دے۔ آمین یا رب العالمین۔ رب ارحم الراحمین۔

۱۹۷ یٰ شہدوں کے دو معنی ہیں، حاضر ہونا اور گواہی دینا۔ پہلا معنی لیا جاتے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی باطل سرگرمی میں شریک نہیں ہوتے۔ ایسی مجلسیں جو لہو و لعب کے لیے منعقد ہوں، ایسے اجتماعات جہاں غلط نظریات کا پرچار کیا جاتا ہو ان میں شامل نہیں ہوتے۔ اور اگر دوسرا معنی لیا جاتے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ بیشک آیت کے دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا یہ شیوہ ہے کہ نہ وہ پہلے باطل و نفاق کی ہنگامہ آرائیوں کی رونق دے بالا کرتے ہیں اور نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن نبی کریم نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر دار نہ کروں کہ سب سے بڑے گناہ کون کون سے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور خبر دار فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا الشُّرک بالله و عقوق الوالدین کان متکفراً فقال الا و قول الزور و ضمانا لیکتر و ہا حتی تقلنا لیتہ سکت یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ پہلے حضور ﷺ کی گلالتے تھے پھر پیغمبر گئے اور فرمایا خبر دار! جھوٹی گواہی اور ان آخری الفاظ کو حضور بار بار دہراتے رہے۔ جھوٹی گواہی سے جو مفاد مرتب ہوتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اسی لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے لگاتے، اس کا سزا کا لاکرتے، اس کا سر منڈا دیتے اور اسے بازار میں پھرتے تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو۔

۱۹۸ شہ وہ ارادۃ تو ایسی بیہودہ مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے لیکن اگر اتفاقاً ان کا گزر اُدھر سے ہو جاتا ہے تو وہاں پیغمبر کی گفت اندوز نہیں ہوتے بلکہ بڑی بنجیدگی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں اور اس طرف ذرا توجہ نہیں کرتے۔

۱۹۹ اس آیت میں لہو و لعب کا لفظ غرض طلب ہے۔ خود بخود کا معنی گناہ ہے، لیکن یہاں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل نہیں بلکہ اعراض اور بے زنجی کا مفہوم ادا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ جس طرح اہل عرب کہتے ہیں تعد فلا تیشتمنی

صَبًا وَعُمِيَانًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا

ان پر ہر سے اور اندھے ہو کر۔ اور وہ جو عرض کرتے رہتے ہیں اللہ کہ اے ہمارے رب! رحمت فرما ہمیں ہماری بیویوں

وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ ۝ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝ أُولَٰئِكَ

اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں پر سیز کاروں کے لیے میثرا۔ یہی وہ خوش نصیب ہیں

وقام فلان سبکی۔ فلان آدمی مجھے گالی دیتا رہا اور فلان آدمی روتا رہا۔ یہاں تعدد (بیشمار) قاسم (دکھڑا ہوا)، کالغوی (منہی تصور) نہیں بلکہ محض کلام کا آغاز کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں لہر بختو اگر پڑنے کے مفہوم پر ولادت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی روگردانی اور مستجابی کا مفہوم اور کرتا ہے۔ ہی صفة الکفار وہی عبارة عن اعراضهم وحقن ذالك بقولك تعد فلان بیشت منی وقام فلان سبکی وانت لا تقصد الانخبار یقعود ولا قیام وانما ہی توطنات فی الکلام (تلمبی پر محیط) یہ سچو یعنی کے بعد اب آیت کا مفہوم واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جب آیات قرآنی پڑھ کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ بیروں اور اندھوں کا طرز عمل اختیار نہیں کرتے بلکہ ان آیات کو گوش ہوش سے سنتے ہیں۔ ان میں جھکتے ہوئے انوار کو دیدہ دل سے دیکھتے ہیں۔ غور و فکر کی خدا داد و قورقوں کو کام میں لاکر آیات کے اسرار و معارف تکم آگاہی حاصل کرتے ہیں

اللہ خداوند رحمن کے بندوں کی صفات حمیدہ آپ نے پڑھ لیں، اب ان کی وہ دعائیں جو وہ اپنے مولا سے کریم سے مانگا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا انسانی سیرت کے غمنی گوشوں کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس کے ارادے، اس کی بند نظری اور عالی نظری اس کے مطلوب کے آئینہ میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور ایسی اولاد عطا فرما جنہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل مسرور ہوں۔ قوت کا لفظ یا قوت بمعنی ٹھنڈک سے یا قوت بمعنی سکون سے ماخوذ ہے۔ عرب چونکہ خشکی اور ٹھنڈک کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور گرمی کا تصور بھی ان کے لیے اذیت ناک ہے اس لیے یہاں یہ دعا مانگی کہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جن کے اخلاق و اطوار اتنے پسندیدہ ہوں کہ انہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ نیز اگر کسی کی رفیقہ حیات شکل و صورت میں سچی اچھی ہو عفت و پاکدامنی کے جوہر سے بھی آراستہ ہو، فرماں بردار اور خدمت گزار بھی ہو تو اس کی ان خوبیوں کے باعث نگاہ اسی پر ہم کر رہ جاتی ہے۔ اور ادھر ادھر دیکھنا اسے گوارا ہی نہیں ہوتا۔ نیز اولاد اگر صحت مند، ذہین و فطین، پاک سیرت اور نیک نخت ہوگی تو بھی والدین کی آنکھوں کو ایسا قرار نصیب ہوگا کہ وہ دوسروں کی طرف حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے اس لیے قرۃ کے دونوں ماخذ منہی کے لحاظ سے درست ہیں۔

ان کی اس دعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ زندگی کے جمیلوں سے دور بھاگنے والے نہیں۔ ان کے دامن کی

يُجْزَوْنَ الْعُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلْقَوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝۷۵

جن کو بدل میں ملے گا (جنت کا) بالائمانہ ان کے صبر کرنے کے باعث ملے اور ان کا استقبال کیا جائیگا وہاں دُعا اور سلام

خَلِيدِينَ فِيهَا خَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝۷۶ قُلْ مَا يَعْزُبُ أَيْكُمْ

سے وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اس میں بہت عمدہ ٹھکانا اور قیام گاہ ہے۔ آپ فرمائیے کیا پروا ہے تمہاری

رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝۷۷

میرے رب کو اگر تم اس کی عبادت نہ کرو بلو کہ تم نے (قرآن) پھیلانا شروع کر دیا تو یہ پھیلانا تمہارے گھسے کا برابر ہے گا۔

پاک اور اخلاق کی بندگی کی یہ وجہ نہیں کہ وہ تکرار فیصلیٰ طرح راہبانہ زندگی بسر کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے شادی بھی کرتے ہیں، ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، گھر طرز زندگی کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی انہوں نے اٹھایا ہوا ہوتا ہے۔ زندگی کی شورشوں میں سے گزرنے کے باوجود ان کی سیرت آئینہ کی طرح چمک رہی ہوتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام نے تقویٰ و پارسائی کا جو بڑا میاں مقرر کیا ہے وہاں تک پہنچنے کے لیے گھر طرز سرتوں سے دست بردار ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ گھر جس میں سلیقہ شعار میری اپنی صورتی اور مضوی خوبیوں کا نور بکھر رہی ہو، جہاں خوبصورت اور نیک سیرت بچے پھولوں کی طرح دل بھارا ہے ہوں۔ اسی گھر کی فضا اس قابل ہے کہ وہاں کے بسنے والے تقویٰ کی رفعتوں تک پہنچنے کے لیے کمر تبت باندھیں۔

وَمَا كَا آخِرِي حَقِّهِ يَهْجُو وَلَجَعَلْنَا الْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝۷۸ أَسْءَلْتُ رَبِّي وَأُورِيهِمْ مِثْقَالَ حَبِّ كَرْمٍ لَوْ كَانُوا يَرْجُونَ

تقویٰ میں ہمیں وہ مقام عطا فرما کہ لوگ ہماری پیروی کر کے نجات حاصل کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی خاکی زندگی کی لذتوں میں ایسے کھو کر رہ جاتیں کہ تیری یاد کی بھی ہمیں فرصت نہ ملے یا دولت کی طلب میں ہم ایسے حواس باختہ ہو جاتیں کہ حلال و حرام میں تمیز بھی نہ کر سکیں۔ ہر سب کچھ لیکن دل تیری یاد سے سرشار ہو، زبان تیری حمد و ثنا کے گیت گا رہی ہو۔ پیشانی پر تیری بندگی کا نشان چمک رہا ہو، ہمیں دیکھ کہ لوگوں کو تیری یاد آجائے۔ ہماری باتیں سن کر ان کے دل دردمندت سے آہٹنا ہو جاتیں۔ ہمارے پاس بیٹھ کر ان کی بے چین توجہ کو قرار آجائے۔ ہمیں ان پاک بندوں کا سراپا عطا فرما جن کے متعلق تیرے حبیب نے فرمایا ہفتہ لایستی جلیسہ یعنی اولیاء اللہ وہ ازلی سعادت مند ہیں کہ جو بدبخت ایک لمحہ ان کے پاس بیٹھ جاتے وہ بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اس دعا سے معلوم ہوا کہ معرفت الہی کے بلند ترین مقام پر پہنچنے کی آرزو کرنا اور اس کے لیے دامن طلب پھیلانا عباد الرحمن کا شیوہ ہے۔

۱۷۵ جن کے اخلاق اتنے پاکیزہ اور جن کی انگلیں اتنی حسین ہیں، جب وہ جنت میں داخل ہوں گے قرآن کی پذیرائی

اس طرح ہوگی جیسے آیت میں مذکور ہے۔ جسما صبور و اکاملاً بٹرا نعو طلب ہے۔ انسانی زندگی کے سخن میں یہ نکھار کر دار میں یہ پہنچتی طبیعت میں یہ لطافت اور دعاؤں میں یہ عجز و ہمت خود بخود پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لیے ہمیں طویل جدوجہد کی ضرورت ہوگی بیرونی رکاوٹوں سے بھی نبرد آزما ہونا ہوگا اور ذاتی جذبات اور احساسات کا مقابلہ بھی کرنا پڑے گا اس کشمکش اور جدوجہد میں ہم صبر و استقامت کا جتنا مظاہرہ کریں گے اسی نسبت سے جنت میں ہمارے درجات بلند ہونگے اسی کے مطابق ہمارے استقبال میں نوری فرشتے گرمجوشی کا اظہار کریں گے۔

تعارف سُوْرۃ الشعراء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام: اس سُوْرۃ کا نام الشعراء ہے۔ کیونکہ اس کی آیت ۲۲ میں یہ لفظ مذکور ہے اس لیے اسی لفظ کو اس سُوْرۃ کا عنوان مقرر فرمایا۔ اس سُوْرۃ میں گیارہ رکوع اور ۴۲ آیتیں ہیں۔ یہ ۱۲۶۹ کلمات اور پانچ ہزار پانچ سو چالیس حروف پر مشتمل ہے۔ نزول: یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس کے ایک قول سے پتہ چلتا ہے کہ سُوْرۃ ظہر کے بعد سُوْرۃ الواقعة نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد الشعراء کا نزول ہوا۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سُوْرۃ کی چار آخری آیتیں جو والشعراء تبعہم سے شروع ہوتی ہیں وہ مدنیہ طیبہ میں نازل ہوئیں۔ (خزانة العرفان)

مصنوعین: نبی رفوت رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب و روز تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ دن بھر اپنی قوم کو بجاتے ہیں۔ ان کے شکوک کا ازالہ اور ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات پڑھ کر انہیں سناتے ہیں۔ اور جب رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے اور ہر طرف سناٹا مچا جاتا ہے تو یہ رسول مکرم باگاہ الہی میں حاضر ہوتے ہیں کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر اور کبھی سوجو ہو کر رُسے سوز و گداز سے اپنی قوم کی ہدایت کے لیے التجا میں کرتے ہیں جب زبان مصروف و عا ہوتی ہے تو آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آمین آمین کہہ رہے ہیں۔ یوں دن بسر ہو رہے ہیں، یوں راتیں گزر رہی ہیں۔ لیکن کفایتی ہٹ دھرمی اور جتان تراشی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے، جس سے طبیعت اُداس رہتی ہے اور خاطر خاطر پر غم کے بادل چھاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! تم تو یوں رنجیدہ خاطر اور طول کیوں رہتے ہو، آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا وہ ان کی عقل کا قصور ہے کہ وہ حق کو قبول نہیں کر رہی۔ تمہارا شفیق دل تو یہی چاہتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی گمراہ نہ رہے، سب ہدایت یافتہ ہو جائیں۔ اور ایسا کرنا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔ ہم انہیں ایسی نشانی دکھائے پر قادر ہیں۔ جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں بھجک جائیں۔ اور اسلام قبول کرنے کے سوا ان کے لیے کوئی چارہ کار نہ رہے۔ لیکن جب واکراہ سے انہیں راجوئی پر گامزن کرنا ہماری حکمت کے بھی خلاف ہے اور شرف انسانی بھی اس کا تقاضا نہیں کرتا۔

اس کے بعد رات جلیل القدر انبیاء اور ان کی قوموں کی حالات کو بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو اور گفتار و شکر میں ان نافرمان قوموں کے در ذمہ انجام سے باخبر ہو کر اپنی بروقت اصلاح کر لیں۔

آخری رکوع میں بتا دیا کہ جس قرآن کو یہ کلام الہی ماننے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہ کلام ہے جسے رب الغلین نے نازل کیا ہے۔ اسے لے کر آنے والا صوت الایمن ہے۔ اور جس کے قلب پاک پر یہ نازل ہوا وہ نذیر العالمین ہے۔ اس کے ذکرِ خیر سے پہلے انبیاء کرام کی کتابیں بھری پڑی ہیں اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کسی شیطان کا کلام ہے یا کسی شاعر کا بلج زاوہ ہے انتہائی حماقت اور نادانی ہے۔ کہاں شیاطین کی لامیننی باتیں اور کہاں اس کتاب مقدس کا اعجاز بیان اور حسن و جمال، کچھ سرچران میں کوئی ادنیٰ سی مناسبت بھی ہے۔

رَقَّةٌ مُّزَكَّاةٌ وَمِنْ فَسَادِهَا رِقَّةٌ مُّؤْتَاةٌ
لِّمَنْ يَسْتَعِيذُ بِهَا وَيَنْتَعِزُّ بِهَا كَمَا

سورۃ شعراء مکی ہے اور اس کی ۲۲۷ آیتیں اور الکرع میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو مہربان مہربان ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔

طَسْمًا ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا

ظاہرین بسم اللہ یہ آیتیں ہیں اللہ روشن کتاب کی - (اے جان عالم!) شاید آپ ہلاک کر دیں گے اپنے آپ کو اس

يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۳ اِنْ نَّشَاءُ نُنزِلُ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ

خبر میں کہ وہ ایمان نہیں لائے بلکہ اگر ہم چاہیں تو آتیاں ان پر لے آسمان سے کوئی نشانی ہیں جو چاہیں

لہ بعض نے اسے آسمان الہی میں شمار کیا ہے بعض کی رائے میں یہ سورۃ کا نام ہے اور بعض علماء کے نزدیک مختلف الفاظ پر دلالت کرنے کے لیے یہ حروف بطور رمز ذکر کیے گئے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے درمیان یہ ایک راز ہے۔ - والحق انہ رخصتین اللہ رسولہ۔ (منظہری)

اللہ مبین کا معنی ہے خود روشن یا دوسری چیزوں کو روشن کرنے والی چیزوں طرف اشارہ کرنے والی کوئی ایسی چیز ہے جسے اس کتاب نے نہیں کھولا۔ کرن ما ایسا عقیدہ ہے جس کا اصل قرآن نے پیش نہیں کیا حقیقت پر جتنے پڑے پڑے ہوتے تھے سب کو اس نے تار تار کر کے حقیقت کو آشکارا کیا۔ اگر ایسی کتاب، کتاب مبین نہیں تو پھر کون سی کتاب ہے جو اس لقب سے نوازے جانے کے قابل ہو۔

اللہ جو رنگ ریڑھ کی ہڈی میں سے گزرتی ہوئی گروں میں پہنچتی ہے اسے بخفاء کہتے ہیں جب ذبح کرتے وقت چھری بینان تک پہنچ جائے تو ذبح مکمل ہو جاتی ہے۔ اسی سے باخعة ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے ایسا ذبح کرنے والا جس نے چھری بخفاء تک پہنچا دی جو غم و اندوہ سے جب کوئی اپنی جان گزار دے تو کہتے ہیں بخفاء فضلاء اسی تخلصاً غنماً۔

حضر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانہ روز کو ششوں کے باوجود کفار کی ضد بڑھتی ہی چلی جاتی ہے کفر پر وہ اور کچھ ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام سے ان کی نفرت میں آتے دن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس الناک صورت حال کو دیکھ کر اس غلبہ شفیق پر جو گزرتی ہوگی اس کا اندازہ خداوند تعالیٰ کے سوا اور کون لگا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے محبوب تو ان لوگوں کے غم میں کیوں گھلا جا رہا ہے۔ اتنا دیکھو اور غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں تو نے اپنا

اعْنَاقَهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَنِ

ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی تھیں اور وہیں آیا کرتی ان کے پاس کوئی نازہ نصیحت الرحمن کی جانب سے

مُحَدَّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسِيَا تِيهِمْ أَنْبَاءُ

مگر یہ کہ وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بیشک انہوں نے تکذیب کی سولہ جات سے انہیں اطلاع اس سے

فرض بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر دیا۔ ایمان لانا یا نہ لانا ان کا اپنا کام ہے۔ ایمان نہیں لائیں گے تو خود اس کی سزا جہنم میں ہے۔
 سنا اگر بیماری خفی ہوئی کہ یہ سب کے سب مشرت باسلام ہو جاتیں تو ہم انہیں کوئی ایسی نشانی دکھاتے جس کے بعد
 انہیں انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی۔ بیماری مشیت یہ ہے کہ انسان کو عقل و فہم کی قوتوں کو بروئے کار لائے کی جزوی آزادی ہی
 جاتے۔ حق و باطل اس کے سامنے واضح کر دیا جاتے پھر اس کو اختیار دیا جاتے کہ اپنی مرضی سے ان دو راہوں میں سے کوئی راہ
 اختیار کر لے تاکہ اگر کوئی نیکی کا راستہ اختیار کرے تو وہ اجر کا مستحق قرار پاتے اور اگر کوئی بدی کی راہ پر پڑے تو سزا کا مستوجب
 ہو۔ جبر و تشدد سے کسی انسان کو راہ حق پر چلانا نہ اس کی شان کے شایاں ہے اور نہ یہ بات ہمیں پسند ہے۔

۱۱۔ اعناقہم ظلت کا اسم ہے، خاضعین خبر ہے۔ نحوی قاعدے کے مطابق خاضعة ہونا چاہیے تھا لیکن اس بات
 ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسم اگر مرکب اضافی ہو تو اس کی خبر یا اس کے فعل میں مضاف سے مطابقت کا خیال رکھنے کے بجائے
 مضاف الیہ کی مطابقت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ راجز کا شعر ہے۔

طول الیالی اسرعت فی نقضی طولین طویلی و طویین عروضی

یہاں اسرعت اور طویین کا فاعل طول الیالی ہے اور طول کیونکہ مذکر ہے اس لیے اسرع اور طویلی ہونا چاہیے
 تھا لیکن یہاں طول مضاف کو نظر انداز کر کے الیالی کا محاورہ رکھا گیا اور فعل مؤنث لایا گیا۔ جریر کا شعر ہے۔

اری موالسین اخذن منی کما اخذ البیرار من البلال

یہاں بھی سنین کی وجہ سے اخذن ذکر کیا گیا۔ اگر موالسین کا محاورہ ہوتا تو اخذ کہا جاتا لیکن ایسا کرنا فقط اس مقام
 پر درست ہو گا جہاں اگر مضاف کو گرا دیا جائے تو معنی میں فساد نمودار نہ ہو۔ فراء اور ابو عبیدہ نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے
 وعلى هذا اعتمد الفراء و ابو عبیدہ۔ (قرطبی)

لیکن اعناق روماء کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ قال مجاہد
 اعناقہم کسباغہم۔ اور نحاس نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معنی لغت میں معروث ہے۔
 وقال النحاس ومعروث فی اللغة۔

سنہ ان گفتار کا یہ پُرانا شیوہ ہے کہ جب بھی کوئی نبی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو

مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمَا أَنْبَأْنَا

امری جس کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا زمین کی طرف کہ کتنی کثرت سے ہم نے لگائے

فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ كَانَ أَكْثَرُهُمْ

ہیں اس میں ہر طرح کے مفید پودے عہ بیشک اس میں دیکھنے کے لیے قدرت الہی کی نشانی ہے اور ان سے اکثر لوگ

مُؤْمِنِينَ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۙ وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ

ایمان نہیں لائیں گے۔ اور بیشک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے اور یاد کرو جب نداوی آپ کے

مَوْلَىٰ إِنَّ آتِ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۙ قَوْمٌ فَرَعُونَ ۙ أَلَا يَتَّقُونَ ۙ ۱۱

رہے مولیٰ کو شہ (اور فرمایا) کہ جاؤ ظالم لوگوں کے پاس ۱۱ یعنی قوم فرعون کے پاس کیا وہ (قبر الہی سے) نہیں ڈرتے

بٹھلایا اور اس کی بات سُننے سے انکار کر دیا لیکن انھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ خدا تو غضب کا جو راستہ انھوں نے

انتخاب کر رکھا تھا وہ خلتا تھا۔ صحیح اور سچی بات وہی تھی جو اللہ تعالیٰ کے نبی نے انہیں بتائی تھی۔

۱۱ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی نشانی لکھا جس سے ہمیں آپ کی دعوت کی صداقت کا یقین ہو جائے جو اب میں

فرمایا کہ اپنے ارد گرد بھلیے جوتے سرسبز مرغزاروں، پہلواتے ہونے کھیتوں اور شاداب باغوں کو دیکھو کیا ان کے پتے پتے

پر قدرت کی ایسی روشن نشانیاں موجود نہیں۔ اگر تم ہدایت پذیری کے لیے کسی نشانی کا مطالبہ کر رہے ہو، پھر تو ہمیں یہی

نشانیاں حقیقت کی طرف رہنمائی کر دیں گی۔ لیکن اگر تمہاری مطلوبہ نشانی سے مراد وہ عذاب ہے جو منکرین پر نازل ہوتا

ہے تو ان کو تمہیں نہیں کر کے رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے۔ لیکن اس تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ وہ دن تو تمہاری

تباہی و بربادی کا دن ہو گا۔ نادان نہ بنو، اپنے منہ سے اپنی تباہی کا مطالبہ نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ان روشن نشانیوں کو

خور سے دیکھو جو تمہارے ارد گرد بڑے قرینے سے سجادی گئی ہیں اور ایمان لا کر اپنی ابدی فلاح کا اہتمام کر لو۔ کوہِ

کامنی ہے کثیر المنفعة۔ آیت میں کثرت اور کل اساطیر کثرت پر دلالت کر رہا ہے۔ (منظہری)

۱۱ مزید اطمینان دلانے کے لیے سابقہ ابیاد کے واقعات بیان فرما کر تباہی و تباہی کا سبب کو جس طرح انھیں توی

اور خراب دشمنوں سے واسطہ پڑا اور ہماری تائید و نصرت سے وہ اپنی بے سرو سامانی کے باوجود کامیاب و کامران ہوئے

اور ان کے اعداء اور بدخواہ تباہ و تیران ہوئے۔ اسی طرح نصرت خداوندی آپ کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ دُنیا کی

کوئی طاغوتی طاقت آپ کو گزند نہیں پہنچا سکے گی۔ ان کی کوئی کوشش اسلام کے سیلِ رواں کو روک نہیں سکے گی

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونُ ۝۱۷ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا

آپ نے عرض کی میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور گھٹناتا ہے میرا سینہ اور روانی سے

يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَرُونَ ۝۱۸ وَلَهُمْ عَلَىٰ ذُنُوبِهِمْ لَأَخَافُ

نہیں چلتی میری زبان۔ سو ازراہِ کرم، وحی بھیج ہارون کی طرف۔ اور (تو جانتا ہے کہ) ان کا میرے ذمہ ایک جرم بھی

أَنْ يَقْتُلُونُ ۝۱۹ قَالَ كَلَّا فَذُحْبَابُ ابْنِ إِدْرِيسَ ۝۲۰ فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَسَمِعُونُ ۝۲۱

اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے اللہ نے فرمایا بلکہ ایسا نہیں ہو سکتا پس تم دونوں ہماری نشانیاں دیکھ جاؤ تم بہتر

فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَسَمِعُونُ ۝۲۱ قَالَ كَلَّا فَذُحْبَابُ ابْنِ إِدْرِيسَ ۝۲۰ فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَسَمِعُونُ ۝۲۱

ساتھ ہیں اور ہر بات سننے والے ہیں سو دونوں جاؤ فرعون کے پاس اور اسے کہو تم فرستائے ہیں رب العالمین کے کہ تم تمہیں کہتے ہیں کہ

شکوہ و شبہات کا غبار چھٹ جائے گا اور نورِ توحید سے ڈرت و جبل کوہ و دامن جگمگائے لگیں گے۔ سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔

۹ فرعون اور اس کی قوم کو ظالم کہنے کی کئی وجوہ ہیں۔ وہ اس لیے بھی ظالم تھے کہ خداوندِ کریم کو چھوڑ کر انہوں نے فرعون اور کوکب کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ بنی اسرائیل کو انہوں نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ بڑی بے رحمی سے ان سے جسمانی مشقت کا کام کراتے اور مناسب اجرت بھی نہ دیتے۔ پھر یہ کہ ان کے معصوم بچوں کے قتل عام کا قانون نافذ کر کے انہوں نے ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ اگر یہ قوم ظالم نہیں کہلاتے گی تو پھر ظالم کہلانے کا کون سا حق ہو گا۔ نبوت و رسالت کی نازک ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے بارگاہِ الہی میں التجا کی کہ میں بسا اوقات دل میں تنگی محسوس کرتا ہوں۔ میری زبان میں نکست بھی ہے۔ میرے ذمے ان کا ایک قتل بھی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں تبلیغ کا حق ادا کرنے سے قاصر رہوں۔ میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ ضعیف و بیخبر ہے۔ اگر اسے میرا معاون بنا دیا جائے تو ہم دونوں مل کر بہتر طریقہ سے اپنا فرض ادا کر سکیں گے۔

۱۰ اللہ موسیٰ تمہاری درخواست منظور ہے حضرت ہارون کو تمہارا شریک کار بنا دیا گیا ہے۔ بے فکر رہو فرعون تمہارا بال بھی بیکار نہیں کر سکے گا۔ جاؤ میں تم سب کی باتوں کو سنوں گا اور تمہاری مخالفت کروں گا۔

۱۱ اللہ اپنی معیت اور نصرت کا یقین دلا کر انہیں نازک ترین مہم پر روانہ کیا جا رہا ہے۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں پہنچے اور اسے کہا کہ ہمیں رب العالمین نے بھیجا ہے اور ہم اس لیے آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو

مَعْنَابِنِي إِسْرَائِيلَ ۱۷ قَالَ أَلَمْ نُزِيكًا فِينَا وَلَيْدًا أَوْلَيْتَ

بیچ دے ہمارے ساتھ (ہماری قوم) بنی اسرائیل کو۔ فرعون نے دیکھ کر کہا موسیٰ! کیا ہم نے تجھے والا نہیں تھا لینے یہاں جبکہ تو بچ تھا

فِينَا مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ ۱۸ وَفَعَلْتَ فَعَلْتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَ

اور بس کیے تو نے یہاں سے پاس اپنی عمر کے کئی سال ۱۸۔ اور تو نے اڑکھایا کیا اس فعل کا جس کا تو نے اڑکھایا کیا اور تو

أَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۱۹ قَالَ فَعَلْتَهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۲۰

بڑا احسان فراموش ہے۔ آپ نے جواب دیا میں نے اڑکھایا کیا تھا اس کا اس وقت جبکہ میں ناواقف تھا ۱۹۔

فَقَرَّرْتُ مِنْكُمْ لِمَا خَفْتُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي

ترس بیجاگایا تھا تمہارے ہاں سے۔ جبکہ میں تم سے ڈرا پس بخش دیا مجھے میرے رب نے حکم، اور بنا دیا مجھے

اپنی غلامی سے آزاد کرنے تاکہ ہم انہیں لے کر اپنے آبائی وطن شام کی طرف ہجرت کر جائیں۔

۱۷۔ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دونوں باتیں اس کے لیے ناقابل برداشت تھیں پہلی بات سے براہ راست اُس کی زندگی پر زور پڑتی تھی۔ اس نے توبہ دہری کر رکھا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ، اور انہیں یقین دلاتا تھا کہ ما علمت لکم من الذنوب میں اپنے سوا تمہارے لیے کسی خدا کو نہیں مانتا۔ اب وہ کیسے گوارا کرتا کہ اس کے پرستاروں کے مجمع میں رب العالمین کا کوئی ذکر کرے۔ ربانی اسرائیل کی آزادی کا مسئلہ تو اس پر بھی وہ غور کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ بنی اسرائیل کو ہجرت کی اجازت دے کر اپنی قوم کو ایسے جفاکش مزدوروں کی خدمات سے محروم کر دینا نہیں چاہتا تھا جو اپنے قبیلے آقاؤں کی زمین میں کھیتی باڑی کرتے، جو ان کے لیے شاندار محلات تعمیر کرتے، اور ان کو راحت و آرام پہنچانے کے لیے اٹھوں پہرے زبان چوباتیوں کی طرح کام میں مجھے رہتے تھے۔ اس طرح تو ملک کے سارے معاشی نظام کے کلیٹ جو جانے کا خطرہ تھا چنچن آپ کی دونوں باتیں سن کر وہ بھرا اور کہنے لگا کہ تمہاری یہ ہمت کہ مجھ سے دو بندوبست کرو۔ تم وہی نہیں جسے ماں نے ایک تابوت میں رکھ کر دیا میں چھینک دیا تھا اور ہم نے تجھے تابوت سے نکالا اور بڑے ناز و نعم سے ہمیں پالا۔ عرصہ دراز تک تم ہمارے پاس رہے اور ہم تمہاری ہر طرح کی ناز و داریاں کرتے رہے۔ تم آج ہمیں آٹھیں دکھانے اور اپنے مطالبات منوانے آئے ہو۔ تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ تم ہمارے قاتل ہی ہو۔ اس سے پہلے تو ہم نے کبھی ہماری خدائی پر اعتراض نہ کیا اور نہ کبھی بنی اسرائیل کی لیڈری کا دعویٰ کیا۔

۱۸۔ آپ نے پہلے اس کی دوسری بات کا جواب دیا کہ ٹھیک ہے ایک قبیلے میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا میرا

مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۸۸﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِيَّ

رسولوں سے سزا اور یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جبلا تا ہے۔ حالانکہ تو نے غلام بنا رکھا ہے

إِسْرَائِيلَ ﴿۳۸۹﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۹۰﴾ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ

بنی اسرائیل کو سزا فرعون نے پوچھا کیا حقیقت ہے رب العالمین کی؟ سزا آپ نے فرمایا در رب العالمین وہ

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿۳۹۱﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ

ہے جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اچھے درمیان ہے اگر ہومؤمنین کو سزا ہے سزا فرعون نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں سے

اُسے قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ وہ میرے قوی بھائی سے ہاتھ پائی کر رہا تھا میں نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور وہ مر گیا۔ یہاں مناکین تا واقعہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

سزا اب میرے رب نے مجھ پر کرم کیا مجھے حکمت اور رسالت سے نوازا اور اسی نے یہ پیغام پہنچانے کے لیے تیرے پاس بھیجا۔

سزا دوسرے الزام کا جواب دے کر اب اس کی پہلی بات کا رد فرمایا کہ تو مجھ پر احسان جبلا تا ہے کہ تو نے مجھے پلا ہے یہ احسان جبلا تے ہوتے تھے شرم نہ آتی تو نے میری ساری قوم کو غلامی کی بیڑیاں پہنا رکھی ہیں تیری قوم ان سے جمانی مشقت کے ایسے کام لیتی ہے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسے مجھ پر احسان جبلا تے والے کیا تو وہی نہیں جس نے بنی اسرائیل کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا سفاکانہ قانون نافذ کیا تھا تیرے اس ظلم سے پھلنے کے لیے مجھے میری ماں نے اپنے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر نریل کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا تو تو مجھے قتل کرنے کے درپے تھا۔ دلوں کے مالک نے تیرا دل پھیر دیا اور تو قتل کرنے کے بجائے مجھ سے پیار کرنے لگا۔ مجھے تیرے عمل میں لاکر تیری گود میں پلوانے میں میرے رب کی یہ حکمت تھی کہ وہ مجھے بتانا چاہتا تھا کہ جس بچے سے بچنے کے لیے تو معصوموں کا خون بہا رہا ہے۔ دیکھ یہ وہ بچہ ہے جس کو ہم تیرے عمل میں لے آئے ہیں اور تجھے اس کی خدمت پر مامور کر دیا ہے۔ اسے خدائی کے مجھوٹے دعویٰ اور تو اگر خدا ہوتا تو کیا اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام ہو جاتا اور جس بچے کی ولادت سے تجھے تیرے بچوں اور فرشتوں نے ڈرایا تھا۔ وہ تیری گود میں پلا تو اسے پہچان نہ سکا۔ کیا ایسے بے بس اور بے خبر انسان کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے۔

سزا موسیٰ علیہ السلام کے دندان شکن جواب نے اس کو اپنے کلام کا رخ بدینے پر مجبور کر دیا کہنے لگا جس رب العالمین کے

تم فرستادہ ہو فورا اس کی حقیقت تو بیان کرو۔

الَا تَسْتَبْعُونَ ۱۹۰ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ ۱۹۱ قَالَ

کہا کیا تم سُن نہیں رہے ۱۹۰ آج آپ نے فرمایا وہ جو تمہارا بھی مالک ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی ۱۹۱ فرعون بولا

إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۱۹۲ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ

بناشبہ تمہارا یہ رسول جو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف یہ تو دیوانہ ہے ۱۹۲ آپ نے (دعا) فرمایا جو مشرق و

وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۱۹۳ قَالَ لَيْنَ اتَّخَذَتْ

مغرب کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو سلسلہ اس نے زُعب جماتے ہوئے، کہا

إِلَٰهًا غَيْرِي لِأَجْعَلَكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ ۱۹۴ قَالَ أَوْ لَوْ جِئْتُكَ

وإذ ركبنا، اگر تم نے میرے سوا کسی کو خدا بنایا تو میں تمہیں ضرور قیدیوں میں داخل کروں گا ۱۹۴ فرمایا اگرچہ میں نے اس وقت سے پہلے

۱۹۰ کسی چیز کی حقیقت اور باہنیت دریافت کرنا ہو تو اسے سوال کیا جاتا ہے، جیسے فرعون نے کہا یا رب العلیین؟

لیکن اللہ تعالیٰ کی حقیقت پر آگاہ ہونا انسان کے لیے ناممکن ہے، یہی علیہ السلام نے اس مسئلہ میں کہنے کے بجائے ان

دلائل و شواہد کی طرف اس کی توجیہ مبذول کی جن پر اگر غور و فکر کیا جائے تو انسان رب العلیین کو پہچان سکتا ہے۔

۱۹۱ جواب کو سوال کے مطابق نہ پا کر اس نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں پر فاتحانہ نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا میں

رہے ہو یہ صاحب میرے سوال کا جو جواب دے رہے ہیں میں نے رب العلیین کی حقیقت پوچھی ہے اور یہ کہہ رہے

ہیں کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ حالانکہ علماء و فلسفہ اس بات پر متفق ہیں کہ آسمان قدیم ہے وہ کسی خالق کا محتاج نہیں

یہ جواب سوال سے ہم آہنگ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم و فلسفہ کے بھی حراشہ خلاف ہے۔

۱۹۲ آپ نے فرمایا رب العلیین وہ ہے جس نے تمہیں اور تمہارے باپ دادا کو پیدا کیا اور اپنے آباؤ اجداد کو

وہ بھی قدیم تسلیم نہیں کرتے تھے۔

۱۹۳ سلسلہ ازراہ اختلاف کہنے لگا تمہارا یہ رسول دیوانہ ہے عقل و فہم سے اسے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ میں پوچھتا

کچھ ہوں جواب کچھ دیتا ہے۔

۱۹۴ آپ نے پھر وار کیا اور فرمایا اے مصر کی مدد و مملکت پر اتنا کر اُتو ہیت کا دعویٰ کرنے والے! میرا بیٹے

والا وہ ہے جس کی ربوبیت اور سلطانی کا تقارہ مشرق و مغرب میں بج رہا ہے۔ خود مصر کے باہر تو تیرا حکم پرکاش کی تخت

بھی نہیں رکھتا لیکن میرے پروردگار کا حکم تو رب عجم ہر جگہ نافذ ہے۔

بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۚ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۱

ایک روشن چیز سیکھ اس نے کہا پھر میں کرو اسے اگر تم سچے ہو۔

فَالْقِي عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۚ وَنَزَعْنَا مِنْهَا إِدَّاهُ فَإِذَا

پس آپ نے ڈالا اپنا عصا تو اسی وقت وہ صاف اژدھا بن گیا۔ اور آپ نے باہر نکالا اپنا ہاتھ تو

هِيَ بَيْضَاءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۚ قَالَ لِمَلَا حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا سِحْرٌ

یک نکتہ وہ سفید ہو گیا دیکھنے والوں کے لیے۔ (یہ دیکھ کر) فرعون نے اپنے آس پاس بیٹھنے والے باریوں سے کہا وہی یہ

عَلَيْكُمْ ۚ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۚ فَبِأِذَا

ماہر جاڈو گر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں اپنے ملک سے اپنے جاڈو (کے زور) سے تمہارا بتاؤ تمہاری

تَأْمُرُونَ ۚ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حٰشِرِيْنَ ۚ

کیا راتے ہے؟ بولے مہلت دو اسے اور اس کے بھائی کو اور پھر شہروں میں ہر کار سے فیلہ تاکہ وہ

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرٍ عَلَٰيْكُمْ ۚ فَجَمِعَ السّٰحِرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۚ

لے آئیں تیرے پاس ہر قسم کے سحر تمام ماہر جاڈو گر۔ انھیں جمع کر لے گئے سارے جاڈو گر مقررہ وقت پر ایک خاص دن۔

۲۱ بحث و مناظرہ کے میدان میں لاجواب ہو کر فرعون دھمکی دینے پر اتر آتا ہے۔

۲۲ آپ اپنے معجزات دکھا کر اپنے دعویٰ نبوت کی صداقت ثابت کرتے ہیں۔

۲۳ وہ آپ پر ماہر جاڈو گر ہونے کا الزام لگاتا ہے اور اپنے درباریوں کو بھڑکانے کے لیے کہتا ہے کہ نبوت

کا ڈھونگ رچا کر یہ اپنا تسلط سمانا چاہتا ہے یہ اقتدار کا ٹھوکا ہے۔ اپنے جاڈو کے زور سے ہمارا تخت و تاج چھیننا

چاہتا ہے۔ اب بتاؤ تمہاری کیا رات ہے کیا چکے سے منان حکومت ان کے حوالے کر دی جائے اور کل تک

ان کا آقا رہنے کے بعد انہیں اپنا حاکم تسلیم کر لیا جائے۔

۲۴ انھوں نے مشورہ دیا کہ ملک بھر کے ماہر جاڈو گروں کو بلا کر اسے عبرت ناک شکست دی

جائے۔

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ ۗ لَعَلَّكُمْ تَتَّبِعُونَ السَّحَرَةَ

اد کہہ دیا گیا لوگوں سے کیا تم (مقابلہ دیکھنے کے لیے) اکٹھے ہو گے؟ شاید تم پیروی کرتے رہیں جاؤ گروں کی

إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۗ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ

اگر وہ (مقابلہ میں) غالب آجائیں۔ جب حاضر ہوئے جاؤ گروں کہ تو انھوں نے فرعون سے پوچھا

أَيْنَ لَنَا أَجْرٌ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۗ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ

کیا ہمیں کوئی انعام بھی ملے گا اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آجائیں؟ اس نے کہا ہاں ضرور ملے گا اور تم اس وقت

إِذَا لِمَنِ الْمُقَدَّرِينَ ۗ قَالَ لَهُمْ مُوسَى الْقَوْمَا أَنْتُمْ تُلْقُونَ

یسے مقررہوں میں شامل کر لیے جاؤ گے۔ موسیٰ نے انھیں فرمایا پھینکو جو تم پھینکنے والے ہو۔ تو

فَالْقَوْمَاجِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ

انھوں نے پھینک دیں اپنی رسیاں اور لپٹی لائٹھیاں (میدان میں) اور (بڑے وقوف سے) کہا ناموس فرعون کی قوم ہوتی

الْغَالِبُونَ ۗ فَالْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۗ

یقیناً غالب آئیں گے۔ پھر پھینکا موسیٰ نے اپنا سونٹا تو وہ یکایک نکلنے لگا گیا جو فریب انھوں نے بند کیا تھا

فَالْقَىٰ السَّحَرَةُ سُجُودًا ۗ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۗ رَبِّ

پس ایہ بخبرہ دیکھ کر گر پڑے جاؤ گروں سجدہ کر کے ہوئے شکہ انھوں نے (بر ملا) کہہ یا ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو رب

شکہ ساحران مصر کو اپنے فن پر بڑا ناز تھا۔ انھیں یقین تھا کہ وہ جیت جائیں گے، اس لیے پہلے ہی فرعون نے انعامات کا وعدہ لے رکھا ہے۔ فرعون انھیں انعامات سے مالا مال کر دینے کے وعدہ کے ساتھ ساتھ انھیں یہ بتا رہا ہے کہ میں تمہیں اپنے مقررہ یقین کی صفت میں شامل کروں گا اور شاہی دربار میں دربارہ منکلت کے پہلو بہ پہلو تمہارے لیے منبری کرسیاں بچھائی جائیں گی۔

شکہ مقابلہ شروع ہوا۔ عصا موسیٰ پھیرے ہوئے اتر دیا کی طرح منہ کھولے ہوئے ان کی رسیوں اور سونٹوں

مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۳۹۱﴾ قَالَ امْنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ اذِنَ لَكُمْ إِنَّهُ

موسیٰ اور ہارون کا۔ فرعون نے (خست مٹانے کے لیے) کہا تم تو ایمان لائے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں تمہیں

لَكِبِيرُكُمْ الَّذِي عَلَيْكُمْ السِّحْرُ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ لَا قَطِيعَانَ

مقابلہ کی اجازت دیتا۔ یہ تو تمہارا بڑا گروہ ہے جس نے تمہیں سحر کا فن سکھایا ہے ابھی اس سازش کا انجام اطمینان معلوم ہو جائیگا

أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصِيلَ لَكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹۲﴾

میں ضرور کاٹ دوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف طرفوں سے اور میں تم سب کو سنولی چڑھا دوں گا۔ انہوں

قَالُوا الْأَضْيُرُّ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿۳۹۳﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا

نے جواب دیا نیکو ہمیں اس کی ذرا پروا نہیں۔ ہم اپنے سرور و نگار کی طرف لوٹنے والے ہیں ہمیں یہ امید ہے کہ بخش دیا

رَبَّنَا خَطِيئَاتِنَا أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۹۴﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ

ہمارے لیے ہمارا رب ہماری خطیئوں۔ کیونکہ ہم تیری قوم میں سے، پہلے ایمان لائے اور ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف

أَنْ أَسْرِعَ بَادِي إِلَيْكُمْ تُتَّبَعُونَ ﴿۳۹۵﴾ فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ

کہ راتوں رات (یہاں سے) میرے بندوں کو لے جاؤ تاکہ قینا تمہارا تعاقب کیا جائیگا پس صحیح فرعون نے سارے شہروں میں

کی طرف پکاجو دیکھنے والوں کو سانپوں کی طرح لہراتی اور بل کھاتی ہوتی دکھائی دے ہی تھیں اور ان کو شہر پکنا شروع کر دیا۔

۳۹۳۔ ساتھ سا حراں مصر پر آپ کی صداقت و نور بخشش کی طرح واضح ہو گئی اور وہ اپنے ایمان لانے کا برملا اعتراف کر کے اللہ

تعالیٰ کے حضور میں سجدے میں گر پڑے۔

۳۹۴۔ فرعون جو جھوٹ ان پر یہ الزام لگا دیا کہ یہ تمہارا بڑا گروہ ہے اور تم اس کے چلے ہو تم سب نے مل کر حکومت کا تختہ

اٹھانے کی سازش کی ہے۔ یہیں تمہیں وہ سزا ڈونگا کہ تمہیں چھٹی کا دو روہیا دیا جائے گا۔

۳۹۵۔ ایمان کی شمع روشن ہوتی تو خوف و ہراس کے سارے اندھیرے رفقہ چکر ہو گئے۔ جرات و شجاعت کے خستہ

غیبات جہان ہو گئے۔ تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر انھوں نے اعلان کر دیا لاضیروا نالی ربنا منقلبون۔ ان تمام

امور کی تفصیل سورہ الاعراف میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حٰشِرٰیۙۙۙ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌۭ قَلِیْلُوْنَ ۙ وَاِنَّهُمْ لَنَا

ہر کارے ۳۳ (تاکہ لوگوں کو بتائیں) یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں ۳۳ اور انھوں نے ہمیں سخت

۳۳ مصر کے گوشہ گوشہ سے سمٹ کر آنے والے ہزاروں لوگوں نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ملک کے مائے ناز ساحروں کا ایک جہم غیر غلام قوم کے دو آدمیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھا ہوا۔ اپنے آبائی دین کو بچانے کے لیے فرعون کے لڑتے ہوئے تخت کو سہارے دینے کے لیے، اپنی قومی حکومت کو نئے اُبھرتے ہوئے خطرہ سے محفوظ رکھنے کے لیے کون سا بتن ہوگا جو انھوں نے نہ کیا ہوگا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کے ایک ڈنڈے نے ان دو جان کران کے سائے نشے ہرن کر دیئے، اس شکست فاش سے لازمی طور پر سامعین کے ذہن متاثر ہوئے ہوں گے اور جاؤ گروں کے بر ملا ایمان لہنے سے ناظرین کے قلوب میں جو پھل پیدا ہوئی اس کا اندازہ لگانا بھی زیادہ مشکل نہیں۔ لیکن فرعون کی چال بھی کا سیاب رہی۔ اس نے ساحروں پر سازش کا الزام لگا کر اپنا بھرم بکھریا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شخصی استبداد نے مصریوں سے غور و فکر کی ساری صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ وہ فرعون کے الزام کو صحیح ماننے لگے تھے۔ انھوں نے اپنی آنکھوں سے جاؤ گروں کی ایمانی شجاعت کا مشاہدہ کیا۔ اس بے پایاں مسرت کو بھی دیکھا جس کا اظہار انھوں نے شہادت کا جام نوش کرتے ہوئے کیا۔ لیکن انھیں کچھ عبرت حاصل نہ ہوئی جس طرح پیٹے آنکھیں بند کر کے وہ فرعون کی بندگی کرتے آ رہے تھے اسی طرح آنکھیں موند کر اس کی بندگی کرنے لگ گئے تاریخ ہمیں کوئی ایسی شہادت ہتیا نہیں کرتی جس سے اندازہ کیا جاسکے کہ انھوں نے فرعون کی اس شکست فاش سے کوئی اثر قبول کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَا مِنْ مَّوْمِنٍ اِلَّا ذَرِيَّةٌ مِنْ قَوْمٍ عَلَىٰ خَوْفٍ مِنْ فِرْعَوْنَ وَغُلَّغُلٌ رٰیضٍ۔ چنانچہ اسی حالت میں کئی سال گزر گئے۔ بنی اسرائیل پر ان کی سختی میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ ان کے خلاف ان کا روتیہ دن بدن شدت اختیار کرتا گیا۔ بنی اسرائیل نے ازراہ شکایت حضرت کلیم سے کہا بھی قَالُوْا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيْنَا وَهِيَ مِنْ قَبْلِ مَا جِئْتَنَا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے بڑی کوششیں کیں کئی معجزات دکھائے جن کا ذکر الاعراف میں تفصیلاً گزر چکا ہے لیکن وہ اپنی ضد پر لٹے رہے۔ جب پانی سر سے گزریا اور ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو راتوں رات ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ ۳۳ جب فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل رات کی تاریکی میں یہاں سے کوچ کر گئے ہیں تو اس نے ان کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے وہ دل ہی دل میں ڈرا خائف تھا۔ اس لیے تعاقب کرنے سے پہلے پوری تیاری کرنا ضروری سمجھا۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں قاصد بھیج دیتے گئے کہ فرعونی فوج کے دستے جہاں جہاں ہوں جلد از جلد پاتہ تخت میں پہنچیں۔

۳۳ ملک بھر میں اس افراتفری اور عام لام بندی سے خوف و ہراس کا پھیلنا ایک قدرتی امر تھا۔ اس کا اثر کرنے کے لیے فرعون نے یہ بات بنائی کہ ہمیں اسرائیلیوں سے کسی شدید مقابلہ کی ہرگز توقع نہیں۔ وہ طبعی بھر آدی ہم

لَعَايَظُونَ ۱۹۰۰ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَازِرُونَ ۱۹۰۱ فَأَخْرَجْنَهُمْ مِّنْ جَدَّتِ

برافروقتہ کرویا ہے (ماہم فکر نہ کرو) ہم سب (ان کے تعلق) بہت محتاط ہیں۔ ہم نے نکالا انھیں نکلے (میں سب باغوں

وَعُيُونٍ ۱۹۰۲ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۱۹۰۳ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَا بَنِي

اور (دیتے ہوئے) چشموں اور (دھرم پور) خزانوں اور شاندار محلات سے۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان تمام چیزیں

إِسْرَائِيلَ ۱۹۰۴ فَاتَّبَعُوهُمْ مُّشْرِقِينَ ۱۹۰۵ فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعُ قَالَ

کا وارث بنا دیا پس وہ ان کے تعاقب میں نکلے ۱۹۰۵ شہ اشراق کے وقت پس جب ایک گروہ سے کو دیکھ لیا تو لوگ گروہوں کے

لڑنے کی جرات ہی کب کر سکتے ہیں لیکن ہم ان کو اس فرار کی پوری پوری سزا دینا چاہتے ہیں۔ اگرچہ فوج کا ایک مختصر دستہ
بھی ان سے نمٹ سکتا ہے لیکن دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ امتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں تساہل نہ برتا جائے نہ ہنسی
رہو، ہم نے ساری تدبیریں اور انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ بظاہر تو وہ بڑی بہادری کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن دل سینہ
میں دھڑک رہا تھا اور بعض مشرکین کے قول کے مطابق ڈر کے مارے اس کا پیشاب بھی نکل جاتا تھا۔

الشرذمة الجمعة القليل المختصر مختصر اور تغیر گروہ کو شرمزہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع الشراذم ہے۔

قال الجوهري الشرذمة الطائفة من الناس حافدون اخذنا حذرنا واسلحتنا۔ ہم نے پوری امتیاط کر لی

ہے اور اسلحہ بھی فراہم کر لیا ہے۔

نکلے ہو سکتا تھا کہ بنی اسرائیل کی اس ہجرت کو وہ زیادہ اہمیت نہ دیتے اور خاموش ہو جاتے، یا فوج کے کسی افسر کو
ان کا تعاقب کرنے کے لیے بھیج دیتے، لیکن قدرت نے ان کے دل میں ایسی بات ڈال دی کہ خود فرعون اپنے وزیر اور
کو ہمراہ لے کر اپنی ساری فوج کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جب عذاب الہی آتے تو سب نابکار ایک
جگہ اکٹھے ہوں اور ایک منہ سے ہی ان کا کام تمام کر دیا جاتے، اور ان ظالموں کی بربادی پر اتم کرنے کے لیے بھی
کوئی پیچھے نہ رہے۔ اس اہتمام کے ساتھ فرعون اور اس کے امراء کا بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلنا چونکہ قدرت کے
خاص انتظام اور خفیہ تدبیر کے ماتحت ہو رہا تھا اس لیے فاجر جنام کے الفاظ سے ان کے خروج کا ذکر فرمایا یعنی ہم نے
ان کو اس طرح نکلنے پر اکسایا۔

۱۹۰۵ جب سورج طلوع ہو تو عرب کہتے ہیں شوقت الشمس اور جب اس کی روشنی پھیل جاتے تو کہتے ہیں

اشوقت الشمس۔ اس لیے مشرقین کا معنی ہو گا کہ جب سورج چڑھ آیا اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل گئی تو فرعون

بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا۔

اصْحَابُ مُوسَىٰ اِذَا لَمُدُّرُكُونَ ﴿۳۹﴾ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّي

تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے وہ ہاتے اسلئے ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ بلاشبہ میرے ساتھ میرا

سَيِّدٌ ۙ فَاَوْحَيْنَا اِلَىٰ مُوسَىٰ اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ

رَبِّكَ وَهُوَ ضَرْبُ مِيْرِي رِبْنَانِي فَرَمَانِيَا جَسْمُوْمُنْ لَمْ وَتِي جَبِي مَوْسَىٰ كِي طَرَف كِي ضَرْب لْكَ اُو اِسْنِي عَصَا سِي سَمْنْد رُكُوْمَتِي

فَاَنْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿۴۰﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَرَهُ

تُو سَمْنْد رُجْحُٹ كِيَا اُوْر هُو كِيَا پَانِي كَا هِر حَصْتِي بُرْسِي پِهَارُ كِي مَانْنْد ۙ اُوْر هِم لِي قَرِيْب كِي دِيَا دِيَا لِي

۳۹ فرعون جب اتنا قریب پہنچ گیا کہ دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو نبی اسرائیل کے حواس باختہ ہو گئے۔ سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور پیچھے سے فرعون کے لشکر جبار نے گھیرا نگ کر دیا ہے۔ گھبرا کر کہنے لگے ہم تو پکڑے گئے۔ اب کیا ہوگا۔ تو اہم ایک دوسرے کو دیکھنا۔

۴۰ موسیٰ علیہ السلام کے توکل علی اللہ کی شان ملاحظہ ہوا نہیں بھی نظر آ رہا ہے کہ سامنے بحر بیکراں ہے جس کی تندر تیز مریں ساحل سے آ کر ٹکرا رہی ہیں اور ادھر فرعون ہے جو غیظ و غضب سے دیوانہ ہو رہا ہے لیکن کیا مجال کہ ان بظاہر حوصلہ شکن حالات میں بھی کلیم کی پیشانی پر شکن تک پڑا ہو یا دل میں گھبراہٹ کا گزرتک ہوا ہو۔ گھبراتے ہوئے ساتھیوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "کلا" ہمیں وہ ہرگز نہیں پکڑ سکتا، میرے ساتھ میرا رب ہے۔ میں اُس کے حکم سے تمہیں لے نکلا ہوں وہ ضرور ہماری رہنمائی فرمائے گا۔ کتنا پختہ ہے آپ کا یقین، کتنا پختہ ہے آپ کا توکل اور کیا جلال ہے آپ کے اس جلیل میں۔ نبوت کی عظمت ایسے ہی نازک حالات میں پوری آب و تاب سے جلوہ نما ہوتی ہے۔

۴۱ فرار ارشاد ہوا۔ اپنے عصا کی ایک ضرب لگاؤ اس سمندر کو پھر دیکھو۔ راستہ دیتا ہے یا نہیں۔

۴۲ آپ نے ایسا ہی کیا۔ سمندر کی اچھلتی اور شور مچاتی ہوئی موجوں پر سکتہ طاری ہو گیا، جیسے کسی نے سرسبز گھوسے

کے منہ میں لکام دے دی ہو سمندر میں شگفت پیدا ہو گیا اور پانی کی بہری اونچے اونچے پہاڑوں کی طرح بامد و سکت

ہو کر کٹری ہو گئیں اور آپ اپنی قوم سمیت اس راستہ پر چل پڑے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول کریم نے

فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں جو موسیٰ نے اس وقت کہے تھے جب آپ نے سمندر کو پھاڑا تھا۔ میں نے عرض

کی میرے آقا ضرور کرم فرمائیے حضور نے فرمایا اللهم لك الحمد واليك المشتكى وبك المستغاث انت

المستعان ولا حول ولا قوة الا باللہ۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور سے ان کلمات کو

سنا میں ہمیشہ ان کا ورد کیا کرتا ہوں (روح البیان)۔

الْآخِرِينَ ۱۹۰۳ وَأَنْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۱۹۰۴ شَم

دوسرے فریق کو شکستہ اور ہم لے بچا لیا (ان تندر موجوں سے) موسیٰ اور ان کے سب ہمراہیوں کو۔ پھر ہم لے

اس قسم کا ایک واقعہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آیا تھا۔ ہجرت کی رات جب حضورؐ فرارِ روم میں اپنے رفیق صدیق کے ساتھ تشریف فرما تھے تو کفار مکہ تلاش کرتے ہوئے اس غار کے دیوار تک آپہنچے حضرت صدیقؓ کو تشریف لے جہڑی کہ مبارک وہ جھک کر دیکھیں اور ہمیں پالیں۔ ان کے اطمینان کے لیے زبانِ مصطفیٰ سے نکلا تھا: لَا تَحْزَنُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا اُسے صدیق میرے لیے نگر مند نہ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ان الفاظ میں اور حضرت کلیم کے الفاظ میں آتنا ہی تفاوت ہے جتنا مقام حبیب اور مقام کلیم میں ہے۔ کلیم نے پہلے اپنا ذکر کیا بعد میں نبی کہا حبیب نے پہلے اِنَّ اللّٰهَ فرمایا، بعد میں معنا فرمایا۔ پھر انھوں نے ”رب“ جو اسم صفاقی ہے اس کو ذکر کیا اور حضورؐ نے اللہ جو اسم ذات ہے انھوں نے معیت ربانی کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص کرتے ہوئے ”معی“ میرے ساتھ فرمایا اور حبیب نے ”معنا“ فرما کر اپنے صدیق کو بھی معیت الہی کے شرف سے مشرف فرمایا۔ صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وکلمہ ولسا تر انبیاءہ وبارک وسلم۔

شکستہ فرعون سمجھا کہ یہ راستہ توں ہی بنا رہے گا۔ لہری اسی طرح کھڑی رہیں گی چنانچہ وہ بھی اپنے لاؤ لنگر سمیت سمندر میں اتر گیا جب وہ اچھی طرح سمندر میں داخل ہو گیا تو وہ پانی کے پہاڑ جو ایک لمحہ پہلے چپ چاپ کھڑے تھے ٹھک ہو گئے اور خاموش موجیں گرجتی ہوئی ان کی طرف لپکیں اور شہم زدن میں ان سب کو خس و فاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں اِن تَفِي ذَالِكِ الْوَسْطَىٰ عَلِيًّا السَّلَامُ کے لیے سمندر نے راستہ کیوں چھوڑ دیا اور اس کی موجیں کیوں رک گئیں، اور جب فرعون آیا تو ان میں یکایک وہ لانی کیسے پیدا ہو گئی، اس کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد اول سورہ بقرہ آیت ۵۰ اور دیگر مقامات۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز پر غالب ہے۔ ندی کا پانی جو یا سمندر کا مورسلا دھار بارشیں ہوں یا اطمینانیاں، ہر چیز اپنے خالق کے اشارہ کی تعمیل کرتی ہے۔ بعض لوگ جو عجزات کو تسلیم کرنے سے پرکتے ہیں وہ اس واقعہ کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ تدو جزر کی حالت میں یہ واقعہ رون پذیر ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام گزرے تو جزر کی وجہ سے سمندر کا پانی صحت گیا تھا اور جب فرعون گزرنے لگا تو تدو کی حالت نمودار ہو گئی اور وہ ڈوب گیا۔ اور بعض نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ اتنے زور کا جھک چلا کہ سمندر میں شگاف پیدا ہو گیا۔ یہ دونوں باتیں انتہائی طور پر مضحکہ خیز ہیں۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نبی اسرائیل کے ہزار ہا افراد تھے، انھیں سمندر کو عبور کرتے ہوئے کافی وقت لگا ہو گا۔ پھر فرعون کا لشکر جو ہزار ہا گھوڑوں اور پیادہ فوجی دستوں پر مشتمل تھا اسے بھی سمندر میں اچھی طرح داخل ہونے کے لیے کافی وقت دے گا۔ کیا جزر اتنا طویل ہوتا ہے یا جھکڑ کی وجہ سے اتنے عرصہ دراز تک سمندر میں شگاف باقی رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں نیز سورۃ طہ میں صراحتاً مذکور ہے فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسیا، کہ عصارا مار کر سمندر میں ان کے لیے ایسا راستہ بنا دو جو خشک ہو تو اس طرح کا خشک راستہ بنانا نہ جھکڑوں کا کام ہے اور نہ تدو جزر سے کبھی ایسا واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے اس لیے

اَعْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ فِيْ ذٰلِكَ لٰاٰيَةٌ وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

غرق کر دیا دوسرے فرق کو۔ اس واقعہ میں (بڑی واضح) نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۸﴾ وَاْتَلُوْا عَلَيْهِمْ نَبَاَ

والے نہیں۔ اور بیشک (اُسے حبیب!) آپ کا رب ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانیوالا ہے اور آپ بیان فرماتے

اِبْرٰهِيْمَ ﴿۳۹﴾ اِذْ قَالَ لِاٰبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ

انکے سامنے ابراہیم کا قصہ لکھ جب آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی پرستش کرتے ہو لگے انہوں نے کہا ہم تو تمہیں

اصْنَامًا فَنَنْظِلُّ لَهَا عِكْفِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ

ہیں بتول کو اور تم انہی کی پوجا میں ہر وقت منہ لگاتے رہتے ہیں۔ آپ نے پوچھا جلالیہ بتاؤ کیا وہ سنتے ہیں تمہاری آواز جب

تَدْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا

تم انہیں پکارتے ہو۔ یا وہ تمہیں (کچھ) نفع پہنچا سکتے ہیں یا ضرر پہنچا سکتے ہیں لگے انہوں نے (لا جواب ہو کر) کہا بلکہ ہم نے تو یہاں

قرآن کریم کی ایسی تاویلیں کرنا جن کا مقبولیت سے دور کا واسطہ بھی نہ ہو اسلام کی کوئی خدمت نہیں ایسے اللہ تعالیٰ نے اس کی

اپنی قدرت کی ایک نشانی فرمایا ہے۔

۳۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد حضرت خلیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کیونکہ آپ قبائل

قریش کے جدِ اعلیٰ اور کعبہ کے بانی تھے۔ قریش کو ان کی نسل سے ہونے پر بڑا ناز تھا۔ اسی وجہ سے وہ کعبہ کے متولی تھے۔

اور ملک بھر میں بڑی عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ اس لیے ان کے سامنے آپ کے عقائد بیان فرماتے جا

رہے ہیں تاکہ حضرت ابراہیم کو اپنا جدِ اعلیٰ کہنے والے اور اس نسبت پر فخر کرنے والے حضرت ابراہیم کے رب اکبر

پر بھی ایمان لائیں جس طرح آپ کا دامن کفر و شرک کی آلائشوں سے بالکل پاک تھا اسی طرح یہ بھی اپنے دماغوں کو زور

کر کے توحیدِ خالص اختیار کریں۔

۳۷۔ اس سے مراد آذر ہے جو آپ کا چچا تھا، کیونکہ اسی نے آپ کی پرورش کی تھی اس لیے باپ کہا گیا۔

ای اذما ستماء الله ابا لکونہ عمنا و موینا لہ (منظری)

۳۸۔ یہاں اس کا معنی ہے ندوم اور سکون کہتے ہیں الاقامۃ علی الشئ کسی چیز پر مستحکم رہنا گویا وہ آپ کو

۳۳۳ وقف لازم

كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿۷۵﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۷۶﴾ إِنَّكُمْ وَ

اپنے باپوں کو کوہِ یونہی کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے دیکھ لیا ان (کی بے بسی) کو جن کی تم پرستش کیا کرتے ہو لگے تم اور

أَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ﴿۷۶﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۷﴾

تمہارے گذشتہ آباؤ اجداد - پس وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے لگے

پڑانے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ ہم تو ہمیشہ ہمیشہ انہی کی بندگی کیا کریں گے۔ جو بری علف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علف ای اقبل علیہ مواظبا (صحاح)

۳۹۸ کیا پیارا اسلوب ہے افہام و تفہیم کا۔ انہی سے ان کے معبودوں کی بے بسی کا اعتراف کرایا جا رہا ہے جب وہ ان باتوں کا انکار نہ کر سکے تو یہ کہہ کر اپنا دفاع کرنے لگے کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کیا کرتے تھے، اس لیے ہم تو ان کی تقلید سے دست کش ہونے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔

۳۹۸ آپ محبت بھرے اسلوب سے انہیں بھگاتے ہیں کہ نادان نہ بنو بے جا بننا بھی نہیں۔ اندھی تقلید کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ تم دنیاوی معاملات میں جب عقل و فہم کو استعمال کرتے رہتے ہو تو زندگی کے اس بنیادی مسئلہ پر سمجھنے کا وقت آتے تو تم اپنی سوچ کا چراغ تل کر دو، یہ تو اچھی بات نہیں۔

۳۹۸ ان اندھے بہرے بول کے متعلق تم جو چاہو کہتے رہو میں تو انہیں اپنا دشمن اور بدخواہ سمجھ رہا ہوں۔ میری بندگی کا تعلق صرف اس معبود برتری کے ساتھ ہے جو کائنات کی ہر چیز کو پیدا بھی کرتا ہے، پھر عنایات پہیم سے ہر چیز کو اس کے تڑپا لگاتا۔ تک بھی پہنچاتا ہے۔ اس کی ساری ضروریات مہیا کرتا ہے، ان کی نشوونما کے لیے جو وسائل ضروری ہوتے ہیں ان کو بھی پہنچاتا ہے۔ ان اندھے بہرے معبودوں کے مقابلہ میں رب العالمین (ہر چیز کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا) کی صفت سے اللہ تعالیٰ کا تبارک و تعالیٰ کتنا معنی خیر ہے۔ آیت میں مکرر غور فرمائیے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نبی تمہارے دشمن ہیں بلکہ فرمایا یہ میرے دشمن ہیں۔ ناسخ کریم کا انداز نصیحت ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ براہ راست دوسروں پر حملہ نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات سے آغاز کرتا ہے اور یہ تعریفیں تصریح سے بدرجہا زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہے۔ خائفی کی خبر اعداد (جمع) ہوئی چاہیے تھی (مذکر واحد) کیوں لائی گئی۔ اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ جو صفت فعلی یا فاعلی کے وزن پر جو اس کا استعمال واحد جمع دونوں کے لیے ہوتا رہتا ہے کیونکہ عَدُوٌّ اَصْلٌ مِنْ عَدُوٌّ فَعُولٌ کے وزن پر ہے اس لیے یہاں اس کا استعمال درست ہے۔ اس لیے یہ اٹھکی خبر واقع ہو سکتا ہے۔ بیحوز اطلاق العَدُوِّ وَالصَّادِقِ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْجَمْعِ لَنْ كُلِّ صِلَةٍ عَلَى ذَنْ فَعُولٍ وَفِعْلٍ يَسْتَعْمَلُ كَذَا لَيْتَ قَالَ رَجُلٌ عَدُوٌّ وَقَوْمٌ عَدُوٌّ۔ (ظہری)

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينُ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينُ ﴿۳۹﴾

جس نے مجھے پیدا فرمایا پھر (بر قدم پر) وہ میری رہنمائی کرتا ہے شکہ اور وہ جو مجھے کھلاتا بھی ہے اور جسے پلاتا بھی ہے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِي يُبَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينُ ﴿۴۱﴾

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے صحت بخشتا ہے شکہ اور وہ جو مجھے مارے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿۴۲﴾ رَبِّ هَبْ لِي

اور جس سے میں امید رکھتا ہوں شکہ کہ وہ بخش دے گا میرے لیے میری خطا کو وہ جزا کرے۔ اے میرے رب! عطا فرما

حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿۴۳﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي

مجھے علم و عمل شکہ میں کمال اور ملا دے مجھے نیک بندوں کے ساتھ شکہ اور بنا دے میرے لیے سچی ناموری شکہ

الْآخِرِينَ ﴿۴۴﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۴۵﴾ وَاعْفُرْ لِأَبِي

آئندہ آئے والوں میں۔ اور بنا دے مجھے ان لوگوں سے جو جنت والی جنت کے وارث ہیں۔ اور بخش دے میرے باپ کو

شکہ رب العالمین کی شان ربوبیت کے مختلف مظاہر کی طرف جن میں سے کسی ایک پر بھی ان کے کبرت کا تذکرہ نہیں میں حضرت علیؑ کی

ان کی توفیق مندوں کو کر رہے ہیں جس کی وضاحت والذی اعطی کل شیء بہ خلقہ ثم ہدنی میں گزر چکی ہے (طہ)۔

شکہ حضرت خلیل کا بارگاہ الہی میں جن ادب ملاحظہ ہو بیماری کی نسبت اپنی طرف کی اور شفا کی اللہ تعالیٰ کی طرف

مالا کہ بیماری اور صحت دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔

شکہ یہاں بھی حسن ادب ہے۔ اللہ کا خلیل ہونے کے باوجود ساری عمر اس کی عبادت و اطاعت میں گزارنے کے

باوجود اور ہر آزمائش میں کامیاب ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بے نیازوں سے دل سہا ہوا ہے کہتے ہیں مجھے یہ آیت

کہ وہ کہ مجھ پر کرم فرمائے گا اور میری خطاؤں کو بخش دے گا بندے کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس کی نظر اپنی نیکیوں پر نہ ہو بلکہ اپنی لغزشوں پر ہو۔

شکہ اپنے خالق کی حمد و ثنا کرنے کے بعد اب دعا کے لیے ہاتھ اٹھتے ہیں اور طلب کا اور من پھیلاتے ہیں حکماً

سے مراد علم و عمل کا کمال ہے تاکہ خلافت الہیہ کا منصب خلیل سنبھالنے کی مکمل استعداد اور اس کی مخلوق کی سیاست کا

صحیح مکہ پیدا ہو جائے۔ ای کما فی العلم والعمل بحيث يستمد لخلافة الحق ورياسة الخلق (منظہری)

شکہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کی رفاقت و نعمت بظنی ہے جس کی تمنا حضرت خلیل علیؑ کی ہے

إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ يَوْمَ لَا

وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔ اور نہ شرمسار کرنا مجھے جن روز لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے ۳۵ جس دن نہ

يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ

مال کام آنے کا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم ۳۶ اور قریب کر دی

بستیاں بھی کیا کرتی ہیں۔

۳۵ لسانِ صدیق سے مراد ہے الشفاء الحسن، بہترین تعریف، یعنی تیرے نیک بندوں کی زبانیں میری تائید کرتی رہیں۔ اظہار بندگی میں جن فوقیات مخصوصہ اور کمالات عظیمہ سے تو نے مجھے سرفراز فرمایا ہے رستی دنیا تک ان کا ذکر ہوتا ہی رہے تشریحی لے لسانِ صدیق کا معنی الدعاء الحسن یعنی نیک دعا کی ہے یعنی لوگ اپنی نیک دعاؤں میں مجھے ہمیشہ یاد رکھیں۔ اگرچہ لسان کا معنی زبان ہے لیکن اس کا اطلاق اس بات پر بھی ہوتا ہے جو زبان سے نکلتی ہے جیسے سخاوت کو یاد کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ آپ کے بعد بتنے نبی آتے سب آپ کی عظمت و رفعت شان کا اعتراف کرتے ہے۔ آج بھی سلسلہ نبوت و رسالت پر ایمان رکھنے والی قومیں بلا استثناء آپ کی تعریف اور توصیف میں طرب اللسان ہیں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے آپ کی اس دعا کو پار چاند لگ گئے۔ آپ کے دینِ حنیف کا احیاء ہوا۔ آپ کے عقائد حق کی اشاعت ہوئی اور ہر مسلمان جب بھی نماز میں اپنے ہادی کمال پر درود عرض کرتا ہے تو وہ ابراہیم اور آل ابراہیم پر بھی درود بھیجتا ہے۔

۳۶ الہی اگر تیری یاد میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے تو اس کی وجہ سے مجھے روزِ محشر شرمندہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر کمالِ عنایت ہوگی۔ اگر وہ اس روز اس کی آبرورکھ لے اور اہل ایمان کے ساتھ مولا کے کریم کا سلوک کچھ ایسی طرح کا ہوگا۔ صحیحین میں ہے کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کان میں چپکے سے کیا بات فرمائی تھی۔ انھوں نے جواب دیا کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا یدنو احدکم من ربہ حتی یضع کفہ علیہ فیقول عملت کذا کذا فیقول نعم وئذ یقول انی ستقرت علیک فی الدنیا وانا اعفواک الیوم ثم یدعی کتاب حسناتہ بیعینہ یعنی تم میں سے کوئی آدمی اپنے رب کے بالکل نزدیک ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا، وہ عرض کرے گا ہاں میں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دنیا میں میں نے اس کو ظاہر نہ ہونے دیا اور آج میں ان خطاؤں کو تیرے لیے بخش رہا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑا دی جائے گی۔ گفتار اور منافقین کو برسرِ عام رسوا کیا جائے گا۔ (مظہری)

۳۶ قلب سلیم سے مراد مومن کا دل ہے کیونکہ وہ کفر و فتناء کی بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے اور کافر کا دل مرض

الْحَيَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝۵۱ وَبُرَزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۝۵۲ وَقِيلَ لَهُمْ إِنَّمَا

ہائے کی جیت پر سبز کاروں کے لیے۔ اور ظاہر کر دی جائے گی دوزخ بیگنے والوں کے لیے ۵۱ اور کہا جائے گا انہیں کہ کہاں

كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝۵۳ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۝۵۴

ہیں وہ جن کی تم پرہجارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ کیا وہ تمہاری رکھیا مدد کر سکتے ہیں یا انتقام لے سکتے ہیں۔

فَكَبِّبُوا فِيهَا لَهُمُ وَالْغَاوُونَ ۝۵۵ وَجُنُودُ ابْلِيسَ اجْمَعُونَ ۝۵۶ قَالُوا

پرانے سے چھینک دینے جائیں گے اس میں وہ اور دوسرے گمراہ اور ابلیس کی ساری فوجیں ۵۵ وہ کہیں گے

ہر تاجے جیسے ارشاد ہے " فی قلوبہم مرض " آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافر نے نیک کاموں میں مبتلا روپیہ بھی خرچ کیا ہو اسے اس سے کوئی فائدہ نہیں پے گا۔ اسی طرح اگر کسی کافر کی اولاد مومن اور صالح بھی ہو تو بھی اس کی شفاعت اس کافر کے حق میں مقبول نہیں ہوگی۔ لیکن جس شخص کا دل کفر و فساد کی بیماری سے محفوظ ہے اس نے راہ حق میں جو مال خرچ کیا ہوگا اس کا بھی کئی اجر روز قیامت اسے دیا جائے گا نیز اس کی نیک اور صالح اولاد کی دعائیں، اسکے گناہوں کی بخشش اور اس کے درجات کی بلندی کا باعث ہوں گی اور قیامت کے دن ان کی شفاعت اپنے والدین کے حق میں مقبول ہوگی اور انہیں نفع پہنچائے گی۔ واما المؤمنون فينفعه ماله الذي انفقه في الطاعة وولده بالشفاعة والاستغفار (منہری)

علامہ ابو حیان زمر شری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ولا ضرورۃ تدعو الی حذف لساذ کرا ذقتہ نفاہ لکن من آتی اللہ بقلب سلیم ینفعہ ذالک۔

جسے سانپ نے ڈس لیا ہو اسے بھی سلیم کہتے ہیں۔ حضرت جنید نے فرمایا یہاں سلیم لیدین کے معنی میں مستعمل ہوا ہے یعنی وہ شخص جس کا دل سانپ کے ڈسے ہونے کی طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ناراہنگی کے خوف سے پھرتا اور تڑپتا رہتا ہو وہی روزِ حشر کامیاب ہوگا۔

وقال الجنید: السلیم فی اللغۃ اللدیغہ فمعناہ انہ قلب کاللدیغ من خوف اللہ (قرطبی)

۵۵ متقی لوگوں اور مہر کشوں کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا ان آیات میں اس کا ذکر ہے۔

۵۶ صاحب تاملوں لکھتے ہیں: کت، اکت، وکبک سب کا ایک معنی ہے یعنی سر کے بل اوندھا کر کے نیچے چھینک دینا۔ علامہ سنیاوی لکھتے ہیں کہ کت کو مکر کر کے کبک بنا یا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں دوزخ میں چھینکا جائے گا تو اسکنیاں کھاتے ہوئے نیچے جاگیں گے۔ حنفی کی ضمیر کا مرجع مجھوئے مجھوئے یعنی مجھوئے مجھوئے کے پرستار، ابلیس اور

وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۷﴾ تَاللَّهِ إِنَّ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ اِذْ

اس حال میں کروہ دوزخ میں باہم جھگڑ رہے ہونگے ۳۷۔ خدا کی قسم! ہم محلی گمراہی میں گرفتار تھے ۳۸۔ جب ہم

نُسُوْكُمْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۹﴾ وَمَا أَضَلْنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۰﴾ فَمَا لَنَا

تصیوں رب العالمین کے برابر نہتے ہوئے تھے۔ اور نہیں گمراہ کیا ہمیں مگر ان نامی مجرموں نے۔ تو آج نہیں ہے

مِنْ شَافِعِينَ ﴿۴۱﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿۴۲﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةٌ فَنَكُونُ

ہمارا کوئی سفارشی ۴۱ اور نہ کوئی غم خوار دوست ۴۲۔ پس اگر ہمارے اختیار میں جزا دینا میں، واپس جانا تو

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۳﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

ہم اہل ایمان سے ہوتے۔ بیشک اس واقعہ میں عبرت کی نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان

مُؤْمِنِينَ ﴿۴۴﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۴۵﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ

لاسے والے۔ اور اُسے عجیب! بیشک آپ کا نتیجہ ہی سب پر غالب ہمیشہ ہم زمانہ والا ہے۔ جھٹلایا قوم نوح نے اللہ کے

اس کے معاون و مددگار سب کو دوزخ میں آنا کر کے پھینک دیا جائے گا۔

۳۷ وہاں تہل اور ان کے پنجاریوں، اہلیں اور اس کے پیروکاروں میں ٹوک جھونک شروع ہو جائے گی۔

۳۸ پنجاری کہیں گے ہم نے تمہیں پروردگار عالم کا ہم پلہ اور برابر یقین کر کے اپنے اوپر ظلم عظیم کیا تھا۔ اذ نسو یکم فی

العبادة (قرطبی) فی استغناق العبادة (منظہری) یعنی تم ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرح عبادت کا مستحق سمجھتے تھے۔

۳۹ وہ بصد حسرت کہیں گے جس طرح اہل ایمان کی شفاعت ان کے نبی، فرشتے اور نیک مسلمان کر رہے ہیں۔ کاش ہمارا

بھی کوئی ایسا شفیع ہوتا۔ کاش ہمارا بھی کوئی ایسا قری دوست ہوتا۔ حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے استکتروا من لا صدقا

المؤمنین فان لہم شفاعتہ یوم القیامۃ (منظہری)

یعنی اہل ایمان کو کثرت سے دوست بنایا کرو کیونکہ قیامت کے دن انہیں شفاعت کرنے کا اذن دیا جائے گا۔

۴۰ اسے محبوب آپ کا پروردگار عزیز ہے۔ وہ چاہے تو دم بھر میں ان کی ساری نحووں کو پا مال کر کے مکہ دے لیکن وہ

عزیز ہونے کے ساتھ رحیم بھی ہے۔ اسی لیے انہیں بہلت پر بہلت دی جا رہی ہے، شاید ان میں سے کوئی کسی وقت دین حق کو

قبول کر لے یا ان کی اولاد میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ العزیز القادر علی الانتقام۔ الرحیم ماھمال الکفار لکی یؤمنوا بہ

بِالْمُرْسَلِينَ ۱۵۱ اِذْ قَالَ لَهُمُ اخُوهُمْ نُوحٌ اَلَا تَتَّقُونَ ۱۵۲ اِنِّي لَكُمْ

رسولوں کو سنا جب کہا انھیں ان کے بھائی نوح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو سنا بیشک میں تمہارے لیے

رَسُولٌ اٰمِيْنٌ ۱۵۳ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۱۵۴ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

رسول امین جنوں سنا پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس کے بدلے

اَجْرًا اِنْ اَجْرِي اِلَّا عَلَى رِبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱۵۵ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۱۵۶

پر کوئی اجرت - میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے - پس تم ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو -

قَالُوْا اَنْتُمْ مِّنْكُمْ لَكُمْ وَاَتَّبَعَكَ الْاٰزْدَلُوْنَ ۱۵۷ قَالَ وَمَا عَلِمْتُمْ بِمَا

انھوں نے کہا کیا ہم تمہارے قوم کے ہیں اللہ ایمان لائیں تجھ پر حالانکہ تمہاری پیروی صرف کھٹیا لوگ کر رہے ہیں - آپ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ وہ کس

اولاد من ذمہ بیتھم (منظری)۔

سنا اب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

سنا یہ اجرت اور بھائی چارہ نہیں ہے، دینی نہیں، نیر آپ کو ان کا بھائی کہہ کر اس جذبہ انخلاص وغیر خواہی کی طرف
 بھی اشارہ کر دیا جو ایک بھائی کے دل میں اپنے بھائیوں کے متعلق فطری طور پر پایا جاتا ہے۔ بتا دیا کہ یہ کوئی اجنبی نہیں جسے تمہاری
 خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہو بلکہ یہ تمہارا بھائی بندہ ہے۔ تمہاری نلاح اور کامیابی اس کے لیے فرحت و انبساط کا باعث ہے
 اور تمہاری گمراہی سے اس کے دل میں درد و غم کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔

سنا میری صداقت اور امانت کے تم خود گواہ ہو اب میری بات ماننے میں کیوں پس و پیش کر رہے ہو۔ میں تو تمہیں
 اپنے مالک حقیقی کی ناراضگی سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں میرے پیش نظر کوئی ذاتی اور مادی منفعت نہیں عین تم سے کسی اجراء
 معاوضہ کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ میری ان دوسو لہروں پر میرا خدا ہی بے اجر دیگا۔

سنا وہ کہتے تھے آپ پر ایمان لانے والے سب کے سب ایسے لوگ ہیں جو خاندانی لحاظ سے بڑے گھٹیا ہیں۔ مالی
 لحاظ سے بڑے مفلس اور کنگال ہیں۔ معاشرہ میں انھیں کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ایسے کمین اور پسماندہ لوگوں کے
 پیشوا پر ایمان لاکر ہم اپنی سبکی نہیں کر سکتے۔ اذلون: اذفل کی جمع ہے۔ اس کی جمع تکثیر اذذل ہے۔ موزن ذفل اور مع
 ذذل (قرطبی)۔ اس کا معنی صاحب قاموس نے المدون الحسیس کیا ہے۔ قال البیضاوی الاقل جافا
 و مالا یعنی ماہ و مال میں سب سے کمتر اور ذل کہتے ہیں۔

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾ إِنَّ حِسَابَهُمْ لِلَّهِ عَلَىٰ رَبِّي لَوَ تَشْعُرُونَ ﴿۱۸﴾ وَ

نیت سے ایمان لاتے ہیں ۱۷۔ ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے۔ اگر تمہیں (حقیقت کا) شعور ہے۔ اور

مَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲۰﴾ قَالَ الَّذِينَ

نہیں ہوں میں دور بھاگنے والا ذریعہ و سکینہ المؤمنوں کو ۱۹۔ میں مگر خدا کا صامت نذیر کے والا ۲۰۔ ان کے مخالف

لَمْ تَنْتَهُ يَنْوَحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿۲۱﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَوْمِي

نے کہا آسے نوح! اگر تم باز نہ آتے (تو یاد رکھو) تمہیں ضرور سنگسار کر دیا جائے گا ۲۱۔ آپ نے عرض کی میرے مالک!

كَذِبُونَ ﴿۲۲﴾ فَافْتَرَىٰ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجَّيْنِي وَمَنْ قَعْبِي مِنَ

میری قوم نے توجہ جھٹلایا ہے بس تو فیصلہ فرما دے میرے اور ان کے درمیان جو طغی ہو ۲۲۔ اور اپنے مذاق سے (نجات دے مجھے

۱۷۔ اس جملہ کی متعدد تشریحات کی گئی ہیں (۱) ان کے پیشے اور حرفت گھٹیا ہی لیکن مجھے ان سے کیا سروکار میں آتا جانتا ہوں کہ انہوں نے میری دعوت قبول کر لی ہے اور دین اسلام میں داخل ہو گئے ہیں (۲) کفار ان ایمان لانے والوں پر یہ اعتراض کیا کرتے کہ ان لوگوں نے اس دین کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ یہ دین حق ہے بلکہ وہ اس طرح اپنی تشہیر اور چرچا چاہتے ہیں تاکہ جس محفل میں یہ دین موضوع بحث بنے ان کا ذکر بھی کیا جائے، ان کا نام بھی لیا جائے کہ فلاں فلاں شخص نے یہ دین قبول کر لیا ہے۔ اس جملہ سے ان کے اس اعتراض کا رد ہے کہ تم ان کی نیت پر شبہ کرتے ہو تو کہو مجھے تو اس سے بحث نہیں۔ دلوں اور منوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے والا ہے میں تو آتا جانتا ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توجیہ کو مانا، اس کے دین کو قبول کیا۔

۱۸۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہو گا کہ ان ناداروں کو اپنے پاس سے اٹھا دو تب ہم آپ کے پاس آسکتے ہیں۔ ان کے پہلو پہلو بیٹھنا ہمارے لیے ننگ و عار کا موجب ہے۔ آپ نے انہیں جواب دیا کہ میں ان لوگوں کو جو دولت ایمان سے مالا مال ہیں، اپنی محفل سے نہیں نکال سکتا۔ تمہارے نزدیک عز و شرف کا میاں دولت کی کثرت ہے تو ہوا کرے، میرے نزدیک ایمان سے گراں بہا اور عزیز تر قساع کوئی نہیں کفار و کفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی قسم کا مطالبہ کیا کرتے تھے ۱۹۔ میرا کام ہر ایک کو خدا کی نافرمانی کے انجام سے ڈرانا ہے۔ کوئی امیر ہو یا غریب، ممتاز و محترم ہو یا حقیر وہ لے لے لے میری دعوت سب کے لیے عام ہے جس کا بھی چاہے قبول کرے اور جس کا بھی چاہے رد کرے۔ لیکن میں کوئی نامستول شخص نہ قبول کر سکے۔ یہ تمہیں ۲۰۔ کفر اور باطل کی یہی دیرینہ عادت ہے جب وہ دلائل کے میدان میں حق کو نیچا نہیں دکھا سکتا تو وہ طاقت کے

الْمُؤْمِنِينَ ۱۸۰ فَانجِيْنَهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۱۸۱ ثُمَّ

اور جو میرے ساتھ ہیں اہل ایمان سے پس ہم نے نجات دی انھیں اور جو آپ کے ہمراہ اس کشتی میں تھے جو کھانچ بھری ہوئی تھی،

اغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِيْنَ ۱۸۲ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

پھیر ہم نے غرق کر دیا اسکے بعد بچے رہ جانے والوں کو۔ لیکن اس واقعہ میں بھی (ہجرت کی نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں سے اکثر

مُؤْمِنِيْنَ ۱۸۳ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۱۸۴ كَذَّبَتْ عَادُ

لوگ ایمان لانے والے۔ اور بیشک آپ کا رب ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔ جھٹلایا عا د نے (اپنے)

الرُّسُلِيْنَ ۱۸۵ اِذْ قَالَتْ لَهُمْ اٰخُوهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۱۸۶ اِنِّيْ لَكُمْ

رسولوں کو سنئے جب فرمایا انھیں ان کے بھائی ہوئے کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے تھے۔ بیشک میں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۱۸۷ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۱۸۸ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

رسول امین ہوں سنئے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس (زندگی)

بل برتے پر اسے دانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اب وہ آپ کو دھمکیاں دینے پر اتر آتے ہیں۔

۱۸۱۔ جب آپ ان کے ایمان لانے سے باکل مایوس ہو گئے تو آپ نے یہ دعائی یہاں فتح کا معنی قطعی فیصلہ کیا۔

مشحون: مصلو۔ بھری ہوئی۔ کشتی میں جو چیز لادی جائے، انسان، حیوان یا دیگر سامان اسے شحنة الفلک کہتے ہیں۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن، جلد دوم، سورہ الاعراف، آیات ۵۹ تا ۶۳۔

۱۸۲۔ فتح قوم عاد کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فوج علیہ السلام کی قوم کی غزالی

کے بعد انھیں عروج حاصل ہوا۔ جہاں ذیل ثول اور قوت و صحت میں یہ بے نظیر تھے۔ جن تعمیر میں یہ طوفانی رکھتے تھے۔ مزید تفصیل

کے لیے ضیاء القرآن، جلد دوم، الاعراف کی آیات ۶۵ تا ۷۲، ملاحظہ ہوں۔

۱۸۳۔ آپ کی اخوت کا ذکر اس لیے کیا گیا تاکہ ان پر آپ کا انخلا اور خیر اندیشی واضح ہو جائے۔

۱۸۴۔ آپ نے بھی اپنی صداقت کے لیے اپنی گذشتہ زندگی کو بطور گواہ پیش کیا۔ جب کل تک میرا دامن ہر قسم کی

اکا کثوں سے پاک رہا۔ تم خود میری اخلاقی برتری اور دیانت کو تسلیم کرتے رہے ہو میں ایک رات میں بدل تو نہیں کیا

حسب سابق آج بھی تم سے سچی بات کہہ رہا ہوں اور تمہاری بھلائی ہی میرے پیش نظر ہے۔ یہ وصف و نصیحت میں نے

أَجْرَانِ أَجْرَىٰ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۰۶﴾ اَتَّبَعُونَ بِكُلِّ رِيْعٍ

کا کوئی صلہ۔ میرا اجر تو اس پر ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ کیا تم تعمیر کرتے ہو ہر اونچے مقام پر ایک

آیۃ تَعْبَثُونَ ﴿۳۰۷﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۳۰۸﴾ وَإِذَا

یادگار بنے فائدہ سیکھ اور اپنی رہائش کے لیے بناتے ہو مضبوط عمارت اس امید رکھو کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب تم کسی

بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۳۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۳۱۰﴾ وَاتَّقُوا

پر گرفت کرتے ہو تو بڑے عالم و بیدروہن کر سیکھ گرفت کرتے ہو پس (اب تو) اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو جسے ادا

پیشہ کے طور پر اختیار نہیں کیا کہ تم سے اجرت اور فیس لیا کروں میری اس محنت اور اخلاص کی قدر فرمانے والا رب العالمین ہے۔

سکھ رنج اونچی جگہ کو بھی کہتے ہیں اور وہ راستہ جو دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزر رہا ہو اس کو بھی دُرع کہا جاتا ہے۔

الربيع ما ارتفع من الامراض وقال مجاهد هو الفج بين العجلين (قرطبی)

ان کا یہ دستور تھا جہاں کہیں اونچا ٹیکہ نظر آیا وہاں بطور یادگار کوئی عمارت تعمیر کر دی تاکہ ان کا نام زندہ رہے نیز وہ

اپنی رہائش کے لیے بڑی بڑی کشتادہ حویلیاں اور شاندار عمارت تعمیر کرتے اور ان کی مضبوطی اور زیب و زینت پر پانی کی

طرح روپیہ بہاتے۔ حضرت ہر و علیہ السلام ان دونوں باتوں پر انھیں سزائش کر رہے ہیں یعنی ایسی یادگاریں بنانا اور ان

پر زبردستی صرف کرنا جن کا کوئی فائدہ نہ ہو قطعاً قرین و اشدندی نہیں۔ اور اسی طرح ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے

شوق میں اونچے اونچے محل تعمیر کرنا اور اپنی امارت کی نمائندگی کے لیے ان پر دولت صرف کرنا بڑی نامعقول حرکت ہے۔ اگر تمہارے

پاس دولت کی فراوانی ہے تو اس سے اپنے نادار اور غریب پڑوسیوں اور ہم وطنوں کی خدمت کرو۔ ان کے لیے آسائش کے

سامان فراہم کرو۔ اسی میں تمہاری فلاح داریں ہے تم ان مکانوں میں ہمیشہ نہیں رہو گے بلکہ تمہیں ایک نہ ایک دن یقیناً

یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ جب موت کی آہل گھڑی آپہنچے گی تو ان مکانوں کو چھوڑتے ہوئے تمہیں بڑا دکھ ہوگا۔ ان شاندار

اور فلک برس عمارت کو دیکھ کر تمہارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے لگے گا۔ مصانع اسی منازل، رہائش کے مکانات و قبیل

حصولاً مشیدۃ یعنی مضبوط قلعے و قبیل قصوداً مشیدۃ: پختہ عمارت، حضور نبی کریم نے رہائشی مکانات پر تکلف بنانے

کو ناپسند فرمایا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی

فقال کن فی الدنيا کانت غویب او عابوسجیل و عذفتک من اصحاب القبور۔ (رواہ البخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گیا تو غریب الوطن ہے یا راہِ

مسافر، اور اپنے آپ کو اصحاب قبور سے شمار کر۔

الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ۖ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ۖ وَجَدْتِ

ڈرو اس نرات سے جس کے مدد کی بہ تمہاری ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو (یعنی) اس نے مدد فرمائی ہے تمہاری مویشیوں اور فرزندوں سے

وَعِيُونَ ۚ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۗ قَالُوا سَوَاءٌ

اور باغات اور چشموں کے لئے میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔ انہوں نے کہا یکساں ہے ہمارے

عَلَيْنَا أَوْ عَطَتْ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ۗ إِنَّ هَذَا إِلَّا خَلْقٌ

یہ خواہ آپ نصیحت کریں یا نہ ہوں آپ نصیحت کرنے والوں سے کشتہ نہیں ہے یہ (محملات کا شوق)

۳۰۶ ایک طرف تو ان کی دیا وئی کا یہ مال کب بے مصرف یا دو گائیں، وسیع حویلیاں اور شاندار مکانات تعمیر کرنے میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے اور دوسری طرف ان کی سنگدلی کا یہ عالم کہ ان کی زندگی سے نہ اپنے محفوظات سے زیادہ جوقابو میں آگیا تیغ جفا سے اس کا کام تمام کر دیا کسی سے کوئی ناپسندیدہ حرکت سرزد ہو گئی تو وہ خود بخود بھڑکے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے۔ اتنے آتشیں مزاج تھے اور طبیعتوں میں تقام کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ گویا رحم و کرم، عفو و درگزر کا انہوں نے کبھی نام بھی نہیں سنا۔ البطش، الاخذ بالعضب بڑی بے رحمی سے گرفت کرنا جیسا اس سنگت کو کہتے ہیں جس کے دل میں کسی کے لیے رحم کا جذبہ نہ پایا جاتا ہے۔ الجبار الملتکب و قلب لا یدخلہ رحمۃ قرآن کریم کے جو اطوار بیان کیے ہیں ان کے آئینے میں آپ کے کردار اور معاشرہ کے ماحول کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ اپنی نمونہ و فائز پر جب توجیح کرنے کا موقع آتا ہے تو خزانوں کے منہ کھول دیتے ہیں لیکن کسی درد مند کو دیکھ کر کسی آشفتمہ حال کو دیکھ کر ان کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو رہا نہیں ہے۔ جاہ پسند دنیا پرست قوموں میں یہی قدر مشترک ہے۔

۳۰۷ ان کی خرابیوں کا ذکر فرمانے کے بعد حضرت ہود انھیں خدا کا خوف دلاتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا غضب جوش میں آئے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دے اور اپنی اطاعت و پیروی کا حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نجات کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ اپنے نبی کا دامن پکڑیں اور اس کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنائیں۔

۳۰۸ دوبارہ تاکید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آؤ جس نے تمہیں طرح طرح کی عنایات اور احسانات سے سسرور فرمایا ہے جنہیں تم خوب جانتے ہو۔ ایسے منعم اور محسن کی حکم عدولی تمہیں نریب نہیں دیتی۔

۳۰۹ ان انعامات کا اب تفصیلی ذکر فرما دیا۔ سورۃ الاعراف کے حواشی میں بتایا گیا ہے کہ یہ قوم احمقوں کے علاوہ میں آباد تھی۔ ان کا پائنتخت حضرت تھامس کا تھا۔ یہ علاقہ اس وقت بڑا زرخیز اور شاداب تھا اور بعد میں جب ان کی پیچھے سرکشوں کے باعث ان پر عذاب الہی آیا تو یہ علاقہ شجر بن کے رہ گیا۔ جہاں کبھی آباد شہزادوں کی بستیاں اور پھلدار درختوں کے باغات تھے

الْأُولَئِينَ ۖ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۖ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي

گرمہ کے اسلاف کا دستور ہے کہ آپ نکر نہ کریں، ہمیں عذاب نہیں آیا جائیگا پس انہوں نے آپ کو جھٹلایا اس لیے ہم نے انہیں ہلاک کر

ذَلِكَ لآيَةٍ ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهوَ الْعَزِيزُ

دیا ہے بیشک اس میں بھی عبرت کی نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں اکثر کفرگیاں لانیر لے اور بیشک آپ کا رب ہی سب پر غالب

اب وہاں خاک اُڑ رہی ہے۔ بہر طرف ریگستان ہی ریگستان نظر آتے ہیں۔ وہاں کانت منازل ہلدا میں عقداں لی حضور صوات امع البلاد
 فجعلنا اللہ معاذ و زور ما لا یخبر، قوم ما و عمان اور حضور صوات دریائی علاقہ میں آباد تھی جو بڑا سرد سرد تھا پھر اسے اللہ تعالیٰ نے خشک اور صحرا بنا دیا۔
 ۱۰۰۰ انہوں نے حضرت جنود کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ آپ خواہ مخواہ سرکھا رہے ہیں ہم آپ کی
 کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔

۱۰۰۰ یہاں خلق میں دو قسمیں ہیں خَلْقٌ اور خَلْقٌ پہلی صورت میں اس کا معنی اختلافی معنی جھوٹی گھڑی نمونی بات
 اور دوسری صورت میں الطوار و عادات۔ آیت کا منہموم یہ ہو گا کہ تم جو دھمکیاں ہمیں دے رہے ہو کہ اگر تم نے تمہاری دعوت
 قبول نہ کی تو ہم پر آسمان ٹوٹ پڑے گا اور ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یہ محض کذب و افتراء اور من گھڑت افسانے ہیں تمہاری
 قماش کے لوگ پہننے بھی ہمارے آباء و اجداد کو ایسے جھوٹ گھر گھر کر ڈیا کرتے تھے تم نے بھی وہی روش اختیار کر رکھی ہے۔
 خود تو اپنی خشک مزاجی کے باعث زندگی کی ان لذتوں سے محروم ہو۔ اب یہ چاہتے ہو کہ ہم بھی تمہاری طرح سڑکے گھڑے
 کھائیں اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنیں اور دنیا کی ان نعمتوں سے لطف اندوز نہ ہوں۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ
 اس طرح یا دگاریں بنانا اور شاندار کائنات تعمیر کرنا اور عیش و نشاط کی مخلوق میں راہ عیش دینا ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے
 ہم تو انہی کی پیروی کر رہے ہیں۔ اگر یہ کام اتنے ہی قابل گرفت اور بُرے ہیں تو ان پر عذاب آیا ہوتا۔ آج تک تو وہ عذاب
 آیا نہیں، تم یقین رکھو کہ ہم پر بھی نہیں آئے گا۔ خلق الاولین ای اختلاف قہر و کذب و العوب تقول حدثنا فلان
 باحادیث الخلق ای بالمخوفات و خلق الاولین معناه عادات قہر۔

۱۰۰۰ آخراں کی تباہی کا وقت آگیا۔ آفتی پر ایک کالی گھٹا نمودار ہوئی۔ اسے دیکھ کر ان کے دل باغ باغ ہو گئے۔ سب
 کر مٹلا و صا رہنہ برسے گا۔ اور خوشحالی کا فود و فود ہو گا۔ لیکن وہ گھٹا تو قہر الہی بن کر آئی تھی۔ آٹھ دن اور سات راتیں گرم گرم لگا بھڑ
 چلتا رہا۔ وہ آٹھ دن تیز تھا کہ ان کی مضبوط عمارتیں بنیادوں سے اکھڑ گئیں اور اس میں آتشی ہلاکتیں تھیں کہ سرسبز کھیت ناکتر
 بن گئے۔ باغات اور تلاء و درخت یوں بوسیدہ ہو گئے، معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں پرانے ہیں۔ قرآن کریم میں سورۃ الحاقہ میں
 اس عذاب کا ذکر اس طرح فرمایا: "واما عاد فاھلکوا بوجھ صر و عاتقہ مستخوھا عیدہم سبع لیلال وثمانیۃ ایتا ہر
 حو ما فتوی القوم فیھا صرعا کا نھہ اجماز غفل خادویۃ رلا خطہ ہر ضیاد القرآن، جلد پنجم، الحاقہ، آیت ۸۶۔

الرَّحِيمِ ۱۵ كَذَبَتْ شُؤدُ الْمُرْسَلِينَ ۱۶ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ صٰلِحٌ

ہمیشہ رحم فرمانبردار ہے جھٹلایا قوم شہود نے رسولوں کو لکھ جب کہا انھیں ان کے بھائی صالح نے

اَلَا تَتَّقُوْنَ ۱۷ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ۱۸ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۱۹ وَاَطِيعُوْنَ ۲۰ وَ

کیا تم ڈھبرائی سے نہیں ڈرتے۔ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔ سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری پیروی کرو۔ اور

مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۲۱

میں نہیں طلب کرتا تم سے اس پر کوئی معاوضہ۔ میرا معاوضہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اَتُرْکُوْنَ فِیْ مَا هُنَا اٰمِیْنِیْنَ ۲۲ فِیْ جَدَّتِ وَاَعِیُوْنَ ۲۳ وَ زُرُوْعِ

کیا تمہیں رہنے دیا جائیگا اس (عیش و طرب) میں جس میں تم یہاں ہو امن سے، ان باغات میں اور چشموں میں اور (شاواب)

وَ نَخْلِ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ۲۴ وَ تَنْحَتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ یُؤْتٰ فَوٰہِیْنَ ۲۵

کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جنکے ٹکڑے بڑے نرم و نازک ہیں لکھ اور اترتے ہو گے پہاڑوں میں گھرا ہوا سنگتراش (بیتہ) کے

لکھ اب قوم شہود کا ذکر ہو رہا ہے جس نے اپنے نفع منی کی نفعانہ دعوت کو اسی دعوت سے ٹھکرا دیا جس طرح پہلی قوموں نے اپنے انبیاء کی دعوتوں کو ٹھکرایا تھا حضرت صالح علیہ السلام بھی پہلے اپنی قوم کو اپنی دیانت، پاکبازی اور خیر اندیشی کا یقین دلاتے ہیں اور انھیں بتاتے ہیں کہ میں تم سے کسی مادی نفع کا خواہش نہیں میرے پیش نظر صرف تمہاری خیر خواہی ہے میری یہ دلی آرزو ہے کہ تم رشہ و بدایت کی راہ پر چلو تمہارا دل نورانیان سے متور ہو تمہارا تمدن فتن و فحور و ظلم و ظلمانیان اور بے جانہ و کے امراض سے پاک ہو تم سبھی اور تقویٰ کی زندگی بسر کرو تمہاری قومیں تمہارے مادی وسائل اور فنی مہارت اس طرح استعمال ہو جس سے خستہ حالوں اور آشفته دلوں کو سکون نصیب ہو، قوم کے کمزور افراد کو سہارا ملے لیکن جو قوم حصہ دراز سے بے راہ روی کی نگر مرچکی تھی اسے ایسے مواظب سے کیا دیکھی ہو سکتی تھی چنانچہ انھوں نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے، تکلیفیں پہنچائی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی شانیں کا مذاق اڑایا اور ان کی حقیر کی آخر کار ان سرکشوں کا وہی نتیجہ نکلا جو ایسے افعال کا نکلنا کہ ہے۔

لکھ ان باغات بہتے ہوئے چشموں کھیتوں اور پھل سے لہرے ہوئے نخلستانوں کو دیکھ کر تم بھولے نہیں سماتے کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم ہمیشہ اسی طرح ان سے نطف اندوز ہوتے رہو گے اور تمہیں موت کا ذائقہ نہیں چھننا پڑے گا یہ سسر تمہاری نالائی ہے۔ حضیر۔ بیت حشر فی الفجر جو مٹھاس سے آئی نرم اور گداز ہو کہ منہ میں ڈالتے ہی نکل جاتے۔

۲۷۸ =

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا^{۱۵} وَلَا تَطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ^{۱۶} الَّذِينَ

پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میرا اتباع کرو۔ اور نہ پیروی کرو جس سے بڑھنے والوں کے حکم کی گتھ جو فساد

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ^{۱۷} قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ

برہا کرتے رہتے ہیں زمین میں اور اصلاح (کی کوشش) نہیں کرتے۔ جواب ملا: صلیح! تم تو ان لوگوں میں سے جو جن

الْمُسْكِرِينَ^{۱۸} مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بَيِّنَاتٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ

پر جاؤ وگرو کیا کیسے ہشہ نہیں ہو تم مگر ایک انسان جہاری مانند گتھ ورنہ لاؤ کوئی معجزہ اگر تم راست بانوں میں سے

الصّٰدِقِينَ^{۱۹} قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ^{۲۰}

ہو۔ فرمایا یہ ایک اونٹنی ہے۔ ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمہاری باری ہے گتھ

۱۵۔ سنگ تراشی کے فن میں انہیں بڑی مہارت حاصل تھی اس پر انہیں بڑا نام بھی تھا اور اسی وجہ سے گرد و نواح میں
دور دور تک ان کی شہرت تھی۔ فارہین: حاذقین بنحہا یعنی چٹائیں تراش کر مکان بنانے میں تم بڑے ماہر اور عاقل ہو اس
میں دوسری قرأت فہمیں بھی آتی ہے۔ اس کا معنی ہے اشتر بن بطین، مغرور اور سرکش۔

گتھ آپ نے ان کے سیاسی لیڈروں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا یہ تو فسد لوگ ہیں، ان سے جھلائی کی کوئی توقع نہیں کی
جاسکتی۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے لڑا کر تباہ دیکھتے ہیں۔ غریبوں اور کمزوروں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ ایسے بگڑے ہوئے لوگ
اس قابل نہیں کہ قوم کی قیادت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں رہنے دی جائے ورنہ وہ جہاں ایشیہ غرق کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے
ڈرنا اور میری پیروی کرو میں تمہیں ہدایت اور راستی کی راہ پر چلاؤں گا۔

۱۶۔ ہشہ وہ کہنے لگے صلح تم عجیب آدمی ہو۔ ہماری ہدایت میں تمہیں کبھی سے نظر آنے لگے ہیں۔ ہمیں اپنے تئوں کی گتھ سے
منع کرتے ہو۔ ہمیں اپنے لیڈروں سے برگشتہ کرتے ہو۔ ہمارے آداب معاشرت تمہیں پسند نہیں اور ہمارے فن سنگ تراشی
پر بھی تمہیں اعتراض ہے جس کی وجہ سے ہماری شہرت دور دور تک پھیل چکی ہے یقیناً تمہیں کسی نے کچھ کر دیا ہے ورنہ تمہارے
جیسا نزدیک اور دانشمند آدمی جس سے ہم نے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں اس سے ایسے خیالات کا اظہار ممکن نہیں
تھا۔ آپ ہماری طرح بشری تو ہیں۔ ہم آپ کو رسول کیسے مان لیں۔ کوئی معجزہ دکھاؤ جس سے تمہاری صداقت
کا ہمیں یقین آجائے۔

۱۷۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ شوریوں نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹان سے سرنخ رنگ کی اونٹنی نکلے

وَلَا تَسْؤُوهَا سَوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ يُومِرُ عَظِيمٌ ﴿۵۷﴾ فَعَقَرُوهَا

اور نہ پہنچانا اسے کوئی اذیت ورنہ آئے گا تمہیں بڑے دن کا عذاب۔ ان (مذبحوں) نے اس کی کوئی نہیں کاٹ

فَأَصْبَحُوا نِدْمِينَ ﴿۵۸﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَ

ذالیں پھر ہو گئے ندامت (و افسوس) کرتے ہوئے پس آیا انہیں عذاب جسے جیسے تمک اس واقعہ میں نبیؐ عبرت کی نشانی ہے اور

مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۶۰﴾ كَذَّبَتْ

نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے۔ اور بے شک آپ کا رب ہی عزیز رحیم ہے۔ - مجھلایا

قَوْمٌ لُّوْطٌ بِالْمُرْسَلِينَ ﴿۶۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۶۲﴾

قوم لوط نے اپنے رسولوں کو جسے جب کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے، کیا تم (قبر الہی سے) نہیں ڈرتے؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۶۳﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۶۴﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ

بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔ پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو۔ اور میں نہیں مانگتا تم سے

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنَّ أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۵﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ

اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ۔ میرا معاوضہ تو اس کے ذمہ ہے جو رب العالمین ہے۔ کیا تم بد فعلی کے لیے جاتے ہو مردوں کے پاس

جو دس ماہ کی حاملہ ہو اور بہاری آنکھوں کے سلسلے پہنچنے تو ہم تمہیں رسول مان میں گے۔ آپ نے باگاہ الہی میں دعا کی۔ وہاں

کیا مشکل تھا اور ان کا مطالبہ بڑا کر دیا گیا۔ اور اس چٹان سے ان کی مطلوبہ اونٹنی نکل آئی۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی

ہے۔ اب یوں ہو گا کہ ایک دن تنہا یہ پانی پیے گی اور دوسرے دن تمام انسان اور تمہارے مرثیہ پانی نہیں گے۔ یاد رکھنا اس

اونٹنی کو کوئی اذیت نہ پہنچانا ورنہ تمہاری نیر نہیں۔

شہد لیکن وہ باز آنے والے کب تھے۔ انھوں نے اس اونٹنی کی کوئی نہیں کاٹ ڈالیں پھر بھونچال آیا جس نے ان کو ترہ دیا اور کہے

لکھ دیا۔ فَاخْذُوا سَبْعَ الرَّجُلَةِ فَاصْبِرُوا فِي دَارِهِمْ خَشْمِينَ (الاعراف)، ملاحظہ فرمائیہ القرآن، جلد دوم، آیات ۴۳ تا ۴۷۔

۵۸ سورۃ الاعراف اور سورۃ ہود میں ان کا مفصل تذکرہ گزر چکا ہے۔ شیاد القرآن، جلد دوم، متعلقہ آیات

آپ کا انداز تبلیغ بعینہ وہی ہے جو سب سے انبیاء کا تھا۔ من القالین ای البقیضین والصلاب البغض۔

مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۳۹﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ

ساری مخلوق سے۔ اور چھوڑ دیتے ہو جو پیدا کی ہیں تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں۔ بلکہ تم حد سے

تَوَمَّرْ عَدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا لَيْنَ لَمْ تَنْتَهُ يَلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿۴۱﴾

بڑھنے والے لوگ ہو۔ وہ (مختہ سے) کہتے تھے (دنا مویشی!) اسے لوط! اگر تم اس سے باز نہ آئے تو تمہیں ضرور نکال دیا جائے گا۔

قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿۴۲﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

آپ نے فرمایا (سن لو!) میں تمہارے اس گندے فعل سے بیزار ہوں۔ میرے ملک نجات دے مجھ اور میرے اہل و عیال کو اس کی شرما

فَبَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۴۴﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ دَفَعْنَا

سے جو وہ کرتے ہیں، سو ہم نے نجات دے دی اسے اور اس کے سب اہل کو سوائے ایک بڑھیلے کے جو پیچھے رہنے والوں میں تھی پھر ہم نے نام و نشان مٹا

الْآخِرِينَ ﴿۴۶﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿۴۷﴾

دیادوسروں کا۔ اور ہم نے برساتی ان پر دتھروں کی، بارش نشتہ پس بڑی تباہ کن تھی وہ بارش جو جیسی ان پر جنسیں ڈرایا گیا اور وہ باز

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۴۸﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

دانتے پریشکاس میں بھی (عبرت کی) نشانی ہے۔ اور نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے۔ اور بلاشبہ اے مجھو! آپ کا

نشتہ پتھر برسا کر ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ بائبل میں اس عذاب کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا: تب خداوند نے اپنی طرف سے

سڈوم اور موآب پر گندھک اور آگ برساتی۔ اور اس نے ان شہروں کے سب رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین سے اُگا

تھا غارت کیا:

• مگر اس کی بیوی نے اس کے پیچھے شکر دیکھا اور وہ نمک کا ستون بن گئی؟

• اور ابراہیم صبح سویرے اُٹھ کر اس جگہ گیا جہاں وہ خداوند کے حضور کھڑا ہوا تھا۔

اور اس نے سڈوم اور موآب اور ترائی کی ساری زمین کی طرف نظر کی اور کیا دیکھا تب سے کہ زمین پر سے دھواں ایسا اُٹھ

رہا ہے جیسے بھٹی کا دھواں!

(پیدا آتش، باب ۱۹، آیت ۲۴-۲۸)

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَبَ أَصْحَابُ لَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ

پروردگاری عزیز رحیم ہے۔ - جھٹلایا اہل ایکہ نے بھی (اپنے) رسولوں کو سلفہ جب فرمایا

لَهُمْ شُعَيْبٌ ۙ اَلَا تَتَّقُونَ ۝ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ ۙ اٰمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

(انہیں شعیب (علیہ السلام) نے کیا تم (قہرا بھی سے نہیں ڈرتے بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں پس ڈرو اللہ تعالیٰ

وَاطِیْعُوْنَ ۝ وَمَا سَأَلْکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی

س اور میری پیروی کرو۔ اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس پر کوئی اجر۔ میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جو سارے

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ وَزُوْا

جہانوں کو پالنے والا ہے۔ پورا کیا کرو ناپ اور نہ ہو جاؤ کم ناپنے والوں سے۔ اور وزن کیا کرو

بِالْقِسْطِ اِسْمِ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوْا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْوَا

صیح ترازو سے۔ اور نہ کم دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں، اور نہ پھرا کرو

۱۹ سورہ اعراف اور سورہ ہود میں حضرت شعیب آپ کے مواظف، آپ کی قوم میں جو بگڑنے والے باطل عقائد

اور اخلاقی خرابیوں کا تذکرہ گزر چکا ہے یہاں بھی آپ کے مواظف کا وہی انداز ہے اور اپنے مخاطبین کو انہی خرابیوں سے باز

آنے کی پرزور اور مخلصانہ تلقین فرما رہے ہیں جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اس لیے بعض حضرات نے یہ خیال فرمایا کہ اہل مدینہ اور

اصحاب الایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ قومیں تھیں جو الگ الگ علاقوں میں

آباد تھیں لیکن چونکہ ان کے علاقے بالکل نزدیک نزدیک تھے اور دونوں قومیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھیں

اس لیے دونوں کی ہدایت کے لیے ایک نبی حضرت شعیب کو مقرر فرمایا۔ نیز یہ دونوں قومیں دو بین الاقوامی تجارتی

شاہراہوں کے قریب و جوار میں آباد تھیں اور تجارت پیشہ تھیں۔ تاجروں میں جو اخلاقی خرابیاں عام طور پر پائی جاتی ہیں وہ

ان میں بطور قدر بے شک موجود تھیں۔ توحید کے عقیدہ سے دونوں برگشتہ ہو چکی تھیں اور شرک کی لعنت میں گرفتار تھیں۔

اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام کے مواظف ایک ہی طرح کے تھے۔ - اٰیۃ الشجرۃ الکتبۃ للملئکۃ الواحدۃ ایک

نبی الغیضۃ۔ وہ جگہ جہاں گنے اور گنجان درختوں کا ذخیرہ ہوا ہے عربی میں ایک کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم جس علاقہ

میں آباد تھی وہاں درختوں کے گنے اور گنجان جھنڈ پائے جاتے تھے اس لیے انہیں اصحاب الایکہ کہا گیا اور یہ کسی خاص سببی

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۚ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأُولَىٰ ۗ

زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۔ اور ڈرو اس سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور تم سے پہلی مخلوق کو انھوں نے

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۗ وَكَأَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ

لے دیکھا کہ کہا تم تو ان لوگوں میں سے جو جن پر جادو کر دیا گیا ہے لگے اور نہیں ہو تم مگر ایک بشر ہماری مانند لگے اور تم تو تمہارے

تَطْنُكَ لِمَنِ الْكَذِبِينَ ۗ فَاسْقِطْ عَلَيْكَ سَفَاةً مِنَ السَّمَاءِ إِنْ

متعلق یہ خیال کر رہے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے جو تم تمہاری بات نہیں ملتے، لو اب گرا دو جو پر آسمان کا کوئی ٹکڑا لگے اگر

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۗ قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۗ فَكَذَّبُوهُ

تم راست بازوں میں سے ہو۔ آپ نے فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ سو انھوں نے جھٹلایا

کا نام نہ تھا لیکن جنہوں نے لیکر پڑھا ہے ان کا خیال ہے کہ لیکر ایک بستی کا نام تھا۔ جو بستی کی یہ راستے ہے کہ ایک اور لیکر دو زون
ایک بستی کے نام تھے جس طرح کہ اور بکیر (قریبی)

جبلۃ نال مجاہدھی الخلیفۃ یعنی اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تم سے پہلے جو مخلوق گزر چکی ہے اس
کا بھی وہی خالق ہے۔

۱۹۹۰ ان کی ساری معاشی خوشحالی کا انحصار ان بے ایمانیوں اور دھوکہ بازیوں پر تھا۔ وہ اتنے جملے مانس کب تھے کہ حضرت
شعیب کی نصیحت سن کر ان سے باز آجاتے۔ انہوں نے اپنی غلطی کو غلطی ماننے سے ہی انکار کر دیا اور اس کی اصلاح کی طرف

توجہ کرنا ہی مناسب نہ سمجھا۔ اٹا حضرت شعیب پر الزام لگا دیا کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ تمہیں ایسے مشورے
دے رہے ہیں جو تم پر عمل کریں تو یہ تجارت کی گہما گہمی یا دولت و ثروت کی فراوانی سب کی سب یکدم ختم ہو جائے۔ کوئی

ذی شعور آدمی اپنی قوم کو ایسا مشورہ نہیں دے سکتا۔ جو اس کی اقتصادی تباہی کا سبب بنے۔ اسے شعیب یقیناً تھا کہ لوگوں
کا کام نہیں کر رہا۔ پہلے اپنا علاج کر لو، پھر آکر ہمیں نصیحت کرنا۔
۱۹۹۱ وہی پرانا اعتراض۔

۱۹۹۲ جب آپ نے زیادہ اصرار کیا ہو گا کہ ان دھوکہ بازیوں سے باز آ جاؤ تو انھوں نے سیخ پا ہو کر اور شرم و حیا کی
چادر اتار کر کہہ دیا کہ جو ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ اب جو آسمان تم پر گرا نا چاہتے ہو گرا دو۔

فَاخَذَهُمْ عَذَابٌ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۹۵﴾

شعبت کو تو کھڑکرایا انھیں چھتری والے دن کے عذاب نے ۹۵ بے شک یہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۶﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

بیشک اس میں بھی (عبرت کی) نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لائے والے۔ اور یقیناً آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۹۷﴾ وَإِنَّ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۹۸﴾ نَزَلَ بِهِ

ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اور بلاشبہ یہ کتاب رب العالمین کی آٹاری جوتی ہے ۹۷۔ ۹۸ اترتا ہے لے

الرُّوحِ الْأَمِينِ ﴿۹۹﴾ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۰۰﴾ بِلسَانِ

لے کر رُوح الامین (یعنی جبریل) اٹھ آپ کے قلب (سیر) پر ۹۹ تاکہ بن جائیں آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں سے۔ یہی عربی

۹۵ ان پر جو عذاب اترتا اس کی صحیح کیفیت کیا تھی اس کا ذکر نہیں فرمایا گیا اس لیے اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ غلغلہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ ان پر کوئی ایسا عذاب نازل کیا گیا جس نے چھتری یا ساتبان کی طرح ان پر سایہ کر لیا اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد کر دیے گئے۔

۹۶ سورۃ کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ کفار قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کے لیے تیار نہیں تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مطمئن فرمانے کے لیے متعدد اُمیہ اور ان کی قوموں کے حالات بیان فرمائے۔ اب پھر سلسلہ کلام کفار کے انہی اعتراضات کی طرف لوٹتا ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا وضع کردہ نہیں بلکہ اسے اس خدا نے آتا رہا ہے جو رب العالمین ہے اور اس کی ربوبیت جس نے انسان کی جسمانی ضروریات کو بہم پہنچایا، اس کی شان سے یہ امید تھا کہ وہ اس کی روحانی ترقی کے لیے کوئی انتظام نہ فرمائے چنانچہ انسان کے اسی روحانی پہلو کو معراج کمال تک پہنچانے کے لیے یہ کتاب مقدس نازل فرمائی۔

۹۷ اور جس فرشتہ کے ذریعے یہ کتاب نازل ہوئی وہ رُوح الامین ہے یعنی وہ سراپا روحانیت بھی ہے اور امین بھی ہے۔ ناس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی ملاوٹ کر دی جو اور نہ کسی کے لیے یہ ممکن ہے کہ جو چیز اس کی امانتِ حفاظت میں دی گئی ہے کوئی اس میں ادنیٰ سا رد و بدل بھی کر سکے۔ مقام کی نزاکت کے پیش نظر یہاں جبریل یعنی علم کی جگہ پر لکھی ہوئی عظمتیں بیان کی گئیں۔

۹۸ یعنی اس کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منتور پر ہوا اور جو چیز دل میں اترتی ہے اس میں نہ کسی کی مہاشی کا

عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَ آيَةٌ

زبان میں ہے جو بالکل واضح ہے۔ اور اس کا ذکر خیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی ہے فقہ کیا نہیں تھی ان دشمنین کہہ کے لیے

اقبال ہوتا ہے اور نہ یہ امکان ہوتا ہے کہ اس کو صحیح طور پر سمجھا نہ گیا ہو۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس کتاب کو انسان کی جسمانی اور
 ظاہری ضروریات کو ہم پہنچانے والے پروردگار نے اس کی روحانی اور باطنی قوتوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لیے اتارا اور
 اسے لائے والا وہ فرشتہ ہے جو روح الامین کی سعادت سے مرصوف ہے اور اس کے نزول کی عباد اللہ تعالیٰ کے عہد پر بکا قلب
 مبارک ہے۔ اسے گفتار واجب حقیقت پر ہے تو تمہارا اس کتاب مقدس کے متعلق بے کمی باتیں کرنا مستحیبت کے سرسبز نجات
 یہاں یہ بتانا بھی فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ قلب اقدس پر نزول قرآن کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی۔ علامہ سید محمود آقوی فرماتے
 اللہ علیہ تھے میں کہ صحیح قرآن یہ ہے کہ جس طرح معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتے تھے اسی طرح الفاظ بھی اسی کی طرف سے ہوا
 کرتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ صرف معانی کا الفاظ کو دیا گیا ہو۔ اور جبرئیل نے اپنے الفاظ میں انہیں آکر پیش کیا ہو جب جبرئیل ان
 الفاظ و معانی کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تو حضور قراستے الہیہ قدسیہ کے ساتھ انہیں سنتے اور محفوظ رکھتے اس کا سہارا
 بشری حواس سے نہیں ہوا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے نزول وحی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر انوار الہی کی کسی کیفیت
 طاری ہو جاتی تھی والقول الراجح ان الالفاظ منه عن وجل كالمعاني لا مدخل لجبرئيل عليه السلام فيها اصلا و
 كان النبي يسمعا ويعيها بقوى الهية قدسية لا سماع البشر اياها منه عليه الصلوة والسلام وتنفعل عند
 ذلك قواها البشرية ولهذا يظهر على جسده الشريف صلى الله عليه وسلم ما يظهر (روح المعاني)۔ اس
 کی وضاحت کر کے علامہ مرصوف لکھتے ہیں کہ حضور کی دو جہتیں تھیں۔ ایک جہت ملکی جس سے حضور فیضان حاصل کرتے اور ایک
 جہت بشری جس سے حضور لوگوں کو فیض پہنچایا کرتے۔ اسی لیے یہاں نزول کو قلبی منور یعنی روح سرور عالم سے متعلق کیا ہے
 کیونکہ وہی صفات ملکی سے متصف ہے۔ لہذا کان لہ صلی اللہ علیہ وسلم جہتان جہتہ ملکیتہ یتنفیض بھا من
 الروح الامین۔ آگے چل کر علامہ مرصوف امام اصفہانی کی تفسیر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ جبرئیل امین سے وحی
 قبول کرنے کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ حضور جاہلہ بشری کو آتا کہ صورت ملکی کی طرف عروج فرماتے اور جبرئیل سے وحی سنتے۔
 دوسرا یہ کہ فرشتہ مقام ملکی سے مقام بشریت کی طرف نزول کرتا اور حضور کو وہ وحی پہنچاتا۔ وفي ذلك طويقتان احدهما
 ان النبي انقلع من الصورة البشرية الى الصورة الملكية واخذها من جبرئيل عليه السلام وثانيتهما ان الملك
 انقلع الى البشرية حتى ياخذ النبي منه والاولى اصعب الحالين عندها (روح المعاني)۔ علامہ نے کرام نے تصریح
 کی ہے کہ بیشتر قرآن کریم کا نزول پہلے طریقے کے مطابق ہوا کرتا تھا۔

فقہ زبور: زبور کی جمع ہے جس کا معنی کتاب ہے۔ اولین سے مراد سابقہ انبیاء و مرسل ہیں یعنی اس کتاب مقدس کا
 تذکرہ پہلی کتابوں میں مذکور ہے۔ ائمہ کا مروج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں آیت کا

اَنْ يَّعْلَمَهُ عَلِمُوا بِنِي اِسْرَائِيلَ ۝۱۶۰ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰى بَعْضِ

آپ کی بچائی کی یہ دلیل کہ جانتے ہیں آپ کو نبی اسرائیل کے علماء مسئلہ اور اگر تم انہیں آتے قرآن کو کسی غیر عربی

الْاَعْجَبِينَ ۝۱۶۱ ۝ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهٖ مُّؤْمِنِينَ ۝۱۶۲ ۝ كَذٰلِكَ سَلَكْنَاهُ

پر مسئلہ پھر وہ ان کو پڑھ کر سناتا تب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ یہ نبی ہم نے داخل کر دی

فِي قُلُوْبِ الْمُجْرِمِينَ ۝۱۶۳ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرُوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ۝۱۶۴ ۝

ہے انکار کی عادت مجرموں کے دلوں میں مسئلہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس پر جب تک دیکھ نہیں دیکھنا عذاب کہ

مسنی ہوگا کہ جس رسول کے قلب متور پر یہ کتاب نازل کی گئی اس کے حامد و اوصاف سے سابقہ آسانی کتابیں بھری ہوئی ہیں
سب انبیاء نے اپنی امتوں کو حضور کی آمد کی اطلاع دی اور حضور پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی۔

مسئلہ اہل مکہ یہود کو صاحب کتاب اور اہل علم خیال کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک وفد شرب کے علماء یہود کی طرف
روانہ کیا تاکہ وہ نبی کریم کے متعلق ان سے کچھ دریافت کریں۔ علماء یہود نے بتایا ان هذا النہمانہ وانا لنجد فی التوراة
نعتہ وصفتہ، کہ ان کے ظہور کا وقت آ گیا ہے اور ان کی نعمت اور صفات قرأت میں موجود ہیں لیکن اہل مکہ پھر بھی ایمان
نہ لاتے آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مسئلہ کفار کا انکار کسی مقبول دلیل پر مبنی نہیں تھا۔ ایک مذہبی جسے وہ نباہ رہے تھے اور اپنے سرسرا غلط موقع کو
صحیح ثابت کرنے کے لیے کرتی نہ کوئی اعتراض جڑو دیا کرتے تھے جن میں سے بیشتر کا ذکر گزر چکا ہے۔ ان کا ایک یہ بھی اعتراض تھا
کہ حضور خود عربی ہیں اور فصیح و بلیغ بھی ہیں۔ ان کے لیے ایسا کلام بنانا کیا مشکل ہے۔ ان کے رد کے لیے فرمایا جا رہا ہے اگر تم
کسی عربی کے بجائے کسی گھبی پر بھی یہ کتاب نازل کر دیتے تب بھی تم اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ یہ شخص تمہارے بھانے
ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تم دل سے اس کلام کی عظمت کو تسلیم کرتے ہو لیکن زبان سے اقرار کرنے میں اپنی توہین محسوس کر
رہے ہو۔

مسئلہ یعنی اس کلام پاک کی صداقت تمہارے رگ و پلے میں سراپت کر گئی ہے تمہارے دل مان چکے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ
کا کلام ہے لیکن کفر اور گمراہی میں تم یہاں تک دُور نکل گئے ہو کہ سورج نعت النہار پر چمک رہا ہے اور تمہیں یہ کہتے ہوئے
نور شرم محسوس نہیں ہوتی کہ ابھی کالی رات ہے۔ وہ دیکھو ستارے ٹٹار رہے ہیں۔ سدا کہتے ہیں داخل کرنے کو، اور مجرمین کا
لفظ فرما کر قرآن کی دل میں گھر کرنے والی تاثیر کی طرف اشارہ کر دیا بعض علماء نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے کہ سکلنا الکتاب
فی تلوہ بعدہ کہ قرآن کریم کے جھٹلانے کو ہم نے ان کے دلوں میں داخل کر دیا ہے۔

فِيَاتِهِمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۸﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿۳۹﴾

سورہ آتے گا ان پر اچانک اور انہیں اس کی آمد کا احساس ہی نہ ہوگا تب (بعدِ حسرت) کہیں گے کیا ہمیں فریب دہلتی سیلی پہنچے

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۴۰﴾ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ جَاءَهُمْ

کیا وہ اب ہمارے عذاب کے لیے جلدی بچا رہے ہیں کیا تم نے کچھ غور کیا اگر تم طاعت اندوز ہوئے ہیں انہیں چند سال تک پھر وہی عذاب گونگے

مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَمْتَعُونَ ﴿۴۳﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا

کے بعد آتے ان پر وہ عذاب جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا۔ تو کیا نفع دیکھے انہیں (اس وقت) وہ (ساز و سامان) برتن وہ طاعت اندوز ہوتے

مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ﴿۴۴﴾ ذِكْرَىٰ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۴۶﴾ وَمَا

رہتے تھے! وہیں ہلاک کیا ہم نے کسی سببی کو مگر اس لیے کہ وہی عذاب دیکھے ویسے کہتے تھے یاد دہانی کے لیے۔ اور ہم ظالم نہیں تھے۔ اور نہیں اترے

تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ ﴿۴۷﴾ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۴۸﴾ إِنَّهُمْ

اس قرآن کو لے کر شیاطین نازل ہوئے اور نہ یہ ان کے لیے مناسب ہے اور نہ ہی وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں نسلہ انہیں

نسلہ اب تو شور مچاتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب کیوں نہیں اترتا لیکن جب عذاب انہیں آکر گھیرے گا اس وقت

وہ ندامت و حسرت سے گونگے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تصور ہی سی مہلت اور دوسے دوسے ہم اپنی تمام سابقہ غلطیوں کی تلافی

کریں گے لیکن اس وقت کوئی بات نہ سنی جلتے گی۔

نسلہ یعنی عورت و رازک اگر وہ ہر طرح کے آرام و آسائش اور ناز و نعم سے زندگی بسر کرتے رہیں پھر جب ان پر عذاب الہی

نازل ہوگا تو پہلی ساری عیش و عشرت فراموش ہو جائے گی۔ وہ دولت و ثروت، وہ ساز و سامان، وہ جاہ و حشمت ان کے کسی کام

نہیں آتے گی۔ انہیں کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔ مَا يَنْبَغِي لَكَ هَذَا مَا يَنْفَعُكَ (الصَّحاح)

نسلہ کفار یہ بھی کہا کرتے کہ یہ کلام ان پر حق و شیاطین کی طرف سے اقل کیا جاتا ہے اس کا پر زور رد فرما دیا۔

نسلہ شیطان کا کام گمراہ کرنا اور کفر و شرک کی ترغیب دینا ہے اور قرآن کریم حرا و مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتا ہے لہذا حق نسلہ

کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کی ہر آیت کفر و شرک کے عقیدہ کو جڑوں سے اکھڑ کر پھینک رہی ہے۔ اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ کفر و

توحید سے سارا عالم جھکا اٹھے۔ خود فیصلہ کرو کہ شیطان توحید قبول کرنے اور کفر و شرک سے تائب ہونے اور خصال حمیدہ کو اپنانے کی

ترغیب دے سکتا ہے۔ کوئی بات تو سوچ کر مبی کیا کرو نیز اس میں غیب کی خبریں ہیں اور پھر اسے شیطان کی کیا بال کر پورہ غیب

عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُولُونَ ﴿۳۶﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ

شیطاںوں کی تو اس کے سننے سے بھی محروم کر دیا گیا ہے غلطہ پس نہ پکارا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو منشاء و نہ تو موجد بنا گیا

مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ﴿۳۷﴾ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۳۸﴾ وَاخْفِضْ

اُن لوگوں میں سے جنہیں عذاب دیا گیا ہے اور آپ ڈرنا یا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو منشاء اور آپ بچے کیا کیے اپنے پڑوں کو

جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۹﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ

اُن لوگوں کے لیے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں اہل ایمان سے منشاء پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ فرمائی

میں جھانک کر بھی دیکھ سکے۔

منشاء نیز انہیں فرشتوں کا کلام اور ان کی گفتگو سننے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ اگر وہ اس قسم کی جرات کرتے ہیں تو شہاب ثاقب سے ان کی تواریخ کی باقی ہے اور انہیں بھگا دیا جاتا ہے۔

منشاء اللہ تعالیٰ جو وحدہ لا شریک ہے اس کے ساتھ کسی غیر کو خدا کچھ کرمت پکارو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم عذاب میں مبتلا کرنے جاؤ گے۔ عقاب شکنی کہتے ہیں یہ فرمایا رسول کو اور منایا اور دل کو:

منشاء صحیحین میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفائی پہاڑی پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پکارا یا نبی فہر یا نبی ہدی (جتنے قریش کے قبائل تھے ان کا نام لے لے کر بلایا) یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے اور جو خدا

نہ آسکا اُس نے کوئی آدمی بیچ دیا جو بات سن کر اسے بتائے جب سب اٹھے ہو گئے تو حضور نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس وادی میں سواروں کا دستہ ہے جو تم پر ہتھیار مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے۔ سب نے جواب دیا ہر وہ مانے گے

کیونکہ آج تک ہم نے آپ کو غلط بیانی کرتے ہوئے نہیں سنا۔ حضور نے فرمایا سنو! خانی نذیبو لکم ینذی عذاب شدیدہ ذکر میں تمہیں عذاب شدیدہ کے آنے سے پہلے متنبہ کر رہا ہوں کہ کفر و شرک سے باز آ جاؤ، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک مان لو ورنہ

تمیں برباد کر دیا جائے گا، گستاخ البرہب اٹھی سے اشارہ کر کے کہنے لگا۔ تَبَّالک سائر الیوم الہذا جمعنا لک تمہیں سارا دن خرابی ہو کر اٹھنے اس لیے ہمیں جمع کیا حضور خاموش رہے لیکن اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیتے ہوئے پوری سورت نازل فرمائی جس کی پہلی آیت ہے تَبَّتْ یَدَا ابْنِ لَعْبِ وَتَبَّتْ یَعْنِی ثَوْبٌ جَاءتْ البرہب کے دونوں ہاتھ جن کی ایک ٹانگی سے اس نے میرے

محبوب کی طرف گستاخانہ اشارہ کیا ہے اور وہ خود بھی تباہ و برباد ہو جائے۔

منشاء اہل ایمان کے ساتھ کریمانہ اور مشفقانہ سلوک کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھ تواضع سے پیش آئیے اور نرمی کا برتاؤ کیجیے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر حضور مقام جبریت کی رخصتوں میں ہی محروم و ازبیتہ تو خاک نشین اس دامن رحمت کا سہارا کیسے

إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿۱۷﴾ الَّذِي

میں بری الذمہ ہوں ان کا مول سے جو تم کیا کرتے ہو اور بھروسہ کیجئے سب سے غالب ہمیشہ رحم کرنے والے پر اللہ جو آپ کو

يُرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۱۸﴾ وَتَقْبَلُكَ فِي السَّجْدِ ﴿۱۹﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۲۰﴾

دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اللہ اور دیکھتا رہتا ہے جب آپ پکڑ گاتے ہیں صبح و شام اور راتوں رات دیکھتا ہے سب کچھ

لے سکتے وہ اس چشم فیض سے اپنی تشنہ لبی کا دریاں کیونکر کر سکتے۔ فرمایا اپنے پروں کو نیچے کر و تاکہ تیری رولنے رحمتہ لعلامینی کا سایہ ان کے سروں پر بھی پڑے۔ راعی اپنے ریوڑ کی کمزور اور لاغر بکریوں کو پیچھے چھوڑ کر چلا نہیں جاتا نیز رقار قائمہ کو اپنے ضعیف اور شست زوساقتیوں کا لحاظ رکھنا ہی پڑتا ہے۔

اللہ اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجیے کہ میں تمہارے ان اعمال سے بیزار ہوں اور انہیں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ علامہ آلوسی نے یہاں خوب لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہنے کا حکم دیا کہ اِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ کہ میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں۔ یہ حکم نہیں دیا فَعَلْتُ اِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ کہ میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو روز محشر گناہ کا دل کی شفاعت کرن کرتا۔ انہد سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو امر بالبرامہ منہم ما بقی شفیعاً للعصاة یوم القیامۃ۔

(روح المعانی)

اللہ فرمایا اپنے اس رب پر توکل اور کامل بھروسہ کرو جو عزیز ہے یعنی بہر طاقتور پر غالب ہے اور جو رحیم ہے جس کا در رحمت ہر ایک کے لیے کشادہ ہے۔ اس سے حضور کو مزید تسلی دی جا رہی ہے لان العزۃ کالعزۃ المصحۃ للتوکل والرحمنۃ کالعزۃ الداعیۃ الیہ۔ (روح المعانی)

اللہ اسے محبوب قرار اپنے اس مولیٰ کریم پر توکل کرو جو عزیز بھی ہے اور رحیم بھی۔ اور اس کے علاوہ اس کی چشم غنایت و رحمت ہر وقت کھلے دیکھ رہی ہے تیری زندگی کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں جو اس خصوصیت تو تجہ سے سرفراز نہ ہو۔ یہاں تک کہ جب تو اٹھتا ہے تو اس وقت بھی وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اللہ اس آیت کے تفسیر میں بیان کیے گئے ہیں (اللہ نبی جب پکارا کہ تم میں اور میں قیام سے کوئی کی طرف رخ سے بندگی طرف پھر مجھ سے قیام کی طرف جو تمہاری آیت سے اور مجھ سے میں اللہ تعالیٰ ان تمام کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور حضور نے نہایت کوفی ایسے صحابہ کے وجود میں حضور سے پہلے چلے گئے نماز سے نہایت کے بعد حضور نے نہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور انہیں بتلایا کہ تم یہ نہ بوجھو جس میں قبلہ رکھو کہ انہوں تو ان تہا رہی حاکمات و کلمات کے بغیر جو تہا ہوں خدا نے ما یغنی علی شمسہ حکم ولا کو حکم الی لاداک من وراہی وہی انہا رہی شریعت یعنی مجھ پر تمہارا قلبی حضور و شریعتی تہا رہا اور تمہا رہا اور میں نہیں اپنی آیت کے پیچھے بھی دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ اس آیت میں ہی امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب آپ اپنے صحابہ کی نگاہ بری و باطنی کیفیت ملاحظہ کرے جتنے میں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اس فعل کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور ایسے فہم فرمائیں اس آیت کا یہ نہیں ہوا کہ ایسا کہ جب نماز تہا رہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت آگئے

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ

بجز ان شعراء کے جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور انتقام پتے میں

بَعْدَ مَا ظَلَمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

اس کے بعد کراں پر ظلم کیا گیا۔ اور عذراں جان میں گئے جنھوں نے ظلم و ستم کیے کروہ کس (جیسا کہ) بلکہ لوٹ کر آجے ہیں اللہ

اور شاعر سے مراد ان کے نزدیک کاذب تھا۔ اسی لیے اہل عرب جمہوری دلیلوں کو اذلتہ شعریہ کہتے ہیں۔ انصار ص ۵۰ بالکاذب فان الشعر دعیبہ من الکذب والشاعر الکاذب حتی تنفی الدلۃ الکاذبة الشعریۃ ویکون الشعر مقولاً کاذب قبل احسن الشعر کاذباً وغرابت یعنی جمود کوشعر اور حیلے کو شاعر بھی کہا جاتا ہے اسی لیے جمہوری دلیلوں کو اذلتہ شعریہ کہتے ہیں نیز وہ شعروں میں جمود کی متنازعہ جہتیں شاعر شاعر تہا ہے اللہ جب پہلی آیتیں نازل ہوئیں تو حضرات حسان، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک اور کعب بن زبیر رضی اللہ عنہم روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ شاعروں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کی ہیں ہم تو شاعر ہیں ہم پاک ہو گئے ہماری نجات کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس سے واضح ہو گیا کہ جن شعراء کی مذمت کی گئی ہے وہ وہ شاعر ہیں جو کفر و شرک کی ترویج کے لیے اور فسق و فجور کی اشاعت کے لیے اپنے حکم شعروں کو استعمال کرتے ہیں اور اپنی شہلہ نوائی سے کام لیتے ہوئے لوگوں کے جذبات کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور بارگاہ رسالت میں جو کر کے اہل ایمان کی دل آزاری کرتے ہیں۔ لیکن وہ شعراء جن کی ساری توفیق اسلام کی خدمت میں، عقائد حقہ کی تبلیغ میں صرف ہو رہی ہیں وہ اس زمرہ میں داخل نہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام میں بڑے بڑے حلیل المرتبت شعراء موجود تھے۔ حضرت حسان کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا اور وہ کافر شعراء کا جواب دیتے چنانچہ ایک دن ابو سفیان کی بہرہ مرانی کے جواب میں حضرت حسان نے فرمایا

هَجَرْتُ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْجَسْرُ
وَأَنْ أَيْ وَكَالِدِي وَعِيسِي لِعِزِّ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَالَ
أَلَسْتُمْ لَهُ وَلَسْتُ لَهُ بِكُفٍّ فَشَرُّكُمْ أَلْخَيْرُ كَمَا انْفَدَأُ
لِسَانِي صَارِمٌ لَا عَيْبَ فِيهِ وَيَعْرِي لَوْ تَكَدَّرَ الدَّلَاةُ

”اے ابو سفیان تو نے میرے مجھ کوٹ کی جناب میں نازیبا باتیں کیں اور میں اس جھوکا تمہیں جواب دے جا ہوں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں مجھے اس کی جزا خیر ملے گی۔“

سنو! تمہاری بد زبانی سے حضور کی عزت کو بچانے کے لیے میرا باپ، میری ماں اور میری بیوی بطور سپر کام دیں گی یعنی میں اپنے باپ، اپنی ماں اور اپنی بیوی تک کو حضور کی عزت پر قربان کر دوں گا۔

۱۵

تو اس کی جناب میں نازیبا بات کہتا ہے جس کا توہم پایہ نہیں ہے۔ تم دونوں میں سے جو بڑا ہے وہ اس پر خدا ہو جو تم میں سے اچھا ہے۔
میری زبان تیز تو ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے اور میرا بحر فصاحت آنا گہرا ہے کہ ڈول نکلنے سے وہ سکتا نہیں ہوتا۔

_____ حدیث پاک میں ہے کہ حضور نے فرمایا حسن الشعر کحسن الکلام و قبیحہ کقبیحہ الکلام کہ اچھا شعر اچھے کلام کی طرح ہے اور بُرا شعر بُرے کلام کی طرح ہے دوسری حدیث میں ہے ان من الشعر لحکمة یعنی شعروں میں بڑی دانائی کی باتیں ہوتی ہیں۔

اللہ آخر میں کفار کو تہدید فرمادی کہ آج تم طرح طرح کی بد زبانیاں کرتے ہو عنقریب تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا اور تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تم کتنے غلط کا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کر کے اور اس کے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو بڑے الزامات لگا کر تم نے اپنے اُپر کتنا ظلمِ عظیم کیا تھا۔ منقلب : مرجع و مصیور۔ لوٹ کر آنے کی جگہ۔
اللہ تعالیٰ دعوتِ حق کو قبول کرنے، نورِ حق کو دیکھنے اور پہچاننے کی بروقت توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تعارف سورتہ التمل

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام: اس سورت پاک کا نام التمل ہے جو آیت ۱۸ میں مذکور ہے اس کی آیات کی تعداد تیرانوے ہے۔ یہ ایک ہزار تین سو سترواٹھوں اور چار ہزار سات سو تیرانوے حروف پر مشتمل ہے۔

زمانہ نزول: اس سورت کا تعلق بھی مکی زندگی کے درمیانی عہد سے ہے، جب کفار کی عداوت اپنے عروج پر تھی۔ غلط الزامات میں تشنیع، بہتان طرازی کے طوفان برپا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اہل اسلام پر ظلم و ستم کی انتہا کر رہے تھے۔

مضامین: ۱۔ آغاز میں قرآن کریم کا تعارف کر دیا گیا ہے کہ یہ اہل ایمان کے لیے شرف و رحمت ہے۔ نیز یہ کسی انسان کی تصنیف نہیں جس میں قدم قدم پر زمانی اور مکانی مدنیوں یا ماحول کے تقاضے اس کی ادبیت اور اس کی عالی گہر حقیقت کو مشکوک بنا رہے ہوں بلکہ یہ خداوند کائنات کا کلام ہے جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی۔ جس کی حکمت اور علم ہر نفس اور غای سے بالاتر ہیں۔

۲۔ یہاں اس حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلام نے روز قیامت پر ایمان لانے کو کیوں ضروری قرار دیا۔ یہ عقیدہ انسانی زندگی کو سنوارنے میں ایک فیصلہ کن حقیقت رکھتا ہے متعدد مثالیں دے کر اس حقیقت کو واضح کر دیا۔ پہلے فرعون (منکر قیامت) کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب اسے ملک مصر کی محدود سلطنت ملی تو اس نے اپنے خالق کا ہی انکار کر دیا اور اپنی رعایا پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا ہی اس کی زندگی کا مقصد و حید بن گیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہ ہر ہیمانہ اور حشیانہ حرکت کو نہ پر آمادہ ہو گیا جب اس کے اپنے مقرر کیے ہوئے میار کے مطابق حق واضح ہو گیا پھر بھی اس نے حق کو تسلیم کرنا اپنے لیے وجہ جار کھا۔ اہل حق کے بازو اور پاؤں کاٹ کر تختہ دار پر لٹکا دیا۔ اس کی ذات حجاب اکبر بن کر لوگوں کی بصیرت کے سامنے مائل ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے نیچے پس گیا۔ اور اپنے مظالم کے طوفان میں تنکوں کی طرح بہ کر فنا ہو گیا۔

اس کے بعد سیدنا سلیمان کی سیرت بیان کی گئی۔ آپ کی سلطنت کی حدیں فرعونی مملکت سے کہیں وسیع ہیں ایسے حکم آگے جن و انس سرافکندہ ہیں۔ پرنسپل قطار اندر قطار اٹھانے کے منتظر ہیں ہوا کا وسیع کرہ بھی زیر نگیں کر دیا گیا ہے۔ ان کے درباریوں میں ایسے ایسے بالکمال لوگ بھی ہیں جو ملک سب سے ملکہ سب کا تخت چٹم زون میں اٹھا کر قدموں میں لاکر رکھ دیتے ہیں۔ ہاں ہمہ کمال و جلال کیا مجال کہ دماغ میں غرور و نخوت پیدا ہو۔

آپ غور فرماتے تاج و تخت، جاہ و جلال، زور و جاہر کے بھروسے خزانے، حکمرانی کے وسیع اختیارات حضرت سلیمان کو کیوں خدا فراموش نہ بنا سکے، ان کا دامن ظلم و تعدی کے پروانے سے کیوں پاک اور صاف دکھائی دے رہا ہے یہ سیرتی کو مکہ سب کے نادار اور اموال تحافت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا، اس کے زرنکار تخت کو اپنے سامنے دیکھ کر ہر آتشگرد آستان بن گئے، اسے اپنی کسی خوبی سے منسوب نہیں کیا بلکہ بر لاکہ دیا لہذا من فضل ربی۔ یہ محض میرے رب کا فضل ہے۔ مزید برآں احساس و قدر داری کا اظہار ان الفاظ سے کیا بیکٹونی آتشکوار الکفر کہ میرا رب ان احسانات سے مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ کیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ ان ساری خوبیوں کا سرچشمہ یوم قیامت پر پختہ یقین ہے۔ وہ پستی اور یہ بلندی جس عقیدہ کا نتیجہ ہو کیا انسان کی فلاح و کامرانی کے لیے اس کی اہمیت کا انکار کیا جا سکتا ہے؟

قوم ثمود اور قوم لوط کے حالات بیان کر کے اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ جس سوسائٹی میں آخرت پر ایمان نہیں ہوگا وہاں انفرادی اور اجتماعی کرداران غلامتوں سے آلودہ ہو جاتا ہے جن کے تصور سے ہی انسان کا دم گھٹنے گھٹتا ہے جس پیری کی صلاحیت اس حد تک مغلوب ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی خیر اندیش شخص ان کی خیر خواہی کے لیے انھیں ان نذاتوں سے باز آنے کی تلقین کرتا ہے تو وہ آپلے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ کبھی وہ انھیں شہر بدر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ آخر جو آل لوط من قوتیکم انصہ اناس بیطہتوں (آیت ۵۸)۔ اور کبھی بخون مار کر اس کو اور اس کے اہل و عیال کو تہ تیغ کرنے کی سازش کرتے ہیں۔ انھیں اپنے معاشرہ پر پورا بھروسا ہوتا ہے کہ جب وہ مروت زبانی اپنی صفائی پیش کریں گے تو سب مطمئن ہو جائیں گے اور ان سے باز نہیں کی زنت تک گوارا نہیں کی جاسکتی۔ تفاسموا باللہ لیتبتنہ و اھلکتم لنتقون لولیتہ ما شھدنا لھلک اھلک و انا لظالمون (آیت ۴۹)

قرآن کریم کو یہ گوارا نہیں ہے کہ اس کے دامن مہلکت میں پروان چڑھنے والی اُمت کا دامن ایسے بدناما و غفل سے آلودہ ہو۔

۳۔ سکتے ہستندے تجارت پیشتے ان کا ذہن کاروباری قسم کا قاجر سو و دریاں کی گتھیاں ہی سلجھا تا رہتا۔ دنیاوی لہاؤ سے زیرک و دانا ہونے کے باوجود وہ پتھر اور پتھر کی گھڑی کے گھڑے ہوئے جہنوں کو خدا یقین کرتے۔ پانچویں رکوع میں شرک کے بطلان پر ایسے حکمت اور ندان شکن دلائل پیش کیے گئے جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اور شرک میں مبتلا ہونے والی کسی قوم کے پاس آج بھی ان کا جواب نہیں۔

۴۔ آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم کو یہ فرما کر تسلی سے رہا ہے کہ ان کفار و مشرکین میں حق پذیر ہی کی استعداد ہی نہیں۔ اگر اندھا سورج کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتا تو یہ اس کی بد نصیبی ہے۔ نہ سورج کی روشنی کا تصور ہے اور نہ اس کی فیتنی میں کوئی کمی ہے۔

۵۔ سردارانِ مکی اس غلط فہمی کا بھی انزالہ کر دیا جس غلط فہمی میں آج بھی کئی رؤساء اور نامور لوگ مبتلا ہیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہ ہمارا خدا و رسول پر بڑا احسان ہوگا۔ اور اگر ہم نے اسلام کی دعوت کو روک دیا تو اس سے خدا کی خدائی میں کوئی کمی آجائے گی یا آفتابِ نبوت کی دنیا پاستیاں بدھم پڑ جائیں گی سب کو فساد یا فتنی اُھتدایٰ فانما یتدیٰ لنفسہ (آیت ۹۲) یعنی یہ تمہاری خوش نصیبی ہے۔ اگر تم اس دعوت کو قبول کر لو تو تمہارے دونوں جہاں سرفراز ہوں گے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ تمہاری اپنی بد نصیبی ہوگی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شُورَةُ النَّمْلِ كَيْ هِيَ ۹۳ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائے الہی ہے۔

طَسَّ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ۱ هُدًى وَبُشْرَى

طاسین لہ یہ آیتیں ہیں قرآن مجید اور روشن کتاب کی لہ (یہ) سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے

لِلْمُؤْمِنِينَ ۲ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ

اہل ایمان کے لیے لہ جو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز، اور دیا کرتے ہیں زکوٰۃ لہ اور وہ

لہ حروف متعلقات سے ہیں۔

لہ یہاں قرآن کو معرفہ اور کتاب کو نکرہ لایا گیا ہے لیکن شُورَةُ النَّمْلِ قرآن کو نکرہ اور کتاب کو معرفہ ذکر کیا گیا اور اشارہ ہے تِلْكَ آیَاتِ الْكِتَابِ وَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ بِحُكْمٍ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن اور کتاب کی وحدتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں اس کلام الہی کے کلمہ (نام) ہیں جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ دوسری یہ کہ یہ اس کلام کی صفتیں ہیں یعنی قرآن سے مراد متقون اور چاہانے والا اور کتاب سے مکتوب جو نکھاتا ہے جہاں انہیں معرفہ ذکر کیا جائے گا وہاں بحیثیت علم (نام) مذکور ہیں اور جہاں نکرہ وہاں بحیثیت صفت (منظہری) یعنی لہ کتاب نہیں سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور اس کی تکمیل علمت شان کے لیے ہے۔

لہ اگر للمؤمنین کا تعلق دونوں سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اہل ایمان ہی اس کتاب میں سے فیضیاب ہوتے ہیں اس کی تعلیمات پر عمل کر کے نفع و ارباب کی سعادت حاصل کرتے ہیں اس لیے یہ انہی کے لیے باعث ہدایت ہے اور یہی اس بات کے مستحق ہیں کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کی انہیں بشارت دی جائے۔ منکرین نے جب اس نور و نشان کو دیکھنے سے انہیں بند کر لیں اور اس چشمہ شیریں سے اپنے خشک ہونٹوں کو ترس نہی کیا تو اس کی درخشاں اور اس کی سیرابیاں گویا ان کے لیے نہیں تھیں اور نہ وہ اس قابل ہیں کہ انہیں یہ کتاب کوئی خوشخبری دے۔

ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ للمؤمنین کا تعلق صرف بشری سے ہے یعنی اس کتاب میں ہدایت کا پیغام کافرو مومن سب کے لیے یکساں ہے لیکن بشارت کی مستحق فقط وہ جماعت ہوگی جس نے اسے قبول کیا اور اس کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالا

بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ

جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے خوبصورت بنا دیا ہے ان کی

اعمالِ ہم فہم یعمہون ۝ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

نظروں میں انکے اعمال اچھے ہیں وہ سرگرداں پھر رہے ہیں تیرے وہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین عذاب ہے اور یہی آخرت

لیکن جو بد نصیب عمر بھر اقرضات و شبہات ہی کرتے رہے وہ اس بات کے اہل نہیں کہ انھیں یہ کتاب کوئی دل خوش کن خبر سنائے۔

تکہ بتا دیا کہ مومن وہ نہیں ہوتا جو صرف زبان سے ایمان لانے کا دعویٰ کرے بلکہ ایمان لانے کے بعد احکام الہی کی بجا آوری کے لیے کمر بستہ ماندھنا بھی ضروری ہے۔ ان احکام میں سے سب سے اہم نماز کو شروع و آداب کی پابندی سے ہمیشہ ادا کرنا اور اپنے مال سے زکوٰۃ تنکانا ہے۔

۱۷۔ اسلام کے تقاضا عقائد میں اس کی اہمیت کا احساس دلانے کے لیے اسے علیحدہ ذکر کیا گیا۔ اسی طرح تو یہ ہے کہ اسلام پر کاربند ہونا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اپنے ارادوں، اپنی خواہشات، اپنے آرام اور اپنے اوقات، اپنی دولت اور بسا اوقات اپنی جان عزیز تک کا تذکرہ بھی بارگاہ الہی میں پیش کرنا پڑتا ہے اور ان مرحلوں سے فقط وہی کامیابی کے ساتھ گزر کر سکتا ہے جن کا آخری زندگی پر یقین ہو۔ جہاں یہ اعتقاد ناپید ہوگا اور جس کے نزدیک زندگی اسی حیات مستقام کا نام ہو تو اسے کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اپنے پیش و طرب کر بے مزہ اور تلخ بناتا رہے۔

۱۸۔ اہل ایمان کے ذکر کے بعد تکفیر کے متعلق بتایا کہ وہ اپنے گناہوں اور بدکاریوں میں ایسے محو ہیں کہ ایک لمحہ کے لیے بھی ان سے دست کش ہونے کے لیے تیار نہیں۔ جہاں نیکی کے پھول کھلتے ہیں اور جودھر سے اعمالِ خستہ کی جھک آتی ہے اور قدم اٹھاتے ہوئے ان کا دل گھبراتا ہے گندگی کے کیڑے کی طرح ان کی ساری خوشیاں اور لذتیں غلامت کے اس ڈھیر میں مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں جس کی شانند سے ایک سیلم الطبع انسان کا دم نکلنے لگتا ہے یہاں فرمایا ہم نے ان کے لیے ان کے بڑے اعمال کو مزین کر دیا ہے لیکن دوسری جگہ ہے ذَرِّينَ تَعْمُرُ الشَّجَرَةَ اِنَّمَا أَتَمَّرُهُمْ شَيْطَانٌ مِّنْ اَنۡفُسِهِمْ لَوْ اَنَّ كُوۡنَ كُوۡنَ كِيۡنَ تَجَاوَزُ لِيۡنَ خَوۡصِرَتٍ يۡنَادِيۡ بِرَبِّهِۦ اِسۡمَٰئِيۡلُ يٰۤاِسۡمَٰئِيۡلُ اِنۡمَٰرۡتَ لِيۡنَ يٰۤاِسۡمَٰئِيۡلُ a

۱۹۔ یعنی ان کے دل کی آنکھ اندھی ہے۔ وہ بدکاریوں کے انجام کو نہیں دیکھ سکتی۔ اسی لایدر کون مواقع امر جا۔ علامہ جوہری لکھتے ہیں العنۃ: التحیر، التردد، الصعاب، حیرت اور تردد۔ لیکن علامہ اصفہانی کی تشریح بری واضح ہے

فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْأَخْسَرُونَ ۝ وَإِنَّكَ لَتُلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنِّ

میں سب سے زیادہ گناہے میں ہوں گے۔ اور بے شک آپ کو سکھا یا جاتا ہے قرآن حکیم بڑے مناسب

حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝ إِذْ قَالَ مُوسَى لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَأَلْتُكُمْ

کچھ جاننے والے کی جانب سے زیادہ فرماؤں جب کہا تمہاری نے اپنی زوجہ سے کہ میں نے دیکھی ہے آگ۔ ابھی لے آتا ہوں بہتر

مِنْهَا بِخَيْرٍ أَوْ آتَيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝

پاس وہاں سے کوئی خیر یا لے آؤں گا تمہارے پاس اس آگ سے کوئی شعلہ لٹکا کر دے گا کہ تم اسے تپاؤ۔ پھر جب

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ

اس کے پاس پہنچے تو ندا کی گئی تھی تھی کہ بابرکت ہو جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے۔ اور بڑھتی

الغنة: التردد في الفهم (التحير) مفردات، یعنی کسی کام میں تھیکے باعث متردد ہونا۔

شہ یعنی آپ کو یہ قرآن کوئی انسان یا حق آکر سکھا نہیں جاتا بلکہ وہ خداوند کریم تعین قرآن سکھاتا ہے جو حکمت و علم کی صفات جلیلہ خیمہ سے مشعف ہے۔

۳۹ حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال تک بکریاں چرانے کے بعد آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ مصر واپس جا رہے ہیں۔ جاڑوں کا موسم ہے، رات کا وقت ہے، ہر طرف تاریکی چھاتی ہوئی ہے۔ سخت ٹھنڈک محسوس کر رہے ہیں۔ اپنی منزل کا راستہ بھی معلوم نہیں۔ اسی کشمکش میں قدر سے آگ چمکتی ہوئی نظر آئی۔ اپنی اہلیہ سے فرمایا تم یہاں ٹھہرو میں وہاں جاتا ہوں، آگ جل رہی ہے، ضرور کوئی آبادی ہوگی۔ کسی سے مصر کا صحیح راستہ بھی دریافت کروں گا ورنہ آگ کا شعلہ لے آؤں گا۔ الاؤ جلا تیں گے اور آگ تپیں گے۔

اصطی: آگ سیکنا۔ شہاب: شعلہ ناریہ سا طعہ۔ آگ کا چمکتا ہوا شعلہ (صاح)

والقبس اسم لما يقبض من جمر وعاشبه (قوی) یعنی وہ آگ جو کسی انگارے وغیرہ سے لٹکتی جلتے آپ کا مقصد یہ ہے کہ وہاں جو آگ جل رہی ہے اس سے کوئی لکڑی وغیرہ لٹکا کر لے آؤں گا اور یہاں اس سے الاؤ جلا تیں گے۔ تھ جب وہاں پہنچے تو وہاں عجیب ہی منظر دیکھا۔ آگ ہے، بڑی روشن آگ، لیکن نہ دھواں ہے اور نہ دھواں اس کے بیچ ایک سرسبز درخت کھڑا ہے اسے جلتا تو کچھا۔ وہ اس کی رنگت کو اور نکھار رہی ہے اچانک آواز آئی بڑی بابرکت ہے وہ ذات جو اس آتش نماز میں ہے اور اس کا سارا ماحول مبارک ہے۔

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ يَوْمَ سَى إِنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

وَقِيلَ (سے) پاک ہے اللہ عزوجل العالمین ہے اللہ اسے سوسی! وہ میں اللہ ہی ہوں اللہ عزت والا دانا اللہ

وَأَلْقَ عَصَاكَ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۝

اور ذرا زمین پر ڈال دو اپنے سونے کو لٹلے اب جو اسے دیکھا تو وہ (اس طرح) لہرا رہا تھا جیسے سانپ ہوا آپ پیچھے ہٹ کر

يَوْمَ سَى لَا تَخَفُ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ۝

وہاں سے بل ٹپتے اور پیچھے ہٹ کر بھی نہ دیکھا فرمایا سوسی! اور وہ نہیں میرے حضور ڈرا نہیں کرتے جنہیں رسول بنا یا بااٹھنے مگر وہ ظالم

اللہ آگ کا ایک جگہ پایا مانا اس سے انا اللہ کی آواز کا سناتی دینا اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ مکان میں سما جاتا ہے اور انسانوں کی طرح مخصوص زبان سے گفتگو فرماتا ہے کیونکہ اس کلمی اور ظہور کی کیفیت کے ادراک سے ہمارے حواس قاصر ہیں اس لیے اس شبہ کے ازالے کا یہی بہترین طریقہ تھا جو اختیار کیا گیا۔ فرمایا سبحان اللہ رب العالمین یعنی اللہ تعالیٰ پاک اور منتر ہے جہت و مکان سے اور ان تمام عیوب سے جو صورت کو مستلزم ہیں۔

اللہ انہ کی تشریح شان بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا مرجع نفاذ کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ ہو۔ میں نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔

اللہ یہ آگ نسا جو چیز تھیں نظر آ رہی ہے یہ میں خدا ہوں جو عزیز و حکیم ہے۔
 اللہ سوسی علیہ السلام کو پہلی بار یہ تجربہ ہوا تھا۔ ان کے دل میں یہ یقین راسخ کرنے کے لیے کہ یہ آواز خدائی آواز ہے کسی جن یا شیطان کی آواز نہیں اور جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں یہ جن ازل کی جملہ نمائی ہے تجلیل کی فصول کاری نہیں۔ آپ کو چند معجزے بھی عطا فرما دیتے۔

قرآن کریم میں عصا کے سانپ بننے کو مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے کبھی اسے حیتہ کہا گیا اور کبھی ثعبان اور کبھی جتان۔ جتنہ مطلق سانپ کو کہتے ہیں چھوٹا ہڈی بڑا۔ ثعبان اژدہا کو کہا جاتا ہے اور جتان اس سانپ کو کہتے ہیں جو چھوٹا اور پتلا ہو تبییر میں اس اختلاف کی وجہ کیا ہے بعض علماء نے تو یہ جواب دیا کہ عصا جب سانپ بنا تو ایک ہی شکل اختیار نہ کرتا جب عام سانپ کی شکل اختیار کرتا تو اسے حیتہ کہا گیا جب باریک سانپ بنا تو اسے جتان کہا اور فرعون کے دربار میں ساحران مصر کے سانپوں پر جب بھپٹا تو اس وقت اژدہا کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ تھا وہ اژدہا لیکن اس میں پھرتی اور تیزی اس بلا کی تھی جیسے جتان میں ہوتی ہے۔ اس کی جسامت اور حجم کا لحاظ دیا تو اسے ثعبان کہہ دیا اور اس کی پھرتی اور تیزی کا خیال کیا تو اسے جتان کہا۔ المعنی الثعلب ثعبان تہ تہرتا تھا

ثُمَّ بَدَّلَ حَسَنًا بَعْدَ سَوْءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۱ وَأَدْخِلْ يَدَكَ

جو زیادتی کرے (وہ ڈرے) پھر (وہ ظالم بھی اگر کسی کو لے گئے بزانی کرنے کے بعد تو میں بیشک غفور رحیم ہوں) املہ اور ذرا دلجو

فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضًا مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ ۝۱۲ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَى فِرْعَوْنَ

ایسا ہاتھ اپنے گریبان میں املہ وہ نکلے گا سفید چمکتا ہوا البتہ کسی تکلیف کے (یہ دو معجزے) ان نو معجزات سے ہیں جن کے

وَقَوْلِهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝۱۳ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتِنَا مُبْصِرَةً

ساتھ آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا بیشک وہ بڑے سرکش لوگ ہیں پس جب آئیں انکے پاس ہماری نشانیاں

قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۱۴ وَجَحْدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا

بصیرت افزوں کر تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے کھلا ہوا اور انہوں نے انکار کر دیا ان کا ملامت لکھتے ہیں کہ کیا تم انہی صداقت کا ان کے

وَعُلُوا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝۱۵ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ

دلوں نے، (ان کا انکار محض ظلم اور جبر کے باعث تھا پس آپ نے غلط فرمائیے کیلئے کہ انہیں ہوا فساد پر کافر اور ان کو یقینا ہم نے

جان لہا عظیم الشبان و خفة الجنان و اھنا ذرہ وھی حقیۃ نسعی (قرطبی)

۱۱۔ یہ عصا اور حصہ سے ان کے پاس تھا جب آپ نے اسے اپنا ٹک ٹوٹنا دکھانے اور وہاں سے

بھاگے نہ آتی موسیٰ! تمہیں منصب رسالت پر فائز کیا گیا ہے اور رسول جب جہاں سے دربار میں حاضر ہوں تو وہ ڈرنا نہیں کہتے

۱۲۔ ڈرنا وہ ہے جو ظالم ہوا اور تم تو ہمارے رسول ہو۔

۱۳۔ اگر ظلم کرنے کے بعد بھی کوئی اپنے دل سے تائب ہو جائے تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اور دعوتِ مہزون

سے نجات دے دیتا ہوں ترغیب و ترہیب کا کیا عمدہ امتزاج ہے۔ منافقان کو نافرمانی کے انجام سے ڈرایا بھی گیا اور لمحہ

بھر بھی اس کو اپنی رحمت و اسعد سے مایوس ہونے کا موقعہ نہیں دیا۔

۱۴۔ دوسرا معجزہ یہ بیض کا عطا ہوا اس کے علاوہ سات اور معجزوں سے مؤید فرما کر فرعون کی طرف روانہ کیا تاکہ

وہ راہِ راست اختیار کرے۔

۱۵۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے راہِ راست پر چلنے کی دعوت دی۔ اسے بتایا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور اس نے

مجھے تیری طرف بھیجا ہے اسے اور اس کی قوم کو اپنی صداقت کے روشن معجزات بھی دکھائے۔ ان کے دلوں میں یقین

دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمَاءَ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى

عظا فرمایا داؤد اور سلیمان کو علم سے اور انھوں نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہرگزیدہ کیا

كثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ

ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر علم اور جانشین بنے سلیمان داؤد کے علم اور فرمایا

پیدا ہو گیا کہ موسیٰ غلط نہیں کہہ رہا واقعی وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے لیکن اپنا تخت و تاج چھاننے کے لیے اور دیگر ذاتی مفادات کے پیش نظر وہ یہی کہتے رہے کہ یہ جاؤ گریبے۔ اس انکار اور تعصب کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھیں سمندر کی موجوں میں غم و غشاہک کی طرح بہانے گئیں اور کوئی ایسی آنکھ بھی نہ رہی جو ان کی بربادی پر دو آنسو ہی بہاتی۔

علم فرعون کو مصر کی مگرانی ملی تو اس نے عدائی کا دعویٰ کر دیا اور غریب رعایا پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی شاہی خزانے کو اپنی ذاتی ملکیت بھرا لیا۔ اس کے مقابلے میں اب ایک ایسی ہستی کا ذکر ہو رہا ہے جس سلطنت کی دست، دولت کی کثرت کے اعتبار سے کئی گنا زیادہ ہے جس کے جاہ و جلال کا یہ عالم ہے کہ شیاطین جن و انس اس کے سامنے سر جھکاتے کھڑے ہوتے ہیں۔ ہوا کا کہ اس کے زیر فرمان ہے۔ اس کے باوجود نہ وہ خدا فراموش ہے نہ وہ ظالم و جاہل ہے نہ عیاش و بدکار اس کا سر لہنے رب کی یاد میں بسر کرتا ہے اور اپنے منہم حقیقی کا ہر وقت شکوہ کرتا رہتا ہے۔ ان دو فرماؤں کے اس طرز عمل میں اس میں تفاوت کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیا اور جس سے فرعون محروم تھا اس علم سے مراد ذاتی خداوندی اور صفات الہی کی معرفت دنیا کی ناپائنداری کا یقین روز قیامت پر نچتہ ایمان ای عذابذات اللہ تعالیٰ سبحانہ علی حسب الطاقة البشرية و صفاتہ و احکامہ و باحوال المبدأ و المعاد (ظہری)۔ جہاں بھی یہ علم پایا جاتا ہے انسان عزت و عظمت کے بلند ترین مقامات پر فائز ہونے کے باوجود بھی بدست نہیں ہوتا شکر ہی اور نافرمانی کی روش کبھی اختیار نہیں کرتا۔ یہ حقیقت ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتی کہ اسے ایک روز اپنے مالک حقیقی کے دربار میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے حاضر ہونا ہے۔ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کے دل و دماغ کو ایسی علم کی روشنی سے منور کرنا چاہتا ہے جسے یہ علم حاصل ہو گیا وہ اشارہ لاکھ مرتب میل کا فاتح ہونے کے باوجود پیوند لگا ہوا کرتا ہے پنتا ہے۔ سیکھی روٹی کھاتا ہے اور اپنے ذمے کا کلمہ بنا کر فرشی زمین پر سوجاتا ہے۔ اس کے عدل و انصاف سے گلشنِ نبوی میں پھر بہار آجاتی ہے۔

علم اس نعمتِ عظمیٰ پر جس انداز میں وہ اپنے منہم حقیقی کی حمد و ثنا کر رہے ہیں وہ بتا رہا ہے کہ انہیں اس نعمت کی قدر و قیمت کا پورا پورا احساس ہے۔

علم حضرت داؤد علیہ السلام کے معتقد و حرم تھے اور ہر ایک میں سے ان کی کثیر اولاد تھی حضرت سلیمان علیہ السلام

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

لوگو! اللہ ہمیں سبھی کی بولی اور ہمیں عطا کی گئی ہیں ہر قسم کی چیزیں اللہ بے شک

هَذَا هُوَ الْفَضْلُ الْبَيِّنُ ۝۱۵ وَحُشْرَ سُلَيْمَانَ جُنُودَهُ مِنَ الْجِنِّ

یہی فضل وہ نمایاں بزرگی ہے (جو ہمیں مرحمت ہوئی) اور فراہم کیے گئے سلیمان کے لیے شکر اللہ جنوں .

آپ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ جس میراث کا یہاں ذکر ہو رہا ہے اگر اسے مال و جائداد کی میراث سمجھا جائے اور کہا جائے کہ آپ کے سارے مال و جائداد کے وارث صرف حضرت سلیمان بنے اور باقی تمام بیٹے اور بیٹیاں محروم کر دی جائیں تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سلیمان کو جو وراثت ملی وہ ملک اور نبوت کی وراثت تھی اور احادیث صحیحہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں کہ نبی مال و جائداد کی میراث نہیں چھوڑتا بلکہ علم و حکمت کی دولت چھوڑتا ہے اس کی مزید وضاحت سورۃ مریم کی آیت ۶ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرے تاریخی حوالوں کے علاوہ بائبل کی تصریحات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے کثیر التعداد فرزند تھے چنانچہ سلاطین باب اول میں ہے۔

”جب حضرت داؤد پیارے تو ان کے ایک بیٹے ارنو یاہ نے سر اٹھایا اور کہنے لگا میں بادشاہ ہوں گا اس نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا اور اپنے سب بھائیوں یعنی بادشاہ کے بیٹوں اور سب یہوداہ کے لوگوں کی جوا بادشاہ کے ملازم تھے پر . . . اپنے بھائی سلیمان کو زبلیا آیت نمبر ۵-۹-۱۰

اللہ تعالیٰ نے جن خصوصی انعامات سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا ان میں سے ایک یہ انعام بھی تھا کہ آپ پرندوں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ چار یا پندرہ روزہ کا شاہد ہے کہ مختلف پرندے مختلف اوقات اور حالات میں مختلف قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ آپس میں جب محبت کر رہے ہوتے ہیں تو ان کی آواز اور ہوتی ہے جب ایک دوسرے سے لڑتے ہیں تو اور۔ جب کوئی شکاری پرندہ ان پر چھپتا ہے تو اور۔ غرضیکہ مختلف حالات میں ان کی صوتی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں جنہیں دوسرے پرندے اچھی طرح سمجھتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ انھیں اظہار خیال کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے قربت لائق ارزائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنے ایک پیغمبر کو ان کے کلام کے مفہوم پر مطلع کر دے تو کیا بعید ہے۔

۱۲ اس کا مفہوم حضرت ابن عباس سے یوں منقول ہے ما ینھمہ علیہ اسلام من امر الذنبا والاحیاء یعنی جن چیزوں کی انھیں دنیا و آخرت میں ضرورت تھی وہ بکثرت آپ کو عطا کی گئیں۔

۱۵ ان سب نعمتوں کے ذکر کے بعد یہ تصریح کر دی کہ ان میں سے کوئی چیز میری ذاتی نہیں ہے بلکہ میرے رب نے مجھے یہ بخشی ہیں اور یہ بخشش و عطا محض اس کا فضل و کرم ہے

وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۱۷﴾ حَتَّىٰ إِذَا اتَّوَعَلَىٰ وَإِذِ الْمَثَلُ

انسانوں اور پرندوں سے پس وہ نظم و ضبط کے پابند ہیں نکلے یہاں تک کہ جب وہ گزرے چیز نمونوں کی وادی

قَالَتْ نَمَلَةٌ يَا أَيُّهَا الْمَثَلُ ادْخُلُوا مَسَكِنَكُمْ لَا يَحْطَبُكُمْ سُلَيْمَانُ

سے ۱۷۔ تریاک چیرتی کہنے لگی اسے چیز نمونو! لمس جاؤ زہنی ہلوں میں کہیں کچل کر نہ رکھ دیں تمہیں سلیمان اور

۱۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ تین حصوں پر مشتمل تھا بجن، انسان اور پرندے بعض لوگ جو قرآن کریم کو اپنے خیالات اور معلومات کا لباس پہناتا ہی قرآن دانی کا کمال سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اس آیت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ جن سے مراد جنات نہیں بلکہ وہ پہاڑی قبائل ہیں جو بدنی لحاظ سے بڑے طاقتور تھے اور جن کو حضرت سلیمان نے اپنا باجگزار بنا لیا تھا اور طیور سے مراد پرندے نہیں بلکہ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار فوجی دستے مراد ہیں کاش وہ انسان کا بھی کوئی ایسا معنی گھڑتیے جس سے یہاں اس کا استعمال درست ہو جاتا جب جن سے مراد جنگی قبائل ہیں جو انسان ہیں اور طیور سے مراد گھوڑا ہے ہیں اور وہ بھی انسان ہیں تو ان دونوں فنسوں کے درمیان انسان یعنی انسان بیان کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے حلفت فغان پر دلالت کرتا ہے اور آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن اور طیور، انس کی طرح دو الگ الگ نوع ہیں۔

کوئی لفظ اگر بطور مجاز کسی دوسرے معنی میں مستعمل ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اب جہاں یہ لفظ مستعمل ہوگا وہاں اس کا مجازی معنی ہی مراد ہوگا بلکہ مجازی معنی لینے کے لیے شرط اول یہ ہے کہ وہاں اس کا حقیقی معنی نہ لیا جاسکتا ہو۔ نیز کوئی ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو اس مجازی معنی کا تعین کرے جب یہاں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں تو ان الفاظ کے حقیقی معنوں کو نظر انداز کر کے دُور از کار تاویلات کرنا یقیناً جاہلانہ بشارت ہے۔

شعہ وضع کہتے ہیں روکنے اور منع کرنے کو۔ اصل الوزع الکف والممنع (روح المعانی)

اس سے مدعا یہ ہے کہ افواج کی کثرت کے باوجود وہاں بد نظمی اور انتشار کا نام و نشان تک نہ تھا۔ فوج کا ہر حصہ لشکر کا ہر دستہ سفر و حضر میں فوجی نظم و ضبط کی سختی سے پابندی کیا کرتا۔ یہاں ایک امر کی طرف تار تین کی توجہ مبذول کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر بعض مغشرقین نے حضرت سلیمان کے لشکر، آپ کے تحت اور مملکت کے متعلق بڑی مبالغہ آمیز اور عجیب غریب باتیں بھی ہیں۔ ان کو نقل کرنے کے بعد علامہ آلوئی سمجھتے ہیں کہ ان میں اکثر روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہیں ہیں صرف انہی باتوں پر یقین کرنا چاہیے جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ اگر آپ ان مبالغہ آمیز باتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو آپ گویا بے دین لوگوں کے لیے دین کا مذاق اڑانے کا دروازہ اپنے ہاتھوں سے کھول رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مبالغہ آمیز قصے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لیے زہنیوں نے وضع کیے ہوں۔ وایاک من الاستصار لما لامحة له... من مبالغات شنیعة... فتفتح بذا اللہ باب السخریة بالذین العیاذ باللہ و

لا یبعدان کیوں اکثر ماضقن مثل ذلك من وضع الزنادقة یریدون به التفسیر من دین الاسلام (رُوح المعانی)

شلہ ایک دفعہ آپ اپنے لشکر جزیر کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے جہاں سے آپ نے گزرنا تھا وہاں چوڑیوں کی ایک آبادی تھی اس کے سردار نے جب دیکھا کہ حضرت سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ ادھر سے گزرنے والے ہیں تو اس نے تمام چوڑیوں کو اپنی اپنی بلوں میں گھس جلنے کا حکم دیا ایسا نہ ہو کہ آپ کا لشکر گزرسے اور وہ بے خبری میں ان کو روندنا چلا جائے اور یہ سب کی سب پس کر رہے ہیں حضرت سلیمان ابھی اس وادی سے تین میل کے فاصلہ پر تھے جب کہ آپ نے اس چوڑی کی آواز کو سنا۔ آپ سُن کر نہیں دیتے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس کی جلیل القدر نعمتوں پر شکر کی توفیق مانگنے لگے جس نے آپ کو دیگر نعمات کے ساتھ اتنی قربت مع عطا فرمائی کہ اتنی دُور سے آپ بھی سی چوڑی کی آواز سن سکتے ہیں۔

آیت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ چوڑی جب انھیں ہدایت دے رہی ہے تو رُوحِ معینہ اور شامرا استعمال کر رہی ہے۔ حالانکہ قاعدہ کے مطابق جمع غیر ذوی العقول کے لیے واعد مژنث کا صیغہ اور ضمیر استعمال ہونی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ہماری نسبت سے بیشک وہ غیر ذوی العقول ہیں لیکن وہ ایک دوسرے کی بات سمجھتی ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتی ہیں اس لیے وہ اپنی نسبت سے ذوی العقول ہیں۔ اگر ان چوڑیوں کے افعال و کردار کا بنظرِ حاضر ملاحظہ کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی انسان کی طرح ایسی عقل دی ہے جو کلیات کا ادراک کر سکتی ہے۔ وہ انسانوں کی طرح مختلف قبائل اور خاندانوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ بہر کام کے لیے الگ الگ چیزیں متعین ہوتی ہیں۔ مثلاً خوراک کی بہم رسانی کے لیے الگ اور اپنی بستی کی نگہبانی اور دفاع کے لیے الگ اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کا علیحدہ لشکر ہوتا ہے جو مختلف حصوں میں بٹا ہوتا ہے اور اس کی نگرانی کے لیے علیحدہ علیحدہ جرنیل متعین ہوتے ہیں۔ نیز جب وہ گنم وغیرہ کے دلنے اپنے گوداموں میں ذخیرہ کرتی ہیں تو ان کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیتی ہیں تاکہ اگر انھیں نمی پہنچے تو وہ آگ نہ لیں لیکن جب وہ مسرور اور وضیا کا ذخیرہ کرتی ہیں تو ان کے چار چار ٹکڑے کرتی ہیں۔ کیونکہ ان کا نصف حصہ بھی آگ جاتا ہے۔

ان حالات کے پیش نظر علامہ آروسی تھے ہیں ہذا وامثالہ یحتاج الی علم علی استدلالی وهو یحتاج الی نفس ناہقۃ و۔

قد برهن شیخ الاشراف (علیہ السلام) علی ثبوت النفس الناطقہ لجميع الحيوان (رُوح المعانی)۔ یہاں بھی اسلام کے نسخے کرم فرمائیں کہنے پر مجبور ہو گئے اور کہہ دیا کہ وادی نمل اس وادی کا نام ہے جہاں ایک نمل نامی قبیلہ آباد تھا اور علامہ سے مراد ان کا ایک فرد ہے جس نے حضرت سلیمان کے لشکر کو دیکھ کر اپنی قوم کو بروقت متنبہ کیا۔

لیکن ان کی پہلی تاویلات کی طرح فقہوں قرآنید اس تاویل کو بھی رد کر رہی ہیں۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صیغہ نبی اور عادل فرمانروا کا لشکر آنا ظالم ہو کہ وہ ایک انسانی بستی کو روندنا چلا جائے اور اس کو ماتحت بنا کر دے نیز اگر اس قبیلہ کے سردار کو یہ اندیشہ پیدا ہوا تو اسے چاہیے تھا کہ وہ اپنے قبیلہ کو یہ مشورہ دیتا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور پہاڑوں میں جا کر پناہ لو تاکہ لشکر سلیمانی کی ماتحتی و تاراج سے تم محفوظ رہو۔ سب سے بڑی بات جو ان کی تاویل کو مستحکم بناتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس کی بات پر تعجب کرنا، پھر شکر ادا کرنے، ہنس دینا اور پھر اس کو اللہ

وَجُنُودُهُ وَاللَّهُمَّ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

ان کے لشکر اور انھیں معلوم ہی نہ ہو کہ تم پر کیا گزر گئی، تو سلیمان ہستے ہستے مسکرائیے اس کی اس بات سے اور عرض

رَبِّ أَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ

کرنے لگے میرے مالک! مجھے توفیق دے تاکہ میں شکر ادا کروں تیری نعمت (عظمیٰ) کا جو تو نے مجھ پر فرمائی اور میرے والدین پر

وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ

بیزوجھے توفیق دے کہ میں وہ نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور شامل کر لے مجھے اپنی رحمت کے باعث اپنے نیک بندوں

الصَّالِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدًى أَمْ كَانِ

میں۔ اور آپ نے (ایک روز) پرندوں کا جائزہ لیا ۱۹ تو فرمائے لگے کیا وجہ ہے کہ مجھے (آج) ہدایت نظر نہیں آ رہا یا وہ

تعالیٰ کی ایک نعمتِ عظمیٰ تو اسے کوشش کی توفیق مانگنا بالکل بے عمل ہو گا۔

۱۸ حضرت سلیمان کے لشکر میں پرندوں کا بھی ایک دستہ مقرر کیا تھا۔ ایک بیدار مغز اور مدبر فرمانروا ہونے کی وجہ سے

آپ اپنے لشکر کی کڑی نگرانی کیا کرتے تھے تاکہ کوئی اپنی ڈیوٹی سے غیر سامنے نہ ہو اور فوجی نظم و ضبط میں کسی طرح کی گڑبگد نہ

ہو۔ چنانچہ آپ نے جب پرندوں کے دستہ کا جائزہ لیا تو ہدایت کو غیر حاضر پایا۔ آپ جیسا مستحکم اور مدبر بادشاہ یہ کہ گوارا کرتا

تھا کہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کا کوئی لشکر جہرہ چاہے چلا جائے آپ نے ازراہ حیرت فرمایا کہ آج ہدایت دکھائی نہیں دے

رہا وہ کہاں لاپتہ ہو گیا اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان نہ کی تو اسے فوجی ڈسپلن کی عقاب و زاری کرنے کے

سزا میں جرم کے باعث عجزناک سزا دی جائے گی۔ تفقّد: تطلب ماغاب عن شیء کسی گنہگار کو تلاش کرنا۔ طبع: اسم جمع

ہے، اس کا واحد طبع ہے۔ علامہ مطہری لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مالک کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کے حالات کا

جائزہ لیتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی بے خبری کی وجہ سے طاقتور کمزوروں پر ظلم ڈھالتے رہیں۔ ان کے حقوق کو پامال کرتے ہیں

حضرت فاروق اعظم پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے۔ وہ ہمیشہ اپنی رعایا کے احوال سے باخبر رہا کرتے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا یونان

سختی علی شامی الغزوات اخذھا الذب لیسأل منها عمدا یعنی اگر یہاں سے دور دراز علاقہ میں ویسا تے فرات کے

کنارے پر کسی بھیرے کے بچے کو کوئی بھیر یا کپڑے تو اس کے لیے بھی عمر کو جو ابدہ جونا پڑے گا۔ اس کے بعد علامہ موصوف

حسرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے زمانہ کے حکام کی بے خبری اور فرض شناسی پر گہرے رنج و غم کا اظہار

کرتے ہیں۔

مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿۱۸﴾ لَاعِدُّبَكُمْ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِي

سبے ہی غائب معاصر۔ (اگر وہ غیر حاضر ہے) تو میں ضرور اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح ہی کروں گا یا اسے لانا پڑے گی

سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۱۹﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطَّتْ بِمَا لَمْ تَحِطْ

یہ سے پاس کوئی روشن سند۔ پس کچھ زیادہ دیر نہ گزری بلکہ (کہ وہ آگیا) اور کہنے لگائیں ایک ایسی اطلاع لے کر آیا ہوں

بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ نَبَاً يَقِينٍ ﴿۲۰﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ

جس کی آپ کو خبر نہ تھی اور وہ یہ کہہ میں لے آیا ہوں آپ کے پاس ملک ہلبے ایک یقینی خبر ہے میں نے یہاں ایک عورت کو ملے جو انکی مملکت ہے

بلکہ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ بدبھد معاصر ہو گیا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کرتے ہوئے عرض کی کہ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کا پہلے آپ کو علم نہیں۔ میں سب کے ملک میں گیا تھا وہاں کے حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور وہی خبر بدیقینی حالات عرض خدمت کرتا ہوں۔ سبیا اسعد مدینہ نعت بسأرب بالیسمن بدینا و بین صنعار مسیوة ثلثة ایام قرطبی یاقوت حموی معجم البلدان میں سبیا کے متعلق لکھتے ہیں۔ امرض بالیسمن مدینتہا مارب بدینا و بین صنعار مسیوة ثلثة ایام: سبیا میں کے ایک علاقہ کا نام ہے جس کا مرکزی شہر مارب ہے جو صنعار زمین کا موجودہ دار الحکومت ہے سے تین دن کی مسافت پر ہے۔ یسحب بن یعرب بن قحطان کے بیٹے سبیا نامی کی اولاد وہاں آباد ہوئی اس لیے یہ علاقہ سبیا کہلا یا جو معجم البلدان جلد ۱۸ صفحہ ۱۸۱ میں بیروت ہے۔

علامہ تفریزی نے آثار الیاد میں اس کے متعلق تفصیلاً لکھا ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ سبیا ایک شہر کا نام ہے جسے سبیا بن یسرب بن قحطان نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر دفاعی لحاظ سے بہت مستحکم اور گنجان آباد تھا۔ اس کی جوڑا بڑی پاکیزہ اور پانی بہت میٹھا تھا۔ باغات کی کثرت تھی جن کے پھل بڑے لذیذ تھے طرح طرح کے میوہات کجرت پائے جاتے تھے صنعتی کا یہ حال تھا کہ کھجی چمچہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ارد گرد پہاڑوں کا سلسلہ تھا۔ بارش ہوتی پانی بہ کر ریگستانوں میں شائع ہو جاتا۔ کھدہ چتیس کے عہد حکومت میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک زبردست بند (dam) تعمیر کیا گیا جس سے بارش کا پانی جمع ہو جاتا۔ اس بند میں پانی کے انحراف کے اوپر نیچے کئی سوراخ تھے جب ضرورت انھیں کھول کر پانی لے لیا جاتا جو مختلف نہروں کے ذریعہ تمام علاقہ کو سیراب کرتا۔ لوگ بہت خوش حال ہو گئے۔ خوش حالی اپنے ہمراہ عیش و عشرت اور فسق و فجور لے آتی۔ جب ان کی نافرمانیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو قبر الہی سیلاب کی صورت میں ظاہر ہوا۔ بند ٹوٹ گیا، سارا علاقہ برباد ہو گیا۔ اس کا ذکر قرآن میں کئی مواقع پر آیا ہے۔ وہاں مزید وضاحت کی جاتے گی۔

بلکہ بدبھد وہاں کے حالات بتا رہا ہے۔ علامہ سبیا کے تحت کے متعلق علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے

وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَ لَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿۴۶﴾ وَجَدُّهَا وَقَوْمَهَا

اور اسے دی گئی ہے ہر قسم کی چیز سے اور اس کا ایک عظیم (اٹھان) تخت ہے۔ میں نے پایا ہے اسی اور اس کی قوم کو کہ وہ

يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

سب سجدہ کرتے ہیں سورج کو سوائے اللہ تعالیٰ کے سلسلہ اور راستہ کر دیتے ہیں ان کے لیے شیطان نے ان کے لیے

فَصَدَّاهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۴۷﴾ أَلَا يَسْجُدُ لِلَّهِ

(مشکرانہ) اعمال سلسلہ میں اس نے روک دیا ہے انھیں (سیدھے) راستے سے پس وہ ہدایت قبول نہیں کرتے۔ وہ کیوں نہ سجدہ

الَّذِي يُخْرِجُ الخَبَاءَ فِي السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَ

کریں سلسلہ اللہ تعالیٰ کو خیر نکالتا ہے پوشیدہ چیزوں کو آسمانوں اور زمین سے اور وہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہو اور جو

مَا تَعْلَمُونَ ﴿۴۸﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۴۹﴾ قَالَ سَتُنظَرُونَ

تم ظاہر کرے ہو۔ اللہ تعالیٰ نہیں ہے کوئی ممبر و بجز اس کے وہ مالک ہے عرش عظیم کا۔ آپ نے فرمایا ہم پوری تحقیق کریں گے

قال ابن عباس كان طول عرشها ثمانين ذراعاً وعرضه اربعين ذراعاً وارتفاعه في السماء ثلاثين ذراعاً يعني اس کا
طول اسی ہاتھ عرض چالیس ہاتھ، اونچائی تیس ہاتھ۔

سلسلہ اس کے مذہب کے متعلق بتایا کہ وہ اور اس کی قوم سورج کی پوجا کیا کرتی ہے۔

سلسلہ یعنی شیطان نے اس کھلی گراہی کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کیا ہے اور وہ اس پر اس طرح فریضہ ہونگے
ہیں کہ عقل کے سارے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

سلسلہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ آیت الایسجد ذواللہ الحدیث کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے اور اس میں اُمت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تسلیمات کو خطاب کیا جا رہا ہے۔

۵۷ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ہم تیری اس بات کی پوری تحقیق کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عاقل کے
سامنے اگر کوئی ملزم مذہب پیش کرے تو وہ اس کو ٹھکرانہ دے بلکہ اسے قبول کرے اور اس کی چھان بین کرے اور تحقیق کرنے

کے بعد اس کے متعلق فیصلہ کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے لیس احد احب الیہ العذر من الله من
اجل ذلک انزل ان کتاب وارسل الوصل یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا کرتی نہیں۔ اسی لیے اس نے

السجدۃ

أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتِ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۗ إِذْ هَبُّ بِكِتَابِي هَذَا فَاَلْقَاهُ النَّارَ ۗ

اس بات کی کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھبی نطق بیانی کر کے والوں سے ہے۔ لے جا میرا یہ کتاب آسمان اور پہنچائے ان کی

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَأَنْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ۗ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُو الْأُفُوقِ

ظرف، پھر مٹ کر کھڑا ہو جان سے اور دیکھ ۳۳۰ وہ ایک دوسرے سے کیا گفتگو کرتے ہیں۔ (دخول ٹرہک مملکت نے

إِلَى كِتَابٍ كَرِيمٍ ۗ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۗ

کہا ہے سرداران قوم! پہنچا گیا ہے میری طرف ایک عزت والا خط آسمان کی طرف ہے اور وہ یہ ہے اللہ کے نام سے شروع کیا ہوا

الْأَعْلُو أَعْلَى وَآتُونِي مُسْلِمِينَ ۗ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُو الْأَفُوتُونِي فِي

جو آسمان اور زمین ہے تم لوگ خود متجزئہ کر دینے سے مقابلہ میں اور چلے آؤ میرے پاس فرمانبردارین کہ عکس لکھا ہے سرداران قوم! مجھے مشورہ دو میرے

قرآن نازل کیا اور رسول مبعوث فرمائے۔

۳۳۰ چنانچہ آپ نے بتیس کی طرف ایک خط لکھا جس کا مضمون اگلی آیت میں مذکور ہے اور نبی کو حکم دیا کہ اسے لے جا کر بتیس کو پہنچا دے اور پھر اس کے ردعمل سے مطلع کرے۔ النبی کا معنی کسی چیز کو اس طرح پھینکنا کہ وہ بھگے دکھائی دیتی ہے۔

الانقار طرح الشیء حیث تلقاه ای تدار (مفردات)

لیکن جب ترکیب کلام ٹول ہو جیسے اس آیت میں ہے تو پھر اس کا معنی پہنچا دینا ہے۔ صاحب مجد اس کی تہتیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں النبی الشیء الی الامراض طرحہ الیہ والقی الیہ القول وبالقول: ابلاغہ آتاء۔

۳۳۰ خط پہنچا کر بھاگ نہ آنا، الگ کھڑے ہو کر دیکھنا کہ اس کے بارے میں باجم کیا بات چیت کرتے ہیں۔ ای ملنا یرجع بعضہم الی بعض من القول (منظہری)

۳۳۰ کہتے ہیں کہ جب ملکہ سبا اپنے درباریوں کے ساتھ میٹھی ہوئی تھی تو بددہ نے وہاں ان کے سروں پر پہنچ کر کھینچ کر لیا شروع کیا جب بتیس نے نگاہیں اوپر اٹھائیں تو اس نے وہ خط اس کی گود میں پھینک دیا اور بعض نے کھلبتے کہ وہ سورہی تھی اور بددہ روزن سے داخل ہوا اور چپکے سے وہ خط اس کے سینے پر رکھ دیا بہر حال اس نے خط پڑھا تو اس کے اعجاز اور اس کے پر جلال اسلوب کو دیکھ کر لرز گئی۔ خور شاہی مشیروں کی مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں اس نے وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان سے رائے دریافت کی اور انھیں کہا کہ میں ہر معاملہ میں تم سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کیا کرتی ہوں اب بتاؤ اس خط کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ حتی تشہد دن ای حتی تحضرونی وتشہرونی او تشہدوا علی کونہ صلیاً۔

۳۳۱

أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونَ ۚ قَالُوا نَحْنُ أَوْلُو قُوَّةٍ وَ

اس معاملہ میں میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم موجود نہ ہو۔ وہ کہنے لگے ہم بڑے طاقت ور اور

أَوْلُو أَبَاسٍ شَدِيدَةٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكَ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ۚ قَالَتْ إِنَّ

سخت جنگجو ہیں ۹۳ اور فیصلہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے آپ غور کر لیں کہ آپ کا حکم دینا چاہتی ہیں۔ سگڑنے

الْمُلُوكَ إِذْ دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ

کہا سنتے اس میں شک نہیں کہ بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی سٹی میں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور نہایتتے ہیں ہاں کے معزز

يَفْعَلُونَ ۚ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنظِرَةٌ لِِمَ يَرْجِعُ

شہر لوں کو ذلیل اور یہی ان کا دستور ہے اس لیے جنگ کرنا قہر اور دشمنی نہیں اور میں بھیجی ہوں انہی طوت ایک تحفہ پھر دیکھو گی کہ چاہد

۹۳ جو اہل اہل سے وہاں جمع ہوتے انہوں نے کہا کہ جہاں تک فوجوں کی تعداد و سامان جنگ کی فراہمی اور شجاعت و مردانگی کا تعلق ہے وہ تو آپ سے پرشیدہ نہیں۔ آپ خود باتی ہیں کہ وقت آنے پر ہم اپنی بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائیں گے۔ بہر حال جنگ کی ذمہ داری لینے کے لیے ہم تیار نہیں۔ اس کے متعلق قطعی فیصلہ وہ ہو گا جو آپ کریں گی۔ جو آپ کے حکم کو ماننے کے لیے بسر و جسم تیار ہیں۔

۹۴ یقیناً وہ حضرت سلیمان کی قوت و طاقت اور ان کے عظیم لشکر سے باخبر ہو گی اس لیے وہ انہیں تیار ہی ہے کہ اتنے بڑے بادشاہ کا مقابلہ کر کے ہم خود اپنی ہلاکت و بربادی کو دعوت دینے کی حماقت نہیں کر سکتے۔ کوئی اور تدبیر ہی کرنا ہو گی۔

اس آیت میں ملوکیت کے مزاج سے کیسا پر وہ اٹھایا گیا ہے کہ بادشاہوں کے بہتر قدم جہاں پہنچتے ہیں اور جس ملک کو وہ فتح کرتے ہیں اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اس کے معاشی و مسائل پر اپنی ابارہ داری قائم کر لیتے ہیں اور وہاں کے اصلی باشندوں کو افلاس و غربت کی سختیاں پہننے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور جس شخص عن سلامی کی ذلت کو گوارا نہیں کرتا اور ان کے اس مالی استحصال اور سیاسی استبداد پر صدمے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اس کو اتنا ذلیل و رسوا کرتے ہیں کہ اس کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں رہتا و کذالک يفعلون فرما کہ اس حقیقت کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ان استعماری قوتوں کے قدم جہاں پہنچتے ہیں ہاں گے رہنے والوں پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ وہ فقر و فاقہ کے شکنجہ میں کس دیشے جاتے ہیں۔ فرانس، آزادی اور انسانی اقدار کا سب سے برا علمبردار ہونے کا ثمری ہے۔

الْمُرْسَلُونَ ﴿۲۰﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنَ قَالَ اتِمِدُّوْا نِي بِيَالِ فَمَا آتَيْنِي اللهُ

کیا جواب لیکر لوٹتے ہیں، جس وجہ سے قاصد آپ کے پاس رہدیں گے کہ آیا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم تو مال سے میری مدد کرنا

خَيْرٌ مِّمَّا آتَيْتَكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدْيَتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿۲۱﴾ اِرْجِعْ إِلَيْهِمْ

چاہتے ہو اور اس جو عطا فرمایا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم تو اپنے ہدیہ پر خوشی سے نہیں مہلتے اور کیا کوئی

فَلَمَّا آتَيْنَاهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ مِمَّا وَكُنَّا نَخْرِجُهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ

بڑی نادر چیز لائے ہیں تو وہ اس پہلے جابا انکے پاس اور ہم آجے ہیں انکی طرف ایسے لشکر کے کہ جن کے مقابلہ کی ان میں تاب نہیں اور ہم قہراً انکا حال دیکھتے

صَاغِرُونَ ﴿۲۲﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَيْكُمُ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ بَعَرْتُمْ أَعْيُنَكُمْ عَنَّا يَا آتُونِي

ان میں اس شہر سے ذلیل کر کے اور وہ عوار اور رسوا ہو چکے ہونگے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے، اور بار بار اللہ کون تم سے لے آئیگا میرے پاس

لیکن جہاں اس نے اپنے استعمار کے حوالے سے گاڑے وہاں کے لوگوں کی خوشحالی داستان الجوز اور وغیرہ نورا با آیات کے رہنے والوں سے پوچھیے۔

لکہ ایسے عظیم بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنا قرین دانشمندی نہیں لیکن یوں ہی اس کے دین کو قبول کر لینا بھی مقبولیت سے بعید ہے۔ میں یہ ہدیہ دے کر قاصد اس کی طرف بھیجتی ہوں اس کے رویت سے پتہ چل جائے گا کہ وہ بادشاہ ہے یا نبی۔ اگر بادشاہ ہوا تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے جو بادشاہوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اگر نبی ہوا تو پھر بھی معلوم ہو جائے گا۔ وہ ہدیہ جو مقبوس نے آپ کی طرف بھیجا تھا وہ کیا تھا۔ امام رازی فرماتے ہیں فالناس اکثر وافى صفحة العديّة لكن لا ذكورا فى الكتاب، یعنی اگرچہ لوگوں نے اس ہدیہ کے بارے میں بڑی مبالغہ آرائیوں سے کام لیا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ بہر حال وہ کوئی معمولی چیز نہیں ہوگی بلکہ بڑی قیمتی اور نادر اشیاء ہونگی۔

۲۱۔ قاصد جب ہدیہ لے کر پہنچے تو آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تمہیں اپنی دولت و ثروت پر بڑا گھمٹ ہے اور اپنے جہاں پر ات سے بھرتے ہوئے خزانوں پر بڑے اتڑاتے ہو اور میری طرف یہ تحفہ بھیج کر تم خوشی سے پھولے نہیں مہلتے سمجھتے ہو کہ تم نے بڑی قیمتی اور نادر چیزیں میری طرف بھیجی ہیں لیکن کان کھول کر سن لو۔ میری نظر میں تمہارے ان تحائف اور نورات کی پرکاش کے برابر بھی وقعت نہیں جو خزانے اور جہتوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی ہیں ان کے سامنے سب ہی ہیں۔ ان میں اپنی ملک کے پاس لے جاؤ اور ہا کر اسے میری طرف سے یہ بات صاف صاف سنا دو کہ اگر تم نے سورج کی پرستش سے توبہ کر کے میرے لئے ہوتے دین کو قبول نہ کیا تو میں ایسا لشکر جہاز لے کر تم پر چڑھائی کروں گا کہ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔

مُسْلِمِينَ ۱۶ قَالَ عَفْرَيْتُ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۱۷ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ

اس کے تخت کو اس سے پہلے کہ وہ آجائیں میری خدمت میں فرمانبردار بن کر عرض کی ایک عفریت نے جنات میں سے حکم جوتوں

میں لے آیا ہوں آپ کے پاس پہنچائیں کہ آپ کو کھڑے ہوں بنی بلکہ سے اور میں شک میں اس کو اٹھانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں (اور) امین

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۱۷ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ

بھی جوں عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا لہذا (اجازت جوتوں میں لے آیا ہوں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھکے پھر جب

لاقبل لہم دہا: ای لاطاقہ لہم (الصحابہ) قبل کا معنی طاقت ہے۔

۱۶ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بتیس کے تماقت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے خاوند انہیں واپس لے گئے اور سارا ماجرا اپنی ملکہ سے جا کر کہا وہ سمجھ گئی کہ آپ بادشاہ نہیں ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کی اس میں تہمت نہیں لیکن ایمان لانے سے پہلے وہ آپ کو اور آپ کے احوال کا خود مشاہدہ کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ شاہی تزک و انتشام کے ساتھ وہ آپ کی طرف روانہ ہوئی جب وہ قریب پہنچی تو آپ نے جا پا کر اپنے رب قدوس کی قدرت کاملہ کا ایک اور عین ثبوت دکھائیں نیز اس پر یہ امر بھی واضح کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی عزت اور کمال عطا فرمایا ہے کہ آپ کے غلاموں میں بھی ایسے بالکمال لوگ موجود ہیں جو ایسے کوشے دکھا سکتے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کون بتیس کے شاہی تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لاسکتا ہے جنوں میں سے ایک طاقتور جن اٹھا اور دست بستہ عرض کرنے لگا کہ اگر اس خادم کو حکم ہو تو اس مجلس کے برقعہ ہونے سے پہلے اسے یہاں پہنچا دوں۔ اگرچہ وہ بڑا بیماری بھر کم ہے اور سافت بھی ڈیڑھ ہزار میل سے زیادہ ہے لیکن میں قوی ہوں، ایسا کر سکتا ہوں اور میں امین بھی ہوں جو قسمتی جو اہل اس میں جڑے ہوئے ہیں ان میں ہرگز خیانت نہیں کرونگا آپ نے اس کی پیش کش کو قبول فرمایا۔ گویا آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ آپ کا کوئی درباری اس معمولی کام کے لیے اتنی لمبی مہلت مانگے ۱۷ چنانچہ ایک اور آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے مؤذبانہ انہماں کیا کہ اگر مجھے ارشاد ہو تو آکھ چکے سے پہلے تخت کو وہاں سے اٹھا کر آپ کے قدموں میں لاکر رکھ دوں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اور جب آپ نے آنکھ کھولی تو تخت وہاں موجود تھا۔ آپ نے اپنے ایک خادم کی اس ثقت کا مشاہدہ کیا تو دل میں غور و نحوث کے جذبات پیدا نہیں ہوئے بلکہ فوراً سراپا بناد بن کر اپنے مولیٰ کریم کا شکر ادا کرنے لگے عرض کیا یہ میرے رب کا فضل و کرم ہے جس نے مجھے اتنی عزت اور سرفرازی بخشی ہے کہ میرے خدام ایسا کام کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا یہ فضل بہت بڑی آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اس کی عنایت جلیلہ پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کا اظہار کرتا ہوں۔

قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ؕ أَشْكُرَ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ

آپ نے یہ بھی لکھا کہ وہ کھا ہوا ہے آپ نے نزدیک تو فرمائے تھے یہ میرے رب کا نفل (دکم) ہے تاکہ وہ آزمائے مجھے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری

فَأَنبَأَ شَكَرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ قَالَ نَكَرُوا

اور جس نے شکر کیا تو وہ شکر کرتا ہے اپنے بھلے کے لیے ۱۵۵ اور جو ناشکری کرتا ہے (وہ اپنا نقصان کرتا ہے) بلاشبہ میرا رب غنی بھی ہے اور کریم بھی

مصیبت اور تکلیف کو تو ہم سب امتحان اور آزمائش تصور کرتے ہیں لیکن جب غرحت و مہر کا ذور آتا ہے جب اس کے انعامات کی بے ہوا بارش ہونے لگتی ہے تو ہم اس بات کو قبول جانتے ہیں کہ یہ بھی امتحان ہے اور پیلے قسم کے امتحان سے بڑھتے امتحان ہے اس میں کامیاب ہونا بڑے دل گروے کا کام ہے۔ تکالیف و مصائب کے امتحان میں کامیاب وہ ہوتا ہے جو صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے اور آرام و آسائش کی آزمائش میں کامیابی کا سہرا اس کے سر باندھا جاتا ہے جو شکر گزار ہو اور شکر کا صرف یہ مطلب نہیں کہ آپ صرف زبان سے ہی شکر تہ ادا کرتے رہیں بلکہ حقیقی شکر یہ ہے کہ اس نعمت کو اس طرح استعمال کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو۔

۱۵۵ یہ کہہ کر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے تم اس پر کوئی احسان نہیں کر رہے بلکہ اپنے لیے مزید نعمتوں کا دروازہ کھول رہے ہو اور اگر تم نے ناشکری کی تو مزید عنایات کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا بلکہ پیلے انعامات سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اللہ تعالیٰ غنی اور کریم ہے اگر کوئی اس کا شکر گزار بندہ بنا رہے تو وہ اسے اور زیادہ دیتا جائے گا کیونکہ وہ غنی ہے اس کے خزانے بھر پڑے ہیں اور وہ کریم ہے اس کا دست جو دہلے عطا سخاوت کرتا ہی رہتا ہے۔

ایک چیز بھی تحقیق طلب ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے دم بھر میں بقیں کا شاہی تخت پندرہ سو میل کی مسافت سے سب سے بیت المقدس پہنچا دیا نیز وہ تخت کہیں صحن میں تو پڑا نہیں ہو گا بلکہ قصر شاہی کی کسی محفوظ ترین جگہ میں رکھا ہو گا اور اس کی نگہبانی کے لیے خصوصی پہرے داروں کا انتظام بھی ہو گا۔ اس کے متعلق کسی نے حضرت خضر کا نام لیا ہے اور کسی نے جبرئیل کا اور کسی نے آصف بن برخیا کا۔ اور یہ آخری قول زیادہ مشہور ہے لیکن قرآن نے اس کا نام نہیں لیا بلکہ اس کی صفت سے اس کا تعارف کرا دیا یعنی اُس شخص نے یہ بات کہی جس کے پاس کتاب کا علم تھا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کی یہ صفت ایسی تھی جس کا اس خیر العقول کا نام سے کی انجام دہی کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔ امام رازی لکھتے ہیں

وَاللَّهُ وَالْوَصْفَ تَأْتِيًا فِي نَقْلِ ذَلِكَ الْعَدِشِ (کبیر) امام عبد القادر جرنجانی نے اسرار البلاغہ میں تصریح کی ہے کہ جب کسی فاضل کی توصیف صلیب سے کی جاتے تو اس فعل کے صدور میں اس سلسلہ کو خصوصی دخل ہوتا ہے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس شخص میں یہ قوت اور طاقت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس بلکہ صحن اکتیبہ کتاب کا علم تھا۔ اس آیت سے کرامت اولیاء کا ثبوت بھی ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک اُستی ۱۰ کتاب کے علم

لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرَ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۱﴾

اپنے علم یا عقل کی تلاش کے لیے اس کے تخت کی نشانی پر دیکھتے ہیں کہ وہ حقیقت پر آگاہ ہوئی ہے یا ہوسالیاں ہنسان لوگوں میں جو حقیقت کو نہیں

فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ

پہچانتے۔ سو جب وہ آئی تو اس سے پوچھا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے جتنے کہہ گئے تھی یہ تو ہنوس ہنوس ہی ہے۔ اور میں اطلاع مل گئی تھی اس

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

واقف کی اس سے پہلے اور ہم تو فوراً ہی ازبہن کرنا فرماتے تھے میں۔ اور روک رکھا تھا اسے (ایمان لانے سے) ان بتوں نے جنہوں نے وہ بتوں

کی برکت سے ایسا کام کر سکتا ہے تو سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ولی جو ان کتاب کا نہیں بلکہ اللکتاب المسبین کا عالم اور اس کے اسرار و معارف پر آگاہ ہے اس سے ایسے امور کا سز و دہن کیا مشکل ہے۔ وہ لوگ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کاملین کی کرامات کا انکار کرتے ہیں انہیں قرآن کریم کی اس آیت میں مکرر فرم کرنا پائیے۔

ہمارے تہجد و پند مندریں کہتے ہیں کہ آپ نے جب بتوں کی آمد کی خبر سنی تو اپنے درباروں سے کہا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو بتوں کے بیٹھے کے لیے کوئی تخت بنا دے تاکہ جب وہ یہاں آئے تو اسے اس پر بٹھایا جائے ان کی اس تاویل کو دیکھ کر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یا تو وہ عربی لغت کے مبادیات سے بھی ناواقف ہیں ورنہ وہ ان کے باتین بعد شبہا و ذکر تم میں سے کون میرے پاس اس کا تخت لاسکتا ہے، کا یہ ترجمہ بے گزند کرتے۔ اور اگر ارضیں آنا علم ہے تو یہ باور کرنے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ قرآن کی تصریحات پر ان کا دل نہیں جتنا کھلے بندوں اس کا انکار کرنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے اور بڑوں کے ہامت اپنی قلبی مناققت کو تحریف کے پردوں میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تیسرے آپ نے مکہ دیا کہ اس تخت کی شکل و صورت میں کچھ فرق و بدل کرو۔ وہ ہم دیکھیں گے کہ وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

شک ہے جب بتوں آئی تو اس سے پوچھا گیا کیا تیرا شاہی تخت بھی اسی قسم کا ہے جیسے یہ ہے۔ وہ فوراً بھانپ گئی اور کہنے لگی یہ تو زمینداری معلوم ہوتا ہے اور میں اس بات کی اطلاع پہلے ہی مل چکی ہے کہ تخت آپ کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس کا پہلا بھانپ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی شان و عظمت دکھانے کے لیے آپ نے یہ معجزہ دکھایا ہے۔ ہم تو اس سے ہی مان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے آپ کو ربی نعمتوں سے فرما دیا ہے اور ہم تو مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ شکہ ایسی سلیم الطبع خاتون جس نے حق کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور بلا تامل اسے قبول کر لیا۔ اب تک سورج کی پر جا

إِنَّمَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿۲۴﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ

کیا کرتی تھی اللہ تعالیٰ کے سوا عیشک وہ قوم کفار سے تھی۔ اسے کہا گیا اٹھ کر اس محل میں داخل ہو جاؤ یہیں جب اس نے دیکھا اس

لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيهَا قَالَتْ إِنَّهَا صَرْحٌ قُمَرٌ مِّنْ قَوْمِ رِيٍّ قَالَتْ

رے بلوریں فرش، کو تو اس نے خیال کیا کہ یہ گہرا مانی بسے اور اس نے کڑا اٹھایا اپنی دونوں ہنڈیوں سے۔ آپ نے فرمایا وہ پانی نہیں ہے نہ

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمِنَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۵﴾

چمکا راجل ہے بلور کا بنا ہوا اس کی آنکھیں کھلی گئیں کہنے لگی اے میرے رب! میں راجتک ظلم تو جانی رہی اپنی جان پر اور اب ایمان لائی ہوا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ

سیمان کے ساتھ اللہ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اے اور عیشک ہم نے ثمود بنا کر بھیجا ثمود کی طرف لکھے جانی صالح کو ۲۵ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ

کیسے کرتی رہی اس کی وجہ بیان فرمادی کہ وہ پیدا ہی ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں سورج کی پرستش کی جاتی تھی۔ اسے آج تک کسی نے یہ بتایا ہی نہیں تھا کہ سورج عبادت کے لائق نہیں، بلکہ عبادت کے لائق تو وہ ہستی ہے جس نے سورج کو پیدا کیا۔ اس کو نور و حرارت کا سرچشمہ بنایا۔ اور اسے اپنے قانون کا پابند بنا کر انسان کی خدمت پر مامور کر دیا۔

۲۵ آپ کا ایک عظیم الشان محل تھا جس کا فرش تلور کا بنا ہوا تھا۔ اس کے نیچے پانی روان رہتا تھا آپ نے اپنا تخت اس محل کے وسیع صحن میں بچھایا اور اسے شرف باریابی حاصل کرنے کی اجازت دی۔ وہ جب اندر داخل ہونے لگی تو اسے یوں محسوس ہوا کہ وہاں پانی کی لہریں موجزن ہیں۔ اس نے اپنے پانسے چڑھائے تاکہ پانی میں جھینگ نہ جاتی۔ اسے یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ پانی صحن میں نہیں بلکہ صحن تلور کا بنا ہوا ہے اور پانی اس کے نیچے بہ رہا ہے۔

نہشہ آپ نے اس کی غلطی پر اسے مستنبط فرما دیا۔ قواسمیر، شیفنہ تلور۔ مستود، مستس، صاف شفاف چمکدار۔ امرد، اس نوجوان کو کہتے ہیں جس کے زنساروں پر ابھی بال نہ اٹگے ہوں۔

۲۶ اے دل تو پہلے ہی نور ایمان سے روشن ہو گیا تھا۔ اب جب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بے اختیار ہوا کہ اپنی سابقہ گراہی پر نہایت کا اظہار کیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

مؤمنین نے دیکھا ہے کہ آپ نے یقیں کو اپنا حرم بننے کی عزت بخشی اور اس سے آپ کی اولاد بھی ہوتی اللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ اب پھر حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا حال بیان ہو رہا ہے۔ حضرت صالح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی تو چند سعید زوجوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ لیکن اس کی بھاری اکثریت اپنے

فَرِيقًا يَخْتَصِمُونَ ﴿۵۵﴾ قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

کی نوروہ دو گروہ بن گئے (اور کہیں میں) جھگڑنے لگے۔ صلح کرنے فرمایا اسے میری قوم! کیوں تیزی کرتے ہو زبانی کرنے میں نیک

الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ

کام کرنے سے پہلے تم کیوں نہیں بخشش طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے شہ شاید تم پر رحم کر دیا جائے کہنے لگے ہم تو برا شگون سمجھتے ہیں

بَيْنَ مَعَكَ قَالَ طَبَّرَكُمُ اللَّهُ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿۵۷﴾ وَ

تصیں اور تمہارے ساتھیوں کو ہٹھے آپ نے فرمایا تمہارا برا شگون تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بلکہ تم ایسی قوم ہو جو فتنہ میں مبتلا کر دی گئی ہے

تفریحی رہی جس طرح سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے۔

۵۵۔ انھوں نے سرکشی کی انتہا کر دی اور اپنے نبی کو چیلنج دے دیا کہ آپ جو عذاب ہم پر اتارنا چاہتے ہیں بیشک اتار دیں ہم آپ پر ایمان لانے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ آپ نے انہیں گھمایا کہ تم کہتے نادان ہو گناہوں سے توبہ تو کرتے نہیں جو اور عذاب کے لیے جلدی پھا رہے ہو۔ اگر عذاب آگیا تو کہاں سر چھپاؤ گے السیئة سے مراد عذاب ہے۔ يَطَّلِعُ الْإِنسَانُ بِمَا تَعْدَنَانِ كُنْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

۵۶۔ اگرچہ تم نے کفر و شرک میں عمریں برباد کر دی ہیں اور میری دعوت کو بھی عرصتہ دراز سے ٹھکرا رہے ہو لیکن آج بھی اگر تم سچے دل سے توبہ کرو تو میرا کریم و رحیم خدا تمہاری توبہ کو قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔
۵۷۔ انھوں نے جواب دیا تم نے ہماری قوم میں انتشار پیدا کر دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی۔ ہم بڑی محبت اور پیار سے وقت گزار رہے تھے تم نے آگ میں ایک دوسرے کا دھن بنا دیا۔ ہم تیرے بیسے فتنہ پر دانا پر ایمان لانے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ نیز جب سے تم یہاں آئے ہو ہر قسم کی نصیبتوں نے ہمیں گھیر لیا ہے کبھی وقت پر بارش نہیں ہوتی۔ بوند نہ پانی کے لیے ترستے رہتے ہیں۔ ہمارے کیتوں میں خاک اڑنے لگی ہے طرح طرح کی وبا میں ہمارے لیے بربادی کا پیغام لے کر آتی رہتی ہیں۔ آپ اور آپ کے یہ ساتھی ہمارے لیے تو وبال جان ثابت ہوتے ہیں اور تمہاری نخوت سے ہمارا سارا علاقہ ویران ہوتا جا رہا ہے۔ اگر کسی کام کو چاہ رہے ہوں اور راستہ میں تم سے یا تمہارے کسی مرید سے مدد بھیڑ رہا ہوں تو پھر نایاب غامر واپس لوٹنا پڑتا ہے۔ ہم آپ کی برکتوں کا اندازہ کر چکے ہیں۔ ہم سے یہ امید نہ رکھو کہ ہم کبھی تم پر ایمان لائیں گے کیونکہ عرب عام طور پر فتنے پر نمدوں اور ان کی آوازوں سے شگون لیا کرتے تھے اس لیے مطلق شگون کو ہی طائر کہہ دیا جاتا ہے۔

۵۸۔ آپ نے فرمایا یہ مصائب اور تکالیف جنہیں تم میری طرف غسوب کر رہے ہو حقیقت میں یہ تمہاری اپنی بد کاریوں کا نتیجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نازل ہو رہی ہیں۔ تم حقیقت کو تو کھینچنے کی کوشش نہیں کرتے اور خواہ مخواہ مجھ پر الزام ٹھکتے چلے جاتے ہو

كَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۵۸﴾

اور اس شہر میں نو شخص تھے ۵۸ جو فتنہ و فساد برپا کیا کرتے تھے اس علاقہ میں اور اصلاح کی کوئی کوشش نہ کرتے۔

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّكَ وَأَهْلَكَ ثُمَّ لَنَنْقُولَنَّ لَوَلِيٍّ مَا شَهِدْنَا

انہوں نے کہا آؤ اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کر لیں ۵۹ کہ شب خون مار کر صلح اور اس کے اہل خانہ کو ہلاک کر دینگے پھر کہیں گے اس کے وارث

مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَاصِدِّقُونَ ﴿۵۹﴾ وَكَرُوا مَكْرًا وَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ

سے کہ تم تو سچے ہو مگر ہمیں نہ سمجھتے جب انہیں ہلاک کیا گیا اور یقین کرو ہم باہل کج کہتے ہیں اور انہوں نے سچی خفیہ سازش کی اور وہ ہم سے سچی نہیں

۵۸ تین سے لے کر دس تک یا سات سے لے کر دس تک کے گروہ کو دھٹ کہتے ہیں۔ اس قبیلہ کے نو سردار تھے ان کے ارٹ کے حضرت صلح علیہ السلام کی مخالفت میں ہمیشہ سرگرم رہا کرتے بہرینیں زاوہ کے ساتھ اس کے حواریوں کی ایک ٹولی بھی ہو کر آئی اس لیے انہیں تسعة دھط کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ تسعة دھط سے بعض حضرات نو شخص بھی فرمادے ہیں اور ان کے نام بھی گنوائے ہیں لیکن ایک تو ان ناموں میں اختلاف ہے دوسرا ان کے نام جاننے سے فہم قرآن میں کوئی مدد نہیں ملتی اس لیے ان کا پہلا ذکر بے ثمر ہے۔

۵۹ جب انہوں نے دیکھا کہ ہماری ایذا رسانیوں کے باوجود حضرت صلح اور ان کے ساتھی باز نہیں آتے تو انہوں نے ایک جگہ میٹ کر یہ سازش کی کہ رات کو بے خبری میں صلح اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے انہیں تہ تیغ کر دو۔ اگر ان کے کسی وارث نے ہم سے دریافت کیا تو ہم انہیں یقین دلا دیں گے کہ ہمیں قطعاً کوئی علم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا اور نہ ہم وہاں موجود تھے جب ہم انہیں یقین دلا دیں گے کہ ہمارا ان کے قتل کے ساتھ ذور کا واسطہ بھی نہیں تو وہ خاموش ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت صلح کے وارث کمزور اور بے نواقم کے لوگ ہوں اور ان کے متعلق انہیں یہ خیال ہو کہ جب ہم دوسرا قوم ایک بار یہ کہیں گے کہ ہم نے انہیں قتل نہیں کیا تو ان کی یہ مجال کہاں کہ وہ ہم سے مزید نگرار کریں اور اس شہر بھر میں کون ایسا ہے جو ہمارے خلاف گواہی دینے کی جرأت کرے۔ تجھوڑا سا ہنگامہ برپا ہو گا اور رو دھو کر شہپ ہو جائیں گے۔ اس طرح یہ باغی عنصر جو سزاوار تھا اس کی بروقت سرکوبی ہو جائے گی۔ تقاسموا ای تعالفا لنبیتنہ البیات مباغتة العدو وعاجاتہ بالایقاع بالید وبعواقل دشمن پر بے خبری میں شب خون مارنے کو بیات کہتے ہیں۔

۶۰ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ سازش اونٹنی کی کرپن کاٹنے کے بعد کی تھی جب حضرت صلح نے انہیں بتایا کہ تمیں تین دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم پر عذاب آئے گا جو تمیں نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ بجائے اس کے کہ وہ اس آخری سرزنش سے بچتے ہوتے۔ اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر گڑگڑا کر معافی مانگتے انہوں نے اٹا حضرت صلح کو

لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ نَكْرِهِمْ اَلَا اَدْرَاكُمْ اَنْتُمْ وَقَوْمُكُمْ

تمہیں کی اور وہ سمجھی نہ سکے (جاری تدبیر کی تم غور ہی) دیکھ لو کیا (برہنہ) ان کے کما کا ستہ ہم نے برباد کر کے رکھ دیا ہے

اجْمَعِينَ ۝ فِتْلِكَ بِيَوْمِكُمْ خَاوِيَةً يَمَاظَلُمُوا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ

ان کی ساری قوم کو کہیں یہ ان کے گھر میں جو اڑے پڑے ہیں ان کے ظلم کے باعث۔ بیشک اس میں عبرت ہے اس قوم کے لیے

يَعْلَمُونَ ۝ وَاَنْجِيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ

جو دیکھ جانتی ہے اور ہم نے بچا لیا انہیں جو ایمان لائے تھے اور اپنے رب سے ڈرتے تھے اور بابر کو لوگو کو جب آپ نے اپنی

لِقَوْمِيْهِ اَتَاوُنَ الْفٰحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْجِرُوْنَ ۝ اِيْنَكُمْ لَتَاوُنَ الرَّجَالِ

قوم کو فرمایا کیا تم از کتاب کرتے ہو بے حیائی کا مالا کم دیکھ رہے ہو تمہیں جو۔ کیا تم جانتے ہو مردوں کے پاس شہرت والی

شَكْوَةٌ مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ

کے لیے (اپنی) بیویوں کو چھوڑ کر ملکہ بلکہ تم تو بڑے نادان لوگ ہو۔ پس نہیں تھا آپ کی قوم کا جواب

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ يَفْسُقًا اَوْ جَبَلًا لَّيْسَ لَهَا جَزَاءٌ اِلَّا اَنْ يُقْتَلَ بِهَا ۝

قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ

مجراس کے کہ انھوں نے کہا نکال دو آل لوط کو اپنی بستی سے ، یہ لوگ تو بڑے پاکساز

يَتَطَهَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۵۹﴾

بنے پھرتے ہیں ستمہ سوسمہ نے بچایا لوط کو اور ان کے اہل خانہ کو سوائے ان کی بیوی کے ہم نے فیصلہ کر لیا اسکے متعلق کہ وہ بچیے

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۶۰﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ

رہنے والوں میں ہوگی اور ہم نے ان پر خوب پتھر برسائے پس تباہ کن پتھر اور تھار بار بار ڈرائے جانے والوں پر فرمائیے سب تعریفیں اللہ

وَسَلَّمَ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا يُشْرِكُونَ ﴿۶۱﴾

تعالیٰ کے لیے ہیں سلاٹہ اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے چن لیا اور سواؤ کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک بناتے ہیں سلاٹہ

اسے دوبارہ مزید صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ ۶۱۔ ازراہ مذاق و تخریج یہ کہا کرتے تھے۔

۶۰۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی زبان پاک سے اپنے خداوند کریم کی حمد و ثنا کریں جس نے ہمیشہ حق کا بول بالا کیا اور اہل حق کو اپنی تائید و نصرت سے سرفراز فرمایا اور جس کی یہ شان ہے وہی اس قابل ہے کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ اس کی حمد کے ترانے گا تا رہے اور اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتا رہے۔ اس کی حمد کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان نفوس قدسیہ کو فراموش نہ کیا جائے جو اپنے مولا کریم کا نام لہ کر کے کے لیے مصائب و آلام کے ہر پھاڑے ٹکرائے۔ دنیا بھر کی مخالفتوں کے باوجود ان کے عزم میں کبھی ہلچک پیدا نہ ہوئی۔ جو روتھم کی کوشش کے ہر ترس کو اپنے سینے پر لیا اور پھر بھی ٹکراتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب اس کی حمد کی جائے تو ان پاکستیزوں پر بھی درود و سلام کے گہاٹے نہیں بچاؤ کیے جاتیں نیز اس آیت کے بعد کہ تو کہ تو عید کا مبارک بیان شروع ہونے والا ہے اس لیے اس بیان کی اہمیت کے پیش نظر اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے پاک بندوں پر صلاۃ و سلام سے ہوا ہے۔ اسی لیے علماء اسلام جب بھی تقریر کے لیے کھڑے ہوتے ہیں یا کوئی خطبہ دیتے ہیں یا کوئی کتاب تالیف کرتے ہیں تو اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے اور اس کے نبی کریم پر درود و سلام سے کرتے ہیں۔ ولقد تورث العبادوا لخطبا اور الوعاظ کا براء من کا برھنا الادب فحمدوا اللہ وصلوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کل علم مفاد و قبل کل عطفة و خطبة (قرطبی)۔

بعض علماء نے اذین اصطفیٰ سے صحابہ کرام مراد لیے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مجرب کی نفاقت کے لیے منتخب فرمایا۔ ۶۱۔ خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل سے یہ تانا مقصور ہوتا ہے کہ یہ صفت دونوں میں پائی جاتی ہے

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

جلاوہ کون ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو ۵۵۲ اور جس نے آمارا تمہارے لیے آسمان سے پانی ۔

فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنبِتُوا شَجَرَهَا

پھر ہم نے اگائے اس پانی سے خوش منظر باغات ۔ تمہاری طاقت نہ تھی کہ تم اگا سکتے ان کے درخت ۔

عَالِهِمْ اللَّهُ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ ۵۵۳ اَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ

کیا کوئی دوسرا خدا ہے اللہ کے ساتھ؟ بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو راہ راست سے ہٹ بیٹھے ہیں ۵۵۳ جلا کر کے بنایا ہے زمین کو ۵۵۳

لیکن ایک میں زیادہ دوسرے میں کم جیسے زید اعلیٰ من عم وکامنی ہے کہ زید عمر سے زیادہ عالم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمر و باکل جاہل ہے لیکن یہاں تو بتوں میں خیر کا واہمہ تک بھی نہیں۔ اس لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ یہاں اس تم تفضیل کے معنی میں استعمال نہیں بلکہ محض خیر و خوبی کے اظہار کے لیے ہے یا اس لیے کہ انہار اپنے زعم باطل میں کچھ نہ کچھ خیر و بھلائی تو اپنے بتوں میں یقین کرتے تھے۔ اسی لیے تو ان کی توبہ کرتے تھے۔

۵۵۳ یہاں سے بہت پرستوں اور مشرکوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ جن خداؤں کی تم پرستش کرتے ہو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ ہے۔ ہر قسم کے انعامات و احسانات کا سر شریف فقط اسی کی ذات و الامانات ہے تو پھر کسی اور کو خدا کیوں بنایا جاتے۔ چنانچہ کائنات کی مختلف چیزوں کو مشرکین کے سامنے کیے بعد دیگرے پیش کیا جا رہا ہے اور ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا ان کی تخلیق، ان کی تحسین و تزئین اور ان کی نشوونما میں کسی اور کا بھی کوئی حصہ ہے تاکہ اسے خدا بنایا جاسکے اور اسے پوجا جاسکے۔ پہلا سوال ان سے یہ کیا گیا کہ یہ آسمان اور زمین کس نے پیدا فرمائے۔ پھر یہ بتاؤ آسمان سے پانی کون برساتا ہے۔ تمہارے وائیں باتیں یہ خوش منظر باغات جو بلہبار ہے ہیں کس نے اگائے ہیں۔ تم میں تو اتنی طاقت بھی نہیں کہ تم از خود ایک پودا بھی اگا سکو۔

۵۵۳ اے بتوں کو پڑھنے والو! بتاؤ، کیا آسمان، زمین کی تخلیق یا ان باغات کی آفرینش میں کوئی اور خدا بھی شریک ہے اگر تم ہی مانتے ہو کہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کیوں نہیں کرتے۔

۵۵۳ یہ کافر بھی عجیب و غریب مخلوق ہیں۔ اتنے واضح دلائل کے باوجود اللہ تعالیٰ سے روگردان ہیں یا ان بتوں کو اس کا گہر جگتے ہیں۔ یعدون من العادل بمعنى الا نحراف وقيل من العدل بمعنى المساوات ای بسا وون به غیره تعالیٰ من

العتصم (روح المعانی)

۵۵۳ تو ارا کا معنی ہے مستقر یعنی ٹھہرنے کی جگہ جہاں تم آباد ہو اور اپنی زندگی خوشی اور آرام سے بسر کر رہے ہو۔ تفرار کے

قَرَارًا وَجَعَلَ خَلْفَهَا اَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَواسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ

عُشْرَمَہ کی جگہ اور جاری کریں اس کے درمیان نہریں لگا لے اور بناوئے زمین کے لیے نئے دیہاتوں کے لشکر اور بناوی روکندوں

ایک منظر میں آپ جتنا غور کریں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی شان ربوبیت کے ان گنت کرتے آپ کو یہاں سمجھنے ہوتے نظر آئیں گے۔ انسانی زندگی کی بقا اور نشوونما کے لیے زمین میں کن خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے، کون کون سی ایسی چیزیں ہیں جو اگر موجود نہ ہوں تو انسانی زندگی ان رعنائیوں اور مستزوں سے یکسر خالی ہو جس سے اب اس کا دامن ممتور ہے، کون کون سی ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ان کا سراغ نہ لگایا جا سکے تو ایجاد و اختراع کی بے پناہ قوتیں جو اس کی فطرت میں مضمون ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے کار پڑی رہیں۔ ان تمام وسائل اور اسباب کی ہم زمانی کے بعد ہی انسانی زندگی کو بقا اور نشوونما نصیب ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ قرار کے منظر میں آپ جتنا غور کرتے چلے جائیں گے مہارت و معانی کا ایک لائق تباہی سلسلہ آپ کے سامنے بے نقاب ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں میں نیویارک سائنس اکیڈمی کے پریزیڈنٹ اسے سی مورین کے مضمون کا ایک مختصر اقتباس مکر پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو امن جعل الامرض قدارا کا مفہوم مزید واضح ہو جائے گا۔

”زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اس کی رفتار ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو جھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رہتی تو سورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے نچھو کر رکھ دیتی۔ سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہیسٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی حرارت اتنا قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے اور اگر سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری کی بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو گرہ زمین برف کے نیچے دب جاتا اور اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی تمازت سے جل کر راکھ ہو جاتی۔ زمین کا جھکاؤ تیس درجے کا زاویہ بنا تا ہے۔ اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب و قنون کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی نور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں بڑبڑ اس شدت سے آٹا کہ پہاڑوں تک کو بھی بہا کر لے جاتا اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ نیاؤ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن صرف ہو جاتی اور روستے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا۔ اس چکمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانہ بہتی آفاتا معرض وجود میں نہیں آگیا بلکہ ایک حکیم و دانائے خلق نے اس کی تخلیق فرمائی ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا“ (ضیاء القرآن، جلد اول، الاقسام، ۳۰ کا حاشیہ)

الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا إِلَيْهِ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾

کے درمیان آڑ لٹھ کیا کوئی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں ۱۱۷

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ

بملا کر قبول کرتا ہے ایک بقیہ راہ کی فرما جب وہ اسے پکارتا ہے اور دکھ اور کون، دور کرتا ہے تکلیف ۱۱۸ کو لوہا کس

اب آپ نے فرم فرمایا کہ آمَنَ جَعَلَ الْأَمْنَيْنِ قَدَارًا کا کیا مفہوم ہے۔

۱۱۷ اس کو تمہاری قرار گاہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر طرف پانی کی ہم رسانی کے لیے ندیاں رواں کر دی ہیں۔ کچھ ظاہری سطح پر دریاؤں، چشموں کی شکل میں تعین نظر آتی ہیں اور کچھ زیر زمین ہیں جن سے تم کو تیس کھود کر ٹیوب ویل نکال کر اور دوسرے مختلف طریقوں سے پانی نکالتے ہو جو اور میدان ہوں یا اونچے پہاڑ پر جگہ ہم نے تمہارے لیے پانی کا ذخیرہ فراہم کر لیا ہے ذرا غور کرو جہاں پانی نایاب ہے یا اس کی سطح کو ہم نے اتنا گہرا کر دیا ہے جہاں تک اس مشینی دور میں بھی تمہاری رسانی نہیں ہوتی وہاں تم کوئی بستی آباد کر کے کوئی بارنگ نکال کر یا کوئی فصل کاشت کر کے دکھاؤ تو کوئی بات بھی ہو۔

۱۱۸ شے کو زمین محیط ہوا میں معلق ہے۔ اگر ہم اس کو پہاڑوں کے ٹکڑوں سے ایک حالت پر قرار دیتے تو یہاں آبادی کا امکان تک نہ ہوتا۔ ہر وقت اسی قسم کے خوفناک جھلکے آتے رہتے۔ جن کا مشاہدہ تم گاہے گاہے زلزلہ کی صورت میں کرتے ہو جن کی وجہ سے آن واحد میں تمہاری فلک بوس عمارتیں اور گنجان آبادیاں میز بند خاک ہو جاتی ہیں، دریاؤں کے رخ بدل جاتے ہیں زمین کے شکم سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ ہم نے اپنی قدرت و حکمت سے پہاڑوں کے کیل گاڑ کر اس کا توڑنا ایسا برقرار رکھا ہے کہ وہ اپنی طبعی حرکت سے متحرک ہونے کے باوجود تمہارے لیے کسی اضطراب کا باعث نہیں بنتی۔

۱۱۹ شے پھر شے اور کھاری پانی کو باہم ملنے سے ہم نے روکا ہوا ہے اور لبا اوقات یہ رکاوٹیں اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ تم ان کا انکشاف بھی نہیں کر سکتے لیکن اتنی لطافت کے باوجود وہ اتنی چمکتی اور مضبوط ہوتی ہیں کہ کیا مجال کہ دونوں پانی آپس میں غلط ملط ہو سکیں۔

۱۲۰ شے اب بتاؤ یہ سب کچھ کس کی قدرت، حکمت اور علم کی جلوہ نمائی ہے۔ کیا کوئی اور خدا ہے جس کو تم شریک کا رہنا سکوجب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کسی کو الٰہ اور معبود کیوں بناتے ہو۔ کیا اس سے بڑی حماقت کوئی اور بھی ہو سکتی ہے۔

۱۲۱ شے مفسد اس نصیبت زدہ کو کہتے ہیں جسے مصائب اور شدائد نے اتنا گھبرا دیا ہو کہ وہ ہر طرف سے شے موڑ کر صرف اللہ کی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے۔ قال ذوالنون: هو الذي قطع العلائق عداوة الله (قرطبی)

سہل بن عبد اللہ سے اس کا ایک یہ مفہوم بھی مذکور ہے کہ وہ گنہگار جس کی ساری عمر گناہوں میں گزری۔ اس کا نامہ اعمال نیکیوں اور طاعتوں سے کیر خالی ہو۔ اور جب وہ دُعا کے لیے بارگاہِ الہی میں ہاتھ اٹھائے تو اسے کوئی نیکی نظر آئے جس کے

خُلْفَاءَ الْأَرْضِ ط عَالِهَةٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ط

نیا جسے تمہیں زمین میں راہگلوں کا خلیفہ۔ کیا کرنی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟ تم بہت کم غور و فکر کرتے ہو۔

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيْحَ

جلا کون راہ دکھاتا ہے تمہیں گمراہی کے اندھیروں میں اور کون بھیجتا ہے ہواؤں کو جو تجزیٰ لینے کے لیے

دیر سے وہ دُعا کر کے۔ اس کا پھر رسول اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت پر ہو۔ قال سہیل بن عبد اللہ، المُضَطَّرُّ هُوَ الَّذِي إِذَا رَفَعَهُ يَدِيهِ إِلَى اللَّهِ دَاعِيًا لِعَرَبِيْنَ لَهُ وَسِيْلَةٌ مِنْ طَاعَةِ قَدَمَا (رقعہ)

گنہگار سے اب ایک اور بات پر بھی جا رہی ہے جس کا تعلق کسی بیرونی چیز کے ساتھ نہیں جس کو وہ ٹھیک طور پر سمجھ نہ سکتے ہوں بلکہ اس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہے اور جس کو وہ خوب سمجھتے ہیں۔ اذوقہ کہ ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی ذی جاہ و ذی مال ہو اس پر زندگی میں کوئی نقصان دہی نہیں پڑتی ہے جب اس کی ذاتی قابلیتیں، ذاتی وسائل، اس کے دوست احباب سب بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس کا وہ خود اعتراف بھی کرتا ہے کہ اس گردابِ بلاکت سے اسے اس کی کوئی تدبیر کوئی حیلہ بچا نہیں سکتا۔ اس وقت اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھتی ہے اور وہ یقین کرتا ہے کہ اب اس کی چارہ سازی کے بغیر نجات ناممکن ہے کیونکہ اس قسم کے حالات سے ہر شاہ و گدا، ہر امیر و فقیر، ہر عالم و جاہل کو واسطہ پڑتا ہے۔ اس لیے ان سے سوال کیا جا رہا ہے کہ اس وقت تو تم بھی اعتراف کرتے ہو کہ تمہارے بُت، یہ معبودانِ باطل تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہے جو طوفانوں میں گھری ہوئی تمہاری کشتی کو سلامتی سے کنارے لگا دے تو پھر تم کیوں نصیحت قبول نہیں کرتے اور کیوں اس کی توحید پر پختہ ایمان نہیں لاتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو حالتِ اضطراب میں جس طرح اپنے مولا کریم کے سامنے دُعا کرنے کا سبق دیا ہے وہ تحریر ہے تاکہ سب غلامانِ مسلمان علیہ التیمۃ والثناء اس سے استفادہ کر سکیں۔ عن ابی بکرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دعاء المُضَطَّرِّ:

اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَمَّا جُرْحُ فَلَا تَجْعَلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرَفَةً مَعْنِي وَاصْطَلِبِي شَانِي كَلْفَةَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ. (رقعہ من ابی داؤد الطیلسی)

”اے اللہ! میں صرف تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ مجھے آنکھ بھینکنے کی دیر بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔ میرے کامِ بند فرما دے۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔“

گمشدہ پھر ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ جب رات کی تاریکیوں میں تم سفر کر رہے ہوتے ہو۔ اس وقت منزلِ مقصود کا پتہ تمہیں کون دیتا ہے۔ اسی کے روشن کیے ہوئے ستاروں کو دیکھ کر تم اپنا راستہ دریافت کرتے ہو۔ اگر دن کے وقت جبکہ سورج کی روشنی برسوا سبیلی ہوتی ہے یا رات کے وقت جب ستارے چمکے ہوئے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں جھکا دے تو

بُشْرًا بَيْنَ يَدَي رَحْمَتِهِ ۝ ط ۝ ءِ اِلٰهٍ مَّعَ اللّٰهِ ۝ ط ۝ تَعَلٰى اللّٰهُ عَمَّا

یعنی (باران) رحمت سے پہلے ۱۱۱ کیا کرتی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ برتر ہے اللہ تعالیٰ ان سے جنہیں

يُشْرِكُونَ ۝ اَمَّنْ يَّبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ ۝ وَمَنْ يَّرْزُقْكُمْ

وہ شریک بناتے ہیں بھلا کون ہے جو آغاز کرتا ہے آفرینش کا پھر دوبارہ پیدا کرے گا اسے اور کون ہے جو رزق دیتا ہے

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۝ ط ۝ ءِ اِلٰهٍ مَّعَ اللّٰهِ ۝ ط ۝ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

تصیں آسمان سے اور زمین سے ۱۱۱ کیا کوئی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ؛ فرمائیے، دے شکر گراہیں کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کونئی دلیل اگر تم سچے ہو ۱۱۱ آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو

الْغَيْبِ اِلَّا اللّٰهُ ۝ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّٰنَ يُّبْعَثُوْنَ ۝ بَلْ اَدْرٰكُ

سوائے اللہ تعالیٰ کے ۱۱۱ اور وہ (یہ بھی) نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا ۱۱۱ بلکہ تم ہو گئے ان کا

کونئی اور خدا ہے جو اس وقت تمہاری دستگیری کے لیے آگے بڑھے اور تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دے۔ ہرگز نہیں۔

۱۱۱ اس کی ایک اور مہربانی پر غور کرو۔ جب مینبر برتا ہے تو اپنا کبھی برسنا شروع نہیں موبابا بلکہ اس سے پہلے ٹھنڈی

ہوا کے جھونکے آئے شروع ہوتے ہیں جس سے نہ صرف تمہاری نگھی ہوتی طبیعت اور افسردہ مزاج شگفتہ ہو جاتا ہے بلکہ ہاتھ سے

پہلے جو احتیاطی تدابیر تم اختیار کرنا چاہتے ہو اس کے لیے تمہیں کافی موقع مل جاتا ہے۔ تو تم ایسے رحیم اور کریم خدا کو چھوڑ کر کیوں دوسری

چیزوں کو اپنا خدا بناتے ہو کچھ تو سوچو عقل سے کچھ تو کام لو۔

۱۱۱ اللہ تعالیٰ کو وہ خالق ترانتے تھے لیکن اعادۂ حیات اور وقوع قیامت کے وہ قائل نہ تھے۔ انہیں سمجھایا جا رہا ہے

کہ جب وہ پیدا کر سکتا ہے جو بہت پیچیدہ اور مشکل کام ہے تو وہ اعادہ کیوں نہیں کر سکتا جو پہلے کام سے بدرجہا آسان ہے۔

۱۱۱ اپنے تمام افعال اور صفات کمال میں وہ بیکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا کتنی

بڑی حماقت ہے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ روشن حقیقتیں جو تمہارے سامنے پیش کی گئی ہیں اگر تمہارے پاس ان کے خلاف یا ان یا

سے کسی ایک کے خلاف بھی کوئی دلیل ہو تو پیش کرو تمہیں اذن عام ہے۔

۱۱۱ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بیان ہو رہا ہے۔

اور بتایا جا رہا ہے کہ تخلیق کائنات، تدریس شعور، عالم ہستہ و نون اور آشفقتہ معلول کی فرمادہ رہی، رزق رسانی وغیرہ اسانات میں جس طرح اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں غیب کے کہتے ہیں۔ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ راجب الصغریٰ نے لکھا ہے: ما لا یقع تحت المحاسن ولا تقتضیہ بداعہ العقل (المقدمات)، یعنی وہ علم جو اس کی رسائی سے بالاتر ہو اور جو قوت عقل سے بھی حاصل نہ کیا جاسکے اسے غیب کہتے ہیں۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہو گا کہ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں، فرشتے، جنات، انسان جن میں علماء، اولیاء، انبیاء اور اولوالعزم رسول بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی الغیب کو نہیں جان سکتے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے جس طرح اس کی ذات میں اور اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دم نہیں مار سکتا۔ اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح شریک ہو گا اور دائرۃ اسلام سے خارج ہو گا جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی کو شریک بنانے والا یا اس کی ذات کی طرح کسی کو واجب الوجود ماننے والا شریک ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔

قرآن کریم کی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے سراسر منکرات ہو۔ ورنہ وہ قرآن حکیم کی حقانیت ثابت کرنے کے بجائے اپنے سامعین کے دل میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا کہ قرآن کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور تکذیب کرتی ہیں (العیاذ باللہ) اور وہ کتاب جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا بطلان کر رہا ہو اسے کسی عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ اسے خداوند عظیم و حکیم کا کلام مانا جائے جو مجہول بھی ہے اور مجہول دان بھی۔

قرآن کریم نے اپنے کلام الہی ہونے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔ ارشاد ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا اختلافاً کثیراً (۴: ۸۲)

یعنی یہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو ہم اس میں جگہ جگہ پر اختلاف اور تضاد پاتے۔ گویا قرآن میں اختلاف کا نہ پایا جاتا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

اگر تورو فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے وہ غیب کو نہیں جانتی۔ حالانکہ قرآن کی بے شمار آیتوں سے ہمیں فرشتوں کا، نرول وحی کا، قیامت، جنت و دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں نیز کثیر آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے اس لیے ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہیے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا۔ خود قرآن حکیم نے بھی اس قول کی تصدیق فرمادی۔ عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احداً الا من اراد من رسول (۲۶: ۲۵، ۷۲)۔ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے

اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات کی طرح اس کی یہ صفت بھی قدیم ہے، ذاتی ہے اور غیر تنہا ہی ہے یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب جاننے لگا ہے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی، اس کی عین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے۔ نیز اس کا یہ علم اس کا اپنا ہے کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے۔ نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ نہایت۔ اگر کوئی شخص کسا یا کینیا یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا کسی کے لیے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتجب ہوگا۔

اس لیے حضور پر نور امام الاوّلین والاخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم کرنے سے حاصل ہوا۔ خداوند کریم کے علم کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا۔ نیز حضور سرور عالم کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح غیر تنہا ہی اور محدود نہیں بلکہ تنہا ہی اور محدود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ حضور فخر مجرب اور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کی دستوں کو یاد دینے والا جانتا ہے یا لینے والا۔ یا سکھانے والے کو تپہ سے یا کھینے والے کو۔ ہم تم تو کس گنتی میں ہیں جبریل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا۔ خادجی الی عبدہ ما اوحی، اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔ علم و معرفت کی وہ دستیں اور بے کرانیاں جن پر بیان کا ہر جاہر تنگ ہے۔ ان کی حد برداری ہم کرنے لگیں گے تو ٹھوکریں نہیں کھائیں گے تو اور کیا ہوگا۔

اس تمیز برہن نے اپنی زبان حق تریمان سے ہمیں خود جو کچھ بتایا ہے ہم اس کو حق تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اسی کی زبان پاک سے نکلا ہوا یہ قول حسیب ہم نے سنا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ربي جلا في احسن صورة قال فيجهر بخصم الملائم الاصل قلت انت اعلم قال فوضع كفه بين كفتي فوجدت بردة بين شدي فعلمت ما في السموات والارضين .

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی ہے بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی جہتلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی۔ پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا :

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ متحق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح آئینۃ العباد میں تحریر فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود۔ عبارتست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و اما لا اذن۔

ترجمہ میں جو چیز آسمانوں میں تھی اُسے بھی میں نے بان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے بان لیا۔ اور جو چیز تھی میں کہ، اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کئی جیسے حاصل ہو گئے اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا۔

علامہ علی القاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر کا نقل نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔ قال ابن حجر ای جمیع الکائنات ائتی فی السموات بل وما فوقها..... والارض ہی بمعنی الخس ای وجمیع مافی الارضین السبع وما تحتها..... یعنی ان اللہ تعالیٰ اری ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکوت السموات والارضین وکشف لہ ذالک وفتح علی ابواب الغیوب۔ (الرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱ صفحہ ۲۶۳)

ترجمہ: علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے بان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اسے آپ پر شکست کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

مکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لیے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے غور سے سن لیجئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد مخرج سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے۔ اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہے تو نسل اللہ تعالیٰ تینا تسلی ہو جائے گی۔

رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح وسألت محمد بن اسمعیل البخاری من هذا الحدیث

فقال هذا حدیث صحیح۔ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ)

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا خدا حدیث صحیح، یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یكون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الا حدثت بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھو لآذ واتہ لیکون منہ الشئ قد نسیہ فاس اء فاذکوبہ کمایذ کور الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثراذام اء۔

ترجمہ: ایک روز حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک ہوئے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بھلا دیا اسے

جس نے بھلا دیا میرے یہ سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایسی شے وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے وگرنہ حضور نے یونہی فرمایا تھا، بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقعہ آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو۔ اور جب تو اسے دیکھے تو تو اسے پہچان لیتا ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صبح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ یہی ملاحظہ فرمائیے:-

عن عمرو قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسبه من نسبه (رواہ البخاری) ترجمہ: حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرمایا جوئے اور تخلیق کائنات کی ابتدا سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں اہل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔
علامہ علی نقاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:-
قال الطیبی حتی غایہ اخبرنا ای اخبر مبتدأ من بدء الخلق حتی انتهى الی دخول اهل الجنة الجنة ووضعه الماضي موضع المضارع مبالغة للتعميق المستفادة من قول الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔
ترجمہ: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتی کا لفظ بیان غایت کے لیے ہے یعنی حضور نے اپنے اس جامع خلیبہ میں کائنات کی آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات بیان فرماتے جبکہ جنتی اپنے اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جاتیں گے پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول تو زمانہ مستقبل میں ہوگا اس لیے حتی بدخل یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہیے تھا۔ حدیث میں ماضی کا صیغہ (حتی بدخل) کیوں استعمال ہوا ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیونکہ یہ خبر دینے والا صادق (سچا) اور امین (دروازدار) رسول ہے۔ اس نے آئندہ کے متعلق جو فرمایا کہ ایسا ہوگا اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے جتنا اس بات کا جو پہلے واقع ہو چکی ہو۔

اللہ تعالیٰ اسلاف کرام کا نور ایمان عطا فرمائے تب ہی کتاب و سنت کے آئینہ میں حق کا رخ زیبانظر آتا ہے۔ ورنہ ساری عرشک و شبک کی جھاڑیوں میں دامن الجھا رہتا ہے۔ اور قیل و قال سے ہی فرصت نہیں ملتی۔
قرآن کریم کی آیات غیبیات اور ان احادیث صیحہ کے بعد ہم کسی سے اپنے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لیے یہ ماننے، یا زبان پر لٹانے یا اس کا تصور کرنے کے لیے بھی تیار نہیں کہ شیطان کا علم فخر عالم کے علم سے زیادہ ہے یا ایسا علم تو کاؤنٹر اور برسرغیبہ کو بھی حاصل ہے۔ العیاذ باللہ العیاذ باللہ

اس آیت کا جو مفہوم میں نے بیان کیا علماء کرام کی تصریحات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی ہندی

اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

ولعل الحق ان يقال ان العلم الغيب المنفي عن غيره جل وعلا هو ما كان للشخص لذاته اى بلا واسطة في ثبوته له . . . وما وقع للفراغ ليس من هذا العلم المنفي في شئ ضرورة انه من الواجب عز وجل افاضه عليهم بوجه من وجوه الافاضة - (روح المعاني جلد ۲ صفحہ ۱۱)

ترجمہ: یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ اسے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا۔ اور خاص بندوں کو جو علم حاصل وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انھیں حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی فیض رسانی کے متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انھیں مرحمت فرمایا ہے۔
علامہ موسوت اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں:

وبالجملة علم الغيب بلا واسطة كلاً او بعضاً مخصوص بالله جل وعلا لا يعلمه احد من الخلق اسلاً ترجمہ: یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلا واسطہ کلاً اور بعضاً اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تھا ہے یعنی نہ سارا علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔
حضرت علامہ شامہ اللہ بانی تہی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
وغیرہ تعالیٰ لا يعلم الا بالامد یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتانے اور سکھانے سے :-

آخر میں اپنی راستے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت ويمكن ان يكون التقدير لا يعلم من في السموات والارض الغيب بشئ الا بالله اى بتعليمه (منظہری)

یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی :-

اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی صاحب ہم اہل سنت پر شرک کا الزام لگائے تو اس کی مرضی۔ اس آزادی کے دور میں ہم اس کے لیے دعائے ہدایت کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس بہتان کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔ اور اس پر آشوب دور میں امت مصطفویٰ علیٰ نبیہا افضل الصلوات وازکی التسلیمات میں فتنہ بڑھو گا اور واژہ گھومنے پر اسے روزِ حشر جوابدہ ہونا ہوگا۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

۹ شہ کفار کتھنے حضور سے پرچا کہ جس قیامت سے آپ صبح و شام ہمیں ڈراتے رہتے ہیں، ندرایہ تو بتائیے و

هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

یہ وعدہ مگر پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے۔ آپ فرمائیے سیر و سیاحت کرو مشہ زمین میں پھر اپنی آنکھوں سے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ

دیکھو کہ کیسا ہر ناک انجام ہوا مجسرموں کا۔ (دائے محبوب!) آپ غمزدہ نہ ہوں ان (کے روتے) پر اور ڈل نہ گ

فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۲۰﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ

نہ ہنزا کریں ان کے مکر و فریب سے مشہ اور وہ پرچپتے ہیں کب (پڑنا ہوگا) یہ وعدہ (بتانی) اگر تم سچے

صٰدِقِينَ ﴿۲۱﴾ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدْفٌ لِّكُمْ بَعْضُ الَّذِي

ہو۔ آپ سہمائیے قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آگیا ہو اس عذاب کا کچھ حصہ جس کے لیے

تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۲۲﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنْ

تم جلدی پھا رہے ہو۔ اور بے شک آپ کا رب بہت فضل دو کر م، فرمائے والا ہے لوگوں پر، لیکن

مشہ ان کے اس اعتراض کا جواب اس آیت میں دے دیا گیا کہ تم اپنی لوگوں کی پیروی کرو ہے ہنہنوں نے تم سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ قیامت کا انکار کرتے رہے تم زمین میں سیر و سیاحت کرو اور اپنی آنکھوں سے ان قوموں کا جہنناک انجام دیکھو۔ اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ تم بھی اس قسم کے انجام سے دوچار ہو تو ان کے انکار و عناد کی روش ترک کر دو اور اطاعت و انقیاد کا راستہ اختیار کرو۔

مشہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی سے رہے ہیں

مشہ یکن اور سہادت دونوں فضل ہیں۔ اور ان کا فاعل بعض ہے۔ تنازع فعلین کی وجہ سے ایک کا فاعل اسم ظاہر ہوگا اور دوسرے کا اسم ضمیر جس کا مرجع وہ اسم ظاہر ہوگا

ظاہر میناوی دیکھتے ہیں کہ عسی، فعل اور سوف کے الفاظ سے جب بادشاہ و حکم کے لئے تو وہ جزم اور یقین کا قائلہ دیتے ہیں بادشاہ ہر و کنا یہ سے ہی اپنے ارادہ کا اظہار کرتے ہیں تصریح کی انھیں چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی لیے جب اللہ اپنے وعدہ اور وعید میں یہ الفاظ فرماتے تو ان سے مراد یقین و جزم ہی ہوتا ہے۔ وعلیہ جرى وعد الله ووعيدہ

(دیناوی)

اَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۷۶﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ

اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ہنہ اور یقیناً آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ چھپا رکھا ہے

صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۷﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ

ان کے سینوں کے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں - اور نہیں کوئی پوشیدہ چیز آسمان اور زمین

وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۷۸﴾ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْصُّ عَلَى

میں مگر اس کا بیان کتاب میں موجود ہے ہنہ بلاشبہ یہ قرآن ہنہ بیان کرتا ہے

بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۷۹﴾ وَإِنَّهُ

بنی اسرائیل کے سامنے اکثر ان اُممہ (کی حقیقت) کو جن میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں - اور بلاشبہ یہ

ہنہ ورنہ اوہ وہ گناہ کا ارتکاب کرتے، اوہ ان پر عذاب نازل کر دیا جاتا۔ اس کی اتنی واضح رحمتوں کے باوجود
بھی لوگ شکر نہیں کرتے۔

ہنہ ہر معنی سے معنی چیز کتاب میں لکھی گئی ہے۔ کتاب میں سے مراد قرآن محفوظ ہے۔ اور میں کی سنت
اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ جن ملائکہ کو لوح محفوظ دیکھنے کی اجازت ہے وہ جب اسے دیکھتے ہیں تو یہ معنی امور ان پر واضح
ہو جاتے ہیں۔

ما من شیء شدید الغیبیۃ والحفایا... الا اثبتہ اللہ فی اللوح المحفوظ والمبین الظاہر لمن ینظر فیہ
من الملائکۃ (رازمی) - الظاہر لمن ینظر فیہ من الملائکۃ (مجر)

علامہ آؤسی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ کتاب میں سے مراد قرآن حکیم ہے پھر لکھتے ہیں کہ بیان کیا جاتا
ہے کہ بعض عارفوں نے سلاطین عثمانی کے نام ہر ایک کی مدت حکومت، یہاں تک کہ سب سے آخری سلطان ان میں
سے کون ہوگا۔ یہ سب چیزیں سورۃ فاتحہ سے استخراج کی ہیں۔ (روح المعانی)

ہنہ یہود و نصاریٰ کا یہی تفاوت تو انہر من الشمس ہے۔ لیکن ہر قوم آپس میں بھی سینکڑوں فرقوں میں بٹی ہوئی ہے جو
ایک دوسرے کی تکفیر کیا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ کے باہمی اختلاف کو دیکھ کر و مانگ چکا جاتا
ہے۔ کوئی آپ کو خدا، کوئی خدا کا بیٹا، کوئی تین اقاہم سے ایک اقوم اور کوئی آپ کو اللہ کا بندہ اور رسول کتاب ہے اسی
طرح ہنہ مسائل میں ان کی آپس میں ٹٹنی ہوئی ہے۔ قرآن کریم نے اگر انہیں حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے۔ اگر وہ اس کی دعوت

لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ

قرآن سرابا ہدایت اور رحمت سے مومنین کے لیے شہدہ یقیناً آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا۔ اے ان کے

بِحُكْمِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَىٰ

در بیان اپنے حکم سے اور وہی ہے زبردست سب کچھ جاننے والا۔ سو آپ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر، بیشک آپ

الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ

روشن حق پر ہیں۔ بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو

إِذَا وَلَوْ أُمَّدُ بَرِّينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمَىٰ عَن ضَلٰلَتِهِمْ

اپنی پکار جب وہ بھاگے جا رہے ہوں بیٹھے پھیرے جتے اور نہیں آپ ہدایت دینے والے (دل کے) اندھوں کو ان کی

قبول کریں تو ان کا یہ باہمی عناد ختم ہو جائے۔

شہدہ اگرچہ یہ کتاب سارے جہان کے لیے ہدایت و رحمت ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف اہل

ایمان ہیں اس لیے گویا یہ انہی کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔ فالنہم ہما المنتفعون بہ دون الکفار من اهل الكتاب

و شیروہم (منظہری)

۷۷ ایک دن وہ آئے والا ہے جب خود مولا کریم ان کے در بیان فیصلہ فرمائے گا۔

۷۸ سارا باطل اگرچہ اسلام کو مٹانے کے لیے ایک دوسرے سے مکمل تعاون کر رہا ہے لیکن آپ خوفزدہ نہ ہوں

اپنے رب پر کامل بھروسہ کریں۔ وہ عزیز و حکیم ضرور آپ کی مدد فرمائے گا۔ کیونکہ حق و صداقت کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں

ہے۔ سچائی کا نور پھیلانے کے لیے آپ شب و روز کوشاں ہیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی انداز نہ فرمائی جائے۔

۷۹ اے علی الحق المبین کہہ کہ حضور کو ایمانان و لایاکہ واقعی آپ صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی سے چلے جا رہے ہیں۔ اور جب

کسی رہبر و کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ سیدھا منزلِ مجرب کی طرف گامزن ہے۔ کہیں اور اور ادھر کسی گمراہی پر مارا انداز نہیں

پھر رہا تو پھر جس طرح اس کی ہمت جواں ہوتی ہے اور اس کا حوصلہ بلند ہوتا ہے، اس کا اندازہ بس وہی لوگ کر سکتے ہیں

جن کی جانٹا ہیوں کو محبوب حقیقی کی طرف سے اس قسم کی داؤد ملی ہو۔ جن کی جانٹا نیوں پر کبھی تحسین و آفرین کے گلہائے گن

نچاؤ دیکھے گئے ہوں۔

۸۰ اے نبی مکرم! جن لوگوں نے کفر و شرک کی تم قاتل سے اپنے قلب و رُوح کو مُردہ بنا دیا ہے انہیں یہ نیند و موت

إِنْ تَسْمِعُ الْإِمْنَ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِذَا وَقَعَ

گواہی سے نہیں سنا تے آپ بجز ان کے جو ایمان لائیں ہماری آیتوں پر پھر وہ فرمانبردار بن جاتے ہیں ۱۷۔ اور جب ہماری بات

یہ تبلیغ و نصیحت اور یہ آیات قرآنی کا پڑھ پڑھ کر سنانا قطعاً فائدہ مند نہیں۔ انھوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی عقل و فہم کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ انھوں نے خود چھوٹے بچوں کی طرح سوچ کر غور و فکر کا چراغ بجھا دیا ہے۔ انھیں یہ روشن سے روشن معجزات بھی حق قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان کے ہدایت پذیر ہونے کے لیے مزید کوششیں کرنا ایمان کے کفر پر جسے رہنے سے آرزو خاطر ہونا مناسب نہیں۔ آپ نے اپنا فرض باحسن و جود ادا کر دیا۔ یہ ان کی اپنی بوجہی ہے کہ وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

۱۷۔ آپ تو صرف ان لوگوں کو حق کی آواز سنا سکتے ہیں۔ آپ کی تبلیغ ان کے لیے ہی کارگر ہو سکتی ہے۔ یہ آیات بیانات قطعاً ان کو راہ ہدایت پر لاسکتی ہیں جن میں دعوت حق قبول کرنے کی استعداد ہو اور جن کا مشرت باسلام ہونا ہم نے مقدر کر دیا ہو۔

کئی ایسے بیکار بھی ہیں جو ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھتے ہیں اور مقصد حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسبیح و تہلیل ہے۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ دیکھو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ کسی کو راہ ہدایت پر نہیں لاسکتے۔ بالکل کوئی اختیار نہیں رکھتے وغیرہ وغیرہ کاش! وہ آیت تھے اس حصہ کو بھی قابل غور تصور کرتے۔ ان تسمیع الامن یؤمن الایہ۔ اگر زیادہ غور و فکر کی فرصت نہیں ملتی تو اتنی بدیہہ بات کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتے کہ اگر اندھے کے لیے سورج کی روشنی سود مند نہیں تو کیا یہ کہنا درست ہے کہ سورج روشن ہی نہیں یا اس کی روشنی سے کسی کو فائدہ ہی نہیں، اگر چند اندھے دن کے ابلے میں بٹھو کریں کھاتے بوسے دکھائی دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ان گنت مخلوق تو آفتاب کی تابانیوں سے مستفید ہو رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ ان لوگوں نے کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آپ کو مردہ، اپنی آنکھوں کو اندھا اور اپنے کانوں کو بھرا فرض کر لیا ہو۔ اور اس لیے شور مچا رہے ہوں کہ دیکھو ہمیں تو کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ بہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیلا ہوا ہے کہاں ہے وہ تمہارا سورج جس کے متعلق تم کہتے ہو کہ وہ طلوع ہو گیا ہے اور اس کی کرنوں نے شرق و غرب کو متور کر دیا ہے۔ کیا اہل قبور رستے ہیں یا نہیں۔ اس پر مفصل بحث سورہ الزم میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں آپ اتنا ہی یاد رکھیں کہ آیت میں اسماع (سنانے) کی نفی ہے۔ سماع (سننے) کی نفی نہیں۔ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب جنت البقیع میں آرام فرمانے والے اپنے غلاموں کے پاس تشریف لے جاتے یا شہداد اُمد کے خدشات پر قدم رنجہ فرماتے تو ان الفاظ سے اہل قبور کو سلام فرمایا کرتے۔

السلام علیکم یا اهل القبور۔

اُسے قبروں میں رہنے والو! تم پر سلام ہو!

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ

کے ان پر پڑھا ہونے کا وقت آجائیکا تو ہم نکالیں گے ان کے لیے ایک چرپا پیر زمین سے لافہ جو ان سے گفتگو کرے گا، کیونکہ

النَّاسِ كَانُوا يَآئِبِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نُحْشِرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ

لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اور جس روز ہم اکٹھا کریں گے ہر امت سے ایک

فَوْجًا مِّمَّنْ يَكْذِبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۲۸﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكُمْ

گروہ جو جھٹلایا کرتا تھا ہماری آیتوں کو تو ان کو دہنی اپنی بگڑا کر رکھ لیا جائیگا حتیٰ کہ جب وہ آجائیں گے اللہ

اور قبور کی زیارت کے جو آداب حضور نے اپنی امت کو تعلیم فرمائے ان میں بھی اسی طرح انھیں سلام کہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور ایک نچر بھی یہ کچھ سکتا ہے کہ اس قسم کا کلام انہی سے کیا جاتا ہے جو سن رہے ہوں۔ اگر اہل قبور سنا نہ کرتے تو سلام فرمانے کا یہ انداز نہ ہوتا۔ آمنا باللہ و ما جا ربہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اھلبہ و بارک و سلم۔

۹۳ قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے جو چیزیں بطور علامت ظاہر ہوں گی ان میں سے ایک خروجِ بلیہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہو رہا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے،

عن عبد الله بن عمرو قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اقل الآيات

خروجًا طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة على الناس ضعی وایتھا کانت قبل صاحبها

فالخندقی علی اشھا قویاً (رواہ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی اولین علامتوں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور پچاشت کے وقت دابۃ ربانی کا نکلنا ہے۔ ان دو میں سے جو بھی پہلے واقعہ ہوا دوسرا اس کے فوراً بعد ہوگا۔

اس کے علاوہ اس کے بعد قیامت، مقامِ خروج وغیرہ کے متعلق بڑی تفصیلات روایات میں مذکور ہیں لیکن امام رازی فرماتے ہیں:

واعلم انه لا دلالة في الكتاب على شي من هذه الامور فان صح الخبر فیه عن الرسول صلی اللہ

علیہ وسلم قبل والامر یلتفت الیہ (کبیر)

عرب جان لو کہ کتاب اللہ میں ان امور پر کوئی دلالت نہیں۔ چرچیز صحیح امارت سے ثابت

قَالَ أَكْذَبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمْ آذًا كُنْتُمْ

فرمایا کیا تم نے جھٹلایا میری آیتوں کو مالا لاکہ تم نے ایسی طرح انہیں جانا بھی نہ تھا ۱۹۹ یا اس کے علاوہ اور کیا تھا جو

تَعْمَلُونَ ۲۰ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ۲۱

تم کیا کرتے تھے ۲۰ اور پوری ہو گئی (اللہ کی) بات ان پر جو ان کے ظلم کے ۲۱ تھے تو وہ (اس وقت) بولیں گے نہیں

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لَيْسَكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا

کیا انہوں نے غور نہ کیا کہ ہم نے بنایا ہے رات کو اس لیے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور بنایا ہے دن کو مینا ۲۲

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۲۲ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي

بیشک اس میں ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ اور جس دن پھونکا جائے گا ۲۳

الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ

صوَرٌ تَوَجَّهَ جَا بَرَكُوْنِي جُو آسَمَانُوْنِ مِيْنُ هِيْے اُوْر جُو زَمِيْنِ مِيْنُ هِيْے۔ مگر جنہیں

ہوگی وہ مان لی جائے گی ورنہ اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

۱۹۹ قیامت کے روز تمام قوموں کے منکروں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے گا۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا جائے گا

کسی میں جرأت نہیں ہوگی کہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر سرک سکے۔

۲۰ یعنی تم اتنے مغرور تھے کہ تم نے ہماری آیتوں میں تذکر کرنا بھی کسر شان سمجھا۔ اور غور و فکر کے بغیر ہی ان کو جھٹلایا۔

۲۱ یعنی اگر تم نے میری آیتوں کی تکذیب نہیں کی تو بتاؤ تم نے کیا کیا۔ اس الزام کو غلط ثابت کرنے کے لیے کوئی

دلیل پیش کرو۔

۲۲ یعنی جس ظلم و عدوان کا ارتکاب وہ عمر بھر کرتے رہے اور بار بار بھانسنے کے باوجود بھی وہ اس سے باز نہ آئے

اس کی وجہ سے ہی انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اس وقت وہ اپنی صفائی پیش کرنے سے قاصر ہوں گے۔ کوئی غلط

بھی پیش نہ کر سکیں گے چُپ کھڑے رہیں گے گویا ان کے ہوں کو کسی نے سی دیا ہے۔ یا ان کی قوت گویا نسیب سلب کر لی گئی ہے۔

۲۳ اپنی رحمت بے پایاں اور محنت بالغہ کی نشانیوں کی طرف ایک بار پھر ان کی توجہ مبذول کرادی۔

۲۴ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ملے گا کہ اب صور پھونکو تاکہ قیامت قائم ہو تو جب وہ خدائی گل بجے گا

وَهُمْ مِّنْ فِرْعَ يَوْمَئِذٍ مُّؤْمِنُونَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكَيْتٌ

اور یہ نیک بندے اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ ہونگے۔ ۸۹۔ اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کو منہ کے بل اوزجا

وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۰﴾

پہنک دیا جائے گا آگ میں اسے بدکاروں کی تمہیں بدلے گا۔ بجز اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ ۹۰۔

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ

مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اس (مقدس) شہر کے رب کی جس نے عزت و حرمت والا

شہر بہم پہنچاتے، کسی کام کو نہیم دلی اور بے توجہی سے کرنا یا اس میں کوئی غامی اور نقص باقی رہنے دینا ہمارے آقا کو ہرگز پسند نہیں۔ ارشاد گرامی ہے۔

رَجَعْنَا اللَّهُ مِنْ عَمَلٍ عَسَلًا فَانْقَضَتْ عِدَاؤُنَا بِعَالَمِ اس پر رحم کرے جو جس کام کو کرے بڑی عمدگی سے کرے۔

پختگی، پائیداری اور نفاست کو نہی چیز ہے جس کا ذکر اس مختصر سے جملہ میں نہ آگیا ہو۔ حضور اپنے غلاموں سے اسی چیز کی توقع رکھتے ہیں اور اسی کی تلقین فرماتے ہیں۔ فنی ہستی اور دیگر میدانوں میں کام کرنے والوں کو چاہیے کہ اس حدیث کو گہرا اپنے سامنے آویزاں کریں۔ علامہ اقبال نے بھی کیا خوب فرمایا ہے۔

نقش ہیں سب ناقام خون جگر کے بغیر

۹۱۔ قیامت کے ہونک مناظر اور رُوح فرسا واقعات کا ذکر کر کے فرمایا کہ اس روز میرے وہ بندے جو میری

رضامت کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں قربان کر کے حاضر ہونگے وہ پریشان اور ہراساں نہیں ہونگے۔ بلکہ آج کا دن تو ان کے

یہ بڑی مستحق اور شادمانیوں کا دن ہوگا اس دن تو انہیں نیک اعمال کا اجر ملے گا۔ اور اجر دینے والا خود رب العظیم ہوگا۔ جو بڑا بخشنے والا اور بڑا کریم ہے جب دیتا ہے تو بے حساب دیتا ہے۔

۹۲۔ نافرمانوں کا جو حال ہوگا اس کو بھی بیان کر دیا تاکہ جو اپنے لیے اس مال کو پسند نہیں کرتے وہ بروقت اپنی

اصلاح کر لیں۔

۹۳۔ خدا کے سبکی وجہ سے کھڑکڑمہ کو جو عزت و شرف از رانی ہوا ہے اس کی طرف توجہ دلانے کے لیے رب کی

انصاف اس شہر کی طرف فرمادی۔ رب هذه البلدة یعنی میں کسی لات و جہل کا پرستار نہیں کسی تجھوٹے خدا کا عبادت گزار

نہیں میری عبادتیں، میری نیاز مندیاں اور عاجزیاں تو فقط اس ذات کی تھی کہ وہ بے ہمتا کے لیے مخصوص ہیں جو اس بلدہ مبارک کا،

اس شہر مقدس کا رب ہے۔ اور جس نے اس شہر کو ازوال سعادوں کا سر حشر بنا دیا ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ وَّأَمْرٌ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۹۱ وَأَنْ أَتَلُوا

بنایا ہے اس کو اور اسی کی ہے ہر شے تلو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں شمال ہو جاؤں فرماؤں ان کے زمرہ میں نیز یہ بھی کہ میں

الْقُرْآنَ فَمِنْ أِهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

تلاوت کیا کروں قرآن کی شلہ میں جو ہدایت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت قبول کرتا ہے اور جو

فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝۹۲ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرِنَاكُمْ إِلَيْهِ

گرا ہوتا ہے (تو اس کی قسمت) فرماؤں میں تو صرف ڈرانے والوں سے ہوں۔ اور آپ کیسے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے

فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝۹۳

میں شلہ وہ ابھی دکھائی گاتھیں اپنی نشانیاں۔ تو تم نہیں چھان لو گے اور نہیں ہے آپ کا رب بخیران کاموں سے جو لوگ تم کو یاد کرتے

شلہ میرا رب فقط اسی شہر کا رب نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کا وہ مالک ہے۔ عرش اسی کا ہے فرش بھی اسی کا۔ ہم بھی اسی کے تم بھی اسی کے۔ مجھے تو اس نے یہی حکم دیا ہے کہ اسی کی عبادت کروں اور اس کی جناب میں اپنا سر نیا زجھاؤں۔

شلہ آخر میں پھر ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ آپ خود یہ کتاب تصنیف کرتے ہیں یا کسی سے سیکھ کر آتے ہیں اور پھر لوگوں کو سناتے ہیں تاکہ لوگ انھیں اپنا پیشوا مان لیں اور ہر طرف ان کی عزت و تکریم ہونے لگے۔ فرما دیا نادانوں! ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ مجھے تو اپنے مالک و خالق نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کا کلام پڑھ کر تمہیں سناؤں تاکہ تم لوگ گمراہی سے بچ جاؤ تاکہ تمہیں اللہ کی معرفت کا سیدھا اور صحیح راستہ معلوم ہو جائے اور جب قیامت کے روز بارگاہ الہی میں تم حاضر ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی رفاقت نصیب ہو اور جنت کی ابدی نعمتوں سے تمہیں سرفراز کر دیا جائے۔ غور سے سنو! یہ نبوت میرا کاروبار نہیں کہ میں تم سے کوئی دولت بٹورنا چاہتا ہوں، نہیں سیاسی لیڈر ہوں کہ اپنی ایک جماعت بنا کر مسند اقتدار پر قابض ہونا چاہتا ہوں۔ میں تو تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ تمہیں بروقت فتنے و فتنہ داروں سے خبردار کر رہا ہوں۔ اگر تم نے میری بات مان لی تو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا اور اگر انکار ہی کرتے رہے تو اس کا وبال بھی تمہیں ہی اٹھانا ہو گا۔

شلہ اسے محبوب! ہم نے آپ پر جو فضل و کرم فرمایا ہے، جو عزت و شان بخشی ہے، رحمتہ للعالمین کی جو نعمت فائزہ آپ کو ارزانی فرمائی ہے، اور تیرے سر نیا ز پر محبوبیت کا جو درخشاں تاج رکھا ہے، ختم رسالت کے جس عظیم و

ارجنڈ منصب پر تھے فائز کیا ہے اور اس کے علاوہ جبے انداز عنایات فرمائی ہیں ان پر ہماری حمد و ثنا کرتے رہو۔ ان
 منکروں پر ایک روز حقیقت خود بخود منکشف ہو جائے گی۔

تعارف سُوْرۃ القِصص

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام: اس سُوْرۃ مبارکہ کا نام القِصص ہے۔ اس کی آیات کی تعداد اٹھاسی ہے کچھ آیات چار سو اکتالیس اور حروف پانچ ہزار آٹھ سو ہیں۔

زمانہ نزول: یہ بھی صحیح زندگی کے درمیانی عہد میں نازل ہونے والی سُوْرۃوں میں سے ایک سُوْرۃ ہے۔

مضامین: ویسے تو قرآن کریم کی تمام آیات کی طرح اس سُوْرۃ کی ہر آیت بھی روشنی کا مینار ہے جس سے عرصہ حیات جگمگا رہا ہے۔ لیکن یہاں تین اُمور کی طرف تین نسیاء القرآن کے قاری کی توجہ خصوصیت سے مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ استعماری طاقتوں، توڑ ایمان سے محروم جابر حکمرانوں کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے

کے لیے اپنی رعایا کے مختلف طبقات میں منافرت پیدا کرتے رہتے ہیں ان کی ساری ڈیوٹی باہمی عداوت کی

آگ بھڑکانے میں وقت ہر جاتی ہے۔ انھیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ منافرت و عداوت کی جو آگ وہ اپنی

رعایا میں بھڑکا رہے ہیں کتنی جوائیاں اس میں بھسم ہو جاتیں گی۔ کئی سپہاگ ٹٹ جائیں گے، کئی ہنستی مسکراتی بستیاں

اُجڑ جائیں گی۔ ملک کی ترقی رُک جائے گی۔ اُن کے سامنے فقط اپنے ایوان اقتدار کو مستحکم بنانا ہوتا ہے۔ اگر ان کی

رعایا میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے تو وہ ایک دن کے لیے بھی ان کی اس ظالمانہ حکومت کو برداشت نہ کر سکیں

یہ لوگ اس خطرہ سے بخوبی آگاہ ہیں۔ قرآن کریم نے اس سُوْرۃ میں فرعونی سیاست کے نند و خال کو اچھی طرح بے نقاب

کر دیا ہے تاکہ کوئی شخص ان کے بلند بانگ و دعویوں سے دھوکا نہ کھائے اور رُخ ہموار ماباں دل ہم چورنگ خانہ

قسم کے حکمرانوں سے ہوشیار رہیں۔

۲۔ دوسری چیز جو اس سُوْرۃ میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے وہ ایک سرمایہ دار کے ذہن کا تجزیہ ہے۔ تقارون کے پس

دولت کی افراط ہے۔ اس کے خزانوں اور زمینوں میں کمیٹی جوتی دولت کا شمار آسان نہیں صرف اس سے اندازہ لگائیے

کہ اس کے مالوں کی چابیوں کا گچھا اتنا ذنی ہے کہ اسے ایک تنومند جماعت بھی آسانی سے نہیں اٹھا سکتی۔ دولت

کی اس ریل پل کے باوجود دل اتنا سخت اور سینہ اتنا تنگ ہے کہ اگر اس کو کلیم اللہ بسیار رسول نصیحت کرتا ہے کہ

احسن کما احسن اللہ الیک تو وہ اسے خاطر میں لانے کے لیے تیار نہیں بلکہ بڑی بے حیائی سے اپنے کو کیم رازق کی

کرم گسٹری کا انکار کر دیتا ہے اور بر ملا کہتا ہے کہ مجھے سیم وزر کے یہ انبار خدائے نہیں دیئے بلکہ یہ میری ذہانت ، معاملہ فہمی اور کاروباری جہارت کا ثمر ہے جب زمین میں یہ چیز سما جائے تو اُسے کیا پڑی ہے کہ وہ اپنی دولت کو خلق خدا کی امداد کے لیے صرف کرے۔ ایسے ہی اہل ثروت کے شدت انوں کے سائوں میں انسانیت سست گئی رہتی ہے ایسے ہی دولت مند شرف انسانی کی تباہی کو تازہ کرتے ہیں۔ انہی کے عشرت کدوں میں گناہ اور رذالتوں کا تھوک جو پارہ ہوتا ہے یہ ہیں غربت و افلاس کے پھول میں پھنسنے ہوئے انسانوں کو تھوکرین ماری جاتی ہیں اور آخر کار یہی تھوکرین ان راکھ کے ڈھیروں میں اُتھام کی چنگاری کو سنڈھاتی ہیں جو دہک دہک کر جہنم زار بن جاتی ہیں۔ جب ضبط و تحمل کے بند ٹوٹ جاتے ہیں تو سُرُخ سیلاب بن کر ہر چیز کو زیر و زبر کر دیتے ہیں۔ اہل ثروت کی سنڈھلی، کجروی اور سرد مہری سے جو ربا دیاں جنم لیتی ہیں، تاروں کے دوپٹے پر پلاست کرتے ہوئے حضرت کلیم نے ان کی طوط و افسانہ فرادیا لا تبغ الفساد فی الامم، یعنی اپنے اس طریقہ کار سے تو ملک میں فساد برپا نہ کر۔ یہ افسانہ اہل ذکر کے لیے اپنے دامن میں بند و مغلط کی ایک دنیا سمیٹے ہوئے ہیں۔

۳۔ آخر میں میں آپ کی توجہ آیت ، ہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

اسلام کے نظام معاشیات ، اسلام کے نظام قانون ، اسلام کے نظام اخلاق کو اپنے ملک میں رائج کرنے سے ہمارے کوتاہ نظر احمقان حکومت کو جو خدشے اور خطے دکھائی دیتے ہیں ان کا ازالہ فرادیا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بیسویں صدی میں ہم نے چودہ سو سال پرانا نظام جاری کر دیا تو دنیا کی ترقی یافتہ قومیں ہم سے آنکھیں پھریں گی اور ہم تباہ رہ جائیں گے۔ اس آیت میں غور کرنے سے یہ تمام غلط فہمیاں کافور ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ بِكَيْفَتِهَا هِيَ ثَمَانٌ وَثَمَانِيُونَ آيَةً وَتِسْعٌ رُكُوْعًا

سورۃ القصص مکی ہے اور اس کی ۸۸ آیتیں اور ۹ رکوعات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ، ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے

طَسْمًا ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ

طاسین-میم لہ یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی سٹہ ہر پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو موبی

نَبَا مُوسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ۳ اِنَّ

اور فرعون کا کچھ واقعہ ٹھیک ٹھیک ان لوگوں کے فائدہ کے لیے جو ایمان لاتے ہیں سٹہ بیشک

فِرْعَوْنَ عَلٰی فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْ اَهْلَهَا شِیْعًا یَسْتَضِعُّوْا

فرعون تکبر و سرکش بن گیا سرزمین مصر میں اور اس نے بنا دیا وہاں کے باشندوں کو سٹہ گروہ گروہ۔ وہ

سٹہ یہ حروف مقطعات ہیں۔

سٹہ یعنی خود بھی روشن ہے۔ اور وہ احکام اور قصص وغیرہ جو اس میں مذکور ہیں ان کو بھی بڑی وضاحت سے

بیان کرتی ہے۔

سٹہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے لیکن یہاں اس قصہ کی چند ایسی کڑیاں ذکر کی جا رہی ہیں

جو صدمے، مشرکین کے مظالم کا بھرت بنے ہوئے تھے تاکہ انھیں یقین ہو جائے کہ جس خداوند کریم نے فرعون جیسے تشدد

اور تعصب مطلق انسان بادشاہ اور اس کی کثیر التعداد اور تنگ دل قبلی قوم کو غرق کر دیا تھا اور نبی اسرائیل جیسی کمزور قوم کو

کامیاب کیا تھا وہی خدا ان کی مدد فرما رہا ہے۔ آخر کار کامیابی کا سہرا ان ہی کے سر باندھا جائے گا۔

سٹہ یہاں فرعون کی سیاست کے سارے خدوخال کو مختصر الفاظ میں جس عمدگی سے بیان کر دیا گیا ہے یہ اس امر کی

واضح دلیل ہے کہ قرآن حکیم خداوند علیم وخبیر کا کلام ہے جس سے کسی جاہل بادشاہ کے اسرار و سرستہ بھی مخفی نہیں۔ پہلے یہ

بتایا کہ فرعون مصر کا حکمران تھا لیکن اس کے دل میں اپنی رعایا کیلئے ہمدردی، شفقت اور خیر خواہی کا قطعاً کوئی جذبہ نہ تھا۔ وہ

طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يُذِيبُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ

کڑو کرنا پاتا تھا ایک گروہ کو ان میں سے شہ فوج کیا کرتا ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑ دیتا ان کی عورتوں کو بیشک

كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَزَيْدٌ أُنْثَمُنْ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُوا

وہ فاسق، برا کرنے والوں سے تھا۔ اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا

ایک مغرور اور متکبر بادشاہ تھا جس کے پیش نظر فقط اپنا ذاتی مفاد اپنی حکومت کا استحکام اور اپنی شوکت و صولت کا بقا تھا اس مقصد کے حصول کے لیے وہ ہر غیر قانونی بلکہ ہر غیر انسانی تجویز پر عمل کرنے سے گریز نہ کرتا تھا۔ خود سوچے جس بادشاہ کی روش ایسی ظالمانہ اور سنگدلانہ ہو گیا اس کی رعایا اس سے محبت کرنے لگی۔ کیا اس کے لیے خیر سگالی کا کوئی جذبہ ان کے سینوں میں موجود ہو گا؟ اگر ان میں فکر و عمل کی وحدت پیدا ہو جائے تو وہ ایسے بے رحم حاکم کی حکومت کا تختہ الٹیں نہ ذرا آمل نہیں کرے گی۔ ایسے بادشاہوں کی کامیابی کا راز فقط اسی میں ختم ہوتا ہے کہ ان کی رعایا میں پھوٹ پڑی رہے۔ وہ ایک دوسرے سے دست بگریاں رہیں اور انہیں ایک لمحہ بھی ایسا مترز نہ ہو جس میں وہ ایسے ظالم بادشاہ سے باہمی معامل کرنے کے متعلق غور و فکر کر سکیں۔ جس بادشاہ کی یہ سیاسی پالیسی کامیاب رہے گی وہ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہے گا چنانچہ فرعون نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اپنی رعایا میں طرح طرح کے فتنے کھڑے کر دیئے جس نے ان کے اتفاق کا دامن تار تار کر کے رکھ دیا۔ لیکن ہے کہ فرعون ہی اس مؤثر طریقہ کار کا موجد ہو جس کو اس کے پروردگار آج تک بڑی انتیاط سے اپنی سیاسی پٹاری میں رکھے ہوئے ہیں۔ اور جب بھی ضرورت پڑتی ہے تو اسی تیر بہد تیر نسخہ کو استعمال کرتے ہیں۔ علامہ مہربانی پتی و جعل احلہا شیعا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں او اعدی بدینہ العداۃ کیلا یتفقوا علیہ (منظبر ہی) یعنی اس نے ان کو منقذت گروہوں میں بانٹ دیا تھا اور ان کے درمیان عداوت کی آگ بھڑکا دی تھی تاکہ وہ متحد ہو کر اس کے خلاف علم بغاوت نہ بلند کر سکیں۔

علامہ جوہری صلا کا معنی کرتے ہیں علافی الامراض ای تنکیر۔ (الصالح یعنی اس نے تہنیر کیا۔

شہ اپنی قوم کے ساتھ تو اس کا یہ رویہ تھا لیکن بنی اسرائیل کے ساتھ اس کی زیادتیوں ناقابل بیان ہیں۔ کیونکہ بنی اسرائیل سے اسے بغاوت کا خطرہ کہیں زیادہ تھا۔ یہ نامندان یوسعت علیہ السلام کے زمانہ میں آباؤی وطن سے ہجرت کر کے مصر میں اقامت پذیر ہوا تھا۔ تھوڑے سے عرصہ میں ان کی تعداد میں جو شتر با اضافہ ہوا تھا۔ وہ اپنی ذہنی تربیت اور مددی کوشش کے باعث فرعون کے لیے ہر وقت پریشانی کا باعث بنے رہتے تھے۔ اس نے ان کی طاقت کو توڑنے کے لیے متعدد منصوبے بنائے تھے۔ سب سے پہلے اس نے اپنی قوم کے دلوں میں قوم پرستی کا معصب پیدا کیا اس میں ان کو بھڑکایا کہ یہ اجنبی جاہلی زمینوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ تجارت میں یہ دشمن ہیں۔ سیاست کے پھٹے میں ٹانگ اڑانے سے یہ باز

فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَ

مک (مصر) میں اور بنا دیں انہیں پیشوا لے اور بنا دیں انہیں (فرعون کے تاج و تخت کا) وارث۔ اور نسل

نُكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيْ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمْ

جنتیں انہیں سرزمین (مصر) میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی

مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ

جانے (وہی نظروں سے) اس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کی طرف کہ اسے

نہیں آتے۔ اگر تم نے ان کو نبی بے کلام چھوڑے رکھا اور ان کے خلاف اپنا قومی محاذ استوار نہ کیا تو یہ کسی وقت بھی انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ جدیدوں سے پہلو بہ پہلو شیر و شکر ہو کر لینے والی دو قوموں (عربی اور اسرائیلی) میں نفرت و عناد کی شعلے بھینچ کر دی اور قبیلوں کے دل میں اپنے ہمسایہ اسرائیلیوں کے لیے جھڑپوں کے جتنے جذبات تھے ان کا قلع قمع کر دیا۔ ان کی برستی ہوئی تعداد کو ختم کرنے کے لیے اس نے یہ سنگدانہ تجویز سوچی کہ اسرائیل کے ہاں اگر کوئی لڑکا پیدا ہو تو گلا گھونٹ کر اسی وقت اس کو مار ڈالا جائے۔ چنانچہ بائبل میں ہے:-

”تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دایوں سے کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے قدم پڑ جائیں اور ان کو پیچھے کی میٹھوں

پر بیٹھی دیکھو تو اگر میٹھا ہو تو اسے مار ڈالنا اور اگر بیٹی ہو تو وہ جیتی رہے۔“ (خروج ۱: ۱۶-۱۷)

سے فرعون کے ظالمانہ عزائم تو یہ تھے کہ بنی اسرائیل کو مختلف طریقوں سے بے بس اور کمزور کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی قومی انفرادیت کو برقرار نہ رکھ سکیں اور آہستہ آہستہ قبلی قوم میں گملا مل جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی نہ تھی۔ وہ یعقوب کے گھرانے کو برقرار رکھنا چاہتا تھا چنانچہ فرمایا کہ ہم نے چاہا کہ جس قوم کو عرصہ سے ظلم و ستم کی چکی میں میسا جا رہا ہے ان پر ہم اپنا فضل و کرم فرمائیں اور ان سرکشوں اور ظالموں کا تخت و تاج ان سے چھین کر بنی اسرائیل کو بخش دیں تاکہ فرعون اور اس کے بد نفس مشیر ہامان اور اس کے لشکریوں کو پتہ چل جائے کہ حقیقی بادشاہ ہم ہیں جس کو چاہتے ہیں تخت سلطانی پر بٹھا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں خاک مذلت پر لوٹنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ تمہاری ہماری امتیازی تمہاری سیاسی حیلے اور منصوبے دھرسے دھرسے رہ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ عملی صورت میں کس طرح رونما ہوا، اب اس کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ بجاہت کی برہمنی حکومت آج وہاں کی مسلم اقلیت سے بعینہ وہی سلوک کر رہی ہے جو فرعون نے کیا تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ قدرت خداوندی اس تم زدہ اقلیت کی دستگیری کے لیے وہی ارادہ فرما رہی ہوگی۔

ارْضِعِيْهِۗ فَاِذَا خَفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي

رہے خطر! دودھ پلائی رہ پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اسے دریا میں اور نہ ہراساں ہونا

وَلَا تَحْزَنِيْۗ اِنَّا رَاٰۤوْهُ اِلَيْكَ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾

اور نہ تمہیں ہونا۔ یقیناً ہم لوگوں میں گئے اسے تیری طرف اور ہم بنائے والے ہیں اسے رسولوں میں سے مجھ

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا اِنَّ

پس دریا سے نکال لیا اسے فرعون کے گھر والوں نے تاکہ وہ ان کا دشمن اور باعث رنج و الم بنے۔ بیشک

فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِيْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

فرعون، ہامان اور ان کے لشکر کی خطا کار تھے اور کہا فرعون کی بیوی

فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنِيْۗ لِيُؤْتِيَنِيْ وَلَكِ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَنْبَغِعَنَا

نے (اے میرے سربراہ!) یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرنا۔ شاید یہ ہمیں نفع دے۔

۷۔ مہربانی علیہ السلام کی والدہ کا اپنے نرسنت جگر کو حکم الہی کے مطابق ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دینا پھر اس صندوق کا بیٹے بیٹے فرعون کے محل کے نزدیک سے گزرنا اور فرعون کی اہلیہ کا اسے اٹھانا، پھر قصر شامی میں اس کی تربیت کا انتظام فرما دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام واقعات کی تفصیل سورہ طہ کے حواشی میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

۸۔ اگرچہ انھوں نے اس تابوت کو دریا سے اس لیے نہیں نکالا تھا کہ اس میں جو موصوم بچہ ہے وہ ان کی تباہی و تباہی کا باعث بنے۔ لیکن جب ان کے اس فعل کا انجام یہ ظاہر ہوا تو اس لیے بیکون کا لفظ استعمال کیا۔ اس لام کو اہل لغت لام ماقبت کہتے ہیں۔

۹۔ بتایا جا رہا ہے کہ فرعون تو خدائی کا دعویدار تھا لیکن وہ یہ بھی نہ جان سکا کہ یہ بچہ انجام کار اس کی بلاکت کا باعث بنے گا تو یہ عجیب خدا ہے جس کی بے علمی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ اپنے دشمن کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ ہامان کو بھی اپنی عزت اور بھروسہ پر بڑا ناز تھا، وہ بھی اس چیز کو نہ سمجھ سکا۔ یقیناً ایسا جاہل خدا بننے کے قابل نہیں اور ہامان جیسے بدحو وزیر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ فرعون کی خدائی کا پرچار کرتا رہے۔

أَوْنَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ

یاسم اسے اپنا فرزند بنا لیں اور وہ اس تجویز کے انجام کو نہ سمجھ سکے تلخ اور موسمی کی ماں کا دل بے قرار

مُوسَىٰ فَرِعَاطِينَ كَادَتْ لِتُبَدِيَّ بِهِ لَوْلَا أَنَّ رَبَّنَا عَلَىٰ

ہر گیا اللہ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دے اس راز کو اگر ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس

قَلْبِهَا لَتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِيْهِ

کے دل کو تاکہ وہ بنی سبب اللہ کے وعدہ پر یقین کرنے والی - اور اس نے کہا موسیٰ کی بہن سے کہ اس کے پیچھے چھپ بولے

فَبَصَّرْتَهُ بِهَا عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ

پس وہ اُسے دیکھتی رہی دُور سے - اور وہ اس (حقیقت کو) نہ سمجھتے تھے - اور ہم نے حرام کر دیں اس پر تلے

الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِ

ساری دُورہ پلانے والیاں اس سے پہلے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کیا میں پتہ دُور تمہیں ایسے گھر والوں کا جو اس کی

يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ آتَمِهِ كِي

پرورش کریں تمہاری خاطر اور وہ اس بچے کے خیر خواہ بھی ہونگے تو (اس طرح) ہم نے لوٹا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف

تلخ فرعون اور اُس کے تمام حواری اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ اس بچے کی وجہ سے سمندر کی موجیں انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گی۔

اللہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے نورِ نظر کی جدائی سے بے چین ہو گئیں۔ ان کا دل اپنے بچے کی یاد اور خیال کے سوا ہر چیز سے خالی ہو گیا۔ اور بعض نے سمجھا ہے کہ انہیں وہ وعدہ بھی یاد نہ رہا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا تھا کہتے ہیں کہ شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جا کر کہا کہ تو نے بچے کو اس لیے دریائی موجوں کی نذر کیا کہ فرعون اسے قتل نہ کر دے لیکن تیرے بچے کو تو فرعون نے ہی اٹھایا ہے وہ اسے کب زندہ رہنے دے گا۔ اس نے جب یہ بات سنی تو

گھبراہٹ کی وجہ سے انہیں وہ بات بھول گئی۔ ان کا دل ان اہل میں بات اور اس کا اہم ضمیر شان ہے۔ ایسا نکالنا۔

تلخ مراضع یا تو مَرْضَعَة کی جمع یعنی ہم نے تمام دُورہ پلانے والیوں کو آپ پر حرام کر دیا یا مَرْضَعَة کی جمع ہے۔

تَقَرَّعَيْنَهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنْ

تاکر اسے دیکھ کر اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور راز کے خفاق میں غمزہ نہ ہو اور وہ یہ بھی جان لے کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾ وَلَكِنَّا بَلَّغْنَا أَشْدَّهُا وَأَسْتَوَىٰ اتِّبِعْهُ

لیکن اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ اور جب پہنچ گئے موسیٰ اپنے شباب کو اور انکی نشوونما مکمل ہو گئی تو ہم نے انہیں

حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۸﴾ وَدَخَلَ

حکم اور علم عطا فرمایا۔ اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ وہ شہر میں داخل

الْمَدْيَنَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا

ہوئے۔ اُس وقت جب بے خبر سو رہے تھے اس کے باشندے۔ پس آپ نے پایا وہاں

اسی صورت میں یا تو مصدر می ہوگا تو اس کا معنی ہے دُودھ پلانا، یا غفلت ہوگا یعنی دُودھ پینے کی جگہ۔

۲۷ جس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے شاہی محل میں پروان چڑھ رہے ہیں جو نوجوان فرعون کا نور نظر بنا ہوا ہو وہ تو جب کسی شہر میں داخل ہوتا ہوگا۔ بڑے تزک و امتشام سے داخل ہوتا ہوگا اور حکومت کے مآزین اس کے استقبال کے لیے موجود ہوتے ہوں گے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ شہر میں اس وقت داخل ہوا جب لوگ آرام کر رہے ہوں اور لوگوں کو آپ کی آمد کا پتہ نہ چلے۔ یہ صورت حال آپ کی شانہ و ادب کے دور سے کوئی مناسبت نہیں کھتی اس لیے مجھے تو اس کی یہی توجیہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو روزِ اول سے ہی اپنی والدہ کے پاس دینے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل گیا تھا۔ ساری صورت حال سے آپ اچھی طرح آگاہ ہو گئے تھے۔ نیز آپ کو اپنے علیل القدر آباؤ اجداد کے منصبِ نبوت پر بھی آگاہی ہو چکی تھی۔ آپ نے جب دیکھا کہ فرعون خود خدا بنا بیٹھا ہے اور لوگوں سے اپنی پرستش کرتا ہے تو آپ کا موہد ذہن اس شرک صریح کو زیادہ عرصہ گوارا نہ کر سکا اور آپ کے پر جلال مزاج نے فرعون کو اس ناشائستہ حرکت پر لڑو کا بیان تک کہ قطع تعلق تک قربت پہنچی اور آپ کو محرم اور باغی سمجھا جانے لگا۔ چنانچہ اس کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے رُوبوش ہو گئے اور اگر کسی ضروری کام کے لیے آپ کو شہر میں آنا پڑتا تو آپ ایسے وقت میں آتے کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ یہ واقعہ بھی اس وقت پیش آیا جب آپ ایسے وقت شہر میں آئے جبکہ لوگ آرام کر رہے تھے چنانچہ علامہ قرطبی اور دیگر محققین نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ قال ابن الاصحق وكان في هذا الوقت قد انقصر خلافت فرعون وعاب عليه عبادته فرعون والاصنام فدخل مدينة فرعون يومًا على حين غفلة من اهلها۔ اور اس سے

۲۷

رَجُلَيْنِ يَقْتِيلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ

دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے سائلہ یہ ایک ان کی جماعت سے تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمنوں سے پس مدد کے

الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى

یہ نے پکارا آپ کو اُس نے جو آپ کی جماعت سے تھا اس کے مقابلہ میں جو آپ کے دشمن گروہ سے تھا تو سینہ میں گھونسا مارا

فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ

موسیٰ نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ کام شیطان کی نجات سے جو اسے جینک وہ کھلا دشمن ہے بھکائینے

مُبِينٌ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۗ

والا۔ آپ نے عرض کی میرے پروردگار! میں نے ظلم کیا اپنے آپ پر سائلہ میں بخش دے مجھے، تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اُسے۔

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

بیشک وہی غفور رحیم ہے۔ عرض کرنے لگے میرے رب! مجھے ان انعامات کی قسم جو تو نے مجھ پر

پہلے عطا فرمائی تھیں انکان لا یدخل مدینة فرعون الا خائفًا مستخفياً (قرطبی)

سائلہ جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں دست و گریباں ہیں۔ ایک اسرائیلی ہے

اور دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے آپ کو دیکھ کر مدد کے لیے پکارا، آپ آگے بڑھے کہ قبطی کو دست و پاڑی سے منع کریں جب اس

نے بات نہ مانی تو آپ نے اسے ایک ستارہ سید کیا۔ اسے قتل کرنے کا آپ کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن وہ مرنے کا جان لیوا ثابت

ہوا اور اُس کا قصہ تمام ہو گیا۔ اچانک جب یہ مادہ رُونا ہوا تو قتیبا آپ کو رُوحانی اذیت بھی ہوتی ہو گی کہ ناحق ایک

جان تلف ہو گئی اور پھر یہ خدشہ بھی پیدا ہو گیا ہو گا کہ فرعون پہلے ہی در پہنے آزار ہے جب اس کو اس واقعہ کا علم ہو گا تو

وہ مجھے جیتا نہ چھوڑے گا۔ چنانچہ جذبات و انکار کی اس کشمکش میں آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلا ہو گا هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

سائلہ اس قتل میں اگرچہ آپ کے ارادہ اور قصد کو قطعاً کوئی دخل نہ تھا بہر حال ایک جان تو تلف ہو گئی تھی اس لیے

بارگاہ الہی میں بخشش و مغفرت کی التجا کرنے لگے۔ مغفرت کا معنی ڈھانپنا ہے۔ ممکن ہے یہ بھی پیش نظر ہو کہ الہی پردہ پوشی

فرما دے اور میرے دشمنوں کو اس فعل کی اطلاع نہ ملے۔ چنانچہ اس غفور رحیم نے اپنے بندے کی اس التجا کو قبول فرمایا اور

کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَعَوِيُّ مُبِينٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ

موسیٰ نے اُسے فرمایا بیشک تو کھلا ہوا گواہ ہے۔ اُسے پس جب آپ نے ارادہ کیا کہ جمیٹ پڑیں اس پر

بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَمُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي

جو ان دونوں کا دشمن تھا وہ کہنے لگا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے بھی قتل کر ڈالے

كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۚ إِنَّ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا

جیسے کل تُو نے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ تو نہیں چاہتا۔ مجھ اس کے کہ تو تمک میں بڑا جابر بن جائے

فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمَصْلِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَ

اور تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو۔ اور

جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدْيَنَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَمُوسَىٰ إِنَّ

آیا ایک آدمی شہر کے آخری گوشہ سے دوڑتا ہوا۔ اُس نے داکر بتایا اُسے موسیٰ!

عل الصراط بوقت مدحض فیہ الاقدام (قطبی)

یعنی جو شخص کسی مظلوم کی مدد کے لیے اس کے ساتھ چلے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جو قدموں کے پھسلنے کا دن ہے اس کے قدموں کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا اور جو شخص ظالم کے ساتھ اس کے نظم پر اس کی مدد کرنے کے لیے جاتا ہے تو اُس دن اُس کے قدم پھراط سے پھسل جائیں گے۔

۱۸۔ موسیٰ علیہ السلام کو راز کے افشاء ہونے اور اپنے گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا۔ رات اسی طرح گزر گئی۔ دوسرے دن پھر آپ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی اسرائیلی ایک دوسرے شخص سے گم گمنا ہو رہا ہے۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پھر مدد کے لیے نکلا۔ آپ بکھر گئے کہ یہ شخص لڑاکا ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی کے ساتھ الجھ رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے فتنہ سے اُسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔ انک لغوی مبین۔ آپ آگے بڑھے تاکہ انھیں چھڑا دیں۔ وہ بھگا کہ جس طرح آپ نے مجھے غوی مبین بکھر ڈالنا ہے، شاید مجھے ہی مارنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس نے یا موسیٰ التوید بکھر سارا راز فاش کر دیا۔ علمدار نے نکھا ہے کہ دوسرے روز لڑنے والے بھی ایک قطبی اور ایک اسرائیلی تھے لیکن بائبل میں لکھا ہے کہ وہ دونوں اسرائیلی تھے۔ قرآن اس کی تردید نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الْمَلَائِكَةُ يَتَبَرُّونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ

سردار لوگ سازش کر رہے ہیں آپ کے بارے میں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں۔ اس لیے نکل جائیے وہاں سے (جنگ)

النَّصِيحِينَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ

میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ پس آپ نکلے وہاں سے ڈرتے ہوئے (اپنی گرفتاری کا) انتظار کرتے ہوئے (اللہ عرض کی چیز)

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَى

رب بہت کچھ ظلم و ستم کرنے والوں کے۔ اور جب آپ روانہ ہوئے مدین کی جانب (تو دل میں کہنے لگے امید ہے کہ میرا)

رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ

رب میری رہنمائی فرمائے گا سیدھے راستے کی طرف۔ اور جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ

وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْكُنُونَ هُوَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ

وہاں پر لوگوں کا ایک انبواء ہے جو اپنے مریضیوں کو پانی پلا رہا ہے۔ اور دیکھیں اس انبواء سے الگ تھمک

شلہ اس اسرائیلی کی بات سے راز فاش ہو گیا۔ فرعون اور اس کے اعیان حکومت کو بھی اطلاع مل گئی کہ کل کے مقتول قبلی کا قاتل موسیٰ ہے۔ انھوں نے آپ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنا کر شروع کیا حضرت موسیٰ کے ایک منگس کو تیرپلا تو وہ دوڑا دوڑا آیا اور حکومت کے ارادہ سے آپ کو مطلع کر کے کہا کہ آپ یہاں سے جلد نکلنے کی کوشش کیجیے۔ آپ کو گرفتار کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔

شلہ چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ دل میں ہر وقت یہ کہنا لگا ہوا تھا کہ پیچھے سے آکر کوئی پکڑ لے اس لیے بارگاہ انبوی میں پھر ہاتھ اٹھاتے۔ یہ توبہ، یہ انتظار طلبہ

شلہ جب مصر میں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا تو آپ نے مدین کا رخ کیا۔ کیونکہ یہ ہی ایک ایسا علاقہ تھا جو فرعون کی مملکت سے باہر تھا اور اس کے علاوہ آباد بھی تھا اور قریب بھی تھا۔ نیز آپ کو یہ بھی خبر ہوئی کہ وہاں کے باشندے بھی حضرت ابراہیم کے فرزند عزیزین کی اولاد ہیں اور ان سے خونی قرابت بھی ہے اس لیے آپ مدین کی طرف روانہ ہوئے لیکن پاس نہ ساری ہے نہ راہ۔ رات بھی معلوم نہیں لیکن دل میں یقین ہے کہ میرا پروردگار ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔

شلہ آپ تھکے ماندے مدین کے باہر چڑھ کر آئے اور وہاں پہنچے تو دیکھا لوگوں کا ایک جھگمٹ ہے اور ہر ایک اپنے

امراتین تَدُوْدِنْ قَالَ مَا خَطْبُكُمْ اَقَالَتْ لَا نَسْقِي حَتَّى

دو عورتیں کہ اپنے ریورز کو روکے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا تم کیوں اس حال میں کھڑی ہو ان دونوں نے کہا ہم نہیں پلا سکتیں

يُصَدِّرُ الرَّعَاءَ وَابْنُ شَيْخٍ كَبِيرٍ ۝ فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى

جنگ تھکے چرواہے اپنے مویشیوں کو نیکرواپس نہ چلے جائیں اور چارو والد بہت بوڑھے ہیں لہذا تو آپ نے پانی پلا دیا ان کے

الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّي لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝

ریورز کو تھکے پھر لوٹ کر سایہ کی طرف آگئے اور عرض کرنے لگے میرے مالک! اودھنی میں اس خیر برکت کا جو تو نے میری طرف

فَجَاءَتْهُ اِحَدُهُمَا تَبَشِيْرًا عَلٰى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ

آٹھری ہے محتاج ہوں کچھ زبردستی آپ کے پاس ان دونوں میں ایک خاتون شرم و حیا سے چلتی ہوئی (اور اگر کہا میرے

اپنے جانوروں کو پانی پلانے میں مصروف ہے لیکن دو ایک گوشہ میں دو عورتیں الگ تھلگ کھڑی ہیں اور اپنے ریورز کو روکے ہوئے ہیں تاکہ بھڑکریاں اور حر آدھر منتشر نہ ہو جائیں۔ آپ نے ان کیوں چپ چاپ کھڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا تم اس طرح کیوں کھڑی ہو تمہارا کیا مقصد ہے۔ خطبہ کا، مطلوبہ کا۔

۱۱۷۷ انھوں نے کہا کہ ہم بھی اپنے ریورز کو پانی پلانے کے لیے لاتی ہیں لیکن جب تک یہ چرواہے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر پٹے نہیں جاتے۔ ہمارے لیے اس بھیڑ میں گھس کر پانی پلانا ناممکن نہیں جب یہ چلے جائیں گے تو پھر ہم آگے بڑھ کر انھیں پانی پلائیں گی۔

۱۱۷۸ انھوں نے خود آکر ریورز کو پانی پلانے کی وجہ بیان کر دی۔

۱۱۷۹ آپ آٹھے، ڈول لیا اور پانی نکال کر ان کے ریورز کو سیراب کر دیا۔ آپ کی طبیعت شرافت اس کو گوارا نہ کر سکی کہ عورتیں یونہی کھڑی رہیں اور دوسرے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے رہیں۔ وہ اپنے ریورز کو ہانک کر چل دیں حضرت موسیٰ کی یہاں کسی سے جان نہ پچان۔ پاس ہی ایک سایہ دار درخت تھا۔ ایک غریب الٰہی آدمی کی طرح اس کے نیچے سستانے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس کس پرسی کے عالم میں اپنی غریب الوطنی کا شکوہ کرتے ہوئے حرم کی التجا کی اس قدرے کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۔ انزلت ماشی کا صیغہ ہے لیکن مستقبل کے معنی میں متعمل ہوا ہے کہ جو مہربانی تو مجھ پر فرمائیے واللہ مجھے اب اسکی اشد ضرورت ہے۔ ۲۔ انزلت بمعنی قدرت انزال اللہی جو مہربانی فرمانے کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس کی طرف میں سخت محتاج ہوں۔

لِيَجْزِيكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ

والدھیں لاتے ہیں تاکہ تم نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے اس کا تمہیں معاوضہ دینا ہے جس جب آپ انکے پاس آئے اور اپنا قصہ

الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲۸﴾

ان کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا ڈرو نہیں تم بچ کر نکل آئے ہو ظالموں (کے پنجہ) سے لگتے

قَالَتْ أَحَدُهُمَا يَأْتِ اسْتَأْجِرُهُ إِنَّ خَيْرَ مَنْ اسْتَأْجَرَ الْقَوْمِ

ان دو میں سے ایک خاتون نے کہا میرے محترم، باپ اسے نوکر رکھ لیے۔ بیشک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر رکھیں وہ ہے

الْأَمِينُ ﴿۲۹﴾ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ

جو اتم تر بھی ہو دیا تمہارا بھی ہو شلہ آپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں بیاہ دوں تمہیں ایک ان اپنی دو بیٹیوں سے

۲۸ شلہ تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ ان دو عورتوں میں سے ایک آئی۔ اس نے حضرت موسیٰ کو اپنے والد کے خیال سے

آگاہ کیا کہ وہ آپ کو پانی پلانے کا معاوضہ دینا چاہتے ہیں اور ساتھ پلنے کی دعوت دی جب وہ خاتون آئی تو کس طرح

آئی، اس کو خصوصی طور پر بیان کیا تاکہ اہمیت سلسلہ کی پتھیاں اس سے سنبھال سکیں۔ فرمایا شرم و حیا کی چادر اوڑھے شرفائی بجاتی

ہوتی آئی۔ عمر بن مسعود کہتے ہیں ولد نکس سلفعاً من النساء خواجه و لاجتہ (قرطبی)

یعنی وہ ان عورتوں کی طرح نہ تھی جو مردوں کے پاس بڑی بیباکی سے آتی جاتی ہیں اور انھیں کوئی جھک محسوس نہیں

ہوتی۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان لڑکیوں کے والد کا نام کیا تھا لیکن اکثر مفسرین کی سہی راستے ہے کہ یہ حضرت

شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں تھیں۔ بائبل میں بھی یہ واقعہ تقریباً اسی طرح مذکور ہے۔

۲۹ شلہ موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ اور اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انھوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا اب فکر و اندیشہ

دل سے نکال دو۔ تم ظالموں کی گرفت سے نکل آئے ہو۔ یہاں اب تمہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ علامہ آکوسی لکھتے ہیں کہ حضرت

موسیٰ آجرت لینے کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ آپ کے پیش نظر ایک بزرگ کی زیارت کرنا تھی۔ چنانچہ ابن عساکر لکھتے

ہیں کہ حضرت شعیب نے کہا نا پیش کیا تو آپ نے گلہ منے سے انکار کر دیا۔ وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں اس خاندان سے تعلق رکھتا

ہوں جو اپنے نیک عمل کو کسی قیمت پر بیچنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی مہمان کی تواضع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں

اسے آجرت خیال نہ کرو بلکہ رضیافت ہے جو ہمارے آہلے کی سنت ہے۔

۳۰ ان بیٹیوں کو ریورٹ پر لانے، اس کی حفاظت کرنے اور پھر ان کو اس بیٹھ میں پانی پلاتے وقت بڑی دقتوں کا سامنا کرنا

عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَجَّجَ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ

بشرطیکہ تو میری خدمت کرے آٹھ سال تک ۱۰ سال پھر اگر تم پورے کرو دس سال تو یہ تمہاری اپنی مرضی۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْسُقَ عَلَيْكَ سِتْرِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ

اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کروں۔ تو پائے گا مجھے اگر اللہ نے چاہا نیک لوگوں سے (جو وہ)

الطَّالِحِينَ ۝ قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلِينَ قَضَيْتُ

ایفا کرتے ہیں) مومنوں کے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے پانسی ۱۰ سال ان دو مہینوں سے جو مہینوں میں گزارا

فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝ فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ

تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ جو قول و قرار ہم لے گیا ہے اس پر نگہبان ہے پھر جب موسیٰ علیہ السلام

پڑتا تھا۔ انھوں نے آپ کی جہانی قوتوں کا اندازہ لگالیا تھا کہ کس طرح بھیڑ کو چیرتے ہوئے انھوں نے تھوڑے سے وقت

میں ان کے سارے ریوڑ کو سیراب کر دیا۔ پھر ان کے شرم دیا کو دیکھا کہ وہ کسی اجنبی عورت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی

گوارا نہیں کرتے تو اپنے والد بزرگوار سے یہ عرض کی۔

۱۰ حضرت شعیب کو بھی ان دشواریوں کا احساس تھا جن کا ذکر ان کی صاحبزادی نے کیا۔ اولاد پر نین نہ ہونے کی وجہ

سے جوان بچپوں کو مال مویشی کی حفاظت گھربار کا انتظام اور دیگر ذمہ داریاں انجام دینا پڑتی تھیں اس سے آپ کو قید بناؤ

گرفت ہوتی ہوگی حضرت موسیٰ کی داستان سن کر ان کے حسب نسب سے آپ آگاہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے موسیٰ سے کسی

مناسب وقت پر اس امر کا اظہار کیا کہ اگر تم یہاں آٹھ دس سال ٹھیراؤ اور میرا دست بازو بننا منظور کرو تو میں تم کو اپنی ایک

بچی کا نکاح کر کے دے دوں گا۔ یوں تمہارا میرے گھر میں ٹھہرنا آسان ہو جائے گا۔ موسیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ

آپ نے اپنی ایک بچی کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ گفتگو محض بطور مشورہ ہوئی۔ اس

گفتگو سے نکاح منعقد نہیں ہوا تاکہ وہ مباحث یہاں چھیڑے جائیں جو عموماً اس آیت میں بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۱ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ شرط منظور کر لی لیکن کہا کہ ان دونوں مہینوں میں سے جو مہینوں میں اپنی مرضی

سے پوری کروں آپ کو اقرار نہیں ہوگا۔ اس وعدہ کو پختہ کرنے کے لیے آپ نے اللہ علیٰ ما نقول وکیل کے الفاظ

فرادینے۔

۱۰۲۲

الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ النَّسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ

نے مقررہ مدت پوری کر دی سلسلہ اور (وہاں سے) اپنے اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر تو آپ نے کسی طور کے ایک طرف لڑکھٹے

لِأَهْلِهِ أَمْكُثُوا إِنِّي أَنَسْتُ نَارًا الْعَلَىٰ أَيْكُمْ مِّنْهَا بَخْبِرَ أَوْ

آپ نے اپنے اہل خانہ سے کہا تم زرا بخیر ویش نے آگ دیکھی ہے وہیں وہاں جانا ہوں، شاید میں نے آؤں تمھارے پاس ہاں سے

جَذْوَةً مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۳۸﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ

کوئی ٹبر یا آگ کی کوئی چٹکاری تاکہ تم اسے تاپ سکو۔ پس جب آپ وہاں گئے تو نما آئی وادی کے دائیں

شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ

کنارہ سے سلسلہ اس بابرکت مقام میں ایک درخت سے کہ اُسے

يُمُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۹﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا

موسٰی! بلاشبہ میں ہی ہوں اللہ جو رب العالمین ہے۔ اور (فرما) ڈال دو (زمین پر) اپنے عصا کو

رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلِي مُدِيرٌ ۗ أَوَلَمْ يَعْقِبْ يُمُوسَىٰ أَقْبَلُ

اب جو اسے دیکھا تو وہ اس طرح لہرا رہا تھا جیسے وہ سانپ ہو آپ پیٹھ پیٹھ کر چل گئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور آواز آئی

سلسلہ حضرت عباس سے مروی ہے کہ آپ نے دس سال پورے کیے۔ قال تصنی الکلبیما وادفاہما (قرطبی)۔

سلسلہ موسٰی علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر مصر روانہ ہوئے۔ راہ میں وہی دور سے آگ دیکھنے کا واقعہ پیش آیا جس کا

ذکر سورۃ النمل اور دوسری سورتوں میں گزر چکا ہے۔ جَذْوَةٌ: قطعہ من النار یعنی چٹکاری۔

سلسلہ جب آپ آگ لے آئے کے ارادہ سے اس جگہ پہنچے تو اس بابرکت علاقہ میں وادئ طور کی وادئیں جانب

ایک درخت نظر آیا جس میں سے یہ صوت سرمدی سانس نواز ہو رہی تھی۔ اس آواز کی کیفیت کیا تھی کیا وہ الفاظ، حروف

اور اصوات سے عبارت تھی اور کیا اس کا سماع ان ظاہری کافوں سے ہوا، اس کے متعلق علامہ قرطبی کی یہ عبارت بڑی

بسیرت افروز ہے:

قال ابوالمعالی واصل المعانی واصل الحق یقولون من کلمہ اللہ تعالیٰ حصہ بالرتبۃ العلیا والغایۃ القصی

وَلَا تَخَفْ إِيَّاكَ مِنَ الْأَمِينِ ۝۳۱ أَسْأَلُكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ

اے موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں۔ یقیناً تم درخیز طور سے دیکھنا چاہتے ہو اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں

تَخْرُجُ بِيضًا مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۝۳۲ وَأَضْمُرُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ

وہ نکلے گا سفید (چمکتا ہوا) بغیر کسی تکلیف کے ۳۲ اور رکھے اپنے سینہ پر اپنا ہاتھ خوف

الرَّهْبِ فَذِيكَ بُرْهَانَ مِنْ رَبِّكَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِكِهِ

دور کرنے کے لیے ۳۲ تیری دو دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون سے فرعونوں کی طرف

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝۳۳ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

نے جانے کے لیے بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں ۳۳ اس نے اپنے عرض کی میرے رب! میں نے تو قتل کیا تھا ان سے ایک شخص

فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝۳۴ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْضَلُ مِنِّي لِسَانًا

کو میں ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے قتل نہ کر لیں۔ اور میرا بھائی ہارون وہ زیادہ فصیح ہے مجھ سے گفتگو کرنے میں تو اسے

فَأَرْسَلَهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۝۳۵ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَيِّدُوا ۝۳۶

مجھ میرے ساتھ میرا دو گار بنا کر تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا لیں گے۔ ۳۵

فِي ذِكْرِ كَلَامِهِ الْقَدِيمِ الْمَقْدَسِ مِنْ مِثَابَةِ الْحَوَاتِ وَالْأَصْوَاتِ وَالْعِبَارَاتِ وَالنِّعْمَاتِ وَضَرْبِ

اللِّغَاتِ ۝۳۱ یعنی اہل حق کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا ہے تو اسے ایسے بلند مرتبہ پر فائز

کر دیتا ہے کہ وہ کلام الہی کو حروف و صورت و نغمہ وغیرہ کی قیود کے بغیر ادراک کر لیتا ہے ۳۲

۳۳ عصا کے سانپ بننے والا معجزہ عطا ہوا جس کی تفصیل سورۃ نمل میں گزر چکی ہے۔

۳۴ اس کے بعد یہ بیضا کا اعجاز مرمت ہوا۔

۳۵ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے سینے کے ساتھ ملا لو تاکہ اللہ تعالیٰ اس خوف کو دور کر دے جو آپ

اپنے دل میں محسوس کر رہے ہیں۔ المعنی اسمع يدك الى صدرك ليذهب الله ما في صدرك من الخوف (تو طبی)

۳۶ فرمایا تمہارے رب نے تمہیں یہ دو معجزے عطا فرمائے ہیں۔ اب فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم مضبوط کرینگے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور ہم عطا کریں گے تمہیں ایسا غلبہ (اور شریکت)

يَصْلُونَ إِلَيْكُمَا ۖ أَيَّتِنَا أَنْتُمْ وَمَنِ اتَّبَعكُمَا الضَّالُّونَ ﴿۲۰﴾

کہ وہ تمہیں (اڈتیت) نہیں پہنچا سکیں گے ہماری نشانوں کے باعث تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوا مَا هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

پھر جب آئے فرعونوں کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) ہماری روشن نشانیاں لے کر انھوں نے کہا نہیں ہے یہ مگر جاڑو

مُفْتَرِيٍّ وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ

گھڑا جزا ۱۲۰ اور ہم نے نہیں سنی اس قسم کی باتیں اپنے پہلے آباؤ اجداد کے زمانہ میں۔ اور موسیٰ (علیہ السلام)

مُوسَىٰ رَبِّيٰٓ أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ

نے فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو اس کی بارگاہ سے (ذکر) ہدایت لے کر آیا ہے اور وہی جانتا ہے کہ اس کا انجام

ہاؤ اور انہیں بھاتا انھوں نے بڑا اور دم چھڑا رکھا ہے۔

۱۲۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی الہی مجھ سے ایک قطعی قتل ہو گیا تھا میں اگر فرعون کے پاس گیا تو مجھے گرفتار کر

لیں گے اور ان سے کوئی بعید نہیں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اس کے علاوہ میری زبان میں وہ روانی نہیں جو ایک مبلغ میں

ہوتی چلی ہے۔ اس سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور میرا معاون بنا دیکھئے تاکہ وہ میری دل جمعی کا باعث ہو اور ہم دونوں

ایسی طرح تیرے حکم کی تعمیل کر سکیں۔ ردأ المعینا مشفق من ارداتہ ای اعنتہ واللہ ذو العون یہ واقعہ بھی تفصیلاً بیان ہو چکا۔

۱۲۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری دعا منظور ہوئی ہم تیرے بھائی ہارون سے تیرے بازو کو تقویت دیں گے تمکو

کہ وہ جب میں تمہارا معاون ہوں تو پھر میرا سے فرعون کی کیا مجال کہ تمہیں کوئی گزند پہنچا سکے۔ تم بے دھڑک جاؤ اسے میرا

پیغام پہنچاؤ۔ اور یقین رکھو کہ تم اور تمہارے پیروکار ہی غالب ہوں گے۔

۱۲۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم الہی کے مطابق فرعون کے پاس گئے۔ اسے دعوت دی۔ اپنے معجزات دکھائے۔

انھوں نے ایمان لانے کے بجائے آپ کو جاؤ و گروہ آپ کے معجزوں کو جاؤ و کا کرشمہ کہہ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

بے راہروی اور ظلم و تعدی سے باز آ جاؤ ورنہ برابر باؤ کر دینے جاؤ گے۔

عید اللہ تعالیٰ

تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالَ

اچھا ہو گا۔ بے شک بائراؤ نہیں ہوتے ظلم و ستم کرنے والے۔ یہ دشمنکہ فرعون نے کہا

فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي

اے اہل دربار! شمع میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی اور خدا ہے۔ پس آگ بنا میرے لیے

شمع موسیٰ علیہ السلام نے جب اس کے بھروسے دربار میں رب العالمین کا ذکر کیا تو اسے سخت ناگوار گزرا۔ اس نے اپنے وزرا اور رؤساء مملکت کی طرف دیکھا۔ پھر ٹیسے غرور سے کہا کہ موسیٰ کی بات کی طرف التفات نہ کرنا میں نے خوب تحقیق کر لی ہے۔ میرے سوا تمہارا اور کوئی خدا نہیں ہیں ہی تمہارا الٰہ نہیں۔

اس کے بعد اس نے اپنے مشیر خصوصی ہامان کو حکم دیا کہ موسیٰ جس خدا کا ذکر کر رہا ہے وہ زمین پر تو کہیں کسی کو نظر نہیں آیا، ہو سکتا ہے آسمان پر ہو۔ اس لیے ہامان تم ایک نہایت بلند عمل یا مینا تعمیر کرو تا کہ ہم اس پر چڑھیں اور آسمان میں بھی جھانک کر اچھی طرح تسلی کر لیں۔ اگر موسیٰ کا خدا وہاں ہوتا تو ہمیں نظر آجائے گا۔ اور اگر وہاں بھی نظر نہ آیا تو پھر تم سب کو الٰہینا ہو جلتے گا کہ میرے سوا کوئی اور الٰہ نہیں ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے میں تو موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔

آیت کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد یہاں دو چیزیں غور طلب ہیں:

(۱) فرعون اپنے آپ کو الٰہ کہتا تھا اس سے اس کا مقصد کیا تھا؟

(۲) اس نے ہامان کو بلند مینار بنانے کا حکم کیوں دیا اور کیا وہ بنا بھی گیا یا نہیں؟

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا اپنے آپ کو الٰہ کہنے کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ کیونکہ اس کے اس دعویٰ کو تو کوئی الحق ترین آدمی بھی ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس دنیا میں آتے جوتے اسے چند سال ہی گزرے تھے۔ ایسے لوگ بھی کثرت موجود ہونگے جن کے سامنے اس کی پیدائش ہوتی۔ وہ ٹرا ہوتا اور بادشاہ بنا اور یہ زمین و آسمان اور دیگر مظاہر فطرت تو اس سے لاکھوں سال پہلے کے ہیں اور وہ اتنا نادان ہرگز نہ تھا کہ ایسی بات کا دعویٰ کرنا جو بدیہ البطلان ہو۔ الٰہ کے دعویٰ سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ساری رعایا کا معبود بنا دے۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں کسی کو دم مارنے کی اور اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو۔ وہ کہتا میرے ملک میں میرا ہی حکم چلے گا۔ موسیٰ یا بائرون کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ میرے کسی طرز عمل پر یہ کہہ کر اعتراض کریں کہ میرا یہ کام رب العالمین کی مرضی کے خلاف ہے یا میرا حکم اس کے حکم کے خلاف ہے اور میں اس کی حکم عدولی کا ارتکاب کر رہا ہوں۔ بل اللہ هو العبود

فالرجل ما كان ينفي الصانع ويقول لا تكليف على الناس الا ان يطيعوا مسلطهم وينقادوا لامره فهذا هو المراد من

اقمانيه الالهيہ (کہیں) علامہ آٹوسی کے قول سے بھی امام کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: ان القعبين كلن

يَهَامُنُ عَلَى الطَّيْنِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي اُظْلِعُ اِلَى

آسے ہامان! اور اس پر ایٹھیں پورا میرے لیے ایک اونچا محل تعمیر کر۔ شاید اس پر چڑھ کر میں سرخ لگا

مشقہا يعتقد ان من ملك قطعا كان الله ومعبود اهلہ وروح المعانی یعنی اس کا یہ عقیدہ تھا کہ ہر بادشاہ اپنے علاقہ اور سلطنت کا خدا اور مہبود ہوتا ہے۔

رہی دوسری بات کہ اُس نے ہامان کو یہ حکم کیوں دیا تھا اور کیا یہ مینار تعمیر ہو یا بھی تھا یا نہیں تو اس کے بارے میں امام رازی دیکھتے ہیں کہ اس کا مقصد قطعاً یہ نہ تھا اور نہ اس کا یہ خیال تھا کہ ایک ایسا اونچا مینار بنایا جا سکتا ہے جس پر چڑھ کر انسان آسمان میں جھانک سکے۔ اس نے یا تو یہ بات ازراہ مذاق کہی تھی یا اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کے لیے ایسا کہا تھا تاکہ لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی جائے کہ بادشاہ سلامت موسیٰ کے دعویٰ کی تحقیق کر رہے ہیں جب تک اس تحقیق کے نتائج سامنے نہ آجائیں ایک نووارد کی بات سن کر اپنے قدیم عقائد کو ترک کر دینا بڑی جلد بازی ہے اور پھر فرعون جیسے جاہل بادشاہ کی دشمنی مول لینا بھی کوئی عقلمندی نہیں۔ ابھی کچھ دیر صبر کرو اور دیکھو اس تحقیق کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ فرعون اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جب ایک مرتبہ موسیٰ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی تو پھر کون اتنی زحمت اٹھا کر یہ پوچھنے آئے گا کہ جہاں پناہ! آپ نے جس تحقیق کا وعدہ کیا تھا اس کا کیا نتیجہ نکلا جس بلکہ مینار کو تعمیر کرنے کا حکم آپ نے ہامان کو دیا تھا وہ کہاں بنایا گیا۔

و انما قال ذاك على سبيل التهلكه فلا تقرب الله كان او ههنا البناء ولعربين (دیکھیں)

یعنی اس نے لوگوں کو اس وجہ میں ڈالا تھا کہ وہ ایسا مینار بنائے گا، اس کے لیے تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ ماہر کاریگر اور سالہ فراعلم جو رہا ہے۔ نیک نہ کرو بلکہ ہی کام شروع ہو جائے گا۔ ایسی باتیں کر کے اس نے حضرت موسیٰ کی دعوت سے لوگوں کی توجہ ہٹا دی اور یہی اس کا مقصد تھا۔

باقی راہ وہ قول جو کئی کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ اس نے ایک اونچا مینار تعمیر کیا۔ پھر وہ اُس کے اوپر چڑھا اور ایک تیر انداز کو آسمان کی طرف تیر چلانے کا حکم دیا۔ جب تیر لڑنا تو وہ خون سے آلودہ تھا اور اُس نے لوگوں کے سامنے اعزاز کروایا کہ دیکھو میں نے موسیٰ کے خدا کا (نعوذ باللہ) کام تمام کر دیا ہے۔ اس قول کے متعلق امام موصوف بڑے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس بات کو تو پاگل اور مجنون بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ قرآن کریم کے قصصوں کی ایسی تشریح کرنا جو بدیہ البطلان ہو اس کی اجازت نہ عقل دیتی ہے اور نہ دین اسے برداشت کرتا ہے۔ اس طرح تو ہم ان لوگوں کے لیے راہ ہموار کر دیں گے جو قرآن پر اعتراض کرنے کے لیے ایسے زریں موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

فلا يلبق بالعقل والدين حمل القصة التي حكاها الله تعالى في القرآن على محمل يبعث فسادا بفسورة العقل

فیصدیر ذلک شرعاً قویاً لعن احب الطعن فی القرآن۔ (دیکھیں)

إِلَىٰ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ۝ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ

سکون موسیٰ کے خدا کا۔ اور میں تو اس کے باتر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ اور تجھ کو اس نے اور اس کی

وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَيْنَا

فوجوں نے زمین میں نامحق لکھ اور وہ یہ گمان کرتے رہے کہ انہیں ہماری طرف

لَا يَرْجِعُونَ ۝ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَاَنْظُرْ

نہیں لوٹایا جاتے گا۔ پس ہم نے پکڑ لیا اسے اور اس کے لشکریوں کو اور پھینک دیا انہیں سمندر میں۔ دیکھو ایسا

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُدْعُونَ إِلَىٰ

دہولناک انجام ہوا ظالم و ستم کرنے والوں کا۔ اور ہم نے بنایا تھا انہیں ایسے پیشوا جو بارہے تھے اپنی رعایا

النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝ ۱۱ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ

کو، آگ کی طرف۔ اور روزِ حشر ان کی مدد نہیں کی جائے گی لکھ اور ہم نے ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی

الدُّنْيَا لَعْنَةً ۝ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝ ۱۲

لعنت لگا دی۔ اور قیامت کے دن بھی ان کا شمار معزوفوں میں ہو گا۔ لکھ

لکھ اس نے غور و سرکشی کی راہ اختیار کی اور اس کا انجام وہ ہوا جو ان آیات میں مذکور ہے حقیقت یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ بل جہدہ کے بغیر جو بھی تجزیر کرتا ہے وہ نامحق کرتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے: الکبیر یاہ ردائی والعضمة

ازلسی فمن ناسناہنی فی واحد منہما قذفتہ فی النار۔ رداہ احدیہ و رداہ العاکم بسند صحیح ۱۱ عن ابی ہریرۃ بلفظ

الکبیر یاہ ردائی فمن نازعنی فی ردائی قصمتہ ۱۲ یعنی تجزیر میری صفتِ خصوصی ہے جو اس میں شریک ہونا چاہے گا

اس کی میں کمر توڑ دوں گا اور اسے دوزخ میں پھینک دوں گا۔

لکھ فرعون اور اس کے وزراء و رؤساکے متعلق فرمایا کہ وہ ایسے شخصوں کی ڈرا دیر پیشوا تھے جو خود بھی تباہ و برباد ہوئے

اور اپنے ماننے والوں کو بھی جہنم رسید کر کے دم لیا۔

لکھ اس کا معنی ملعونین کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس کا معنی فرمایا ہے جن کے چہرے بڑھ گئے ہوں بڑھ

۱۱

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ

اور ہم نے دی موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب لکھ اس کے بعد کہ ہم نے ہلاک کر دیا تھا پہلی (مناقران) قوموں

الْأُولَىٰ بِصَافِرٍ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَالَمِهِمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۰﴾

کو۔ (یہ کتاب) لوگوں کے لیے بصیرت افروز اور سراپا ہدایت و رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ

اور آپ نہیں تھے (طور) کی مغربی سمت میں جگہ جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف (رسالت کا) حکم

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۲۱﴾ وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ

بجہا اور نہ آپ گواہوں میں شامل تھے لکن ہم نے پیدا فرمائیں کئی قومیں (یکے بعد دیگرے) اور

سیاہ ہوا اور آنکھیں نیلی اور جس کو ہم بھلائی سے دور ہلاک دیا گیا جو اسے بھی مقبروں کہتے ہیں۔ يقال قبعه قبوحا اذا ابعده من كل خير (منظہری)

لکن آپ کو جو کتاب (تورات) عطا فرمائی گئی اس کی خصوصیات بیان کی جا رہی ہیں۔ کتاب ذوالحال اور بصائر وغیرہ حال ہیں۔ بصائرو، بصیرت کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہی نور فی القلب۔ یہ صوبہ قلوبہم حقائق الاشیاء بقدر العاقلۃ البشریۃ یعنی دل کی وہ روشنی جس سے انسانی طاقت کے مطابق حقیقت اشیا پر آگاہی ہوتی ہے۔

۲۰ لکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جس صحت اور وضاحت سے آپ نے بیان کیا ہے اس کی یہ وجہ نہیں کہ آپ اس وقت موجود تھے اور تمام حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے بلکہ اس کا علم آپ کو وحی کے ذریعہ بخشا گیا ہے۔ آپ کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ سینکڑوں سال پہلے کا واقعہ بلا کم و کاست بیان کر دیا جائے اور تمام غلطیوں کا ازالہ کر دیا جائے جس میں وہ لوگ مبتلا تھے۔

۲۱ لکن معنی جب ہم نے آپ کو نبوت بخشی یا جس وقت ہم نے آپ کو تورات دی۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسے مجرب اہم نے خلوت کی ان گھڑیوں میں تیری بعثت اور شریعت آوری کا ذکر موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا "ای اذ قضینا الی موسیٰ امرک و ذکرناک بخیر ذکوہ (تو طہی)

۲۲ لکن موسیٰ علیہ السلام کی رحلت کے بعد کئی نسلیں گزر گئیں۔ بعد میں لوگوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا۔ تورات میں تحریرت کر دی اور دین موسوی کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتَلَوُا

کافی لمبا عرصہ گزر گیا۔ ان پر (اور انھوں نے عہدِ خداوندی نبیلا دیا) اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے لہذا کہ آپ

عَلَيْهِمُ اٰیٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

پڑھ کر سنا تے ہوں انہیں ہماری آیتیں لیکن ہم ہی رسول بنا کر بھیجے والے تھے۔ اور آپ (اس وقت) طویہ کے کنارہ پر تھی

الطُّورِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا

نہ تھے لہذا جب ہم نے (موسیٰ کو) ندا فرمائی لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو ان حالات پر آگاہ کر دیا تاکہ

مَا آتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۰﴾

(تو برا ہی سے) اور آپ اس قوم کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈرنا بولا آپ سے پہلے شاید وہ نصیحت قبول کریں نہ (اور اس کی وجہ یہ ہے)

کی آمد کی جو اطلاع دی تھی اور ایمان لانے کی تاکید کی تھی اس کو بھی فراموش کر دیا اور ان کے دل سخت ہو گئے اور انھوں نے اپنے نبی کی مخالفت شروع کر دی۔

لہذا ثاوی: مقیم یعنی آپ اہل مدین میں بھی اقامت فرما نہ تھے بلکہ ہم نے آپ کو مکہ میں مبعوث فرمایا۔

۵۹ علامہ طہطاوی نے اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو ندا کرتے ہوئے فرمایا: یا امة محمد، قد اجبتکم قبل ان تدعون فی دلیفیکم قبل ان تسألونی وغفرت لکم قبل ان تستغفرونی ورحمتکم قبل ان تسترحمونی۔

ترجمہ: اے امتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے دُعا کرنے سے پہلے میں نے تمہاری دُعا کو قبول کیا تمہارے مانگنے سے پہلے میں نے تمہیں دے دیا۔ تمہاری استغفار سے پہلے میں نے تمہیں بخش دیا اور رحم فرمایا۔ حضرت وجیب بن منبہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے حضور کی فضیلت اور حضور کی امت کی شان بیان فرمائی تو آپ نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے ویدار کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہیں سکتے۔ اگر تو چاہے تو میں ان کو بلاؤں اور ان کی آواز تمہیں سناؤں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: جلی یا رب۔ ہاں مجھے آواز ہی سناؤ۔ فقال اللہ تعالیٰ: یا امة محمد، اللہ تعالیٰ نے ندا دی۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت تو اپنے باپوں کی پشتوں سے امت محمدیہ نے جواب دیا تو آیت کا معنی یہ ہو گا کہ آپ اس وقت طور کے پاس نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور آپ کی امت کو آواز دی اور موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ ہم نے تجھے اور تیری امت کو اتنی بڑی شان دی ہے۔ ومعنی

وَلَوْ لَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمْت أَيْدِيَهُمْ فَيَقُولُوا

کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت ان اعمال کے باعث جو انہوں نے کیے ہیں تو وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ اے

رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ

ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیات کی اور ہم ہو جاتے ایمان

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا

انبیاءوں سے اللہ پھر جب آگیا ان کے پاس حق ہماری جناب سے تو وہ کہنے لگے کیوں نہ دیتے گئے انہیں

أَوْتِي مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ

اس قسم کے معجزے جو موسیٰ کو دینے گئے تھے۔ ان نابجا رول سے پوچھو کیا انہوں نے انکار نہیں کیا تھا ان معجزات کا جو موسیٰ

مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُمْ

کو دیتے گئے تھے ۳۷۔ انہی نے کہا (موسیٰ و ہارون) دو جادو گر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں ۳۸۔ نیز انہوں نے کہا تھا

الذی علیٰ ہذا ما کنتم بجانب الطور اذ کلّمنا موسیٰ و نادینا امتک و اخبرناک بما کتبناہ لک و لا متک من الرحمۃ

الی آخر اللہ دنیا - قرطبی

۳۷۔ یعنی ہم نے آپ کو اس قوم میں مبعوث فرمایا جس میں عرصہ دراز سے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ ہدایت کی روشنی

قدرت سے ناپید تھی ہر طرف جہالت اور کفر کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی تاکہ آپ انہیں عذاب الہی سے بروقت ڈرائیں شاید

وہ اس پیغام حق کو سن کر راہ ہدایت پر گامزن ہو جائیں۔

۳۸۔ جنور کی بعثت کی حکمت بیان کی جا رہی ہے۔

۳۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا رسول ان میں تشریف لے آیا اور انہیں توحید کی دعوت دی تو کہنے لگے یہ

نبی کیسے ہو سکتا ہے نبی تو تھے موسیٰ جن کو طرح طرح کے عظیم معجزے دیئے گئے تھے اور کئی کئی کتاب عنایت کی گئی تھی

ان کے ہاتھ میں نہ صلے اور نہ بڑبڑینا اور نہ ایسی مرتب اور مدقن کتاب بھلا ایسے شخص کو انہیں بندیکے ہوئے ہم پر لیا

ہی کیسے ہی مان لیں۔

۳۹۔ کتنا ذمہ ان شکن جو اب ہے۔ جن معجزات موسیٰ کا ذکر تم کر رہے ہو کیا انہیں دیکھ کر تمہارے آباؤ اجداد

كُفْرُونَ ﴿۵۸﴾ قُلْ فَاتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا

بہمان تمام کا انکار کرتے ہیں آپ فرمائیے تم نے آؤ گئی کتاب اللہ کے پاس لاشہ سے جو زیادہ ہدایت بخش ہو ان دونوں آؤ گئے

اتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ

تورات سے تمہیں اس کی پیروی کرو گا اگر تم سچے ہوئے ہیں اگر وہ قبول نہ کریں شہہ آپ کے اس ارشاد کو تو جان لو

إِنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ

کروہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی اللہ

نے موسیٰ کو نبی مان لیا تھا۔ جب تمہارے پیشرو ایمان نہیں لاتے تھے۔ اگر وہی معجزات تمہیں بھی دکھادینے جا تیں تو تم بھی ایمان نہیں لاؤ گے بلکہ اپنی ضد پر اڑے رہو گے اور جاؤ گے جو نے کا الزام لگا دو گے۔ ہدایت کے نور سے وہی آنکھ روشن ہو سکتی ہے جس پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی نہ ہو۔

۵۵ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل کفر نے تحقیق حال کے لیے ایک وفد شرب بھیجا۔ علماء یہود نے انہیں بتایا کہ تورات میں ایک نبی کی آمد کی بشارت موجود ہے اس کی ایسی ایسی نشانیاں ہیں اور ان کے ظہور کا یہی زمانہ ہے تو کفار نے حضور کے ساتھ موسیٰ کا بھی انکار کر دیا اور کہا وہ فلول جاؤ گے۔ ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ساحران سے مراد موسیٰ اور ہارون ہیں۔

۵۵ انھوں نے بھی مننے سے انکار کر دیا تھا۔ تم بھی ایسا ہی کرتے ہو۔

۵۵ جب ان کا انکار شدت اختیار کر گیا اور وہ کسی طرح ایمان لانے پر آمادہ نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو حکم دیا کہ انہیں یہ کہیں کہ قرآن و تورات دونوں کا تم انکار کرتے ہو اب تم کوئی ایسی کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے آؤ جو قرآن و تورات سے زیادہ ہدایت بخش ہو مجھے کوئی ضد نہیں۔ میں اس کی پیروی کرنے لگوں گا۔ میں تمہارے خلاف کوئی محاذ قائم کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقصد وحید تو صرف یہ ہے کہ ہدایت کا نور پھیلے اور جہالت کی ظلمت کا فر ہو اور تم کوئی ایسی کتاب لاکتے ہو تو لے آؤ میں بسر و چشم اس کو ماننے کے لیے اور اس کے احکام بجالانے کے لیے تیار ہوں۔

۵۵ اے حبیب! اگر یہ لوگ آپ کی اس پیشکش کو بھی قبول نہ کریں تو پھر آپ کو یقین ہو جانا چاہیے کہ ان کا حق سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ان کے دلوں میں حق کی طلب ہے۔ یہ محض اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو کار ہیں۔ ان کے سامنے ہزاروں معجزے بھی پیش کیے جائیں تو یہ اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اور بندگانِ نفس اگر آپ پر ایمان نہ لائیں تو آپ رنجیدہ خاطر بھی نہ ہونا کریں۔

هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۸﴾ وَقَدْ

تعالیٰ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر ہمہ پیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو اور ہم مسلسل

وَصَلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۹﴾ الَّذِينَ اتَيْنَهُمْ

بھیجتے رہے ان کی طرف اپنا کلام تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ۵۹ جن کو ہم نے عطا فرمائی

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿۶۰﴾ وَإِذَا أُنزِلَتْ عَلَيْهِمْ قَالُوا

کتاب (نزول) قرآن سے پہلے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں بلکہ اور جب یہ ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے تو کہتے

أَمْ كَارِهُ إِيَّاهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّكُم مِّن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿۶۱﴾

ہیں ہم ایمان لے آئے اس کے ساتھ۔ بیشک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے لگے ہم اس سے پہلے ہی سر تسلیم خم کر چکے تھے

۵۸ ان لوگوں سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنی باگ ڈور اپنے نفس کے ہاتھ میں لے لی ہو حضرت
عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا لایذ من احدکم حتیٰ یکون حواءا تبعالما جنت بہہ کہ تم میں سے کوئی کمال مومن
نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے حکم کی تابع نہ ہو جاتے۔ (قطبی)

۵۹ یعنی ان کے انکار کے باوجود بھی نزول قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ حسب مال اور حسب ضرورت آیات اترتی رہیں
شاید کسی وقت ان کا دل سچ جاتے خواہ بغفلت سے ان کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ ہدایت قبول کریں۔

۶۰ حضرت جعفر نے جب نجاشی کے دربار میں اسلام کی تقاضیت اور حضور سرور کونین کی صداقت پر تقریر کی اور
سورہ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی اور اس کے درباری اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے نجاشی
نے تحقیق حال کے لیے بارہ آدمیوں کا ایک وفد مکتومہ روانہ کیا تاکہ رسول کریم سے بالمشافہ گفتگو کر کے اسلام کے بارے
میں مزید معلومات حاصل کریں۔ جب یہ وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا ابوہریرہ اور اس کے حواری بھی تماشہ میں کی حیثیت
سے جمع ہو گئے۔ ان لوگوں کی فطرتیں سلیم تھیں۔ دل کے آئینے صاف تھے۔ اسی مجلس میں شرف اسلام ہو گئے جب وہ
لوگ وہاں سے اٹھے تو ابوہریرہ اور اس کے ساتھی ان کے پیچھے ہوئے۔ آواز سے کہنے شروع کر دیئے۔ دوسرے ملک کے
 باشندے تھے، ان کے پاس بطور ہجرت آئے تھے۔ ابوہریرہ کے میزبانی کے جملہ آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے انہیں کہا
خیرکھا اللہ تعالیٰ من ربک و قد حکم من وفد لہم تبلیغوا ان صد قسومہ و ما رأینا ربنا احسن منک و لا اجمل۔

ترجمہ: خدا تمہارے رب کا نامزد اور ذلیل کرے تم نے ان واحد میں اس کی تصدیق بھی کر دی۔ ہم نے آج تک

۵۸

القصص

أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ

یہ لوگ ہیں جنہیں دیا جائے گا ان کا اجر دو مرتبہ بوجہ ان کے صبر کے اور وہ دُور کرتے ہیں نیکی کے

السَّيِّئَةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۵۸﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا

ساتھ بُرائی کو سنا کر اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے خرچ کرتے بہتے ہیں۔ اور جب وہ کھنتے ہیں کسی بیورد بات کو تو

عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

سنبھیر لیتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں تم سلامت رہو ہم

لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۹﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ

جاہلوں سے اچھے کے خواہاں نہیں ہیں سناہ بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ

اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۶۰﴾ وَقَالُوا

ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سناہ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔ اور انہوں نے کہا

ایسا امتی اور نادان و فذکھی نہیں دیکھا۔

اسٹے ناشائستہ افعالہ کے باوجود اس نیک فطرت جماعت نے تمخ کلامی نہیں کی۔ صرف اتنا کہا تم سلامت رہو تمہارے اعمال تمہارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے یہیں تم سے اچھے کی ضرورت نہیں۔ قال عروة بن الزبير (قوی) ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ اہل مکہ کو غیرت والی جاہلی ہے کہ آفتاب اسلام کی کرنیں جوشک کے دہنے والوں کے دلوں کو روشن کر رہی ہیں اور تم یہاں رہتے ہوئے اس نعمت سے محروم ہو۔

سناہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت عیسیٰ کے لاتے ہوئے دین پر قائم تھے اور انجیل میں حضور کی آمد کے بارے میں جو پیش گوئیاں موجود تھیں اور حضور پر ایمان لانے کی تاکید تھی اس لیے وہ پہلے ہی اس بشر نبی کی رسالت کو تسلیم کر چکے تھے۔

سناہ ان کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر فرمایا کہ وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ نیکی سے دیتے ہیں۔

سناہ یعنی ہم اس بات کے خواہش مند نہیں کہ ان کے ساتھ مباشرت کرتے رہیں ترکی بہ ترکی جواب دیتے رہیں اور

گالی گلچ پر آرائیں۔ ای لا نطلب لہم الجدل والمراجعة والمشاتمة (قرطبی)

إِنْ تَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَتَخَفُ مِنْ أَرْضِنَا وَأَوْلَكُنْكَ

اگر ہم اتباع کریں ہدایت کا آپ کی معیت میں تو ہمیں ایک نیا جہانے گا ہمارے ملک سے ۵۰۰ کیلومیٹر دور کیا ہم نے بسا نہیں دیا

۵۰۰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اس بات پر ازمد حریص تھے کہ سب لوگ اسلام کے اس شہرہ فہین سے سیراب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سارے بندے اس کی بارگاہ میں سر نیار جھکائیں اور اپنے اہل شہر اپنے قبیلے، اپنے رشتہ داروں کے متعلق حضور کریم کی انتہائی دلی آرزو ہوگی کہ ان میں سے کوئی بھی نعمت ایمان سے محروم نہ رہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے حبیب ہدایت بخشنا تیرا کام نہیں کہ جس کو تو چاہے ہماری مرضی نہ ہو تو بھی اس کو ہدایت دے دے کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون اس قابل ہے کہ اس کے دل میں ایمان کی شمع فروزاں کی جائے کس میں اس نعمت جلیلہ کو قبول کرنے کی استعداد ہے اکثر مفسرین نے محاسبہ کے جب حضور کے چچا ابوطالب کا آخری وقت آپ چچا تو حضور نے جاکر کہا کہ چچا تم صرف انا کہہ دو کہ لا ایلہ الا اللہ تاکہ میں اپنے رب سے تیری شفاعت کر سکوں لیکن انھوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات بھی مروی ہے کہ آخری وقت میں حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباس نے کان لگا کر سنا حضور نے جب پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے تو آپ نے جواباً عرض کیا کہ وہی کہہ رہے تھے جب تک آپ نے ان سے مطالبہ فرمایا (سیرت ابن ہشام)۔

لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی اسے آپ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ مصادفہ ہماری طرف سے نہیں دیا جاتا چاہیے کہ ہم منبروں پر کھڑے ہو کر اپنا سارا زور بیان ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صرف کرتے رہیں۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

مسئلة اسلامه خلافیة... ثمرانہ علی القول بعدم اسلامه لا یلبغی تبہ وان تکلم فیہ بفضول الکلام فان

ذک ما یأذی بہ العلویون بل لا یبعد ان یکون ما یأذی بہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام الذی نطق الایہ

بنا علی هذه الروایات بحجہ آیاه والاحتیاط لا یخفی علی ذی فہم - ج

لاجل عین العین تکوم

ترجمہ: حضرت ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ انتہائی مسئلہ ہے اور جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی نادر و اجملہ لے آئیں کیونکہ اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی امید نہیں کہ حضور رسد و رب العالم کا دل مبارک بھی رنجیدہ ہوتا ہو۔ بہر حال آدمی جانتا ہے

لَهُمْ حَرَمًا مِّمَّا يُحِبُّ إِلَيْهِ ثَمَرُ كُلِّ شَيْءٍ رَزَقًا مِّنْ لَّدُنَّا

انہیں حرم میں جو امن والا ہے کھپے چلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل خلیہ یہ رزق ہے ہماری طرف سے شہ

کر ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے:

شہ کفار کا ایک اور نذر رنگ پیش کر کے اس کا رو کیا جا رہا ہے کہ جب ہر طرح سے لاجواب ہو جاتے تو کبتی آپکی باتیں سچی ہیں۔ آپ کا دین بھی برحق ہے اور یہ کتاب بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن ذرا آپ یہ بھی سوچیں کہ ہمارے ارد گرد بسنے والے مارے قبیلے مشرک ہیں۔ اگر تم آپ کا دین قبول کر لیں تو وہ اکٹھے ہو کر ہم پر دھاوا بول دیں گے اور ہمیں اس میں سے اس طرح اچک کر لے جائیں گے جس طرح باز پڑا کر چھپتے تھے۔ ہم اپنی بقا اور سلامتی کے لیے مجبور ہیں کہ اپنے پرانے مذہب پر پلٹتے رہیں بہر دست آپ کا دین قبول کرنا مصلحت کے خلاف ہے اس لیے آپ ہمیں زیادہ تنگ نہ کیا کریں۔

ﷺ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید فرماتے ہیں کہ یہ مارے خطرات فرضی ہیں۔ ہم نے تم کو اپنے حرم کی ہمسائیگی اور پاسبانی کا شرف بخشا ہے۔ اس حرم کے احترام کی وجہ سے کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا لوگ اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہاں دیکھ کر اس سے اٹکھ پھرتے ہیں کسی کی کیا مجال کہ تم اسلام قبول کرو اور وہ تم پر حملہ کر کے تمہاری نکال بونی کر دے بلکہ دوسرے قبائل تم اس انتظار میں ہیں کہ تم پیغمبر اسلام کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اگر تم آج اسلام قبول کر لو تو سورج غروب ہونے سے پہلے فوج در فوج لوگ اسلام کے حلقہ گھوش بن جائیں تمہارا یہ کہنا محض بہانہ ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں

الحنسکن ای المؤمنینہ انباہ (غریب القرآن)۔

خلیہ اگر تمہیں یہ خدشہ ہے کہ اسلام لانے کی صورت میں مشرک قبائل تمہارا اقتصادی بائیکاٹ کر دیں گے تو یہ بھی درست نہیں۔ ذرا غور تو کرو تمہارا اس کا گرد و نواح ریگستان ہی ریگستان ہے یہاں معمولی کھیتی باڑی بھی نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود دنیا بھر کے پھلوں سے تمہارے بازار بھرے پڑے ہیں۔ اس حرم کے زیر سایہ جو امن و عافیت تمہیں حاصل ہے اور جس کثرت سے پھل تمہاری طرف کھپے چلے آتے ہیں۔ اس کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی تم خود سوچو اگر کفر کی حالت میں تمہیں اپنی عنایات سے محروم نہیں کیا تو اگر تم اسلام لاؤ گے تو کیا اس کی رحمت یہ تمہارا کرے گی کہ لوگ تم پر قبضہ بول کر تمہیں تباہ کر دیں یا رزق کے دروازے بند کر دیں۔ یہ بھی بیجمعہ جمع کرنا۔ عرب کہتے ہیں جُبی السادف الحوض ای جمعہ والجاہید الحوض العظیم یعنی پانی حوض میں جمع ہو گیا۔ بڑے حوض کو اسی مناسبت سے جاہیہ کہتے ہیں۔

ﷺ من لدنا فرما کر یہ تباہ کیا کہ ہر چیز کی فراوانی میں تمہاری کسی تدبیر اور منصوبہ بندی کا کوئی دخل نہیں۔ اگر حضرت ابراہیمؑ کو یہاں کعبہ بنانے کا حکم ہی نہ دیا جاتا بلکہ کوئی اور جگہ منتخب کی جاتی یا اولاد اسمعیل کو اس کی خدمت پر مقرر نہ کیا جاتا بلکہ حضرت اسحاق یا کسی اور کو منتخب کیا جاتا تو پھر کیا یہ مرکزیت، یہ امن و عافیت، یہ مہاشی خوشحالی جو آج تمہیں نصیب ہے تمہیں شیر ہوتی بزرگ نہیں۔ یہ سب کچھ ہم نے ہم پہنچایا ہے اور تم پر لازم ہے کہ ہماری بات مانو اور اس دین رشد و ہدایت

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ

یعنی ان کی اکثریت کچھ نہیں جانتی تھے اور ہم نے کتنے شہر برباد کر دیئے جب وہ فخر کرنے

مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمَّا تُوَسَّكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا

کچھ اپنی خوش حالی پر پس یہ ہیں ان کے گھر جن میں سکونت نہیں کی گئی ان کے بعد مگر بہت

قَلِيْلًا ۝ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رُبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

کم عرصہ - اور آخر کار، ہم ہی ان کے وارث بنے نہ اور نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بیتوں

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْ اُمَّهٰرَ سُوْلًا يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا

کر یاں تک کہ بھیجے ان کے مرکزی شہر میں کوئی رسول جو پڑھ کر سناٹے وہاں کے رہنے والوں کو ہماری آیتیں اور ہم نہیں ہیں

مُهْلِكِ الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلَهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ

ہلاک کرنے والے بیتوں کو مگر یہ کہ ان کے بسنے والے ظالم ہیں سلفہ اور جو چیز دی گئی ہے تمہیں تر

کو کسی مزید مذہب کے بغیر فوراً قبول کر لو ورنہ پھپھتاؤ گے۔

۱۱۱۱ یعنی اکثر لوگ اپنے خود ساختہ اندیشوں میں گھلے جا رہے ہیں اور یہ حقیقت ان کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے

کہ عزت و عافیت بخشنے والا پاکیزہ اور فرخ رزق عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اس میں مسلم حکومتوں اور مجالس قانون ساز کے ارکان کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ تم دین اسلام کے احکام و قوانین

سے اس لیے گھبراتے ہو کہ لوگ تمہیں سپانڈہ اور رجعت پسند کہیں گے۔ بڑی بڑی حکومتیں تمہاری اقتصادی امانت سے

دست کش ہو جاتیں گی تو ان کو رضی کرنے کی سعی لاماصل میں اپنے پروردگار کو ناراض نہ کرو۔ اس کو رضی رکھو اس کے

احکام بجالاؤ۔ وہ خود تمہاری پاسمانی کرے گا اور خود تمہاری ماشی خوشحالی کے سامان فراہم کرے گا۔

۱۱۱۱ خدا کی نافرمانی کے ہر ناک انجام سے بچنے کے لیے انہیں گزشتہ قوموں کے کھنڈرات میں غور و فکر کرنے کی

دعوت دی جا رہی ہے۔ البطور، الطغیان بالنعمة (قرطبی)۔ ای عاشوا فی البطور واکلوا من رزق اللہ وعضوا وعبدا

الاصنام (مظہری)

۱۱۱۱ یہ اُبڑی بُڑی بستیاں جو تمہیں دکھاتی دے رہی ہیں انہیں یونہی دیران نہیں کرو یا گیا تھا بلکہ آپ کے رہنے

شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ

یہ سامان ہے دنیوی زندگی کا اور اس کی زینت و زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر

وَآبَقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۵۰﴾ أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعَدًّا حَسَنًا فَهُوَ

اور دیر پاس ہے۔ کیا تم اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ (تم خود سوچو) آیا وہ (دیکھتے) جس کے ساتھ تم نے وعدہ کیا ہے بہت اچھا

لَا قِيَّةَ كَمَنْ مَّتَعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وعدہ ملے گا اور وہ اس کے پانچواں بھی ہے اس (دیکھتے) کی مانند ہو گا جسے ہم نے دنیوی زندگی کا سامان دیا ہے پھر وہ (اس چیز)

مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ

روزہ آسائش کے بعد روز قیامت (مجرموں کے گہرے میں) پیش کیا جائیگا۔ اور اس دن اللہ انہیں آواز دے گا تو فرمائیں گے کہاں

اپنی منت کے مطابق ان کے مرکزی شہروں میں اپنے رسول بھیجے لیکن جب وہاں کے باشندے انکار اور عناد پر اڑے رہے تو انہیں تباہ کر دیا گیا۔ اسے اہل مکہ تمہارے پاس بھی ہم نے رسولوں کا سردار بھیجا، ایسا نہ ہو کہ تم اپنے ان محمد و داود رفاہی دنیاوی مفادات کو بچانے کے لیے میرے رسول کی دعوت کو ٹھکرا دو اور اسی انجام سے دوچار ہو جس سے تمہارے پیشرو ہو چکے ہیں۔

۵۰۔ یہ جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ صرف اس دنیا میں کام آئے گا پھر فنا ہو جائے گا لیکن اللہ نے اہل ایمان کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ لاندوال اور بادہی ہیں۔ تم تو بڑے بگھے ہوئے کاروباری لوگ جو تم جو اس بات دے کر کوڑیاں کیوں لے رہے ہو۔

۵۱۔ بلال، عمار وغیرہ غریب مسلمانوں کو دیکھ کر گفتار اپنی بہتری اور سلامتی اسی میں سمجھا کرتے کہ اسلام کو قبول نہ کیا جائے ورنہ وہ بھی ان لوگوں کی طرح افلاس کے شگفتہ میں کس دیتے جائیں گے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ بھی غریب نفس ہے۔ کیا تمہارا تم نے اگر چار روز عیش و طرب میں گزار لیے اور انہیں فاقوں پر فاقے بھیلنے پڑے لیکن ذرا یہ بھی تو خیال کرو کہ تم نے ان پاک طینت لوگوں سے بندہ نوازی کے جو وعدے کیے ہوئے تھے ہیں ان کے مقابلے میں تمہاری یہ ساری نعمتیں پر کاہ کی وقعت بھی نہیں رکھتیں۔

۵۲۔ اسے چار روزہ زندگی پر گنہ گرنے والا! میرے رسول اگر تم کی دعوت کو ٹھکرائے والا! اس دن کا بھی خیال کرو جب تمہیں کہا جائے گا کہ کہاں ہیں تمہارے وہ ممبرو جن کو تم ہمارا شریک ٹھہرایا کرتے تھے، اس وقت تم کعبہ انفس کی

الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۵۳﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا

ہیں وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) گمان کیا کرتے تھے کہیں گے وہ لوگ جن پر عذاب کا فرمان ثابت ہو چکا اسے ہمارے رب

هَؤُلَاءِ الَّذِينَ اغْوَيْنَاً اغْوَيْنَهُمْ كَمَا غُوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۗ

یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں بھی گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے ہم (ان سے) بیزار ہو کر تیری

مَا كَانُوا إِلَانَا يَعْبُدُونَ ﴿۵۴﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمُ

مذمت متوجہ ہوتے ہیں۔ اور وہ ہماری پوجا نہیں کیا کرتے تھے۔ اور (انہیں) کہا جا رہا تھا کہ اب پکارو اپنے شرکوں کو کہنے تو وہ انہیں

فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَحْتَدُونَ ﴿۵۵﴾

پکارنے لگے لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور دیکھ لیں گے عذاب کو۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے۔

وَيَوْمَ نُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۵۶﴾ فَعَمِيَّتْ

اور اس دن اللہ تعالیٰ آواز دے گا انہیں پھر پوچھے گا تم نے کیا جواب دیا تھا (ہمارے) رسولوں کو جسے تو انہی جواب میں کی

عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۵۷﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ

ان پر خبریں آئیں دن۔ پس وہ (ہمارے) دہشت کے) ایک دوسرے سے کچھ پوچھ نہ سکیں گے جسے تو وہ جس نے توبہ کی

لوگے لیکن بے شوق اس لیے آج ہی اصلاح کرو۔

جسے علامہ قرطبی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے: اسی استفیضاً بالاعتقاد التي عبدتموها في الدنيا لتصرفكم وتدفع عنكم كل جن خداؤں کی تم دنیا میں عبادت کرتے رہے تھے اب ان کے سامنے فریاد کرو تا کہ اب تمہاری مدد کریں اور خدا کے عذاب سے بچائیں۔

جسے پھر ان سے پوچھا جائے گا ہمارے رسول تمہارے پاس آئے تھے تم نے ان کو کیا جواب دیا اس وقت ان پر سکتے طاری ہو جائے گا اور کوئی بات نہ کر سکیں گے۔ ان کی اس عبرت زدگی اور جواب ہونے کی کیفیت کو قرآن نے فعمیئت علیہم الانباء کے فقرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا تفسیر معنی تو یہ ہے کہ فصارت الانباء علیہم کا العمیان یعنی ان کی ویلیں اندھی ہو کر رہ جائیں گی اور جہاں وہ کھڑے ہوں گے وہاں تک نہ پہنچ سکیں گے مقصد یہ ہے کہ ویلیوں کے وہ پہاڑ جو آج

وَأَمِنْ وَعَمِلْ صَالِحًا فَغَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿۱۷﴾

اور ایمان لایا اور نیک عمل سے یقیناً وہ کامیاب و کامران لوگوں میں ہوگا۔ اور

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ

آپ کا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (جسے چاہتا ہے) نہیں ہے انھیں کچھ اختیار ہے

اللَّهِ وَتَعَلَىٰ عِثَابُ الشُّرَكَاءِ ۗ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بڑا تر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں شہہ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو چھپائے ہوئے ہیں انکے

وَمَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْخِزْيُفِي الْأُولَىٰ

پس شہہ اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے نہیں کوئی معبود بخیر اس کے۔ اسی کو زیبا ہے ہر قسم کی تعریف دنیا میں اور

وَالْآخِرَةُ ۗ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

آخرت میں شہہ اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹتے جاؤ گے۔ آپ فرمائیے بھلا آتنا تو سر شہہ اگر

وہ کھڑے کرتے ہیں قیامت کے دن انھیں نظر نہیں آئیں گے۔

شہہ ڈر کے مارے کسی اور سے بھی پوچھنے کی جہت نہ ہوگی۔

شہہ کفار حضور کو طرح طرح کے مشورے دیتے۔ ان کی ساری ناممقول تھا و نیز کے رد میں ایک ہی سلطان فیصلہ سنا

دیا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ وہ علیم و خبیر اور حکیم و قدير ہے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اس کی

نکاح کر جس کو نصب نبوت کے لیے چن لیتی ہے اسے فائز کر دیا جاتا ہے۔ تم اس سے بہتر انتخاب نہیں کر سکتے۔

شہہ جب وہ وعدہ لاشرک ہے تو اس کے کاموں میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے۔

شہہ آئے محبوب! انھیں بتا دو کہ آج تم ہزاروں بہانے بنا سکتے ہو۔ اپنی نیت بد کو رنگین پردوں میں چھپا سکتے ہو لیکن

اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا کوئی راز مخفی نہیں۔ اس کے سامنے تمہاری فریب کاری اور چرب زبانی کسی کام نہیں آسکے گی۔

شہہ اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی کو بیان کر کے ان کے تمام شکوک اور اعتراضات

کا جواب دے دیا۔

شہہ انھیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ غور کرو اور سوچو یہ گناہ گروں نعمتیں جن سے تم بہرہ ور ہو رہے ہو تمہیں کس نے عطا

جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ

بنادے اللہ تعالیٰ تم پر رات ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک تو کوف خدا ہے

إِلَّا غَيْرُ اللهِ يَأْتِيكُمْ بِضْيَاءٍ ۗ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿۱۷﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

اللہ تعالیٰ کے سوا جو لادے تمہیں روشنی کیا تم سن نہیں رہے ہو۔ فرمائیے جہلا آنا تو سوجھ

إِنْ جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ

اگر بنادے اللہ تعالیٰ تم پر دن ہمیشہ کے لیے روز قیامت تک تو کوف خدا ہے

إِلَّا غَيْرُ اللهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۗ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۱۸﴾

اللہ تعالیٰ کے سوا جو لادے تمہیں رات جس میں تم آرام کر سکو۔ کیا تمہیں دیکھ، نظر نہیں آتا؟

وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ

اور محض اپنی رحمت سے اس نے بنا دیا ہے تمہارے لیے رات اور دن کرتا کہ تم آرام کرو رات میں اور تلاش

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

کرو (دن میں) اس کے فضل (رزق) سے اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں آواز دے کہ

فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۰﴾ وَنَزَعْنَا

فرمائے گا کہاں ہیں وہ جنہیں تم میرا شریک خیال کرتے تھے سب اور ہم نکالیں گے

کی ہیں۔ کیا کوئی اور خدا ہے جو ان نعمتوں کے ہم پہنچانے میں حصہ دار ہو۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کیوں کسی کو اس کا شریک سمجھتے ہو۔ علامہ رابعی اصفہانی آرائینہ کا معنی بگڑے کہتے ہیں فیہ معنی التنبیہ۔ اس میں تنبیہ اور سرزنش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ رأی کا لفظ آنکھ سے دیکھنے اور عقل سے غور و فکر کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ رأی: نظر بالعین اور بالعقل (المعجز)

سلسلہ قیامت کے دن کفار کی رسوائی اور بے بسی کا دوبارہ ذکر کر کے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے۔

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا افْقَلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ

ہر امت سے گواہ ۵۵۵ پھر (ان امتوں کو) ہم کہیں گے اے آفرینہ دلیل تو وہ جان لیں گے کہ بیشک حق

بِاللَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۚ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ

اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور تم ہر جانتیں گے اُن سے جو اقرار اور وہ باندھا کرتے تھے۔ بیشک قارون ۵۵۶ موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم

قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ

میں سے تھا۔ پھر اس نے سرکشی کی ان پر ۵۵۷ اور ہم نے دے دیئے تھے اُسے اتنے خزانے ۵۵۸ کہ ان کی

۵۵۵ ہر امت پر گواہی دینے کے لیے گواہ پیش کیا جائے گا جو ان کے اعمال پر گواہی دے گا۔ اس کے بعد انھیں انکار کی مجال نہیں رہے گی۔ ہمارے شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا یقین بھی آجائے گا اور دنیا میں وہ جس طرح باتوں کا تکرار کیا کرتے تھے اور بال کی کمال آتا کرتے تھے وہ سب چیزیں بھول جائیں گی۔

۵۵۶ یہاں ایک ضمیر فروش اور قوم فروش انسان کا کردار اور اس کا انجام بیان کیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ قارون بنی اسرائیل کا فرد تھا۔ مغربین کی راستے میں یہ موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا۔ بعض نے چچا زاد اور بعض نے خالہ زاد بھائی لکھا ہے لیکن اسے اپنی قوم کی خدمت عالی اور ان کے مصائب و آلام سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ فرعون کی حکومت کا ایجنٹ تھا اور اس کا کام صرف یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو اس غلامانہ زندگی پر مطمئن رکھے۔ اور انھیں یہ بات ذہن نشین کرادے کہ آزاد رہنے سے انھیں طرح طرح کے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب وہ فرعون کے نفلِ سلطانی میں بے فکر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں غلامی کی بیڑیاں اور گھٹے میں غلامی کے طوق باعث تنگ و عار نہیں بلکہ ان کے لیے باعثِ سعادت ہیں۔ اسی قومِ فروشی کی وجہ سے فرعون نے اس پر اپنے خزانوں کے سونے کھول دیئے تھے اور اس کو اپنی سلطنت کا نگران بنا لیا تھا۔ اسی لیے قرآن کریم نے یہ تصریح کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون و ہامان کے علاوہ قارون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ولقد اسرنا موسیٰ بآیتنا وسلطانِ مبین الی فرعون و ہامان وقارون فقالوا سا حو کذاب۔ (مومنون)

موسیٰ علیہ السلام پر سحر اور کذاب کا بہتان لگانے میں بنی اسرائیل کا یہ قومِ فروش سیدھے قارون بھی اپنے ولی نعمت فرعون کے ساتھ تھا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اس کی ساری دولت و ثروت اسی وقت تک ہے جب تک فرعون شہزادہ مصر ہے۔

۵۵۷ یہ اضافہ صاف تباہی ہے کہ قارون اپنی قوم کے مفاد کو فرعون کے مفاد پر قربان کر دیا کرتا تھا۔ اور بنی اسرائیل کے حقوق کو کھینچنے اور ان کو ذلیل و رسوا کرنے میں یہ اہم کردار انجام دیا کرتا تھا۔

۵۵۸ ایسے شخص کو فرعون یا اس کی حکومت سے کوئی دلی بھدروی نہیں ہو سکتی تھی۔ اسے تو محض اپنا ذاتی وقار اور مالی

مَفَاتِحَهُ لَتَنُوَّهُ أَبَاطِعُ أُولَى الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ

پا بیاں (اپنے بوجھ سے) جھکا دیتی تھیں ایک طاقتور جتھہ (کی کروں) کو۔ جب کہا اسے اس کی قوم نے ۵۵۵ زیادہ

لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ

خوش نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اترانے والوں کو۔ اور طلب کر اس مال و زر سے جو دیا ہے تجھے

اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ

اللہ تعالیٰ نے آخرت کا گھر ۵۵۵ اور نہ فراموش کر اپنے حصہ کو دنیا سے نہہ اور احسان کیا اگر وغیرہ

منفعت مطلوب تھی۔ استعماری طاقتوں کی طرح فرعون ایسے ضمیر فروش کے مزاج سے خوب واقف تھا اور اسے جی بھر کر ثروت دیتا تھا۔ اسے کاروباری مواقع اور بہترین پیشہ تھیں جس سے اس کا کاروبار خوب چمکا اور ضرکار تیس انظم بن گیا۔ اس کی دولت کا ذکر قرآن کریم نے جس انداز سے فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے مدد و حساب دولت کا مالک تھا۔ اس کے خزانوں کے قفلوں کی کنیاں اتنی جاری تھیں کہ ایک مضبوط اور طاقتور جتھہ جب ان کو اٹھاتا تو اس کی کڑھک جاتی۔ مفاغہ، منفقہ کی بیع ہے۔ اس کا معنی ہے کچی اور اگر اسے منفقہ کی بیع کہا جائے تو اس کا معنی خزانہ ہوگا۔

غصبہ دس تا پندرہ کی جماعت کو کہتے ہیں۔

تنوہ ای تمیل بقلمہ بوجھ سے کر کا جھک جانا۔

جب بنی اسرائیل مصر سے روانہ ہوئے تو اس نے بھی اپنے ساز و سامان سمیت حضرت موسیٰ کی معیت میں بحرِ احمر

کو عبور کیا۔

۵۵۵ قوم سے مراد بنی اسرائیل ہیں بعض کی رائے میں خود موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہ بات فرمائی کہ مال و دولت کی فراوانی سے تو بہر وقت اتر آتا رہتا ہے، اور تیرے دل میں احساس برتری اس حد تک پیدا ہو گیا ہے کہ اپنی قوم کے حقوق یا ان کے حقوق کی پاسبانی کا مجھے خیال تک کبھی نہیں آیا۔ اس روش سے باز آ جا کیونکہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

۵۵۵ آپ نے اسے فرمایا یہ دولت جو تجھے اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو اس طرح خرچ کر کہ قیامت کے روز تیری نجات کی صورت پیدا ہو جائے۔ مومن کا دولت کے متعلق یہی نظریہ ہوتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے دین کو سربلند کرنے کے لیے صرف کرتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ دنیا اور اس کی ساری متاع چند روزہ ہے۔ اگر یہاں میں اپنے مال و زر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں گا تو یہ چیزیں میری آنے والی زندگی میں میرے کام آئیں گی۔

كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ

جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اسے اور نہ خواہش کر فتنہ و فساد کی ملک میں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ

اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿۲۰﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

نہیں دوست رکھتا فساد برپا کرنے والوں کو۔ وہ کہنے لگا مجھے دی گئی ہے یہ (دولت و ثروت) اس علم کی وجہ سے

عِنْدِي ۖ أَوْ لَمْ يَعْلَمِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ

جو میرے پاس ہے اسے کیا اس (مغرور) کو آنا علم بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالی اس سے پہلے

۱۹۹ اس کی اس غلط فہمی کا انزال بھی کر دیا کہ مومن اس دنیا کی لذتوں سے بالکل دست کش رہتا ہے۔ فرمایا اسراف سے بچتے ہوئے اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، اپنے آرام و آسائش میں مناسب وسائل استعمال کرو، یہ قطعاً ممنوع نہیں ہیں۔

۲۰۰ لیکن ان تمام حالات میں اس بات کو مت فراموش کر دو کہ یہ سب اللہ کی عطا ہے اور اس کے اس انعام کا صحیح شکریہ یہ ہے کہ اس کی مخلوق کو آرام پہنچانے کے لیے اسے خرچ کیا جائے اور فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے اسے استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فتنہ برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اگر آپ اس آیت میں غور و تامل فرمائیں گے تو مومن کی سیرت کے خدو وخال آپ کو صاف نظر آئیں گے اور دنیا کے مال و متاع کو وہ جس نقطہ نظر سے دیکھتا ہے اس پر آپ کو آکاہی حاصل ہو جائیگی۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مال و دولت اس لیے نہیں کہ تم عیش و عشرت کرتے رہو اور تمہارے شبستانوں کے سایہ میں زندگی کاٹنے والے غریب لوگ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہوں۔ مومن یہ سمجھتا ہے کہ جاہ و منزلت اس لیے نہیں کہ لوگوں پر ظلم کرتے رہو اور ان کے حقوق کو تاحف کرتے رہو۔ بلکہ اس لیے ہے کہ خود بھی جاہ و منزلت تک اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے ہمسایوں، رشتہ داروں اور بنی نوع انسان کے لیے بھی تمہارا وجود، تمہارا اثر و رسوخ اور تمہاری دولت فائدہ مند ثابت ہو۔

۲۰۱ یہاں سے ایک مونیہ پرست انسان کی ذہنیت کو بے نقاب کیا جا رہا ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتا یہ چیزیں اور نعمتیں اس خالق و مالک نے اسے عطا فرمائی ہیں اس لیے اس پر اس کا شکر لازم ہے اور شکر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اس کی مخلوق کو آرام پہنچایا جائے بلکہ وہ سرے سے اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ بڑے مغرور و سرے سے یہ کہتا ہے۔ اوتیتہ علی علم عندی مجھے خدا نے نہیں دیا، یہ سب میری قابلیت، کاروباری مہارت اور مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ جب ذہن میں یہ منور سما جائے تو پھر اسے خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے کے معاملہ میں کچھ سمجھانا بے سود ہے۔ وہ کوئی پابندی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ آپ اسے یہ نہیں سمجھا سکتے کہ اس میں تیرے پڑوسیوں، غریب رشتہ داروں، نادار یتیموں اور بے بہارا

الْقُرُونِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ اَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْئَلُ

قریں ۳۱۔ جو اس سے قوت میں کہیں سخت اور دولت جمع کرنے میں کہیں زیادہ نہیں۔ اور نہیں دریافت

عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿۳۱﴾ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ط

کیے جائیں گے مجرموں سے ان کے گناہ۔ الغرض (ایک دن) وہ نکلا اپنی قوم کے سامنے بڑی زیب زینت ۳۲

قَالَ الَّذِينَ يَرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لَيْلَتٌ لَنَا مِثْلَ مَا

کے ساتھ کہنے لگے وہ لوگ جو آرزو مند تھے دنیوی زندگی کے آسے کاش! ہمیں بھی اسی قسم کا رجاہ و مجال

اَوْتَى قَارُونَ لِآتِهِ لَنْ نُوحِظَ عَظِيمٍ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

نصیب ہوتا ہیے دیا گیا ہے قارون کو۔ واقعی وہ تو بڑا خوش نصیب ہے۔ اور کہا ان لوگوں نے جنہیں

اُوتُوا الْعِلْمَ وَيُذَكَّرُونَ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ

دنیا کی بے ثباتی کا علم دیا گیا تھا حجت تمہاری عقل پر۔ اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لے آیا اور نیک عمل کیلئے

بیواؤں کا بھی کچھ حصہ ہے۔ اٹا وہ انہیں بے کار نہ کیے، نالائق، مفت خور کے دل آزار لفظوں سے یاد کرتا ہے اور ملکی معیشت

پر انہیں ناقابل برواشت بوجھ تصور کرتا ہے۔ ان کے لیے رحم اور ہمدردی کے جذبات اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ

نفرت و حقارت سے وہ ان کی طرف دیکھتا ہے۔ یہ نظریہ صرف عہد موسوی کے قارون کا نہ تھا بلکہ تمام قارون صفت

انسانوں میں یہ قدر مشترک ہے۔

۳۳۔ اس کی کم نگاہی اور غلط فہمی کو کتنے واضح الفاظ میں بیان کر دیا۔ اس قسم کے بے رحم سرمایہ داروں کی وجہ سے عالم

انسانیت پر جو جو مصیبتیں آئیں اور بلاکت و بربادی کے جو غمناک انقلاب آئے وہ تاریخ کی ایک سلسلہ حقیقت ہے۔ کوئی

نملے تو اس کی مرضی، لیکن اس کی صداقت میں کسی کو کلام نہیں۔

۳۴۔ جب وہ اپنے امیرانہ شانہ باٹھ سے نکلتا تو اسے دیکھ کر ظاہرین لوگوں کے منہ میں پانی بھرتا۔ وہ کہتے تھے کتنا خوش

نصیب ہے یہ قارون۔ کاش ہمیں بھی اس طرح کی نعمت سے کچھ حصہ ملتا۔

۳۵۔ لیکن جو دنیا کی اس ناپائیداری کو جانتے ہیں اور اس کی حقیقت سے باخبر ہیں ان کے دلوں میں اس قسم کی کوئی

خواہش پیدا نہیں ہوتی وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس امر پر آگاہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب عالی سے جو اجر مومن ملے گا

صَالِحَاءَ وَلَا يُكْفِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿۵۱﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ

اور نہیں رحمت کی جاتی یہ نعمت بجز صبر کرنے والوں کے ۵۱۱ پس ہم نے غرق کر دیا جسے بھی اور اسکے

الْأَرْضَ قَفًّا فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

گھر کو بھی زمین میں، تو نہ تھی اس کے حامیوں کی کوئی جماعت جو اس وقت، اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ کے مقابل میں۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿۵۲﴾ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ

اور وہ خود بھی اپنا استقام نہ لے سکا ۵۱۲ اور صبح کی ان لوگوں نے جو کل تک اس کے مرتبہ کی

يَا الْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيَكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ

آرزو کر رہے تھے یہ کہتے ہوئے اور ہوا! اب پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کتنا وہ کرتا ہے رزق کو ۵۱۲ جس کے لیے چاہتا ہے

لئے والا ہے اس کے سامنے اس جاہ و حشمت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تم قارون بننے کی تمہاری نہ کرو تم اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے کی کوشش کرو جب انسان اس مقام کو پالیتا ہے تو اس کی ساری حسرتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

۵۱۲ یہ بھی بتا دیا، یہ ابدی نعمت اور سرمدی دولت فقط باتیں بنانے، غالی دعوے کرنے اور ہوائی قلعے تعمیر کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے لیے بڑے صبر کے ساتھ اخلاص و عمل کی راہ پر قدم بڑھاتے چلے جانا شرط اول ہے۔

۵۱۲ اس کے متعلق مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس نے ایک فاحشہ عورت کے ساتھ سازش کی کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے وعظ کر رہے ہوں تو وہ مجمع عام میں آپ پر بدکاری کا الزام لگائے۔ اس طرح وہ موسیٰ کی عزت کو ختم کر کے دینی منصب بھی خود سنبھالنا چاہتا تھا۔ اس نے اس عورت کو کئی ہزار درہم بطور رشوت دیئے۔ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے۔ آپ کے وعظ کا موضوع بھی یہی تھا کہ جو چہ ہو گا اس کا ہاتھ کاٹنا جائے گا۔ جو بدکاری کا ارتکاب کر لگا اسے رجم کر دیا جائے گا۔ قارون نے اسے تریں موقع سمجھا اور اٹھ کر کہنے لگا یہ قانون سب کے لیے ہے یا بعض لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ آپ نے فرمایا سب کے لیے ہے۔ اس نے پوچھا کیا آپ پر بھی یہ لاگو ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک اس نے کہا فلاں عورت آپ کے متعلق ایسا ایسا کہتی ہے اور اسے عمل بھی قرار پا گیا ہے اس لیے اس قانون کے مطابق آپ کو بھی رجم کی سزا ملنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا اس عورت کو مجمع عام میں پیش کرو، جب وہ آئی تو حضرت نے کہا تجھے اس خدا کی قسم جس نے نبی

اسرائیل کے لیے سمندر کو خشک کیا جس نے مجھے تو رات عطا فرمائی تو پر حیرت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹ بولنے کی ہمت نہ دی اور ساری حقیقت بیان کر دی کہ مجھے قانون نے آپ پر الزام لگانے کے لیے رشوت دی ہے۔ آپ کو قانون کے اس

دی اور ساری حقیقت بیان کر دی کہ مجھے قانون نے آپ پر الزام لگانے کے لیے رشوت دی ہے۔ آپ کو قانون کے اس

دی اور ساری حقیقت بیان کر دی کہ مجھے قانون نے آپ پر الزام لگانے کے لیے رشوت دی ہے۔ آپ کو قانون کے اس

دی اور ساری حقیقت بیان کر دی کہ مجھے قانون نے آپ پر الزام لگانے کے لیے رشوت دی ہے۔ آپ کو قانون کے اس

مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَأَنَّ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا

اپنے بندوں سے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو زمین بھی زمین میں گھاڑ دیتا۔

وَيَكَاَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ﴿٥١﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا

اوجہ! (اب پتہ چلا) کہ کفار با مراد نہیں ہوتے۔ یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کر دیں گے اس کی نعمتوں کو

لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فِسَادًا وَّالْعٰقِبَةُ

ان لوگوں کے لیے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی شے اور نہ فساد برپا کرنے کی شے اور اچھا انجام

بڑھنے پر منت صدمہ بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے حواریوں کے ساتھ زمین میں غرق کر دیا۔

۵۱۱۔ اب ان لوگوں کی آنکھیں کھلیں جو قارون کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔ اب انہیں یہ پتہ چلا کہ دولت کی قلت و کثرت، سعادت و شقاوت کا کوئی مہیا نہیں۔ انسان جس حال میں ہو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس کے شامل ہو تو وہ کامیاب ہے ورنہ اس کا بھی وہی انجام ہوتا ہے جو قارون کا ہوا۔

۵۱۲۔ دنیا کے جاہ و بلال میں مست ہونے والوں کا ذکر کرنے کے بعد اب ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ آخرت کی سرخونی اور سرفرازی ان کے حصہ میں آئے گی جو یہاں غلو کے خواہشمند نہیں۔ غلو کا کیا معنی ہے، عطا کئے ہیں لوگوں پر اپنا غلبہ اور تسلط جمانا اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔ قال مطار غلبہ و قهرا علی الناس و تعادوا بایعہ مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق کو پامال کر کے ان کے اموال کو غصب کر کے سردار بننا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اس سے بظاہر شاید کوئی یہ سمجھے کہ کسی اچھے منصب پر فائز ہونا، زمام اقتدار سنبھالنا، معاشرہ میں کوئی معزز و محترم مقام حاصل کرنا بھی قرآن کریم کی نظر میں پسندیدہ نہیں اور آخرت کی کامیابی تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کہ انسان دنیا بھر کی محرومیوں اور نامرادیوں کی گٹھڑی اپنے سر پر اٹھائے رکھے۔ اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی اپنی کج نگاہی ہے۔ قرآن کریم تو آیا ہی اس لیے ہے کہ اپنے ٹٹنے والوں کے سر پر استعلاء عنون کا زنگار تاج رکھے۔ شاید اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے سیدنا حضرت علیؑ نے اس آیت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان فرمایا: وعن علیؑ کم الله وجهه العا نزلت فی اهل التواضع من العولاة و اهل التقوى۔ یہ آیت ایسے حکمرانوں اور ذوی استطاعت لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے عمر بھر تواضع اور انکسار کو اپنا شعار بنائے رکھا۔

شے فساد سے مراد عام فساد ہے عقیدہ کا فساد ہو یا عمل کا۔ اگر کوئی کفر و شرک کی ترویج کرے گا تو وہ بھی مُفسد ہے اور اگر کوئی فسق و فجور کا ارتکاب کرے گا اور اس کا بازار گرم کرنے کے لیے کوشش کرے گا تو وہ بھی مُفسد ہے۔

لِلْمُتَّقِينَ ﴿۵۷﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِمَّا وَمَنْ جَاءَ

پر بہتر کاموں کے لیے ہے۔ جو کرتا ہے نیکی سئلہ تو اس کے لیے بہتر صلہ ہے اس نیکی سے۔ اور جو ارتکاب کرتا

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا

ہے بُرائی کا تو نہ بدلہ دیا جائے گا انہیں جنہوں نے بدکاریاں کیں مگر اتنا، جتنا انہوں نے

يَعْمَلُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ

کیا۔ (و اے محبوب!) یقیناً وہ (قادر مطلق) جس نے آپ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے آپ کو واپس لے جائے گا

مَعَادٍ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي

جہاں آپ چاہتے ہیں سئلہ آپ فرمائیے میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو آیا ہدایت یافتہ ہو کر اور اسے بھی جو گھٹکی

ضَلَّ مُبِينٍ ﴿۵۹﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ

کراہی میں ہے۔ اور آپ کو تو یہ امید نہ تھی کہ نازل کی جائے گی آپ کی طرف کتاب سئلہ مگر

سئلہ جو نیکی کرے گا اس کو اس کی نیکی کا اجر صد ہا گنا عطا فرمایا جائے گا۔ اور جو گناہ کا مرتکب ہو گا اس کو سزا ایک گناہ

کی ہی ملے گی۔ اور رحمت و کرم کی بیکرا نیاں ہیں۔ اور عدل و انصاف کے تقاضے۔

سئلہ معاد کا معنی ہے لوٹنے کی جگہ۔ اس سے مراد مکہ شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم سے وعدہ

فرمایا کہ جس ذات پاک نے آپ پر قرآن نازل کیا اور اس کی تلاوت اور اشاعت کو آپ پر فرض کیا۔ وہ آپ کی پشت پناہی

فرما رہی ہے۔ ایک دفعہ آپ کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑے گی لیکن پھر یہاں آپ کی واپسی اس شان و شوکت سے ہوگی

کہ سارے دشمن سر جھکا تے ہوئے آپ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ان کی قسمت کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا چنانچہ

فتح مکہ کے دن یہ وعدہ پورا ہوا اور صحت مکہ ہی اسلامی فکر و میں داخل نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد تھلیل عرصہ میں سارے

جزیرہ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ معاد کا معنی جنت بھی کیا گیا ہے۔

سئلہ یعنی جس نعمت نبوت سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا ہے اس کے لیے نہ کبھی آپ نے دعا کی نہ اس منصب کو

حاصل کرنے کے لیے آپ نے کبھی کوئی جدوجہد کی اور نہ کبھی آپ کے دل میں ہی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کو نبی بنا کر وہی سے

مشرق کیا جائے۔

إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ۝۲۸

یہ بخش رحمت ہے آپ کے رب کی (جو آپ کو صاحبِ قرآن بنا دیا) تو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ بنیں۔

وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ

اور (خیال رہے) وہ ہرگز نہ روکیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے اس کے بعد کہ وہ آئی ہیں آپ کی طرف اور بلائیے

إِلَىٰ رَّبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمَشْرِكِينَ ۝۲۹ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ

(دوگوں کو) اپنے رب کی طرف اور ہرگز نہ ہو جانا شرک کرنے والوں سے۔ اور نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ

کسی اور معبود کو۔ نہیں ہے کوئی معبود بجز اس کے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۳۰

اسی کی حکمرانی ہے۔ اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا ۳۰

مئلہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو خدا بنا کر مست پکارو۔ اسی وحدہ لا شریک کی عبادت و یاد میں اپنی زندگی گزار دو۔ یہ ساری دنیا اپنی جملہ نعمتوں، وسعتوں، اور کثرتوں کے باوجود فانی ہے۔ عرش و فرش، مہر و ماہ سب فنا ہو جائیں گے ایک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک باقی رہے گی۔ الا وجهہ کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے مگر وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کیے گئے ہیں انہیں ہی بقا و دوام حاصل ہوگا۔

ہئلہ اسی کا حکم ہے جو ہر جگہ نافذ ہے چھوٹی بڑی چیز اس کے فرمان کے سامنے مراقلندہ ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے اور تمہیں یہاں چند روزہ زندگی گزارنے کے بعد آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس لیے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں اس طرح وقت گزارو کہ قیامت کے دن جب تم ہار گاہو رب العلیین میں حاضر ہو تو تمہاری جبین پر اس کی بندگی کا روشن نشان چمک رہا ہو تمہارا دل اس کی محبت کے باوجود لالہ فارم سے سرشار ہو۔ تمہارا سینہ اس کے نور معرفت سے منور ہو۔ اور جب تم قبروں سے نکلو تو رحمت کے فرشتے تمہارے استقبال کے لیے پرے پرے باندھے کھڑے ہوں اور تمہیں مرعبا اور خوش آمدید کہہ رہے ہوں و جہہ: وجہ عربی میں چہرے کو کہتے ہیں لیکن بطور مجاز اس کا اطلاق ساری ذات پر ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں جہہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ستورہ صفات ہے۔ اسی ذاتہ عقدوجل (روح المعانی)

تعارف سُوْرَةِ الْعَنْكَبُوْتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام: اس سورت کا نام العنكبوت ہے جس کا ذکر آیت ۱۱ میں آیا ہے۔ آیات کی تعداد انہتر ہے۔ اس میں نو سو سی کلمات اور چار ہزار ایک سو پینتیس حروف ہیں۔

زمانہ نزول: حسن، مکرّم، عطار اور جابر رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ساری سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین:

۱۔ حضور خیر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بخت اور دعوت توحید سے سارا کد آتش زیر پا ہو گیا انھوں نے اسلام کی شمع کو گل کرنے کا حکم ارادہ کر لیا۔ وہ سلیم الطبع لوگ جو کفر و شرک کی عضو توں سے دل برداشتہ ہو گئے تھے اور حق کے حسن سے مسحور ہو کر دامن جمیب کبریا علیہ التقیۃ والشد میں پناہ لے لیتے ان پر ظلم و ستم کی آنتہا کر دی جاتی بعض لوگ اسلام کی صداقت کے تو معترف تھے لیکن ان نظام کو برداشت کرنے کی ہمت ان میں نہ تھی اس لیے ان حالات میں اپنی قسمت کو اسلام کے ساتھ واپستہ کرنا قرین دانشمندی نہیں سمجھتے تھے بعض اس قسم کے بھی لوگ تھے جنہوں نے اسلام کو قبول کیا لیکن مصائب و آلام کی آنکھوں میں وہ اپنی شمع ایمان روشن نہ رکھ سکے۔ ان سب لوگوں کو تباہیا جبار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف وہی لوگ سرفراز ہوتے ہیں جو آرائش کی کشن گھڑیوں میں ثابت قدم رہتے ہیں اور امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جو زبان سے اسلام کا دم بھرتے ہیں اور ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن امتحان کے میدان میں صبر و استقامت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے وہ قطعاً قابل انقائت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہی قسمت ہے اور یہی کسوٹی ہے جس پر اس نے اہل ایمان کو پیلے بھی پرکھا اور قیامت تک پرکھے گا۔

۲۔ کفار مکہ کو اپنے بے شمار دامن پر بڑا گھنڈہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب اتنے خدا ہماری پشت پناہی کرنے کے لیے موجود ہیں تو ہمیں محمد (روحی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک خدا سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ مادی وسائل کی بھی ان کے ہاں کمی نہ تھی۔ وہ کعبہ کے متولی اور خدا متکار تھے۔ سب قبائل ان کی دل سے عزت کرتے اور کسی ہنگامی موقع پر ان کے ادنیٰ اشارہ پر شیعہ بخت میدان میں آنے کے لیے تیار تھے۔ شجاعت و مردانگی اور جنگی بہادری میں بھی ان کا جواب نہ تھا۔ ان حالات کے پیش نظر انھیں اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی تشویش نہ تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے

کہ ان کا قلم اتنا مستحکم اور محفوظ ہے کہ اس پر کوئی مینار کا گر ثابیت نہیں ہو سکتی۔
 اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ اے حبیب! انکے یرساکے آسے اپنے انکے
 یرساکے سہارے مگڑی کے بالے کی مانند ہیں و ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت اور تمام گھروں سے کمزور ترین
 گھمگھری کا گھری ہے جو ایسے کمزور اور بوسے گھر میں بسا ہوا اور پھر تہہ زانو ندی کی بجلیوں کو دعوت سے رہا ہوا اس زیادہ
 اہم بھی کوئی اور ہو سکتا ہے۔

۳۔ اس کے بعد دلائل توحید بیان کیے گئے جو آسان اور زود فہم ہونے کے ساتھ ساتھ اتنے مؤثر ہیں کہ خود بخود قلب فرح میں
 نقش ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن ان سے فائدہ وہی شخص اٹھاتا ہے جس کے دل میں حق کی طلب ہو اور جس کی آنکھوں پر
 تعصب کی پٹی بندھی ہوئی نہ ہو۔

۴۔ آخر میں "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنَّا فَسُؤِلُوا مَا كُنتُمْ" فرما کر اس جگہ اس اور کٹھن راہ کے مسافروں کی تسکین اور جوصلہ افزائی کی انتہا فرمادی
 واقسی اللہ تعالیٰ بڑا بندہ نواز اور ذرہ پرور ہے وہ اپنے چاہنے والوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ الحمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ كِتَابٌ هُوَ السُّورَةُ السَّبْعُونَ وَارْتُمِئَتْ بِهَا
رُكُوعَاتُهَا

سورہ العنکبوت کی ہے اور اس کی ۲۹ آیتیں اور ۷ رکوعات ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتا ہے

الْم ۱ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ

الغلام یہیم لہ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائیگا کہ وہ کہیں ہم ایمان لائے آتے اور انہیں

لَا يُفْتَنُونَ ۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ

آزایا نہیں جائے گا کہ اور حیک ہم نے آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزرے تھے پس اللہ تعالیٰ ضرور

لہ حروف متقلبات ہیں۔

۱۔ سورہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور حضور کے واسطے سے وابستہ ہونا کفار کلمہ کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا۔ خون اور قرابت کے سارے رشتے، دوستی اور محبت کے سارے تعلقات ٹوٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مروت و احسان کے سارے احساسات بھی یک قلم غم ہو جاتے۔ حق قبول کرنے کے جرم میں ان پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی جاتی۔ کئی کروڑوں لوگ اسلام کی صداقت پر یقین رکھنے کے باوجود اسے قبول کرنے کی ہمت نہ کر سکتے تھے توحید سے مشرک ہو کر بتوں کی اذیتوں کو بخوشی برداشت کرنے والوں کو اللہ قتل سے پہلے ہی کہ جاری یہ نعمت ہے کہ ہم ہر ایمان لائے اور اسے کو آزمائش کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ صرف کسی کا یہ کہہ دینا کہ میں مومن ہوں کافی نہیں۔ اس لیے امتحان کے ان مرحلوں کو بہت صبر و عزم سے طے کرتے ہاؤ۔ اس کا انجام بڑا دل خوش کن ہوگا۔

۲۔ پہلے جو ایمان لاتے ان کو بھی ہم نے اسی طرح آزمایا جس طرح تم آزماتے جا رہے ہو حضرت خیاب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہہ کے سایہ میں اپنی چادر سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے کہ ہم نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ہم پر مصائب کی حد ہو گئی، کیا حضور ہمارے لیے دُعا نہیں فرماتے۔ حضور نے فرمایا یہ مصیبتیں صرف تم ہی برداشت نہیں کر رہے بلکہ تم سے پہلے کفار کا یہ طریقہ تھا کہ مومن کو پکارتے اس کے لیے ایک گروہ لکھ دیتے پھر اس گروہ میں اسے لکڑیاں پھیر آری لاکر اس کے سر پر پھلاتی جاتی اور کٹ کر اس کے دو حصے کر دیتے جاتے بعض پر لوہے کی گنگھیاں پھلاتی جاتیں۔ ان کے گوشت اور پڑیوں کو اذیت کر رکھ دیا جاتا۔ اس کے باوجود وہ

اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَذِبِينَ ۝ أَمْ حَسِبَ

مجھے گمان ہے جو (دعوتے ایمان میں) چپے تھے اور ضرور مجھے گا ایمان کے چھوٹے (دھوڑاؤں) کو کیا خیال کر رکھا ہے

الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

انہوں نے جو کر رہے ہیں بُرے کرتوت کو وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے وہ بڑا غلط فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ

جو شخص امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تو وہ سُن لے گا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا وقت ضرور آتا ہے

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۝

اور وہی بہر بات سُننے والا ہے اور جو جہاد کرے (حق کو سربلند کرنے کی) تو وہ اپنے فائدہ کے لیے

مومن اپنے دین پر ثابت قدم رہتے۔ اُسے شباب اللہ کی قسم یہ دین ہر سو پھیلے گا۔ اس کے نفل جاویں ہیں اتنا امن و امان ہوگا کہ صنفا سے چل کر ایک شخص حضر موت تک سفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ آخر میں فرمایا دلکشا کہ تستعجلون۔ لیکن تم جلد بازی سے کام لیتے ہو۔

سے علامہ قرطبی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فلیعلم ان الله الذين صدقوا ايما نصره يعني الله تعالیٰ جن لوگوں کے صدق اور کذب کو اپنے علم انہی قدیم سے جانتا ہے اس کو عالم واقع میں ظہور پذیر ہوتے دیکھ لے۔ علامہ پانی تپی اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ لیتعلقن علمه حایاً یتبعنہ الذین صدقوا فی الایمان من الذین کذبوا فیہ ویضوط بہ ثوابہم وعتابہم (ظہری) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم انہی سے ہر شخص کے جملہ احوال کو از اول تا آخر جانتا ہے۔ فلاں نیک کام کرے گا۔ فلاں بدکاریوں میں مشغول ہے گا۔ فلاں اس میں جہاد کرے گا۔ فلاں اس سال میں قتل کرے گا وغیرہ۔ لیکن اس علم قدیم پر جزا و سزا مرتب نہیں ہوتی۔ مثلاً جس کا قاتل ہونا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اُسے اگر کتابتِ قتل سے پہلے سزائی نہیں دے دیا جاتے گا۔ اسی طرح مجاہد کو اس کا اجر مید ان جہاد میں دیا جاتا ہے۔ وینے کے بعد ملے گا۔ اس لیے یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جس کے بعد کوئی شخص اپنے نیک و بد اعمال کے لیے جزا و سزا کا حقدار ہوتا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے ضیاء القرآن جلد اول سورہ بقرہ کا مآئیتہ ۳۴ ملاحظہ فرمائیے۔

سے یعنی کیا بد کردار لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جب ہم ان کو سزا دینے کا ارادہ کریں گے تو وہ کہیں جہالت میں گئے اور ہم انہیں کپڑے سکیں گے۔ انہیں چلبیسے کہ اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دیں جب ہمارا عذاب انہیں گھیرے گا تو وہ

إِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

ہی کر شاں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غنی ہے تمام کائنات سے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ

ترجمہ دُور کر دیں گے ان سے ان کی بُرائیوں (کی نحوست) کو اور ہم انہیں بہت عمدہ بدلہ دیں گے ان (اممالِ حسنہ)

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَوَضِيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

کا جو وہ کیا کرتے تھے عہ اور ہم نے حکم دیا انسان کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ

حُسْنًا وَاِنْ جَاهَدَكَ لِتَشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

(جہاں لوگ کرے شہ اور اگر وہ یہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ تو شریک بنا لے کسی کو میرا جس کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں

فَلَا تَطِعْهُمَا اِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَاَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تو (اس بات میں) انکی اطاعت نہ کر۔ میری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے۔ پھر میں آگاہ کروں گا تمہیں ان اعمال سے جو تم کیا کرتے

مارے دشت کے اپنی جگہ سے بل ہی نہ لیں گے چہ جائیکہ وہ جھگ کر ہم سے روپوش ہو جائیں۔

شہ جو شخص اسلام کی سر بلندی کے لیے مصروف جہاد کرتا ہے وہ خداوند کریم پر احسان نہیں کر رہا بلکہ اس میں سب سے

اس کا اپنا فائدہ ہے، کیونکہ اگر اس نے جہاد نہ کیا اور کافر غالب آگئے تو اس کی آزادی چھین جائے گی اسے غلامی کی زنجیروں

میں بکڑ دیا جائے گا۔ اس کا گھربارہ مال و متاع تاخت و تاراج کر دیا جائے گا۔ اس کی آبرو و ناک میں مل جائے گی اور یہ

بھی ممکن ہے کہ سفاک اور خدا نافر دُشمن اس کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کر دے۔ ان تمام حالات میں نقصان اسی کا ہو گا

جہاد کی اہمیت کی طرف کس حد تک سے توجہ دلائی گئی ہے۔

عہ جو لوگ صدق دل سے ایمان لے آتے ہیں اور پھر اعمالِ صالحہ سے اسے آراستہ کرتے ہیں ہم ان کی غلطیوں اور

گناہوں کو اپنے دامنِ رحمت سے ڈھانپ دیں گے کسی عیبِ چھین کو تپہ ہی نہ لگ سکے گا کہ کسی اس کی سیرت کا دامن

آنادا اذرا تھا ای نَنْقِطِيْنَّ عَنْهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ لِمَعْرِ (قرطبی)۔ علامہ پانی پتی نے لکھا ہے مذہب سیتا تھم عینا تھم

ہم ان کی بُرائیوں کو نیکیوں سے مٹا دیں گے۔

شہ قرآن حکیم میں ماں باپ کے ساتھ خشن سلوک سے پیش آنے، ان کی خدمت و روبروی میں کر شاں رہنے کا بلا بآ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ①

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کیے تو ہم ضرور شامل کر لیں گے۔ انہیں نیکوں کے زمرہ میں لے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ

اور بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ پر۔ پھر جب ستایا جائے اسے راہ خدا میں تو بنا لیتا ہے لوگ

فِتْنَةً لِلنَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّنْ رَبِّكَ

کی آزمائش کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر لے اور اگر آجائے نصرت آپ کے رب کی طرف سے تو وہ کہنے

عکس دیا گیا ہے جس طرح متفقہ مقامات پر اس کا تفسیلاً ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں پھر اس ارشادِ گرامی کو دہرایا جا رہا ہے۔ یعنی،
اسو نا یعنی ہم نے حکم دیا۔

۴۹۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تائید کرنے کے بعد یہ امر بھی واضح کر دیا کہ اگر والدین بھی شرک کا حکم دیں تو یہ حکم ان کا بھی نہ مانا جائے۔ یہ درست ہے کہ ماں باپ کے بڑے حقوق ہیں لیکن اللہ کا حق دنیا بھر کے خداؤں کے حقوق سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی میں اپنی ماں کا بڑا فریادوار اور خدمت گزار تھا جب میں مشرفِ اسلام ہوا تو میری ماں نے کہا یا تو تم اپنے نئے دین کو چھوڑ دو ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی اور اسی طرح جنہوں کی پاسی مر جاتی تھی پھر لوگ تمہیں یہ کہہ کر مار رہے ہیں گے یا قاتل ایتھ۔ اسے اپنی ماں کے قاتل۔ دو دن تو میں نے انتظار کیا کہ جب اسے بخبر تک کرے گی خود بخود کھانا کھالے گی لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ہنڈی قائم ہے تو میں نے اس کو صاف اٹھائیں تیار کیا یا اسادو کا نٹ لک ماۃ نفس فخرت نفساً انفساً ما توتک دیہی۔ اسے ماں اگر ایک کے بجائے تیری سو بائیس ہوں اور بخبر کی وجہ سے وہ ایک ایک کر کے بھی نکل جاتی تب بھی میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے میرا یہ عزم صبر دیکھا تو اس نے کھانا شروع کر دیا۔

۵۰۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی سنگت اور ان کی مسیت بہت بڑی نعمت ہے اور ایمان اور عمل صالح کی بہترین جزا ہے۔

۵۱۔ وہ لوگ جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ راستہ ہموار ہے۔ یہاں کوئی تشویش فراز نہیں۔ کوئی زحمت گوارا کیے بغیر منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے لیکن ان کی توقع کے خلاف جب مشغولِ اہل کام کے گالے بادل گھر کر آجاتے ہیں تو اس وقت وہ اپنے بچاؤ کی خاطر اسلام سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ انہیں رحمتِ الہی سے محروم کر دیا جائے گا کیونکہ دشمنانِ اسلام کے ظلم و ستم سے تو وہ خائف ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ

لَيَقُولَنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۖ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ

تختے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ تھے ﷺ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتے والا ہر اس چیز کو جو لوگوں کے سینوں میں

الْعَالِمِينَ ۝۱۰ وَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَعْلَمَنَّ الْمُنْفِقِينَ ۝۱۱

(یہاں) ہے اور ضرور دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے اور ضرور دیکھ لے گا منافقوں کو - اور

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلنَحْمِلْ

کہا کافروں نے ﷺ ایمان والوں سے تم چلو ہماری راہ پر اور ہم اٹھائیں گے

خَطِيئَتَكُمْ وَمَاهُمْ بِحَامِلِينَ ۖ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ

تمہارے گناہوں (کے بوجھ) کو - اور وہ نہیں اٹھا سکتے ان کے گناہوں سے کچھ بھی ﷺ وہ بالکل جھوٹ

لَكَذِبُونَ ۝۱۲ وَيَحْمِلْنِ أُقْبَالَهُمْ ۖ وَأَثْقَالَ مَعَهُ أَثْقَالَهُمْ ۖ وَ

بول رہے ہیں - اور وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ ﷺ اور دوسرے کئی بوجھ اپنے (گناہوں کے) بوجھوں کے

کے قہر و غضب سے انہیں ڈرنہ آیا محض اپنی جان بچانے کے لیے یا دیگر مالی منفعتمندوں کی خاطر انہوں نے عہد وفا توڑ ڈالا۔ وہ اس قابل نہیں کہ انہیں جلاں و صہیب، عمارتوں یا سرسبز جیے عاشقان با وفا کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔ یہ عشق کی توہین ہے یہ سخن ازل کی ناقدری ہے اور عدالتے غیور اس کو برداشت نہیں کرتا۔

ﷺ جو لوگ ہوا کا ترخ دیکھ کر اپنے نظریات و عقائد میں رد و بدل کر لینے کے خوگر ہیں اگر وہ اسلام قبول کرنے کا اقرار بھی کر لیں جبکہ انہیں اپنی جان اور اپنے مال کا کوئی خطرہ نہ ہو تو ان کا اقرار قابل اتمام نہیں۔ یہ کھوٹے سکتے ہیں، اخلاص و وفا کے بازار میں چلنے کے قابل نہیں۔

ﷺ کفار مسلمانوں کو کہا کرتے کہ پیٹے تو عقل اس کو تسلیم ہی نہیں کرتی کہ مرنے کے بعد ہمیں پھر زندہ کیا جائے گا اور ہمیں اپنے نیک اور برے عملوں کی کوئی جزا یا سزا ملے گی۔ بغرض محال اگر ایسا ہوتا بھی تو ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ بھی خود اٹھائیں گے۔ اس لیے تم بے فکر ہو جاؤ اور اس دین کو چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب پر ہی کار بند رہو۔ دنیا تو ظاہر ہے کہ آرام اور شامٹہ ہانڈے سے گزارو گے باقی رہی قیامت تو اس کے لیے تمہیں فکر مند ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہم خود نمٹ لیں گے۔

لِيَسْئَلَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا

ساتھ۔ اور ان سے باز پرس ہوگی قیامت کے دن ان (جھوٹوں) کے متعلق جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ اور بیشک ہم نے جبرائیل

إِلَى قَوْمِهِ فَمِلَتْ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ

(علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو وہ ٹھہرے رہے ان میں پچاس کم ہزار سال لٹے آخر کار آیا انھیں

۳۰ لے کر آئے۔ انھیں پھینک دیا۔ ان سے تو اپنا بوجھ بھی نہ اٹھایا جاسکے گا چرہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتے ہوں۔

۳۱ البتہ جن لوگوں کو انھوں نے گمراہ کیا، اپنے گناہوں کے بارگراں کے ساتھ ساتھ ان کی نشت پر ان گمراہ ہونے والوں کا بوجھ بھی یاد دیا جائے گا کیونکہ ان کے گمراہ ہونے میں ان گمراہ کرنے والوں کا بھی حصہ ہے۔ بلکہ ان کی گمراہی ان کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس لیے گمراہی بھی ان ہی کا عمل ہے اور وہ اس کی سزا کے بحال طور پر مستحق ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من دعا الی ہدی فاتبع علیہ وعمل بہ ذمہ مثل اجور من اتبعہ ولا ینقص ذلک من اجورہ شیئاً وایما دعا الی ضلالۃ فاتبع علیہا وعمل بہا بعد ذلک فعلیہ مثل اضرارہ من عمل بما تمن اتبعہ لا ینقص ذلک من اضرارہ شیئاً۔ (قرطبی)

ترجمہ: نبی کریم نے ارشاد فرمایا جس نے ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور لوگوں نے اس ہدایت کو قبول کیا اور اس پر عمل کیا تو سارے عمل کرنے والوں کا ثواب اس داعی کو ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ گمراہی کی دعوت دی اور لوگوں نے اسے قبول کیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو سب گمراہوں کی گمراہی کا بوجھ اس پر لا دیا جائے گا اور ان کے بوجھ میں بھی ذرا کمی نہیں ہوگی۔

۳۲ جب انسان کو کسی اچھے کام کے لیے شہداء و مصائب برداشت کرنے کی تلقین کی جا رہی ہو اور پھر اس کے سامنے ایک ایسے شخص کی مثال بیان کر دی جائے جس نے آزمائشوں اور تکلیفوں میں صبر و استقامت کا بہترین نمونہ پیش کیا ہو تو انسان ٹہری تکسین محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔ وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ مجھ سے پہلے بھی بڑے خدا پر امتحان کی گھڑیاں آئیں اور انھوں نے اپنے ایمان و یقین کی پختگی کا ثبوت شہداء و مظاہرہ کیا۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس موقع پر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کیونکہ جس آئندہ قوم سے آپ کو واسطہ پڑا تھا اور جتنا طویل عرصہ دس بیس یا سو دو سو سال نہیں پڑی سارے نوصدیاں ان کے ظلم و ستم کو سہتے سہتے گزار رہی تھیں لیکن اپنی روش اور عزیمت میں ذرا لچک نہ آنے دی۔ اس وقت کے حالات کے مطابق یہ بہترین مثال تھی بلکہ قیامت تک اہل حق کے لیے اس میں صبر و ہمت اور ثابت قدمی کا ایک دل نشیں درس ہے کہتے ہیں آپ نے اپنی رہائش کے لیے سرکنڈوں کا ایک مکان بنایا ہوا تھا

الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۸﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَ

طوفان نے غلہ اس حال میں کر دیا ظالم تھے ہیں ہم نے نجات دے دی نوح کو اور کشتی والوں کو اور

جَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۹﴾ وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا

ہم نے بنا دیا اس کشتی کو ایک نشانی سارے جہان والوں کے لیے اور ابراہیم کو یاد کرو جب آپ نے فرمایا اپنی قوم کو کہ عبادت کرو

اللَّهِ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۰﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ

اللہ تعالیٰ کی شہ اور اس سے ڈرتے رہا کرو۔ یہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم حقیقت کو جانتے ہو۔ تم تو توجہ کرتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی اور تم گھڑا کرتے ہو بڑا جھوٹ۔ بیشک جن کو تم پوجتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَسْلُكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ مالک نہیں تمہارے رزق کے پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو کہ

کسی نے عرض کی حضرت اکوئی پختہ اور عمدہ مکان بنائیے۔ فرمایا ہذا کثیر لمن یموت: جس نے موت کا پیار پناہ ہے

اسے آنا ہی کافی ہے۔ عبدالوہاب نے قصص الانبیاء میں آپ کا یہ سب نامہ بیان کیا ہے: فوج بن لامک بن سہیل

بن ادریس و ہوا اختون بن یازن بن سہیل بن قینان بن افوش بن شیبث بن آدم علیہ السلام و اللہ تعالیٰ اعلم۔

غلہ جب سمجھاتے سمجھاتے سارے فرسوسال کا طویل عرصہ گزر گیا لیکن انھوں نے ہدایت کو قبول نہ کیا تو انھیں

اس مسلسل نافرمانی کی پاداش میں غرق کر دیا گیا اور نوح اور آپ کے غریب ساتھیوں کو بچایا گیا جنھیں دیکھ کر غارِ حرات

سے آنکھیں پھیر لیا کرتے تھے اور انھیں خاطر میں ہی نہ لاتے تھے۔ نوح کا ذکر مفصل طور پر سورۃ اعراف، ہود، المؤمنون

الشعرا میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

غلہ اب ابراہیمؑ پر ایمان لانے کی نوبت ہوئی۔ صلواتہ والسلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ انھوں نے اپنی بت پرست

قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی نوبت دی۔

غلہ یہاں بت پرست قوموں کی ایک مخصوص ذہنیت کو واضح کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے پھر اور مختلف معجزات

سے اپنے ہونے ان بتوں کو جو خدا بنا رکھا تھا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ یہ بت انھیں راہ ہدایت پر چلنے کی تمکین کرتے تھے۔

وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَإِنْ كَذَّبْنَا فَقَدْ

اور اس کی عبادت کیا کرو سزا اور اس کا شکر ادا کیا کرو اسی کی طرف تم لوٹاتے جاؤ گے سزا اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو وہ کوئی

كذَّبَ أُمَّرٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغَةُ الْمُبِينُ ۝

نئی بات نہیں) سزا جھٹلایا اپنے نمبروں کو ان امتوں نے بھی جو تم سے پہلے تھیں۔ اور رسول پر فرض نہیں بجز اس کے کہ وہ اللہ کا

انہیں برائیوں سے روکتے تھے یا ان کے معاشرہ کو فسق و فجور سے پاک کرنے کے اصول بتاتے تھے یا ان کی روحانی قوتیں ان کی توجہ سے نشوونما پاتی تھیں ان میں سے کوئی چیز بھی انہیں ان باتوں سے حاصل نہیں ہوتی تھی اور یہ تو یہ ہے کہ ان چیزوں کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت بھی نہ تھی اور نہ ان کی طلب کا دلولہ ان کے ظہور میں کبھی پیدا ہوا تھا۔ ان کے سامنے دولت کا حصول ہی مقصد حیات بن کر رہ گیا تھا۔ وہ بتوں کے سامنے اس لیے آگے آتا تھا جیسے ان کی پوجا کرتے، ان کے سچے گلالتے کہ ان کا کاروبار ترقی کرے۔ ان کی دولت میں اضافہ ہو۔ اس لیے ان کی ذہنی سطح کے مطابق انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ جن جنق کے لیے تم ان کے چہلوں میں آکر سیں جھکاتے ہو ان کے پاس تو اس کا ایک دانہ تک نہیں۔ یہ بیچارے اندھے، بہرے، بے جان مجھے تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اگر صرف دولت کی ہی طلب ہے تو خداوند ذوالجلال کی بارگاہ عظمت میں حاضر ہو کر دامن پھیلاؤ جس کے پاس رزق کے خزانے بھرے ہیں اور جو بڑا سخی اور کریم ہے جس کی شان کریبی یہ گوارا ہی نہیں کرتی کہ کوئی خالی ہاتھ اس کے سامنے آئے اور وہ انہیں روٹی نہیں دے گا۔ جو کچھ تمہارے پاس فی الحال موجود ہے وہ بھی رتبہ کریم کی طلب ہے اور مزید کچھ لینا ہے تو اسی سے مانگو وہی دے گا۔

سزا رزق اور دولت کوئی ایسی چیز نہیں کہ انسان نے کراس پر قانع ہو جائے بلکہ اس کی عبادت کرو اور مقام عبودیت کی نعمتوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اسی میں انسانی عظمت کا راز مضمر ہے یہی کمال انسانیت ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ کا عرفان اسے حاصل ہو جائے۔ اسے خود فراموش ہو کہاں مارے مارے پھر رہے ہو۔ اس نے بن مانگے جن گراں بہا نعمتوں، زندگی، صحت و غیرہ سے تمہیں سرفراز فرمایا ہے ان کا شکر یہ ادا کرو۔ وہ ان نعمتوں سے بھی اعلیٰ نعمتوں کے خزانے تمہارے لیے کھول دیگا۔

سزا اگر تم بھراپنے مہذب و برحق سے منہ موڑے رہے اور دنیا کی فانی لذتوں کے حصول میں ہی مگن رہے تو یاد رکھو تمہیں ایک دن اس کے حضور میں پیش کیا جائے گا اس دن تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو فرمایا کرتے تھے وہی سچ تھا۔

۲۲ حضرت ابراہیم نے جب کفر پر ان کے اصرار و رقی سے ان کے عناد کو دیکھا تو فرمایا کہ میرے لیے تمہارا یہ رویہ قطعاً باعث حیرت نہیں۔ مجھ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے جو رسول آئے ان کی قوموں نے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا جو تم میرے

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى

علم بصافتہ طور پر پہنچا دے۔ کیا انھوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کس طرح آغاز فرماتا ہے اللہ تعالیٰ پیدا کرنے کا پھر وہ کس طرح

اللَّهُ يَسِيرٌ ۱۹ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ

ہر جگہ اعادہ کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے باطل آسان ہے۔ فرمائیے میری سیاحت کرو زمین میں تکتہ اور غور سے دیکھو

ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۲۰

کس طرح اس نے خلق کی ابتدا فرمائی پھر اللہ تعالیٰ (اسی طرح) پیدا فرمائے گا دوسری بار بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ۲۱

سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے تکتہ اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

ساتھ کر رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو غیر تباہ انجام ان کا ہوا تمہیں بھی اس سے دوچار ہونا پڑے۔ رسول کا فرض تو یہ ہے کہ وہ بڑے اخلاص اور کمال و سوزی سے حق کی دعوت دے۔ بہر حال وہ فرض میں نے پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

تکتہ قُلْ میں خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہے یا سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ مقصد یہ ہے کہ کہے نہ ٹکنے میں تباہی تم مختلف ممالک کی سیر کرو۔ وہاں تمہیں رنگارنگ مخلوق نظر آئے گی۔ جو اپنی شکل و صورت، اپنی خصوصیات، اپنے اثرات وغیرہ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ غور کرو جس قادر مطلق نے ان کو یہ خوبیاں اور خصوصیاتیں عطا فرمائے ہیں کیا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ پھر انہیں زندہ کر دے۔

تکتہ وہ جس کو چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کو اپنی رحمت بے پاموں سے خورندہ کرتا ہے۔ عارف پانی تپتی تکتے میں کہ عذاب الہی کی متعدد صورتیں ہیں۔ قیامت کے دن دوزخ میں پھینک دینا بھی عذاب ہے اور دنیا میں ذلیل و خوار کرنا، دل میں حرص و طمع پیدا کر دینا، بد بخلق بنا دینا، اپنی یاد اور ذکر سے دل کو پھیر دینا، اتباع سنت کے نہ ہونے سے بدعات کا شیدائی بنا دینا، یہ سب اس کے عذاب کی متنوع شکلیں ہیں۔ الہی تجھے واسطہ ہے اپنے مجرب بندے محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے اہل انشاء کا کہ اس کو سیاہ اور ظلمت کا کار کو اپنے ہر قسم کے عذاب سے بچالے۔ میرے ماں باپ کو بھی اور میری فریخت کو بھی اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کو بھی اپنے ہر قسم کے عذاب سے محفوظ فرما۔ یا ارحم الراحمین! جس طرح اس کے عذاب کی کئی صورتیں ہیں اسی طرح اس کی رحمت کے بھی کئی انداز ہیں۔ آخرت میں جنت الفردوس میں داخل کرنا، اپنے دیدار کی نعمت بخشنا، اور دنیا میں اپنی مدد سے سرفراز رکھنا، قناعت و حسن خلق کے زیور سے

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَمَا لَكُمْ

اور نہیں ہو تم بے بس کرنے والے (اللہ تعالیٰ کو زمین میں (جہاں کہ) اور نہ آسمان میں (پناہ لے کر) قتلہ اور نہیں پہنچ سکتے

مَنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ ذُلِّي وَلَا نَصِيرٌ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا آيَاتِ

یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار - اور جن لوگوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیات کا

اللَّهُ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَكْسِبُونَ مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ

اور اس کی ملاقات کا، وہ لوگ مایوس ہو گئے ہیں میری رحمت سے اور وہی لوگ ہیں جن کے لیے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۗ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ

عذاب الیم ہے۔ آپ کی قوم سے کوئی جواب نہیں آیا بجز اس کے کہ انہوں نے کہا کہ اسے قتل کر ڈالو

أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ

یا اسے جلا دو۔ سو بچا لیا اسے اللہ تعالیٰ نے آگ سے لگے بیشک اس واقعہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے

آراستہ کرنا، اپنی محبت اور اپنی یاد کی طرف دل کو مائل کرنا اور اپنے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق

بخشنا۔ الہی، اپنے حبیب کریم علیہ وسلم کی افضل الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اس زور سیاہ اور خطا کار کو اپنی ہر قسم کی رحمتوں

سے بہرہ ور فرمایا میرے ماں باپ کو بھی، میری ذریت کو بھی اور مخرب و مہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کو

بھی۔ آمین یا رب العالمین یا اکرم المسفلین۔

۵۲۶ تم یہ چاہو کہ زمین و آسمان میں کوئی گوشہ تمہیں ایسا مل جائے جہاں تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ۔ ناممکن۔

۵۲۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب انہیں توحید کی دعوت دی اور ناقابل تردید دلائل سے ان کے بتوں کی بے بنی

کرا انہیں اٹھس کر دیا اور آخر وہ لا جواب ہو گئے تو انہوں نے ان سے ٹھٹھنے کے لیے باہمی مشورہ کیا۔ کسی نے راستے دی اسے

قتل کر دو کسی نے کہا انہیں آگ میں ڈال دو۔ آخر کار فیصلہ یہی ہو کر ایک بڑا لالہ و جلا کر اس میں انہیں پھینک دیا جائے۔

بل کر رکھ ہو جائے گا اور جان چھوٹ جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے بڑے اہتمام اور مذہبی جوش و خروش سے ایندھن کے انبار

لگا دیئے اور اسے آگ لگا دی جب اس کے شعلے خوب بھڑک اٹھے اور اٹھارے خوب چٹھنے لگے تو آپ کو ایک منہنق پر بندھ

دیا۔ انہیں خیال تھا ابھی معافی مانگ لے گا۔ ابھی اپنے دین سے بیزاری کا اعلان کر دے گا۔ ان بیچاروں کو کیا شکر کہ جب ایمان

يُؤْمِنُونَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ

جرايمان لائے ہیں۔ اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے بنا یا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو باہمی محبت (دوستی) کا

بَيْنَكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم

ذریعہ اس دنیوی زندگی میں مثلہ پھر قیامت کے دن تم انکار کرو گے ایک دوسرے کا۔

بِبَعْضٍ وَيَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿۳۰﴾

اور پھینکار بھیجے گا ایک دوسرے پر اور تمہارا ٹھکانا آتش و جہنم ہو گا اور نہیں ہو گا

لَكُمْ مِّن نَّصِرِينَ ﴿۳۰﴾ فَمَنْ لَهَا لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ

تمہارا کوئی مددگار۔ تو ایمان لائے ان پر لوط مثلہ اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں ہجرت

کی شمع فروزاں ہو جاتی ہے، جب یقین کی قوت رگ و پے میں سما جاتی ہے تو انسان کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ خطرات کی ہولناکیوں سے سراسیمہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ان خطرات سے برسرِ پیکار ہونے میں بڑی لذت محسوس کرتا ہے چنانچہ بے خطر کو ڈپٹا آتش فرود میں عشق۔

اور جب عشق نے اپنی شکل کی کا ثبوت دیا تو حسن ازل کی دریا تیلوں کے بے نقاب ہونے کا وقت آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر اس آگ کو گلزار بنا دیا۔ سورۃ الانبیاء اور دیگر مقامات پر یہ واقعہ تفصیلاً مذکور ہے۔

مثلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آج تو تم ان بتوں کے چٹاری ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بڑی محبت اور پیار کا مظاہرہ کر رہے ہو اور کفر و شرک کے پرچم تلے جمع ہو کر تم نے میرے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا ہے لیکن قیامت کے روز تمہیں اس محبت اور دوستی کا انجام معلوم ہو گا۔ اس وقت تمہاری حالت دیدنی ہو گی تم ایک دوسرے کو پہچانو گے بھی نہیں۔ ایک دوسرے پر پھینکار بھیجے گا۔ ہر شخص دوسرے کو اس بدبختی اور عذابِ اہیم میں مبتلا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرائے گا۔ اس دن تم اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لیے بڑا شور مچاؤ گے لیکن تمہاری فریاد سنی نہیں جائے گی اور تم سب کو ایک ساتھ دھکا دے کر آتشِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور تم میں سے کوئی بھی کسی کی اعانت نہیں کرے گا۔ مودۃ بینکم ای سبب مودۃ بینکم (منظوری)

مثلہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش فرود سے صحیح سلامت نکل آئے تو پ نے پھر تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اتنا عظیم الشان معجزہ دیکھنے کے باوجود بنی حین حضرت ابراہیم پر

إِلَىٰ رَبِّي إِنَّكَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ

یوسف الاول اپنے رب کی طرف ۱۹۹ بیشک وہی سب پر غالب بڑا دارا ہے۔ اور ہم نے عطا فرمایا آپ کو اسحق (جیسا فرزند) اور

يَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ

یعقوب (جیسا پوتا) ۱۹۹ اور ہم نے رکھ دی ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب۔ اور ہم نے دیا ان کو ان کی کتاب (قرآن)

ایمان لانے کی توفیق نہ ہوتی پہلے کی طرح اپنے کفر و شرک پر ڈٹے رہے۔ ساری قوم میں ایک ٹوٹا ایسے شخص تھے جنہوں نے آپ کی صداقت کو تسلیم کیا اور آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت ٹوٹا پہلے نعوذ باللہ اپنی قوم کی طرح شرک کے متکبر رہے اور اب اس سے ناسب ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کے تامل ہوئے۔ کیونکہ آپ کو آگے چل کر شرف نبوت سے نوازا جانے والا تھا اور ہر نبی نبوت سے پہلے بھی کفر و شرک اور فحاش اور زنا میں سے پاک ہوتا ہے۔ اس لیے علامہ آفری لکھتے ہیں اس آیت سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس قوم سے صرف ٹوٹا علیہ السلام آپ پر ایمان لائے اور آپ کے سوا کسی دوسرے کو یہ سعادت نصیب نہ ہوتی۔

۱۹۹ جب آپ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے اور ان کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہ رہی تو آپ نے اپنے وطن سے ہجرت کا عزم کر لیا کیونکہ وہ زمین اتنی سنگلاخ تھی کہ وہاں ایمان کا درخت بار آور نہیں ہو سکتا تھا اس لیے وہاں مزید وقت صرف کرنا مناسب نہ تھا۔ آپ اپنے شہر کو ٹاسا سے ہجرت کر کے پہلے حیران آئے۔ وہاں سے چل کر شام میں امانت اختیار کی۔ اس سفر میں آپ کی اہلیہ حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت ٹوٹا بھراہ تھے۔

۱۹۹ یہاں تک تو حضرت ابراہیمؑ کی شان بندگی کا بیان تھا کہ آپ نے اپنے رب کریم کے نام کو بلند کرنے کے لیے اس کے پیغام کو عام کرنے کے لیے، مگر کن مشکلات کا شکار آتے ہوئے مقابلہ کیا، ساری قوم کی دشمنی شروع کی، حکومت کی نگاہوں میں منتوب بلکہ باغی قرار پاتے، آگ میں پھینکے گئے اور آخر کار اپنے وطن کو بھی چھوڑ دیا۔ شان بندگی کے ذکر کے بعد اب اہرم الرامین اپنی شان بندہ نوازی کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جب ابراہیمؑ نے مجبور و ضعیف ہونے کے باوجود اپنی بندگی کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا تو ہم جو قادر و توانا بھی ہیں اور غنی و کریم بھی ہم نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ فرمایا ہم نے اسے اسحق جیسا فرزند اور یعقوب جیسا پوتا مرحمت فرمایا پھر ان کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری کیا۔ بڑے بڑے نامی گرامی عظیم المرتبت رسول و نبی پیدا ہوئے۔ یوسف، موسیٰ، داؤد، سلیمان علیہم السلام کی عظمت کا کسے علم نہیں یہ سب ابراہیمی شری کے تابندہ مومنی ہیں۔ اور سب بڑا احسان اور انعام یہ نیک شاکر سید الاولیاء و الآخِرین خاتم الانبیاء و المرسلین محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کی ذریت ظاہر و سے پیدا کیا۔ اور ان تمام انبیاء کو ایسی کتابیں اور سینے عطا کیے جو رحمت و ہدایت کو اپنے اپنے دامن میں سینے ہوئے ہیں۔

أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۲۹﴾

کا اجر اس دنیا میں لے لے اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین (کے زمرہ) میں ہوں گے۔

وَلَوْ طَآ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا

اور (جہنے) لوط کو رسول بنا کر بھیجا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو کہ نہیں پہل کی

۱۳۷ سلسلہ نبوت کو ماننے والی جتنی قومیں اس سطح زمین پر رہتی ہیں خواہ آپس میں ان کے عقیدے میں اختلافات ہوں لیکن وہ سب دل سے حضرت خلیل کا احترام کرتی ہیں۔ بلکہ اپنی اس نسبت پر فخر کرتی ہیں۔ پھر نرم گوئیں کی حد نشینی کی عزت جب سے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ازرائی ہوئی ہے عظمت ابراہیمی کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ ان کے اس دین کا احیاء ہوا جس کو آپ کے ماننے والوں اور آپ کے ہم قوموں نے فراموش بلکہ مٹا کر رکھ دیا تھا۔ آپ کا بنایا ہوا اکبر پھر آباد ہوا جہم کی آواز فضا نغمہ ہے توحید سے پھر گونجنے لگی جہاں بھی اسلام کا کوئی فرزند موجود ہے اس کی زبان خلیل اور آل خلیل پر درود و سلام کے تحائف بھیجتی ہی رہتی ہے۔ بلکہ نماز ختم کرنے سے پہلے ہر مسلمان اپنے نبی مکرم اور آپ کی آل محترمہ پر درود و سلام پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر درود و سلام پڑھتا ہے۔ دنیا کے کسی دو متذکرہ کی نسبتاً اعظم کسی فاتح عالم کو کیا عزت و احترام نصیب ہوا ہوگا جو بارگاہ رب العزت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنایت ہوا۔ یہ انعام قروہ ہے جو اس دنیا میں آپ کو مرحمت فرمایا گیا اور آخرت میں جو شے والا ہے اس کا توقع تو کرنا بھی ہمارے لیے ممکن نہیں۔

وہ تھی شانِ بندگی اور یہ ہے شانِ بندہ نوازی۔ دونوں کا سخن اور دونوں کا باکمپن اہل دل کے لیے حشر پر پا کر رہا ہے۔ فقط یہاں ہی نہیں جہاں بھی بندے نے اپنی بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی اس کے معبود برحق نے اپنی شانِ بندہ نوازی کے پھول پھیا اور کرنے میں پوری فیاضی دکھائی۔

چوں تمام آفتہ، سر پانا نامیگر دو دنیا ز قیس را علیٰ جسے نامند در صحرائے ما

ہمیں اپنے محبوب نے جس خدا کی وحدانیت کا طوق زیب لگوا کرنے کی دعوت دی، جس کی کبرائی اور عظمت کے گیت گانے کا حکم دیا وہ تو یہ خدا ہے جس کی شانِ بندہ نوازی کا یہ عالم ہے جو شہ نازب آیا سیراب کر دیا گیا جو خالی دامن حاضر ہوا مال مال ہو کر لڑا۔ اور جس نے اس کی محبت کا جام ہونٹوں سے گایا اس کے لیے حسین نماز کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور اس کی چشم شتاق اور دل بے تاب کو اس کی استعداد اور تربت کے مطابق اپنے جلوں کا دیدار کرا دیا۔ ہم تو ایسے خدا کے بندے ہیں۔

سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاَتُونَ

تم سے اس (بے حیائی) کی طرف کسی قوم نے دنیا بھر میں آگے کیا تم بد عملی کرتے ہو مردوں

الرِّجَالِ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۚ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمْ

کے ساتھ اور ڈاکے ڈالتے ہو عام راستوں پر۔ اور اپنی کھلی مجلسوں میں گناہ کرتے

الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ ۚ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتِنَا

ہو سگے تو نہیں تھا کوئی جواب آپ کی قوم کے پاس بجز اس کے کہ انہوں نے کہا اے لوٹو! اے آدمیوں پر

بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ

اللہ کا عذاب سگے اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو۔ آپ نے عرض کی میرے مالک!

۱۱۱ حضرت لوط علیہ السلام کو جس نابکار اور ذلیل قوم سے واسطہ پڑا وہ صرف بدکار اور فاسق و فاجر ہی نہ تھے بلکہ فسق و فجور کی گنتاؤنی صورتوں کے مجموعہ بھی تھے۔ گناہ کی جس پستی میں ان کے پیش روؤں کو جھانکنے کی ہمت بھی نہ ہوتی تھی وہ ان پستیوں میں بھی گر چکے تھے۔ غلات و ضعیف فطرت کام کیا کرتے، وہ بھی پس پردہ اور چھپ کر نہیں بلکہ برسر مجلس، دن کی روشنی میں اور تمام حاضرین کی آنکھوں کے سامنے۔ اس کے علاوہ راہزنی اور فزاتی بھی ان کا پیشہ تھا۔ راستہ میں اگر کوئی مسافر مل گیا اُسے لوٹ لیا، اس کے کپڑے تک بھی اتار لیے۔ اگر کوئی مہمان ان کے ہاں آکر ٹھہرا تو صبح کو اس کا سامان گم ہو چکا ہوتا۔ مہمان کی جوتیاں تک چرانا بھی ان کے نزدیک میسر نہ تھا۔

۱۱۲ نادى کا معنی ہے محفل، مجلس یعنی جس چیز کا نام شرم و حیا ہے وہ عرصہ سے ان کے ہاں سے رخصت ہو چکی تھی۔ بلکہ انہوں نے خود اسے دھکے مارا کر اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔ غش گنگلو، قمار بازی، راگبیوں سے ششخداق، ان پر کنگریاں پھینکنا اور پھر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جانا، غرضیکہ ہر گھٹیا سے گھٹیا اور کمینہ سے کمینہ فعل وہ اپنی جھگیوں اور عام محفلوں میں کرتے اور اس پر اترتے اور فخر کرتے۔

۱۱۳ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان پستیوں سے نکلانے کے لیے بڑے ستن کیے۔ انہیں ہر طرح بچایا۔ انہیں انسانیت کا واسطہ دیا۔ آخر انہیں عذاب الہی سے ڈرایا لیکن سب سے سو کو نہ کہ انہیں یقین تھا کہ لوط خشک ماب سے سب کچھ اپنی طرف سے کبہ رہا ہے۔ قیامت نہ اب تک آئی ہے اور نہ آئندہ آئے گی۔ اس لیے انہوں نے آپ کو چیلنج دے دیا کہ تم ہم پر پونہی رعب کا گناہ رہے جو اگر تصاری ان دھمکیوں میں کچھ سچائی ہے تو اٹھنا کیوں کر رہے ہو۔ اے آدمیوں!

انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿۲۵﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا

مدد فرما میری اللہ فسادی لوگوں کے مقابلہ میں ۲۵ اور جب آئے ہمارے فرشتے

إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّمَا مَهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ

ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر۔ انہوں نے بتایا کہ ہم ہلاک کرنے والے ہیں۔ اس گاؤں کے باشندوں کو

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۲۶﴾ قَالَ إِنْ فِيهَا لُوطًا قَالُوا

بیشک یہاں کے رہنے والے بڑے ظالم تھے ۲۶ آپ نے کہا اس میں تو لوط بھی رہتا ہے۔ فرشتوں نے عرض

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيكَ وَاهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ

کی ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ ہم ضرور پچاس لیں گے اسے اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی عورت کے۔ و

كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۲۷﴾ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ

پچھے رہ جانے والوں سے ہے۔ اور جب آئے ہمارے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس تو بڑے غمزہ

بِهِمْ وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ

ہوتے ان کی آمد سے اور دل تنگ ہوتے اور (انہیں پریشان دیکھ کر) فرشتوں نے کہا نہ خوفزدہ ہو اور نہ تجھ پر غم

مذاب کو جس کے بار بار کے ذکر سے تو نے ہمارا نامک میں دم کیا ہوا ہے۔

۲۵۔ آخر ان کے مظالم سے تنگ آکر اور ان کی اصلاح سے ایسے ہو کر آپ نے بارگاہ الہی میں یہ دعا کی۔

۲۶۔ فرشتے جب بیٹے کی بشارت دینے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے قوم

لوط کو برا د کرنے کے الہی فیصلہ سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا وہاں تو اللہ تعالیٰ کا نبی لوط بھی ہے۔ انہوں نے عرض

کی ہمیں خوب معلوم ہے اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دی جاتے گی۔ اس کو اور اس کے خاندان کو پچایا جائے گا لیکن اس کی

بیوی کو نہیں پچایا جائے گا۔ چنانچہ علاقہ سدوم پر پتھر اڑ کیا گیا اور ان کی ساری بستیاں تہ و بالا کر دی

گئیں۔ فرشتوں کی آمد پر حضرت لوط کی پریشانی کا مفصل ذکر سورہ ہمود اور الجثر میں گزر چکا ہے

ملاحظہ فرمائیے۔

إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا أُمَّرَاتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۲۹﴾

ہم نجات دینے والے ہیں تجھے اور تیرے کنبہ کو سوائے تمہاری بیوی کے، وہ چھپے رہ جانے والوں میں ہے۔

إِنَّا مُنَزِّلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ

بیشک ہم آٹارنے والے ہیں اس بستی کے باشندوں پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۳۰﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

کہ وہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔ اور بے شک ہم نے بانی رہنے دینے اس بستی کے کچھ واضح آثار ان لوگوں کی

يَعْقِلُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَوْمَ عَبْدًا

عبرت کے لیے جو عقلمند ہیں۔ اور مدین لے بیجا، مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بلانے کہا اسے

اللَّهُ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۲﴾

میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور تمہارے گنہگار بننے والے دن کی اور ملک میں فتنہ و فساد برپا نہ کرو۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جثثِينَ ﴿۳۳﴾

پھر انہوں نے اسے کھنکھایا تو آیا انہیں زلزلہ دے جھٹکوں نے پس صبح ہوئی تو وہ اپنے گھروں میں گھسٹیں بل کرے پڑے تھے

وَعَادًا وَثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسْكِنِهِمْ وَزَيْنَ لَهُمْ

اور ہم نے براہ کیا، عاد اور ثمود کو۔ اور واضح ہیں تمہارے لیے ان کے مکانات - اور آراستہ کر دیا تھا ان کے لیے

الشَّيْطَانُ أَعْمَاهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿۳۴﴾

شیطان نے ان کے (بڑے) عملوں کو اور روک لیا انہیں راہ (راست) سے حالانکہ وہ اچھے بھلے بھجدار تھے شک

۳۳ اہل مدین کی طرف حضرت شعیب کو مبعوث فرمایا گیا۔ آپ نے بھی اپنے پیغمبرانہ فرائض کو بڑی دلسوزی اور اخلاص

اور کوشش سے ادا کیا لیکن اہل مدین اپنی گمراہی پر اڑے رہے۔ انجام کار انہیں بھی اپنے کیے کی سزا مل گئی تھی۔ اللہ عزوجل

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ

اور زہم نے ہاک کر دیا، قارون، فرعون اور ہامان کو۔ اور بلاشبہ شریعت لائے ان کے پاس موسیٰ روشن دلیلوں کے ساتھ

فَأَسْتَكْبِرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَائِقِينَ ۝ فَاخَذْنَا

پھر بھی وہ غرور و تکبر کرتے رہے زمین میں اور وہ (ہم سے) آگے بڑھ جاتے نہ تھے۔ پس ہر دس کرش کو ہم نے پکڑا

بِذُنُوبِهِ فَمِنْهُمْ مَن أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّن

اس کے گناہ کے باعث پس ان میں سے بعض پر ہم نے برسائے پتھر ۲۹ اور ان میں سے بعض کو آیا

أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّن خَسَفْنَا لَهُ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ

شدید کڑک نے اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا زمین میں۔ اور بعض کو ہم نے

مَن أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ

(دور یا میں ٹوڑ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھالتے

يَظْلِمُونَ ۝ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ

رہتے تھے۔ ان نادانوں کی مثال جنہوں نے بنا لیے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور دوست، کمزری کی سہی ہے۔

اور سورۃ بقرہ میں ان کا تذکرہ تفصیلاً بیان ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱۔ شے شیطان نے ان کو بھی راہ راست پر نہ آنے دیا۔ وہ حق کو اچھی طرح پہچان لینے کے بعد بھی اس کو قبول کرنے پر

آدا وہ نہ ہوتے۔ جیسا کہ مشتہبہ بنیوں کے لفظ سے واضح ہے۔ مستبصون: قد عرفوا الحق من الیاطل بقلمود البراہین

(قد طہی)۔ یعنی واضح اور روشن دلائل کی وجہ سے انہوں نے حق کو خوب پہچان لیا تھا۔

۲۔ شے حق سے واپس تہ اعراض کرنے والی اور باطل پر چلنے والی ہر قوم کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا۔ صاحب اس

تیز مبرا کو کہتے ہیں جو اپنے ساتھ پتھر روڑے اور کنکریاں اڑا کر لے آتے۔ اب ہر قوم کے مذاب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا

ہے۔ صاحب: مہم یاتی بالمحصار وھی الحصى الصغار و تستعمل فی کل عذاب (قد طہی)۔

۳۔ شے پہلے مختلف اقوام کی اعتقادی اور عملی تفریقوں کا ذکر ہوا جس کے تجزیہ اور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انکی اخلاقی

العنكبوت ۱۰ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتٌ

اس نے (جائے کا) گھر بنایا۔ اور (تم سب جانتے ہو) کہ تمام گھروں سے کمزور ترین گھر ہی کا

العنكبوت ۱۱ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۱۱ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُدْعُونَ مِنْ

گھر ہوا کرتا ہے۔ کاش! وہ بھی اس (حقیقت) کو جانتے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس چیز کو وہ پوجتے ہیں

دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۱۲ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱۲ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ

اس کو چھوڑ کر سنا۔ اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے۔ اور یہ مسالیں ہیں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۱۳ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ

ہم بیان کرتے ہیں انھیں لوگوں کو سمجھانے کے لیے اور نہیں سمجھتے انھیں مگر اہل علم۔ پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں

بے راہروی اور دیگر بدکاریوں کا سبب ان کے عقیدہ کی خرابی تھی۔ نہ انھیں خداوند کریم کی توحید پر ایمان تھا اور نہ روز قیامت

پر یقین تھا اس لیے وہ بڑے بڑے سے حیرانی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ بسا اوقات ان پستوں میں گرنے میں بھی کوئی ہلک

محسوس نہیں کرتے تھے جہاں قدم رکھتے جوتے جیوانوں پر بھی کبھی طاری ہوجاتی ہے۔ انھوں نے اپنے بتوں کو ممبروں بنا لیا

تھا جن کی طرف سے کوئی اخلاقی پابندی عائد نہیں کی جاتی تھی کسی چیز کے کرنے اور کسی سے باز آنے کا کوئی حکم صادر نہیں ہوتا

تھا۔ ان کے زعم باطل میں ان کے ان ممبروں کا یہ کام تھا کہ وہ انھیں مصیبتوں سے چھڑائیں اور ان کی دولت و عزت میں

اشنا نہ کرتے چلے جاتیں لیکن جب بھی اللہ نے ان کی نافرمانیوں کے باعث ان پر عذاب نازل کیا تو یہ بت ان کے کسی

کام نہ آسکے۔ اس حقیقت کو جو سابقہ آیات میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے یہاں بڑے اختصار سے اور بڑے دل نشیں انداز

میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ ارشاد فرمایا وہ بد بخت جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے ممبروں کو اپنا سرپرست اور دوست

سمجھتے ہیں اور ان سے یہ آئندہیں وابستہ کیے بیٹھے ہیں کہ جب ان پر کوئی آفتا ڈرے گی تو وہ اگر انھیں پچائیں گے۔ فرمایا ان

کی یہ تو قنات کھڑی کے ہالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ کھڑی کا جالا تو جو اس کے ایک جھونکے کی تاب نہیں لاسکتا چرچا نیک

عذاب الہی کے طوفانوں کے سامنے ٹھیر سکے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر غیروں کے ساتھ تعلق قائم کرنے والے اور ان پر پھرتا

کرنے والے ایسے ہی ہیں جیسے وہ نادان جو کھڑی کے ہالے پر اپنی آئندوں کے عملات تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت تین نامی کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد بھی سن لیجیے۔ "مطلقاً بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکہ فی البیت یورث

الفقر و قویبہ۔" گھروں کو کھڑی کے جالوں سے صاف رکھا کرو کیونکہ کھڑی کے جالوں کا گھر میں جونا افلاس کا باعث ہے۔

قصہ ایام

وَالْأَرْضُ بِالْحَقِّ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ

اور زمین کو حق کے ساتھ - بیشک اس میں اس کی قدرت کی نشانی ہے ایمان والوں کے لیے - ۲۹

اُتِلُّ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۗ إِنَّ الصَّلَاةَ

آپ کا دوسرا کیسے اس کتاب کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف ۱۱۱ اور نماز صحیح صحیح ادا کیجیے ۱۱۱ بے شک نماز

اللہ ان سہو دان باطل کی ناتوانی اور کمزوری سے اللہ تعالیٰ غیب آگاہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تر وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ایسی حکمت سے پیدا فرمایا کہ اگر ان میں بال برابر رو و بدل کر دیا جاتے تو سارا نظام عالم درجہ برجم ہو جاتے۔ اُس نے ان کو پیدا فرمانے کے بعد نظر انداز نہیں کر دیا بلکہ اپنی قدرت اور اپنے علم سے اس کی تدبیر بھی فرما رہا ہے اہل ایمان کے لیے اس میں اس کی قدرت و حکمت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

مظاہر فطرت میں جو فرق پنہاں ہیں، جو اثرات مخفی ہیں، جس پر پیچیدہ اور نازک نظام کے ماتحت باقاعدگی سے اپنا طبی فریضہ انجام لے رہے ہیں ان سے نقاب اٹھانا بندہ مومن کا کام تھا اور ہر مناسب موقع پر قرآن کریم نے مومن کے اس فرض اولیٰ کی طرف بڑے معنی خیز اشارے فرمائے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بندہ مومن آج اپنے فرض سے کیسے غافل ہے۔ ان نوجوانانِ ملت کے دل میں بھی بھولے سے بھی اس فرض کی اہمیت کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ ان کے سامنے تحصیل علم کا مقصد اور سائنسی علم میں دیگر یوں کا حصول اس لیے نہیں کہ ان کے دل میں تحقیق کے ارمان چل رہے ہیں اور وہ قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق تفسیر کائنات کے میدان میں سب سے پہلے اپنی کامیابی اور اولوالعزمی کا پرچم لہرا نا چاہتے ہیں بلکہ وہ ان دیگر یوں کے ذریعہ قطعاً اعلیٰ ملازمتوں کے خواہش مند ہیں جہاں تنخواہ بہت زیادہ ہو اور کام کچھ بھی نہ ہو جہاں آسائشیں تمام میسر ہوں لیکن عرق ریزی اور جانفشانی کا موقعہ ناشائستہ اور ہی پیش آئے۔

وہ ناکامی متابع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے اساس زیاں جاتا رہا
الہی! وہ صبح سیدک طلوع ہوگی جب بندہ مومن کی بے خبری اور بے سعی کا ظلم ٹوٹے گا، وہ کب خود آستانہ ہوگا
وہ کب تیری مخلوقات کے آئینوں میں تیرے شمس کے چمکتے ہوئے جلوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کر لے گا۔ رب کریم اہم
پر کریم فرما اور ہمیں۔

تڑپنے پھرنے کی توفیق دے دل مرتضیٰ سوز صدیقی دے

۱۱۱ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضور کے ذریعہ آپ کی ساری اہمیت کو یہاں دو باتوں کا حکم دے رہا ہے۔ پہلا حکم ہے تلاوت قرآن اور دوسرا اقامت صلوٰۃ۔ تلاوت قرآن کے روحانی، انفرادی، اسلامی پھر لازمی اور متعدی اتنے فوائد و برکات ہیں جن کا حصر ممکن نہیں جب انسان اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتا ہے تو اس پر انوار و

تجلیات کی بارش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اس کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اس کے دل کا زنگار صاف ہوتا ہے، اس کی نسل مندی دور ہوتی ہے۔ وہ ایک نئی تازگی اور شگفتگی محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ ایسی واضح کیفیت ہے جس سے قرآن کریم کا ہر پڑھنے والا اپنی صلاحیت اور اپنے ظرف کے مطابق سرشار ہوتا ہے۔

جب وہ قرآن کریم میں انبیاء کرام اور مومنین کا طین کی زندگیوں کا مطالعہ کرتا ہے، ان کی عالی ظرفی، بلند سگی بیگانوں کے لیے ان کے جذبہ خیر خرابی کو دیکھتا ہے، مسرت و کامیابی کے لمحوں میں ان کا انداز تشکر اور ان کی بے مثال تواضع و انکاری، مصائب و شدائد کے جہنم میں ان کا صبر اور صبر میں مسرت و لذت کے احساسات سے وہ آگاہ ہوتا ہے اور پھر ان کے مبارک انجام سے واقف ہوتا ہے تو اس کے دل میں بھی اس راہ پر چلنے کا شوق اور ولولہ پیدا ہوتا ہے جس راہ پر چلنے والوں کی ابلہ پائی کے طفیل انسانیت کا سراپا اختیار ملتا ہے۔ جن کے زخموں سے اُبتے ہوئے خون تاب نے افلاق عالیہ اور اعمال صالحہ کے حسن کو دل فریبیاں اور رعنائیاں بخشی ہیں ان کے مقابل میں جب وہ سرکشوں اور سنگلوں کی گستاخی زندگی کا جائزہ لیتا ہے، پھر انہیں اپنے گناہوں کے سیلاب میں تھمیر تنگوں کی طرح بہتا ہوا دیکھتا ہے تو اسے دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کے اس جاہ و جلال کا کھوکھلا پن صاف دکھائی دیتے لگتا ہے اور وہ حتی المقدور کوشش کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کی راہ اختیار نہ کرے جو خود بھی برباد ہوئے اور اپنی قوموں کا بیڑا بھی غرق کر دیا۔ اسی قرآن کے صفات کا مطالعہ کرتے وقت قرآن کا پیش کردہ دستور حیات اس کے دامن دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے اعمال اطوار کو اس دستور حیات کے سانچے میں ڈھال لے۔ یوں قرآن کے چشمہ سے جب وہ میراب ہو کر اگھٹتا ہے تو انسان کا دل بے دنیا کے سامنے پیش ہوتا ہے اور اپنی خیرات و برکات سے اپنوں اور بیگانوں کو بلا اثناء مستفید کرتا ہے۔

لیکن ان برکات سے صرف وہی فیضیاب ہو سکتا ہے جو قرآن کو کلام الہی یقین کرتا ہے جو اس کو اس نیت سے پڑھتا ہے کہ وہ اس سے ہدایت کی روشنی حاصل کرے گا اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں کسی تذبذب کا مظاہرہ نہیں کرے گا کیونکہ قرآن کی تلاوت ان فراموشی کی حامل تھی اس لیے اسے پڑھنے اور بار بار پڑھنے کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متوجہ فرمایا۔ دوسرا حکم ہے کہ نماز قائم کرو۔ پھر فرمایا نماز بے حیائی اور بڑے کاموں سے روکتی ہے۔ اس پر کئی صاحبان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نے کئی نمازیوں کو دیکھا ہے کہ ساری عمر نماز پڑھتے پڑھتے گزر گئی لیکن وہ جھوٹ بولتے ہیں، چور بازاری سے وہ باز نہیں آتے، کم تولتے اور کم پلنے سے انہیں اترا نہیں تو ہم کیسے یہ تسلیم کر لیں کہ نماز کے متعلق قرآن کا یہ ارشاد مبنی بر حقیقت ہے۔ ان کی خدمت میں بعد ادب یہی گزارش کی جائے گی کہ آپ نے یہ اعتراض کرنے میں بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے اور قرآن کے کلمات میں غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ قرآن کریم نے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے جس کا معنی ہے اقامۃ الشئ، توفیقہ حقہ (مغزوات)

یعنی نماز کو اس کے تمام ظاہری اور باطنی حقوق کے ساتھ ادا کرو۔ نماز کے ظاہری حقوق تو یہ ہیں کہ نسبت نبوی کے مطابق تمام ارکان بجالاتے جائیں اور باطنی حقوق یہ ہیں کہ تو سراپا عجز و نیاز بنا جو اہو۔ احسان کی کیفیت تجھ پر طاری ہو۔ یعنی

تو محسوس کر رہا ہو کہ کائنات قائم ہو گیا تو اپنے رب کریم کو دیکھ رہا ہے ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور دیکھتا ہے کہ فائدہ بوانک: تیرا رب کریم تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس ذوق و شوق اور حضور و حضور سے ادا کی ہوئی نماز ہی وہ نماز ہے جو دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ یہی وہ نماز ہے جو گناہوں کے قریب نہیں بلانے دیتی اور بے حیاتوں اور بیکاریوں سے روکتی ہی نہیں بلکہ متنفر کر دیتی ہے۔ مومن کی ساری خوشیاں اور رستیں انھیں چند لمحوں میں سمٹ کر رہ جاتی ہیں جب وہ سراپا نیا نبین کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور دل و زبان سے اس کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ وہ عذاب سے ڈر کر وہاں حاضر ہی لگوانے کے لیے نہیں جاتا بلکہ اس کا قلب ماسہور اس کی روح جیاب کشاں کشاں اسے کوسے مجرب کی طرف لے جاتی ہے۔

وہ نماز جس کا آغاز بھی غفلت سے ہو اور جس کی انتہا بھی غفلت سے ہو اور ان کے مابین بھی بے خبری کی حالت طاری رہی ہو اسے پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کہاں ہے اور کس کے آگے کھڑا ہے تو اس نے نماز پڑھی ہی لیکن اس نے نماز قائم تو نہ کی جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ نماز پڑھنا بھی اسے کبھی نہ کبھی اس کیفیت و مستی سے سرشار کر دے گا جو نماز قائم کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نوجوان انصاری کی شکایت کی گئی کہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے لیکن کسی گناہ سے بھی باز نہیں آتا لا یدع شیئاً من الفواحش والسوء قہ الا ربکہ۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا ان الصلوٰۃ سننہا۔ یہ نماز ایک نہ ایک دن اسے ان برائیوں سے روک دے گی۔ چنانچہ چند ہی روز گزرے کہ اس کی حالت یکسر بدل گئی۔ اس نے تمام گناہوں سے پتے دل سے توبہ کر لی۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا العاقل بکفر کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا۔ اس لیے وہ صاحبان جو چند نماز پڑھنے والوں کو نماز قائم کرنے والوں کو نہیں اہمیت گناہوں میں مبتلا دیکھ کر نماز سے بیزار اور اس کی برکات کا انکار کر دیتے ہیں وہ یہ سمجھیں کہ ان گنہگاروں کے اصلاح پا جانے کا تو امکان ہے کیونکہ جس راہ پر وہ چل رہے ہیں وہ ان لوگوں کی راہ ہے جو صالح اور پارسا تھے، ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ ان سمت نہاد پر پڑوں پرنظر رحمت فرما دے اور انھیں اپنی بارگاہ میں حاضر ہی لذت سے آشنا کر دے کیونکہ

سے شود از جبہ پیدا اختیار

لیکن آپ لوگ تو اس راستہ سے ہی دور بھاگ رہے ہیں آپ نے بھی کبھی اپنے انجام پر غور کیا۔ بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان غافل نمازیوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے خوب مجھوڑا ہے۔ ارشاد و گرامی ہے۔ من بعد تنہ صلاتہ من الفحشاء والسکر لہ تزددہ من اللہ ابتداءً ولہ یزداد بہا من اللہ الامتثال جس آدمی کو اس کی نماز بے حیاتی اور بڑے کاموں سے نہیں روکتی۔ وہ نماز اسے خدا سے دور کر دے گی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا نہیں بلکہ ناراضگی کا باعث ہوگی۔

یہ آیت میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ لیکن ان امور سے بچنا یا نہ بچنا ہمارا کام ہے۔ نماز تو ہمارے قلب و روح کی تربیت کا ذریعہ موقع فراہم کرتی ہے۔ دنیا کے جمیلوں سے نکال کر حکم الحاکمین کی بارگاہ میں لے جا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ اب بھی اگر کوئی طبیعت متاثر نہیں ہوتی اور اسے یہ خیال نہیں آتا کہ ظہر

تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

سخ کرتی ہے بے حیائی اور گناہ سے۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے لکنہ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے

مَا تَصْنَعُونَ ۝ وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ

جو تم کرتے ہو۔ اور (اے مسلمانو!) بحث مباحثہ نہ کیا کرو اہل کتاب سے مگر شائستہ طریقہ

أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقَوْلُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ

سے لکنہ مگر وہ جنہوں نے ظلم کیا ان سے اور تم کہو ہم ایمان لاتے ہیں اس پر جو آتا رہا گیا

کے وقت تو مجھے اپنے رب کے حضور میں جا کر کھڑا ہوں ہے اگر میں اپنے نادان اس کی نافرمانی سے واندرا کر لیا تو میں کس منہ سے اس کے حضور میں حاضر ہوں گا۔ اس طرح حضورؐ سے وقفہ کے بعد دربار الہی میں حاضری سے دل میں اطاعت و انقیاد کا جذبہ یقیناً پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو گناہوں سے نفرت ہی ہو جاتی ہے۔

لکنہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں جس کو یہ سعادت حاصل ہوگی جس کو یہ نعمت بخش دی گئی ہو گی اس نے سب کچھ پایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک روز تشریف لائے تو اپنے صحابہ کو معلقہ بناتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پوچھا کیوں اس طرح بیٹھے ہو عرض کیا جیسا نذکرنا اللہ و نحمدہ علی ما هدانا للإسلام ومن ربہ عدینا، یا رسول اللہ! ہم اس لیے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور جو اس نے اسلام کی دولت سے ہمیں مالا مال فرمایا ہے اس کے اس احسان پر اس کا شکریہ ادا کریں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ان اللہ سزوجل یناہی بکم الملائکۃ (مظہری) نے اللہ کے ذکر و شکر کیلئے بیٹھنے والو! اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں سے فخر کر رہا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے اگر کوئی شخص یا د الہی میں مصروف رہنے والوں کے پاس آکر بیٹھ جائے اگرچہ وہ کسی دوسرے مقصد کے لیے آیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی بخش دیتا ہے اور فرماتا ہے لہ غفوت ہذا القوم دیشقی بسرح جلیسہم، میں نے ان کی محفل میں بیٹھنے والے کو بھی معاف کر دیا۔ میری یاد کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

اس آیت کا یہ معنی بھی آیا گیا ہے کہ جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے تو رب کریم بھی اپنے اس بندے کو یاد فرماتا ہے اور رب کریم کا اپنے مسکین بندے کو یاد فرمانا سب سے بڑا ذکر ہے، نذکرنا اللہ ایاکم افضا من ذکورکم ایناہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں میں نے اللہ صلی علیہ وسلم والعی اللہ لقصروانی ذکرا اللہ فان ذکورکم ایما و بفضالی ذکورکم ایاکم و لکنہ ایاکم افضل من ذکورکم ایناہ (مظہری) یعنی ذکرا الہی میں کتابھی کرو تم اس کو یاد کر گئے وہ تمہیں یاد کریگا اس کا تمہیں یاد کرنا تمہارے ذکر سے افضل ہے۔

۵۲۸ اہل کتاب کو جب بھانے لگو تو تمہارا اسلوب تبلیغ بڑا شائستہ اور پندیدہ ہونا چاہیے۔ دلیل کی قوت اور

إِنَّا وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمُ وَالْهِنَا وَالْهَكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۹﴾

ہماری طرف اور آنا گیا تمہاری طرف اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اس کے سامنے گردن جھکا کر نیولے ہیں۔

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالَّذِينَ أَلَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

اور اسی طرح ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب۔ پس وہ جنہیں ہم نے دی تھی کتاب (تورات) وہ ایمان لاتے

يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ

ہیں قرآن پر۔ اور ان اہل کفر سے بھی کئی لوگ ایمان لارہے ہیں قرآن پر شکہ اور نہیں انکار کرتے ہماری

بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكٰفِرُونَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ

آیتوں کا مگر کفار شکہ اور نہ آپ پڑھ سکتے تھے اس سے پہلے کوئی

بیران کی چنگی تو ہو سکتا اس میں نشوونما اور سخت کلامی کی تونہ پائی جاتے۔ اپنے عقائد کی حقانیت اور اپنے دین کی صداقت کا روشن بیان ہو سکتا اس میں ذاتی مصلحہ کا اثر نہ ہو۔

شکہ حسن مجاہد کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ تم انہیں پہلے ہی بیگانہ اور تہمتا مقابل حریف بنا کر خطاب نہ کرو بلکہ انہیں بڑل کہو کہ تمہارے انبیاء و کرام توحید کا جو دین لے کر آئے تھے تمہارے نبی مکرم بھی وہی دین لے کر آئے ہیں۔ تمہارے انبیاء نے بھی اسی وحدۃ الشریک کی عبادت کا حکم دیا۔ تمہارے نبی مکرم بھی یہی حکم دیتے ہیں۔ ہم صرف قرآن کریم کو ہی کلام الہی نہیں مانتے بلکہ تورات و انجیل کے متعلق بھی ہمارا یہی ایمان ہے۔ ہدایت کی جو شمع تمہارے انبیاء نے روشن کی ہم بھی اسی کو روشن رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے تمہارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسی بات نہیں جو وجہ اختلاف اور باعث افتراق ہو ضرور وقت سے جو عمل اور عقیدے کی خرابیاں تمہارے ہاں رائج ہو چکی ہیں ان کی اصلاح کر لو پھر ہم سب ایک ہی ملت مسلمہ کے فرد بن جائیں گے۔

شکہ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء پر آسانی یعنی نازل کیے اسی طرح ہم نے آپ پر بھی قرآن حکیم آنا۔ ان اہل کتاب میں ایسے سلیم الطبع لوگ بھی ہیں جنہوں نے جب قرآن مجید میں وہ توبہ ہدایت و نشان دیکھا تو بلا تامل اس پر بھی ایمان لے کر آئے اور اہل مکہ سے بھی کئی لوگ کفر و شرک سے بیزار ہو کر دین اسلام میں داخل ہوئے۔

شکہ جن کے دلوں پر کفر کی سیاہی جم چکی ہے وہی اس کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے ورنہ کوئی سلیم الفطرت انسان انسانی جرات نہیں کر سکتا۔

كِتَابٌ وَلَا تَخْطُهُ بِيَمِينِكَ إِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطُلُونَ ﴿۲۹﴾ بَلْ

کتاب اور نہ ہی اسے کھکتے تھے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ دیا گرا پڑے کتے تو ضرور شک کرتے اہل باطل۔ بلکہ

هُوَ آيَةٌ بَيِّنَةٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَلَا يَجِدُ

وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا۔ اور ظالموں کے بغیر

بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ

ہماری آیتیں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور انہوں نے کہا کیوں نہ آتاری گئیں ان پر نشانیاں ان کے رب کی

رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۳۱﴾

طرف سے۔ آپ فرمائیے نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ

کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اتاری ہے کتاب جو انہیں پڑھ کر سنانی جاتی ہے۔ بے شک

فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةٌ وَّذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۲﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ

اس میں رحمت اور نصیحت ہے مومنوں کے لیے یہ۔ آپ فرمائیے کافی ہے اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا قَرَأَ الْقُرْآنَ يُرْسِلُكَ إِلَيْهِمْ فَتَلُوهُ لَهُمْ فَتَلُوهُ لَهُمْ فَتَلُوهُ لَهُمْ

پہلے قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کی ایک اور روشن دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے کا چالیس

سالہ دور آپ نے ان لوگوں کے سامنے گزارا ہے۔ ان سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس آئینہ میں نہ آپ نے کبھی کسی

کتاب کا مطالعہ کیا اور نہ کبھی کچھ لکھا۔ اگر آپ پہلے کتابوں کے مطالعہ میں مستغرق رہا کرتے اور کھنے کا شغف ہوتا تو کوئی

پیشہ کرنے میں حق بجانب ہو سکتا تھا کہ سب کچھ انہیں کتابوں سے اشد کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان شکوکہ

شہادت سے پاک رکھا۔ اب کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ یہ آپ کا اپنا کلام ہے بلکہ یقیناً یہ کلام الہی ہے جو اس نے

آپ پر اتارا ہے۔ صرف ظالم لوگ ہی اس درخشاں حقیقت کا انکار کر سکتے ہیں۔

۳۱۔ کس نشانی اور معجزہ کا مطالبہ کر رہے ہو کیا قرآن حکیم سے بڑھ کر کبھی کوئی اور نشانی اور کوئی دوسرا معجزہ تمہیں درکار

ہے۔ اگر اس سے تم نصیحت قبول نہیں کرتے اگر تمہیں یہ راہِ راست پر نہیں لے جا سکتا تو پھر کسی اور معجزہ سے تمہارے بدایت

۵۴۱

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

میرے اور تمہارے درمیان گواہ۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے لہذا

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰخِرُونَ ۝

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں باطل پر اور انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا۔ وہی لوگ گمراہے میں ہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْلَا آجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمْ

وہ آپ سے جلدی عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور اگر مسیحا مقرر نہ ہوتی تو آ جانا ان پر

الْعَذَابُ ط وَلِيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ يَسْتَعْجِلُونَكَ

عذاب اور (اپنے وقت پر) وہ ان پر اچانک آئیگا اور انھیں ہوش نہ ہوگا۔ وہ آپ سے جلدی عذاب

بِالْعَذَابِ ط وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَوْمَ يَغْشَاهُمْ

لانے کا مطالبہ کرتے ہیں دوزخ سی دیر ہے، جہنم یقیناً گھیر لے گا ان کافروں کو۔ جس دن ڈھانپ لے گا انھیں

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُو الْقُرْ

عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو اب چکو

ہونے کی کوئی امید ہی نہیں۔

لہذا آئے حبیب! آپ ان منکرین کو فرمائیے کہ مجھے اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور

نہ کسی مجوزہ کی۔ میرے لیے یہ ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری صداقت اور میری رسالت کی گواہی دے رہا ہے وہ خدا جو

ہر چیز کو جانتا ہے جس سے کوئی چھپتی نہیں۔ جب وہ یہ گواہی دے رہا ہے کہ میں اس کا پیغام رسول ہوں تو اب ساری دنیا میرا

انکار کرتی رہے اور میری تکذیب کرتی رہے مجھے اس کی فضا پر وا نہیں۔

۵۲ پہلی گواہی میں بھی جب دلائل کے میدان میں شکست کھا جاتیں تو اپنا دل بہلانے کے لیے اپنے نبی کو کہتیں کہ ہم

تیرے دین کو قبول نہیں کرتے۔ اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب نازل کرو یہی وظیرہ اہل مکہ کا ہے۔ وہ بھی کسی قیمت پر ایمان

لانے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جو سا لہا سال سے تمہاری دعوت کو ٹھکرا رہے ہیں اور تمہیں طرح طرح کی

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ يَعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي

اپنے کرتوتوں کا مزہ سٹھہ اے میرے بندو! جو ایمان لے آئے جو مسیری زمین بڑی

وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿۵۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ قَدْ

کٹا رہے سو مسیری ہی تم عبادت کیا کرو سٹھہ ہر ایک موت کا مزہ چکھنے والا ہے سٹھہ

ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۵۵﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

پھر ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے،

تکلیفیں پہنچا رہے ہیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر چلدی عذاب آمانے کا بندوبست کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا تمہارے عذاب کے لیے قدرت نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو تمہیں خود ہی عذاب کی چکی میں پس دیا جائیگا تمہیں خبر ہی نہ ہوگی اور تمہیں چشم زون میں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

۵۳ اے حبیب! انہیں فرماتے دو رخ میں آگ تمہارے لیے بھڑکانی جا رہی ہے تمہیں اس میں پھینکا جائے گا۔ تمہارے اوپر بھی تہ در تہ آگ ہوگی اور تمہارے نیچے بھی اس وقت تمہیں اپنی سرکشی کا ٹکٹ آجائے گا۔

۵۴ بے بس مسلمانوں پر پتھر کے شداؤ و نفرو ظلم کے ایسے جھوٹے چلائے کہ پہاڑوں کے دل بھی لرز جاتے۔ ان اذیتوں سے ڈر کر بعض لوگ اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا کرتے تھے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اگر کوئی سر زمین ایسی ہو جہاں مومن اپنی مومنانہ زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہو، وہ اپنے رب کی عبادت نہ کر سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں وہ بے خوف و خطر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت میں مصروف رہ سکے۔ اس کا یہ غدر ہرگز قابل قبول نہ ہوگا کہ میں دل سے تو اسلام کو تہا دین تسلیم کرتا تھا لیکن میرے شہر یا علاقہ کے حالات اس قدر ناموافق تھے کہ اگر میں اپنے قلبی ایمان کا اظہار کرتا تو مجھے جان سے مار ڈالا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری زمین بڑی فراخ ہے۔ یہاں نہیں تو وہاں چلے جاؤ جہاں تمہیں میری یاد سے روکنے والا کوئی نہ ہو۔

۵۵ یہ زندگی فانی ہے۔ ہر شخص نے ایک نہ ایک دن موت کا پالہ ہونٹوں سے ٹکانا ہے اس وقت گھر بار بھی چھوٹ جاتے گا۔ فرزند و زن و دوست احباب بھی پیچھے رہ جائیں گے جہاں اس کے مرتے وقت حالتِ اضطراب میں تم ان چیزوں کو چھوڑو کیا بہتر نہیں کہ اپنی مرضی اور اختیار سے اپنے معبود برحق کو راضی کرنے کے لیے ان سب ملحق کو قطع کرو۔ اگر ضروری ہو تو خوشی خوشی اپنے ہاتھوں سے محبت کی ان زنجیروں کو کاٹ دو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جاں بجاناں وہ وگر نہ از تو بستانم اجل فیصلہ برقت آئے دل این کین یا آل کین

لَنْبُؤَنَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرْفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

انہیں ہم ٹھہرائیں گے جنت کے بالغانوں میں ۷۵۵ رواں ہوں گی جن کے نیچے نہریں

خُلْدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِيْنَ ۝۵۰۰ الَّذِيْنَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ

وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ کتنا عمدہ صلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا۔ وہ جنہوں نے (سہر مال میں) صبر کیا اور اللہ

رَبِّهِمْ يَتُوكَلِّمُوْنَ ۝۵۰۱ وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۗ

اپنے رب پر بھروسہ کیے ہوتے ہیں۔ اور کتنے ہی زمین پر چلنے والے ہیں ۷۵۶ جو اٹھاتے نہیں پھرتے اپنا رزق

اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۵۰۲ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے انہیں بھی اور تمہیں بھی اور وہ سب باتیں سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے اور (وہ) صبیح (اگر آپ

مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

پر بھیجیں ان (مشرکوں) سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور کس نے فرمانبردار بنا دیا ہے سورج اور چاند کو تو

۷۵۷ غُرْفًا غُرْفَةً كِي مَج ہے اس کا معنی بالانانہ ہے۔ حضرت سیدنا علیؑ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا ان

فی الجنة لغرفا یبری ظہورھا من بلونھا وابلونھا من ظہورھا یعنی جنت میں ایسے بالانانے ہیں کہ ان کی دیواریں آتی شفا

ہوگی کہ نگاہ کے سامنے حجاب نہیں ہوگی۔ باہر والے لوگ اندر والوں کو اور اندر والے لوگ باہر والوں کو دیکھ سکیں گے۔

ایک اعرابی نے جب حضورؐ کا یہ ارشاد سنا تو کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ یہ کس کو ملیں گے۔ قال ہی لعن اطاب الکلام

واطعموا الطعام وادام الصيام وصلی اللہ بالنیل والناس نیام (ترنمدی) حضورؐ نے فرمایا یہ ان لوگوں کو ملیں گے جن کی گفتگو پاکیزہ

ہوتی ہے جو لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے ہیں جو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے ہیں اور آدھی رات کو اٹھ کر جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ

اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

۷۵۸ جب کفار گمہ نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ ایمان کے بچانے کے لیے اب اس کے بغیر کوئی چارہ

نہ رہا کہ تم کو چھوڑ کر کسی اور جگہ کو اپنا مسکن بنایا جائے جہاں ایمان کے ضائق ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ چنانچہ حضورؐ سرور عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامنے والوں کو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! نہ

وہاں ہمارا کوئی پروسی نہ کوئی رشتہ دار۔ ہم جب نئے پٹے وہاں جاتیں گے تو ہمارے کھانے پینے کا انتظام کون کرے گا۔

لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَاَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝۱۰ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن

وہ مزور کہیں گے، اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں توحید سے پھیرے جاتے ہیں ۱۰ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق کو جس کے لیے

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ اِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۱

چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۱۱

وَلٰئِن سَاَلْتَهُمْ مِّنْ نَّذْرٍ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً فَآخِيَابِهِمُ الْاَرْضُ

اور اگر آپ پوچھیں ان سے کہ کس نے آندرا آسمان سے پانی، پھر زندہ کر دیا اس کے ساتھ

انہیں اطمینان دلانے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ذرا دیکھو یہ ان گنت قسم کے بے شمار جانور جو تمہیں ہر جگہ دکھائی دے رہے ہیں کیا انہوں نے اپنی پشت پر اپنی خوراک کے ذخیرے لاوے جوڑتے ہیں۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ وقت پر خوراک مہیا فرماتا ہے تو فکر نہ کرو وہ تمہیں فراموش نہیں کرے گا بلکہ وہ تمہارا کھانے پینے، رہائش وغیرہ کے جملہ انتظامات اپنی حکمت سے اس طرح کرے گا کہ تم حیران ہو کر رہ جاؤ گے۔ اس لیے اس چیز کے فکر میں غواہ غواہ اپنے آپ کو پریشان نہ کرو جس کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے اور جو حکم تمہیں تمہارا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتا ہے بلا تامل اسے قبول کرو۔

۱۰ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعتراف کرایا جا رہا ہے پھر ان کی دو عملی پر اظہارِ تعجب کیا جا رہا ہے۔ یعنی اگر ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے۔ سورج اور چاند کس کے حکم کے مطابق اپنے طبعی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کس کی بندگی کا طوق ان کے گلے میں آویزاں ہے تو کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سورج اور چاند بھی اسی کے حکم سے بے چون و چرا مصروفِ خدمت ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے بتوں کو بھی خدا مانتے ہیں ان کی عبارت کرتے ہیں۔ عجیب ہیں یہ لوگ کہ ایسی چیزوں کو الٰہیت اور خدائی میں اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جن کا آفرینش عالم یا تدبیر عالم میں قطعاً کوئی حصہ نہیں کسی راستے سے پھر جانے، کسی نظریہ سے زور و دانی کرنے کو عربی میں اذت کہتے ہیں۔ اذت من راہہ: قلب مرادہ۔

۱۱ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعتراف کرایا جا رہا ہے پھر ان کی دو عملی پر اظہارِ تعجب کیا جا رہا ہے۔ یعنی اگر ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے۔ سورج اور چاند کس کے حکم کے مطابق اپنے طبعی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کس کی بندگی کا طوق ان کے گلے میں آویزاں ہے تو کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سورج اور چاند بھی اسی کے حکم سے بے چون و چرا مصروفِ خدمت ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے بتوں کو بھی خدا مانتے ہیں ان کی عبارت کرتے ہیں۔ عجیب ہیں یہ لوگ کہ ایسی چیزوں کو الٰہیت اور خدائی میں اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جن کا آفرینش عالم یا تدبیر عالم میں قطعاً کوئی حصہ نہیں کسی راستے سے پھر جانے، کسی نظریہ سے زور و دانی کرنے کو عربی میں اذت کہتے ہیں۔ اذت من راہہ: قلب مرادہ۔

مَنْ بَعْدَ مَوْتِهَا لَيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

زمین کو اس کے بجز بن جانے کے بعد تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ کے صلہ آپ فرمائیے الحمد للہ (حق واضح ہو گیا) اللہ

لَا يَعْقِلُونَ ۗ وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌ وَلَعِبٌ ۗ وَ

بلکہ ان میں اکثر لوگ نادان ہیں۔ اور نہیں یہ دُنویوی زندگی مگر لہو و لعب صلہ اور

إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۗ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۗ فَاذَا

دار آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے (جسے موت نہیں) کاش! وہ اس حقیقت کو جانتے۔ پھر جب

رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ

سوار ہوئے ہیں کشتی میں تو دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ سے خالص کرتے ہوئے اس کے لیے اپنے دین کو نجات دہرے

صلہ پھر ان سے توحید کا اقرار کرایا جا رہا ہے۔

اللہ جس توحید کا وہ انکار کیا کرتے تھے اسی کا اقرار اپنی زبان سے کر رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمد و شکر بجالانے کا حکم فرما رہے ہیں کہ آپ کی دعوت کی صداقت اتنی عیاں ہے کہ دشمن بھی اسے ماننے پر مجبور ہو گیا۔ علی تصدقك واظهار جنتك (منطہوی)

صلہ کفار اس دُنویوی زندگی کی لذتوں پر فریفتہ تھے۔ اور آخرت کا کبھی انھیں خیال تک بھی نہ آتا تھا۔ انھیں حقیقت حال سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ یہ دُنیا اور اس کی زیب و زینت تو ایک کھیل تماشا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ لہو بھر کے لیے تو بڑی رونق ہوتی ہے۔ تماشا دیکھنے والوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن اور کھیل ختم ہوا اور ہر کوئی اپنے اپنے گھر کو سدھا گیا۔ وہی میدان جہاں تل و دھرنے کو جگہ نہ تھی وہاں اب خاک اڑنے لگتی ہے۔ کتنا نادان ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ محض دُنویوی جی رہے گی۔ یہ تماشا یونہی جاری رہے گا۔ یہ قبضے اسی طرح بلند ہوتے رہیں گے جس بعینہ یہی مثال اس بزمِ مستی کی ہے۔ مانا آج ہر طرف بڑی چہل پہل ہے، پھول کھل رہے ہیں۔ کلیاں مسکرا رہی ہیں۔ ہر ہی ہری شانوں پر بیٹھے ہوئے طیور فغمہ سخی کر رہے ہیں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا رہے گا۔ اس لیے نادان نہ بنو، اپنی اس ابدی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے فرصت کے ان لموں کو نصیحت جانو۔ تمہیں تو اپنی دانشمندی اور زیر کی پر بڑا ناز ہے۔ تم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ابدی اور دائمی زندگی کو نظر انداز کر کے اس ناپائدار زندگی کی عشرتوں میں محو رہنا بڑے گمگشتے کا سوا ہے۔

۵۳ کفار کی ایک دوسری حماقت بلکہ زیادتی اور بے انصافی کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی عجیب لوگ ہیں جب یہ

إِلَى الْبِرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۝

سلامتی سے پہنچانا ہے انھیں جسکی پر تو اس وقت وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ وہ ناشکری کریں جو نعمت ہم نے انھیں دی ہے مگہ انھیں

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِّنَّا وَيُحْتَفَبُونَ

انھیں اس سے، وہ غمخیز یہ جان میں گئے وحقیقت کو کیا اصول نے (خبر سے) انہیں دیکھا کہ ہم نے بنا دیا ہے حرم کو اس لامالاکہ ایک ایسا

النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبَالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

جانا ہے لوگوں کو ان کے آس پاس سے شہہ کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں

کشتیوں پر سوار ہو کر سمندری سفر پر روانہ ہوتے ہیں اور راستہ میں کوئی طوفان انھیں گھیر لیتا ہے کشتی بچکر لے کھانے لگتی ہے سمندر کی بھری ہوئی موجیں کشتی سے آکر ٹکر لے لگتی ہیں اور نجات کی نظر ہر کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو اس وقت اپنے بتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑے خلوص سے فریادیں کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انھیں سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو پھر خداوند کریم کو تجلدا دیتے ہیں، فوراً شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے فلاں معبود نے اس طوفان کی زد سے بچالیا حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جب سمندری سفر پر جاتے تو اپنے ساتھ اپنے بتوں کو بھی لے جاتے اور جو اتیر ہو جاتی اور آندھی آجاتی تو ان بتوں کو سمندر میں پھینک دیتے اور کہتے یارت یارت، اے ہمارے رب، اے ہمارے رب، اے ہمارے رب۔ (منظری)

۵۳۶ یہ لایم امر ہے بمقصد انھیں ڈرانا اور دھمکی دینا ہے کہ اگر کفر اور اٹھا لو کھٹ اٹھا لو کھٹ اس فانی زندگی کی لذتوں سے ابھی تمہیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ اسلوا ماشئعنا فی بسا نعملون بصیر۔ کہ جو تم چاہتے ہو میں تمہارے ساتھ کرو تو تم کو خوب دیکھ رہا ہوں۔ یہاں اسلوا امر ہے لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ انھیں اجازت دی جا رہی ہے کہ جو تمہاری مرضی ہے کرتے رہو۔ بلکہ مقصد دھمکی دینا ہے۔ اور بعض علماء نے اسے "لایم کی" کہا ہے یعنی ہم نے ان کو اس لیے نجات دی کہ وہ کفر کریں ہمیشہ و عشرت کریں۔

۵۳۷ اپنا ایک عظیم احسان متکہ والوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ فلک بھر میں کہیں امن نہیں، بہر طرف لٹ کسٹ کی گرم بازاری ہے۔ کسی کی جان، کسی کا مال محفوظ نہیں۔ ہم نے تم کو حرم شریف کا پروسی بنا کر ہر قسم کی دست درازوں سے بچالیا۔ ہمارے اس کے کہ تم صرف مجھے جو تمہارا خاتی بھی ہوں اور رازق بھی، اپنا اللہ اور معبود بناتے آنا تم نے میری عبودیت و بندگی کا رشتہ تو گھسے سے آنا کر چھینک دیا۔ اور ۳۶۰ بتوں کو اپنا خدا، معبود اور حاجت روا سمجھ رہے ہو۔ آخر ناشکری اور احسان فراموشی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔

يَكْفُرُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ۱۹

كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى

حق کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا ۱۹ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا کفار

لِلْكَافِرِينَ ۝ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَهُمْ لِمَنْ سَلَبُوا

کے لیے - اور جو (جہاد جہت) معرُوفت جہاد رہتے ہیں ہمیں راضی کرنے کے لیے ہم ضرور دکھا

وَأَنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۲۰

دیکھئے انھیں اپنے راستے - اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بر وقت) محسنین کے ساتھ ہے ۲۰

۱۹ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ یا کسی کو اس کا بیٹا یا بیٹی تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کی وحدانیت پر گواہی دے رہی ہے۔ وہ ہر قسم کی ضرورت اور احتیاج سے پاک ہے تاکہ اسے بیٹے اور بیٹی کی حاجت ہو۔ واقعی اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کا کسی کو شریک بنایا جائے یا اس کے لیے اولاد کی احتیاج ثابت کی جائے۔

یہ کفار کو جب ان کی بدکرداریوں پر ٹوکا جاتا اور فسق و فجور سے منع کیا جاتا تو بھلتے اس کے کہ وہ نادام ہو کر توبہ کرتے وہ غایت جیسے حیاتی سے یہ کہا کرتے کہ یہ کام ہم حکم الہی کے مطابق کیا کرتے ہیں۔ اس نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے وجدنا علیہ آباءنا و اللہ امرنا بجا۔ یہ بھی ان کی افتراء پر دازیروں میں سے ایک سنگین قسم کی افتراء پر دازی تھی۔

۲۰ حق سے افتراء قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے اور ذات معصیہ کبریا محمد مصطفیٰ بھی یعنی جب قرآن کریم ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے وہ اس میں غور و فکر ضروری نہیں سمجھتے اور فوراً اس کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا رسول جب انھیں اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو اس کو بھی جھٹلا دیتے ہیں۔ خود غور کرو جو قوم اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے اور قرآن کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے میں شرم محسوس نہ کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

۱۹ اس آیت سے سورۃ عنکبوت کا اختتام ہو رہا ہے۔

منزل محبت کی راہ بڑی طویل اور کٹھن ہے۔ قدم قدم پر کانٹے پھیرے پڑے ہیں۔ مشکلات کی چٹانیں سینہ تلکے کھڑی ہیں

۱۹

مہیب جنگلوں اور سنان صحراؤں کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ اس راہ پر قدم بڑھاتے چلے جانا بڑے دل گروے کا کام ہے لیکن اس آیت طیبہ میں سالک راہ حقیقت کو جو نبرد جانفزا سنانی جا رہی ہے اس کے بعد کانٹے پھولوں سے بھی پیائے گئے گئے ہیں۔ راستہ کی دیرانیاں، فردوس بلباں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ ہر رکاوٹ، ہر مشکل راہوار شوق کے لیے تمیز کا کام دینے لگتی ہے۔ آئیے! اس آیت طیبہ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔

لغنت عرب میں جہاد کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے: الجهاد والمجاهدة استفرغ الوسع فی مداخل العدو۔ یعنی دشمن سے بچاؤ کرنے کے لیے اپنی امکانی قوت و طاقت کو صرف کر دینا جہاد اور مجاہدہ کہلاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی کوشش جس میں بے دلی سے کام لیا گیا ہو، اُسے جہاد نہیں کہیں گے جن دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کی رغبت دلائی جا رہی ہے۔ ان سے مراد ظاہری اور باطنی دونوں دشمن ہیں یعنی اسلام کے ظاہری دشمنوں کے خلاف میدان جنگ میں داؤد شجاعت دینا بھی جہاد ہے اور ہوائے نفس اور شیطان کے دوسوں سے برسر پیکار رہنا بھی جہاد ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جہاد و اہواؤ کما تجاہدون اعداء کما جس طرح تم اپنے ظاہری دشمنوں سے جہاد کرتے ہو۔ اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی جہاد کرو۔

فی سنا "کاللفظ بظاہر مطلب ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس جہاد اور سر توڑ کوشش کے پیش نظر کوئی ذمہ داری نہ ہو۔ ساری دوڑ دھوپ اپنی ناموری اور حصول جاہ و منصب کے لیے نہ ہو، بلکہ اس ساری جدوجہد کا مدعا اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ اگر اس میں ذرا سانسور بھی آگیا تو اسے بھی قرآن کی اصطلاح میں جہاد نہیں کہا جائے گا۔

ان الفاظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو جاری رضا کے حصول کے لیے دین حق کی سر بلندی کے لیے ظاہری و باطنی دشمنوں سے برسر پیکار رہتے ہیں۔ تو ان پر یہ مہربانی کی جاتی ہے جس کا ذکر اگلے فقرے میں آ رہا ہے یعنی لغنت یتھمد سبنا الا ہدایت کا معنی ہے اللذاتۃ الی ما یوصل الی المطلوب ایسی چیز تک رسائی جو مطلوب تک پہنچا دے۔ نون تاکیہ ثقیلہ اور لام تاکیہ سے کلام میں جو زور پیدا ہو گیا ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ سبیل جمع ہے سبیل کی اس کی تشریح کرتے ہوئے امام راغب قرطبی نے ہیں: السبیل، الطريق الذی فیہ سہولۃ۔ یعنی وہ راستہ جو منزل تک آسانی پہنچا دے۔ یہاں سبیل جمع کا لفظ استعمال ہوا کیونکہ ہر بندہ کا اپنے مولا کریم سے راہ نیاز اور رابطہ بندگی جدا ہوتا ہے۔

ع ہر گدا را بردرست ناز و دگر

مطلب یہ ہوا کہ جو اولو العزم، کل حق بلند کرنے کے لیے خلوص نیت کے ساتھ شردھڑکی بازی لگا دیں گے ہم انہیں اللہ استراحت تک پہنچا دیں گے جن پر چل کر وہ آسانی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔

وان اللہ لمع المحسنین الخ یہ ارشاد کتنا اطمینان خیز ہے۔ بتا دیا کہ راہ محبت کے راہرو اپنے آپ کو تنہا خیال نہ کریں۔ ان کا کریم پروردگار ان کے ساتھ ہے۔ قدم قدم پر ان کی راہنمائی فرما رہا ہے۔ ہر مشکل مرحلہ پر ان کی دستگیری کر رہا ہے۔ جب بھی ان کے قدم پھسلنے لگتے ہیں اس کی توفیق آگے بڑھ کر ان کو سنبھال لیتی ہے اور گرنے نہیں دیتی۔ اور جس مسافر کو محبوب

حقیقی کی معیت نصیب ہو تو منزل کتنی بلند، دُور اور کٹھن کیوں نہ ہو، خود بخود ان کے قریب ہو جایا کرتی ہے نیز اپنے بندوں کے بدخواہوں کو بھی خیردار کر دیا کر وہ انہیں اکیلا اور بے یار و مددگار مت سمجھیں۔ میری نصرت، میری تائید ان کے شریکِ حال ہے۔ تمہارا کوئی مکروفسوں، تمہارا کوئی حیلہ اور تدبیر انہیں گزند نہیں پہنچا سکتی۔

اِنَّ تَاكِيْدَ كَيْ لِيْ بِهٖ بِمَعْرِضٍ مِّمَّكَ لَا يَمُرُّ بِكَ اِلَّا اَنْ يَّكْتُمَ بِهٖ سِرًّا وَّ يُنْفِثَ بِهٖ وَشِيْرًا وَّ يَنْجِشَ بِهٖ بَاتِيْنَ سِرًّا۔

بے شک جنہیں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے نہ انہیں نفسِ فریب دے سکتا ہے، نہ انہیں شیطان ہکا سکتا ہے اور نہ کوئی جاہل دشمن ان کا بال بیکا کر سکتا ہے۔ خلوص نیت سے مصروفِ جہاد رہنا۔ اپنی توانائیوں اور وسائل کو آفری مدد تک بروئے کار لانا ان کا کام ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچانا ان کے ربِ کریم کی ذمہ داری ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَاصْفٰى الْمِبْعَادِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الرَّوْمِ

نام : اس سورت کا نام الروم ہے جو دوسری آیت غلبت الروم سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت ۱۱۰ آیتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں چھ رکوع۔ ساٹھ آیتیں، آٹھ سو اسی کلمات تین ہزار پانچ صد چونتیس حروف ہیں۔

شان نزول : اس سورت کی پہلی پانچ آیتیں اس بات کی ناقابل تردید دلیل ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو عظیم ہے اور خیر بھی جس کے علم محیط کے سامنے ماضی اور مستقبل کا ہر واقعہ عیاں ہے اور حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ افضل التیہ واملہ انشاء اسی ہمدان اور ہمہ بین رب العالمین کے سچے رسول ہیں لیکن یہ محبت قاطعہ اس وقت تک اپنی عظمت و جلال کے ساتھ جلوہ نما نہیں ہوتی جب تک کہ روم و فارس کی باہمی طویل اور خونریز اور نیش کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ اس لیے طوالت سے دامن بچاتے ہوئے ان آیات کا تاریخی پس منظر قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

خسر اول جو فریروان عادل کے نام سے معروف ہے کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا ہر تحت ماسان کا وارث بنا۔ اپنے نامور باپ کی وسیع و عریض مملکت کے علاوہ اسے اپنے باپ کی شہرت، نیک نامی، مالدار اور دانشندانہ آئین جمانا بھی ورثہ میں ملا۔ مزید برآں اسے بزرگ جبرجیسے نیک نفس اور پاک طینت استاد اور فلسفی کی سرپرستی بھی میسر آئی جو اپنی علمی قابلیت اور فلسفیانہ انداز فکر میں بے مثال تھا لیکن جب بزرگ جبرجیسے سال کے باعث امور سلطنت الگ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا، تو اس کے فرزند شاگرد ہرگز کے ارد گرد خوشامدی اور بددیانت لوگوں کا جگمگا ہوا۔ انہوں نے چُن چُن کر فریروان کے نفس اور زیرک مشیروں کو دربار شاہی سے نکال دیا اور آہستہ آہستہ ہرگز کے دل کو عدل و انصاف، نیک و رعایا پروری کے جذبات سے متنفر کر دیا۔ رفتہ رفتہ ملک کا نظم و نسق تباہ ہونے لگا جن لوگوں نے از رو غیر خواہی بادشاہ کی توجہ کو بگڑتے ہوئے حالات کی طرف مبذول کر دیا، انہیں قتل کر دیا گیا جہاں کہیں اس ظلم و ستم کے خلاف فریاد اور احتجاج کی آواز بلند ہوئی اسے عسکری قوت سے کچل لیا گیا۔ ہرگز نے اعلان کر دیا کہ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں ماضی کا پاتا بھی ہے اور اسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے۔ شاہی مغلطات کے دروید اور شاہی دربار کا کوڑے کوڑے مملکت کے تمام شہر اور دیہات اور جہل کا پانی بے گناہوں کے خون سے رنگین نظر آنے لگا اور اسی جہر و تشدد پر ہرگز اظہارِ فریاد کیا کرتا۔

آخر تک اگر ملک کے مختلف شہروں، بابل، سوسا اور کارمینہ نے علم بناوت بلند کر دیا عرب و ہند کے باہر گزار سلاطین نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ ایران کے ملکی حالات سے ناامد امخاتے نے ہونے رو میوں نے بھی از سر فرہنی ترک تازیوں اور فارسوں

کا سلسلہ شروع کر دیا۔

ترکستان کا نامناہمی تین چار لاکھ ترکوں کی جمعیت نے کراہی کی مشرقی سرحد پر آپہنچا اور ظاہر یہ کیا کہ وہ رومیوں کے مقابلہ میں بہتر کی راہ کرنے کے لیے یہ بیشتر خزانے کر آیا ہے۔ ناقابل اندیش برہنہ اس دام فریب میں پھنس گیا۔ اس نے اپنے شہروں کے دروازے ترکوں کے لیے کھول دیئے۔ جب وہ اپنے قدم چمکے تو اسے اس وقت معلوم ہوا کہ وہ تو فقط مملکت ساسان کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کرنے کے لیے آئے تھے اور ترکوں نے ایران کے ساتھ ساز باز کرنے کے بعد اصرار کرنا شروع کیا تھا۔ اب ایران دو جاہل اور طاقتور دشمنوں کے چنگل میں پھنس چکا تھا۔ سارے خوشامدی لڑنے پر اندام تھے برہنہ خود پریشان تھا۔ اُس وقت بہرام آگے بڑھا اور دس ہزار ہزار سپاہیوں کو لے کر ترکوں کی ندی دل افروز کر شکست ناش دی۔ برہنہ کے دل میں اس کے خلاف حسد کی آگ نکلنے لگی۔ اس کے حواریوں نے یہ پھیل کمانی کہ بہرام نے ٹوٹ کے بل سے تیس ایشیا اپنے لیے مختص کر لی ہیں، اس سے وہ اور بڑا، لیکن رومیوں کے اہانک ہونے آسے انتقامی کارروائی سے روک دیا۔ بہرام کو بڑی پذیرائی بخشی گئی اور اسے رومیوں کے مقابلہ کے لیے مقرر کیا گیا۔ اس جنگ میں بہرام کا ایک جنگی مندر بہ بادشاہ کو پسند آیا اور اس نے اسے ہمانہ بنا کر اپنے ایک شاہی قاصد کے ذریعے اسے ایک ستے یا اُون کا تے کی نگرانی پر فرما دیا کہ ایک زمانہ تو بڑا بھیجا۔ اُس نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ زمانہ پاس پھانسا اور اسی طرح اپنے لشکر کے سامنے آیا۔ اپنے ہمدرد جرنیل کی اس بے وفائی پر افواج کو مارنے صبر نہ رہا۔ سب سے پہلے ہمدرد کو ہی اور بہرام کے ساتھ حلف و نفاذی اٹھایا۔ دوسرا شاہی قاصد جرنیلوں نے کر آیا تھا کہ بہرام کو ان میں بگڑ کر حاضر دربار کرے۔ اسے لوگوں نے شدت غضب سے اپنے پاؤں کے نیچے ڈنڈا ڈال لیا۔ عرصہ میں لوگ بہرام کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے۔ سارا ملک اور دارالسلطنت مدائن بھی ہرز کے خلاف اٹھ کھڑا۔ ہرا اس کا ڈرا لاکھ خرو و دوہاں شور و غنیمت میں شہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایک ساسانی شہزادہ بندوز *bandoz* کی ترغیب پر وہ واپس آیا اور تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا گیا۔ ایک نام عدالت میں ہرز کو بطور مجرم پیش کیا گیا اس کا اترا ہوا چہرہ غمگینت شاہی کے بھانے اس کے بدن پر چھینٹے۔ اس کی اٹک بار اٹکھیں وہ زنجیریں جن میں اسے بگڑا گیا تھا، ڈنڈوں کے وہ نشان جو اس کے جسم پر بگڑ بگڑ نظر آ رہے تھے اس کے نکالنا، سناکانہ اور دشمنانہ افعال کی شدت کو کم دیکر اس نے مطالبہ کیا کہ خرو کو سزا دل کر دیا جائے اور اس کے چھوٹے بیٹے کو تخت نشین کیا جائے، لیکن اسی یہ خواہش ٹھکرادی گئی، بگڑ اس کے سامنے اس کی حکم اور اس کے روکے کی لاش رکھ دی گئی۔ اس کی آنکھوں میں گرم سونیاں چھو دی گئیں۔ برہنہ کو یہ لڑنے خیر سزا دینے کے بعد اس کے بیٹے خرو کی رسم تاج پوشی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ خرو نے اپنے باپ کو زمین دوز قید مانا۔ س نکالا اور اسے مل میں ٹھہرایا۔ اس کے آرام و آسائش کے سارے اسباب فراہم کیے اور بڑے صبر و تحمل سے اس کی گالی گلوچ کر برداشت کرتا رہا لیکن بہرام نے خرو کو بادشاہ تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ خرو میں متبادل کی تاب نہ ملتی، حالات بھی اس کے موافق نہ تھے۔ اسے اپنی جان کا بھی خطرہ تھا۔ چنانچہ اپنے دوستوں سے طویل مشورے کے بعد ترکوں کے ہاں پناہ لینے کے بھانے اُس نے رومی حکومت میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔ رومی سلطنت کی سرحد بھی قریب تھی اور وہاں بھی آسان تھی چنانچہ وہ اپنی داشتہ عورتوں کو لے کر صرف تیس ہزار سپاہیوں کی جمعیت میں رومی مملکت میں پناہ گزین ہو گیا۔ سرحدی حکام نے اسے پناہ دی۔ بڑے احترام کے ساتھ اسے بیزنٹین کے بادشاہ *Maurice* کے پاس پہنچا دیا گیا۔ رومی بادشاہ نے اس کا شاہانہ استقبال کیا۔ ساتھ رنجشوں کو بھلا کر اس کی خاطر مدارت کی مدد کر دی۔ جلا وطن شہزادہ کو اس نے قیمتی تاج پھانسا۔ لوگوں بالکل خواہ اسے بطور شہنشاہ دیکھے اور اپنے ہمدردوں کا شمار جرنیل *Narses* کو ایک لشکر جو اسے کر حکم دیا کہ

دو خروک کھریا ہوا تخت اسے واپس دلنے ماس عرصہ میں رگ بھی بہرام سے دل برداشتہ ہو چکے تھے اور اپنے کیے پر نادم تھے جب خسرو کی لشکر کو لے کر واپس آیا تو ایرانیوں نے اپنے معزول بادشاہ کا بیڑے تپاک سے استقبال کیا اور اس کی فرج میں شامل ہو گئے بہرام نے دو مقامات دہلے نے زور کے کنارے اور بیڈیا کی سرحد پر خسرو کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ وہاں سے جھاگ نکلا راستہ میں کسی نے زبردستی اور یہ ہلاک ہو گیا۔ اس طرح خسرو نے رومی بادشاہ مارسیس کی امانت سے اپنا کھریا ہوا تخت واپس لیا۔

خسرو مارسیس کی اس امانت اور رعایت کے باعث اسے اپنا باپ کا کرا تھا۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خسرو کی خواہش پر رومی بادشاہ نے اپنی بیٹی مریم کی اس سے شادی کر دی۔ ایک نامزدہ اس کا یہ بھرا کر ایران اور روم کے درمیان آئے روز جنگوں کا سلسلہ قائم ہو گیا اور دونوں حکومتوں میں صلح ہو گئی اور امن قائم ہو گیا۔ رومی حکومت اور اس کے بادشاہ کی دھاک بیٹھ گئی اور ایران میں اس کا اثر و نفوذ اس حد تک بڑھ گیا کہ خیال کیا جانے لگا کہ خسرو عیسائیت قبول کر لے گا۔ لیکن ماگی (MAGI) کی شخصیت نے اس تصور کو ٹھیک کر دیا۔

مشرق میں مارسیس کا لاطینی بولی رہا تھا لیکن یورپ میں حالات کا رخ اس کے خلاف تھا۔ مارسیس سے چند ایسی غلطیاں ہوئیں جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں کہ وہیں کے لوگ اس سے متنفر ہو گئے اور انہوں نے ایک معمولی فوجی فوکس (PHOCAS) کو اپنا سپہ سالار مقرر کر لیا اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کر دی لیکن باغیوں کو اپنی اس جلد بازی پر ندامت ہونے لگی۔ اس کے باوجود وہ مارسیس کے بادشاہ بنانے رکھنے پر رضامند نہ ہوئے البتہ اس کے بیٹے تھیودوسس (THEODOSIUS) اور اس کے شہسوار مانوس (GERMANUS) کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت شروع کر دی۔ فوکس ایک بالکل غیر معروف آدمی تھا۔ شاہ روم اس کے نام تک سے واقف نہ تھا جب اسے بتایا گیا کہ فوکس سازشی ہونے کے باوجود بزدل ہے تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اس پر اگر وہ بزدل ہے تو یقیناً ایک قاتل ثابت ہوگا۔

حالات تیزی سے بگڑتے گئے آخر کار بد قسمت مارسیس اپنی بیوی اور فرزندوں کو لے کر ایک چھوٹی سی کشتی میں ایشیائی ساحل کی طرف بھاگ نکلا اگر بادِ مخالف کی شدت نے اسے مجبور کر دیا کہ کالیڈن کے قریب سینٹ آٹونوس میں پناہ لے لے یہاں سے اس نے اپنے لڑکے کو ایران بھیجا تاکہ خسرو شاہ ایران سے امداد طلب کرے لیکن خود اس نے جھاگے سے انکار کر دیا۔ اسے طرح طرح کی جہانی آذیتیں دی گئیں لیکن یہ سب سے برداشت کرتا رہا۔ جب اسے شاہی تخت سے اتار دیا گیا تو اس کے ہاتھوں کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ آخر کار نظرِ انتخاب فوکس پر پڑی اور اس کے سر پر ہیرنٹینی حکومت کا تاج رکھ دیا گیا۔ اس نے اپنے حامیوں پر انعام و اکرام کی بارش کر دی۔ ان کے لیے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ پادریوں نے بھی اس کی شاہی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ یوحنا کے کلیسا میں لے جا کر اسے خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ تیسرے روز وہ ایک شاہی رتھ پر سوار ہو کر جسے چار سفید و براق گھوڑے کھینچ رہے تھے نکلا تو بے شعور حرام نے اس پر داد و تحسین کے فوجل پڑانے میں مدد کر دی اسے معلوم ہوا کہ مارسیس ابھی زندہ ہے۔ اس نے جلا دہوں کو بھیجا کہ اسے پکڑ کر لائیں۔ چنانچہ مارسیس اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ اس سندس کلیسا سے پکڑ کر لایا گیا۔ اس کے سامنے اس کے پانچوں بیٹوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا گیا۔ جب بھی جلا دہ اس کے کسی بیٹے کا سر توڑ کرنے کے لیے مرتب لگاتا تو وہ بڑی جرات سے کہتا: اے خدا تو عادل ہے اور تیرے فیصلے درست ہیں۔ آخر اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کی لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا گیا اور ان کے سروں کو سر بازار لٹکا دیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال تھی اور اس کا دورہ حکومت میں سال۔

کچھ عرصہ بعد مارسیس کی بیوہ کانٹنٹینیا (CONSTANTINIA) کو اس کی تین معصوم بچیوں سمیت کالیڈن کے اسی میدان میں دفن کر

دیا گیا جہاں چند روز پہلے اس کے خاندان اور اس کے پانچ بچوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔

جب ان غوثی واقعات کا علم خسرو کو ہوا تو وہ آپسے سے باہر ہو گیا اور اعلان کیا کہ وہ اپنے من اور باپ مارے ۱۲ کی بیوہ ، اس کے بچوں اور بچیوں کا انتقام وکس سے ضرور لے گا چنانچہ خسرو نے وکس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور رومی مملکت پر چڑھان کر دی۔ جلد ہی مارڈن ، ولرا ، امیریا اور ایڈیسا کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور انہیں خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا۔ دریائے فرات کو عبور کر کے اُس نے شام کے مشہور شہروں ایسیہ و حیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور رومی وکس کے ظالم اور اربانیوں کے مقابلے میں اس کی شکست کے باعث اس سے دل برداشتہ ہو گئے۔ انہوں نے افریقہ کے گورنر ہرقل سے ساز باز شروع کی کہ وہ روم کا تخت بنھالے اور رومی سلطنت کو تباہی اور بربادی سے بچائے۔ ہرقل بڑھا ہوا چکا تھا اس لیے اس نے اپنے جواں سال بیٹے ہرقل ثانی کو اس مہم کے لیے نامزد کیا۔ اس نے بڑی جرات اور تیزی سے پیش قدمی کی اور وکس کو اس کے حملے کی اس وقت خبر ہوئی جب اس نے اپنے حمل کی کھڑکیوں سے ہرقل کے گلے بیڑے کے بادبان اور جینڈر چھپم لہراتے ہوئے دیکھے۔ معمولی جھڑپ کے بعد ہرقل فتح کے شادمانے بھاتا ہوا قسطنطنیہ میں داخل ہوا۔ وکس کو پا بھولاں حاضر کیا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا گیا۔ اس کی لاش کو تدر آتش کر دیا گیا اور ہرقل نے وکس کے مایوس پروپی ظلم و ستم کیے جو انہوں نے زمام اقتدار سنبھالنے وقت اپنے دشمنوں پر کیے تھے۔ یہ واقعہ ۶۱۰ عیسوی کا ہے۔ یہ وہی سال ہے جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تھا۔ خسرو اپنے من کا انتقام لینے کے لیے بڑھا چلا آ رہا تھا اس کو پہچل گیا کہ اس کے من کا قاتل وکس کیڑ کر دار کو ہنسی چکا ہے۔ اگر اس کی چڑھائی کا مقصد صرف انتقام لینا تھا تو وہ پورا ہو چکا تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ اب واپس لوٹ آتا، لیکن اس نے ایک غرضی آدمی کو مارے کا بشیا غار کیا اور اپنا حملہ جاری رکھا۔ رومی مملکت کے جن علاقوں سے اس کا گزر ہوتا انہیں تاخت و تاراج کر دیا جاتا تھا۔ یہ کہنا کہ میں مارے کے اس بیٹے کو تخت نشین کرنا چاہتا ہوں۔ یہ محض بہانہ تھا حقیقت میں وہ رومی مملکت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنا اس مہم کو زیادہ زور دار اور پر جوش بنانے کے لیے اسے مذہبی رنگ دے دیا اور اسے عیسویت اور عیسائیت کے درمیان جنگ قرار دے دیا۔ دوسری مذہبی اقلیتیں جو رومیوں کے مستتب حاکموں اور جنگ دل پادروں کے مظالم کا شکار بنتی چلی آئی تھیں انہوں نے ایرانوں کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جیسے ہنز سیرودی خسرو کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ صرف غیر عیسائی اقلیتیں ہی نہیں بلکہ وہ عیسائی فرقتے جن کو کلیسا نے ٹھکر مار دے دی تھا نسطوری، بیتونی وغیرہ وہ بھی خسرو کے ساتھ ہو گئے۔

ایرانی فوجوں نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ ۶۱۳ عیسوی میں دمشق میں داخل ہوئیں۔ ۶۱۴ عیسوی میں بیت المقدس کا اینٹ سے اینٹ بربادی۔ سیلیا اور قسطنطنیہ کے شاہی قلعے مسمار کر دیئے گئے۔ کلیسیوں کی ساری دولت لوٹ لی گئی۔ وہاں کالٹ پاروی زکریا گرفتار کیا گیا اور اصلی صلیب جس پر عیسائیوں کے خیال کے مطابق حضرت مسیح کو سولی دی گئی تھی پریشا بھیج دی گئی اور ۹ ہزار عیسائیوں کو جھڑ بھڑوں کی طرح ذبح کر لیا۔ انہیں پیام میں سکڑیں تو حید و شرک کی آوزش نکلیں صورت اختیار کر لی جاری تھی۔ بکرا و مسلمات کے مشرکین اسلام کی اس فتح کو بھاننے کے درپے ہو گئے تھے۔ مسلمان اپنی قوت ایمانی کی بل بوتے پر ان کے ہم مظالم کو برداشت کر رہے تھے اور وہ فوراً سلام کو بھیلنے کے لیے ہرجے سے کشاں تھے جب شام اور فلسطین میں ایرانی عیسویوں کی کامیابی اور رومی عیسائیوں کی شکست کی خبریں نہ نہیں رنگا رنگ کی خوشی کی آنتانہ زہی۔ اور کئے گئے جس طرح ہائے آتش پرست اور شرک جہانی تہا سے ہم مسک اہل کتاب کی مرمت کر رہے ہیں اور قدم قدم پر انہیں شکست دے رہے ہیں ہم تمہیں بھی اسی

طرح نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔

حالات کا تذکرہ کی تائید کر رہے تھے۔ ہمیں کی قوت دن بدن دم توڑ رہی تھی۔ ایرانی فرج اور ان کے شنشاہ کی طاقت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ زدی نعلت کے متروکوں کے فرانسلہ لکھ کر سڑی کے قدموں میں ڈھیر ہو رہے تھے۔ اس کی فوجیں جہد کا رخ کرتیں فتح و کامیابی ان کے قدم چومتی۔ شام، فلسطین، اردن، لبنان پر خرو کا پرچم لہرانے لگا۔ ان وقتوں میں مصر سے لیبیا تک کا ملا تاج کر لیا گیا۔ دوسرے ممالک پر ایرانی فوجیں قسطنطنیہ کے دروازے پر دستک دینے لگیں اور ۶۱۶ء میں شہر کے سامنے ایک بلند پہاڑی پر ایرانی فوجوں نے اپنا کیمپ قائم کر لیا۔ ان میں جیٹ ایئر فوٹوات کے علاوہ مشہور انگریز مؤرخ، گین (EDWARD GIBBON) خرو کے جاہ و حشم کا یوں ذکر کرتا ہے:

”ایرانی شنشاہ کی سلطنت کے انظار کے لیے ۹۶۰ء تک ہر وقت تیار رہتے۔ میں ہزاروں نٹوں پر شاہی مسلمان سوزلا ہوتا تھا۔ شاہی اسلحہ میں چھ ہزار تخت اور اسلحہ گھوڑے موجود تھے۔ جن میں سے شہنشاہ اور برید اپنے خشن اور خویوں کی وجہ سے لاندان شہرت حاصل کر چکے تھے۔ شاہی حمل کے دورانوں کے سامنے چھ ہزار سوار پرے اور قزاق تھے۔ حمل کے اندر بارہ ہزار غلام مختلف خدمات سرانجام دینے کے لیے مامور تھے۔ تین ہزار کنواری دخترائیں ان کے علاوہ تھیں۔ ڈینیس حسن و جمال کی مگڈ شیریں کا نام کن نہیں جانتا۔ وہ خرو کے حمل کو چار پاندہ گلابی تھی، کیونکہ کے ساتھ شیریں کی سو مری اور بے انتہائی کی نکالی کے لیے ایشیا کی حسین و جمیل عورتیں موجود تھیں۔ قہری برے، جہا بارت، سوسنے پانڈی کے زوارات کا شمار تک نہ تھا۔“

گین نے یہاں خوب لکھا ہے:

”جب خرو اپنے عظمت و عروج کے نشہ میں غور تھا اس سے دنیا بھر میں اپنا کوئی ہمسفر نظر نہ آتا تھا۔ اس وقت اسے ایک محکوب و مومل ہوا۔ ایک ایسی سچی کی طرف سے جو کجا کا ہند ہے اور فرعون ہے۔ اس خلیفہ خرو کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ تم سلامتی چاہتے ہو تو اسلام کو قبول کر لو اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آؤ۔ خرو نے اس دعوت کو کٹھن کر دیا اور اس نکر کو نہ نہ پڑھ کر دیا۔ اس کی اس مازیہ حرکت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں ارشاد فرمایا کہ خرو نے میرا محکوب چھاڑا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی ملکیت کو پیشہ ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کر دیا ہے۔“

(رومن ایپاز جلد ۴۔ ص ۵۱۴)

خرو کی نڈرت اور غرور کا اندازہ اس خط سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔ اس کی عبارت پڑھ کر انسان کا نپ اٹھتا ہے۔ خرو نے ہرقل کو لکھا:

”سب خداؤں کے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک خرو کی طرف سے اس کے کہنے اور بے شمار بندے کے نام۔

تو کتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کھلی دیتیرے رب نے پر ڈھٹ کر میرے ہاتھ سے بچا لیا۔“

ایک ایرانی جرنیل سین (SAIN) نے جب ہرقل کو مشورہ دیا کہ وہ صلح کے لیے اپنا سفیر خرو کی خدمت میں بھیجے شاید یہاں پیشگی صورت نکل آئے۔ اس رسوا کن تہذیب کو ہرقل نے فوراً قبول کر لیا اور اپنا سفیر امن اور معذرت خواہی کے لیے خرو کے دربار میں بھیجا۔ اس نے جب یہ درخواست پیش کی تو خرو غصہ سے بے قابو ہو گیا اور گرج کر بولا:

”سفیر نہیں بلکہ خود ہرقل کو زنجیروں میں جکڑ کر میرے تخت کے سامنے لایا جائے اور میں شاہِ روم کو کبھی امن نہیں دوں گا جب تک۔“

اپنے مصلوب خدا کا انکار کر کے سورج دہانے کی پوجا شروع کر کے اور میرا مذہب مذاقتیا کر لے۔
یہ حالات تھے جب قرآن کریم کی یہ آیات طہیات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور آخری رسول پر نازل فرمائیں جن میں یہ خبر
سنا گیا کہ چند سال میں رومی غالب آجائیں گے اور ایرانیوں کو شکست ہوگی۔ چنانچہ گن گنسا ہے :
"کہ جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی اس وقت اس کا پورا ہونا ناممکن تھا، کیونکہ ہر قتل کے بعد حکومت کے پہلے بارہ سالوں میں ہرج و مرج
یہ خطرہ لاحق تھا کہ رومی سلطنت کے ٹوٹنے سے جو جائیں گے۔" تاریخ گن گن مہ ۵۱

AT THE TIME THIS PREDICTION IS SAID TO HAVE BEEN DELIVERED, NO
PROPHECY COULD BE MORE DISTANT FROM ITS ACCOMPLISHMENT
SINCE THE FIRST TWELVE YEARS OF HERACLIVS ANNOUNCED THE
APPROACHING DISSOLUTION OF THE EMPIRE.

جب اس ظالم و سفاک کے بیٹے استبداد سے نہات کی کوئی راہ نظر آئی تو ہر قتل نے اپنی عظیم سلطنت کو بھانپنے کے لیے اپنی جان کی بازی
لگا دینے کا عزم مسم کر لیا۔ سب سے پہلے اسے چینی تیاروں کے لیے روپیہ کی ضرورت تھی، شاہی خزانہ ہم جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کی وجہ سے خالی
ہو چکا تھا؛ چنانچہ اس نے کلیڈاؤں میں جمع شدہ دولت ماحصل کرنے کی کوشش کی اور بڑی منت سماجت کے بعد پارسی لوگ ہماری شرح
سود پر قرضہ دینے پر رضامند ہوئے۔ انہوں نے قیصر سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ یہ قسم بیع سرودا پس کر دے گا۔ مالی مشکلات پر قابو پانے کے بعد اس
نے آرزوہ کار پارسیوں کا ایک لشکر فرام کیا اور ایسٹریک عہد کے دور زہدائیس نے کوچ کا طبل بجا دیا۔ اس نے شاہی غفلت کا فخر اٹا رہی اور
سپاہیانہ سادہ لباس زیب تن کیا اور اس عظیم تاریخی مہم پر روانہ ہو گیا۔ اس نے بڑی راستہ کے بھانپنے بخوبی راستہ اختیار کیا اور بڑی سرعت کے ساتھ
اپنے چلنے پھرنے کو شام کے ساحل پر ننگر انداز کر دیا۔ ایرانی فوجیں عرصہ سے قسطنطنیہ کے قریب حیر زن تھیں۔ ان کے نرغے سے قیصر کس طرح نکلا اس
کی تفصیل ملامت ابن کثیر نے لکھی ہے جس کی یہاں گن گنیشن نہیں۔ قیصر اپنے چلنے پھرنے کے ساتھ شام کے ساحل پر ننگر انداز ہو گیا اور آرمینیا کے کورستان
دشوار راستوں سے برتا ہوا ایران کے قلب پر حملہ آور ہوا۔ اور ابن کثیر کے قول کے مطابق وہ بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ ایران کے پایہ تخت مانتہ پڑ
تبعہ کر لیا۔ وہاں بے شمار لوگوں کو تہ تیغ کیا اور خزانہ میں جو دولت تھی اسے لوٹ لیا۔ کسب کی بیہوشی اور اس کے اہل خانہ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے ننگے
کا سر نڈھیا اور اسے گرجے پر سوار کر کے کسب کی طرف بھیج دیا۔ کسب کی جواب تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا چالیس ہزار کا لشکر لے کر وہاں
رہا۔ ہر حال کی پیشین گوئی ہماری رہی۔ اس نے ان کے سب سے بڑے مقدس آئینہ کو کھجا دیا۔ ان کی عبادت گاہوں کو تباہ و برباد کر دیا اور زلزلت
کے مقام پیدایشن آرمیا کو تباہ کر دیا۔ اس طرح اس نے اپنے مقامات مقدسہ کی بے عزتی کا اتمام لیا۔

یہی وہ سال ہے جب کہ نور اسلام کی پہلی جنگ بدر کے میدان میں لڑی گئی جس میں کفار کو قوت و طاقت کے باوجود شکست ناکش ہوئی اور
ساری بے پرو سامانیوں کے باوجود مسلمان کامیاب و شرفور ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رومیوں کے ظلم اور سلطانوں کی فحشیاں اور
فحش و شامانی کی ہرج و مرج تھی وہ دس سال کے عرصہ میں پوری ہوئی اور وَعَدَةُ اللَّهِ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَعَدَهُ لَنْ يَخْلِفَ اللَّهُ وَعَدَهُ لَنْ يَخْلِفَ اللَّهُ
غالب حق کی شاہراہ حیات کو نمود کرنے لگی۔

الحمد لله على كبريائه والصلوة والسلام على سيد انبيائه واله واصحابه اجمعين.

نوٹ : یہ معلومات مندرجہ ذیل کتب سے حاصل کی گئیں :

تاریخ زوالِ رومن ایپائٹر۔ گبن۔ تاریخ ابن خلدون، تفسیر ابن کثیر، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا۔ ۱۵۶۸ء جلد : ۱۷
مضامین سورۃ | اس تاریخی پس منظر کو بھریے کے لہذا اب اس سورۃ کے مضامین اپنی بھرپور ضمنیت اور اثر انگیزی کے ساتھ

عیاں ہوتے ہیں۔

ابتدائی آیات میں بتایا کہ انسان اپنی ظاہری جاہ و حشمت پر اتنا مغرور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اعمالِ بد کے نتائج سے بھی بے فکر ہو جاتا ہے وہ بھی سمجھتا ہے کہ اس کا آفتاب اقبالِ سدا ہوں ہی چمکتا رہے گا۔ اس کے حُسن و شباب کی بہا کبھی خزاں آشنا نہیں ہوگی۔ وہ قریبی عوامل بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں جو حقیرِ سب اس کی پیش و نشاط کی بہا کو کھٹنے والے ہوتے ہیں۔

انسان کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو نظامِ حیات اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بھیجا اسے دینِ فطرت کا گہلے جس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ دین انسان کی فطری صلاحیتوں کو ختم نہیں کر دیتا، اس کی ترقی میں سگب راہ بنائے نہیں جوتا جگدان کی اس طرح آبیاری کرتا ہے کہ وہ برگ و بار لاکر اس خاکدانِ ارضی کی زینت اور رونق میں اضافہ کرتی ہیں، اس لیے اس کی پابندی ہر سلیم الفطرت آدمی کے لیے ضروری ہے۔

سورۃ کے مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی روشنی دلیلیں ذکر کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہی خدا ہے جو ان صفاتِ کمال سے متصف ہے اس کے علاوہ سب اس کے عاجز بندے ہیں۔ کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اس کی ہمہری کا خیال کرے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو اس کا شریک بنائے۔

دیگر مضامین اپنے اپنے مقام پر بلا غلط فرمائیے اور حسبِ شوق قرآنِ کریم کے خیابانِ عرفان سے پھول چُن چُن کر زیب و تازہ بنائیے۔

سُوْرَةُ الرَّوْمِ بِكَتْمَةِ هِيَ سِتُونَ آيَةً وَسِتُّونَ كَلِمَةً

سُوْرَةُ الرَّوْمِ مَعْنَى هِيَ اس کی آیتیں ۶۰ اور کلمات ۶۰ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

الْمَغْلِبَتِ الرَّوْمِ ۝ فِيْ اَدْنٰی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ

الف لام۔ ہم نے ہرادیے گئے رومی نے پاس کی زمین میں اور وہ بار جانے کے بعد

لے الف یم۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔ جن کے متعلق تفصیلی بحث اس سے پہلے متعدد مقامات پر گذر چکی ہے یہاں علامہ اسماعیل ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی ایک تاویل پیش خدمت ہے۔ فرماتے ہیں عالم تین ہیں: عالم امر، عالم اراض اور عالم ملک۔ عالم امر اس عالم کو کہتے ہیں۔ جہاں ہر چیز کو اس کا تقین اور تحفظ دیا جاتا ہے۔ ہوا المبدأ یعنی ہر چیز کو اس کی موجودہ صورت اور خصوصیات مرحمت کی جاتی ہیں۔ ہوا المبدأ لجميع التعینات۔ الف سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ عالم اراض ایک درمیانی کڑی ہے۔ الذی ہو الوسط بین الوجودات لام سے اس کی طرف اشارہ ہے اور عالم ملک تنزلات اور استرسالات کا آخری درجہ ہے۔ یم سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں ثم اسرار الحروف المقطعات والمشاہدات القرآنیہ مما ینکشف لاهل اللہ بعد الوصول الی غایۃ المراتب۔ یعنی جب بندگان مُدْأَقْرِبْ و معرفت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہوتے ہیں تو حروف مقطعات اور مشاہدات کے اسرار و معانی ان پر آشکارا ہو جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعطاؤہ اتم وھباتہ لا تعدُّ ولا تحصى۔

لے غلبت الروم: اَدْنٰی: ذُوْئِے ہے۔ جس کا معنی ہے بہت قریب۔ الارض: ملک اور علاقہ۔ حجاز کے شرق میں ایرانیوں کی دین و عریض مملکت تھی جو مُشْرَک اور آتش پرست تھے۔ مغرب میں رومی سلطنت تھی جو اہل کتاب اور حضرت مسیح کے پیرو کار تھے۔ ان کا پرچم یورپ، افریقہ، ایشیا کے مغربی ممالک، شام، اُردن، فلسطین کی فضاؤں میں لہرا رہا تھا۔ جب مکہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توحید کی تبلیغ شروع کی تو مکہ کی آبادی دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ مُشْرَکین کا تھا جو بت پرست تھے اور دوسرا گروہ جنوں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلاؤں کا تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دل و دماغ سے تسلیم کر چکے تھے اور ہر قسم کے شرک ملبی اور مخفی سے ان کا دل پاک ہو چکا تھا۔ کفر و اسلام کی یہ کشمکش دن پُر دن شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ مکہ میں جب یہ اطلاع پہنچی کہ ایران اور روم باہم ہمسایہ ہیں، تو طبی طور پر مُشْرَکین مکہ کی دلچسپیاں ایران کے آتش پرست مُشْرَکوں کے ساتھ تھیں اور فرزند ان اسلام کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں جو اہل کتاب تھے۔ انہی ایام میں خسرو کسری ایران کی جنگ قیصر روم کی فوجوں کے ساتھ شام کے نزاعی علاقہ میں نمودی جس میں ایرانیوں کا پدہ ہماری رہا۔ اپنے ہم مشرکوں کی کامیابی کی خبر سن کر مُشْرَکین مکہ کی خوشی کی انشانہ رہی اور لگے ڈینگیں مارتے

عَلَيْهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بَعْضِ سِنِينَ هَذَا لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ

ضرور غالب آئیں گے سے چند برس کے اندر سے اللہ ہی کا حکم ہے پہلے بھی

وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفِرُّ الْمُؤْمِنُونَ ۝ يَنْصُرُ اللَّهُ يَنْصُرُ

اور بعد بھی اور اس روز فرار ہوں گے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ وہ

کہ جس طرح آگ کے پتھاریوں نے شام کے ملا قدیم اہل کتاب کو شکست دی ہے اسی طرح یہاں بھی بہت بدلات و دُھل کے پتھر اللہ تعالیٰ کی ترجیح کے طرہ اردوں کو نصرت و نائزہ کر کے رکھ دیں گے مسلمانوں کے دل بھی رومیوں کی شکست سے بڑے رنجیدہ ہوئے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کر کے ایرانیوں کی شکست فاش اور رومیوں کی فتح میں کئی پیشینگوئی فرمائی۔ اور اپنے بندوں کو تسلی دی کہ کفر کی یہ کامیابی ماضی ہے۔ چند سالوں میں حالات کا رخ بدل جائے گا اور رومیوں کا بول بالا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کا مفصل بیان اس سورۃ کے تعارف میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

سے یہاں سے تاکید کے لیے ہے یعنی رومی ضرور غالب ہوں گے مستقبل قریب کا معنی فی بعض سنین سے واضح ہے۔ ایک مفہوم ادا کرنے کے لیے دو لفظ شان فصاحت سے بعید ہیں۔ وفي ذلك تاكيدٌ لما يفهم من السنين ای سیغلبون فارساً (البسۃ - دُرُوح المعانی)

سے علامہ جوہری اپنی لغت کی مشور کتاب الصحاح میں اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں وِبَعْضِ فِي الْعَدَدِ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَبَعْضِ الْعَرَبِ يَفْتَحُهَا وَهُوَ مَا بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ إِلَى الْاِتِّسَاعِ (بعض تین سے لے کر نو تک کے اعداد پر بولا جاتا ہے) جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے مشرک بھائیوں کے قلب پر زیادہ خوشیاں نہ مانو کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ قریب رومی ایرانیوں کو شکست دیں گے۔ یہ سحر آئی ابن خلف سے نہ رہا گیا اور کفار ہر کہنے لگا لے ابو بکر اتم جھوٹ بول رہے ہو حضرت صدیق نے فرمایا۔ انت اكلذب يا عدو الله لے اللہ کے دشمن تم جو سٹے ہو میں اس پر شرط پدنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر تین سال تک ایرانی غالب آگئے تو میں دس اُونٹ دوں گا۔ اور اگر رومی فتح یاب ہوئے تو میں دس اُونٹ دیتا ہوں گے۔ آئی نے یہ شرط منظور کر لی حضرت صدیق وہاں سے بارگاہ رسالت میں آئے اور سارا ماجرا عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض سنین کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ آپ واپس جائیں اور آئی ابن خلف سے مدت میں توسیع اور شرط میں زیادتی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ مدت تو سال قرار پائی اور اُونٹوں کی تعداد دس سے ستر کر دی گئی۔ وقت گزرتا گیا جس دن اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن مصلطی علیہ السلام کو مدینہ و انشا، کو مدینہ بدر میں فتح میں سے شاد کام فرمایا اسی روز یہ خبر بھی پہنچی کہ رومیوں نے ایرانیوں کو شکست فاش دی ہے مسلمانوں کو ایک وقت میں دو خوشیاں نصیب ہوئیں۔ آئی ابن خلف اس واقعہ سے پہلے ہلاک ہو چکا تھا چنانچہ حضرت صدیق نے شرط کے ستر اُونٹ اس کے وارثوں سے وصول کیے اور انہیں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول مخرم نے فرمایا

مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَّ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ

فرمانا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب ہے ہمیشہ حرمِ ظنن والا ہے۔ یہ وعدہ اللہ کے کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی

وَعَدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا

خلافِ مرزی نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے تھے وہ جانتے ہیں دینی زندگی کے

تصدّق بہ۔ اسے برکرا! انہیں صدقہ کر دو۔ اپنے آقا کا اشارہ پاتے ہی اس بچے پر تسلیم و رضاناے سوکے سوا اونٹ راہِ خدا میں صدقہ کر لینے اور
ذمیانِ محبت کے سامنے ارشادِ محبوب کی قبیل کی ایک تانبہ مثال پیش کر دی۔

مسئلہ: شریعتِ اسلامی میں شرطِ ہناحرام ہے جس وقت حضرت حدیق نے یہ شرط لگائی تھی اس وقت تک اس کی حرمت کا
حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان آدمیوں کو صدقہ کھنے کا حکم فرمایا۔

شہ پھولِ طلق ہے۔ اس کا عاملِ مذکور ہے۔ تقدیرِ کلامِ یوں ہے وَعَدَّ اللَّهُ وَعَدَّ۔ اس کا مقصد کلامِ سابق کی تاکید ہونے
تاکید ہے یعنی آدمی ضرور غالب آئیں گے اور مسلمانوں کو یقیناً اس روز خوشی ہوگی۔

تھے کیونکہ وعدہ غلامی عیب ہے اور جو شخص وعدہ غلامی کرتا ہے وہ اپنی بے بسی اور کمزوری کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ اس وعدہ کو ایسا
تکرار چاہتا تھا، لیکن اپنی بے بسی کے باعث ایسا نہ کر سکا۔ یا وعدہ غلامی کرنے والے کے خجست باطن کی دلیل ہے کہ اُس نے جو وعدہ کیا
وہ اسے پورا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے محض دوسرے آدمی کو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے یہ وعدہ کر لیا تھا۔ یہ سب عیب ہیں اور اللہ
تبارک و تعالیٰ تمام عیبوں سے تیز اور مرنہ ہے۔

ان آیات کی ایک دوسری تفسیر علامہ گلشنی نے اپنی مشہور کتاب الکافی میں حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: افضل الصلوٰۃ والسلام
سے نقل کی ہے لیکن ہے اس کے مطالعہ سے کسی کے دل میں صحابہ کرام خصوصاً حضرت فاروقِ اعظم کے خلاف جو عینش وعدا ہے وہ دُور
ہو جائے اس لیے اس روایت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

ابو سعید نے حضرت امام ابو جعفر باقر والد ماجد حضرت جعفر صادق سے ان آیات کا مطلب پوچھا حضرت نے ارشاد فرمایا ان آیات
کی ایک ایسی تائیل ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے جو لوگ راستخون فی العلم کی صفت سے نفع
ہیں وہ جانتے ہیں۔ پھر فرمایا حضور جب ہجرت لگنے پر تھے تقریباً لائے تو حضور نے ایک گرامی نامہ قیصرِ روم کو لکھا اور اسے اسلام قبول کرنے کی
دعوت دی۔ شاہِ روم کے پاس جب تاحصہ یہ نامہ مبارک لے کر پہنچا تو اس نے بڑی تعظیم کی اور تاحصہ سے بھی بڑی عزت و احترام سے پیش آیا۔
لیکن شاہِ ایران نے ولانامہ کی بے ادبی کی اور اسے پارہ پارہ کر دیا اور تاحصہ کی بھی توہین کی۔ ان دونوں میں شاہِ ایران اور شاہِ روم کی لڑائی
شروع تھی۔ مسلمانوں کی آرزو تھی کہ شاہِ روم کامیاب ہوں، لیکن جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کی خواہش کے برعکس نکلا۔ ایرانی کامیاب ہو گئے۔
رومیوں کو شکست ہوئی مسلمانوں نے یہ خبر سنی تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ان کا مطلب یہ ہے

مَنْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفْلُونَ ﴿۷﴾ اَوْلَمَ

ظاہری پہلو کو اور وہ آخرت سے باطل غافل ہیں۔ کیا انہوں نے

کہ رومی قریب کے علاقہ میں شام دارون میں شکست کھا گئے۔ وہم یعنی وفارس من بعد غلبہم (الرم) سیغلبون یعنی یغلبہم المسلمون فی بضع سنین اللہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ عزوجل ترجمہ: اور یہ نازی رویوں کو شکست دینے کے بعد خود مغلوب ہو جائیں گے یعنی مسلمان ان پر غالب آجائیں گے۔ چند سالوں میں اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ اس دن اہل ایمان خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے اللہ تعالیٰ مدد فرمائے جس کی پابنتا ہے۔

جب مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا تو مسلمان اللہ کی اعانت اور نصرت سے خوش ہوئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ لے اہم مالی مقام قرآن نے تو بضع سنین (چند سال) کی مدت مقرر کی ہے اور مسلمانوں نے ان آیات کے نزول کے کافی سال بعد حضرت کی میت میں گزارے پھر حضرت ابوبکر کی خلافت کا زمانہ گزرا۔ پھر یہ ملک حضرت عمر کی امارت میں فتح ہوا۔ تو آپ نے فرمایا ہے ابو عبیدہ! کیا میں نے تمہیں پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ ان آیات کی ایسی تاویل اور تفسیر ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اہل بیت ہی جانتے ہیں۔ (کتاب الروض جلد دوم ص ۳۰۱، ۱۲۹۔ مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ تہران ایران)

حضرت امام باقر کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں فتح ایران کی بشارت دی گئی ہے اور یہ فتح محض اللہ تعالیٰ کی تائید نصرت اور اعانت سے حاصل ہوئی اور اس فتح سے اہل ایمان کو خوشی اور شادمانی نصیب ہوئی۔ اب آپ خود ہی اندازہ فرمائیں جس غلیظہ کی افواج کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی امداد ہو جس غلیظہ کی فتوحات کی خوشخبریاں اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں دی ہوں جس غلیظہ کی فتوحات سے اہل ایمان کے دلوں میں فرحت و شادمانی کی بہار اُٹھی ہو۔ اسلام کی عزت اقبال کا آفتاب اُتر اُفتاب ہوا کیا اس غلیظہ کے برحق ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہے؟ جو لوگ اس عظیم المرتبت غلیظہ کے درختاں کارناموں کے باوجود اس پر ایمان ظن و دراز کریں یا اس کے ایمان پر متراض ہوں ان کا انجام کیا ہوگا۔ آیات ربانی کے اس ثقافت آئینہ میں اور حضرت امام باقر کی اس تفسیر کی روشنی میں لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راجحی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور تعصب اور ہٹ دھرمی سے رہائی بخشنے! آمین بجاہ طہ ولس صلی اللہ علیہ وسلم۔

۷ یعنی ظاہری حالات تو ایسے ہی تھے کہ رویوں کی کامیابی کا قطعاً کوئی امکان ہی نہ تھا اور صرف ظاہری احوال و اطوار پر نظر رکھنے والے کبھی یہ باور نہیں کر سکتے تھے کہ تباہ حال رومی تہجد و جودت کے پیکر خسرو پرویز کو ناک چنے چھو دیں گے۔ اور خسرو کے سرخوردگی کو اس کے اپنے بیٹے کی تلوار قلم کر کے رکھ دے گی اس لیے وہ لوگ قرآن کریم کی اس پیش گوئی کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ جس نے سبب اور سبب ملت اور معلول میں مستحکم رابطہ قائم کیا ہے وہ اس رابطہ کو بے اثر بھی بنا سکتا ہے اور اسباب و معلول کی اثر بخیزی کو یک قلم موقوف بھی کر سکتا ہے اور انہیں بدل دینے کا بھی پورا اختیار رکھتا ہے اس لیے جس بات کو مکہ کے زیرک اور معاملہ فہم سرداران قریش نہ سمجھ سکے اسے صدیق کے نور فراست نے دیکھ بھی لیا اور اس کے دل نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔

يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

کبھی غور نہیں کیا اپنے جی میں شے نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو

وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّن

کچھ ان کے درمیان ہے محض حق کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت تک کے لیے۔ اور بلاشبہ اکثر لوگ

النَّاسِ يَلْقَآئِ رَبِّهِمْ لَكْفُرُونَ ۝۱۰۱ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اپنے رب کی ملاقات کے سخت منکر ہیں۔ کیا انہوں نے سیر و سیاحت نہیں کی زمین میں۔

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ

تاکر وہ دیکھتے کیا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے لہٰذا وہ زیادہ تھے

اس آیت کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جن کا آنے والی زندگی پر ایمان نہیں وہ اس دنیوی زندگی کو پر لطف اور باوقار بنانے کے لیے ہر وقت مصروف رہتے ہیں اس معاملہ میں ان کی فہم و فراست کو دیکھ کر انسان عجب عجب کراٹھتا ہے۔ تجارت، معرفت، صنعت، زراعت اور دیگر دنیاوی امور میں ان کی جدت طرازیاں اور ندرت آفرینیاں لوگوں کو حیران کر دیتی ہیں لیکن یہی لوگ باہر بر عقل و دانش اپنی ماہیت سنارنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور ایسی نیکیاں کرنے کا شوق ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا جو آسان بھی ہیں اور ارزاں بھی۔ اس معاملہ میں ان کی کوتاہیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو ان کی نادانی اور حماقت پر ہنسی آجاتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے سے

ومن البلية ان ترى لك صاحباً

في صورة الرجل السميع البصر

فطن بكل مصيبة في ماله

واذا اصاب بدينه لم يشعر (الترجمہ)

یعنی یہ بڑی المائیز بات ہے کہ تیرا ایک دوست جو عقل و دانش میں لاجواب ہے اور اپنے مالی نقصان سے بچنے کے لیے بڑی مقلندی کا شہوت دیتا ہے لیکن اسکے دین پر قیامت ہی کیوں نہ لوٹ پڑے اور اس کے ایمان کا چراغ تجھ ہی کیوں نہ بجائے اسے احساس تک نہیں ہوتا۔
شے کفر و گمراہی کی اندھیری رات میں غمزدہ تدریکاً چراغ روشن کرنے کی ترقیب ہی جا رہی ہے۔ اپنے جسم کی فاسبری ساخت اسکے ظاہری ادا باطنی قومی مختلف اعضا اور انکے متعلقہ وظائف میں غمزدہ فکر کرو۔ آسمان کی بلندی زمین کی پستی پر نگاہ عبرت ڈالو ہر چیز گرا ہی گئی ہے کہ ان کو پیدا کر لیا ان کو مختلف خوبیوں اور خصوصیتوں سے متصف کر لیا قادر بھی ہے اور حکیم و عظیم بھی بس غمزدہ فکر سے کفر کے گمنا ٹوپ اندھیرے کا نور ہو جائیگی حق و صداقت کا احوال ان کی زندگی کے ساتھ شہموں کو متور کرنے کا، لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ اکثر لوگ آیات الہی میں غمزدہ تدریک کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور ساری عمر بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ غمزدہ فکر کی صلاحیت ہر شخص میں یکساں نہیں ہوتی اور جن میں یہ صلاحیت بخشی جاتی ہے ان میں

مِنْهُمْ قُوَّةٌ وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا

ان سے ندر میں اور انہوں نے خوب بل چلائے زمین میں ملے اور انہوں نے اسے آباد کیا جس سے زیادہ جتنا انہوں نے آباد کیا

بھی بہت کم اس سے استفادہ کی زحمت گوارا کرتے ہیں، لیکن گزری قوموں کے اچھے نمونے عملات اور قلموں کے کھنڈرات ہر مک میں بکثرت موجود ہیں اور ہر آنکھ ان کا مشاہدہ کرتی ہے۔ بس ایسے اب دنیا کی بے ثباتی اور بھٹکے کاموں کے ہر ناک تباہی سے انہیں باخبر کرنے کے لیے سرکش قوم کے اچھے نمونے کھنڈروں اور بر باد مخلوق کو نکاح حیرت سے بچنے کی طرف انہیں راغب کیا جا رہا ہے۔ ذرا یاد کرنا کہ آج تباہی کا دن مشرق و مغرب کا سفر کرتے ہیں، راستے میں تم نے کئی اجڑی ہوئی بستیاں کئی ویران عملات کئی ٹکٹے قطعے دیکھے ہوں گے کسی ان کے پاس کھڑے ہو کر ان سے پوچھو کہ تمہارے بنائے ملے اور تمہاری تہذیب و آرائش پر پانی کی طرح رو بہ ہائے ملے تیس یوں سونا چھوڑ کر کھڑے چلے گئے ہیں؟ آج تمہارے شبستانوں میں چراغ کیوں نہیں ملتے، آج تمہارے گلستاؤں میں پھول کیوں نہیں کھلتے جہاں زندگی اپنی ساری بانی کے ساتھ خود قس رہا کرتی تھی وہاں آج خاک کیوں اڑ رہی ہے؟ وہ تمہیں بتائیں گے کہ ہمارے بنائے ملے اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گئے تھے انہوں نے گناہ اور بدی کا راستہ اختیار کر لیا تھا، وہ غریبوں پر ظلم ڈھاتے، وہ خداؤں کا حق چھین کر اپنی عیش و نشاط کی ہیز میں سماتے، وہ اپنے خالق کے منکر ہو گئے تھے اور قیامت کے دن پران کا ایمان نہ رہا، کائناتِ عمل کے اہل تالون سے غافل ہو کر انہوں نے علم اور گناہ کی حکایت انہیں کے گناہ، انہیں کے مظالم، انہیں کا فسق و فجور، انہیں کے کثرتِ قوم و مذہب کی جھلکی بن کر گرسے اور انہیں اور ان کے سامانِ عیش کا ناکارہ بنا کر رکھ دیا، ان کی جاہ و حشمت افسانہ بن کر رہ گئی، پینکستہ دیواریں اور اجڑی ہوئی روشیں صرف ان کی تباہی و بربادی کی داستان بنانے کے لیے باقی رہ گئی ہیں اور اپنے پاس سے گزرنے والوں کو اپنی زبانِ مال سے یہ نصیحت کر رہی ہیں کہ اپنی قوت و طاقت پر اپنی صحت و جوانی پر اپنے وسائل کی کثرت اور ثروت کی فراوانی پر مغرور مت ہو، اپنے خالق کا انکار نہ کرو۔ اس کی مخلوق جو اسے بہت پیاری ہے اس پر جبر و خدہ نہ کرو ورنہ تمہارا شتر بھی وہی ہوگا جو تم سے پہلے سرکش لوگوں کا ہو چکا ہے۔

ملے عام طور پر اثار و الارض کا معنی زمین میں مل جانا یا جانا ہے لیکن ملازمین و خیاں نے اس لفظ کی حقیقتیں کرتے چلے کھسے۔ قلبوا وجہ الارض لاستنباط المیاء واستخراج المعادن والقاء البذر فیہا للزراعة: والاشارة تحریک الشیء حتی یرتفع ترابہ (البحر) یعنی اثار کا لغوی معنی تو کسی چیز کو اس طرح متحرک کرنا اور اسے جنبش دینا ہے کہ اس گروہ یا اڑنے لگے، لیکن اہل عرب اثار و الارض کا یہ معنی نہ لواتے ہیں کہ زمین کی سطح کو اس طرح اٹھ چٹ کرنا کہ اس سے پانی نکلا جا سکے، معدنیات نکالی جا سکیں اور کھیتی باڑی کے لیے اس زمین میں بیج ڈالا جا سکے، اس عملی تشریح کے مبادیہ آیت کا مفہوم بھی یعنی وہ برباد شدہ قومیں جن کے کھنڈرات تھیں وہیں جہت سے ایسے ہیں وہ قوت و طاقت میں زرعی مہارت اور صنعتی قابلیت میں تم سے کہیں زیادہ تھیں، انہوں نے پہاڑوں کے جگر چکر معدنیات کے چھپے نمونے خزانے نکالے، انہوں نے زمین کھود کر کوئی نہ بنائے، نہریں نکالیں، بند باندھے اور پتھر پتھر میں بل چلا کر انہیں زراعت کے قابل بنا دیا، ان کی عقلندی اور ہنرمندی کے باعث وہاں ہر سز کویت انسانے لگے، جگہ جگہ شہر اور گاؤں آباد ہو گئے لیکن یہ ساری مہارتیں اور قابلیتیں انہیں ان کے جرائم کی پاداش سے نہ بچا سکیں، جب ان کی سرکشیاں حد سے بڑھ

وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ

اور آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر۔ پس نہ تھی اللہ کی یہ شان کہ وہ ان پر ظلم کرنا، بلکہ وہ

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ① ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا

خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے رہتے تھے۔ آخر کار ان کا انجام جہنم نے بڑائی کی تھی، ہمسست بُرا

السُّوْأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَمْتِرُونَ ② اللَّهُ

ہوا لے کیونکہ انہوں نے مصلیٰ اللہ کی آیتوں کو اور وہ ان کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ

يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ③ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

ابتداء کرتا ہے تخلیق کی پھر دہنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا اسے پھر ہی کی طرف تو لوٹائے جاؤ گے۔ اور جس روز

يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ④ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ وَكَانُوا

برہا ہوگی قیامت مجرموں کی آس ٹوٹ جانے کی نلے اور نہیں ہوں گے ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے شفاعت کرنے والے

گنہگاروں کی شفاعت مل کا تازن سیلاب بن کر اٹھا اور انہیں تنگوں کی طرح بھاگنے لگا۔ اسے کفار کہہ اگر تم بھی اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی یہی ہوگا۔

لے تھی کے وزن پر اسوٰی کی تائینت ہے۔ عاقبتہ کان کی خبر مقدمہ ہے اور السوٰی اس کا اسم ہے اور میں نے عاقبتہ کو فرج پڑھا ہے اور اسے کان کا اسم بنایا ہے اور السوٰی کو خبر۔ عاقبتہ منٹ خبر حقیقی ہے اس لیے کان کی تذکرہ جائز ہے بعض علماء نے اسے آنے کے ذریعہ کے چلنے کے کان کا اسم بنایا ہے۔ آیت کا منہم یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کی اور ان کا مذاق اڑایا، ان کی ان بد اعمالیوں کے باعث انہیں ہولناک انجام سے دوچار ہونا پڑا۔

لے جب انسان لا جواب ہو جائے۔ اس کے پاس اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہ رہے اور اس پر حیرت و یاس کی کیفیت طاری ہو جائے تو عرب کہتے ہیں۔ اَبْسَ الرَّجُلُ اِذَا سَكَتَ وَانْقَطَعَتْ حُجَّتُهُ وَاقْرَبَ مِنْهُ تَحْيِيْرٌ۔ قرطبی۔ مجرموں کی کینیت کی کتنی موزون تصویر کشی ہے۔

لے میں نے دنیا میں جن جن لوگوں نے مجھ کو ہار کا تھا جن کو وہ نسلنے و آمد کا شریک مٹھرتے تھے اور جن کی عبادت اور پُرہا کیا کرتے تھے وہ اس روز ان کی کوئی سفارش نہیں کریں گے۔

سورہ

بَشْرًا يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِذُ يَتَفَرَّقُونَ ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِذُ يَتَفَرَّقُونَ ﴿۱۷﴾

اور وہ اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔ لعل اور جس روز برپا ہوگی قیامت اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔ لعل

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَمُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿۱۸﴾

تو وہ جو ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے وہ باغِ وحشت، میں سرور (اور مژم) ہوں گے۔ لعل

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ﴿۱۹﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تَسُوْنُ وَحِيْنَ تَصْبُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور جنہوں نے کفر کیا تھا اور جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی کلمات کو تو وہ عذاب میں ماسخ

رکھے جائیں گے۔ لعل

سو پاکی بیان کرو اللہ تمہارے کی جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔ لعل

لعل جب ایسے لوگ روزِ شرفیاتِ ترقی اپنی قبروں سے نکال کر کھڑے کر دیے جائیں گے اور جہنم کے غضبناک شیطاں کو مہم کرنے کے لیے ایک رہے ہوں گے اور ان کے یہ جھوٹے مہرودان کی سفارش کرنے اور ان کی دستگیری کرنے سے انکار کر دیں گے تو ان کے بھائی ان کا انکار کرنے لگیں اور وہ مہرودان باطن سے اپنی قطع تعلق کا انکار کرنے لگیں گے شفاعت کے متم پر انبیاء اور صلحاء نماز ہوں گے جیسے خداؤں کی کیا مجال کہ کسائی کر سکیں نیز شفاعت اہل ایمان گنگاروں کے لیے ہے، کفار و مشرکین کے لیے تو شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لعل روزِ شرفیاتِ ایمان کو کفار کے زمرہ سے الگ کر دیا جائے گا۔ لعل روضہِ وحشت اور باغِ جہنم، یحْبَرُونَ، جہاں ایسی سرت و فرخت رکھتے ہیں جس کے ساتھ حمت و کرام بھی ہو۔ چنانچہ علامہ جوہری اس آیت کی لغوی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ای یحبرون دیکھو مون و یسرون۔ سرت و فرخت بذاتِ خود بھی بڑی اعلیٰ چیز ہے لیکن ایسی سرت جس کے ساتھ انعام و کرام بھی ہو اس کا کیا کسا۔ یحْبَرُونَ کے اس مفہم کو آپ میں رکھتے ہوئے مومن کی شادمانی کا اندازہ لگائیں تو آیت کا صحیح مفہم آپ کو سمجھ آئے گا۔

لعل اہل ایمان کی فرخت افزائی کے ذکر کے بعد اب جو برتاؤ کفار کے ساتھ کیا جائے گا اس کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ محضرون کا لفظ فخر طلب ہے۔ علامہ ابن منظور رسالہ العرب میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الماحضرا القوم السنوؤل علی صام یقیمون بہ ولا یرحلون عنہ، یعنی وہ قوم جو کسی چیز پر اقامت گزین ہو جائے اور وہاں سے کوئی کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی ہو۔ لعل اہل عرب لاضرکتے ہیں آیت میں جو محضرون کا یہی معنی ہے کہ انہیں عذابِ جہنم میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ اس کی بیجا ختم ہوگی نہ وہ کسی جیل سے وہاں سے راجہ قرار اختیار کرنے پر تیار ہوں گے یعنی ہمیشہ ہمیشہ اس میں مبتلا رہیں گے! اسی لیے علامہ قرطبی نے محضرون کی تفسیر مقیمون سے کی ہے۔ علامہ شبرا، اللہ پالی ہی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ مدخلون لا یغیبون عنہ اہل ایمان کے لیے یحبرون مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو تہجد پر دلالت کرتا ہے یعنی برآن انہیں فی لذت

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿۱۸﴾

اور اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں نیز (پاکی بیان کرو) سپہر کو اور جب تم دوپہر کرتے ہو۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي

نکاتاً ہے زندہ کو مردہ سے ۱۹ اور نکاتاً ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مردہ

الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ

ہونے کے بعد اور یونہی (قبروں سے) تمہیں نکالا جائے گا اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں

خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

سے (ایک یہ) ہے کہ اس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر تم اچانک بشر بن کر (زمین میں) پھیل رہے ہوئے اور اس کی (قدرت کی)

اور برہم انہیں نئے کلام سے نوازا جائے گا۔ اس کے برعکس کنار کے لیے حضور انہم منزل کا سینہ ذکر کیا گیا ہے جو دوام اور ثبوت پر ولادت کرتا ہے۔

۱۸۔ نبی مان مسد ہے۔ اس کا فعل مذبذوب ہے اصل یوں ہے فسبحوا اللہ سبحانہ یعنی اللہ تعالیٰ کی پاک بیان کرو حضرت ابن عباس و دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں تسبیح اور حمد سے مراد نمان ہے۔ اور ان دو آیتوں میں پانچ نمازوں کے اوقات بیان کیے گئے ہیں مغرب، صبح، عصر اور ظہر۔ مشاکی ناز کا وقت ایک دوسری آیت میں مذکور ہے وذلذا من اللیل اور ابن عباس کی یہ تفسیر ہی زیادہ مناسب ہے کہ یہ مکلفین صبح اور عصر کے لیے وقت کی پابندی ضروری نہیں وہ برکان اور ہر لمحہ کی جا سکتی ہے جس عبادت میں وقت کی پابندی شرط ہے وہ نمان ہے۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم قدرت کا شاہدہ تم ہر روز کرتے رہتے ہو اللہ کی عظیم قدرت دلے کے لیے یہ ذرا مشکل نہیں کہ وہ تمہیں مارنے کے بعد پھر زندہ کر دے۔ ۲۰۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، کبریائی اس کی قدرت اور رحمت کے دلائل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر دلیل اتنی مؤثر اور یقین افزا ہے کہ انسان حیب اس پر غور کرتا ہے تو اس کا دل و دماغ بے ساختہ شہادت دینے لگتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ۔

انسان کو مٹی سے بنایا۔ وہ مٹی محض ہے جان ہے۔ دیکھنے، سنانے کی صلاحیت سے محروم، عقل و فہم سے یکسر عاری، ایسی مٹی سے انسان کو بنایا اور اسے احسن تقویم کے شرف سے نوازا۔ چاند کی چاندنی اس کے نور جمال کے سامنے شرمندہ سر و چون اس کی قلمت زیبا کے آگے دم بخود مہربان فخران کا جسم اس کی سکواہٹ پر فخران، پھولوں کی تازگی اور لطافت اس کی رحنائی و دلربائی پر نشانہ غرضیکہ حسن و جمال کے سارے مظہر اس آئینۃ اللہ العالیٰ کے سامنے سرافندہ ہیں۔ اس کی عقل و فہم کی جلالیوں کے سامنے افلاک کی بلندیوں سرخوں اور فضا کی وسعتیں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔ تم ہی بناؤ جس رب قدوس نے اس بے جان مٹی سے ایسا شاہکار تخلیق فرمایا اس کی عظمتوں کا کیا شکر۔

أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے پیدا فرمائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرمادینے تمہاری

مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ

دربار محبت اور رحمت و کرم و مہربانی، اے بے شک اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں اے اور اس کی

إِيَّاهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ السُّنْتِكُمْ وَالْوَأَانِكُمْ

نشانیاں ہیں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے نیز تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف -

تے زندگی کی شاہراہ بڑی ہی کٹھن ہے۔ قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں۔ جرم و مصائب ہے۔ غموں کے اندھیرے ہیں۔ ناکامیوں کے چمکے اور
 یامیوں کی دھتلیں ہیں۔ اس کے باوجود کم یہ ہے کہ اپنے خالق کو پہچان لو اس کی مخلوق پر بھی اور رحمت بن کر برسو، غم و دریا میں تختہ بندھی کر دیا گیا ہے اور کتنا
 ترسمن ہو شیوا رہا بن کا فرمان واجب اللہ مان بھی سنا دیا گیا ہے۔

یہ طول سفر، یہ نشیب و فراز مسافت کماں تک پہنچتا رہے

لیکن اس کریم نے انسان کے شک و وصلوں کو بند رکھنے کے لیے اس کے دلگھلاتے دلوں کو ثبات بخشنے کے لیے آلام و مصائب کے دھج کو دکھانے کیلئے
 اسی کی جنس سے بیوی کی صورت میں اسے ایک رفیق سفر بھی بنا کر دیا۔ جنسی گنگت کے علاوہ دوزنوں کے دلوں کو محبت اور رحمت کے پائیز اور پختہ
 تعلقات سے جوڑ دیا ہے۔ یہ گنگت صرف ان دلوں تک محدود نہیں جب صحت و شباب کا آفتاب چمک رہا ہو، جب حالات سازگار ہوں اور بخت بیدار
 ہو بلکہ محبت و پیار اور شفقت و ہمدردی کا یہ رشتہ کسی صورت میں بھی نہیں ٹوٹتا، غموں کے اندھیرے جیسے جیسے گہرے ہوتے جاتے ہیں محبت کی یہ شین زیادہ
 نورانی کرنے لگتی ہے۔ جب حالات نام سازگار ہوں اس کی رفاقت میں مزید پختگی آجاتی ہے۔ نیز ان کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے کہ دوزنوں ایک
 دوسرے کے عزیز و دوسرے ہیں۔ دوزنوں کی حسرتوں، آرزوؤں، انگڑوں اور خوشیوں کی تکمیل کا لازماً ایک دوسرے سے وابستہ رہنے میں ہے۔

خود سوچئے اگر محبت کا چراغ زندگی کی اس کٹھن راہ کو روشن نہ کرتا اور رحمت کا جذبہ ایک دوسرے کی پستگیری نہ کرتا تو اس سفر حیات
 کا اہم کتنا حسرت ناک ہوتا۔ تو ہزار جان قربان ہوا اس خالق کریم پر جس نے مرد کی جنس سے عورت کو پیدا کیا اور پھر انہیں محبت اور رحمت کے
 رشتوں میں یوں پرو دیا کہ عینہم کی کیفیت تک پریشان کر دیتا ہے۔

میاں بیوی کے تعلقات پر انسان بتنا غور کرے پھر آیت کے ان کلمات لیبات میں جعل بینکم مودۃ ورحمة بتنا تہ تبرک
 اللہ تعالیٰ کی رحمت و محبت اور قدرت کے بلوے اتنے ہی نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں۔

تے مرد اور عورت کی آفرینش اور ان میں محبت و رحمت کے یہ تعلقات اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی صرف ایک دلیل نہیں بلکہ اس میں بے شمار
 دلیلیں سموی گئی ہیں، بتنا کوئی سوچے گا اتنی ہی اسے صرف نصیب ہوتی جائے گی۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ

بیشک اس میں بھی نشانیاں ہیں اہل علم کے لیے ۲۷ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونا رات

وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

کے وقت اور دن کے وقت اور تمہارا تلاش کرنا اس کے فضل کو چاہئے بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں

يَسْمَعُونَ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنزِلُ

کے لیے جہر (خبر) سناتے ہیں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ دکھاتا ہے تمہیں بھلے ڈولنے اور امید

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ

دلانے کے لیے ۲۸ اور آجاتا ہے آسمان سے پانی اور زندہ کرتا ہے اس زمین کو اس کی موت کے بعد۔ یقیناً اس میں بہت سی

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۲۹﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقلمند ہیں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تمام ہے آسمان اور زمین

بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿۳۰﴾

اس کے حکم سے لئے پھر جب بلائے گا تمہیں زمین سے تو تم فوراً باہر نکل آؤ گے۔ ۳۰

۲۷ ایک آدم کی اولاد اور اتنی کثیر زبانیں اور اتنے مختلف رنگ۔ پھر زبان اپنی اپنی جگہ گنجی علم و دانش اور محنت اور دن و شب ہر جگہ پر کشش اور دل مرد لینے والا مابہ علم ان امور میں حمد کریں اور پھر فرمائیں کہ جس حالت نے ایک آدم سے گونا گوں اولاد پیدا فرمادی اس کی حکمت و قدرت کا کون انکار کر سکتا ہے۔

۲۸ یہ بھی اس کی شانِ رحمت ہے کہ اس نے دن کام کے لیے اور رات آرام کے لیے مخصوص فرمادی تاکہ ہر صبح انسان تازہ دم ہو کر نکلے اور نئے عیش و نشاط کے ساتھ نئے دن کا استقبال کرے۔ ۲۹ یہ بھی اس کی قدرت و رحمت کی نشانیاں ہیں۔

۳۰ آسمان کا ساہنہاں طاب و جب کا مٹیج نہیں۔ کوئی زمین کسی نے کندھوں پر اٹھائیں رکھا پھر سرچہ کیوں کرا پئی اپنی جگہ قائم ہے۔ ہرگز نہیں لاکھوں برسوں سے قائم ہے۔ آج تک اس کی ایک چولہی ڈھیل نہیں ہوئی۔ آج تک کہیں اس میں شگاف پیدا نہیں ہوا۔ اس نظامِ ہر جگہ کے مطابق عالم کی تخلیق اور پھر اس کی جگہ اس کی وحدانیت اور کبریائی کی گواہ ہے۔ ۳۰ جب تم نماز کرو گے اور زمین میں دفن کرو گے اور تمہیں دفن ہونے سے پہلے

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ ﴿۵۰﴾ وَهُوَ الَّذِي

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اس کے تابع فرمان ہیں اور وہی ہے جو

يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴿۵۱﴾ وَلَهُ الْمَثَلُ

تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر (دہا کرنے کے بعد) اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ آسان تر ہے اور اسی کے لیے برتر شان

الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۵۳﴾ ضَرْبُ

ہے آسمانوں اور زمین میں ۵۲ اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ بیان کر چکا ہے

لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

تمہارے لیے ایک مثال تمہارے ہی ممالک میں سے ہے (یہ بتاؤ) کیا تمہارے غلام تمہارے جسد دار

سدیاں بیت ماہیں گی اور اللہ تعالیٰ جب تمہیں زمین سے باہر نکل آنے کا حکم دے گا تو تم ایک کن دیر کیے بغیر وامن بھاڑتے ہوئے نکل آؤ گے۔
۵۱۔۵۲۔۵۳۔۵۴۔۵۵۔۵۶۔۵۷۔۵۸۔۵۹۔۶۰۔۶۱۔۶۲۔۶۳۔۶۴۔۶۵۔۶۶۔۶۷۔۶۸۔۶۹۔۷۰۔۷۱۔۷۲۔۷۳۔۷۴۔۷۵۔۷۶۔۷۷۔۷۸۔۷۹۔۸۰۔۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴۔۸۵۔۸۶۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳۔۹۴۔۹۵۔۹۶۔۹۷۔۹۸۔۹۹۔۱۰۰۔۱۰۱۔۱۰۲۔۱۰۳۔۱۰۴۔۱۰۵۔۱۰۶۔۱۰۷۔۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲۔۱۱۳۔۱۱۴۔۱۱۵۔۱۱۶۔۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰۔۱۲۱۔۱۲۲۔۱۲۳۔۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶۔۱۲۷۔۱۲۸۔۱۲۹۔۱۳۰۔۱۳۱۔۱۳۲۔۱۳۳۔۱۳۴۔۱۳۵۔۱۳۶۔۱۳۷۔۱۳۸۔۱۳۹۔۱۴۰۔۱۴۱۔۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴۔۱۴۵۔۱۴۶۔۱۴۷۔۱۴۸۔۱۴۹۔۱۵۰۔۱۵۱۔۱۵۲۔۱۵۳۔۱۵۴۔۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸۔۱۵۹۔۱۶۰۔۱۶۱۔۱۶۲۔۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۵۔۱۶۶۔۱۶۷۔۱۶۸۔۱۶۹۔۱۷۰۔۱۷۱۔۱۷۲۔۱۷۳۔۱۷۴۔۱۷۵۔۱۷۶۔۱۷۷۔۱۷۸۔۱۷۹۔۱۸۰۔۱۸۱۔۱۸۲۔۱۸۳۔۱۸۴۔۱۸۵۔۱۸۶۔۱۸۷۔۱۸۸۔۱۸۹۔۱۹۰۔۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۳۔۱۹۴۔۱۹۵۔۱۹۶۔۱۹۷۔۱۹۸۔۱۹۹۔۲۰۰۔۲۰۱۔۲۰۲۔۲۰۳۔۲۰۴۔۲۰۵۔۲۰۶۔۲۰۷۔۲۰۸۔۲۰۹۔۲۱۰۔۲۱۱۔۲۱۲۔۲۱۳۔۲۱۴۔۲۱۵۔۲۱۶۔۲۱۷۔۲۱۸۔۲۱۹۔۲۲۰۔۲۲۱۔۲۲۲۔۲۲۳۔۲۲۴۔۲۲۵۔۲۲۶۔۲۲۷۔۲۲۸۔۲۲۹۔۲۳۰۔۲۳۱۔۲۳۲۔۲۳۳۔۲۳۴۔۲۳۵۔۲۳۶۔۲۳۷۔۲۳۸۔۲۳۹۔۲۴۰۔۲۴۱۔۲۴۲۔۲۴۳۔۲۴۴۔۲۴۵۔۲۴۶۔۲۴۷۔۲۴۸۔۲۴۹۔۲۵۰۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵۔۲۵۶۔۲۵۷۔۲۵۸۔۲۵۹۔۲۶۰۔۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳۔۲۶۴۔۲۶۵۔۲۶۶۔۲۶۷۔۲۶۸۔۲۶۹۔۲۷۰۔۲۷۱۔۲۷۲۔۲۷۳۔۲۷۴۔۲۷۵۔۲۷۶۔۲۷۷۔۲۷۸۔۲۷۹۔۲۸۰۔۲۸۱۔۲۸۲۔۲۸۳۔۲۸۴۔۲۸۵۔۲۸۶۔۲۸۷۔۲۸۸۔۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱۔۲۹۲۔۲۹۳۔۲۹۴۔۲۹۵۔۲۹۶۔۲۹۷۔۲۹۸۔۲۹۹۔۳۰۰۔۳۰۱۔۳۰۲۔۳۰۳۔۳۰۴۔۳۰۵۔۳۰۶۔۳۰۷۔۳۰۸۔۳۰۹۔۳۱۰۔۳۱۱۔۳۱۲۔۳۱۳۔۳۱۴۔۳۱۵۔۳۱۶۔۳۱۷۔۳۱۸۔۳۱۹۔۳۲۰۔۳۲۱۔۳۲۲۔۳۲۳۔۳۲۴۔۳۲۵۔۳۲۶۔۳۲۷۔۳۲۸۔۳۲۹۔۳۳۰۔۳۳۱۔۳۳۲۔۳۳۳۔۳۳۴۔۳۳۵۔۳۳۶۔۳۳۷۔۳۳۸۔۳۳۹۔۳۴۰۔۳۴۱۔۳۴۲۔۳۴۳۔۳۴۴۔۳۴۵۔۳۴۶۔۳۴۷۔۳۴۸۔۳۴۹۔۳۵۰۔۳۵۱۔۳۵۲۔۳۵۳۔۳۵۴۔۳۵۵۔۳۵۶۔۳۵۷۔۳۵۸۔۳۵۹۔۳۶۰۔۳۶۱۔۳۶۲۔۳۶۳۔۳۶۴۔۳۶۵۔۳۶۶۔۳۶۷۔۳۶۸۔۳۶۹۔۳۷۰۔۳۷۱۔۳۷۲۔۳۷۳۔۳۷۴۔۳۷۵۔۳۷۶۔۳۷۷۔۳۷۸۔۳۷۹۔۳۸۰۔۳۸۱۔۳۸۲۔۳۸۳۔۳۸۴۔۳۸۵۔۳۸۶۔۳۸۷۔۳۸۸۔۳۸۹۔۳۹۰۔۳۹۱۔۳۹۲۔۳۹۳۔۳۹۴۔۳۹۵۔۳۹۶۔۳۹۷۔۳۹۸۔۳۹۹۔۴۰۰۔۴۰۱۔۴۰۲۔۴۰۳۔۴۰۴۔۴۰۵۔۴۰۶۔۴۰۷۔۴۰۸۔۴۰۹۔۴۱۰۔۴۱۱۔۴۱۲۔۴۱۳۔۴۱۴۔۴۱۵۔۴۱۶۔۴۱۷۔۴۱۸۔۴۱۹۔۴۲۰۔۴۲۱۔۴۲۲۔۴۲۳۔۴۲۴۔۴۲۵۔۴۲۶۔۴۲۷۔۴۲۸۔۴۲۹۔۴۳۰۔۴۳۱۔۴۳۲۔۴۳۳۔۴۳۴۔۴۳۵۔۴۳۶۔۴۳۷۔۴۳۸۔۴۳۹۔۴۴۰۔۴۴۱۔۴۴۲۔۴۴۳۔۴۴۴۔۴۴۵۔۴۴۶۔۴۴۷۔۴۴۸۔۴۴۹۔۴۵۰۔۴۵۱۔۴۵۲۔۴۵۳۔۴۵۴۔۴۵۵۔۴۵۶۔۴۵۷۔۴۵۸۔۴۵۹۔۴۶۰۔۴۶۱۔۴۶۲۔۴۶۳۔۴۶۴۔۴۶۵۔۴۶۶۔۴۶۷۔۴۶۸۔۴۶۹۔۴۷۰۔۴۷۱۔۴۷۲۔۴۷۳۔۴۷۴۔۴۷۵۔۴۷۶۔۴۷۷۔۴۷۸۔۴۷۹۔۴۸۰۔۴۸۱۔۴۸۲۔۴۸۳۔۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶۔۴۸۷۔۴۸۸۔۴۸۹۔۴۹۰۔۴۹۱۔۴۹۲۔۴۹۳۔۴۹۴۔۴۹۵۔۴۹۶۔۴۹۷۔۴۹۸۔۴۹۹۔۵۰۰۔۵۰۱۔۵۰۲۔۵۰۳۔۵۰۴۔۵۰۵۔۵۰۶۔۵۰۷۔۵۰۸۔۵۰۹۔۵۱۰۔۵۱۱۔۵۱۲۔۵۱۳۔۵۱۴۔۵۱۵۔۵۱۶۔۵۱۷۔۵۱۸۔۵۱۹۔۵۲۰۔۵۲۱۔۵۲۲۔۵۲۳۔۵۲۴۔۵۲۵۔۵۲۶۔۵۲۷۔۵۲۸۔۵۲۹۔۵۳۰۔۵۳۱۔۵۳۲۔۵۳۳۔۵۳۴۔۵۳۵۔۵۳۶۔۵۳۷۔۵۳۸۔۵۳۹۔۵۴۰۔۵۴۱۔۵۴۲۔۵۴۳۔۵۴۴۔۵۴۵۔۵۴۶۔۵۴۷۔۵۴۸۔۵۴۹۔۵۵۰۔۵۵۱۔۵۵۲۔۵۵۳۔۵۵۴۔۵۵۵۔۵۵۶۔۵۵۷۔۵۵۸۔۵۵۹۔۵۶۰۔۵۶۱۔۵۶۲۔۵۶۳۔۵۶۴۔۵۶۵۔۵۶۶۔۵۶۷۔۵۶۸۔۵۶۹۔۵۷۰۔۵۷۱۔۵۷۲۔۵۷۳۔۵۷۴۔۵۷۵۔۵۷۶۔۵۷۷۔۵۷۸۔۵۷۹۔۵۸۰۔۵۸۱۔۵۸۲۔۵۸۳۔۵۸۴۔۵۸۵۔۵۸۶۔۵۸۷۔۵۸۸۔۵۸۹۔۵۹۰۔۵۹۱۔۵۹۲۔۵۹۳۔۵۹۴۔۵۹۵۔۵۹۶۔۵۹۷۔۵۹۸۔۵۹۹۔۶۰۰۔۶۰۱۔۶۰۲۔۶۰۳۔۶۰۴۔۶۰۵۔۶۰۶۔۶۰۷۔۶۰۸۔۶۰۹۔۶۱۰۔۶۱۱۔۶۱۲۔۶۱۳۔۶۱۴۔۶۱۵۔۶۱۶۔۶۱۷۔۶۱۸۔۶۱۹۔۶۲۰۔۶۲۱۔۶۲۲۔۶۲۳۔۶۲۴۔۶۲۵۔۶۲۶۔۶۲۷۔۶۲۸۔۶۲۹۔۶۳۰۔۶۳۱۔۶۳۲۔۶۳۳۔۶۳۴۔۶۳۵۔۶۳۶۔۶۳۷۔۶۳۸۔۶۳۹۔۶۴۰۔۶۴۱۔۶۴۲۔۶۴۳۔۶۴۴۔۶۴۵۔۶۴۶۔۶۴۷۔۶۴۸۔۶۴۹۔۶۵۰۔۶۵۱۔۶۵۲۔۶۵۳۔۶۵۴۔۶۵۵۔۶۵۶۔۶۵۷۔۶۵۸۔۶۵۹۔۶۶۰۔۶۶۱۔۶۶۲۔۶۶۳۔۶۶۴۔۶۶۵۔۶۶۶۔۶۶۷۔۶۶۸۔۶۶۹۔۶۷۰۔۶۷۱۔۶۷۲۔۶۷۳۔۶۷۴۔۶۷۵۔۶۷۶۔۶۷۷۔۶۷۸۔۶۷۹۔۶۸۰۔۶۸۱۔۶۸۲۔۶۸۳۔۶۸۴۔۶۸۵۔۶۸۶۔۶۸۷۔۶۸۸۔۶۸۹۔۶۹۰۔۶۹۱۔۶۹۲۔۶۹۳۔۶۹۴۔۶۹۵۔۶۹۶۔۶۹۷۔۶۹۸۔۶۹۹۔۷۰۰۔۷۰۱۔۷۰۲۔۷۰۳۔۷۰۴۔۷۰۵۔۷۰۶۔۷۰۷۔۷۰۸۔۷۰۹۔۷۱۰۔۷۱۱۔۷۱۲۔۷۱۳۔۷۱۴۔۷۱۵۔۷۱۶۔۷۱۷۔۷۱۸۔۷۱۹۔۷۲۰۔۷۲۱۔۷۲۲۔۷۲۳۔۷۲۴۔۷۲۵۔۷۲۶۔۷۲۷۔۷۲۸۔۷۲۹۔۷۳۰۔۷۳۱۔۷۳۲۔۷۳۳۔۷۳۴۔۷۳۵۔۷۳۶۔۷۳۷۔۷۳۸۔۷۳۹۔۷۴۰۔۷۴۱۔۷۴۲۔۷۴۳۔۷۴۴۔۷۴۵۔۷۴۶۔۷۴۷۔۷۴۸۔۷۴۹۔۷۵۰۔۷۵۱۔۷۵۲۔۷۵۳۔۷۵۴۔۷۵۵۔۷۵۶۔۷۵۷۔۷۵۸۔۷۵۹۔۷۶۰۔۷۶۱۔۷۶۲۔۷۶۳۔۷۶۴۔۷۶۵۔۷۶۶۔۷۶۷۔۷۶۸۔۷۶۹۔۷۷۰۔۷۷۱۔۷۷۲۔۷۷۳۔۷۷۴۔۷۷۵۔۷۷۶۔۷۷۷۔۷۷۸۔۷۷۹۔۷۸۰۔۷۸۱۔۷۸۲۔۷۸۳۔۷۸۴۔۷۸۵۔۷۸۶۔۷۸۷۔۷۸۸۔۷۸۹۔۷۹۰۔۷۹۱۔۷۹۲۔۷۹۳۔۷۹۴۔۷۹۵۔۷۹۶۔۷۹۷۔۷۹۸۔۷۹۹۔۸۰۰۔۸۰۱۔۸۰۲۔۸۰۳۔۸۰۴۔۸۰۵۔۸۰۶۔۸۰۷۔۸۰۸۔۸۰۹۔۸۱۰۔۸۱۱۔۸۱۲۔۸۱۳۔۸۱۴۔۸۱۵۔۸۱۶۔۸۱۷۔۸۱۸۔۸۱۹۔۸۲۰۔۸۲۱۔۸۲۲۔۸۲۳۔۸۲۴۔۸۲۵۔۸۲۶۔۸۲۷۔۸۲۸۔۸۲۹۔۸۳۰۔۸۳۱۔۸۳۲۔۸۳۳۔۸۳۴۔۸۳۵۔۸۳۶۔۸۳۷۔۸۳۸۔۸۳۹۔۸۴۰۔۸۴۱۔۸۴۲۔۸۴۳۔۸۴۴۔۸۴۵۔۸۴۶۔۸۴۷۔۸۴۸۔۸۴۹۔۸۵۰۔۸۵۱۔۸۵۲۔۸۵۳۔۸۵۴۔۸۵۵۔۸۵۶۔۸۵۷۔۸۵۸۔۸۵۹۔۸۶۰۔۸۶۱۔۸۶۲۔۸۶۳۔۸۶۴۔۸۶۵۔۸۶۶۔۸۶۷۔۸۶۸۔۸۶۹۔۸۷۰۔۸۷۱۔۸۷۲۔۸۷۳۔۸۷۴۔۸۷۵۔۸۷۶۔۸۷۷۔۸۷۸۔۸۷۹۔۸۸۰۔۸۸۱۔۸۸۲۔۸۸۳۔۸۸۴۔۸۸۵۔۸۸۶۔۸۸۷۔۸۸۸۔۸۸۹۔۸۹۰۔۸۹۱۔۸۹۲۔۸۹۳۔۸۹۴۔۸۹۵۔۸۹۶۔۸۹۷۔۸۹۸۔۸۹۹۔۹۰۰۔۹۰۱۔۹۰۲۔۹۰۳۔۹۰۴۔۹۰۵۔۹۰۶۔۹۰۷۔۹۰۸۔۹۰۹۔۹۱۰۔۹۱۱۔۹۱۲۔۹۱۳۔۹۱۴۔۹۱۵۔۹۱۶۔۹۱۷۔۹۱۸۔۹۱۹۔۹۲۰۔۹۲۱۔۹۲۲۔۹۲۳۔۹۲۴۔۹۲۵۔۹۲۶۔۹۲۷۔۹۲۸۔۹۲۹۔۹۳۰۔۹۳۱۔۹۳۲۔۹۳۳۔۹۳۴۔۹۳۵۔۹۳۶۔۹۳۷۔۹۳۸۔۹۳۹۔۹۴۰۔۹۴۱۔۹۴۲۔۹۴۳۔۹۴۴۔۹۴۵۔۹۴۶۔۹۴۷۔۹۴۸۔۹۴۹۔۹۵۰۔۹۵۱۔۹۵۲۔۹۵۳۔۹۵۴۔۹۵۵۔۹۵۶۔۹۵۷۔۹۵۸۔۹۵۹۔۹۶۰۔۹۶۱۔۹۶۲۔۹۶۳۔۹۶۴۔۹۶۵۔۹۶۶۔۹۶۷۔۹۶۸۔۹۶۹۔۹۷۰۔۹۷۱۔۹۷۲۔۹۷۳۔۹۷۴۔۹۷۵۔۹۷۶۔۹۷۷۔۹۷۸۔۹۷۹۔۹۸۰۔۹۸۱۔۹۸۲۔۹۸۳۔۹۸۴۔۹۸۵۔۹۸۶۔۹۸۷۔۹۸۸۔۹۸۹۔۹۹۰۔۹۹۱۔۹۹۲۔۹۹۳۔۹۹۴۔۹۹۵۔۹۹۶۔۹۹۷۔۹۹۸۔۹۹۹۔۱۰۰۰۔

۱۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اور وقوع قیامت پر کونوں دلائل پیش کیے گئے اب شرک کا اعلان کر کے توحید کے عقیدہ کی صداقت اور حقانیت کو ثابت کیا جا رہا ہے اس کے لیے ایک ایسی مثال پیش کی جا رہی ہے جو عام فہم میں ہے اور دشمن بھی بوجہ بجا رہا ہے کہ غلاموں کے ساتھ مختلف قسم کے شریک ٹھہرانے والی تم ہی یہ بتاؤ جو رزق ہم نے تم کو عطا کیا ہے کیا تمہارے نزدیک غلام اس میں اس طرح کے جسد دار شریک ہیں کہ کھیت کے بیل، حرق ان میں تصرف کے بعد انقیادات انہیں حسب نفاذ استعمال کرنے کی شکل آزادی میں تم اور وہ یکساں ہو۔ اور اگر تم اپنی زمین سے ان کی اجازت کے بغیر خرما کرنے لگو تو تمہیں ان کی طرف سے مزاحمت کرنے اور اعتراض کرنے، بلکہ دنگا فساد کرنے کا اندیشہ ہو، اگر ایسا نہیں ہو یقیناً ایسا نہیں تو تم خود ہی انصاف کرو وگرنہ تم اپنے غلاموں کی اس قسم کی شرکت گوارا نہیں کرتے تو تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ جو کائنات کی ہر چیز کا خالق بھی ہے اور کھنک بھی تم اس کے ساتھ بے جان مورتیوں یا فنا ہو جانے والے انسانوں کو شریک بناتے ہو تم خود ہی سوچو یہ کتنی بے انصافی ہے بلکہ یہ ایسی حماقت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری حماقت اور اہم نہیں۔ اور تم تو بڑے عقلمند اور ذریعہ ہر قسم کا ذہن رسا بہت کی تدبیر کو بھی جانتا ہے تمہاری ذہانت اور سادگی کا عقلمند تو دور دور تک تک ہے تمہیں ایسی بے انصافی، حماقت اور اہم عقلی تھلا زیب نہیں دیتی۔

مَنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ

ہوتے ہیں اس مال میں جو تم کو عطا فرمایا ہے یوں کہ تم (اور وہ) اس میں برابر کے حصہ دار بن جاؤ۔ حتیٰ کہ تم ڈرنے لگو گے

كَيْفِيَّتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۳۰﴾

جیسے تم ڈرتے ہو آپس میں ایک دوسرے سے۔ یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لیے جو عقلمند ہے۔

اب ذرا آیت کے الفاظ میں غور فرمائیے بنی انفسکم ای من احوال انفسکم یعنی یہ مثال تمہارے حالات سے ماخوذ ہے شب و روز تم اس کا تجربہ کرتے رہتے ہو۔ حل مکہ: یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا۔ فکر خیر مقدم ہے اور میں شریکاً مبتدا موصوفہ بیان من زائدہ ہے اور استفہام انکاری سے نفی کا جو مقوم سمجھا جاتا ہے۔ اس میں مزید تاکید پیدا کرنے کے لیے مستقل ہوا ہے اور میں ماملکت ایمانکے حال ہے اور میں شریکاً ذوالحال کی کہ ذوالحال نکرہ ہے اس لیے اس کا حال پہلے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ فَاَنْتُمْ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ لفظ مقدر ہے یعنی تم اور وہ یا اَنْتُمْ ہی بطور تلمیح من ظہیر اور ان کے نفاصول کو شامل ہے۔ سواء ای مستون نہیہ لافرق بیسکہ و بیسکہ فی التصرف نہیہ: یعنی تم اور تمہارے نلام اس مال کی ملکیت میں برابر کے شریک ہیں اور یکساں قسم کے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔

ملازم قرطبی نے اس آیت کی شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کفار عرب جب حج کے لیے اعرام باندھتے تھے تو ان الفاظ سے تلبیہ کرتے، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اَذْ شَرِيكَنا هَوْلًا تَمَلَّكَ دَمًا مَلَّكَ: یعنی اے اللہ تمہارے ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جس کو تو نے خود اپنا شریک بنایا ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی تو مالک ہے جس کا وہ مالک ہے۔

غور فرمائیے کفار ای حماقت کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ کفار ایک طرف تو اپنے مہرہوں کو خدا کا مالک قرار دے رہے ہیں اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ملی اور تصرف میں اس کا ایسا شریک بنا رہے ہیں جو اس کا ہم پایہ ہو (فانستعقبہ سوا) اور مزید برآں یہ سفید جھوٹ اور صریح کذب بیانی کر رہے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا شریک بنایا ہے اور انہیں مساوی حقوق ملکیت بخش دیئے ہیں۔ العباد باللہ لا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم الذی لا اله الا هو۔

بعض حضرات کفار کی اس تلبیہ کو اور اس آیت کو پڑھ کر ہم اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ تمہارا بھی یہی عقیدہ ہے جو کفار کا اپنے بتوں کے بارے میں تھا۔ آیت کی اس سادہ توجیہ کے بعد آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ لوگ یہ الزام لگانے میں کتنی زیادتی کرتے ہیں۔ کیا کوئی کلمہ کو کسی کو خواہ اس کا مرتبہ کتنا بلند اور اس کی شان کتنی ارفع ہو کیا کسی چیز میں کسی پہلو سے کسی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا ہم پد خیال کرتا ہے۔

اور تو اور ہم تو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور محبوب رب العالمین رحمة لعلائین شیخ الاسلام سید الاولیاء والآخرین صاحب مقام محسود و محال لواء الحمد ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي
 بلكہ پیروی کرتے رہے ظالم اپنی (نفسانی) خواہشات کی بغیر کسی دلیل کے نہ پس کون ہدایت دے

مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ نُصَيْرِينَ ۝ فَأَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ
 کتا ہے جسے (پیغمبر) ناسرمانی کے باعث، اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اور ان لوگوں کا کوئی مددگار نہیں۔ پس آپ کریں اپنا رخ دین

حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ
 (اسلام) کی طرف ہڈی جیسوں سے اتنے (مضبوطی سے پیرلاوا) اللہ کے دین کو جس کے مطابق اُس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے کوئی بدو بدل

نئے یہ لوگ زخرد عقل سے کام لیتے ہیں مذہبی غیر خواہ کی نصیحت قبول کرتے ہیں، جہالت و بے خبری کے گھپ اندھیروں میں اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے سر پٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے ہٹ دھرم اور کون لوگ قطعاً اس کے متفق نہیں کہ ہدایت کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں۔ پیغمبر نافرمانی اور مسلسل سرکشی کے باعث انہوں نے ہدایت پذیری کی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے اور توفیق الہی سے وہ محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اب انہیں راہ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔

اسے یہاں فائدہ تاکید کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی شہادت کاملہ و شہادہ سے ثابت ہو گئی، قیام قیامت کے بائیس میں جو شوک و شہادت تھے ان کا انزال ہو چکا۔ اب ہر طرف سے زرخ پھیر کر اور توجہ ہٹا کر اس دین حق پر مرکوز کر دو۔ آیتہ اقام العود سے ماخوذ ہے، یعنی کڑی کو ایسا درست اور سیدھا کرنا کہ اس میں کبھی کام و نشان نہ رہے۔ مراد یہ ہے کہ دین اسلام پر پُروری طرح کار بند ہو جاؤ اور شاد و ربانی کی تیل میں استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو۔

بعض فضلاء نے لکھا ہے کہ آق اقامۃ الوجہ للشیخ کنا یۃ من کمال الالہام بہ (روح السانی) یعنی کسی چیز کی طرف ہمت کرنا کہ اس عبارت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حنیفاً حال ہے اور اقیعہ میں ضمیر فاعل انت ذوالحال ہے۔ اصل الحنف المیل من الضلال الی الاستقامۃ۔ گراہی سے زرخ پھیر کر ہدایت و راستی کی طرف متوجہ ہونے کو عرفی میں حنف کہتے ہیں جس طرح ہدایت سے روگردانی کر کے کبھی و گراہی کی طرف مائل ہونے کو حنف کہتے ہیں۔

اسلئے عرب جب کسی کام پر کسی کو برا لگتے کرتے ہیں تو فعل کو مذمت کر دیتے ہیں اور اس کے معنوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ کلام میں اس طرح جو زور پیدا ہوتا ہے وہ انشاء فعل سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں بھی فطرت اللہ علی سبیل الا فرامضوب ہے۔ تقدیر کلام نہیں ہے۔ الذموا فطرة اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت کو مضبوطی سے پیرلاوا اور اس پر کار بند ہو جاؤ۔

فطرة کا وزن اور معنی خلقت ہے یعنی آفرینش، اختراع، حضرت امش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فطرت اللہ کا معنی دین اسلام بیان فرمایا ہے۔ عَنْ امش رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

فَرِحُونَ ﴿۲۷﴾ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ

اسی پر خوش ہیں ﴿۲۷﴾ اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو کوئی تکلیف تو پکارنے لگتے ہیں اپنے رب کو رجوع کرتے ہوئے

إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا آذَقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ

اس کی طرف پھر جب (ان کی فریاد کو قبول منسما کر) پکھاتا ہے انہیں رحمت اپنی جناب سے تو یکایک ایک گروہ ان میں آگپنے

يُشْرِكُونَ ﴿۲۸﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوا بِسُوءِ تَعْلُونِ ﴿۲۹﴾ أَمْ

رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے ﴿۲۸﴾ (اچھا!) ناشکری کریں اس نعمت کی جو ہم نے دی ہے انہیں پس (لے نا شعور!) کلف اٹھاؤ گے

یہاں سے آمت محمدیہ علی صاحبہما افضل الصلوة والسلام کو دینِ فطرت کی پیروی کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ منیبین الیہ امی راجعین الیہ بالتوبۃ والاحلاص (قرطبی)، فرماتے تقدیر کلام میں ذکر کی ہے فاقصر وجهک و من معک منیبین یعنی آپ یح اپنے ساتھیوں کو توبہ اور اخلاص سے دینِ فطرت کی طرف متوجہ ہوں۔

﴿۲۷﴾ آمت میں اتحاد و اتفاق تب ہی برقرار رہ سکتا ہے جب سب صدق دل سے احکام اسلامیہ کی پیروی کر رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہوں اگر شخص اپنی خواہشات کا پیروکار بن جائے اور اپنی رائے کو ہی واجب الاتباع خیال کرے تو یہ وہ وحدت برقرار نہیں رہ سکتی اور ایک آمت مختلف فرقوں میں بٹی چلی جاتی ہے جس سے اس کی ہوا اکل جاتی ہے پہلی آمتوں میں بھی اس قسم کی تفریباں پیدا ہو گئی تھیں انکے علاوہ ان کے امراء نے اپنے ذاتی وقار اور اپنے سیاسی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب کو اپنی اغراض تکمیل کے لیے لڑائی کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک آمت بیسیوں فرقوں میں بٹ کر رہ گئی اور ہر فرقہ کے درمیان نفرت اور تعصب کی ایسی چلیج پائی ہو گئی کہ وہ آپس میں مل بیٹھنے کے قابل ہی نہ رہے۔ یہودی اور عیسائی ایسے گروہوں میں بٹ گئے تھے کہ ہر ایک گروہ اپنے سوا سب کو گمراہ مٹا دینا قابلِ گروہی خیال کرتا، اللہ تعالیٰ اپنے مہرب عملی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمت کو اس قسم کی تفرقہ اندازی سے منج فرما رہا ہے۔ تاؤ لہ ابو ہریرہ وعا کشفہ و ابو العالیہ انہ لاهل القبلة من اهل الاھواء والبدع (قرطبی)

﴿۲۸﴾ یعنی ان کفار و مشرکین کا یہ حال ہے کہ جب رنج و غم کے باطن گھر کر آجاتے ہیں۔ جب قسطِ سالی کا دورہ وہ ہوتا ہے تو سارے ممبروں سے ان کی آس ٹوٹ جاتی ہے۔ اس وقت ہر طرف سے مزہموزہ کر بارگاہِ ربِ عزت میں فریاد کرنے لگتے ہیں لیکن جب وہ کہیم و رحیم پروردگار ان کی حالتِ ناز پر نگاہِ رحم فرماتا ہے اور ان کی شکلِ آسان ہو جاتی ہے تو پھر اپنے باطنِ خلد کو خلدِ نکریم کا شریک بنانے لگتے ہیں اور ان کی پوجا پائوں میں شمولی ہو جاتی ہیں۔ اے بشر کون بہ فی العبادۃ

﴿۲۹﴾ یہاں لام امر کا ہے اور تعدید اور محکم کا معنی دیتا ہے کہ جیکو وہ کفر کی روش اختیار کر لیں اور چند روزہ زندگی میں خوب کلف اٹھانے میں مغرب انہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔ اس وقت وہ چھٹیں گے چلا نہیں گئے لیکن یہ سوز۔ ہم لام امر فیہ معنی التہدید (قرطبی وغیرہ) بعض

انزلنا علیہم سلطاناً فهو یتکلم بہا کأنوا بہ یشرکون ﴿۱﴾ وإذآ

تیس (اس کا انعام) معلوم ہو جائے گا کیا ہم نے تماری ہے ان پر کوئی دلیل۔ پس وہ گواہی دیتی ہے اس شرک کی سچائی، کی جو وہ کرتے ہیں لگتا اور

اذقنا الناس رحمۃ فرحوا بہا وإن تصبہم سبیۃ بما قدمت

جب ہم پکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت (کا مزہ) تو وہ اس پر پھولے نہیں مانتے اور اگر پینہیتی ہے انہیں کوئی تکلیف بوجہ ان کو توڑوں کے

ایدیہم اذآ ہم یقنطون ﴿۲﴾ اوکم یروا ان اللہ یسط الرزق

جو آگے پیچھے ہیں ان کے ہاتھوں نے تو وہ یا اس ہو جاتے ہیں کہ کیا انہوں نے (بارہا) مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کثادہ کو دیتا ہے رزق

ملائے اس لام کو لام عاقبت قرار دیا ہے۔ ادم فیہ للعاقبة قیل ہم لام کی (قرطبی نظری) فتمتوا فانکب مینہ میزجی بن تکلیف اور خطا کی جی ڈوسری صورت میں اس میں غائب سے مخاطب کی طرف التفات ہوگا۔ فیہ التفات من الغیبة الم الخطاب۔

شتمہ سابقہ آیت میں خطاب کا صیغہ تھا اب پھر نائب کی طرف التفات ہو رہا ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ انہیں شرف مخاطب سے نازا جائے۔ اسی ایذاً بلا عراض عنہم سلطان سے مراد اگر رسول یا فرشتہ ہو تو یہ تکلم سے مراد کلام کرنا گنہگار بنا ہوگا۔ اگر سلطان سے مراد دلیل و محبت ہو تو پھر اس کا معنی دلالت کرنا ہوگا۔ لفظاً اور دلائل باہمی کفر و شرک پر ان کے اس طرح بچے رہنے سے بکریوں کا ہر جوتا ہے کہ انہیں کسی فرشتہ یا کسی پیغمبر نے آکر کہا کہ کفر و شرک کی راہ ہی سیدھی راہ ہے اسے مت چھوڑنے یا انہیں کوئی ایسی حکم و دلیل مل گئی ہے کہ جس کے باعث اس باطل کی صداقت کا یقین ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا ہے لیکن مذکورہ نبی اور فرشتہ کوئی فرشتہ ایسی بات کہہ سکتا ہے اور نہ سراسر اس باطل پر انہیں کوئی دلیل مل سکتی ہے، ان کا اس باطل سے چھارہتا بعض ان کی نادانی، ان کو پہنچ اور ہٹ دھرمی کے باعث ہے۔

شتمہ مومن کو جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نازاتا ہے تو وہ اپنے منہم حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کرتا ہے اور جب اسے تکلیف یا گنہگار ہوتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کا مالک اور کارساز اس کی تکالیف کو دور کر دے گا لیکن جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن نہیں ہوتی، ان کا تو عمل دو دن صورتوں میں باطل مختلف ہوتا ہے۔ خوشی کے لمحوں میں وہ پھولے نہیں مانتے۔ اپنی کامیابی کے نشہ سے وہ بولیں دست ہر جا کرتے ہیں کہ ان میں نیک و بد کی تیز بھی باقی نہیں رہتی اور اگر انہیں ان کی کارستانیوں کی پاداش میں غم و اندوہ میں مبتلا کر دیا جائے تو ایسے دنیاوی سید ہو کر بیٹھے جتنی

کعبہ السوہ ان عالفہ ریح انسان وان جاع منق

یعنی یہ فصلت گدے کی طرح اگر تو گاس سے اس کا شکم بڑ کر دے تو لوگوں کو دو قیام ملنے لگتا ہے اور اگر شکم کا ہو تو بیگانہ شروع کر دیتا ہے۔ دل شمشلی اور افسردہ خاطر کی حالت پر دو نتیجے نکلتے ہیں۔ یا تو کام کرنے کی صلاحیت اور جو معلوم توڑ دیتا ہے اور زندگی کی ہنگامہ خیزوں سے الگ ہو کر گناہی کے اندھیروں میں کھو جاتا ہے اور یا غلط کاریوں اور بددیانتیوں کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور یہ دونوں صورتیں اس کے لیے تباہ کن ہیں

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۰﴾ فَات

کون جس کے لیے چاہتا ہے اور ننگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے ابلاغ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں

ذَالْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَسِيرِ وَالْبُنِّ السَّبِيلِ ذَالِكِ خَيْرٌ لِّذِينَ

ہیں درشتہ دار کو اس کا حق نیز مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو

یعنی اس آیت کا آخری بند بڑا معنی خیز ہے کسی کے لیے رزق کا کشادہ ہونا اور کسی کے لیے اس کا تنگ ہونا۔ اس کا مشاہدہ ہم روز گنتے رہتے ہیں ہر شخص پر بھی مختلف قسم کے حالات وارد ہوتے رہتے ہیں کبھی نڈپے پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے اور کبھی جیب میں دھڑی بھگ بھی نہیں ہوتی اہل ایمان کے حالات کے اس رد و بدل میں محنت الہی کے صد ہا جلوسے نظر آتے ہیں۔

یہاں خطاب حضور فرما کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر ہے اور حضور کی وساطت سے ساری امت کو یہ حکم دیا جا رہا ہے۔

سابقہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ رزق کی تنگی اور فراخی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی حکمت سے اس کی مناسب تقسیم فرماتا ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی ہدایت کی جا رہی ہے جنہیں کشادہ رزق دیا گیا ہے کہ تم دولت کو جمع کرنے کے لالچ میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ سانپ بن کر اس پر چڑھ نہ رہو۔ اس کو پیش و عشرت میں ٹٹانا شروع نہ کرو۔ بلکہ خدا کی دی ہوئی دولت کو اس کی رضا ہونی کے لیے خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تمیں تو عیش و آرام کے سارے وسائل میسر ہوں اور تمہارے دوسرے بھائی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہوں۔ اللہ کریم نے جو رزق تمیں عطا فرمایا ہے اس میں صرف تمہارا حق نہیں، بلکہ اس میں تمہارے ناواررشتہ داروں کا بھی حق ہے وہ مسافرین کے پاس رسد رہا نہیں اور وہ غریب و غصص لوگ جو ضروریات زندگی کے لیے ترس رہے ہیں ان کا بھی تمہارے دل میں حق ہے۔ ایسے ہی مستحقین کو خدا کے دیئے ہوئے رزق سے بڑی فراخ دلی اور کشادہ روئی سے ان کا حق ادا کرو۔

آیت میں "حَقَّهُ" کا لفظ بڑا غور طلب ہے یعنی اپنے غریب رشتہ داروں اور مسافروں اور دوسرے محتاج انسانوں کو جو کچھ تمہارے لیے ہے وہ کوئی انعام نہیں کہو کہ تم ان پر احسان جتنا کرتے پھر اور ان کو ہر محفل میں رسوا کرتے رہو۔ بلکہ یہ ان کا حق ہے جو تمہارے ذمہ واجب الادا ہے اور جنہیں ضرور ادا کرنا چاہیے۔ وہ تم سے پیچھے نہیں مانگ رہے بلکہ اپنا حق لے رہے ہیں۔ علامہ آؤسی فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر غریب اور غصص رشتہ دار کی ضروریات کی بہم رسانی اس کے متحمل رشتہ دار پر فرض ہے۔ جسکی ان با حنیفہ استدلال بالآیت علی وجوب النفقة مکمل ذی رحم محرم ذکر احکامات اوائلی اذا کان فقیرا و عاجزا عن الکسب (ردوع المعانی)

نیز یہاں مال زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ ان لوگوں کا زکوٰۃ کے علاوہ بھی متحمل لوگوں کے اموال میں حق ہے۔ عفا قرطبی فرماتے ہیں بل انقریب حق لازم فی التبرع علی کل حال وهو الصیح قال مجاہد وقتادہ صلۃ الرحم فرض من اللہ تعالیٰ حتی قال مجاہد لا تقبل الصدقة علی احد یعنی قریبی رشتہ دار سے ہر حالت میں قبول کرنا ایسا حق ہے جس کا ادا کرنا لازم ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ مجاہد اور

يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَا آتَيْتُمْ

رضائے الہی کے طلبگار ہیں اور وہی لوگ دوڑوں جہازوں میں کامیاب ہوں گے۔ ۵۷۷ اور جو روپیہ تم دیتے

مِّن رَّبِّالَّذِينَ يُرَبُّوْنَ فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرَبُّوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

ہر بیان پر تاکہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سُن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا ۵۷۸ اور جو

اَتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۵۸﴾

زکوٰۃ تم دیتے ہو رضائے الہی کے طلبگار ہیں کہ پس یہی لوگ ہیں (جو اپنے مالوں کو) کمئی گئی کر دیتے ہیں۔

اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تمہیں رزق دیا پھر (مقرر وقت پر) تمہیں مائے گام پھرتیں زندہ کرے گا لگتا کیا

تفاوت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فصل ریحی کو فرض کیا ہے مجاہد نے تمہیں ایک فرمایا کہ اس آدمی کا صدقہ قبول نہیں ہوتا جس کا کوئی شے دار متاع ہو۔ ۵۷۸ دوسری قوموں میں دو تہہ لوگ بھی ہوتے ہیں اور وہ غریب بھی کرتے ہیں سلطان انصیا کو جو چیز ان لوگوں سے نمانا ذکر کرتی ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے کہ ان کا فریض کرنا فقط اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

یعنی اس آیت کے دو مضموم بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ رہا ہے مراد وہاں اس کا مشورہ منیٰ شہدے اور عورت شہد کا حکم جو بڑی وصفا سے مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوا اس آیت میں اس حکم کی طرف بجا قدم ہے۔ قرآن کریم کا یہ دستور ہے کہ وہ بڑائی جس کی جڑیں اس مائتہ میں بڑی گہری ہیں یعنی ہوں۔ اس کی عورت کا ایک نعت حکم نہیں دے دیا جاتا بلکہ تدریجی احکام سے پہلے ایسی نصائتیاں رکھ جاتی ہے کہ لوگوں کی دلچسپی اس سے ختم ہو جائے اور اس سے نفرت کے جذبات پیدا ہو جائیں پھر اس کی عورت کا نفس حکم صادر فرمایا جاتا ہے جس طرح شراب و فہو کے احکام میں آپ ملاحظہ فرمائیے کہ جب یہ سہو دے گئے جاہلی مائتہ میں فریض تھا اور لوگ اپنی کبی اور کاروباری ضروریات کے لیے سہو دی فرض کد کے لئے بے پروا ہوا کرتے تھے اس آیت میں سہو دے گئے مطلق اس تصور کا اعلان کیا کہ اس مال بڑھتا ہے اور دولت میں زیادتی ہوتی ہے بنیاداً کہ سہو دی کاروبار سے مال و دولت میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیتا ہے بلکہ جو لوگ محض رضائے الہی کے لیے صدقہ خیرات کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہی اپنی برکتوں سے مالا مال فرما دیتا ہے۔

اس آیت کا دوسرا مضموم یہ بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ تحفے اس لیے دیتے ہیں کہ تحفہ لینے والا اس سے کمی لگن زیادہ اس کے بدلے میں انہیں تحفہ دے۔ اگرچہ ایسا کرنا عوام نہیں لیکن مسموم ضرور ہے۔ فرمایا کہ ایسے تحفے عینے سے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ ۵۷۸ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی عنایات بے پایاں کے ذخیرے سے شکر کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ وَسُبْحٰنَ وَّتَعٰلٰی

تبارے (پھیلنے بڑے) شریکوں میں بھی کوئی ہے جو کر سکتا ہر ان کاموں میں سے کوئی۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ (بہر

عَمَّا يَشْرُكُونَ ﴿۱۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي

عیب سے، اور بند ہے ان جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ پھیل گیا ہے فساد بڑا اور بحر میں بوجہ ان کرتوتوں کے جو لوگوں سے

۱۰ دنیا میں امن و سکون ترتیب ہی برقرار رکھتا ہے کہ ہر شخص اپنا فرض پوری دیا ننداری سے ادا کرے۔ ہر شخص کے حقوق محفوظ رہیں اور ان سے بہرہ اندوز ہونے کی پوری آزادی ہو جب لوگ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور بددیانتی سے کام لینے لگتے ہیں یا حیب کی جگہ حقوق غصب کر لیتے ہاتھ ہیں تو پھر جو بڑی تندر و فساد کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں۔

ہر شخص کے فرائض کیا ہیں جو اسے ادا کرنا چاہئیں ہر شخص کے حقوق کیا ہیں جو اسے ہر قیمت پر ملنے چاہئیں، ان کا تعین دین اسلام نے کیا ہے جو دین فطرت ہے اور جو اس فائق و مالک کادین ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کے فطری تقاضوں کو پورا کیا اور ان کی تسکین کے سامان پوری نیامنی سے دنیا فرمادینے جہاں بھی کسی قوم نے اس نظام حیات کو اپنایا اسی قدر ان کی زندگیاں اور ان کا ماحول خوشی اور مسرت سے بھرا ہوا۔ اور جہاں بھی کسی قوم نے اس نظام سے روگردانی کی وہاں اسی انداز سے امن و سکون رخصت ہوا۔ بے چینی اور اضطراب کے اندھیرے پھیلنے لگے عقائد کی قوت مسلم ہے عملی زندگی میں ان پر مرتب ہونے والے نیک و بد اثرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جب عقائد صحیح ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات عالیہ پر ایمان پختہ ہوتا ہے وہاں قلب و دماغ کی دنیا میں بہار تو آتی جاتی ہے۔ عملی دنیا میں بھی دیا ننداری نکلاں حق گوئی، جرات، بے نیازی اور استغناء کے پھول دیکھنے لگتے ہیں اور جہاں بندے کا تعلق اپنے رب کریم سے ٹوٹ جاتا ہے۔ جہاں کفر و شرک کی معذرت پھیل جاتی ہے تو وہاں انسان کی عملی زندگی بھی بدکاریوں، جرائم ایملوں کی آماجگاہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر وہ طاقتور ہے تو شریعت مہارین کو لوگوں کے حقوق یا مال کرنے لگتا ہے۔ اگر وہ کمزور ہے تو گھر سے بھونے سونگے پتے کی طرح بھجولے کھاتا ہے اسے کہیں قرار نہیں ملتا۔ وہ خیر و برکت حرکات کے ارتکاب سے بھی نہیں شرماتا۔

جس معاشرہ میں انسان کی جان، اعتراف و ناموس اور مال محفوظ نہ ہو کیا وہاں امن و سکون قیام کر سکتا ہے۔ آپ محمد جاہلیت کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالیں ہر ملک میں آپ کو اس آیت کی عملی تفسیر دکھانی دینے لگے گی اور اگر آپ عصر حاضر کے حالات کا جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ انسان کو خدا فراموشی تو ایس فطرت سے سرتابی اور اسلام کے پیش کیے ہوئے نظام حیات سے روگردانی کی سزا کس طرح مل رہی ہے۔۔۔ خشکی پر کہیں امن ہے نہ سمندر کی بیخوں و مستوں میں کوئی گوشہ عافیت نظر آتا ہے۔ زمین پر جگہ جگہ میزائل کے اڈے قائم ہیں جہاں سے ایک براعظم سے دوسرے براعظم پر ایٹم بم برسا کر جیڑ کو خاک سیاہ بنایا جاسکتا ہے۔ سمندر کی سطح جگہ سمندروں کو جاتے ہوئے جہازیں تبدیل کر سکتی ہے۔ کڑا ہوائی یا بڑی بلندیوں پر ایٹم بم کا ہوائی بیڑہ جو ہزاروں قیادوں پر مشتمل ہے ہر وقت مصروف پرواز رہتا ہے اس میں مسک قسم کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم فٹ کر دینے لگے ہیں، ایک گھنٹہ سے وہ کراہ رستا خیز برپا کر سکتے ہیں بڑی قوتیں مسک سے مسک اٹھانے کی فوٹریں ایک دوسرے سے سبقت

التَّاسِ لِيَذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عِبَلُوا عَلَيْهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۱﴾ قُلْ

نے کیے ہیں۔ تاکہ اللہ تمہارے پچھانے انہیں کچھ سزا ان کے (پورے) اعمال کی شاید وہ باز آجائیں اللہ (اسے بخیر)

سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ

آپ (انہیں) فرمائیے سیر و سیاحت کرو زمین میں اور دیکھو کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۱۲﴾ فَأَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ

ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ پس کرو اپنا رخ اس دین قییم کی طرف اللہ اس سے

قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدِّقُونَ ﴿۱۳﴾

پہلے کہ آہائے وہ دن اللہ تمہارے کی طرف سے جسے تمنا نہیں اس روز یہ لوگ جدا جدا ہو جائیں گے اللہ

لے جانے کے لیے مکی ثروت کو پانی کی طرح بہا رہی ہیں۔ نمانگی زندگی بھی ہماری بد اعمالیوں سے جنم لینے والے فساد سے محفوظ نہیں۔ میاں بہری کے درمیان اتمام و نمانگی زندگی کی صورتوں کے لیے شرط اول ہے سبزی سے منقود ہوتا چلا مارا ہے۔ ماں باپ اپنی عیش کوشی کے باعث اولاد کی مسمیٰ تربیت سے قاصر ہیں غیر تربیت یافتہ اولاد بڑی ہو کر اپنے والدین کا ادب ملحوظ نہیں رکھتی بلکہ انہیں ایک ناقابل برداشت بوجھ خیال کرتی ہوتی ہے۔ بڑوں کے دلوں میں چھوڑوں کے لیے رعب اور شفقت نہیں رہی۔ چھوڑوں کی آنکھیں شرم و حیا کے نور سے محروم ہو گئی ہیں اور اپنے سے بڑوں کی چڑھی اچھا لاشیشن بن گیا ہے۔ جب ہمارے گرد و پیش اس قسم کے حالات ہوں تو پھر اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔

تکے یعنی اپنے ہمین حیات کو جن غار و درجہ بڑوں سے لوگوں نے عبور کیا ہے اس کے کانٹوں کی چھین تو وہ بھی محسوس کریں۔ اپنے گناہوں اور بد کرداریوں کی سزا وہ بھی تو چکیں۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ شاید وہ لوگ اپنے اعمال بد کی تباہ کاریوں سے عبرت حاصل کریں اور موت سے قبل اپنی اصلاح کر لیں۔

تکے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کے درمیان تم نے اوجڑے ہوئے اعمار و دیار دیکھے ہوں گے جن کے دیران اور زمانہ گذشتہات یہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہاں بسنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ فسق و فجور میں مبتلا رہے اور ظلم و ستم کی حد کردی تو مکانات عمل کے لیے لاگ تاؤن نے انہیں تس نس کر کے رکھ دیا جس طرح پہلے لوگ تمہارے لیے عبرت کا باعث بنے، تم آئندہ آنے والے نسلوں کو بھی باعث عبرت بنو بلکہ دین قییم کو مضبوطی سے پکڑو اور اس دن سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کرو جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ علامہ راعب اصفہانی نے الدین القییم کی یہ تشریح کی ہے۔ ای ثابتاً مقرولاً مورعاً مشہوراً و معاد ہر یعنی وہ دین جو ان کی دوسری معیشت کی ترقی اور اخروی نفع کا نشانہ ہے۔ اللہ اس دن کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ اس روز اولاد آدم کی تقسیم عربی، گجلی، رومی، حبشی، امیر و فقیر شاہ و گدا کی بنیادوں پر نہیں ہوگی،

فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا

اس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر ادا کرو گے اور بیکہ ہم نے بھیجے آپ سے پہلے پیغمبر

إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاَنْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرُوهُمْ

انہی قوموں کی طرف۔ پس وہ لے کر آئے ان کے پاس روشن دلیلیں۔ پس ہم نے بدلہ لیا ان سے جنہوں نے ہرم کیے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۹﴾ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ

اور جس سے ذمہ فرم پر ہے اہل ایمان کی امداد فرمانا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو

فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيُبْسِطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُ كِسْفًا

پس وہ اٹھاتی ہیں بادل کو پس اللہ تعالیٰ پھیلا دیتا ہے اسے آسمان پر جس طرح چاہتا ہے اور کر دیتا ہے اسے

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ

تو دیکھے گا پھر تو دیکھتا ہے بارش کو کہ پھینکے گئی ہے اس میں سے پھر مہیب پہنچاتا ہے اسے جس کو چاہتا ہے

(دعاہ اشقان)

ترجمہ : راہ راست اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا قُرب چاہو اور خوش رہو۔ کیونکہ کسی کو اس کا مل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کا مل بھی۔ فرمایا: ہاں میرا مل بھی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے دامن مغفرت و رحمت میں ڈھانپ لے۔ اللہ اب پھر اپنی قدرتِ قاہرہ کے دلائلِ ساحلہ کا بیان ہو رہا ہے۔

اللہ یہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی عزت افزائی فرمائی ہے یعنی انہوں نے میری طاعت و بندگی کو اپنا شیوہ بنایا ہے تو میں نے بھی ان کی اعانت فرماتا اور ہر میدان میں ان کی فتح و اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یقول ما من مسلم یدب عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ تعالیٰ ان یرد عنہ نار جہنم لیردہ العقیامۃ شریکلا وکان حقا علینا نصر المؤمنین۔

ترجمہ : یعنی میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی ناموسی کو بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہر جاتا ہے کہ وہ اسے آتش جہنم سے بچائے پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی۔

مِنْ عِبَادَةٍ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۵۸﴾ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ

اپنے بندوں سے اس وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں ۵۸ اگرچہ وہ بندے اس سے پہلے کہ ان

أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهِ لِبُلْسِينٍ ﴿۵۹﴾ فَانظُرْ إِلَىٰ آثَرِ رَحْمَتِ

پر بارش ہوتی مایوس ہو چکے تھے ۔ پس اچھٹم ہوش سے دیکھو رحمت

اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ

الہی کی علامتوں کی طرف انہیں پتہ چلے گا، کر وہ کیسے زندہ کرنا ہے زمین کو اسکے مردہ ہونے کے بعد۔ جیسا کہ وہی خدا مردوں کو زندہ

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۶۰﴾ وَلَٰكِنْ أَرْسَلْنَا رِجَالًا مُّصَفِّرًا

کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ۔ اور اگر ہم بھیج دیتے ایسی ہوا جس کے اثر سے وہ دیکھتے اپنے سر پہ

لَتَظْلَمُوا مِنْ بَعْدِهَا يَكْفُرُونَ ﴿۶۱﴾ فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ

کیتوں کو کہ وہ زندہ ہونگے ہیں تو اسکے باوجود وہ کفر پر اڑے رہتے ۶۱ پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ۶۱ اور نہ آپ ہڈوں کو

۶۱ ایسی ہوا بھیجتا ہے جو باروں کو اٹھا کر لاتی ہے اور سارا آسمان اس سے ڈھک جاتا ہے۔ نیز سہا بخور کو نشو و - عینقا، یہ کہنے کی
جین ہے۔ اس کا معنی جلا ہے۔ المودق، بارش۔

۶۲ ایسی ہوا میں بھی ہیں کہ جب چلتی ہیں تو سر پہ زو شاداب کھیت نرد ہو کر خشک ہونے لگتے ہیں۔

۶۳ اس آیت میں الموتی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مر چکے ہیں۔ کفر و شرک پر ہم اصرار کے باعث ان کی عقل و فہم کے چراغ بجھ گئے ہیں۔

اور کسی بات میں سنجیدگی اور سائنس سے غور و فکر کی صلاحیت دم توڑ چکی ہے۔ علامہ مغازن الموتی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی موتی

القلوب وہم الکفار (انہی) علامہ مغزوی فرماتے ہیں یعنی اکفار (مسلم السنن) انہی) علامہ قرطبی نے فرمایا موتی القلوب (جس کا دل مردہ ہے)

اور الفہم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے کان بھرے ہو چکے ہیں جنہوں نے اپنے گوش ہوش میں تھنپ کی انگلیاں ٹٹوس دی ہیں

لکھا نہیں جن کی صدا سنانا نہ دے۔

آیت کا مقصد یہ ہے کہ تو عید پر مسکت دلائل ان کے سامنے پیش کیے گئے۔ انہیں بار بار دل نشین انداز سے دعوت حق دی گئی، اس کے

باوجود یہ کفر پر اڑے ہوئے ہیں ان کے اس طرز عمل سے اسے محبوب! آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں ان کے دل مر چکے ہیں ان کے کانوں سے

حق سننے کی طاقت سلب ہو گئی ہے۔ آپ نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کی۔ اگر یہ کفر اور گمراہی کے اندھیروں سے باہر

نہیں نکلنا چاہتے قرآن کی قسمت۔

آج کل یہ بحث بڑے زوروں پر ہے کہ میت کوئی آواز سن سکتی ہے یا نہیں۔ سماع موتی کے مشرین استدلال کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے مجھے بڑے اختصار کے ساتھ آیات قرآنیہ، احادیث طیبہ اور علمائے ربانیین کے قول سے جو کچھ سمجھا ہوں وہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کج روی سے بچائے اور راست روی کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اس کی توفیق اور دستگیری کے بغیر علم عقل اور سعی سب بے حاصل ہیں۔

یہ مسئلہ حدیث قدیم سے تنازعہ فیہ ہے اس کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بڑے سے بڑے فضلاء نے اس مسئلے کو سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن جس شرح و بسط سے علامہ ابن قیم نے اس پر قلم اٹھایا ہے اور اس مسئلہ کے مختلف گوشوں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اسے مطالعہ کرنا تک یہ انہیں کا حصہ ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ موت کیا چیز ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟ علامہ مذکورہ لکھتے ہیں کہ موت مدہم بعض اور فنا مطلق کا نام نہیں کہ انسان ترسے تو بالکل نیست و نابود ہو کر رہ جائے بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔ ان الموت لیس بعد مدہم بعض وانما هو انتقال من حال الی حال (کتاب الروح ص ۴۳)

اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے کہ احياء عند ربهم يرزقون۔ فرحین مستبشرین یعنی وہ مجاہدین جو کفار قتل کر دیتے ہیں تو پھر بھی وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے بڑے خوش اور مسرور رہتے ہیں جب ظاہری طور پر موت طاری ہونے کے باوجود شہداء کا یہ حال ہے تو صدیقین اور انبیاء جن کا رتبہ شہداء سے بدرجہا اعلیٰ اور ارفع ہے ان کی کیا کیفیت تھی؟ علامہ ابن قیم نے یہاں حیات انبیاء پر متعدد دلائل بیان کیے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

- ۱۔ شب معراج بیت المقدس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات انبیاء کرام کے ساتھ ہوئی۔
- ۲۔ اسی سفر معراج میں مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء سے ملاقات ہوئی۔
- ۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو بار بار ملاقات اور نمازوں کی تہنود و نچاس سے گشا کر پانچ کروانے کا واقعہ ہر خاص و عام کے علم میں ہے۔ ان دلائل کے ذکر کرنے کے بعد ابن قیم لکھتے ہیں یحصل من جملہ القاطع بان موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیبوا احثا بحیث لا یندھکھروان حکانوا موجودین احياء (کتاب الروح ص ۴۳) کہ مذکورہ دلائل سے اور ان کے علاوہ دوسرے دلائل سے جن سے یہ اتر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ انہیں کرام کی موت کا لفظ یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں ہم ان کو نہیں پاتے مگر وہ زندہ موجود ہیں۔

موت کا مفہوم ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آپ یہ سمجھنے کی کوشش فرمائیں کہ موت کے بعد رُوح اور جسم کا باہمی تعلق کیسے باقی رہتا ہے اس کے بارے میں علامہ مذکورہ فرماتے ہیں کہ جسم کے ساتھ رُوح کے تعلق کی پانچ حالتیں ہیں۔ ہر حالت پر مختلف احکام مرتب ہوئے ہیں۔

(۱) شکم مادر میں جب جسم میں رُوح پھونکی جاتی ہے۔ (۲) سب انسان اس جہان میں قدم رکھتا ہے۔ (۳) حالت خواب میں۔ (۴) ہم برزخ میں اگرچہ رُوح جسم سے جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ بعد ازیں کھینٹا نہیں ہوتی بلکہ رُوح کا تعلق جسم کے ساتھ کسی نہ کسی طرح باقی رہتا ہے تعلق تھا

به فی البرزخ فائها وان فارقته وتجزدت عنه فائها لم تقارقه فرائذاً كلياً. بحيث لا يبقى لها التناث اليه البتة اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ اپنے نازک کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کا اسے علم ہوتا ہے۔ (تفصیل بیان آگے آ رہا ہے)

(۵) قبروں سے جی اٹھنے کے بعد رُوح کا تعلق جسم سے۔ اس تعلق کے متعلق ملائکہ کہتے ہیں: فہو اکل انواع التعلق اذ هو تعلق لا يقبل البدن معه موتاً ولا قوماً ولا فساداً یعنی رُوح کا جسم کے ساتھ یہ تعلق تمام تعلقات سے اکل ہے کیونکہ اس کے بعد جسم کو موت آتی ہے ذہیند آتی ہے اور اس کے عناصر میں فنا و رونا ہوتا ہے۔

موت کے بعد حشر تک رُوح کا مقرر اور مقام کمال ہے؟ اس کے متعلق ملائکہ نے تقریباً سولہ قول لکھے: جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ موت کے بعد رُوح بھی دم مض ہوتی ہے جسم کی دوسری صفات طم، قوت و دفعہ کی طرح (حیاء، بھی اس کی ایک صفت ہے جسم کے فنا ہونے سے جس طرح دوسری صفات فنا ہوتی ہیں اسی طرح رُوح بھی فنا ہوتی ہے لیکن یہ قول سراسر باطل ہے۔ کتاب رُسُوت اور اجماع صحابہ کے علاوہ دلائل عقیدہ بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ یا يتعنا النفس المطننة ارجحى الى ربك راضية مرضية فادخل في عبادى وادخل جنتي (اے الہینان والی ہان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ) یہاں خطاب رُوح مطننہ کو ہو رہا ہے اور اس وقت ہو رہا ہے جب وہ جسم سے الگ ہوتی ہے اگر رُوح کا اپنا مستقل وجود نہ ہوتا تو پھر اس سے خطاب کیسے کیا جاتا۔ اما دیرت کثیرہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ رُوح کا اپنا مستقل وجود ہے۔ وهو قول لعرقل به احد من سلف الامة ولا من الصحابة والتابعين ولا ائمة الاسلام (ابن قیم) یعنی یہ ایسا قول ہے جسے سلف صالحین میں سے کسی نے تسلیم کیا ہے نہ صحابہ، تابعین اور ائمہ اسلام کا یہ خیال ہے۔

۲۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بارے میں یہ قول ہے کہ مومنین کی ارواح برزخ میں ہیں اور جہر جاہلیتی میں جاتی ہیں۔ ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حيث شاءت فهذا امری عن سلمان الفارسی و البرزخ هو الحاجز بین الشیخین۔ وكان سلمان اراد بها فی ارض بین الدنيا والاخرة مرسله هناك تذهب حيث شاءت۔

برزخ کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں اصلہ الحاجز بین الشیخین دو چیزوں کے درمیان جو چیز جائے ہوا اس کو برزخ کہا جاتا ہے۔ یہاں برزخ سے مراد دنیا اور آخرت کا درمیانی جہان ہے۔

- فالبرزخ هبنا ما بین الدنيا والاخرة۔

تیسرا قول: مومنین کی رُوحیں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب ہیں اور کفار کی رُوحیں آپ کی بائیں جانب۔

چوتھا قول: ابو محمد بن ابی نزم کا قول یہ ہے کہ اجسام کے پیدا کرنے سے پہلے رُوح جہاں تھی موت کے بعد ٹوٹ کر پھرواں ہی پھرتی ہے۔ ان مستقرها حيث كانت قبل خلق اجسادها۔

پانچواں قول: بعض نے یہ کہا کہ مومنین کی رُوحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ ان لوگوں نے مزید کہنے کی جرأت نہیں کی اور بتنا کہ قرآن میں ہے ادب اور احرام کے تقاضے کے پیش نظر اتنا کہنے پر ہی توقف کرتے ہیں۔ ارواح المومنین عند الله ولعہ یزد علی ذلک فانه تأذب مع لفظ القرآن حيث يقول الله عزوجل بل احياء عند ربهم يرزقون۔

چھٹا قول : بعض کی رائے یہ ہے کہ ارواح اپنی مزارات کے اوپر ہوتی ہیں۔ الارواح علی افضیة قبورها۔

ساتواں قول : اہل ایمان کی رُوحیں اگر کوئی گناہ کبیرہ یا قرض رکاوٹ نہ بنے تو وہ جنت میں ہوتی ہیں لیکن اپنے جسم خاک پران کی توہ اس طرح ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے مزارات پر حاضر ہو تو وہ اسے دیکھتے ہیں اور اگر کوئی سلام کے تو اس کا جواب دیتے ہیں۔ اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لیے کہ رُوح اگر جنت میں یا اعلیٰ علیین میں ہو تو اپنی قبر پر آنے والے کو اتنی دُور سے کس طرح پہنچاتی ہے اور کس طرح اس کا سلام پہنچتی ہے اور کبیرہ کو اس کا جواب دیتی ہے۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔ لا یضیق عن کون الروح فی الملاء الاعلیٰ تسرع فی الجنة حیث شاءت وتسمع سلامہا المسلم علیہا عند قبورها وتدنو حتی ترذ علیہ السلام وللروح شأن آخر غیر شأن البدن (مکمل شرح ص ۳۱۱) یعنی تو اس پر پیکر تسلیم کرنے سے تنگ دل نہ ہو کہ رُوح جب ملا اعلیٰ میں ہے اور جنت میں سیر و سیاحت میں مصروف ہے تو وہ کس طرح اپنی قبر پر آنے والے کا سلام سنتی ہے پھر کس طرح نزدیک ہو کر اس سلام کرنے والے کو جواب دیتی ہے۔ کیونکہ رُوح کی شان اور ہبہ اور جسم کی شان اور۔ علامہ نے بڑی شرح و بسط سے اس چیز کو ثابت کیا ہے کہ رُوح کے لیے یہ بُعد مکانی اور یہ مسافت کی دُوریاں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ وہ ایک لمحہ میں ملا اعلیٰ سے زمین پر اور زمین سے اعلیٰ علیین پر آ جا سکتی ہے۔ وہ لوگ سمعت و سحر میں ہیں جو رُوح کو جسم کی طرح ان مسافتوں کے طے کرنے سے قاصر سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شبہ سراج موسیٰ علیہ السلام کے مزار کے پاس سے گزرے تو انہیں اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا اور جب حضور کا موکب ہالیوں افلاک کی بلے پایاں رفتوں کو سمندرِ جنت سے رو نہا تو چمٹے آسمان تک پہنچا تو وہاں پھر موسیٰ علیہ السلام کو اپنا منظر پایا۔ جبریل امین ایک لمحہ پہلے آسمان کی بلندیوں پر پرکشا نظر آتے تو دُور سے لے کر بارگاہ رسالت میں دست بستہ بیٹھے ہوئے حاضر و مکمل دیتے لیکن ان امور کو برآمدی تسلیم نہیں کرتا صرف انہیں سید رُوحوں کو یہ استدلال بخشی ہا تھا ہے جو ان حقائق کو سمجھتے بھی ہیں تسلیم بھی کرتے ہیں اور ان پر یقین بھی رکھتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ نے ایک مستقل فصل تحریر کی ہے جس میں انہوں نے اس حقیقت سے پروردہ اٹھایا ہے کہ ساری رُوحوں کی حالت یکساں نہیں ہوتی بلکہ قوت اور ضعف، کبر اور صغر کے اعتبار سے ہر ایک کا رتبہ الگ الگ ہوتا ہے۔ عظیم اور کبیرہ رُوحوں کا مقام اتنا بلند ہوتا ہے جس کو ان سے کم درجہ والی رُوحیں نہیں پاسکتیں۔ رُوحوں کے درمیان یہ تفاوت ہم اس آدھی جہان میں بھی شاہدہ کرتے رہتے ہیں اور جب رُوح جمالی ملاحظہ فرمائی مادی پابندیوں سے رُسنگاری حاصل کر لیتی ہے تو اسے تصرف، قوت، ہمت اور اذنِ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں جو مقام نصیب ہوتا ہے وہ ان رُوحوں کو نصیب نہیں ہوتا جو جسم کے اس قفس میں قید ہیں اور جنہیں مادی دُنیا کی زنجیروں نے بکڑ رکھا ہے۔ عظیم رُوح میں جب قفس عنصری کو توڑ کر آزاد ہوتی ہیں تو ان کی شان اور عظمتی کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ اور ان سے ایسے ایسے کاروائے نمایاں ظہور پذیر ہوتے ہیں جن کا تصور کرنا بھی ہمارے بس کی بات نہیں۔ پھر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ بار بار لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ حضور کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ بھی ہیں اور انہوں نے گفتار و مشورہ کے جزائر لشکروں کو شہادت فاش دی اور ان کو مغلوب و مقهور کر دیا جانا کہ مسلمانوں کی فوج ہر لحاظ سے کمزور تھی۔ علامہ کی عبارت خمر سے پڑھیے۔ آپ کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔

و کفر رُفئ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وسعہ ابو بکر وعمر فی النور قد هزمت ارواحہم عسا کر اکفر و الظفر

فاذا بجیر شہر مغلوبہ مکسورة مع کثرة عدد ہر و عدد ہر وصغف المسلمین وقلتمہم وکتاب الروح ص ۱۲۷

ان کے علاوہ مصنف نے متعدد دوسرے قول ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض سراسر باطل ہیں اور بعض کی کچھ تاویل کی جاسکتی ہے۔ آخر میں علامہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ان مستند اقوال میں سے تمہارے نزدیک راجح قول کرنا ہے جس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے تو جواب میں کہا جائے گا کہ ساری رُومیں یکساں نہیں ان میں بڑا تفاوت ہے اور اسی تفاوت کی وجہ سے ان کی منزلیں جدا جدا ہیں اور مختلف معادیت میں رُوموں کے مختلف ٹھکانوں کا جو ذکر ہے ان میں تضاد نہیں بلکہ مختلف ارواح کے مختلف مقامات ذکر کیے گئے ہیں۔ اس بحث کو سمیٹنے سے پہلے علامہ مذکورہ لکھتے ہیں کہ رُودع اور بدن کے احکام اور حالات مختلف ہیں۔ رُودع جنت میں ہونے کے باوجود اپنی قبر سے اور اس میں مدفون اپنے بدن سے اتصال رکھتی ہے اور اوپر جاتے اور نیچے اترنے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے میں اس کی سرعت رفتار کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا اور اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) آزاد رُومیں (۲) مقید رُومیں (۳) علوی رُومیں (۴) سفلی رُومیں۔

وَأَنَّ لَهَا مَآثِرًا غَيْرَ شَأْنِ الْبَدَنِ وَانْهَامَعَ كَوْنُهَا فِي الْجَنَّةِ نَفْخِي فِي السَّمَاءِ وَقَسْلَ بِنَاءِ الْقَبْرِ وَبِالْبَدَنِ فِيهِ وَهِيَ أَسْرَعُ شَيْءٍ حَرَكَةً وَانْتِقَالَ وَصَعِدًا وَهَبُوطًا وَانْهَامَعَ تَنْقَسُ إِلَى مَرَسَلَةٍ وَمَجْبُوسَةٌ وَعَلَوِيَّةٌ وَمَسْطِيَّةٌ وَكَمَا يَرُودُ صَاحِبُهَا إِذَا مَرِثَ مَحْمُودٌ وَهِيَ أَسْرَعُ مِنْ شَيْءٍ يَثْبُتُ هِيَ كَمَا صَاحِبُ مَازِرٍ إِسْمُهُ زَائِرٌ كَرِيمٌ بِمَا تَأْتِيهِ أَوْرَاسُ كِي أَوْرَاسُ كَرِيمَةٍ هِيَ مِنْ شَيْءٍ مَعْدِيهِ شَيْءٌ يَرِثُ كِي مَا تِي هِيَ :

(۱) اخرج الشيخان وغيرهما من طريق قتادة عن انس قال قال النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ان العبد اذا وضع في قبره وقول عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم۔

ترجمہ: امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست دفن کرنے کے بعد واپس آتے ہیں تو وہ انکے جو قریں کی آواز سنتا ہے۔

(۲) اخرج ابن ابی شیبہ والطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی فی حدیث ابن ہریرہ قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم والذی نفسی بیدہ ان الميت اذا وضع في قبره انه يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابوحبان، حاکم اور بیہقی (مجلیہ بلیغ اللہ محمد ثین) نے حضرت ابیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جب میت کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اسے دفن کر کے واپس آتے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے۔

(۳) اخرج ابن ابی دینار فی کتاب القبور عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل يزور قبر اخيه ويجلس عنده الا استأش ورد عليه حتى يقبره۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب مزار کو اس سے بڑی راحت ہوتی ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۴) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ ودع علیہ السلام وعرّفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ ودع علیہ السلام (السلار البیتق)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے جاننے والے کی قبر پر آتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے تو صاحب مزار اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اسے پہچانتا بھی ہے اور اگر کسی ایسے شخص کے مزار پر آتا ہے جس سے جان پہچان نہیں تھی اور اسے سلام کہتا ہے تو قر والا اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۵) بیہیسی الفاظ علامہ ابن عبدالبر نے بروایت ابن عباس حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیے ہیں۔

یہ اماد بیٹ اور ان کے علاوہ متعدد کئی حدیثیں نقل کرنے کے بعد علامہ ابن قیم نے سماع موتی کے مستشرق اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں: والسلف مجموع علی هذا وقد تواترت الآثار عنہم بان المیت یعرف زیارة الھی له ویستبشیر یعنی سلف صالحین کا سماع موتی پر اجماع اور اتفاق ہے۔ ان سے درجہ تواتر تک ایسی روایات مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کی زیارت کے لیے جب کوئی شخص آتا ہے تو میت کو اس کی آمد کا علم بھی ہوتا ہے اور اس سے اُسے بڑا سرور حاصل ہوتا ہے۔

علامہ عثمانی نے فتح الملم شرح صحیح مسلم میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ متعدد اماد بیٹ اور اقوال علماء تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والذی یحصل لنا من مجموع النصوص واللہ اعلم ان سماع الموتی ثابت فی الجملة بالا حدیث الکثیرة الصحیحة۔

یعنی ان متعدد روایات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صحیح اور کثیر التعداد اماد بیٹ سے سماع موتی کا مسئلہ ثابت ہے۔ واللہ اعلم

یہ ثابت کرنے کے بعد کہ میت سنتی ہے علامہ مذکور نے ان آیات کا مفہوم واضح کیا ہے جن سے بظاہر سماع موتی کی نفی سمجھ جاتی ہے۔

وہ مولانا محمد تاق صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ افعال کی دو قسمیں ہیں، ۱) افعال عادیہ یعنی جن کا وقوع عادت کے مطابق اسباب و ملل کے پائے جانے سے ہوتا ہے مثلاً کسی نے کسی پر بندوق سے فائز کیا اور وہ مر گیا ایسے افعال کی نسبت اس بندوق چلانے والے کی طرف کی جاتی ہے۔

(۲) افعال غیر عادیہ: جو ظاہری اسباب و ملل کے پائے جانے کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسے کسی نے ٹکڑوں کی ٹھٹھی پھینکی اور ایک ٹکڑا چرا کر

ٹکست دے دی۔ ایسے افعال کی نسبت اس ظاہری قائل کی طرف نہیں کی جاتی بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے جیسے ما

رعبیت اذ رعیت وکنن اللہ وحنی۔

یہاں بھی میت زیر زمین دفن ہے اس کے اوپر منوں ٹٹی کا انبار لگا ہے۔ وہاں ہوا کا گذر ہے اور نہ روشنی کا۔ آواز کوئی تک پہنچانے

کے لیے ظاہری سبب ہوا ہے جو یہاں قطعاً منقود ہے، اس لیے میت اگر سنتی ہے تو اس کو سنانے والا وہ ناز نہیں کیونکہ ہوا کے قدرتی

باوجود آواز کو سنا دینا کبھی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ چنانچہ ان آیات میں اس بات کی نفی نہیں کی گئی کہ میت نہیں سنتی بلکہ اس کی نفی کی گئی ہے

کہ تم نہیں سنا سکتے۔ ممانت بمسمع من ف القبور۔ لیکن اس سے یہ توہرگز ثابت نہیں کر جاسکتا کہ میت نہیں سنا سکتے اسے نہادہ عالم غیبی نہیں

سنا سکتا۔ اس کی قدرت اسباب اور ملل کی محتاج نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

سید انور شاہ صاحب فیض الباری شرح بخاری میں رقمطراز ہیں:

وله جواب آخر وهو ان المنع فی الآیة هو الا سماع دون السماع (فیض الباری جلد دوم ص ۴۷)

جواب مجبور محمد بن نے ہاں الفاظ دیا ہے :

اما استدلالہا بقولہ تعالیٰ انک لا تسع الموتی فقاومنا ہالا تسعہم سما عا ینفعہم اولا تسعہم الا انت
یشاہد اللہ - یعنی تم ان کو کوئی ایسی بات نہیں سنا سکتے جو انہیں نفع پہنچائے یا تم خود اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر انہیں کچھ نہیں سنا سکتے۔
کتاب حدیث میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے حضرت صدیقہ کا اس مسئلہ سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک
روایت وہ ہے جو ابن اسحاق نے المغازی میں یونس بن یحیر سے بحد جہنم نقل کی ہے جس کے الفاظ معینہ حدیث ابی طلحہ جیسے ہیں۔
ومن الغریب ان فی المغازی لابن اسحاق روایۃ یونس بن یحیر باسناد جید عن عائشۃ مثل حدیث ابی طلحہ و فیہ
حاشیہ باسبع لما قول منہم یعنی جو میں کہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سُن سکتے۔

اس کے علاوہ علامہ ابن عبدالبر نے حضرت صدیقہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

قال یرد ی من حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رحیل
یزور قبر اخیہ فیجلس عنده الا استأس بہ حتی یقوم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مہمان کی قبر کی زیارت کے لیے
جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھا ہے تو صاحب مزار کو اس سے بڑی تسکین اور راحت ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ وہاں سے اٹھ جائے۔
اس روایت سے بھی حضرت صدیقہ کا رجوع ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عثمانی نے مساجد مومنی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ محمود الالوسی صاحب روح المعانی کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔

قال العلامة الالوسی البغدادی والحق ان الموتی یسمعون فی الجمد۔ حتی یہ ہے کہ مژدے یقیناً سنتے ہیں اور اس کی حقیقت
کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ فتح العلم جلد دوم ص ۹-۴۸۸

علامہ ابن کثیر نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو صحیح فرمایا ہے کیونکہ اس کی تائید دیگر شواہد کثیرہ سے ہوتی ہے
والصیح عند العلماء روایۃ عبد اللہ بن عمر لما ہما من الشواہد علی صحبہما من وجوہ کثیرۃ۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۸
حجۃ مقدسہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن ہونے سے پہلے حضرت صدیقہ کا یہ معمول تھا کہ جب زیارت کے لیے حاضر
ہوتیں تو اور زحنی کا زیادہ اہتمام نہ کرتیں۔ فرماتیں یہاں ایک میرے ساتھ ہیں اور دوسرے میرے والد محترم، مجھے پردہ کی ضرورت نہیں
لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وہاں دن ہونے کے بعد جب سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتیں تو بڑے اہتمام سے سرکڑوٹنی
سے ڈھانپ کر حاضر ہوتیں۔

علامہ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

والسلف یسمعون علی ہذا وقد تواترت الآثار عنہم بان المیت یعرف بزیارۃ الحجی لہ ویستبش۔

یعنی سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے اور متواتر روایات سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو
پہچانتی ہے اور اس سے خوش ہوتی ہے۔

الصُّمُّ الدُّعَاءُ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۵۹﴾ وَمَا أَنْتَ بِمُهْدٍ الْعُمَىٰ عَنْ

سنا سکتے ہیں اپنی پکار (خصوصاً) جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں۔ اور نہ آپ ہدایت دے سکتے ہیں اندھوں کو

ضَلَّتْهُمْ ۖ إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۶۰﴾

ان کی گمراہی سے۔ آپ نہیں سنا تے مگر انہیں جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر پس وہ گمراہ نہ بنائے ہوئے ہیں اے

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں (ابتداء میں) کمزور پیدا فرمایا پھر عطا کی (تمہیں) کمزوری کے بعد

ظاہر مذکور کرنے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں کئی دیگر مسائل بھی شرح و بسط سے بیان کیے ہیں۔ جن کا مطالعہ حق کی جستجو کرنے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

۵۹ آیت کریمہ کے اس جملے نے یہ بات واضح کر دی کہ یہاں موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مرچکے ہیں اور الصقر (بہرے) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل کے کان حق بات سننے سے بہرے ہو چکے ہیں اور الغنمی (اندھے) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی آنکھیں کوری ہو چکی ہیں۔ اور صاع سے مراد فقط سنا نہیں بلکہ وہ سنا ہے جو سوز و منداور نفع بخش ہو۔ چنانچہ علماء قرآنی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَي وَصْفَاتِ الصَّحَّاحِ يَا مُحَمَّدُ (صلى الله عليه وسلم) لَكُنْهُمْ لِأَلْفِظِهِمْ تَقْيِيدَ الْأَسْلَافِ فِي الْكُفْرِ مَا نَتَّ عَقْلُوهُمْ وَعَمِيَّتْ بِسَائِرِهِمْ فَلَا يَتَّحِيَانُ لِكَلِمَاتِهِمْ وَهَذَا رُفِعَ عَلَى الْقَدْرِيةِ (القرظبي)

یعنی اے محبوب! آپ نے حق کو دلائل کے ساتھ واضح کر دیا ہے لیکن وہ اپنے گمراہ اور مشرک آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں اتنے گمن ہیں کہ ان کی عقلیں مرچکی ہیں ان کی بصیرت اندھی ہو گئی ہے پس آپ نہ ان کو سنا سکتے ہیں اور نہ ہدایت دے سکتے ہیں۔ ان آیات سے تقدیر کی تردید ہوتی ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّرَافِ قَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَمَّا وَلِيُّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِيهِ سَلْمًا وَالْحَقُّنِ بِالصَّالِحِينَ

۶۰ اے اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کا ملکہ ایک اور دلیل پیش کی جا رہی ہے یعنی اگر تمہاری نگاہ کائنات کی دوسری اشیاء تک نہیں پہنچ سکتی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ کے دیگر دلائل و شواہد سے تم استفادہ کرنے سے قاصر ہو تو کم از کم اپنی ذات پر ہی نگاہ ڈالو جب تم پیدا ہوئے تمہاری ناتراپی اور بے بسی کی کیا کیفیت تھی پھر رفتہ رفتہ تم جوان ہو گئے پھر تمہاری بدنی عقلی قوتوں پر شباب آ گیا، لیکن اس کے بعد پھر تمہاری ظاہری اور باطنی قوتوں میں کمزوری اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے یہاں تک کہ تم اپنا مقدرہ وقت ختم کرنے کے بعد موت کی آغوش میں جا پہنچے۔ زندگی کے اس مختصر عرصہ میں جن گونا گوں حالات سے تمہیں دوچار ہونا پڑا۔ قدم قدم پر جو حیرت انگیز تبدیلیاں تمہارے اعصاب اور

قُوَّةٌ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

قوت۔ پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے دیا۔ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے

وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ

اور وہی سب کچھ جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی نہیں اٹھائیں گے مجرم

مَا لَيْتُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ

کہ نہیں ٹھیرے وہ (دنیا میں) مگر ایک گھڑی۔ یعنی وہ (پہلے بھی) غلط بیانی کیا کرتے تھے۔ اور کہیں گے وہ لوگ

أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ

جنہیں علم اور ایمان دیا گیا (انہیں) کہ تم ٹھیرے رہے ہو نوشتہ الہی کے مطابق روزِ حشر تک

ذہنی قوتوں میں ٹٹا ہوئیں ان کا اگر تم نے نظر ناز سے مطالعہ کیا ہوتا تو تم کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہ کرتے بلکہ صدق دل سے اس کی عظمت اور
کبریائی کے سامنے سر نیاز تم کر دیتے اور شرح صدر سے پورے یقین کے ساتھ یہ اعلان کرتے کہ میرا پروردگار جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے
اس کے علم سے کوئی چیز مخفی ہے اور نہ اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز ناکم ہے۔

آیت میں مِنْ ضَعْفٍ کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کمزور مادے سے ہوئی ہے ای میں نطفہ ضعیفہ اور یہ
معنی بھی کیا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش ایسی حالت میں ہوتی ہے جب کہ وہ بالکل بے بس اور ناتواں ہوتا ہے۔ ای فی حال ضَعْفًا وَهُوَ مَا
كَانُوا عَلَيْهِ فِي الْآيَةِ مِنْ الضَّعْفِ وَالصَّغْرِ۔

۱۱ روزِ حشر جب مجرموں کو بارگاہِ الہی میں جواب دہی کے لیے پیش کیا جائے گا تو وہ قسمیں اٹھا اٹھا کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں بے
مجرم رہے ہیں۔ ہم سے اتنا سخت محاسبہ کیوں کیا جا رہا ہے۔ ان کی یہ حشر تک کذب بیانی قطعاً تعجب انگیز نہیں کیونکہ ان کا تو یہ پُرانا دستور ہے
کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور واضح عقائد کا انکار کر دیتے ہیں۔

”يَذُفُّونَ“ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ای کا نوا یکذبون فی الدنیا۔ یعنی دنیا میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے۔

پھر فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص سہائی اور جھلائی سے روگرداں ہو جائے تو اہل عرب کہتے ہیں۔ أَيْفَ الرَّحِيلِ اور وہ زمین جہاں
مینڈ برنا بند ہو جانے اس کو أرضاً مأخوذةً کہا جاتا ہے۔

۱۲ اہل علم اور اہل ایمان ان کی اس کذب بیانی کی پُر زور تردید کر دیں گے۔

فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُنْفَعُ

پس = (آگیا) ہے یوم عشر یقین تم نہیں جانتے تھے۔ پس اس دن نہ نفع دے گی

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعَذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۶۰﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

ظالموں کو ان کی ٹنڈر خواہی اور نہ انہیں اعجازت ہوگی کہ توبہ کر کے اللہ کو راضی کر لیں اور بے شک ہم نے بیان

لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۗ وَلَكِنْ جَدُّهُمْ بِآيَةِ

فرمان ہے لوگوں (کے بھلے) کے لیے اس کتاب میں ہر قسم کی مثال اور اگر آپ نے آئیں ان کے پاس کوئی

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿۶۱﴾ كَذَلِكَ يُطَبِعُ اللَّهُ

نشانہ تو (جو باہا) یہی کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں ہو تم مگر باطل پرست بنے۔ یعنی مرگنا دیتا ہے اللہ

عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶۲﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ

تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو (حق) نہیں جانتے سو آپ صبر فرمائیں بلکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اللہ اور

نہ۔ یعنی قرآن کریم میں لوگوں کو گمراہی کی ظلمتوں سے نکالنے کے لیے ہر طرح کی مثالیں دی گئی ہیں اور ہر طرح کے دشمنوں اور اہل بدعت کیے گئے ہیں جن سے عقیدہ توحید کی حقانیت اور رسولوں کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے۔ اگر وہ ذرا بھی تدبیر سے کام لیتے تو وہ ہر دشت ضلالت میں سرگرداں نہ پھرتے۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کا تو ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ جب بھی آپ نے ان کے سامنے کوئی دلیل پیش کی یا اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے انہیں کوئی معجزہ دکھایا تو انہوں نے اسے ماننے بجائے اس میں غور و فکر کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ اور اٹا آپ پر اور آپ کے پیروں پر یہ الزام لگا دیا کہ تم باطل کے پیروکار ہو۔ تمنا ہدایت سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ عجیب و غریب امور جو تم ہیں دکھاتے ہو یہ محض ہمارے کوششے ہیں۔ مبطلون ای تبعون اباطل والسخر۔

نہ۔ یہاں اگرچہ خطاب سرور کن و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے لیکن اس سے مراد حضور کی اُمت ہے۔ والخطاب ظہیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والمراد امتہ، یعنی اسے غلامانِ مطہرے؛ مخاطب کا تقاضا یہ ہے کہ فقہوں کے طور پر ان آئیں سرحد پر چھوڑ کر واپس لوٹ جائیں اور تم چنان کی طرح سینہ تانے کھڑے رہو۔ شکوک و شبہات کی آندھیاں چلیں لیکن تمدنی شمع ایمان کو بجھانہ سکیں۔ شامیرت کی دستکش فراموشی ازل سے اہل حق کا شیوہ رہا ہے انہوں نے ظلم و جبر کے ہر نیر کو ہمیشہ صبر کی دھال پر روکا ہے۔ آج حق کے علمبردار تم ہو اس کی لاج تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ دستکش جائیں، دستر قدم ہو جائیں لیکن خبردار! دین محمدی کا پرچم سرنگوں نہ ہونے پائے۔

لَا يَسْتَحْفِكُ الَّذِينَ لَا يُوْقِنُونَ ۝۴

آپ کو پھلانا نہ دیں (راہ حق سے) وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے ۴

استمان کے میدان میں آبلہ و آزمائش کے زور فرسالموں میں تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کی نصرت آئے گی اور یقیناً آئے گی جو طاقتور قوتوں کے تمام مضبوطیوں کو خاک میں ملادے گی اور تمہارے سر پر فستق و کامران کا تاج سہاگے گی۔

۴ کسی کو پہلا پھلنا گراہ کر لینے کو اہل عرب استخف کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ملا قرطبی یستخفون کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: استخف فلان فلانا ای استقبله حتى حمله على اتباعه في الفتح، یعنی فلاں شخص نے فلاں کو بے وقوف بنا لیا اور اسے راہ حق سے ہٹا کر گمراہی کے راستے پر گامزن کر دیا جس پر وہ خود پل رہا تھا۔

اس آیت میں لا یوقنون کا لفظ بڑا توجہ طلب ہے یعنی اہل ایمان کے یقین کو برباد کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خود بے یقینی کی لادل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ مجرد دست ایمان سے مالا مال ہیں اور جن کے دلوں میں ذر یقین اجالا کر رہا ہے وہ اگر ایسے لوگوں کا اتباع شروع کر دیں جو اس نعمت سے بے بہرہ ہیں تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا۔

آج جن حالات سے ہم دوچار ہیں ایسے سنگین حالات سے امت مصطفیٰ علی صاحبہا السلام کو شاید ہی کبھی واسطہ پڑا ہو۔ اسلام کے دشمنوں کے پاس ممکن ترین اسلحہ کی یعنی فراوانی آج ہے پہلے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ ہزار اہل تک ان کے یقینوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ہر اسلامی حکومت ان کی سازشوں سے لرزہ بر اندام ہے لیکن ہمیں ان کے ایم ہوں سے زیادہ خطر و شکر و دشنامت کے ان نشوونوں سے ہے جن سے وہ ہماری نظریاتی سرحدوں پر تباہ و ترقہ طے کر رہے ہیں اور ہمارے عقائد کے ہر مورچے پر شہب خون مار رہے ہیں۔ کاش ہمارے فوجیوں اور ہمارے سیاسی اور فکری قائدین اس آیت کے مضمون پر نیندگی سے غور کریں اور شیاطین جن و انس میں سے جناب بھی کوئی شیطان پکچس مار کر ان کے یقین کے چراغ کو گل کرنا چاہے تو بے ساختہ اس آیت طیبہ کا ورد کرنے لگیں۔ یہ ایسی سپر ہے جس پر آپ اپنے جان و ایمان کے ہر دشمن کا وار بڑے و ثوق سے روک سکتے ہیں لیکن جرات اور حوصلہ مندی شرط ہے۔ ایک مرتبہ پھر پڑھیے۔

”فا صبر انت وعد الله حق فلا يستخفك الذين لا يوقنون“

یعنی ہر جرم نہا میں، ہر سبیل حوادث میں، تنگ و دشنامت کی ہر غونچا و مرنج کے سامنے ثابت قدم رہو۔ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے لے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ تمہاری دشمنی اور نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ سچا ہے۔ یقیناً اس کی مدد تمہاری پشت پناہی کرے گی۔ وہ بڑا نصیب جو وہم و گمان کے اندھیروں میں ہر صدمہ و راز سے جھٹک رہے ہیں وہ بد بخت جنہیں بے یقینی کے آژدہاؤں سے رہے ہیں۔ خبردار ان کے چلنے میں نہ آجانا، وہ ڈوب رہے ہیں وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ ڈوبنا چاہتے ہیں۔ دانشمند لوگ ایسی خوش غلطی کا ارتکاب نہیں کیا کرتے۔

کتنی زور پرور ہے یہ آیت! کتنا ایمان افروز ہے یہ پیغام! شاندار آمان کی یہ کتنی دل فریب آتما ہے۔ بیچیک قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ فالت کتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین۔ بمن تعالیٰ ویفضلہ وکرمہ فرغت من تسوید هذه السطر فی صباح یوم الخیص، اریح یونان ۳۰ ربا تقبل منا انک انت الصبح العلیہ۔

عبدہ الضعیف : محمد کرم شاہ

تعارف

سورۃ لقمان

اس سورت کا نام لقمان ہے، یہ تہرت کے فنی دور کے وسط میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں چار رکوع و چونتیس آیتیں، پانچ صد اربعین کلمے، دو ہزار ایک سو دس حروف ہیں۔

قرآن کریم کی پُر از حکمت تعلیمات انسانی زندگی کو جن بے پایاں برکتوں سے مالا مال کرتی ہیں اور اپنے ماننے والوں کے حقیقہ، عمل اور سیرت میں جو رُوح پرورد انقلاب برپا کرتی ہیں ان کے ذکرِ کبیل سے اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے اس کے بعد بتایا کہ جو لوگ قرآن کی دعوت حق کو قبول نہیں کرتے ان کی زندگیوں ہر قسم کی معنویت اور مقصدیت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ ان کے سامنے ساری جذبات کی تسکین اور دولت سمیٹنے کے بیزگرنی منزل ہی نہیں ہوتی۔ اس کے لیے وہ ہر قسم کی لغزات و خرافات کا بیوپار کرنے سے دریغ نہیں کرتے انہیں اس بات کا ذرا احساس نہیں ہوتا کہ ان کے طریقہ کار سے ان کی قوم اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ ہو جائے گی اور روزگاہ حیات میں بُری طرح پٹ جلے گی۔ ان بد بختوں کو ان میں قبول حق کی استعداد بھی دم توڑ چکی ہے۔ وہ اندھیروں کے ٹوگر ہیں، روشنی کی ایک کرن بھی ان کے لیے ناقابل برداشت ہے جس سمت سے حق کی صدائے دلنوا آ رہی ہو۔ وہ ادھر چٹھے پھیر دیتے ہیں اور دم دبا کر جھاگ نکلتے ہیں تاکہ وہ اتنی دُور چلے جائیں کہ حق کی آواز انہیں سنائی نہ پائے۔

اس سورۃ پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ تعلیمات اسلامی کا اعلان ایک مردِ دانِ لقمان سے کرایا جا رہا ہے جو کُرب کے گم اور پیمانہ ملائقہ کا باشندہ ہے اور جس کی رنگت حبشیوں کی طرح سیاہ ہے اور اسی کے نام سے سورۃ کو مننون فرمایا۔ لقمان بڑے پیارے انداز سے اپنے نعتِ بزرگ کو نصیحت کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ اس میں حکمت اس حقیقت کو آشکارا کرنا ہے کہ ان ماس سے جو بھی اپنے آپ کو آراستہ کر لے وہ باہمی انسانیت کی نگاہوں میں مخرم ہو جاتا ہے۔ ماری تو میں اس کا ذکر بڑی عزت سے کرتی ہیں اور اس کی حکمت آموز باتوں کو اپنے دلوں میں بگ دیتی ہیں۔ عقائد صحیحہ کا ذرا اعمالِ صالحہ کا حسن اور سیرت کی دلکشی، کلمے حبشی کو بھی سب کا محبوب بنا دیتی ہے۔ جسمانی حسن سے سیرت کا جمال کہیں دلکش ہے۔ اس کی برکت سے مجتہدے نقوش اور کالی رنگت پر بھی ایک ایسا رُوب آجاتا ہے کہ بڑے بڑے حسین عالم مہوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ انسان کو انسان کامل بنانے کے لیے جن تعلیمات کی ضرورت تھی وہ دلنشین اسلوب میں حضرت لقمان کی زبان سے سکھادی گئیں اور انہیں سن عزم الامور فرما کر ان کی اہمیت کا اظہار کر دیا گیا۔

ملاوہ انہیں ان ظاہری و باطنی انعامات کا ذکر فرمایا جو بڑی فیاضی سے انسان کو بخشے گئے، لیکن اس کے باوجود بعض لوگ جہل و کما بڑ اور ناشکری کی روش سے باز نہیں آتے لیکن جہالت اور بیجا ضد سے اہل حق سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ گویا وہ ادھار کمانے بیٹھے ہیں کہ وہ شیطان کا دامن کسی قیمت پر نہ چھوڑیں گے خواہ وہ انہیں جہنم کے بھڑکتے ہوئے نشوں میں ہی کیوں نہ پھینک دے لیکن سب انسان کی مانند ہیں ان میں ایسے سلیم الطبع افراد بھی ہیں جنہوں نے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کے رسول کی دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے تمام معاملات

کہ کھیت اپنے پروردگار کے سپرد کر دیا ہے۔ بتا دیا کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ایک ایسے طبقے کو پکڑ لیا ہے جو ٹوٹے والا نہیں۔
 متعدد صحیحی دلائل ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور علمِ عظیم کو ثابت کیا گیا ہے۔ آخر میں بتا دیا کہ انہی
 علومِ توحیدیہ کے خود اس کی ہر دانی کا قرینہ حال ہے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی اس سے مخفی نہیں، وہ امرِ جن کو جہنم سے انسان کی ظاہری و
 باطنی قوتیں اور اس کے سائنسی آلات سراسر عاجز ہیں جن سراسر پرچہ گاہی حاصل کرنا انسان کے حیطہٴ امکان سے بھی خارج ہے۔ وہ واقعات جو
 ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے مگر پردہٴ غیب میں مستور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے۔ اس کا علم اتنا کامل اور محیط ہے کہ ہر چیز پر نبرد
 اس پر مکشوف ہے۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنٍ بِكَيْتَابِهَا اَرْبَعٌ وَشَلْثُوْنَ اٰيَةً وَاَنْزَعَتْ رُكُوْعًا

سورہ لقمان کئی ہے اس کی آیتیں ۳۳ اور رکوع ۴ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

الْمَلٰٓئِكَةُ ۙ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۙ

انجیل، ایمان، یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی ہے۔ سزا یا ہدایت اور رحمت ہے۔ سزا نیکو کاروں کے لیے ہے

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

وہ جو صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور یہی لوگ ہیں جو آخرت پر نچتے

ہے یہ جہت مقطعات ہیں ان کی تفصیل متعدد مقامات پر پہلے ذکر ہو چکی ہے۔

سے اس آیت میں حکیم کا لفظ غر طلب ہے۔ یہ لفظ یہاں کتاب کی صفت واقع ہوا ہے۔ علامہ ابن منظور نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ جب یہ لفظ قرآن کریم کی صفت ہر تو اس کا معنی اَلْحَیْکَمُ نَكَلٌ وَحَكْمٌ ہوتا ہے (لسان العرب) یعنی قرآن کریم ایک قوت ماکر ہے جس کا فیصلہ دو ترک اور سبہ لاگ ہوتا ہے اگر تم راستی اور سچائی پر ہو تو اس کا فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا اور اگر تم راہ حق سے روگردانی کرنے لگے تو وہ تمہیں تمہاری غلطی پر آگاہ کرے گا اور اس کے نتائج بد سے تمہیں بروقت متنبہ کرے گا۔

قرآن کریم کو حکیم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ کتاب حکمت و دانش کا خزینہ ہے۔ وَتَضٰیجُهُمْ بِاٰیٰتِہٖ ۙ اس کا ایک معنی حکم بھی کیا گیا ہے یعنی اس میں کسی قسم کا غلط اور تناقض نہیں۔ اٰی لَا تَلْعَلْ فِیْہِ وَّلَا تَنٰنَا فَعَلْ ۙ

سے فرمایا یہ کتاب سزا یا ہدایت اور سزا یا رحمت ہے یہاں ہدایت اور رحمت کا استخراج بڑا خوبصورت ہے یعنی شریعت اسلامیہ اس کے اوم و نومی، اس کا مال اور بدنی نظام عبادات اسکے مقرر کیے ہوئے حقوق و فرائض سزا یا رشد و ہدایت بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ رحمت خداوندی کا مظہر بھی ہیں۔ ایسا نظام جو ہدایت بھی ہوا اور رحمت بھی، اس کے احکام کی بجا آوری سے متعلق قرین دانشمندی نہیں۔

سے اگرچہ اس کا آفتاب ہدایت انسانی زندگی کے گرش گرش کو منور کر رہا ہے اور اس کا ابر رحمت ہر جگہ برس رہا ہے، لیکن اس سے استفادہ کرنے والے صرف محسنین ہیں۔

لَا تَنْفَعُ اَنْتُمْ وَاَنْظُرُوْہُ بَعِیْنِ الْحَقِیْقَہُ۔

(بحسب محیط)

هُم يُوقِنُونَ ۴۱ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی توفیق سے اور یہی لوگ دونوں جہانوں میں

الْمُفْلِحُونَ ۵۰ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ

کامران ہیں ۵۰ اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیہوش کر کے ہیں (مقصود حیات) ناخلف کر دینے والی باتوں کا

شے وہ یقین کر رہے ہیں کہ قرآن کریم ہدایت اور رحمت ہے اس کی وضاحت ان آیات میں کر دی۔ ان آیات کی تشریح سورہ بقرہ کے پہلے رکوع میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد اول۔ البقرہ ۵، ۳، ۴، ۵۔

۴۱۔ قرآن کریم نے انسان زندگی کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ زندگی بڑی قیمتی چیز ہے اس کا ایک ایک لمحہ گراں بہا ہے۔ یہ ایسی صلت ہے جو موت ایک مرتبہ ہی ارزانی ہوتی ہے انسان جب اپنا مقررہ وقت بسر کر بیٹھتا ہے تو پھر دنیا بھر کے خزانے لے کر بھی اس میں ایک گھڑی کا اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ تجھے یا بڑے جو اعمال وہ کرتا ہے ان کے نتیجے یا بڑے نتائج ضرور مرتب ہوتے ہیں اور وہ اپنے تمام اعمال و افعال کے لیے اپنے خالق و مالک کے ہاں جواب دہ ہے۔ اسی لہذا اور مقررہ مدت میں اس نے اپنی طاقت کو بھی سزا دینا ہے اپنی ذمہ داری کو بھی با مقصد باوقار اور حتی الوسع آرام دہ بنانا ہے۔ مزید برآں اپنی ذہنی، فکری اور روحانی صلاحیتوں کو کھٹے کھٹے لاکر گھسن ہستی کے حسن اور بے حیا میں بھی اضافہ کرنا ہے۔

جو دین زندگی کو اتنی اہمیت دیتا ہے اس سے یہ توقع عجب ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو عیش و عشرت اور لہو لعب کی کھلی چھٹی دے گا اور انہیں بے مقصد زندگی بسر کرنے کی اجازت دے گا۔ اسی لیے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں تمام ایسے کاموں سے استنباط کی بار بار تاکید کی گئی ہے جو لغو اور لالچی ہوں۔ اس آیت طیبہ میں بھی ایسی تم کا تاکید فرماتا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے لیا ہے کہ یہ تفسیر نقل کی ہے۔ عَنْ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا مَا شَفَعَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ وَذِكْرِهِ مِنَ الْمَسْمُورِ الْأَضَائِلِ وَالْخِرَافَاتِ وَالْعَنَاءِ وَنَحْوِهَا رَدَّحَ السَّمَانِي، یعنی ہر وہ بات لہو الحدیث ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے مائل کرے۔ رات گئے تک قصہ گوئیاں، ہنسائے والے چٹکے، ہر طرح کے خرافات، اگانا بھانا وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

بیشک ہر وہ چیز جو عبادت الہی اور ذکر خداوندی سے غروی کا باعث ہو اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

بعض جلیل القدر صحابہ اور تابعین مثلاً ابن مسعود، ابن عباس، حسن، ابوہریرہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے لہو الحدیث کی تشریح خاندان کلمے نے بیان کی ہے کہ یہ کیونکہ یاد الہی سے مائل کرنے کا یہ ایک قوی سبب ہے اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو خصوصیت سے ذکر کیا، لیکن آیت کا لفظ خاص نہیں عام ہے اس لیے لہو الحدیث کے مفہوم کا غنا میں منحصر کرنا درست نہیں۔ لکنَّ اللَّفْظَ عَامٌ وَالْعِبْرَةُ لِعَدَمِ اللَّفْظِ لِالْمُضْمَرِ السَّبَبِ (مطلبی)

علامہ آلوسی نے اسباب النزول خواصی کے حوالے سے اور دیگر مفسرین نے اس آیت کی شان نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے

کفار تک کی شدید مخالفت کے باوجود جب دین اسلام روز بروز پھیلتا چلا گیا اور قرآن کا حسن اعجاز لوگوں کے دلوں کو موہنے لگا، تو اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو ختم کرنے کے لیے نفسدین مارتھ نے ایک پھال پھلی ایہ تجارت پیشہ آدمی تھا۔ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مختلف ممالک ایران، عراق، شام وغیرہ میں اس کی بکثرت آمد و رفت تھی۔ وہاں سے وہ رستم و اسفندیار کے قصے، بادشاہوں کی جنگوں کی کہانیاں اور افسانے خرید کر لے آیا اور جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو کلام الہی پڑھ کر سنانے لگتے تو وہ بے وقت اپنی مجلس جاتا اور لوگوں کو دلچسپ افسانے اور بے سرو پا کہانیاں سنانا جو کم فہم لوگوں کی تفریح طبع کا باعث بنتیں، چنانچہ کئی لوگ قرآن کریم سننے کے بجائے اس کی مجلس میں شرکت کو ترجیح دیتے۔ اس خیال سے فقط اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اس نے کئی پری پیکر ٹونیاں بھی خرید رکھی تھیں جو رقص و سرود کے فن میں بھی ماہر تھیں۔ جب اسے پتہ چلا کہ فلاں شخص اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے، تو وہ ان مردوں کو اسکے اوپر منظر کر دیتا جو گاتیں، ناچتیں اور ہر ذلیل حرکت سے اس کے دل کو بہاتیں سخی کر وہ حق کے حسن و دلکشی سے بے خبر ہو جاتا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور فَهَذَا عَذَابٌ مُّهِينٌ فزا کر ایسے لوگوں کے انہام بد سے پردہ اٹھا دیا۔

علماء کرام کے ایک طبقہ نے فنا کے مطلقاً حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس میں انہوں نے مرقع، ممل، سفینے، دلے اور سنانے والے میں کوئی تفریق نہیں کی بلکہ ہر فنا کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ کبھی کبھی ہو، خوشی کی کسی مخصوص تقریب کے موقع پر بڑا خواہ اس سماج سے محبت الہی کے جذبہ کو تقویت حاصل ہوتی ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں انہوں نے صوفیائے کرام کے سماج کو بھی ہفت تنقید بنایا ہے اور ان پر خوب برسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم فیرد سے۔ انما الاعمال بالنیات کی نکتہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ان کا بے فناء، کس نیت کے مستحق کسی کو بھی شک و شبہ کی جہل نہیں۔

لیکن علماء محققین نے ان کے اس فتویٰ کی تائید نہیں کی بلکہ بڑی وضاحت سے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ ہر فنا حرام نہیں، بلکہ بعض ایسے مقالات بھی ہیں جہاں اس کی اباحت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: وَ هَذَا الْعِثَاءُ الْعِثَاءُ عِنْدَ الْمُشْرِكِينَ بِهَ الَّذِي يُحْرِكُ النُّفُوسَ وَيَبْتِغِيهَا عَلَى الْهَوَىٰ وَالْفَرْزِ وَالْمُجُونِ الَّذِي يُحْرِكُ الشَّاكِنَ وَ يَبْتِغِي النَّكَايَةَ وَ هَذَا النَّوْحُ اِنْ كَانَ فِي شِعْرِ يَنْتَبِ فِيهِ بِذِكْرِ النَّبَاِ وَ وَصْفِ مَخَابِئِهِ وَ ذِكْرِ الْحُمُومِ الْمُحْرَمَاتِ لَا يَخْتَلَفُ فِي تَحْرِيمِهِ كَوَيْتُهُ النَّهْوُ وَالْعِثَاءُ السَّدُّ مَوْهَرًا بِالْإِتِّفَاقِ وَ أَمَا مَا سَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ فَيَجُوزُ الْقَلِيلُ مِنْهُ فِي أَوْقَاتِ الْفُرْجِ كَالْفَرْسِ وَالْمَيْدِ وَعِنْدَ التَّشْيِيطِ عَلَى الْإِحْطَالِ الشَّقِيَّةِ۔

(المراجع لاحكام القرآن للقرطبي)

ترجمہ: اس عثاء سے مراد وہ عثاء ہے جو نفس کو حرکت دیتا ہے اور اسے ہوا و ہوس اور فسق و فجور پر راغب کرتا ہے۔ اس قسم کا عثاء جس میں عورتوں کے حسن و جمال کا بیان ہو، جس میں شراب اور دیگر محرمات کی تعریف ہو، اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں بالافتاق یہ کوہ مذہب ہے، لیکن وہ عثاء جو اس قسم کی قباحتوں سے پاک ہو، اس کا قلیل وقت کے لیے خوشی کے مواقع پر سنانا ہمارے بے شمار شادی اور عید وغیرہ یا مشقت طلب کاموں پر جو شش دلانے کے لیے (قرطبی) اس کے بعد علامہ موصوف نے صوفیائے کرام کے سماج پر اپنی مخصوص رائے ظاہر کی ہے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ فحشاء کے کلام نے فرمایا ہے کہ فحشاء حرام ہے اور یہ آیت اس کی حرمت کی دلیل ہے کیونکہ فحشاء و اہم حدیث ہے اور لہذا حدیث حرام ہے۔ اس کی حرمت اس آیت اور مستند احادیث سے ثابت ہے اس لیے فحشاء حرام ہے۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ حروفیہ کلام نے اپنے سماع کے جواز کے لیے چند شرطیں مقرر کی ہیں۔ (۱) نسنے والے کا دل ذکر الہی سے مطمئن ہو۔ اسی کی یاد میں مستغرق ہو کسی غیر کی طرف التفات نہ ہو (۲) گانے والا ممل خسوت نہ ہو یعنی عورت یا نوجوان کا نہ ہو۔ (۳) مغل سماع اختیار سے خالی ہو (۴) نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی کا وقت بھی نہ ہو، جب یہ شرائط پائی جائیں تو سماع جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ سماع کی یہ تاثیر ہے کہ دل میں محبت کا جو جذبہ خفتہ اور پڑھتا ہے سماع اس محبت کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں محبتوں کا شعلہ سلا ہوتا ہے ان کے لیے سماع حرام ہے کیونکہ وہ نفس کو برائی پر بھڑکاتا ہے لیکن جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت خیمہ زن ہوتی ہے۔ سماع ان کے ذوق و شوق میں اضافہ کا موجب ہوتا ہے ان کے لیے سماع مستحب ہے۔

وہ نصوص جن سے فحشاء کی حرمت ثابت ہوتی ہے ان کا جواب دیتے ہوئے علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لہذا حدیث حرام کیا گیا ہے اور حروفیہ کا سماع لہذا حدیث کے ذمہ میں نہیں۔ وہ احادیث جن سے فحشاء کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ بھی مخصوص ہائیں ہیں کیونکہ ایسی احادیث بھی ہیں جن سے اس کا سماع اور جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دونوں قسم کی احادیث میں ہم تطبیق اس طرح کریں گے کہ جو فحشاء فقہ و فخر کا محرک ہو وہ حرام ہے اور جو یاد الہی کی آگ کو بھڑکا دے، وہ جائز ہے۔ آپ نے مستند و ایسی احادیث لکھی ہیں جن سے فحشاء کا سماع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک خادمہ تھیں اس کا نکاح انہوں نے انصار کے قبیلہ میں کر دیا۔ حضور کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس بچی کو تم نے کچھ تحائف دیے ہیں۔ عرض کی گئی ہاں یا رسول اللہ! پھر فرمایا: ارسلت معہا من ثقیفی کیا اس کے ساتھ تم نے کوئی گانے والیاں بھی بھیجی ہیں۔ حضرت صدیقہ نے عرض کیا نہیں۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استاذنا قدوم فیہ عزلی فلو بعشتم معہا من یقول۔ ائینا کتم ائینا کتم۔ لھینا نا و حیثا کتم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار گیتوں کو پسند کرتے ہیں، اچھا ہوتا اگر وہ ان کے ساتھ تم بھیجتے جو یہ گیت گاتے ائینا کہ لا ہم آئی ہیں تمہارے پاس، ہم آئی ہیں تمہارے پاس۔ سلام ہو ہم پر، سلام ہو ہم پر۔

عید کا دن تھا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پہنچا اور اسے آرام فرما رہے تھے دو بچیاں دف بجا بجا کر گارہی تھیں۔ اچانک صدیقہ اکر تشریف لائے اور انہیں ڈانٹنا شروع کیا۔ حضور نے رُخ انور سے پردہ اٹھایا اور فرمایا وَ غَمَّایَا اہا بکسر فانتھا ایام عیدو۔ رواہ بخاری۔ وَ عیدنا ابن ماجہ۔ اِنَّ یَکونَ قَوْمٌ عیدو وَ هَذَا عیدنا۔ اسے ابوبکر نے پکھڑا کر لیا کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں روز حضور نبی کریم رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ جعل النساء والولدہ والصبيان یقلن۔ طلع البدر علینا من ثقیف النزداع وَ جب الشکر علینا ما دعا اللہ داع ایضا السبعوث فینا جئت بالأمیر المعطاع

یعنی عورتیں، بچیاں اور بچے یہ گارہے تھے طلع البدر النزداع کی چوٹی سے چودھویں کے چاند نے ہم پر طلوع کیا ہے جب تک کہ

اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والا باقی رہا اُس وقت تک اس نعمت کا شکر ہم پر واجب ہے۔ ایسا صحبت، ہائے ہم میں نبی بن کر تشریف لائے
ولے آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں جس کی تعمیل کی جائے گی۔

یہ امارت اور مستند دوسری امارت ذکر کرنے کے بعد علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ ظہر آتَّ السحرم من العناء
مَا يَذْعُرُ إِلَى الْبَيْتِ وَيَشْفُلُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَبَسَ كَذَلِكَ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنَ الْعِبَادَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ اسْتَمَاعُ الْعُنَا تَقَرُّبًا إِلَى اللَّهِ وَلَا جِلْ ذَلِكَ مَا اخْتَارَ الْكَرَامَ مِنَ الْمُتَشَبِّهِةِ
وَعَبْرَهُمَا رَتَكَابَهُ وَأَنْ لَمْ يَرْتَكِبُوا الْأَسْكَارَ عَلَيْهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

یعنی ان امارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صرف وہ حرام ہے جو فرق و فخر کا باعث بنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنے
اور جو فنا ایسا نہیں وہ حرام نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ امر ثابت نہیں کہ انہوں نے عونا تقرب
الی اللہ تعالیٰ کا ذریعہ سمجھ کر سنا ہوا اس لیے فائدہ نفع مند یہ کہ صرف سماع نہیں سنتے اگرچہ انہوں نے سماع کے قائلین پر بھی
احترام نہیں کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس مقام پر علامہ موصوف نے ماشیہ لکھا ہے جس میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت درج کی ہے: فی الاحیاء السماع فی
اوقات السرور تاکیداً للسرور تہیجاً لہ مباح ان کان ذلک السرور مباحاً کالغناء فی ایام العید و فی العرس و فی وقت
قدوم الغائب و فی الولیمة و العقیقة و عند ولادة الولد و خاتمة وعند حفظ القرآن۔ قلت و کذا عند تفریغ الولد للسرور
لاجل التقلیر۔ یعنی ایام العید و السرور مباح قسم کا ہو، تو اس پر اظہار مرتبہ کے لیے سماع جائز ہے۔ جیسے عید شادی کے یام
کسی غائب کے سفر سے واپس آنے کے وقت، ولیمہ، عقیقہ، لڑکے کی پیدائش، اس کا سنتہ اور حفظ قرآن کے وقت، اسی طرح لڑکے کو
جب پڑھنے کے لیے اُتار کر خدمت میں حاضر کیا جائے۔

علامہ پانی پتی نے فقہ کی چند جمیل المرتبہ کتابوں کے حوالے بھی ماشیہ میں نقل کیے ہیں۔ چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
فی شرح الکافی وَاَعْلَمُ الرَّسُولُ الْمَكْرُوهَةَ مِنَ السَّمَاعِ عِنْدَ عَلَانَا مَا يَكُونُ عَلَى سَبِيلِ الْقَهْوِ وَإِرَادَةِ الْإِنْسِيَانِ۔
بأن يجتمع الفساق على ذلك و يتركون الصلاة و قراءة القرآن و إنما ما كان من أهل الصلاة و أهل
القرآن من جملة الصالحين۔ فسماع هؤلاء حلالٌ بلا خلاف بين علاننا إذ لا يريدون بذلك إلا وجه الله
و حضورهم و يذكرون الله في حروف الآخرة و صكّل ذلك محموداً غير مذموم و التواجد و الرقص ایسا غیر
مذموم لہذا لمعن۔ یعنی شرح کافی میں ہے کہ اچھی طرح جان لو کہ ہمارے علماء کرام کے نزدیک وہ سماع مکروہ ہے جو لوہ اور گناہ کا باعث
ہو۔ فاسقوں کا جمع ہو جو تارکِ صلوٰۃ ہوں اور قرآن کریم کی تلاوت سے غافل ہوں لیکن جس سماع سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو وہ
عمود ہے مذموم نہیں۔ وہ بد ذمیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

علامہ ابوالقاسم بن محمد بن عبد اللہ الشافعی نے شرح البرزوی میں اس سلسلے کے متعلق اپنی یہی رائے ظاہر کی ہے۔
حضرت شیخ شباب الدین سروروی رحمۃ اللہ علیہ العارف میں لکھتے ہیں السماع یستحب الرحمة من اللہ انکر یحرم۔

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ

تاکر بھگاتے رہیں اور خدا سے شے (اس کے تباہ کر دے) بیخبر ہو کر شے اور اسکا مذاق اڑاتے رہیں یہ لوگ ہیں جنکے

عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ وَإِذَا اتَّسَلْنَا عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلِيٌّ مُّسْتَكْبِرًا كَأَن

یہ رسوا کن عذاب ہے نئے اور جب پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اسے ہماری آیتیں تو من پھیر لیتا ہے بیخبر کرتے ہوئے گویا

کہ سماع اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جاذب ہے، لیکن یہ سب اسی وقت ہائز ہے جب ان شرائط کا سختی سے التزام کیا جائے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ نضر بن حارث اور اس کی قاتش کے لوگ کم فہم عوام کے وسطیٰ جذبات کو مشتعل کرنے اور ان کی نفسانی شہوات میں آگ لگانے کا جو بیوپار کر رہے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں جس پر عمل کر وہ اپنی منزل حیات کو پا سکتے ہیں جس پر عمل کر انہیں عرفان ذات اور معرفت خداوندی کی نعمت مل سکتی ہے۔

شہ یعنی انہیں خبر ہی نہیں کہ جو کاروبار انہوں نے شروع کر رکھا ہے، اس کے تباہ کتنے ہوں گے ہیں، وہ لوجھر کی میٹھی و نشاٹ کے لیے اپنی دولت، صحت اور نیک نامی کو برباد کر رہے ہیں اور اپنے رتبہ کو کم کر کے آتش غضب کو بھڑکا کر اپنی طاقت بھی تباہ کر رہے ہیں۔
۹۔ "ہا" کی ضمیر کامرچ سہیل ہے۔ یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ تقویٰ اور پارسائی کی راہ پر چلنے والوں پر طرح طرح کے آوازے کتے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ وقت خود ہیں، دن کے اہلے میں راہ راست کو بھٹا کر خارزاروں میں الجھتے پھر رہے ہیں، مگر بیوقوفی، کور ذوق اور نادانی کی تمت ان حقیقت شناسوں پر لگا رہے ہیں جنہوں نے سچے دل سے حق کو قبول کیا ہے اور بریت پر اس کا ساتھ دینے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

مثلاً جو لوگ اپنی قوم کو راہ حق سے بھٹکاتے ہیں، اپنے ذمہ ازل کے شرمانی جذبات کو مشتعل کرنے کے اسباب فراہم کر کے اپنی قوم پر اترتے ہیں۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں اور سنگین ذمہ داریوں سے غافل کر کے انہیں میٹھی و نشاٹ کا ٹھوگر بتاتے ہیں۔ ان کی حیا، وعفت کی چادر کو لٹکا لیل سے تار تار کرتے ہیں اور انہیں فسق و فجور کے بازار میں لاکڑنگا کھرا کر دیتے ہیں، وہ خوب جان میں اور کان کھول کر سن میں کر یہ سودا انہیں دھنگا پڑے گا۔ انہیں یہاں بھی اور وہاں بھی رسوا کن حالات سے دوچار کر دیا جائے گا۔

آج ہم اپنے معاشرہ میں غریبانی اور بے حیائی کا اڈا دکھاتا ہوا سیلاب دیکھ رہے ہیں جس کی چینیچنی، پگھلائی مروجوں کی ہیبت نے بن اور اخلاقی حس کے مضبوط قلعے تھرا رہے ہیں۔ ہماری مخصوص اخلاقی، عمرانی و عروج قدریں ایک ایک کر کے تلف کی جا رہی ہیں۔ جاری زندگی ہلہل ہو رہی ہے۔ بنیادی جہتیں جھٹی جھٹی جا رہی ہیں۔ بنیادی اور تازہت کا عنصر تیزی سے ناپید ہو رہا ہے۔ ماہِ طیبی، لذت کوشی اور زردی کی ہوس کی قربان گاہ پر ملی اور قومی مفادات کو جھینٹ چڑھا دینا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔ ہمارے اہل قلم کی عظیم اکثریت، ہماری فلم انڈسٹری، شہینہ بھگتیں۔

ثقافتی تقریبیں اور دنیا بازار قیامت برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کھلے بندوں بے روک ڈک ہماری اسلامی ملکیت کے مسلمان تنگم کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اور کوئی باز پرس نہیں کرتا، بلکہ ان تباہ کن عوامل کو حکومت کی سرپرستی اور تنگم کی حمایت حاصل ہے۔ یہ سوچ کر دل کھپ

لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَسَّرَهُ بَعْدَ آيَاتِ الْيَوْمِ ۝

اس نے انہیں سنا ہی نہیں لہے جیسے اس کے دونوں کان ہرے ہیں سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دی گئی

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ

جیکے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے خوشیوں والے باغات ہیں گئے وہ ان میں ہمیشہ

فِيهَا وَعَدَدَ اللَّهُ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

رہیں گے۔ اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے۔ اور وہی سب پر غالب، بڑا دانایں۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو گئے

بَغِيْرٍ عَمَدٍ تَرْوُنَهَا وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

ایسے ستروں کے بغیر جنہیں تم دیکھ سکو گئے اور کھڑے کر دیئے ہیں زمین میں اُدھنے اُدھنے پہاڑ تاکہ زمین ڈھلتی نہ رہے ساتھ تمہارے

ہماری کہیں ہم اپنے آپ کو عذاب میں سے لیے تو تیار نہیں کر رہے۔ ایسا واللہ
 گئے ان لوگوں کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں شرافت اور نیکی کا جذبہ دم توڑ چکا ہے۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر نصیحت کی جاتی ہے
 کہ خدا رکھ اپنی نافرمانی پر مدعو کرو، اپنی قوم پر ترس کھاؤ، معاشرہ کے امن و سکون کو نفرت نہ کرو، دولت کی محبت میں اتنے دولت مند نہ بن جاؤ کہ
 تمہیں اپنے انہام کا بھی ہوش نہ رہے قرآن پر کوئی اثر نہیں ہوتا اٹا غصے اور غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اگر کوئی گزر جاتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے
 گریا آنسوؤں نے کوئی بات سنی ہی نہیں۔ کیا ان کے کان ہرے ہیں انہیں کچھ سنائی دیتا ہی نہیں۔ ذکر و قرآن کا زور کی گرائی جیسے باعث بے شکائی نہیں ہوتی
 گئے اسے محروم! ایسے ناہنجاہ لوگوں کو دردناک عذاب کا شرفہ سنا دو۔

گئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف ان لوگوں کو شرف پذیرائی بخشا جانے گا جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے، اور اس کی پاکیزہ
 کرنیں اس کے عمل کی دنیا کو بھی نکتہ نور بنا رہی ہیں۔ ان کا ہر عمل شائستگی اور سادگی کا آئینہ دار ہوتا ہے ان کا ہر کام تعمیری ہوتا ہے۔ وہ بگاڑتے
 نہیں سزا دیتے ہیں ان کے ہنر و فن، علم اور دولت سے عرصہ گیتی کی زلفیں سُورتی ہیں۔ انسانیت کے حسن و جمال پر بار آتی ہے۔ یہی لوگ ہیں
 جن کے لیے جنت کی بہاریں چشمِ براہ ہیں اور فردوس کی حواریں مکتے بھرتے رنگین پتھروں کے ہار پروردہ ہیں۔

گئے اللہ تعالیٰ کے عزیز اور حکیم ہونے کی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔

گئے تر و خفا کی ضمیر کے دو مرتبہ بیان کیے گئے ہیں (۱) آسمان (۲) عمد و ستون۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اُس نے آسمانوں کو ستونوں
 کے بغیر پیدا فرمایا ہے اور تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ آسمان ستروں کے بغیر قائم ہیں۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کے لیے ایسے ستون نہیں بنا
 ہو تمہیں نظر آئیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں ستون ہوں لیکن غیر مرئی ہوں جنہیں تم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ (۱) فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا

اور پھیلا دیے ہیں اس میں ہر قسم کے جانور اور اناراجم نے آسمان سے پانی پس اگائے ہیں

فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ

زمین میں ہر نزع کے نفیس جوڑے یہ تو ہے اللہ کی تخلیق اللہ (مے مشرک!) اب ذرا دکھاؤ مجھ کو کیا بنایا

الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۗ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ وَلَقَدْ

ہے اوروں نے اس کے سوا؟ (کچھ بھی نہیں) مگر یہ ظالم کھن گراہی میں ہیں اور ہم نے

آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ ۖ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ ۖ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ

مناہیت فرمائی لقمان کو حکمت (دورانامی) اللہ اور فرمایا اللہ کا شکر ادا کرو اللہ اور جو شکر ادا کرتا ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے

یہ دونوں قول لکھنے کے بعد فرماتے ہیں فیہم قَدْرَةُ اللّٰهِ و ارادۃ: یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ ہے جن کے سارے یہ عالم افلاک اپنے ان گنت روشن ستاروں، بیگناں دستوں اور بلندیوں کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ سائنس و جدید اصطلاح میں آپ اسے جذب و کشش کا قانون کہیں یا گل اس کی کوئی اور توجیہ پیش کریں بہر حال یہ نظام کسی اپنی عظمت اور جہر کیوں سمیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر اور اس کے ارادے کا ظہور ہے۔

اللہ آسمان کا یہ رفیع اور وسیع گنبد جسے تھامنے کے لیے کوئی ستون اور سارے نظریں آتے، یہ کشادہ زمین اور اس میں گڑھے بڑے ٹنک بوس پیاز، یہ گرنا گول جانور، مناسب اوقات پر بارش کا برسا، رنگارنگ فصلوں، سبزوں، درختوں کا آگن، چھلنا، چھوٹنا اور ان کے علاوہ جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے اسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا طر اور حکمت بالغہ سے تخلیق فرمایا ہے۔ اور تم بھی اس کے انکار کی جرات نہیں کر سکتے۔ اب یہ بتاؤ جن مٹھوئے خداؤں کی پوجا پاٹ میں تم روز و شب مشغول رہتے ہو اور انہیں اپنا خدا یقین کرتے ہو۔ انہوں نے آخر اپنی قدرت اور حکمت کا کرنا کمال دکھایا ہے کہ تم ان کو بھی خدا ماننے لگے ہو؟ شرک کے بطلان کی یہ کتنی زبردست اور عام فہم دلیل ہے۔

اللہ یہ لقمان کون تھے مزرعین اور مفسرین نے ان کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں کسی نے انہیں "تورہ" کا باشندہ قرار دیا ہے اور کسی نے انہیں عاد کے خاندان سے منسوب کیا ہے کسی نے انہیں آزاد کردہ غلام کہا ہے اور کسی کے نزدیک یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی یا نال کے ورثے ہیں لیکن نے ان کی تہرت کا قول کیا ہے لیکن مجبور علما نے انہیں فقط مردانا اور حکیم تسلیم کیا ہے۔ قرآن کریم نے ان تفصیلات کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ فقط ان کے حکیمانہ پسند و عظمت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ ہمیں بھی اس لاماصل بحث و تھیس میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ علامہ ابن حبان اللامسی لکھتے ہیں: وَ هَذَا الَّذِي هُنَّ ابْنِي فِي كَوْمِ حَرَا اَوْ عِبْدًا و فِي حَشِيْمٍ و فِي مَسْكَانَ يَعْاينَهُ لِيُجِيبَ

لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿۱۷﴾ وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ

اپنے بچے کے لیے ملے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے تو جیکب اللہ تعالیٰ غنی ہے حمید ہے اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا

أَنْ لَا يَكْتِبَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ وَلَا يَكْفُرْ لِكُنِ الْمَضْرُوبُونَ مُؤْمِعُونَ بِنَقْلِ الْمَضْرُوبَاتِ حَشْوًا وَتَقْصِيرًا وَالصَّرَابُ تَرْكُهُ - (بجرحیل)
 علامہ قرطبی نے حضرت ابن عمر سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس سلسلہ میں اسی کا ذکر کر دینا کافی ہے۔ عن ابن عمر قال
 سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم يقول لَمَنْ يَكُنْ لُقْمَانُ نَيْبًا وَكُنْ حَكِيمًا عَمِدًا كَثِيرًا اتَّقَ كُفْرَ
 حَسَنِ الْيَقِينِ أَحَبَّ إِلَهُ تَعَالَى وَرَأْيَهُ وَمَنْ عَلَيْهِ بِالْحِكْمَةِ وَحَيَّرَهُ فِي أَنْ يَجْعَلَهُ خَلِيفَةً يَحْكُمُ بِالْحَقِّ وَقَالَ رَبُّ
 أَنْ خَيْرَ تَنْ قَبْلَتْ الْعَافِيَهُ وَتَرْكْتُ الْمَلَاءَةَ وَإِنْ عَزَمْتَ عَنِ فَتْمَةً وَطَاعَةَ فَانَاكَ سَتَعْنِي مِنْ ذَهْرَةَ ابْنِ عَطِيرٍ

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لقمان نبی نہیں تھے، بلکہ وہ غور و فکر
 کے نگر اور دوست یقین سے مالامال بندے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سے محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی ان سے محبت کرتے اور انہیں حکمت کی نعمت
 عطا فرمائی اور فرمایا اگر تم پسند کرو تو تمہیں تلیف بنا دیا جائے تاکہ تم عدل و انصاف کو قائم کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پروردگار! اگر تو اپنے
 امتیاز دیتے ہیں تو میں مانیت کو قبول کروں گا اور اس آزمائش سے بچوں گا اور اگر منصبِ خلافت منہمانے کے مستحق قلمی حکم ہے تو میں اس بات
 سے حاضر ہوں کیونکہ مجھے تیرے کرم پر یہ مجھ سے سب سے زیادہ غلطی سے بچانے کا۔

شہ حضرت ابن عباس نے حکمت کی تشریح عقل، فہم اور فراست سے کی ہے۔ عن ابن عباس ان نقلوا لُقْمَانَ وَالْفَيْضَةَ
 علامہ راجب کہتے ہیں کہ حکمت سے مراد موجودات کا صحیح علم اور اچھے کام کرنا۔ امام رازی فرماتے ہیں علم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق حکمت
 ہے۔ قَالَ الْإِسْلَامُ هِيَ جِبَارَةٌ عَنْ تَوْفِيقِ النَّعْمَلِيِّ بِالْعِلْمِ - (روح المعانی)

۱۷۔ یہاں یا تو قَوْلُنَا مَمْدُوفٌ ہے یا آتِ - یہاں منسوخ ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے اسے دانا اور عطا فرمائی یعنی اسے
 شکر کی توفیق بخشی۔ اس صورت میں حکمت سے مراد شکر ہوگا۔ وَهَذَا أَيْدَانُ عَطَا أَنْ الْحِكْمَةَ هُوَ الشُّكْرُ

شکر اظہارِ نعمت کرکتے ہیں اس کے مقابلہ میں کفران ہے یعنی نعمت کا چھپانا اور اس کا اعتراف نہ کرنا۔ وَفِي الْقَامُوسِ الشُّكْرُ
 عِزٌّ قَانِ الْإِحْسَانِ، نعمت کے اظہار اور اعتراف کی تین صورتیں ہیں ۱۱۔ دل میں یہ تصور کرنا کہ میرے اللہ نے مجھ پر یہ نوازش فرمائی ہے۔
 (۲) زبان سے اس کی بندہ پروردگی کی تعریف کرنا۔ (۳) اعضا سے کہ جب اللہ تعالیٰ انعام و اکرام فرمائے تو اس کی عبادت و اطاعت
 میں انسان زیادہ سے زیادہ مصروف ہو جائے اور ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی رضا کے حصول میں خرچہ کرے۔
 نئے ادائے شکر کا حکم دینے کے بعد اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ اس کے شکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی شان کو بانی میں ماننا نہیں ہوتا اور کسی کی
 ناشکری سے اس کی شانِ عظمت میں کمی نہیں آتی اگر کوئی شکر کرے گا تو اس کا اپنا بھلا ہوگا۔ ناشکری کرے گا تو خود ہی نقصان اٹھائے گا۔ اللہ
 تعالیٰ غنی ہے۔ سارا جہان اس کا محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ حمید ہے۔ اگر کسی کی زبان حال اسکی حمد و ثنا سے لگے گئی ہے تو کائنات
 کا فزہ ذرہ زبانِ حال سے اس کی حمد کے قصیدے گارہا ہے۔

وَهُوَ عِظَةٌ يُبْنَىٰ لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۳۱﴾

کہا کہ اسے نصیحت کرتے ہوئے اسے میرے پیارے فرزند! کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔ یقیناً شرک ظلمِ عظیم ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَ

اور ہم نے تاکید ہی حکم دیا انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسین سلوک کرے۔ حکم میں اٹھنے رکھنا ہے۔ آگے ماں نے گڑھی پر گڑھی کے باوجود

آیت میں "اللہ کا کلامِ مقدر ہے۔ تقدیر کلامِ الہی ہے۔ مَنْ شَكَرَ اللَّهُ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ اللَّهُ لِنَفْسِهِ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر اپنے فائدہ کے لیے کرتا ہے اس میں سراسر اسی کا مضیلا ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب فرمایا ہے: اَلشُّكْرُ قَيْدٌ يَلْتَمِسُ جُودًا وَهَيْدًا يَلْتَمِسُ قُدْرًا وَمُؤَدَّبٌ يَلْتَمِسُ قَبْحًا اِلَى الْمُبْدُوْدِ وَتُرَابٌ فِي دَارِ الْمُنْتَوِدِ۔ یعنی شکر کرنے سے جس لطف و احسان سے اسے نوازا گیا انہیں لقا و دوام نصیب ہوتا ہے، جن انعامات سے حامل وہ بہرور نہیں شکران کو شکر کرتا ہے، شکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کا باعث ہے اور اس کا ثواب دارالقدر میں ملے گا۔

۱۱۔ حضرت لقمان کے برحمت کے چند نکتے موقی قرآن کریم کے قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

آپ نے اپنے فرزند ولید کو رسبے پہلے جو نصیحت کی وہ یہ ہے کہ شرک سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں اسے چاہیے کہ ہر حالت میں اللہ و امن کو شرک کی آلودگی سے پاک رکھے۔ لقمانِ عظیم ہیں انہوں نے اپنے حکیمانہ کلام سے صرف اپنے بیٹے کو ہی نوازا نہیں ہو گا بلکہ ماں و گون کو ہی اپنی دنیا و زیند و فساد سے سرفراز کیا ہو گا، لیکن قرآن کریم میں ان کے صرف وہ حکیمانہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائے۔ مقصد یہ بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ تو معاملہ کی بنیاد دیرا کاری، تعصب اور فریب دہی ہو سکتی ہے، لیکن ایک باپ جب اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے اس میں سراسر سنیانی اور اخلاص ہی ہوتا ہے۔ وہاں غلط بیانی اور قیاری کا امکان تک نہیں ہوتا، اہل عرب جو بڑی طرح شرک میں مبتلا تھے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تمہارا تو تم بھی حکیم اور موددانا تسلیم کرتے ہو، ان کے اقوال کو اپنے اشاروں اور اپنے خطبوں میں نقل کرتے ہو، فرما اس کی تعلیم پر زور کرو، اس کی ان نصیحتوں کو گوشِ پرہش سے سنو جو اس نے اپنے نختہ بگڑ کر کہیں، کیا اس کے بعد بھی تمہیں شرک کی قباحت میں شک باقی رہے گا۔ اب تو تم اس قسم کی فرامات سے باز جاؤ۔

پہلی آیت میں شرک کے بطلان پر عقلی دلیل پیش کی۔ اس آیت میں عقلی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ گویا عقل اور نقل دونوں شرک کے بطلان پر متفق ہیں۔ اب تو اس منوعہ عقیدے کو چھوڑ دو اور اللہ وعدہ لا شریک پر ایمان لے آؤ۔

۱۲۔ یہ دونوں آیتیں حضرت لقمان کے وعظ کے درمیان بلورِ عقلمت ترنہ ذکر کی گئی ہیں۔ ان سے ایک مقصد تو یہ ہے کہ آپ کے کلام کی تصدیق ہو ملے، دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت لقمان نے ازراہ اخلاص و محبت اپنے بیٹے کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کی اور اسے ظلمِ عظیم کہہ کر نفرت دلانی، اللہ تعالیٰ نے اس پدھی خلوص و شفقت کے جیلے کے طور پر اولاد کو اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیا اور وہ حد و جہت متعین کر دیں جہاں تک ماں باپ کے ارشاد کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱۳۔ بیگ ماں باپ دونوں کا اپنی اولاد پر بڑا حق ہے لیکن دونوں میں

مطلب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم

فصله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک ط الی المصیر ۱۰ و

اور اس کا دودھ پینے میں دو سال لگے اس لیے ہم نے حکم دیا کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے ماں باپ کا کھلے آخر کار یہی طرف ہی رحمتیں اور نجات

ان جاهدک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعمما

اور اگر وہ باؤ ذرا لیں تم پر کہ تو میرا شریک بھرنے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں، تو ان کا یہ کہنا نہ مان ۵۷

ماں کا حق بہت زیادہ ہے، تو اب تک وہ بچے کو شکم میں اٹھانے پھرتی ہے۔ مرد سے پہلے ہی وہ نسبتاً کمزور رہا کرتی ہے اور اس پر عمل کی گزرتی اس کو مزید کمزور اور ناتواں بنا دیتی ہے اس طرح عملِ حرم میں آئے دن اسے طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر پیدا ہونے کا عمل صبراً جاگمل اور صبراً زنا ہوتا ہے۔ اگر ماں ان جاگمل مرحلوں سے بچ سکے تو پھر حرم تک وہ اسے اپنا خون مگر پلاتی ہے، اس کے علاوہ دن رات ماں اپنے اس نورِ نظر کی خدمت میں گزارتی ہے۔ یہ ساری جانکامیاں اور خدمات کسی لالچ کی وجہ سے نہیں، کسی اسان مبتلانے کے خیال سے نہیں بلکہ محض محبت اور پیار کے جذبے سے سرشار ہو کر انجام دی جاتی ہیں، اسی لیے حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار ماں کی شکر ادا کی تلقین فرمائی ہے جن کا تفصیل بیان مناسب مقامات پر گزر چکا ہے یہاں فقط ایک ارشاد نبوی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

کسی شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا، یا رسول اللہ! من ایتر؟ میں کس کے ساتھ احسان کروں۔

فرمایا: اُمَّتک۔ اپنی ماں کے ساتھ۔ اُس نے دوبارہ عرض کیا: تُعْتَمَن۔ اس کے بعد کس کے ساتھ۔

فرمایا: اُمَّتک۔ اپنی ماں کے ساتھ۔ سب بارہ گزارش کی، اُتَمَن۔ اس کے بعد کس کے ساتھ۔ فرمایا: اُمَّتک۔ اپنی

ماں کے ساتھ۔ پھر تھی بار حبیب اُس نے پُچھا: تُعْتَمَن۔

فرمایا: اَبُوک۔ اپنے باپ کے ساتھ۔

۵۷۔ یہاں اپنا شکر کرنے کے ساتھ والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم بھی ملادیا۔ اس طرح بندہ فزائی کی حدِ کروی اور اسلامی معاشرہ میں والدین کا جو اعلیٰ اور ارفع مقام ہے اس کی وضاحت فرمادی۔ اس کے بعد بھی اگر مسلمان بچے اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے ان کی دُعا میں نہیں تو بڑی بد قسمتی ہے۔

۵۸۔ والدین کی اطاعت کا بار بار تاکیدِ حکمِ قرآن کریم میں دیا گیا اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ والدین کا ہر حکم ماننا اور ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ شرک کرنے اور نافرمانی کرنے کا بھی حکم دیں۔ اس آیت میں اس غلط فہمی کا ازالہ کروا دیا اور بتا دیا کہ بیگم والدین کا بڑا حق ہے اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا بہت بڑی سعادت ہے لیکن بہر حال ان کا حق اللہ تعالیٰ کے حق سے کم ہے۔ اگر وہ اس کے ساتھ شرک کرنے پر اصرار کریں گے یا کسی ارشادِ الہی سے سرتابی پر مجبور کریں گے تو اس وقت ان کے حکم کو مسترد کر دینا ضروری ہوگا کیونکہ اللہ وہ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔

وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

ابن گزران کرو ان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے لے اور پیروی کرو اس کے راست کی جو میری طرف مائل ہوا ہے

۱۷ چاہیے تو یہ تھا کہ جب والدین اپنے خالق اور مالک کے سرکش ہوں اور شرک کے مرکب ہوں تو ان سے قطع تعلق کرنا چاہئے اور کسی قسم کی شفقت اور رحمت کا مظاہرہ ان سے نہ کیا جائے لیکن انسان قرآن جانے اس دین فطرت کی پاکیزہ تعلیمات پر۔ فرمایا ان کی یہ بات مانو اس کے علاوہ ان کے ساتھ حسن سلوک کے سارے تقاضے پورے کرو۔ وہ پادرسوں تو ان کی تیار داری کرو۔ وہ منہس ہوں تو ان کے اخراجات کا پرچہ تم اٹھاؤ، ان کا ادب اور احترام ہر حالت میں ملحوظ رکھو۔ ان کی زیادتیوں کے باوجود تمہاری طرف سے تلخ کلامی اور بے مہربانی کی نوبت نہ آنے پائے۔ بیکس قرآن خداوند عالم کا کلام ہے۔ بیکس اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہو کر جم دونوں جہانوں کی ساداتوں سے بڑھ کر نہ کہتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی۔ میں اپنی والدہ کا بڑا فرماؤ اور اور اطاعت گزار تھا۔ اس کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے نعمت ایمان سے مشرف کیا تو میری ماں سمحت برفروختہ ہوئی۔ مجھے کہنے لگی اے سعد! تم نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ اگر تو نے اس نئے دین کو نہ چھوڑا تو میں کھانا پینا بند کر دوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں اور لوگ تجھے اپنی ماں کا قاتل کہہ کر مار دوں گے اور تو تک بھریں رسوا ہو گا۔ میں نے کہا اماں! ایسا نہ کرو۔ میں کسی قیمت پر بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا لیکن وہ بھند رہی۔ دن بھر نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ رات بھی یوں ہی گزار دی۔ جس کے باعث وہ بہت کمزور ہو گئی۔ دوسروں اور رات اس نے فاقہ سے گزار دیا۔ اب تو اس کی کمزوری حد کو پہنچ گئی۔ جب میں نے اس کی یہ خدمت دیکھی تو میں نے کہا:

يَا أُمَّهُ تَعْلَمِينَ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتُ لَدَيْهَا لَفُتَّ كَفْسِي فَمَرَّجْتُ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِينِي هَذَا لِشَيْءٍ فَإِنْ شِئْتُ لَوَدَّتَا كَهَلِي. اے ماں! تو خوب جان لے اگر تیری سوجائیں ہوں اور سب ایک ایک کر کے نکل جائیں تو خدا کی قسم میں اپنے دین کو کچھ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اب تیری مرضی ہے تو کھا اور نہیں ہے تو بے شک نہ کھا میں اپنا دین چھوڑنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہیرا ہوم مستحکم دیکھ کر میری ماں نے بھوک بڑھل مٹا کر دی۔

اللہ تعالیٰ دین حق پر ہیں بھی اسی قسم کی استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۸ کسی کے ساتھ حسن نیت کا مظاہرہ کرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، مرقت و احسان کرنا اور بات ہے لیکن کسی کی اطاعت اتباع کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ اتباع فقط اسی کی کرنی چاہیے جو ہر طرف سے رُخ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ محبت و مؤذت کے سلسلے رشتے توڑ کر ایک تنہا محبت اپنے دل میں بسائے اور جس کسی کے ساتھ وہ محبت کرے فقط اسی لیے کہ یہ اس کے محبوب کا محبوب اور پیارا ہے۔ ملائے تفسیر نے فرمایا ہے کہ مَنْ أَنَابَ سے بیان مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کی انابت ال اللہ کی شان دیکھنی ہو تو آپ کی کتاب زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ کے بندے کیسے ہوتے ہیں اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مریبان باصفا کا کیا مقام ہے۔ آپ حبیب مشرف باسلام ہوئے تو حضرات سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن ابن عوف، عثمان طلحہ، زبیر اور سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ہمہ فرست دنیاوی و جاہلت کا دباری مہارت میں مکہ کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے

ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا

پھر میری طرف ہی تپیں لوٹنا ہے۔ پس میں آگاہ کروں گا تمہیں ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے۔ (لقمن نے کہا) پیارے فرزند!

إِنَّ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي

اگر کوئی چیز رانی کے دانہ کے برابر ذراتی ہو یا پھر وہ کسی چٹان میں یا

السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿۱۶﴾

آسمانوں یا زمین میں (بچھی، ہر توڑے آئے گا) سے اللہ تعالیٰ۔ بلیک اللہ تعالیٰ بہت باریک بین اور خبر سے جانچ

يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ

میرے پیارے بچے! نماز صحیح ادا کیا کرو۔ نیکی کا حکم دیا کرو۔ اور برائی سے روکتے رہو اور صبر کیا کرو

پاس آئے اور اگر دریافت کیا:

”اے ابو بکر! کیا تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کر دی ہے اور ان پر ایمان لے آئے ہو؟“ آپ نے کہا: ہاں میں تو ایمان لے آیا ہوں اور صدقِ دل سے ان کی رسالت کو تسلیم کر لیا ہے۔“ اتنا جواب سننے ہی یہ حضرات بارگاہِ مصطفویٰ میں حاضر ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا اور شرفِ بر اسلام ہو گئے۔ لڑکے ان زبیرک اور ماطنم لوگوں کے نزدیک اسلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ ابو بکر یوں دانا اور بڑھنہ شخص اس کو قبول کر چکا ہے۔

انہی! ہمیں بھی ان لوگوں کی پیروی نصیب کر جو تیری یاد، تیرے ذکر اور تیری محبت میں سرشار رہتے ہیں۔ آمین

۱۵۔ اب پھر حضرت لقمان کی مغفرت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے بچے کو شرک سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اب وہ اسے اللہ تعالیٰ کے علمِ مہبط اور قدرتِ کاملہ کا درس دے رہے ہیں۔ رانی کے دانے کی کیا حقیقت ہے۔ سامنے رکھا ہو، دن کی روشنی ہو، پھر بھی وہ تو جیسے ہی نظر آتا ہے، لیکن اتنی باریک چیز اگر شجر کی کسی چٹان میں مستور ہو یا کوئی ذرہ زمین کی دستوں اور آسمان کی پنہائیاں میں گم ہو جانے تو کون انسان ایسا ہے یا کونسا آکر ہے جس کی مدد سے اس ذرہ کا سراغ لگایا جاسکے۔ ہمارے لیے پیچک یہ ازمہ مشکل کام ہے مگر اتنی چھوٹی چیز کیسے بھی ہوا اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔

۱۶۔ مومن کی دو ذمہ داریاں ہیں۔ اپنی ذات کی تکمیل اور دوسروں کی صلاحیتوں کی حتی الوسع نشوونما۔ اپنی ذات کی تکمیل کے لیے ناز کا حکم دیا، دوسروں کی تربیت اور تکمیل کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ علامہ آذری فرماتے ہیں: أَقِمِ الصَّلَاةَ تَكْمِيلًا لِّنَفْسِكَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ تَكْمِيلًا لِّلْغَيْرِكَ۔ (روح المعانی)

عَلَى مَا آصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ وَلَا تَصْعَرَ خَدَاكَ

برصیبت پر جو تہیں پہنچے تھے جیک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں اے اور نہ بگڑ کر تے ہوئے نہ پھیرے اپنے رخسار کو

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

لوگوں کی طرف سے اور نہ چلا کر زمین میں اترتے ہوئے۔ جیک اللہ تمہارے نہیں پسند کرتا کسی

مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

کھنڈ کر نیوالے، فخر کو نیوالے کرے اور درمیانہ روی اہستہ یا رگراہتی رفتار میں اور دومی کراہتی آواز اے

میں اپنے نفس کی اصلاح میں کوئی آسان کام نہیں۔ صبح شام اپنی خواہشات سے ربر بیکار رہنا، نفس کی سرکشی اور غفلت پر اسے ہر وقت مجرمتے رہنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ اس کے لیے بڑے مبرا اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو جو کئی سے کسوٹی پر ہیں تقویٰ اور پارہائی کی راہ سے عمر بھر گزیراں رہے ہیں ان کے دلوں میں کئی کی اُلفت پیدا کرنا انہیں طمانین و عصیان کی زندگی سے باز رہنے کا حکم دینا مگر کس و ناکس کے نہیں کارواں نہیں۔ طمن و تشین کے تیروں سے گمانل ہونا پڑتا ہے۔ مالی خساروں اور جسمانی اذیتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے کبھی کبھی جان کی بازی لگانا پڑتی ہے یہ مرحلہ بھی مبرا اور استقامت کے بغیر طے نہیں ہو سکتا، اس لیے حضرت لقمان اپنے فرزند ولید کو تکرہیل ذات اور اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ یہ راہ بڑی مانگنا زور کھنسن ہے مردان پاکبازی اس پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

اے علامتہ راغب اصفہانی نے عزم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ الْعَزْمُ وَالْعَزِيمَةُ عَقْدُ الْقَلْبِ عَلَى أَمْرٍ أَوْ مَعَادَةٍ (المعزات) یعنی کسی کام کو کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا۔ یعنی مذکورہ احکام ان اہم امور سے ہیں جن کو انجام دینے کے لیے انسان کو ہمت اور مردانگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اَوْ الْمَعْنَى مِنَ الْأُمُورِ الَّتِي يُعَزِّمُ عَلَيْهَا بِحَيْثُ لَوْ جُوبِهَا دَ مَطْمَرِي، یا یہ وہ احکام ہیں جن کو بحال لے کر اللہ تعالیٰ نے قطعی حکم دیا ہے۔ اسی معازرہ اللہ تعالیٰ و قلعہ قطع ایجاب (دورح المانی)

اے اس آیت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے اس کے چند کلمات کی تشریح ضروری ہے۔ تَصَعَّرَ: علامتہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ صعر اذتوں کی ایک بیماری کا نام ہے، جب یہ لگتی ہے تو اذت کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اَلصَّعْرُ: اَيَّا خَذَّ الْبُعَيْرُ قَيْلَوِي وَمَهُ حَنْفَهُ وَ يَمِينُهُ۔ اسی مناسبت سے جب کوئی شخص ازراہ غرور و نخوت اپنا منہ لوگوں کی طرف سے موڑ لیتا ہے تو عرب کہتے ہیں قَدْ صَعَّرَ حَنْدَهُ وَ صَاعَرَهُ: اَمَّا لَهُ مِنَ الْكِبْرِ، اس معنوم کی تائید کے لیے انہوں نے جریر کا یہ شعر نقل کیا ہے: سے

وَكُنَّا إِذَا الْجَبَّارُ صَعَّرَ حَنْدَهُ أَقْنَالَهُ مِنْ مَيْلِهِ فَتَقَوَّيْنَا

(اسان العرب)

یعنی جب کوئی جاہل شخص ازراہ بگڑاپنے رخسار پھیر لیتا ہے تو ہم بزدل شیرازاس کی کچی کو ڈر کر دیتے ہیں اور وہ درست ہو جاتا ہے۔

مَرَحًا؛ فی المفردات المرح شدة الفرح والتوسع فيه ومرحاً مرحاً اذا خف قاله ابن الاثیر۔ (تاج العروس)۔ شدت فرح و سرور کو مرح کہتے ہیں۔ علامہ ابن منظور نے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ لکھتے ہیں: المرح شدة الفرح والنشاط حتى يجاوز قدره۔ وفی حدیث علی حکوم اللہ وجهہ زعم ابن الصائغ ان فی تدابہ تعراحة قال ابن الاثیر هر من السرح وهو النشاط والحفنة۔ وقد قيل فی مرحت العين انها بمعنى اسبلت الدمع وكذلك السحاب اذا اسبل المطر لسان العرب، یعنی مرح اس شدت فرح و نشاط کو کہتے ہیں جو حد سے بڑھی ہوئی ہو۔ علامہ ابن اثیر کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک مرح اس نشاط کو کہتے ہیں جس میں سخت یعنی ہلکا پن اور سگی پانی ہلے جس طرح کہ ظرف لوگ خوشی اور مسرت کے وقت ادب و اخلاق کے تقاضوں کو بھی نہیں پشت ڈال دیتے ہیں۔ حیا اور عزت کی بجاوری انا کر کر پے پھینک دیتے ہیں۔ اور ایسی ناٹائے حرکتیں کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر شرم کی آنکھوں تک ہر بات ہے۔

مختال: اس حکم کو کہتے ہیں جس میں حکم کے علاوہ خود پسندی کا عیب بھی پایا جاتا ہو۔ المختال منکبر ذو خیلہ معجب بنفسہ (تاج) علامہ ابن منظور نے اس لفظ کی تشریح کے ضمن میں ابراہیم کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔ قال ابراهیم المختال الصلف المتعالم الجہول الذی یألف من ذوی قرابته اذا كانوا فقراء ومن جيرانه اذا كانوا كذلك ولا یحسن عشرتهم و لسان العرب یعنی مختال اس لاف زنی کرنے والے نادان کہتے ہیں جو اپنے غریب رشتہ داروں سے نفرت کرتا ہے اور مفلس پڑوسیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا۔ فقور۔ مبالغہ کا معنی ہے بہت اترانے والا۔ فخر کرنے والا۔ خصوصاً وہ شخص جو ایسی چیزوں پر فخر کرے جو اس کے ذاتی کمالات سے نہیں بلکہ خارجی امور کی بنا پر اترانے والا مال و دولت، جاہ و منصب وغیرہ ان کلمات کی لغوی تحقیق کے بعد اب اس آیت کو پڑھیے اور اس کے منہم کو سمجھنے کی کوشش کیجیے آپ کو مزہ آجائے گا اور قرآن کے حسن اظہار پر آپ سو جان سے تڑپاں ہونے لگیں گے۔ آیت کا مذکورہ تکرار سے اجتناب کرنے کی تاکید کرتا ہے، لیکن ضرور کی کوئی ایک شکل تو نہیں۔ اس کے متعدد مظاہر اور روپ ہیں۔ کئی علی اور کئی غنی۔ ایک جلد میں بھی کی نشاندہی بھی کر دی اور ان سے دور رہنے کا حکم بھی دیا۔ اس بامعیت اور اہم ہونے کے باعث عرب کو جو لغت کی لطافتوں کو جانتے تھے ادبگ کر دیا تھا۔ اسی کلام مجرب نام کو سن کر بڑے بڑے شاعر نے شعر گوئی ترک کر دی تھی۔ اسلام کے دشمن قرآن کی اس روحانی کی باعث شیخ اسلام کے پرولنے بن گئے تھے۔

سُبْحَانَ مَنْ أَنْزَلَهُ وَسَلَامٌ عَلَيَّ مَنْ أَنْزَلَهُ عَقِيْبَةً وَأَنْزَلَهُ تَبَشِيْرًا وَكَذِبْرًا۔

علامہ آلوسی نے لا تُصعِّرُ اکا ایک معنی ابن عربین سے نقل کیا ہے۔ وہ بھی خوب ہے۔ کہ اپنے نفس کو کسی کے سامنے بلا وجہ ذلیل نہ کرے اور احساس کمتری سے کسی کے سامنے ہر وقت گردن نہ جھکانے رکھے۔ وقال ابن خویرین مناد غمی انه یذل نفسه من غیر حاجة فینوی عنقه وروح المعانی، بیگ فخر و غرور بھی بڑی چیز ہے لیکن بے جا تواضع، ذلت نفس اور اپنے آپ کو ہر وقت حقیر بنانے رکھنا اس سے بھی بڑی بات ہے۔ قرآن نے ان دونوں چیزوں سے اپنے ماننے والوں کو باز رہنے کا حکم دیا ہے۔

سے رفتار اور رفتار کے آداب سکھانے کو ملتا تو قار و مناسک کے ساتھ بات کر دو تو بلا ضرورت آواز کو بلند نہ کرو کہ طبع سلیم پر گراں گزرے اور سننے والا وحشت محسوس کرنے لگے۔ جس طرح گدھا زور سے بیگنا ہے اور سارا ماحول ناگوار شور سے بھر جاتا ہے۔

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝۱۵ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ

جیک سب سے وحشت ایگز آواز گھمے کی آواز ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرما کر دیا

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ

دیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے نکلے اور تمام کر دی ہیں اس نے تم پر ہر قسم کی نعمتیں

بَاطِنَةً ۚ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى

ظاہری بھی اور باطنی بھی قسمے اور بعض ایسے نادان لوگ بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں (رسول کریم سے) اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہ انکے پاس علم

وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝۱۶ وَإِذْ أَقِيلَ لَكُمْ التَّبْعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نُنَبِّئُ

ہے نہ بات اور نہ کوئی روشن کتاب لے اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تمہارے کتبے ہیں انہیں انکے علم اور کتاب

۱۵ حضرت لقمان کا بیان تم ہوا اب پھر تکوین توحید کے سامنے توحید کے نکوئی دلائل پیش کیے جا رہے ہیں اور ان میں غور و فکر کی پڑھو

دعوت دی جا رہی ہے

کسی چیز کو جبراً و قہراً کسی خاص مفہم کے لیے معصوم کار کرنے کو تعبیر کہتے ہیں۔

التسخين سياسة الى الغرض المخصص قهراً (المفردات) ارشاد ہے ذرا بندہوں اور پستیوں پر نظر صرفت ڈالو۔ آسمان، آسمان، آسمان، زمین، پانی، گلے میدان، ان میں سلسلے ہوئے کھیت، اونچے اونچے پہاڑ، سرسبز وادیاں، طيور و حوض ہر چیز تمہاری مختلف قسم کی خدمات انجام دے رہی ہے لیکن تم خود کام لیتے ہو اور بعض تمہاری دسترس سے باہر ہیں لیکن غافل کریم نے اپنے ادا پر تکوینی سے انہیں تمہاری خدمت پر کر پرت کر دیا ہے۔

۱۶ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تم پر اتنا کر دی ہے۔ اگر انہیں گننا یا ہر تو گن نہ سکو، ساری نعمتوں کو شکرا کرتے رہو تو شکرا کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ اتنی نوازشات اور عنایات کے باوجود اگر تم اپنے رب کو نہ پہچانو تو ظلم کی انتہا ہے۔

ظاہری نعمتوں سے مراد حسن صورت، اعضا، کا صبح و کمال ہونا، رزق، عافیت اور دوسری دنیاوی نعمتیں، ان کے علاوہ ایمان، قرآن، محبوب سب علیین کی غلامی کا شرف، اطاعت نبوی کی توفیق، اسلام کی فتح، کفر کی شکست بھی اللہ تعالیٰ کی ظاہری جلیل القدر نعمتیں ہیں اور باطنی نعمتوں کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ربانی پتی لکھتے ہیں: دل، عقل، حواس باطنہ، حسن اخلاق، الامام سے رہنمائی، گناہوں کا ڈھانپنا اور پردہ مٹانہ نہ کرنا، آخر میں فرماتے ہیں: وَنُؤَيِّدُكُمْ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَنَاوِعُكُمْ مِنَ الشَّقَاءِ وَرَسُولُهُ وَشَفَاعَتُهُ وَرَسُولُهُ (منظوم) اور باطنی نعمتوں میں سے سب بڑی اللہ کی معرفت کاؤر۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عشق کی آتش سوزاں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت۔

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ابَاءَ نَاهِ اَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ اِلَى عَذَابِ

کریں گے اس کی جس پر پایا ہم نے اپنے باپ و دادا کو۔ کیا وہ (انہیں کا اتباع کرے) خواہ شیطان انہیں (اس طرح) دعوت دے

السَّعِيرِ ۝ وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

ربا ہو جوڑے تہم نے مذاب کی تسکے اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے درآں حال کہ وہ محسن ہو، تو بچک

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَعْزُبُكَ

اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا مضبوط حلقہ کو ۱۳ اور اللہ کی طرف ہی ہے تمام کاموں کا انجام ۱۴ اور جس نے کفر کیا تو نہ غمزدہ گئے

۱۳ جو شخص مسلم سے بے بہرہ ہو، زبردہ اہمیت سے محروم ہو، اس کے پاس کوئی ایسی کتاب بھی نہ ہو جو اپنی روشنی سے جمالت کی تائید کرے
۱۴ کو مشورہ کر رہی ہو۔ اس شخص کو قطعاً یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس سستی سے اُلجھے جس کے بیٹنے میں علم لدنی کے سمندر موجزن ہیں جس کی ڈاکٹر
۱۵ اقدس رشد و ہدایت کا منج ہے اور جو قرآن کریم جیسی تابندہ اور درخشندہ کتاب کی امین ہے۔ عربکے یہ مشرک بھی کیا کندہ ناز تراش ہیں
جو میرے مسطفے سے اُلجھ رہے ہیں۔

۱۶ جب انہیں قرآن کریم کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے تو عقل کے دشمن اُسے ٹھکرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اسی دیگر پر
عقل و دانش کا مذہب چاہتے جو بے آنکھیں بند کیے چلے جائیں گے جس پر ہمارے باپ دادا چلتے رہے تھے۔

۱۷ ان کی یہ بھگی بھگی باتیں شیطان کی دوسرا اندازی کا نتیجہ ہیں۔ اس لعین کی تو یہ کشش ہے کہ وہ انہیں جہنم کے دیکھتے ہوئے شعلوں
میں دھکیل دے۔ یہ تو ان کا کام تھا کہ اپنی اس بے جا منہ کے انجام سے بچتے وقت گزرنے سے پہلے اپنی اصلاح کر لیتے لیکن یہ تو اداوار گنا
بیٹھے ہیں کہ ہر حال میں وہ شیطان کی پیروی کریں گے خواہ ان کی یہ احمقانہ حرکت انہیں جہنم رسید کر دے۔

۱۸ علامہ آکسی لکھتے ہیں کہ تسلیم کی طرح یہاں اسلام کا معنی بھی تفویض ہے یعنی اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ اپنے جسم و
روح کو اپنے قالب اور قلب کو اس کے احکام کے سامنے سزا منگندہ کر دینا، لیکن اس کے لیے صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں اور نہ سچے اور
محبوئے کی پہچان کیے ہوگی، اس لیے ساتھ ہی وَهُوَ مُحْسِنٌ فرمایا کہ زبان سے بھی یہ کہہ کر میرے سارے کام اللہ کے سپرد
ہیں اور حرم عمل سے اپنے اس قول کی صداقت بھی ثابت کر دے۔ اگر اس نے یہ دونوں کام کر لیے تو اس نے ایک ایسی مضبوط رسی کو پکڑ
لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گی اور اسے مضبوطی سے پکڑ لینے کے بعد اسے گرنے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

۱۹ محسنین، احسان سے ہے۔ احسان کی تشریح حدیث جبریل میں مذکور ہے۔ حضرت جبریل باہر گلاہ رسالت میں زانو ٹھکتے باادب بیٹھے
ہیں اور سوال پوچھ رہے ہیں۔ ان میں ایک سوال یہ تھا۔ مَا الْاِحْسَانُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ اے اللہ کے رسول! احسان کا کیا مطلب ہے۔

الْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ حَقَّ تَعْبَادِهِ فَاَنْ تَعْبُدَ النَّاسَ حَقَّ تَعْبَادِهِمْ تَرَاكُ۔ یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح

كُفْرًا إِنَّا مَرْجِعُهُمْ فَنُدَبُكُم بِمَا عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

آپ کو اس کا کفر: ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے پس ہم آگاہ کرینگے انہیں جو انہوں نے کیا تھا۔ بیگ اللہ تمہارے جاننے والا ہے جو

الصُّدُورِ ۱۵۰ نُمِتُّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۱۵۱

کچھ سینوں میں چھپا) ہے لگے ہم لطف اندوز ہونے دیں گے انہیں تھوڑی دیر پھر ہم انہیں ہلک کرے گا میں گے سخت عذاب کیلئے لگے

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ

اور اگر دریافت کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ فرمائیے

الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۱۵۲ اللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

الحمد شد (حق واضح ہو گیا) جبکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ۱۵۲ اللہ تمہارے ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۱۵۳ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٍ

یقیناً اللہ ہی بے نیاز ہے (اور) ہر تعریف کے لائق ۱۵۳ اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں تھیں بن جائیں اور

عبادت کروں گا تم اس کے نور جمال کا مشاہدہ کر رہے ہو اور اگر تمہاری اس منزل پر رسائی نہیں تو کم از کم یہ تصور تو چنکتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۱۵۳ سب کاموں کا انجام پانا اسی کے دست قدرت میں ہے اس سے روگردانی کر کے فیروں کو اس کا شریک بنانا کہاں کی دانشمندی ہے۔

۱۵۴ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دے رہے ہیں۔

۱۵۵ اہل حق باطل پرستوں کی شان و شوکت اور کدو فرسے مرعوب نہ ہوں یہ تو محض چاروں کی چاندنی ہے اور پھر اندھیری رات۔

۱۵۶ کدو و شرک میں گن یہ لوگ فرستیاں کر رہے ہیں۔ ان خود فراموشوں سے پوچھو کہ آسمانوں کا خالق کون ہے؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کیا تمہارے ان خداؤں نے؟ جنہیں تم نے کل اپنے ہاتھوں سے گھڑا اور انہیں اپنا سجدہ بنا لیا۔ کیا ارض و سما کے خالق

یہ ہیں؟ انہیں ناچار یہ کہنا پڑے گا کہ ارض و سما کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اے مسلمانو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ حقیقت واضح ہو گئی۔

سچ ظاہر ہو گیا اور مشرکین توحید کو بھی توحید کا اقرار کرنا پڑا۔

۱۵۷ آسمانوں اور زمین کا خالق بھی وہی ہے اور ان میں جو کچھ ہے اس کا مالک بھی وہی ہے۔ زبانِ قائل سے نہ سی ہر چیز باطن

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۙ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا

یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب جاننے والا ہے ۱۱۷۔ یہ ہے اس کی قدرت کے کرشمے تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ ہی حق ہے

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۙ اَلَمْ تَرَ

اور بلاشبہ جنہیں وہ پکارتے ہیں انکے سوا وہ سب باطل ہیں اور بلاشبہ اللہ ہی بڑی شان والا بزرگ ہے ۱۱۸۔ کیا تم ملاحظہ

اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيْكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِي

نہیں کرتے کہ کشتی چلتی ہے سمندر میں محض اس کی مہربانی سے تاکہ وہ دکھائے تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں۔ جیسا کہ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شٰكُوْرٍ ۙ وَاِذَا غَشِيَٰكُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلْمِ دَعَوْا

اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے ۱۱۹۔ اور جب ڈھانپ لیتی ہیں انہیں پہاڑوں جیسی موجیں

کرتی چیز مال نہیں۔ اس کے لیے ایک آدمی کو پیدا کرنا اور اس کو مار کر دوبارہ زندہ کرنا جس طرح آسان ہے اسی طرح سب کو پیدا کرنا اور انہیں مار کر دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے لیے ذرا مشکل نہیں۔

۱۱۷۔ پہلی آیت میں بتایا کہ ایک فرد کو پیدا کرنا، مارنا اور مار کر جلانا اور کروڑوں کھرموں انسانوں کو پیدا کرنا اور مارنا۔ مار کر جلانا اللہ تعالیٰ کے لیے کیاں ہے۔ اس آیت میں قدرت خداوندی کے چند عظیم الشان کارناموں کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرائی اور ان کی غلط فہمی کا انکار کر دیا۔

۱۱۸۔ اللہ تعالیٰ کا علم محیطہ قدرت کا حد آفرینش عالم میں اس کی حکمت بالغہ کی عجز و طرازیوں اس بات کی تصدیق کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حق ہے۔ اس کی قدرت حق ہے۔ اس کی کبریائی اور عظمت حق ہے۔ وہی اور صرف وہی موجود رہتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ جسے

خدا سمجھ کر پکارتے ہیں یا جس کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ باطل کا مفہوم علامہ آلوسی یوں تحریر فرماتے ہیں: اَلْمَعْدُوْمُ فِي نَحْوِ ذٰلِكَ وَهُوَ الْمُسْتَكْبَرُ الَّذِي لَا يُؤَجِّدُ اِلَّا يَعْتَبِرُ ۙ۔ جو چیز اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہو اور صفات کے ارادہ کے بغیر نہ ہوتی ہے۔

وَاِنَّمَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ رِجَالًا اَنْبَاطًا رُجُوْمًا الْعَالِيٰنَ اِلٰی عِلِّيِّنَ ۙ یعنی جنہیں وہ خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ علامہ پانی پتی نے بھی یہی لکھا ہے۔ وَاِنَّمَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ رِجَالًا رُجُوْمًا (یعنی) اَنْبَاطًا (یعنی) عِلْمًا رُجُوْمًا لِنَعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ۙ یعنی وہ بت جنہیں وہ اللہ تعالیٰ

کا شریک ٹھہرا کرتے تھے وہ باطل ہیں۔ یہ لانا تعالیٰ نے اس جملہ کالیوں کو ترک کیا ہے: اور جن چیزوں کی یہ اللہ کے سوا عبادت کر رہے ہیں باطل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ انچھے پرستندہ بجز وہ ہے اصل است ۱۱۹۔ قدرت خداوندی کے حیدر و دلائل

اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الدِّبْرِ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا

اس وقت پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو نخلص کر کے بچائے اس کے لیے اپنے عقیدہ کو پھر جب بچاؤا ہے انہیں ساحل تک تو انہیں سے

يُجِدُّ بِأَيْتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَأَخْشُوا

(چند ہی) حق پر رہتے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا مگر ہر وہ شخص جو فتنہ دار اور ناشکر ہے۔ نہ لے لوگا ڈرتے رہا کہ اپنے رب سے اور ڈرے

کیے جا رہے ہیں ہمسرد کی دستیں اس کی گمراہیاں اس میں پہاڑوں کی طرح اٹھنے والی موجیں قدم قدم پر ملنے پانے گرواب اور ان میں ایک کشتی اپنی پشت پر سیکیڑوں ہزاروں انسانوں کو بٹھائے اپنے دامن میں لاکھوں ٹن سامان لیے پھری ہوئی لہروں سے آنکھ بھولی کرتی گڑبڑا سے دامن بچاتی اپنی منزل کی طرف پہل جا رہی ہے کیا یہ قدرتِ مملوئی کا اعجاز نہیں؟ سمندر میں بھی آیاتِ ربانی کا مینا بازار سجا ہوا ہے اور اس کے ایک ایک قطرے میں کئی جہاں آباد ہیں کئی غوٹے چھپے ہیں کئی ترقیوں خواہیدہ ہیں لیکن قدرت کے یہ جلوسے صرف ان بہت لوگوں کے لیے اپنے رخ سے تباہ اٹھاتے ہیں جو صبر کی صفت سے محروم ہیں۔ غور و تدبیر کے شوگر ہیں یہیم ناکامیوں سے شکست خاطر نہیں ہوتے بلکہ بہت سے آگے ہی بڑھنے کی دھن ان کو بیقرار رکھتی ہے انہی بہت لوگوں پر انعام و اکرام کی بارش ہوتی ہے۔ صَبَابٌ مَّسْكُونٌ کے کلمات کیا ہمارے فوجواؤں کو عوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے حق آسانی اور آرام طلبی کے گوشوں سے باہر نکال دینے کے لیے ان کے منہ جذبات میں آتش شوق لگانے کے لیے کافی نہیں؟ کاش! ہم اس کتابِ محکم کی طرف ایسی توجہ کرتے جس کی وہ حق ہے تو آج ہم اپنی پستی پر سردا ہیں نہ بھرتے اور اختیار کی مرعیت رفتار پر تصویر حیرت بنے ٹھٹھے نہ ہوتے۔

اے تماشہ گاہ عالم بٹھنے تو تو کہا ہر تماشہ می روی

ہمارے اسلاف جنہوں نے قرآن کریم کو پڑھا جس طرح اس کو پڑھنے کا حق تھا جنہوں نے اس میں غور و تدبیر کیا جس طرح اس میں غور و تدبیر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور جنہوں نے اس پر عمل کرنا باعثِ سعادت بنا۔ ان کے کارواں جن صحراؤں سے گزرے وہاں علم و حکمت کے گلشن آباد ہو گئے۔ جن ویرانوں سے گزرے وہاں شہر بسا دیئے جس رنگِ خار کو چھننا اسے سخن و جمال کا منظر بنا دیا۔ انہوں نے وہ علم کو حیاتِ زرخیز اور نئے علوم کی تخم ریزی کی جب اپنے اسلاف کے علمی، تحقیقی اور تخلیقی کارناموں سے نامدہ اٹھانے کا وقت آیا تو ہم غفلت کی پادرتان کو سونگے۔ شاعر مشرق نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

داد آن صحرائشیاں کاشفتند حاصلش استہنگیاں برداشتند

یعنی علم و حکمت کا بیج تو زر کے صحراؤں میں ہی بیا تھا لیکن جب فصل پک گئی تو ان کی آنے والی نیلیں سرگینیں اور زرخیزی اس فصل کو کھڑے کر کے لگے صَبَابٌ مَّسْكُونٌ اور خشک و دوزخ مہا لینے کے صیغے میں یعنی بہت صبر کرنے والے۔ طویل عرصہ تک اٹھک کوشش کرنے والے بہت شکر کرنے والے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی منفرد کی بہبود اور فلاح میں خرچ کر کے حق شکر ادا کرنے والے معلوم ہوا کہ یہاں مقصود سے صبر سے کام نہیں چلے گا اور زبانی اظہارِ شکر کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے صَبَابٌ مَّسْكُونٌ کے معیار پر پورا اترنا پڑیگا۔ نہ کفار و مشرکین کی

يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَارِعٌ عَنْ وَالِدِهِ

اس دن سے کہ نہ بدلہ دے کے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے اور نہ ہی بیٹا بدلہ دے کے گا اپنے باپ کی جانب

شَيْطَانٍ وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا فَلَا تَغْرِبْكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغْرِبْكُمْ

سے کچھ بھی بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نہ دھوکہ دے تمہیں دنیوی زندگی اور نہ فریب میں

فترتوں کی یاد رکھنا چاہیے۔ ظلم کا امداد ظلم ہے جو چیز سب سے پہلے بادل وغیرہ سے نکلے ہیں۔ معتقید۔ میاں رو۔ مختار
ختر سے ہے اس کا معنی سخت قسم کا دھوکہ اور فترت ہے۔

اسے دلائل توحید کے اثر انگیز بیان کے بعد سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور وہ نہ مشرک رسوائی سے بچنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ اسلام نے اصلاحِ نفس کے لیے توبہ برات اور سزاؤں پر اتنا اعتماد نہیں کیا جتنا انسان کے دل کی دنیا بدلنے اور سب کے نظریات میں انقلاب برپا کرنے پر زور دیا ہے۔ انسان معین غلط فیصلوں میں مبتلا ہو کر گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے اس لیے سورت کے اختتام سے پہلے ان غلط فیصلوں کا ازالہ بھی کروا گیا ہے۔ یہ غلط فہمی انسان کو گناہ پر براغیبت کرتی ہے کہ اس کا بوجھ کئی اور اٹھائے گا۔ اس کا بار گناہ کوئی دوسرے کی گردن پر لاد دیا جائے گا اور وہ بچ جائے گا۔ بتا دیا کہ دنیا میں باپ اور بیٹے کا تعلق محتاج بیان نہیں۔ والدین اپنی اولاد کے آرام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کرتے۔ اولاد بھی والدین کی پریشانی اور تکلیف کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتی، لیکن قیامت کے دن کوئی باپ اپنے بیٹے کو مذہبِ الہی میں مبتلا دیکھ کر یہ کہے گا مجھ سے اپنے بیٹے کی ترویج و پکارتی نہیں جا سکتی اُسے سبش دو اور اس کی بچہ مجھے دوزخ میں ڈال دو۔ اسی طرح کوئی بیٹا بھی اپنے باپ کے بارگناہ کو اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ ہر ایک کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے کیے کی سزا خود بھگتنی ہوگی۔ دوسری غلط فہمی جس کا ازالہ یہاں مقصود ہے یہ ہے کہ دنیا کی زریب و زینت دل مومہ یعنی ہے۔ نشاط و مفر کے ہرجام اس میں نکلنے میں پلائے جاتے ہیں ان کا نشہ بھی ہوشربا ہوتا ہے بڑے بڑے زریک متابع دین و بوش کو اس کے قدموں پر بشار کر دیتے ہیں۔ خرابا اس عروس ہزار و ہزار کے فریب میں نہ آنا اس نے آج تک کسی کے ساتھ وفا نہیں کی، تم اس سے وفا کی توقع کرنا نہ کہتے ہو۔ بوش کرو اس طرف تا چشمِ عمر زہ کے لیے اپنے رب کریم سے تعلق منقطع نہ کرو ورنہ چھپتا ڈگے۔ ہونٹ کا ڈگے لیکن بیسود تیسری غلط فہمی جس کا یہاں ازالہ مقصود ہے اور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ اگر تمہاری بے درپے سرکشوں کے باوجود اس نے تمہیں مذہب کے شکنجے میں نہیں کسا تو یہ نہ سمجھو کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا یہ محض نفس کا فریب اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ اس کریم نے ٹہلت کی جو گھوٹیاں تمہیں عطا فرمائی ہیں انہیں غیبت جال اور توبہ کروا دیا نہ ہو کہ کسی ایسے مذہب میں مبتلا کر دیے جاؤ کہ نجات کی ساری راہیں مسدود ہو جائیں حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہم کا منہم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان گناہ کرتا رہے اور مسفرت کی کتاب بھی ہو۔ ھو آن یَسْئَلُ بِالْمُعْتَصِفَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُعْتَصِفَةَ۔

علامہ زبیدی لفظ غرور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَالْغُرُورُ الْبِضَادُ مَا غَرَّكَ (من انسان و شیطان وغیرہا قائلہ)

بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَ

بتلا کرے تیس اللہ سے، وہ بڑا مکار و مکر باز۔ بیشک اللہ کے پاس ہی ہے قیامت کا علم اور وہی انکارتا ہے مینہ اور

يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي

جاتا ہے جو کچھ (ماؤں کے) رحم میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کسے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا

نَفْسٌ بِمَا يَأْتِي أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ ۴

کہ کس سر زمین میں مرے گا لے بیشک اللہ تعالیٰ علیم و اوسر خبیر ہے۔

الاصح وقال المصنف في البصائر من مال وجاه وشهوة و شيطان او ينجس بالشيطان لان لعن الناس بالوعد الكاذب والتمنيته وبه فر
قولنا تعلمه ولا يفركه بالله الغرور (تاج العروس) ترجمہ: جو چیز تجھے دھوکہ دے اسے غرور کہتے ہیں، چاہے انسان ہر شیطانی یا کوئی اور
یہ اسمی کا قول ہے مصنف نے ہمارے لکھا ہے مال، وجاہ، شہرت اور شیطانی سب کو غرور کہا جاتا ہے۔ یا اس لفظ سے مراد صرف شیطانی ہے
کیونکہ وہ ٹھونسنے و دھونسنے اور نہری تناؤں سے انسان کو دھوکہ دیتا ہے۔ اس آیت میں الغرور کی تفسیر شیطانی سے ہی کی گئی ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ہر کتا ہے کسی کے دل میں اس آیت سے پر شہہ پیدا ہو کہ حدیث شریف میں تو مذکور ہے کہ جس آدمی کے تین
کم سن بچے فوت ہو جائیں تو اسے دوزخ کی آگ نہیں ملے گی۔ اِنْ تَحَدَّثَ الْعَسَدُ مِغْرَمَ قَمِيٍّ يُرَى كَرْنَهُ لِيَسْمَعُ مَدِيْنَةَ مَدِيْنَةَ
میں ہے: مَنْ اَبْتَلِي بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ فَاَحْسَنَ رَيْبِيْنَ كُنْتُ لَهٗ جَنَابًا مِنْ السَّارِ۔ جس کو بچوں کا باپ بننے کے ارمان میں مبتلا
کیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو وہ جہنم میں اس کے لیے دوزخ سے محاب بن جائیں گی۔

احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس نچے اور بچیاں والہدین کی نہات کا باعث نہیں گی، لیکن آیت سے اس کے برعکس۔ علامہ
فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ گناہ تو کیا ہو بیٹے نے اور دھریا ہلنے اس کے باپ کو یا نافرمانی تو کہ ہو باپ سے اور اس
کی جگہ پکڑ دیا جائے اس کے بیٹے کو۔ بلکہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہوگا، البتہ شفاعت کا دروازہ کھلا ہوگا اور جس کو اذن شفاعت
ملے گا وہ شفاعت کرے گا اور ان لوگوں میں نابالغ بچے بھی ہیں اور بچیاں بھی۔ علامہ بانی ہتی نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ اسے لاجوردی

فيه والذم مؤمن عن و كذبه الكافر ولا مؤمن مؤمن عن والدهم الكافر (منطوي، یعنی مؤمن والد کا فریبیٹے کے کام نہیں آئے گا اور نہ
مؤمن بیٹا کا فریبیٹے کا فریبیٹے کا۔ اس تفسیر کے بعد کوئی شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا کہ یہ شفاعت گنہگار اہل ایمان کی ہے کہ فریبیٹے نہیں
۴ علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال ابن عباس هذه الجنة لا يعلمها الا الله ولا يعلمها

ملائكة مقربون ولا ينزل منسلا فمن ادعى ان الله يعلم شيئا من هذه فقد كفر بالقرآن اذ لا يعلمها الا الله ولا يعلمها
يعلمون كثيرا من الغيب يتعرف الله تعالى اياتهم والمراد ابطال كذب الكفرة والمؤمنين ومن يستشيق بالذنوا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے بیکر کوئی نہیں جانتا تھے کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی انہیں خود بخود نہیں جان سکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز خود بخود جانتا ہے اس نے قرآن کریم کا انکار کیا کیونکہ اس نے قرآن کریم کی مخالفت کی۔ انبیاء، ان امرئہم میں سے بہت کچھ جانتے ہیں۔ ان کا یہ جانا اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے سے ہے۔ اس آیت سے مراد انبیاء کے علوم کی نفی نہیں بلکہ انہوں نے جو چیزیں اور جو لوگ بارش کے نزول کو مخصوص ستاروں کے طلوع غروب سے وابستہ سمجھتے ہیں ان کی تردید ہے۔

علامہ موصوف اس کے بعد کہتے ہیں کہ کسی کسی طرحی تجربہ کے باعث عمل کے دکھایا لڑکی ہونے کا علم ہو جاتا ہے لیکن اسے یقینی علم نہیں کہا جا سکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کاروں کے تجزیے فلفلی ثابت ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔
علامہ شفاء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں:

إِنَّا جَعَلْنَا الْعِلْمَ لِلَّهِ وَالذِّيَابَةَ لِلْعِبَادِ لَئِنْ فِيهَا مَعْنَى الْحِيلَةِ فَيُشْعَرُ بِالْفَرْقِ بَيْنَ الْعَالِمِينَ فِي الْقَامُوسِ دَرَيْتُهُ عِلْمُهُ أَوْ يَضْرِبُ مِنْ حِيلَةٍ فَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا حَمَلَ حِيلَةً وَبَدَّلَ فِيهَا وَسْعَةً لَمْ يَعْرِفْ مَا هُوَ لَاقٍ بِهِ مِنْ كَيْدِهِ وَعَاقِبَتِهِ كَيْفَ بَعْدَهُ مَا لَمْ يَخْضُلْ لَهُ عِلْمًا بِتَعْلِيمٍ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بِتَوْسِطِ الرَّسْلِ أَوْ يَنْسِبُ دَلِيلَ عَلَيْهِ
ترجمہ: آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف علم کی نسبت کی گئی ہے اور بندے کے لیے درایت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ راستہ اس جہانے کو کہتے ہیں جس میں ذاتی حیلہ اور غمروں کا دخل ہو اس سے دونوں علوم (علم اور درایت) کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ تاہم میں ہے ذرینتہ عیلتہ اور بضر من حیلة کہ درایت کا معنی جانا یا حیلہ اور فکر و فکر سے کسی چیز کو سمجھنا۔ آیت میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ خواہ کتنا ہی حیلہ کرے اور اپنی ساری ظاہری اور باطنی قوتوں کو صرف کرے وہ ان چیزوں کو بھی نہیں جانتا جن کا تعلق اس کے ذاتی کسب اور انہام سے ہے۔ تروہ دوسری چیزوں کو کیسے جان سکتا ہے۔ ان امور کے جاننے کی ایک ہی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا علم سکھادے، خواہ رسولوں کے ذریعے سے یا اس پر دلائل قائم کر کے۔

علامہ ابن کثیر نے ایک فقرے میں ہی ساری اہلحدیث کا خاتمہ کر دیا لکھتے ہیں: هَذَا مَعْنَى تَجْنِ الْعَيْبِ الَّتِي إِسْتَأْذَنَ اللَّهُ تَعَالَى بِعِلْمِهَا وَلَا يَفْتَحُهَا أَحَدٌ إِلَّا بَعْدَ إِعْلَانِهِ تَعَالَى بِهَا. یعنی یہ امور غیبیہ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ منقش کر لیا ہے انہیں کوئی نہیں جان سکتا۔ سوائے اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم سکھادے۔

علامہ آوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں علامہ قرطبی کا یہ قول نقل کیا ہے: مَنْ إِذْ عَمِيَ عِلْمُهُ شَطِيءٌ مِنَ الْعُنُسِ عَزِيزٌ مُسْتَدْرَجٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَأَذِ بَاطِنِي دَعْوَاهُ. یعنی اگر کوئی شخص ان پانچ امور میں سے کسی کے جاننے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ مجھے یہ علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ملا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں مجھوٹا ہوگا۔

ان تصریحات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امور غیبیہ کے متعلق یہ خیال کہ کوئی خواہ وہ کتنا ریشہ المرست برخوردار بخود انہیں جان لیتا ہے یہ کذب صریح اور افتراء محض ہے بلکہ قرآن کریم کی آیات کثیرہ کا انکار ہے۔ اسی طرح یہ گمان کہ ان امور کو اللہ تعالیٰ

کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا یا سرورِ کون و مکانِ فخرِ زمین و زمان صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خدا و معلوم غیبیہ کثیرہ کا انکار بھی سراسر
جہالت اور بد نصیبی ہے اور آیات کثیرہ اور احادیث عدیدہ کا انکار ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: خلاصیہ کو ملا غیب! خدا تعالیٰ
کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء کو رزب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے بطریق مجوزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔ یہ اس اختصاص کے سنائی نہیں
اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بارش کا وقت، محل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے گا اور کہاں سے گا ان امور کی
خبری بکثرت اولیاء و انبیاء منے دی ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام
کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے
کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان عملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اہلا میں دی تھیں اور
سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تو آیت کے معنی قطعی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ لیتا
کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ (غزوات العرفان)

امید ہے کہ ان تفصیلات سے اہل سنت کے مستحق طرح طرح کی جو غلط فہمیاں پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے، بفضلہ تعالیٰ
ان کا ازالہ ہو جائے گا۔ مزید وضاحت کے لیے سورہ الاعراف آیت ۱۸۴ ضیاء القرآن جلد دوم اور سورت النمل آیت ۵۰ ضیاء القرآن
جلد ہذا کا مطالعہ بھی فرمائیے۔

اللهم لك الحمد ولك الشكر بتوفيقك اياي فرغت من تسويد هذا السطور. وبنا تقبل منا انك انت
السميع العليم والصلوة والسلام على حبيبك و محبوبك سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين.
فاطر السموات والارض انت ولي في الدنيا والاخرة توفى مسلما والمحسن بالصلحين.

صباح یوم الثلاثاء ۳ جمادی الاولی ۱۳۹۱ھ

محمد کرم شاہ

تعارف

سُورَةُ السَّجْدَةِ

نام : اس سورہ مبارکہ کا نام السجدة ہے جو اس کی آیت ۲۵ کے مضمون سے ماخوذ ہے۔
زمانہ نزول : یہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ آیات کے اسلوب سے پتا ہے کہ اس کا تعلق کئی زندگی کے درمیانی دور سے ہے جب کہ اسلام کے خلاف کفار نے طعن و تشنیع، استہزاء و تسزک کی مہم زور شور سے شروع کر دی تھی لیکن ابھی عمومی ظلم و ستم اور جبر و جفا کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس سورت کی آیات کی تعداد دہیں ہے۔ یہ تین صدیوں کی کلمات پر مشتمل ہے اور اس کے ایک ہزار پانچواں حروف ہیں۔
 (عزرائل العرفان)

مضامین : اس سورت کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو تین امور کے ماننے کی دعوت دی تھی اور وہ کسی قیمت پر انہیں ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ (۱) اللہ تعالیٰ ہے اور وحدہ لا شریک ہے (۲) یہ کتاب جس کی آیتیں ہیں تمہیں پڑھ کر سنا تا ہوں یہ اسی وحدہ لا شریک نے تمہاری ہدایت کے لیے مجھ پر نازل کی ہے۔ (۳) تمہیں منے کے بعد بھلا نہیں دیا جائے گا بلکہ قیامت کے روز تمہیں اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور تمہارے ایک ایک عمل کی رقم سے باز پرس کی جائے گی۔ یہی تین باتیں تھیں جن کی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں بار بار دعوت دیتے تھے اور یہی تین باتیں ایسی تھیں جن سے انہیں چڑھتی وہ انہیں ماننے کے لیے قطعاً آمادہ نہ تھے۔ اس سورت میں ان امور کے متعلق ان کے شکوک و شبہات کا بڑے حقیقت پسندانہ اور لڑائی اسلوب میں رد کیا گیا ہے۔ اگر انسان غرور و فخر کی قوتوں سے محروم نہ کر دیا گیا ہوتا تو وہ ان پر ایمان لانے کے لیے مجبور ہوجاتا ہے۔

منکرین کا یہ عام دستور ہے کہ جب انہیں ان کی بدکرداریوں سے روکا جاتا ہے اور انہیں روز قیامت سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ عبرت پذیری کے بجائے یہ سوال کرنے لگتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ ممالک و ممالک کا فائدہ قیامت کا انتظار کرنے میں نہیں بگاڑا اپنی اصلاح حال کرنے میں ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو ان کی کوئی آہ و فغاں سنی نہیں جائے گی۔

سورت کی آخری آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اب انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کی اصلاح کے لیے خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلکان نہ کرو یہ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ تمہاری دعوت کو سمجھ سکیں اور اسے قبول کر سکیں۔

سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ مِنْ ثَمَانِيَةِ آيَاتٍ مَكِّيَّةٍ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ

سورہ السجدہ مکی ہے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ فرمائے والا ہے۔ اسکی آیتیں ۳۰ اور رکوع ۳ ہیں

الْمَاءُ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ

الغلام ہم لے اس کتاب کا نزول لے اس میں ذرہ شک نہیں سب جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں

اَفْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا آتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ

کواس شخص نے اسے خود گھڑا ہے نہ کہ ہرگز نہیں بلکہ وہی حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو جنہیں آیا جیسے پاس

لے یہ حروف مقطعات ہیں جن کی وضاحت متعدد مقامات پر گزر چکی ہے۔

لے بتایا جا رہا ہے کہ یہ کتاب کسی دانشور یا کسی فلسفی کسی مؤرخ کی تصنیف نہیں ہے۔ فصاحت و بلاغت کے کسی اہم کا شاہکار نہیں ہے کسی شاعر رنگین فراکی طبع رسا کا کرشمہ نہیں ہے ورنہ یہ ناقص اور اُدھوری ہوتی اس کی تعلیمات زندگی کے سارے شعبوں کو محیط نہ ہوتیں اس میں اپنے صفت کا جزوی کمال بیگانگی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوتا، لیکن اس میں جامعیت مفقود ہوتی اور دنیائے انسانیت کو جس صحیفہ رشاد و ہدایت کی شدید ضرورت تھی وہ اس کتاب سے پوری نہ ہوتی بلکہ اس کو نازل فرماتے والا رب العالمین ہے یعنی وہ ذات پرکاشنا کے ذریعہ ذرہ کا عالم بھی ہے اور ایک بھی جس نے ہر چیز کو اس کی استمداد کے مطابق بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں پھر ان کی نشرو نما کو انہیں ہرگز کمال تک پہنچایا ہے اس کتاب کا نازل کرنے والا اپنی قدرت میں ہر گیر اپنی حکمت میں بے مثال اپنی شان ربوبیت کے اظہار میں بڑا فیاض اور کریم ہے اس لیے فقط یہی کتاب جامع اور مکمل بھی ہے اور گردش میل و منار کا ساتھ دینے کی اہمیت بھی رکھتی ہے اور ہر زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی تکمیل کر سکتی ہے۔ درمیان میں "لا ریب فیہ" قرار دیا گیا تاکہ اس کتاب کا منزل من اللہ ہونا اتاثرین ہے جس میں شک و شبہ کی ذرا گنجائش نہیں۔

اس کی ترکیب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں:

۱۔ تنزیل مصدر یعنی منزل ہے اور یہ خبر ہے مبتدا ممدوف کی۔ ای هذا تنزیل الخ

۲۔ تنزیل مبتدا ہے اور اس کی خبر لا ریب فیہ ہے اور من رب العالمین فیہ کی خبر کمال ہے یا من رب العالمین خبر ہے اور لا ریب فیہ خبر مقررہ ہے۔ اور اس ترکیب کو علامہ قرطبی نے زیادہ پسند کیا ہے۔ گتے ہیں: قَالَ مَكِّيٌّ هُوَ أَحْسَنُهَا (قرطبی)

۳۔ کفار کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام سے شدید عدولت تھی اس نے انہیں خرد و فکر کرنے سے محروم کر دیا تھا۔ اس اسلام دشمنی کے باعث وہ سورج سے زیادہ روشن اور واضح صدائوں کا انکار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔ اگرچہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت نے ان پر کتہ طاری کر دیا تھا اس کی تعلیمات اور قرآنی اور دلفشیں دلیلوں کے باعث وہ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے تھے لیکن پھر عہدہ

مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۗ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۳﴾ يُدَبِّرُ

نہیں تمہارے لیے اس کے بیز کوئی مددگار اور نہ کوئی سفارشی کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے تے تدبیر فرماتا ہے

الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ

ہر چھوٹے بڑے، کام کی آسمان سے زمین تک تے پھر رجوع کرے گا ہر کام اس کی طرف اس روز جس کی

مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۳۴﴾ ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

مقدار ہزار سال ہے اس اندازہ سے جس سے تم شمار کرتے ہو۔ وہی جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۳۵﴾ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ

سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والا تے وہ جس نے بہت خوب بنایا جس چیز کو بھی بنایا تے اور ابتداء فرمائی انسان کی

تے تم اللہ تعالیٰ کو سمجھ کر دوسروں کو اپنا حامی و ناصر خیال کرتے ہو۔ سمجھتے ہو کہ اگر خدا نے بغیر جس حال کی بھی بیا تو یہ سمجھو اور دیکھو تمہیں
چھڑائیں گے یا تمہاری سفارشی کریں گے۔ اس خیال فاسد کو دل سے نکال دو کسی میں یہ جرات نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت کے بغیر
تمہیں بچالے۔ شفاعت کے متعلق گفتار و مشرکین کا جو غلط تصور تھا اس کو رد کر دیا۔ اسلام نے جس شفاعت کو جائز قرار دیا ہے وہ شفاعت
انبیاء و اولیاء و صلحاء، شہداء باذن اللہ کرے گی اور مسموم بچے میں اپنے ماں باپ کی بخشش کا باعث بنیں گے۔

شے یہ بتانے کے بعد کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کائنات کے تحت حکومت پر وہ ممکن ہے۔ اب اس آیت میں اس حقیقت
کو بیان کیا جا رہا ہے کہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر چھوٹی بڑی چیز کا وہ خود انتظام فرماتا ہے۔ ہر چیز اس کے لطف و کرم سے نشرو نما پاری
ہے۔ کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف انجام نہیں پاسکتا اور جب قیامت برپا ہوگی تو تمام امور اس کے حضور پیش ہوں گے اور وہ ان کے
متعلق فیصلہ فرمائے گا۔ وہ دن کوئی چھڑا سا دن نہیں ہوگا بلکہ انسانی اندازوں کے مطابق وہ ہزار سال کے برابر ہوگا۔

مفسرین کرام نے اگرچہ تَعْدُ يَعْنِي مِجْرَانِيہ کی اور بھی تاہم ان کی ہیں، لیکن مجھے سب سے زیادہ یہی تفسیر پسند ہے اور تَعْدُ کا لفظ اس کی تائید
کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کتبہ۔

قیامت کے دن کا اندازہ ہزار سال بھی بتایا گیا ہے اور پچاس ہزار سال بھی (المعارج) اور اعداد میں یہ بھی مذکور ہے کہ قیامت
کا دن اتنا طویل ہوگا جتنے وقت میں چند رکعت نماز ادا کیا جاسکتی ہے۔ اس کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کفار جس کربٹ اضطراب میں مبتلا ہوں گے
اس کی وجہ سے انہیں یہ دن پچاس ہزار سال لگا سگیا اور اگر ان لوگوں کو ہزار سال کے برابر اور اہل ایمان کے لیے وہ دن خوشیوں اور سزوں سے
بہتر ہوگا۔ اس لیے انہیں وہ بہت مختصر معلوم ہوگا۔ شے پہلی آیت میں اس کی قدرت کا تذکرہ تھا۔ دوسری میں اس کی حکمت بالذکر اور

الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ نَّارٍ مُّحْيِينَ ۝

تخلیق کی گارے سے تھے پھر پیدا کیا اس کی نسل کو ایک جوہر سے یعنی حقیر پانی سے لے

اس آیت میں اس کے علم محیط کا بیان ہوا اور العزیز الترجیحیہ فرما کر سابقہ مضامین کی تصدیق فرمادی کیونکہ صرف وہی ہستی اتنی عظیم اور عزیز استقلال چیزوں کو پیدا کر سکتی ہے جو العزیز (سب پر غالب) جو اور ہر چھوٹی بڑی چیز کی تربیت اور نشوونما کا وہی ہستی اہم کر سکتی ہے جو ارحم ہو۔ اسی مناسبت سے ان دو صفات کا یہاں ذکر فرمایا گیا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے ایک اور صفت بیان کی جا رہی ہے۔

پہلے ارشاد فرمایا کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اب بتایا جا رہا ہے کہ اس نے جس چیز کو پیدا کیا اس کے مقصد تخلیق کے نقطہ نظر سے از حد حسین و جمیل اور کامل و مکمل پیدا کیا۔ پھول ہو یا خار، پتھر ہو یا شاہین، چیرٹی ہو یا باغی، آپ ان میں لاکھ نظر ڈرائیں آپ اس میں خدا کریم کی گنجانش نہیں نکال سکتے۔ ہر چیز اسی طرح ہے جس طرح ہوتی چاہیے تھی۔ اگر آپ چیزوں کی کمزور اور معنی ناملوں کو بد بنا پائیں یا ان کی تعداد میں کمی بیشی کرنا پائیں، تو آپ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ نباتات، حیوانات، بلکہ عبادات تک جس چیز کو جس شکل و صورت، وضع قطع اور حجم میں پیدا فرمایا اس سے عمدہ شکل و صورت کا تصرف تک نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابن عباس نے اَحْسَنَ کا منہوم بتایا ہے: وَ اَحْكَمَهُ قَادَهُ سے مروی ہے اَحْسَنَ خَلْقَ كُلِّ شَيْءٍ مُّوَافِرًا عَلَيْهِ مَا يَسْتَعْبُدُ وَ يَلْبَسُ بِهِ عِلْمًا وَ حِفْظًا الْحِكْمَةُ (مظہری) ہر چیز کی استعداد اور مقصد تخلیق کے مطابق اسے مکمل بنایا۔

۲۔ پہلے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہے سب کا خالق ہے۔ پھر جس حکمت اور رحمت سے وہ امور کائنات کی تدبیر فرما رہا ہے اس کو بیان کیا۔ پھر یہ تصریح کی کہ ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا کہ اس میں رد و بدل یا ترمیم کی گنجانش نہیں۔ اپنی کارکردگی اور تکمیل مقصد کے لیے اس میں کسی اصلاح یا تعمیر کا امکان نہیں۔ ان تمام امور کا ذکر کرنے کے بعد حضرت انسان کی آفرینش کا حال بیان کیا جو اس کی شان تخلیق کا شاہکار ہے۔

انسان کی پیدائش کے متعلق دو نظریے زیادہ مشہور ہیں ایک وہ جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا اور سابقہ آسمانی صحائف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول دَآدَمَ طیباً سلام) کو براہ راست پیدا فرمایا اور اس کو اسی نادور قوتوں کی ملکہ گاہ بنایا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اس کے سینے کو علم و معارف سے موزن کیا، اس کو ذریت و عطا فرمایا اور اسے خلافتِ ارضی کے تحت پرستگن کیا وہی ارشاد المخلوقات ہے اور سارا نظام ہستی اس کی خدمت اور چاکری کے لیے سرگرم عمل ہے۔ دوسرا نظریہ دارون کا نظریہ ارتقا ہے کہ زندگی ریگسٹی ریگسٹی ہزاروں صدیوں میں مختلف ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی بندر اور بندر سے انسانی شکل میں نمودار ہوئی۔ دارون نے جب اپنے اس نظریہ کا اعلان کیا اس وقت یورپ مذہب و فطرت کی رو میں بہتا پلجا جا رہا تھا۔ لوگ مسیحیت کی خلافت عقل، ناقابل فہم تعلیمات سے اکتا گئے تھے عقل و فہم کے صبر کی انتہا ہو گئی تھی، اب وہ بناوٹ پر آمادہ تھے۔ مسیحیت کے علمبرداروں کی انسانیت سوز حرکات کے خلاف اس وقت ایک طرف ان اٹھا ہوا متحدہ ہر وہ بات جو کسی تعلیمات سے متصادم ہوتی لوگ اسے دیر انداز قبول کر لیتے۔

ہر قدیم نظریہ کو مسترد کر دینا فیشن بن گیا تھا۔ مذہب کے بیڑاری کا جو عام رجحان پیدا ہو گیا تھا اس کے باعث ڈارون نے جب یہ نظریہ پیش کیا تو لوگوں نے آنکھیں بند کر کے اس کو خوش آمدید کہا۔ اس نظریہ کو معرض وجود میں آنے سے پہلے تقریباً ڈیڑھ صدی کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ اس کے پرستاروں نے عربی صرف کر دیں کہ اس نظریہ کے لیے کوئی ٹھوس بنیاد فراہم کی جائے اور اسے ایسے دلائل متیا کیے جائیں جن کے باعث اس نظریہ کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو جائے لیکن انہیں اس میں بری طرح ناکامی ہوئی۔ روز اول کی طرح آج بھی ان کے پاس ظن و تخمین کے بغیر اور کوئی سارا نہیں۔ کہتے ہیں فلاں غار سے ایک انسانی ڈھانچہ ملا ہے جو جس لاکھ سال پرانا ہے۔ اس کے سر کی ساخت فلاں قسم کے بندر کی ساخت سے کچھ کچھ مشابہت رکھتی ہے، اس لیے انسان بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ پھر فرماتے ہیں مختلف جانوروں میں نسل کشی کے ذریعے مختلف قسم کی تبدیلیاں برپا کر لائی جاسکتی ہیں، اس لیے انسان میں اگر تبدیلی رونما ہو گئی ہو تو کیا بعید ہے۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے تشریح الابدان کے ماہرین نے ثابت کیا ہے کہ انسانی جسم میں چند ایسے اعصاب ہیں جن کا اب کوئی مصرف نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ پہلے یہ جن اعضا کو مصرف کار کرتے تھے وہ مختلف ارتقائی مرحلوں میں ناپید ہو گئے اور یہ اعصاب باقی رہ گئے معلوم ہوا کہ کسی زمانہ میں انسان کی دم بھی تھی جو آہستہ آہستہ گھستی چلی گئی اور یہ اعصاب باقی رہ گئے۔ کبھی فرماتے ہیں کہ ہم آج بھی جزائیانہ اثرات اور آب و ہوا کے اختلافات کے باعث ایک بڑا عظیم کے انسان کو دیکھ کر بڑا عظم کے انسان سے کسی نہ کسی صورت میں مختلف دیکھتے ہیں جب یہ اختلافات موجود ہیں تو انسان میں تدریجی اختلافات کا پایا جاتا ہے۔ یہی ازماسکان نہیں۔ یہ اور ایسی قسم کے دوسرے دلائل بلکہ قیاسات فاسدہ ہیں جن پر یہ نظریہ قائم ہے۔ آپ خود فیصلہ کیجیے کہ اس قسم کے تخمینوں اور اندازوں سے حتمی طور پر کوئی چیز ثابت ہو سکتی ہے۔ نظریہ ارتقاء کے ثبوت کے لیے انہوں نے ڈیڑھ سو سال میں جتنے دلائل پیش کیے ہیں وہ ٹھکانہ نظر کے کسی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ کیا ایسے نظریہ کو سائنٹیفک کہا جاسکتا ہے جس کا اساس محض ظنون و تخمینات ہوں اور جس کی ہر دلیل سے عقل کو دخت ہوتی ہو۔ ایک پیچیدگی کو دُر در کرنے کے لیے انسان جو قدم اٹھائے وہ ہزاروں پیچیدگیوں سے دوچار کر دے۔

سیدھی سی بات ہے کہ ہر نوع کی تخلیق براہ راست ہوئی اور اس کے بعد ہر نوع میں ایسی خصوصیات رکھ دی گئیں، اور ایسے خود کار اختلافات کر دیئے گئے کہ آگے اس نوع کی افزائش نسل خود بخود ہوتی جائے۔

اگر انسان مذہب و دشمنی کی وہا میں اس طرح مبتلا نہ ہو کہ اس کی عقل و فکر کی قوتیں ہی اپنا ج ہو چکی ہوں تو اسے ماننا پڑے گا کہ تخلیق انسان کے متعلق جو نظریہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے وہ ہی برحق ہے۔

۱۔ انسان اول کو براہ راست گارے سے پیدا کیا گیا۔ اس کے بعد اس کی افزائش نسل کا ایسا انتظام کر دیا گیا کہ طبی حوالہ کے باعث خود بخود اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نئی نسل کی پیدائش، پرورش اور تربیت کے لیے جتنے رُوح فرما خطرات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنے عیش و آرام، اپنی صحت، دولت اور وقت کی جو گرانقدر قربانیاں دینی پڑتی ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، لیکن اس نے اپنی حکمت کا مل سے ان تمام چیزوں کو ایک ایسی زبردست لذت سے وابستہ کر دیا کہ انسان اس کے حصول کی خاطر یہ ساری قربانیاں خوشی سے دینے کے لیے تیار بلکہ بے توجہ ہوتا ہے۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

پھر اس کے قد و قامت کو درست فرمایا اللہ اور پھر تک دی اس میں اپنی روح اللہ اور بنا دیئے تمہارے لیے کان آنکھیں

کسی چیز کے پختہ اور خلصہ کو سلا لے لیتے ہیں کیونکہ کسی بھی سارے جسم کا پختہ اور خلصہ ہوا کرتی ہے اس لیے اسے بھی سلا لے لیا گیا ہے۔ من ماہ مہین میں من بیان یہ ہے۔ یعنی وہ خلصہ جو حقیر پانی ہے اور اگر من بعضیہ ہو تو سلا لے سے مراد وہ جڑوں سے جو استقرار عمل کا باعث بنتا ہے۔

اللہ رحم مادر میں اس بے وقت پانی کا قطرہ یا اس قطرہ میں سے ان گنت جڑوں میں سے ایک جڑوں قرار پذیر ہوتا ہے تو اس میں طرح طرح کی عجیب و غریب تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے لگتی ہیں۔ صرف خوردبین سے دکھائی دینے والا جڑوں پختہ ذراں میں ایک تو قطرے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ وہ قطرہ کچھ دیر کے بعد گوشت بن جاتا ہے۔ اس گوشت میں قدرت کی قدرت آفرینیوں کے باعث طرح طرح کی ہڈیاں چھوٹی بڑی، سیدھی نیڑھی بننے لگتی ہیں پھر وہیں مختلف قسم کے بیرونی اعضاء ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک وغیرہ نمودار ہونے لگتے ہیں۔ اسی گوشت کے قطرے میں سے ایک حصہ کو دل بنا دیا جاتا ہے۔ کوئی جگر اور پھر بنا ہے۔ پھر جسم کے ان مختلف حصوں کے درمیان رگوں اور شریانوں کا جال بچھ جاتا ہے۔ اعصاب کے ذریعے تمام اعضاء کے درمیان مواصلاتی نظام قائم ہو جاتا ہے۔ ایک دماغ کی ساخت پر ہی نظر ڈالیے یہ نازک مشین جیسے چھوٹے چھوٹے گردنوں غلیظ سے مرکب ہے۔ اس قطرہ آب یا جڑوں کو مختلف مدارج طے کر کے انسان کا دل بننے میں صرف زماہ کا عرصہ لگتا ہے۔

نظریہ ارتقاہ کے حاملین کے نزدیک تو ایسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے کے لیے اربوں سال چاہئیں تھے۔ لیکن طب جدید علم تشریح الابدان، علم الجنین اور عام مشاہدہ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ یہ سارے حیران کن تیز رفتاریات زماہ میں ہوتے۔ جب ہم ہر روز اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکا ملوں مشاہدہ کرتے ہیں تو پھر انسان اول کے مریض وجود میں آنے کے لیے جو اضافی طرز فکر ڈراؤن اور اس کے شاگردوں نے اختیار کر رکھا ہے کیونکہ اس سے قبول کیا جاسکتا ہے۔ سقویٰ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ آدمی لکھتے ہیں: **عَدَلَهُ بِتَكْنِيْلِ اَعْضَائِهِ فِي الرَّحْمِ وَتَصَوُّرِهَا عَطَلًا مَا يَنْبَغِي (روح المعانی) یعنی رحم میں اس کے تمام اعضاء کو مکمل اور درست کر دیا اور جس طرح اس کے مختلف اعضاء کی تصویر کشی کرنی چاہیے تھی اس طرح کر دی۔**

۳ جب انسانی دماغ پختہ مادر میں تیار ہو جاتا ہے تو پھر اس میں ایک معزز و محترم روح پھونک دی جاتی ہے جو اسے زندگی سے روشناس کرا دیتی ہے۔ انسانی روح کی عظمت شان کو بیان کرنے کے لیے اس کی نسبت اپنی طرف فرادی من روحہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روح کا کوئی حصہ اس سے جدا کر کے انسان میں پھونک دیا جاتا ہے۔ سزا اللہ۔ یہ اصناف تشریحی ہے۔ اور لغت عرب میں اس کا استعمال نام ہے۔

اس آیت سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کا بھی بطلان ہو گیا کہ حضرت مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کیونکہ ان میں روح خداوندی پھونکی گئی اور قرآن کریم نے انہیں روح منہ فرمایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ استدلال ایک لحظہ کے لیے مان بھی لیا جاتا

وَالْأَفْدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ

اور دل لگے تم لوگ بہت کم شکر بھالاتے ہو۔ اور کہنے لگے کیا جب (مرنے کے بعد) ہم تم پر جانیں زمین میں

عَاثًا لِنَعْنِي خَلْقَ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَفِرُونَ ۝ قُلْ

تو کیا ہم از سر نو پیدا کیے جائیں گے ہلے درحقیقت یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے انکار کر رہے ہیں لہذا فرمائیے

يَتُوفِكُمْ مَلَائِكَةُ الْمَوْتِ الَّتِي وَكَّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝

جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے لہذا پھر اپنے رب کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تو پھر حضرت مسیح کی اس میں کون سی خصوصیت ہے۔ ہر انسان کو فرزند خدا ماننا پڑے گا۔ تعالیٰ الله من ذلك علواً کبیراً۔

لہذا یہاں ان ظاہری اور باطنی قوتوں اور صلاحیتوں کا ذکر فرمایا جن سے اس پیکر خاکی کو سرفراز کیا گیا۔

ہلے قیامت کے متعلق وہ جس شب میں مبتلا تھے اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب ہم خاک میں مل جائیں اور ہوائیں ہماری خاک کے ذروں کو زمین کی دستروں میں منتشر کر دیں گی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں سال سے ہمارے ان بھروسے ہوئے ذروں کو یکجا کر کے انہیں پھر زندہ کر دیا جائے۔ پہلے تو ان ذروں کا سراغ لگانا ہی محال ہے اور اگر کوئی سراغ لگا بھی لے تو انہیں یکجا کرنا اور پھر ان میں زندگی پیدا کرنا تو بالکل بعید از فہم ہے اس لیے جو دین ایسی باتوں کو تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے جو بعید از امکان ہوں اس کو مان لینا اور اس پر ایمان لانا قطعاً قرین دانشندی نہیں۔

لہذا ان کی اس محبت بازی کا رد فرمایا کہ تم اس قسم کی یادہ گونی کا سہارا کیوں لیتے جو صاف صاف کہہ دو کہ تم اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہو تمہاری اس بات سے تو پتہ چلتا ہے کہ تمہارے نزدیک تمہارا رب بھی تمہارے منتشر ذروں کو یکجا کرنا جانتا نہیں کہ کہاں کہاں ہیں یا جانتا تو ہے لیکن ان کو یکجا کرنے سے عاجز ہے۔ اسے حقیقت ناشناسو کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں بھی تمہیں کوئی شک ہے۔ کیا اس کی قدرت کے بارے میں بھی تم متروک ہو۔ جس کی قدرت و حکمت کی آیات و نذیرات کا تذکرہ ابھی تم سن چکے ہو۔ کیا اس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے۔ کہتے نادان ہو تم۔ بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ کے بظاہر سادے سے جملہ میں ان کے جملہ اعتراضات کی تردید کر دی۔

آیت کی ابتدا میں صَلَّلْنَا کا لفظ مذکور ہے جو تحقیق طلب سے علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ جب کوئی تمثولی کسی چیز زیادہ متداول چیز میں مل جائے یہاں تک کہ اس کا کوئی اثر یا نام و نشان بھی باقی نہ رہے تو عرب کہتے ہیں قَدْ صَلَّلَ یعنی فلاں چیز فلاں چیز میں گم ہو گئی جب ہمت سے دودھ میں پانی کا ایک گلاس اُنڈیل دیا جائے تو عرب کہتے ہیں: صَلَّلَ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ وَالنَّعْرَبُ نَعْلُو لِبَشِي غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ كَحَبِي فِيهِ أَمْرُهُ: قَدْ صَلَّلَ اور جب میت کو زمین میں دفن کر دیا جائے تب بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے

۱۱۴

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُرْمُومُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّكَ أَبْصَرْنَا

اور کاش! تم دیکھو جب مجرم اپنے سر جھکائے ہوئے اپنے رب کے حضور پیش ہونگے (کہیں گے) اسے ہمارے رب! ہم نے اپنی

وَسَمِعْنَا فَأَرْجِعْنَا نَعْمَلُ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۷﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا

آنکھوں سے، دیکھ لیا اور دکاڑوں سے اس لیا یہاں ایک بار بھیج ہمیں (دنیا میں) اب ہم نیک عمل کر سکتے ہیں اب پورا یقین آ گیا ہے (جو اب بچھا

يُقَالُ أَخَذَ الْمَيْتَ إِذَا دُفِنَ (قرطبہ)

محلہ جس فرشتہ کو روح قبض کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس کا نام عزرائیل علیہ السلام ہے۔ عزرائیل کا معنی عبد اللہ (اللہ کا بندہ) مومن و کافر ہر شخص کی روح وہ ہی قبض کرتے ہیں لیکن جب کافر کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس وقت ان کی شکل بڑی خوفناک اور ڈر ڈرائی ہوتی ہے اور ان کا رویہ بڑا سخت ہوتا ہے اور جب کسی مومن کی جان نکالتے ہیں تو سر یا حسن و جمال بن کر ظاہر ہوتے ہیں اور بڑے محبت بھرے انداز سے مومن کی روح قبض کرتے ہیں۔ حضرت ام جعفر نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت کو ایک انصاری کے سر ہٹانے دیکھا تو فرمایا اِرْفُوعُ بِصَاحِبِي فَاِنَّهُ مُؤْمِنٌ۔ میرے صحابی کے ساتھ نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آنا کیونکہ وہ مومن ہے ملک الموت نے عرض کی: طِبُّ نَفْسًا وَتَزَيَّنَّا فَاِنَّهُ بِحَسْبِ مُؤْمِنٍ رَفِيعٌ۔ اے مکلف! آپ خوش ہوں، آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، میں آپ پر ایمان لانے والے ہر شخص کے ساتھ بڑی نرمی اور شفقت سے پیش آتا ہوں۔

حلقہ آج تو کفار و مشرکین فرود غور سے دندناتے پھرتے ہیں۔ جتنے نسنے سے اور حق کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ ذرا اس وقت کا خیال کرو جب انہیں خداوند فدا اللہ کی بارگاہ میں لا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس وقت فرط ندامت سے ان کے سر جھکے ہوئے ہونگے شرم کے مارے آنکھیں نہ اٹھا سکیں گے، عرض کریں گے:

”اے ہمارے رب! تیرے رسول نے جن حقائق کے متعلق ہمیں خبردار کیا تھا اور دنیا میں جن کو تسلیم کرنے سے ہم انکار کرتے رہے تھے آج ہم نے ان حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اپنے کافوں سے سُن لیا۔ اب ہم غفلت کی نیند سے بیدار ہو گئے ہیں اور پکا وعدہ کرتے ہیں کہ تیری نافرمانی نہیں کریں گے تو بڑا کریم ہے۔ ایک مرتبہ ہمیں موقع آیا ہلے تاکہ ہم اپنی بندگی کا اظہار کر سکیں اور تیری اطاعت و فرمانبرداری کر کے سابقہ نافرمانیوں کے دلخُور ہو کر سکیں۔“ لیکن ان کی عرضداشت ٹھکرا دی جائے گی۔

دانائے شیراز نے کیا خوب کہا ہے۔

سرا زجیبِ غفلت برآدر کنوں کہ سروانہ ماند بخت لنگوں

(اب غفلت کے گریبان سے سر کو اٹھاؤ تاکہ کل ندامت و خجالت کے باعث وہ جھک نہ جائے۔)

كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مَن

اور اگر ہم چاہتے تو ہم دے دیتے ہر شخص کو اس کی ہدایت لے لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے میری طرف سے نئے کر میں ضرور بھریں گا

الْحِنَّةَ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۱۵ ۱۶ فذُو قُوَابٍ مَّا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ

جہنم کو تمام سرکش جنوں اور ذمہ داران انسانوں سے لے کر ہیں اب چکھو مگر اس جہنم کی کہ تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس روز کی

کمزرت کو چشمت اشکے ببار زبان دردہانت مڈرے بیار
۱) اب جب کہ تیری آنکھیں سلامت ہیں اپنے گناہوں پر آنسو بہا اور آج حسب کہ تیرے منہ
میں زبان ہے مڈر خواہی کر لے۔

نہ پیوستہ باشد روال در بدن نہ ہوارہ گردو زبان دردین
(یاد رکھ جسم میں جان ہمیشہ نہیں رہے گی اور نہ منہ میں زبان ہمیشہ رہے گی)

۱۵ اور انہیں بتایا جائے گا کہ اگر ہم چاہتے تو کوئی شخص گراہ نہ ہوتا۔ ہر شخص کی جبلت اور فطرت میں ہدایت کا نور رکھ دیا جاتا۔ سرکش اور گناہ کرنے کی کسی میں طاقت ہی نہ ہوتی۔ فرشتوں کی طرح سب انسان متقی اور پرہیزگار ہوتے، لیکن ہماری حکمت کا یہ فیاض نہیں۔ اس طرح نوع انسانی کی پیدائش کا مقصد فوت ہو جانا اور انسان کو جس شرف و کرامت سے سرفراز کرنا مقصود تھا اس کے لیے کوئی وجہ ہوا نہ رہتی۔

انسان کی تخلیق سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسے عقل اور فہم کا نور بخشا جائے۔ حق اور باطل کی راہوں کو اس کے سامنے واضح کر دیا جائے۔ انبیاء کرام آکر اسے راہ حق پر چلنے کی دعوت دیں اور غلط روی سے بچنے کی تلقین کریں۔ اس کے بعد انسان کو ایک گناہ آزادی دی جاتی ہے کہ چاہے تو ایمان لائے اور چاہے تو کفر کرے۔ چاہے تو راہ حق کو بطیب خاطر قبول کرے اور چاہے لذت کو شہی کی طلب میں غلط راستے پر سرشار ہو جائے اور شرع کر دے۔ جب وہ اپنی مرضی سے ہماری رضا کی خاطر ساری رکاوٹوں کو روندتا ہوا، مشکلات کا مقابلہ کرتا ہوا آئے گا تو ہم اپنے دستِ کرم سے اس کے سر پر اپنی رضا کا تاج رکھ دیں گے اور اگر اس نے عقل و فہم کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا، انبیاء کی دعوت کو جان بوجھ کر ٹھکرا دیا، ہماری آیات سننے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تو اسے واصل جہنم کر دیا جائیگا اور اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔ نئے لیکن میری بارگاہ عالی سے یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ جو واکراہ سے کام نہیں لیا جائے گا نہ کسی کو زبردستی راہ حق پر چلنے کے لیے مجبور کیا جائے گا اور نہ کسی کو جبراً فتنہ و جہنم میں مبتلا کیا جائے گا۔ مَن شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفُرْ۔ دعوت حق دے دی گئی ہے۔ حق و باطل میں امتیاز کروایا گیا۔ اب جس کا بھی چاہے وہ ایمان لائے اور جس کا بھی چاہے کفر اختیار کر لے۔

۱۶ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام جنوں اور انسانوں سے دوزخ کو بھر دیا جائے گا۔ بلکہ الحقیقہ اور الناس پر الف لام عند خارجی ہے اور اس سے مراد سرکش جن اور ذمہ داران انسان مراد ہیں۔

هَذَا اِنْ اَنَسَيْتُمْ ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ اِنَّمَا

ملاقات کرتے ہم نے تم کو نظر انداز کر دیا اور چکھو ابھی مذاب ان ذکر توڑوں کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔ صرف

يَوْمٍ مِّنْ يَّأْتِنَا الَّذِينَ اِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ

وہی لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں جنہیں جب ہماری آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور

رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۴﴾ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

پاک بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اور وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ دور رہتے ہیں ان کے پہلو اپنے بستروں سے کہ

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۵﴾ فَلَا تَعْلَمُ

پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اور ان نعمتوں سے جو ہم نے انکو دی ہیں خرچ کرتے ہے ہیں۔ پس نہیں جانتا

۱۳ نسیان کا معنی بھلا دینا اور فراموش کر دینا ہے لیکن کسی چیز کو ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے خصوصاً جب اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کیونکہ وہاں بھولنا اور فراموش کرنا مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عیب کا اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے بلکہ لفظ ترک کرنا، نظر انداز کرنا کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہو گا علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: قَوْلُهُمْ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اِتِّمَاءٌ مَعْنَاهُ تَرَكُوا اللّٰهَ فَتَرَكَهُمْ (لسان العرب)

گناہ کو کما جا رہا ہے کہ تم نے روز قیامت کو آج تک بھلائے رکھا اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں نظر انداز کر دیا اور اپنی رحمت سے تمہیں محروم کر دیا۔ اسباب مذاب کا مزاج چکھو جس سے بچنے کی تلقین تمہیں صدا باہار لگتی لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔ اب ہمیشہ کے لیے تمہیں جہنم میں رہنا ہوگا یہاں سے نکلنے کے لیے سارے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔

۱۴ حضور نبی کریم علیہ علیہ السلام نے کعبہ الصلوٰۃ واذکی التسلیم نے گناہ کو بھانسنے میں کوئی گسر نہ چھوڑی۔ دلائل سے سچوت سے اپنی لادین باتوں سے اپنے دلکش عمل سے انہیں حق کی طرف بلایا لیکن ان کی ہٹ دھرمی میں ہر توفیق نہ آیا جس سے حضور کے قلب مبارک کو سخت اذیت پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ بیاس لیے ایمان سے محروم نہیں ہیں کہ آپسے تبلیغ میں کوئی کوتاہی کی ہے بلکہ قبول حق کی ان میں برے سے اہمیت ہی نہیں۔ اگر سورج کی کرنوں سے پتھر روشن نہیں ہوتا تو یہ اس کی نااہلی ہے سورج کی کرنوں کی تابانی تو ہر شے سے بالاتر ہے ایمان کی دولت قرآن و لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جن میں یہ صفات موجود ہوں جن کا ذکر ان آیات میں آیا۔ ان بد بختوں میں قرآن صفات کا نشان تک نہیں، انہیں نعمت ایمان کیسے بخشی جا سکتی ہے۔

۱۵ اہل ایمان کی مذکورہ بالا صفات کے علاوہ ایک یہ صفت بھی ہے کہ جب دوسرے لوگ اپنے نرم و گداز بستروں پر محو راحت

نَفْسٌ نَأْخُفِي لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾

کوئی شخص جو (نیتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کیلئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہونے لگے یہ صلہ ہے ان (اعمال حسد) کا جو وہ کیا کرتے تھے

اَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِينَ

ترکیا جو شخص ایمان دار ہو وہ اسی مانند ہو سکتا ہے جو فاسق ہو (نہیں) یہ کیساں نہیں لگتے ہیں جو لوگ ایمان لائے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَدَّتُ الْاٰوٰی نَزْلًا بِمَا كَانُوْا

اور نیک عمل کرتے رہے لگے تو ان کے لیے بہتیں ہمیشہ کا ٹھکانا ہیں بطور بھلائی ان (نیکوں) کے عوض جو وہ

ہوتے ہیں، اگر ای اور مٹھی نیند کے نہ سے ٹوٹے ہیں تو یہ دردِ محنت کے مارے اپنے پہلوؤں کو اپنے بستروں سے دوڑ رکھتے ہیں۔ اپنے رب کے حضور میں دست بستہ کھڑے ہو کر کہیں اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ کہیں اس کی بارگاہِ اقدس میں جبینِ نیاز جھکاتے ہیں، کبھی دعا کے لیے دامن پھیلا دیتے ہیں اور اپنے کریم و رحیم پروردگار سے اس کے فضل و کرم کی بھیک مانگتے ہیں۔ ان کے دعا کرنے اور مانگنے کا انداز بھی نرالا ہے۔ یہ ساری رات اس کے ذکر میں گزر گئی، لیکن فجر بھی اپنی کوتاہیوں کا احساس بے چین کر رہا ہے اور اس کی بے نیازی کا تصور کر کے دل کا پتہ رہا ہے، لیکن اس کی بے نیازی اور اپنی کوتاہیوں کے شدید احساس کے باوجود مایوس نہیں ہیں بلکہ اس کے فضل و کرم پر نیک کیے بڑھے دامن پھیلا رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کا رب بڑا رحیم و کریم ہے۔ جو شخص اس کے حضور میں دستِ سوال پھیلاتا ہے اس کی شانِ کریمی اُسے خالی واپس نہیں کرتی۔ بیم و درجا کی کسی کشمکش میں وہ اپنے شب و روز گزارتے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو رات ڈھلنے کے بعد اپنے بستروں سے اُٹھتے ہیں اور نماز تہجد ادا کرتے ہیں بعض علماء نے اس سے آوازین کے نفل بھی مراد لیے ہیں جو مزاج اور عشا کی نماز کے درمیان پڑھے جاتے ہیں۔ "تجانی" کا معنی ڈوری اور بید ہے۔ مضامین مضمین کی جمع ہے اس کا معنی سونے کی جگہ ہے۔

۱۷ یعنی کوئی شخص ان انعامات اور نوازشات کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو ہم نے اپنے بندوں کے لیے مخصوص کر رکھی ہیں۔ صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ اَعَدَّ ذَاتَ بَعَادٍ لِلصّٰلِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَّآَتْ وَ لَا اَذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا حَظٌّ حَظَّ اَبْشِرْ۔ حضرت ابو ہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کوئی انسان اپنے دل میں ان کا تصور کر سکتا ہے۔ اس کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۱۸ ارشاد ہوتا ہے کہ مومن اور فاسق کیساں نہیں ہیں۔ فاسق سے مراد یہاں باغی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ترک کر کے خود غیبی کا دعویٰ کرتا ہے۔ یا غیر خدا کی اطاعت اختیار کرتا ہے۔

۱۹ مومن اور کافر کی زندگی، عمل اور انجام میں واضح تضاد ہے اس لیے وہ کیساں کیسے ہو سکتے ہیں۔ ان آیات میں اس تضاد کی وضاحت

يَعْمَلُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَا لَهُمْ النَّارُ كَلِمًا أَرَادُوا أَنْ

کیا کرتے تھے اور جنہوں نے نافرمانی کی تو ان کا ابدی ٹھکانا آگ ہے۔ جتنی مرتبہ وہ ارادہ کریں گے کہ

يَخْرُجُوا مِنْهَا أَعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي

رکھی گئی، یہاں سے نکل جائیں تو وہیں لوٹا دیا جائے گا اس میں اور انہیں کہا جائے گا چمکتی آگ کا عذاب جسے

كُنْتُمْ بِهِ تُكذِّبُونَ ۝ وَلَنْذِيْقْتَهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى دُونَ

تم تھملا یا کرتے تھے۔ اور ہم صندور چھاتے رہیں گے انہیں مٹھوڑا مٹھوڑا عذاب

الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ

بڑے عذاب سے پہلے ۱۰۰ تاکہ وہ (جنت و جہنم سے) باز آجائیں۔ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جسے نصیحت کی گئی

رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ۝ وَلَقَدْ

اس کے رب کی آیتوں سے پھر اس نے روگردانی کی ان سے۔ بیشک ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لیں گے اور بیشک ہم نے

آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ

مطافرنانی تھی موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب، تو آپ شک میں مبتلا نہ ہوں ایسی کتاب کے ملنے سے ۱۱ اور ہم نے نبیاختا

فرمادی۔ ۱۰ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابدی عذاب میں گرفتار ہونے سے پہلے ان غافلوں اور سرکشوں کو ہم طرح طرح کی مصیبتوں اور
رنج و الم میں مبتلا کر دیتے ہیں تاکہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی اصلاح کریں اور عذاب جہنم سے بچنے کی تدبیر سوچ لیں۔ یہی اللہ
تعالیٰ کی نفاص مہربانی ہے کہ وہ کسی تکلیف اور مصیبت کو انسان کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ وہ نعمت و راحت جو انسان کو غافل اور
سرکش بنا دے اس سے وہ مصیبت ہزار درجہ بہتر ہے جو انسان کو گناہوں سے باز رکھے کا سبب بن جائے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ
میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۰ اعلان نبوت سے پہلے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں نہ نبی پنہنے کی کسی خواہش پیدا ہوئی تھی اور نہ آپ کو
یہ توقع تھی کہ آپ پر وحی نازل ہوگی۔ توقع کے خلاف یکایک جبرئیل امین کا وحی لے کر آنحضرت اور شک کا باعث بن سکتا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے اس کا انزال فرمایا کہ جبرئیل کے آنے اور وحی کے اترنے سے آپ کو کسی شک میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ کوئی نیا

هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ إِمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا

اسے ہدایت بنی اسرائیل کے لیے اور ہم نے بنایا ان میں سے بعض کو پیشوا، وہ رہبری کرتے ہے ہمارے حکم سے

لِّتَّاصِبُوا ۗ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ فِصْلُ بَيْنَهُمْ

جب تک وہ صابر رہے اور جب تک وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بیشک آپ کا پروردگار وہی فیصلہ کرے گا

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمَا

ان کے درمیان قیامت کے دن، جن امور میں وہ دباہی، اختلاف کیا کرتے تھے۔ کیا یہ چیز ان کی ہدایت کا باعث نہ بنی اسے

أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ إِنَّ

کتنی قومیں تھیں جن کو ہم نے ان سے پہلے ہلاک کر دیا حالانکہ یہ چل پھر رہے ہیں ان کے مکانات میں۔ بیشک

نہیں ہے جو آج تک کبھی نہ ہوا ہو۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء تشریف لائے۔ ان پر وہی نازل ہوئی۔ انہیں صماٹف اور کتابوں سے مشرف کیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا نام کس نے نہیں سنا۔ وہ بھی منصب نبوت پر فائز کیے گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تورات جیسی کتاب مرحمت فرمائی گئی۔ اب قدرت کی نگاہ و انتخاب نے سارے جہاں کی راہنمائی کے لیے اسے پیغمبر بنا دیا اور قرآن حکیم جیسے صحیفہ رشد و ہدایت کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا اس میں قطعاً نہ جبران ہونے کی بات ہے اور نہ شک و شبہ کی گنجائش ہے۔ آیت میں بظاہر اگرچہ خطاب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن مراد وہ لوگ ہیں جو حضور کی نبوت میں اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک اور تعجب کا اظہار کیا کرتے تھے۔

نئے موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے ہم نے بعض کو امام اور پیشوا بنا دیا تاکہ وہ ہمارے فرمان کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کریں۔ امامت و پیشوائی کے اس اعلیٰ منصب کے لیے وہی لوگ چنے گئے جو صبر و استقامت سے عبادت و طاعت کی کٹھن اور دشواری راہ پر گامزن رہے۔ دین حق کی تبلیغ میں مخالفین کی طرف سے ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے مگر وہ گھبرائے نہیں بلکہ بڑی ثابت قدمی اور انفرادی سے اپنا فرض ادا کرتے رہے۔ جو لوگ عبادت و طاعت سے اکتا جاتے ہیں اور مصائب و آلام کے مہیب بادلوں کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں انہیں امامت کے عظیم منصب کے لیے منتخب نہیں کیا جاتا۔ ائمہ سے مراد یا بنی اسرائیل کے انبیاء تھے کہ وہ اپنے آپ کو زمانہ میں دین موسوی کی دعوت دیتے رہے یا ان کے وہ علماء و فقہا تھے جو نبی کے نائب کی حیثیت سے نبوت کے مشن کی تکمیل میں مگر بھرکوشاں رہے۔

اسے اہل مکہ کے تجارتی کاروان مشرق و مغرب کا سفر کرتے تھے ان کے راستوں میں کئی اجڑی ہوئی بستیاں آتی تھیں کئی پربران

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ اِلَى

ان میں (حیرت کی) کئی نشانیاں ہیں۔ کیا وہ (ان درو دیوار سے) داستانِ حیرت) نہیں سن رہے؟ کیا انہوں نے ملاحظہ نہیں کیا کہ ہم بے جلتے

الْاَرْضِ الْبُرْجُزِ مِنْ يَدَيْهِ زُرْعَاتُ الْاَكْلِ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ط

ہیں پانی، بجز زمین کی طرف لائے۔ پھر ہم نکالتے ہیں اس کے ذریعے سے کھیتی، کھاتے ہیں اس سے ان کے چرپائے اور وہ خود بھی

اَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿۳۳﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾

کیا وہ (یہ بھی) نہیں دیکھتے؟ اور (بار بار) پوچھتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا؟ (دباؤ) اگر تم سچے ہو

قہوں اور عملات کے پاس سے ان کا گزر ہوتا تھا جن کے کندھرات، جن کے شکستہ درو دیوار پکار پکار اپنے میکینوں کی بدامالیوں اور بربادیوں کی حیرت آمیز داستانیں دہرا رہے ہوتے ہیں۔ ان سے پوچھا جا رہا ہے کیا تم نے ان حیرت آمیز داستانوں کو سننے کی زحمت کبھی گوارا کی۔ اگر ان میں سننے کی صلاحیت ہوتی تو وہ ضرور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجاتے۔ کفر و شرک کو چھوڑ کر دعوتِ توحید کو بعد شوق قبول کر لیتے۔

۳۳۔ قدرتِ الہی کا ایک اور ثبوت پیش کیا جا رہا ہے "الجزیرین" اس زمین کو کہتے ہیں جو ویسے تو زرخیز ہو سکتی ہے مگر پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بھڑ بھڑتی ہو گی۔ گھاس اور چارہ جڑ سے اکٹھا کر کے لیا ہو یا اونٹوں اور بکریوں نے اسے بھر کر ختم کر دیا ہو اور اب وہاں سبز تنکائیت دکھائی نہ دیتا ہو۔ ملازمِ محشری لکھتے ہیں: الجزیرۃ ارض الکتی جیرۃ نابتھا اسی قطع امانا عذم النساء و امانا لانا و زین و اذیل۔ ملازمِ قرطبی لکھتے ہیں: جو زمین شور اور شورک و جہ سے ناقابل کاشت ہو گئی ہوا سے جڑ نہیں کتے۔ بلکہ اسی زمین جو پورے جزیرے کیکن پانی نہ ملنے کی وجہ سے باطل ہو گئی ہو۔ لا یقال لکتی لکن تبت کما السباخ جرز۔

کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرم نہیں کہ جب خشک سالی کے باعث زرخیز زمینیں بخر ہو جاتی ہیں اور ان میں کوئی چیز نہیں بگتی، تو اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرما کر انہیں از سر نو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اگر وہ اسی ایک چیز میں غور کریں تو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے سے باز آجائیں۔

اس سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ تم اسلام کی ظاہری کمزوری دیکھ کر اس کے مستقبل سے مایوس نہ ہو جاؤ اگر بارش کے ایک پچھلے سے چشمِ زندن میں بجز زمین کی کیفیت بدلنے لگتی ہے اور وہاں چند روز کے بعد سرسبز کھیت لگانے لگتی ہے تو اس سے کوئی امید نہیں کہ وہ مسلمانوں کی حالتِ زار پر بھی اپنی نظرِ رحمت فرمائے اور چشمِ زندن میں ان کی پستی کو بندھی سے، ان کی پریشانی کو خوشحالی سے اور ان کی شکست کو فتح سے بدل دے۔

۳۳۔ الفتح سے مراد فیصلہ کا دن یعنی روزِ قیامت ہے۔ قال مجاہد یعنی یوم القیامۃ۔

الغالب

قُلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۱۵﴾

آپ فرمائیے فیصلہ کے دن نہ فائدہ پہنچائے گا کافروں کو ان کا ایمان لانا سوائے اور نہ انہیں سزا دی جائے گی

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَأَنْتَظِرُ إِيْمَانَهُمْ مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۶﴾

پس (اے حبیب!) رخ افر (پھیر) لیجیے ان سے شکستے اور انتظار فرمائیے، وہ بھی منتظر ہیں سوائے

اہل ایمان کفار کو کما کرتے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی جزا ملے گی اور بدکاروں کو آتش جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ کفار ازراہ تسخیر فرماتے کہ وہ فیصلہ کا دن جس کی آمد سے تم ہمیں ہرزہ دہنایا کرتے ہو ازراہ وکرم یہ تو بتا دو کہ وہ کب آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے محبوب! ان بزم کشوں سے کہہ دو کہ فیصلہ کا دن آئے گا اور ضرور آئے گا، لیکن اگر تم نے ہولناکیاں کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس کے بعد ایمان لانے پر آمادہ ہوئے تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس دن تمہاری ندامت اور نجات تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ غفلندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اب آنکھیں کھولو، اب ہوش میں آؤ اور دعوتِ محمدی علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ و اہل السلام قبول کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں غلاب و ارباب کا فخر نہ سنا جائے گا اور رفدِ محمدی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے انعامات سے مالا مال فرمائے گا۔

۱۵ اے محبوب! آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا، ان کو جہالت کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لیے کوئی کسر اٹھانیں رکھی، لیکن یہ باز نہیں آتے۔ اب ان کی طرف سے رخ افر پھیر دیجیے۔ اب یہ نگاہِ انصاف کے مستحق نہیں ہیں۔
۱۶ آپ اللہ تعالیٰ کی کھسرت اور امداد کا انتظار فرمائیے اور انہیں اپنی بربادی اور تباہی کی گھڑی کا انتظار کرنے کے لیے چھوڑ دیجیے

اللهم رب العباد و موفقهم بفضلک للرشاد صل و سلم علی حبیبک الاکرم و نبیک المعظم و علی
آلہ و صحبہ و اتباعہ و تقبل منی بجاہہ انک انت السميع العليم و فتن لا تامة انک انت العزيز الرحيم -
قد فرغت من تسريد هذه السطور في ضحی یوم الثلاثاء
۱۴ جماد الثانی ۱۳۳۷ و انزلت بمسجد ضاحیة من ضراسی قرية مکھال۔